

غزوات کا پرچم



اسلم راہی ایم اے

سرمایہ خنک طویل رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ فضاؤں کی سرد گہری آنکھوں میں خوابوں اور سراپوں کی دھول کے اندر بیداری کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ زندگی کے صفحہ قرطاس پر وصل و ہجر کے سائے اور خواب و خواہشوں کے فاصلے رقص کرنے کو تھے۔ ایسے میں مشرق کی طرف سے آنے والی شاہراہ پر ایک سوار اپنے گھوڑے کو غرناطہ شہر کی طرف سرپٹ دوڑائے چلا جا رہا تھا۔ بار بار وہ غصیلے انداز میں اپنے گھوڑے کو اپنی چاندی کی مہمیز لگاتا گھوڑا لمحہ بھر کے لیے ہنہناتا پھر اپنی رفتار پہلے سے زیادہ کر دیتا تھا۔

اس سواری کی حالت سے لگتا تھا گویا وہ خواب نگر کا کوئی باسی ہو۔ ماضی کی کھوج میں سوچوں کے بے درد آنگن اور خوابوں کے سارے سنہرے مناظر کو روند ڈالنے کا عزم رکھتا ہو۔ سوار اپنے گھوڑے کو بھگاتا چلا جا رہا تھا۔ فضاؤں میں ابھی تک خاموشی اور سکوت تھا۔ تاہم کبھی کبھی کوئی تنہا پرندہ فضاؤں کے کشادہ کالے راستوں پر مسلسل پر ہلاتا سبک رفتاری کے ساتھ گزر جاتا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ سوار غرناطہ شہر کے نواح میں دریائے حدار کے کنارے آ پہنچا۔ گھوڑا شاندار ان سارے راستوں سے شناسا تھا لہذا ہچکچاہٹ کا اظہار کئے بغیر خشکی سے دریا میں اتر گیا تھا۔ دریا کا پانی گھوڑے کی پنڈلی پنڈلی تھا۔ بڑی تیزی سے پانی کو فضا میں اچھالتا ہوا گھوڑا دریا کو عبور کر گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ سوار اپنے گھوڑے کو اسی رفتار سے بھگاتا ہوا غرناطہ شہر کی فیصل کے قریب پہنچ گیا۔

شہر کی فیصل کے قریب پہنچ کر اس نے گھوڑے کو روکا۔ لمحہ بھر کے لیے کچھ سوچا پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر بھگا دیا۔ غرناطہ کے باب البیرہ اور باب النسیز کے پاس سے گزرتا ہوا وہ آگے بڑھا پھر شہر کے باب السعید کے سامنے اس نے اپنے گھوڑے کو روک دیا تھا۔ اپنے گھوڑے سے وہ اتر اور دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔

دستک دینے کے تھوڑی ہی دیر بعد دروازے پر محافظوں کے سرخیل کی کڑکتی ہوئی آواز گونجی۔ اس نے دستک دینے والے کو مخاطب کر کے پوچھا کون ہے۔ جس نے رات کے اس وقت دروازے پر دستک دی ہے۔ اس پر اس نے اس سے بھی زیادہ تحکمانہ اور کڑکتی ہوئی

آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

میں سلطان کے طلایہ گردستوں کا سالار اعلیٰ ابن بن عطاش ہوں۔ یہ الفاظ سن کر دروازے کے محافظوں میں سے ایک نے چھوٹی سی کھڑکی کھولی جس میں سے مشعل کی روشنی اس نے پھینکی پھر وہ شائد دستک دینے والے کو پہچان چکا تھا اس لئے اس نے فی الفور دروازہ کھول دیا تھا۔

دروازہ کھلنے کے بعد وہ سوار اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے غرناطہ شہر میں داخل ہوا اور آگے بڑھا۔ دروازے کے محافظ جواس وقت پہرہ دے رہے تھے اس سوار کو دیکھتے ہوئے تعظیماً کھڑے ہو گئے تھے۔ سوار کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ باب السعید کے محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے ساتھیو، میرے مہربانو! میں نے تمہیں بے وقت زحمت دی ہے اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں میں سلطان کی خدمت میں ابھی اور اسی وقت قصر الحمرا میں پیش ہونا چاہتا ہوں۔ طویل سفر کے باعث سردی کے باوجود میں پیاس محسوس کر رہا ہوں۔ تمہارے پاس پانی ہو تو مجھے پلاؤ۔

اس پر ایک محافظ حرکت میں آیا مٹی کا ایک جام اس نے لیا اور پھر کراس غرناطہ کے سلطان ابوالحسن کے طلایہ گردستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن عطاش کو پیش کیا۔ احمد نے تین سانسوں میں لبالب بھرا ہوا پیالہ پی لیا۔ پانی پی چکنے کے بعد اس نے خداوند کا شکر ادا کیا۔ پیالہ واپس کرنے کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑ اور دروازے کے محافظوں کو اس کے مخاطب کر کے کہا۔ دروازہ بند کرلو۔ اب میں قصر الحمرا کی طرف جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور باب السعید سے نکل گیا تھا۔ دروازے کے محافظوں نے پہلے کی طرح دروازہ بند کر لیا تھا۔

احمد بن عطاش اب قصر الحمرا کی طرف بڑھا۔ یہ قصر پہاڑی کی ایک مسطح چوٹی پر شہر غرناطہ کا مشہور اور معروف قلعہ اور قصر تھا۔ جنوب مشرقی سمت کو چھوڑ کر باقی تمام سمتوں میں قصر الحمرا کے ساتھ ساتھ دریائے حدار پہاڑی کے گرد بہتا تھا۔ جس پر قصر الحمرا تھا اس کے بعد یہ دریائے حدار آگے بڑھ کر دریائے شلیل میں جا ملتا تھا۔ قصر الحمرا کو الحمرا یعنی لال قلعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی عمارتیں ایسے مصالے سے تیار ہوئی تھیں جن کا رنگ سرخی یا لال تھا۔

تھوڑی دیر بعد احمد بن عطاش قصر الحمرا میں داخل ہوا۔ یہ قصر جس کی تعمیر میں مسلمانوں نے فن معماری، سنگ تراشی اور فن مصوری کے بہترین کمالات دکھائے تھے اپنی مثال آپ تھا اور اس کے در و دیوار میں عربی طرز کو ایسی عظیم الشان پیکاری، گلکاری اور طلائی کام کیا گیا تھا کہ

ہر زمانے کے صنائع اسے دیکھ کر حیرت اور تعجب میں ڈوب جایا کرتے تھے۔

بہر حال احمد بن عطاش قصر الحمرا کے صدر دروازے پر آیا دروازے کے محافظ اسے دیکھتے ہی آگے بڑھے اور ان میں سے ایک نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ جس محافظ نے باگ پکڑی تھی اسے احمد بن عطاش مخاطب کر کے کہنے لگا میرے گھوڑے کو اصطبل میں لے جاؤ۔ میں سلطان کو ملنے کے بعد لوٹتا ہوں اس کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

احمد بن عطاش تھوڑی دیر بعد قصر الحمرا میں غرناطہ کے سلطان ابوالحسن کی خواب گاہ کے سامنے نمودار ہوا۔ خواب گاہ کے باہر جو محافظ بیٹھے پہرہ دے رہے تھے وہ احمد بن عطاش کو دیکھتے ہی اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے قریب آ کر احمد بن عطاش بولا اور کہنے لگا۔

تم میں سے ایک اندر جائے اور میری آمد سے سلطان کو مطلع کرے۔ اس پر ایک محافظ بڑے پریشان اور خوفزدہ لہجے میں کہنے لگا۔ اے امیر! اس وقت تو سلطان گہری نیند سو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انہیں جگانا مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو وہ خفا ہوں اور ہماری جان کے لالے پڑ جائیں۔ اس پر احمد بن عطاش کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا۔ نہیں۔ تم اندر جاؤ۔ سلطان کو جگاؤ اور انہیں بتاؤ کہ احمد بن عطاش حاضر ہو کر اسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہے جس کے لیے سلطان نے مجھے روانہ کیا تھا۔ تم بلا جھجک اور بے دھڑک اندر جاؤ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ اگر اس بے وقت تم سلطان کو جگاتے ہو اور میرے آنے کی اطلاع کرتے ہو تو سلطان ہرگز خفا نہیں ہوں گے۔ سنو مجھے سلطان ابوالحسن نے ایک انتہائی اہم کام پر روانہ کیا تھا اور میں اس اہم کام کی تکمیل کے بعد لوٹا ہوں۔ جب تمہاری زبان سے وہ میری آمد کا سنیں گے تو مجھے امید ہے کہ اسی وقت مجھے اپنی خواب گاہ میں طلب کر لیں گے۔ تم بلا جھجک اندر جاؤ میں تمہاری واپسی کا انتظار کرتا ہوں۔ احمد بن عطاش کی اس گفتگو کے بعد ایک محافظ خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ محافظ مسکراتا ہوا لوٹا اور احمد بن عطاش کو مخاطب کر کے کہنے لگا سلطان جاگ چکے ہیں۔ اور انہوں نے آپ کو طلب کیا ہے۔ ان کی حالت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑی بے چینی سے آپ کے منتظر ہیں۔ اس محافظ کا یہ جواب سن کر احمد بن عطاش کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ خواب گاہ کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا۔ اس نے دیکھا سلطان ابوالحسن اس وقت خواب گاہ کے ایک طرف ایک دبیز نشست پر بیٹھا ہوا تھا اور کمرے کے اندر چھوٹی چھوٹی صندلی مشعلیں روشن تھیں جن کے جلنے سے پوری خواب گاہ ایک پراسرار خوشبو سے بھر گئی تھی۔ احمد بن عطاش جب خواب گاہ میں داخل ہوا تو سلطان ابوالحسن نے اپنی

جگہ سے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سلطان ابوالحسن کہنے لگا۔

احمد میرے بیٹے مجھے امید ہے کہ جس کام کے سلسلے میں میں نے تمہیں بھیجا تھا جو معلومات حاصل کرنے کی ذمہ داری میں نے تمہیں سونپی تھی تم اس پر پورے اترے ہو گے اس پر احمد بن عطاش کہنے لگا۔

سلطان محترم میرے ذمے جو آپ نے دو کام لگائے تھے میں ان دونوں کاموں کی تکمیل کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ رات کے اس وقت آپ کو جگا دیا اس لئے کہ ان دونوں کاموں میں سے ایک ایسا کام ہے جس کے لئے مجھے آپ کو رات کے وقت جگانا پڑا اور یہ انتہائی ضروری تھا۔

مزید کچھ کہنے سے پہلے سلطان ابوالحسن نشست پر بیٹھ گیا اور اپنے قریب ہی اس نے احمد بن عطاش کو بیٹھنے کو کہا۔ جب احمد بیٹھ گیا تب سلطان ابوالحسن پھر بولا اور پوچھنے لگا۔

احمد میرے بیٹے اب کہو تم کیا معلومات حاصل کر کے لوٹ رہے ہو۔ اس پر احمد بن عطاش بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ پہلی اطلاع جو آپ نے جاننے کی کوشش کی تھی اس سے متعلق میری گزارش یہ ہے کہ ارغون کے نصرانی حکمران جیسی اول کی دو ہزار ریز بیویاں ہیں ایک بیوی سے اس کی بیٹی ازا بیلا ہے جس کی شادی عیسائی ریاست قشتالیہ کے حکمران فرولندہ کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اس طرح عیسائی ریاست ارغون اور قشتالیہ میں رشتے کے اس اتحاد کی بناء پر ہمارے متحدہ دشمنوں کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوا ہے۔ سلطان محترم۔ والئی ارغون۔ جیسی اول کی دوسری بیوی کا نام سوزاں ہے۔ اس سوزاں کی ایک بیٹی ہے جس کا نام روطہ ہے۔ ان دونوں ماں بیٹی کی خوش قسمتی کہ ان دونوں نے ایک مسلم مبلغ کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا ان کے قبول اسلام کی اطلاع جیسی اول کو بھی ہو گئی۔ اس نے اپنی بیوی اور بیٹی روطہ کو بہت سمجھایا کہ وہ اسلام ترک کر کے دوبارہ عیسائیت اختیار کر لیں۔ جب ان دونوں ماں بیٹی نے کہا نہ مانا تو ان دونوں کو جبل شفت کے قلعہ البارس میں قید کر دیا گیا۔ انہیں یہ بھی دھمکی دی گئی۔ کہ ان دونوں ماں بیٹی کو تین ماہ کی مہلت دی جاتی ہے اگر تین ماہ کے اندر اندر دونوں نے اسلام ترک کر کے۔ عیسائیت قبول کر لی تو ان کو کچھ نہ کہا جائے گا اور ان دونوں کا جو سابقہ مرتبہ عزت و وقار ہے وہ بحال کر دیا جائے گا اور اگر انہوں نے اسلام ترک کرنے سے انکار کر دیا تو تین ماہ بعد دونوں ماں بیٹی کی گردن مار دی جائے گی۔

سلطان محترم آپ کے پاس مدد کے لیے ان دونوں ماں بیٹی کی جو التجا پہنچی تھی وہ ان

دونوں ماں بیٹی نے ایک ایسے نصرانی محافظ کے ہاتھ بھجوائی تھی جو نہ صرف یہ کہ ان دونوں کا عزیز تھا بلکہ پرانا نمک خوار تھا لہذا اس نے آپ تک ان دونوں ماں بیٹی کا پیغام پہنچا کر خوب حق نمک ادا کیا۔ سلطان محترم ان دونوں ماں بیٹی کی اسیری کے دو ماہ گزر چکے ہیں۔ انہوں نے اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اب صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے۔ ایک ماہ بعد ان دونوں ماں بیٹی کو قتل کر دیا جائے گا۔

سلطان محترم۔ آپ کا دوسرا سوال یہ تھا کہ غرناطہ کے نواحی جبل اشج میں جو لوگ آباد ہو کر وہاں قلعہ بندیاں کر رہے ہیں اور اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہے ہیں وہ کون ہیں، کیا چاہتے ہیں اور ان کے مستقبل کے کیا ارادے ہیں۔ سلطان محترم۔ ان کے متعلق بھی میں بڑی تفصیل کے ساتھ معلومات حاصل کر کے لوٹا ہوں۔ اس پر سلطان ابوالحسن بولا اور کہنے لگا۔ اگر تم ان سے متعلق معلومات حاصل کر چکے ہو تو پھر بتاؤ کہ وہ کون لوگ ہیں، کیا چاہتے ہیں اور کیوں جبل اشج پر قلعہ بندیاں کر رہے ہیں۔ اس پر احمد بن عطاش بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ جب قشتالہ کے حکمران فرولندہ اور ارغون کے عیسائی حکمران جیسی اول نے اتحاد کر کے بلدیہ، مرسیہ، اشبیلہ شہر مسلمانوں سے چھین لئے تو ان شہروں سے ان گنت لوگ ہجرت کر کے غرناطہ کی طرف آئے اور مختلف محلوں اور کوچوں میں آکر آباد ہو گئے۔ ان میں جو لوگ جنگجو تھے وطن کی حفاظت کا جذبہ رکھتے تھے اور دشمن سے انتقام کے عزائم بھی ان کے سینے میں موجزن تھے وہ ایک گروہ کی صورت میں غرناطہ کے کوہستانی سلسلے اشج کی چوٹیوں پر آباد ہو گئے اور وہاں انہوں نے قلعہ بندیاں شروع کر دیں ان کے ارادے یہ تھے کہ وہ قوت حاصل کر کے مستقبل میں عیسائیوں کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کی طرح ڈال دیں گے۔ سلطان محترم۔ یہ لوگ آپ کے حق میں وفادار ہیں اور یہ یقیناً آنے والے دنوں میں آپ کا بازو ثابت ہو سکتے ہیں۔

سلطان محترم۔ ان لوگوں کی کارکردگی اور کام کرنے کا طریقہ بڑا انوکھا اور حیرت انگیز ہے۔ ان لوگوں نے ایک بہت بڑا ریوڑ پال رکھا ہے جس کے اندر جانوروں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ یہ تحریک جس کا میں ذکر کر رہا ہوں سلطان محترم یہ گزشتہ کئی سالوں سے اپنے کام میں مصروف ہے۔ اس تحریک کا جو سربراہ ہے وہ ماضی میں اشبیلہ شہر کا ایک بڑا سرگرم نوجوان تھا۔ وہ اپنے ریوڑ کے ساتھ پورے ہسپانیہ میں چکر لگاتا تھا بظاہر وہ اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کرتا تھا اس کے ساتھ کام کرنے والے اور سارے ساتھی بھی اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کرتے تھے اور ہمہ وقت وہ اپنے گلوں میں صلیب لٹکائے رہتے تھے جبکہ باطنی طور پر وہ سچے اور پھر اور خدا رکھنے والے مسلمان تھے۔ سلطان محترم پھر ایسا ہوا کہ اس تحریک کا وہ بڑا جو

دوسرے شہر کی طرف جاتے ہیں لوٹتا ہے اور کسی کو خبر تک نہیں ہونے دیتا۔ سلطان محترم میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ والی قشتالیہ کا ایک سردار تھا نام جس کا بالدی گوتھ تھا۔ کسی معاملے میں اس نے والی قشتالیہ فرولندہ سے بغاوت کر دی اور اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ وہ علیحدہ ہو گیا اور ڈاکر زنی کرنے لگا۔ اس نے کئی شہروں کو لوٹا کئی بار والی قشتالیہ کے خزانوں پر قبضہ کیا۔ جس پر بھی وہ حملہ آور ہوتا اور جس خزانے کو بھی وہ لوٹتا وہاں اپنے نام کا خنجر چھوڑ دیتا۔ اس خنجر پر بالدی گوتھ کا نام لکھا ہوتا تھا۔ ایسا کرنے سے اس کا مقصد یہ تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ بالدی گوتھ کی کس قدر طاقت اور قوت ہے۔

سلطان محترم اس رقیم بن خلاط نے ایک بہت بڑا کام سرانجام دیا۔ یہ اپنے ریوڑ کے ساتھ اسپین کے مختلف شہروں میں گھومتے ہوئے بالدی گوتھ کی تلاش میں رہا۔ پھر ایسا موقع آیا کہ اس کا ٹکراؤ بالدی گوتھ کے ساتھ ہوا اس نے بالدی گوتھ کے سارے ساتھیوں اور بالڈی گوتھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب یہ رقیم بن خلاط خود بالدی گوتھ کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس پر سلطان ابوالحسن نے چونک کر پوچھا وہ کیسے۔ تفصیل کے ساتھ کہو۔ اس پر احمد بن عطاش کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم۔ وہ اس طرح کہ جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ رقیم بن خلاط جو انتہا درجہ کا پکا مسلمان ہے ہسپانیہ کے سارے شہروں میں ایک چرواہے کی صورت میں گھومتا پھرتا ہے اور سب کو پتہ ہے کہ وہ عیسائی ہے۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ایک چرواہے کی حیثیت سے اس نے ناصرف یہ کہ والی قشتالیہ فرولندہ ثالث اور والی ارغون جیمی اول کے علاقوں میں اپنے ریوڑ چرانے کے اجازت نامے حاصل کر رکھے ہیں بلکہ ایسے ہی اس نے اجازت نامے ہسپانیہ کے دوسرے چھوٹے موٹے حکمرانوں سے حاصل کئے ہیں۔ لہذا وہ بے محابہ ہسپانیہ کے ہر شہر ہر قصبے میں اپنے ریوڑ کے ساتھ گھوم پھر سکتا ہے۔ کوئی اس سے تعارض نہیں کر سکتا۔ عیسائی دنیا کے سبھی لوگ اسے عیسائیت کا بہترین مخلص و جاننا تصور کرتے ہیں۔ سلطان محترم۔ اس رقیم بن خلاط نے والی قشتالیہ کے باغی سردار بالدی گوتھ کو ختم کرنے کے بعد اس کے نام کے خنجر ڈھالنے شروع کئے پھر یہ مختلف شہروں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ لوگوں کو لوٹتا ہے اور بالدی گوتھ کے خنجر وہاں چھوڑ دیتا ہے۔ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ بادل گوتھ نہیں لوٹتا ہے۔ اور رقیم بن خلاط کا کہیں نام نہیں آتا۔ اس طرح جو مال و دولت حاصل ہوتا ہے یہ جبل انج میں جو اس تحریک کا مسکن ہے وہاں بھجواتا ہے اس طرح وہ اپنی تحریک میں طاقت اور قوت پیدا کرتا ہے۔ سلطان محترم۔ بڑی رازداری سے کام کرنے والی اس تحریک کا جیسا کہ میں بتا چکا ہوں امیر رقیم بن خلاط ہے۔ اس رقیم بن خلاط کے دو نائب امیر ہیں۔ ایک منصور بن نعمان اور

اشبیلہ کا باشندہ تھا اپنی طبعی موت مر گیا اور اس کی جگہ اب انہوں نے ایک اور شخص کو اپنا سردار بنایا ہے اس نے سردار اور سربراہ کا نام رقیم بن خلاط ہے۔ سلطان محترم۔ یہ رقیم بن خلاط بنیادی طور پر مادہ شہر کا باشندہ ہے یہ اپنے باپ کے ساتھ وہیں عیسائیوں میں زندگی بسر کرتا تھا اس کی ماں ہسپانیہ کے ایک قدیم قبیلے سے تعلق رکھتی تھی جبکہ اس کا باپ عرب تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ مادہ شہر میں عیسائیوں کے اندر رہنے والے مسلمانوں نے اپنے خلاف ہونے والے مظالم کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کا سب سے بڑا سربراہ رقیم بن خلاط کے باپ کو قرار دیا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ اس رقیم بن خلاط کی ماں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور رقیم بن خلاط جو اس وقت ابھی بچہ تھا اسے گرفتار کر کے جبل طلیلہ کے ایک قلعے میں قید کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ اور بھی مسلمان بچے تھے جو وہاں قید کر دیئے گئے۔ ان بچوں پر ظلم اور تشدد کیا جاتا تھا اور پوچھا جاتا تھا کہ اس بغاوت میں کون کون لوگ شریک ہیں۔

سلطان محترم۔ یہ رقیم بن خلاط لگا تار اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ دس سال تک جبل طلیلہ کے ایک سنگین قلعے میں قید رہا اور اسی قید کے دوران یہ نوجوان ہو گیا جبل طلیلہ کے اس قلعے کے محافظوں نے اس رقیم بن خلاط پر بڑے مظالم کئے اس کے پاؤں کے تلوؤں کو لوہے کے سرخ مہروں سے داغا گیا تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔ پھر اوہ کی گرم سلاخوں سے جگہ جگہ اس کے جسم کو داغ کر اس سے پوچھا جاتا کہ مادہ شہر میں بغاوت کرنے والے اور کون سرکردہ لوگ ہیں۔ بہر حال دس سال تک اسیری میں گزارنے کے بعد یہ رقیم بن خلاط جوان ہوا اور پھر موقع پا کر اس قلعے سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں سے بھاگنے میں اس کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی تھا جس کا نام مجاہد بن یوسف ہے۔ اس مجاہد بن یوسف کی اس قلعے کی اسیری کے دوران زبان کاٹ دی گئی تھی اور یہ بے چارہ بول نہیں سکتا۔ یہ دونوں اس قلعے سے بھاگ کر اس تحریک میں شامل ہو گئے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔

اس تحریک میں اس رقیم بن خلاط نے اس قدر سرگرمی، اس قدر جان بازی اور سرفروشی سے کام لیا کہ پہلے امیر کے مرنے کے بعد اب ان لوگوں نے متفقہ طور پر رقیم بن خلاط کو اپنا امیر چن لیا ہے۔ اب اس رقیم بن خلاط کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کرتا ہے۔ گلے میں ہر وقت صلیب ڈالے رہتا ہے۔ اس کا اصل نام تو رقیم بن خلاط ہے لیکن جب یہ اندلس کے عیسائی علاقوں میں اپنے ریوڑ کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے تو اپنا نام ایرولیس ظاہر کرتا ہے بظاہر یہ یہی بتاتا ہے کہ یہ اس ریوڑ کا چرواہا ہے۔ لیکن اسپین کے علاقوں میں گھومتے ہوئے وہ بڑے بڑے کام سرانجام دیتا ہے۔

مثلاً اکثر اوقات وہ والی ارغون اور قشتالیہ کے حکمرانوں کے وہ خزانے جو ایک شہر سے

سلطان محترم۔ میری آپ سے تجویز ہے کہ آپ اس شخص سے ملیں یہ شخص مستقبل میں ہمارے بہترین کام آسکتا ہے۔ اگر والی قسطنطنیہ کے ساتھ ہماری جنگ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو یہ رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ ہمارا بازو بن کر ابھر سکتا ہے۔ سلطان محترم۔ اس کے ریوڑ میں ان گنت جوان ہیں جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہتے ہیں اور یہ سارے جوان جنگجو اور بہترین تربیت یافتہ ہیں۔ گویا رقیم بن خلاط کے ریوڑ میں بہترین لشکر حرکت کرتا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن عطاش جب خاموش ہوا تو سلطان ابو الحسن بولا اور کہنے لگا۔

احمد میرے بیٹے تم نے بہترین کام کیا ہے میں اس شخص سے ضرور ملوں گا جس کا نام تم نے رقیم بن خلاط بتایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ شخص مستقبل میں میرے بہترین کام آسکتا ہے دیکھ احمد ان ساری باتوں کا انکشاف تو میرے بیٹے ابو عبد اللہ سے مت کرنا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اور اس رقیم بن خلاط کے ساتھ رازدارانہ تعلقات رہیں اور کسی کو ان کی خبر نہ ہو۔ اگر کسی کو خبر ہوگئی تو یہ خبریں عیسائی دنیا تک بھی پھیل جائیں گی اور عیسائی حکمران رقیم بن خلاط کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگیں گے اس طرح وہ ہسپانیہ کے مختلف علاقوں میں جو کچھ کرنا چاہتا ہے نہ کر سکے گا۔ اس پر احمد بن عطاش بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ بے فکر رہیں۔ میں ان ساری باتوں کو ایک قیمتی راز سمجھ کر اپنے سینے میں چھپا لوں گا۔ اس پر سلطان ابو الحسن خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ احمد میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کروں گا اور دریائے حدار کے کنارے اس رقیم بن خلاط سے ملوں گا میں چاہتا ہوں کہ میری اور اس کی ملاقات رات کی تاریکی میں ہو جائے۔ دن کو میں اس سے نہیں ملنا چاہتا۔ اگر میں ملا تو کسی نہ کسی کو خبر ہو جائے گی اور یہ بات دور دور تک پھیل جائے گی۔ دیکھ یہاں سے روانگی سے پہلے تو ایک اجازت نامہ تیار کر۔ اس میں اسے اجازت دی جائے کہ وہ غرناطہ کی سلطنت میں جہاں چاہے اپنے ریوڑ کے ساتھ گھوم پھر سکتا ہے۔ اس اجازت نامے پر میری مہر لگاؤ اور آؤ پھر اس سے ملنے کے لیے روانہ ہوں۔

سلطان ابو الحسن کا یہ حکم پا کر احمد بن عطاش فوراً حرکت میں آیا۔ سلطان کی خواہش کے مطابق اس نے اجازت نامہ تیار کیا اور اس پر سلطان ابو الحسن کی مہر لگائی پھر دونوں خواب گاہ سے باہر آئے سیدھے اصطبل میں گئے محافظوں کو انہوں نے پیچھے آنے سے منع کر دیا۔ سلطان نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا جسم پر ایک کھلی عبا ڈال لی تھی۔ اصطبل میں احمد بن عطاش کا گھوڑا پہلے ہی تیار تھا۔ سلطان کا گھوڑا ابھی اس نے تیار کیا۔ پھر دونوں گھوڑے پر سوار ہوئے اور قصر الحمراء سے نکل گئے تھے۔

دوسرا منذر بن طریف۔ منصور بن نعمان ان دونوں وادی النج میں اپنے مسکن کی نگرانی کرتا ہے اور وہاں قلعہ بندیوں میں مصروف ہے اور یہ سارے کام اپنے امیر رقیم بن خلاط کی ہدایت کے مطابق کرتا ہے۔ دوسرا نائب امیر جس کا نام منذر بن طریف ہے وہ اپنے امیر رقیم بن خلاط کے ساتھ ریوڑ میں کام کرتا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن عطاش لمحہ بھر کے لیے رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ امیر بننے کے بعد رقیم بن خلاط نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ اپنے ریوڑ کے ساتھ یہ جبل طلیطلہ کے اس قلعہ کی طرف گیا جس میں اس کو اسیر رکھا گیا تھا اور اس قلعہ کے جس قدر محافظ تھے ان پر حملہ آور ہو کر اس نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس لئے کہ اس قلعہ کے محافظ اسے پہچانتے تھے اور ان کی موجودگی میں یہ ہسپانیہ کے اندر کھل کر کام نہ کر سکتا تھا۔ اب ان محافظوں کے مارے جانے کے بعد ہسپانیہ کے اندر کوئی نہیں جانتا کہ یہ رقیم بن خلاط وہی بچہ ہے جسے قید کیا گیا اور جبل طلیطلہ کے قلعے میں اسیر رکھا گیا اور اس کے پاؤں اور جسم کے مختلف حصوں کو داغا گیا تھا۔

سلطان محترم۔ یہ ساری معلومات حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے میں جبل النج میں اس تحریک کے نائب امیر منصور بن نعمان سے ملا۔ اس پر میں نے اپنا آپ ظاہر کیا اور اسے بتایا کہ میرا نام احمد بن عطاش ہے۔ میں سلطان ابو الحسن کے طلائے گردشوں کا سالار اعلیٰ ہوں۔ اس انکشاف پر اس نے میرا بہترین استقبال کیا اور جو معلومات میں نے آپ کو بتائی ہیں یہ ساری مجھ پر ظاہر کیں۔ ان معلومات کے حاصل کرنے کے بعد مجھے اس تحریک کے امیر رقیم بن خلاط سے ملنے کا شوق ہوا۔ لہذا میں اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ میری خوش قسمتی کہ ان دنوں رقیم بن خلاط والی قسطنطنیہ اور ہماری سرحدوں پر خیمہ زن تھا۔ لہذا میں اس سے ملا اور اس سے گزارش کی کہ وہ غرناطہ کی طرف آئے اور سلطان ابو الحسن سے ملے اور اپنے غرناطہ آنے کی عیسائی دنیا کے اندر خبر پھیلا دے کہ وہ مسلمانوں کی سلطنت میں بھی اپنے ریوڑ چرانے کے لیے سلطان ابو الحسن سے اجازت نامہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میری اس تجویز سے اس نے اتفاق کیا۔ لہذا میرے پیچھے ہی پیچھے وہ غرناطہ کی طرف آیا۔ سلطان محترم۔ اب تک وہ دریائے حدار کے کنارے پہنچ کر اپنے ریوڑ کے ساتھ خیمہ زن ہو چکا ہوگا۔ میں اس سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ میں تمہیں سلطان ابو الحسن سے ملاؤں گا اور ان سے تمہیں سر بہ مہر اجازت نامہ حاصل کر کے دوں گا۔ تاکہ تم عیسائی دنیا سے نکل کر بلا کسی رد و رکاوٹ کے غرناطہ کی سلطنت میں داخل ہو سکو۔

آؤ دروں، درپچوں، چلمنوں کو چاہتوں کے پیغام اور کرنوں کے دوش سے مزین کر دیں۔
 آؤ رفقا! .. وطن کے گرد آؤ لو چہرے دیسی کی مجروح آرزوؤں کو تازہ لفظ و حروف

یہ رقیم بن خلط - منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف تینوں مل کر اسپین کے مختلف علاقوں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ صرف ریوڑ ہی نہیں جراتے بلکہ مویق طو یہ مختلف ریاستوں کے ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف جانے والے خزانے لوٹتے ہیں اور مناسب موقع جان

کے پیکر اور شاعر و پارکھ کی شاداب نظر جیسا بنا کے رکھ دیں۔
یہاں تک کہنے کے بعد وہ گانے والا خاموش ہو گیا۔ لگتا تھا دکھ غم اور اندوہ میں گانے والے کی آواز ڈوب گئی ہو۔ وہ مزید کچھ گانہ نہ سکا ہو۔

بربط اب بھی بچ رہا تھا۔ گانے والے کی آواز ڈوب چکی تھی۔ لیکن اس کے دکھ کے موسم جیسی پرسوز آواز کھنکتی چوڑیوں جیسی خوش کن لے اب بھی گلابوں کی خوشبو بجھے شہابوں کے نیم گرم جادو اہتمام حسن و جمال کی طرف خلا کی بانہوں میں ڈولتی بے اماں زمین میں سرگرداں تھی۔ اس گانے والے کی درد کی مہر صدوں میں ڈوبی آواز دکھ کی مسافرت سے دو چار بول۔ لگتا تھا سلطان ابوالحسن کے دل کے دار الامان اور ذہن کے دو اظہار پر دستک دے گئے ہوں۔ سلطان ابوالحسن کہیں ڈوب کر رہ گیا تھا۔ گانے والا کب کا خاموش ہو گیا تھا۔ بربط بھی بچتا بند ہو گیا تھا۔ لیکن ابوالحسن اپنے گھوڑے کو روکے اس کی پیٹھ پر گرم سم بیٹھا تھا۔

اس موقع پر پریشان ہو کر اور گھبرا کر احمد بن عطاش نے اپنا رخ سلطان ابوالحسن کی طرف کیا پڑاؤ کی طرف سے آتی مدہم روشنی میں اس نے دیکھا سلطان ابوالحسن کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی برسات کی طرح آنسو رواں تھے اور اپنے ہونٹ کاٹتا ہوا اپنے حلقوم میں بڑی مشکل سے دل سے اٹھنے والی ہچکیوں اور سسکیوں کو روک رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک سلطان اسی طرح ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے آپ کو ضبط کرتا رہا پھر اس نے عمامہ کے پلو سے اپنی آنکھیں خشک کیں اور مجرد سی آواز میں اس نے احمد بن عطاش کی طرف دیکھے بغیر کہا آؤ اب آگے بڑھیں۔ احمد بن عطاش بھی ادا اس ہو گیا تھا۔ پھر منہ سے کچھ کہے بغیر سلطان ابوالحسن کے ساتھ اس نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی اور دونوں ایک بار پھر آگے بڑھنے لگے تھے۔

☆.....☆

ہواؤں کے وہم، کنوایں ساعتوں اور لاوے کی صورت میں ریختی تاریکیوں کے دوش پر رات بڑی تیزی سے اپنے انجام کو بھاگتی جا رہی تھی۔ فضاؤں میں چاروں طرف سردی کے باعث برف کی سی بھائی کا سا سماں تھا۔ سردی اور تاریکیوں میں اجل زدہ خواب ہر سو قفس کر گئے تھے۔ سلطان ابوالحسن اور احمد بن عطاش دونوں آگے بڑھتے ہوئے جب اپنے سامنے پڑاؤ کے پہلے خیموں کے قریب گئے تو انہوں نے دیکھا خیموں سے باہر ایک بہت بڑا آگ کا الاؤ روشن تھا اور اس آگ کے الاؤ کے سامنے ایک شخص اپنے ہاتھ میں اپنے قد کے برابر لوہے کا نیزہ تھا۔ کھڑا تھا۔

وہ نیزہ جو وہ جوان اپنے دائیں ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔ تین منہ کا نیزہ تھا۔ جس کے نیچے تیز دھار کے پھل دائیں بائیں دونوں سمت نکلے ہوئے تھے جن کی وجہ سے وہ نیزہ ایک طرح سے ترسول کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس موقع پر احمد بن عطاش اپنے گھوڑے کو سلطان ابوالحسن کے قریب لایا اور ہیولے کی صورت میں کھڑے اس جوان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم وہ جوان جو تاریکی میں ایک ہیولا سا دکھائی دے رہا ہے اور جو اپنے ہاتھ میں لوہے کا ترسول تھامے ہوئے ہے وہی رفیم بن خلاط ہے جو جبل انج سے اٹھنے والی تحریک کا امیر اعلیٰ ہے۔

احمد بن عطاش کے اس انکشاف پر سلطان نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور آگ کے جلتے الاؤ کے سامنے کھڑے اس جوان کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ سلطان نے دیکھا وہ جوان جو اپنے ہاتھ میں لوہے کا ترسول تھامے کھڑا تھا اس سے یوں لگ رہا تھا جیسے صدیوں کے ٹھہرے سفر میں کوئی انجانا مسافر کھڑا ہو۔ جیسے قدیم کھنڈروں کی دہلیز پر کسی کو ایستادہ کر دیا ہو یا اندھیروں کے نہاں خانوں میں سچائی کا کوئی اسم ہر طوفان کی پرواہ کئے بغیر ایستادہ ہو۔

ذرافا صلی پر سلطان اپنے گھوڑے کو روک کر اس کو بغور دیکھتے رہے جو ابھی تک چپ کے بیتاب ساگر میں عذاب بے لوائی اور درد فرقت کے پیوندوں میں صد اقدتوں کے نجات دہندہ کی طرح کھڑا تھا۔ سلطان جب احمد بن عطاش کے ساتھ گھوڑے کو ایڑھ لگا کر آگے بڑھا تب وہ

ہیولا حرکت میں آیا اپنے دائیں ہاتھ میں لوہے کے ترسول کو ہلاتا ہوا وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ سلطان کے قریب آیا اور اپنے سر کو ذرا سا خم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم میں اپنے پڑاؤ میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جس وقت آپ دریائے حدار کے کنارے آئے تھے اسی وقت ہی میرے جاسوس مجھے احمد بن عطاش کے ساتھ آپ کی آمد کی بھی اطلاع کر چکے تھے تب سے میں اسی پڑاؤ کے ساتھ آپ کے استقبال کے لیے کھڑا ہوں۔ سلطان محترم میں رقیم بن خلاط ہوں۔

وہ جوان ہمیں تک کہنے پایا تھا کہ سلطان ابو الحسن فوراً اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ اس کے ساتھ ہی احمد بن عطاش بھی اپنے گھوڑے سے اتر چکا تھا۔ پھر سلطان ابو الحسن بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور اس جوان کو گلے لگاتے ہوئے رقت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔

سن خلاط کے بیٹے ہم تمہیں اپنی سلطنت کی حدود میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ خدا کرے آنے والے لمحے آنے والے ماہ و سال تیری اور ہماری کامیابیوں کے لمحات کی نوید لے آئیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابو الحسن جب خاموش ہوا تو رقیم بن خلاط بولا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا۔

سلطان محترم میری ایک خواہش ہے۔ امید ہے آپ اعتراض نہیں کریں گے۔ سلطان نے بڑی نرمی سے پوچھا میرے عزیز تیری کیا خواہش ہے۔ رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم میری خواہش ہے آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوں اور میں آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اپنے پڑاؤ میں داخل ہوں اس پر سلطان ابو الحسن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

دیکھ میرے عزیز اگر تیری یہ خواہش ہے تو میں تیری خواہش کا احترام کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ابو الحسن اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تاریکی میں اس سے رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دیکھی جاسکتی تھی۔ پھر وہ حرکت میں آیا۔ بائیں ہاتھ سے سلطان کے گھوڑے کی باگ تھامی اور اس الاؤ کی طرف بڑھا جہاں وہ تھوڑی دیر پہلے کھڑا تھا۔ احمد بن عطاش اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے پکڑے اس کے پیچھے ہولیا۔

رقیم بن خلاط سلطان ابو الحسن کے گھوڑے کی باگ تھامے آگ کے الاؤ کے پاس آیا سلطان نے دیکھا الاؤ کے پاس کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں اور تھوڑی دیر پہلے ان چٹائیوں پر جو لوگ بیٹھے تھے وہ سلطان کی آمد پر کھڑے ہو گئے تھے۔ الاؤ کے پاس آکر رقیم بن خلاط بک گیا۔ سلطان ابو الحسن بھی گھوڑے سے اتر گیا۔ احمد بن عطاش بھی رقیم بن خلاط کے قریب آکر کھڑا ہوا اور سلطان ابو الحسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ کی آمد سے پہلے میں اسی آگ کے قریب ان چٹائیوں پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میرے خیال میں میں آپ کو اپنے خیمے میں لے کر چلتا ہوں پر میرے لئے دشواری اور کمبختی کی بات یہ ہے کہ اس خیمے کے اندر بھی ایسی ہی چٹائیاں بچھی ہوں گی سلطان محترم میرے ان خیموں میں کسی ایک کے اندر بھی آپ کو ان چٹائیوں کی جگہ کوئی قالین نہیں ملے گا سلطان محترم۔ ہم بڑے بے نوا سے لوگ ہیں بڑی جفا کشانہ زندگی بسر کرنے والے ہیں۔

رقیم بن خلاط شاید مزید کچھ کہتا کہ سلطان ابو الحسن آگے بڑھا اور ان چٹائیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ اس سرزمین کے مستقبل کے عظیم فرزند قسم خداوند کی قصر الحمرا میں جو دبیز قالین ہیں وہ تیرے پڑاؤ کی ان چٹائیوں کے سامنے بیچ و حقیر ہیں تو میرے ساتھ آ میں تیرے ہمراہ آگ کے اس جلتے الاؤ کے گرد گھجور کے ان پتوں کی چٹائیوں پر بیٹھنا اپنے لئے باعث فخر خیال کروں گا۔ آمیرے قریب بیٹھ کہ تیری ذات میں میں ان سرزمینوں کی کامیابیوں کی روشنی دیکھتا ہوں۔

سلطان ابو الحسن کے اس رد عمل پر رقیم بن خلاط نے سلطان کے گھوڑے کو آگ کے الاؤ کے پاس کھڑا کر دیا تھا۔ پھر وہ سلطان کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ گیا۔ احمد بن عطاش بھی اپنے گھوڑے کو آگ کے الاؤ کے پاس کھڑا کرنے کے بعد رقیم بن خلاط کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔ الاؤ کی روشنی میں سلطان ابو الحسن نے پہلی بار بڑے غور سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا۔ سلطان نے اندازہ کیا کہ رقیم بن خلاط کے طلسم خانہ ارض و سماں جیسے چہرے پر انوکھی فتوحات کی بشارتیں، ایثار کے لمحیں اور مامن حیات کو شرر آفریں کر دینے والی نقش گری تھی جبکہ اس کی بے انت و بے کنار سمندری آنکھوں میں پھنور پھنور موت کے رقص اور ریت کے صحرا کی وسعتوں کے پس منظر میں شہر جنوں کی بے روک آندھیوں کا سماں تھا۔

قبل اس کے کہ سلطان ابو الحسن اس موقع پر بولتے ہوئے گفتگو کا آغاز کرتا رقیم بن خلاط اس سے پہلے ہی بول پڑا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے میں اپنے ساتھیوں کا آپ سے تعارف کرا دوں۔ احمد بن عطاش آپ کو بتا چکا ہو گا کہ میں نے جبل الحج پر اپنا ایک چھوٹا سا مسکن بنایا ہے اور اس کی ابتداء اس مسکن کے مجھ سے پہلے امیر نے کی تھی بس میں نے یہ کیا ہے کہ میں نے اس مسکن میں تھوڑی سی وسعت دی ہے میں جانتا ہوں یہ مسکن چونکہ آپ کی سلطنت میں ہے اور آپ کی اجازت کے بغیر قائم کیا گیا ہے لہذا میں خیال کرتا ہوں کہ آپ یقیناً ہماری اس حرکت کو جرم قرار دیتے ہوئے ناپسند کریں گے۔ اس پر سلطان ابو الحسن بولا اور کہنے لگا۔

نہیں ہرگز نہیں میں جبل النج پر تمہارے مسکن کو خوش آمدید کہوں گا اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا سلطان محترم میں پہلے اپنے ساتھیوں کا آپ سے تعارف کراتا ہوں اس لئے کہ میرے کچھ ساتھی مسکن میں رہتے ہیں۔ میں انہیں بھی آپ کی آمد سے پہلے یہاں بلوا چکا ہوں۔ پھر اپنے پہلو میں بیٹھے ایک جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقیم کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ یہ میرا نائب اول منصور بن نعمان ہے۔ ان دنوں یہ مسکن کے انتظامات سنبھالے ہوئے ہے کبھی بھی یہ میرے ساتھ ریوڑ چرانے کے کام میں بھی شامل ہوتا ہے۔ جس وقت یہ ریوڑ چرانے کے کام میں شامل ہوتا ہے اس وقت عیسائی دنیا میں اس کا نام منصور بن نعمان کے بجائے سیاگو ہوتا ہے۔ سلطان نے ہاتھ آگے بڑھا کر منصور بن نعمان سے مصافحہ کیا۔

اس کے بعد رقیم بن خلاط نے دوسرے جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم۔ یہ منذر بن طریف ہے۔ ان دنوں یہ مستقل طور پر میرے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اسپین کے عیسائی علاقوں میں اسے بوریلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ میرا نائب دوم ہے۔ سلطان نے منذر بن طریف سے بھی مصافحہ کیا۔ پھر خلاط نے اپنے پہلو میں ایک بزرگ اور باریش شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم یہ ہمارے مسکن کے قاضی عقبہ بن مغیرہ ہیں۔ سلطان نے اس بار ایک کے بجائے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور قاضی عقبہ بن کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنی پشت پر بیٹھے ایک اپنے ہم عمر جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم۔ یہ مجاہد بن یوسف ہے۔ ہمارے دشمنوں نے اس کی زبان کاٹ دی ہے۔ یہ بول نہیں سکتا۔ عیسائی دنیا میں اسے جرمیاس کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ سلطان محترم۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ میں ایک کٹر اور پکا مسلمان ہوں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس وقت میں اور میرے ساتھی اپنے گلوں میں صلیبیں لٹکائے ہوئے ہیں اور صلیبیں ہم ہر وقت اپنے ہی اپنے گلوں میں رکھتے ہیں تاکہ کسی کو ہم پر شک نہ ہو۔ سلطان محترم۔ میرا اصل نام تو رقیم بن خلاط ہے لیکن جب میں اسپین کے عیسائی علاقوں میں کام کرتا ہوں تو اس وقت میرا نام ایرولیس ہوتا ہے

آخر میں رقیم بن خلاط نے ایک ایسے جوان کی طرف اشارہ کیا جو بربط تھامے ہوئے تھا اور اس کا تعارف کراتے ہوئے رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ اس جوان کا نام سلیط بن سعدون ہے اور یہ بڑا عمدہ گانے والا ہے۔ اس پر ابو الحسن چونک کر بولا اور پوچھنے لگا کیا تھوڑی دیر پہلے یہی نو جوان بربط کی لے پر گارہا تھا۔ اس پر رقیم بن خلاط نے کسی قدر مسکراتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم یہی گارہا تھا۔ سلطان نے تو صفی انداز میں کہا۔

دیکھ سلیط بن سعدون تیرے بربط بجانے میں ایک انوکھا پن تیری آواز میں سوز اور

مٹھاس اور تیرے گانے کی لے میں ایک درد اور چہن پنہاں ہے۔ تھوڑی دیر پہلے جو تو رزمیہ گیت گارہا تھا۔ قسم خداوند قدوس کی اس نے میرے حساس دل کے دروازوں پر دستک دی اور میں اس سے بے حد متاثر ہوا۔ خدا تجھے تیرے کام میں مزید برکت دے۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ پھر سلطان ابو الحسن رقیم بن خلاط کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

سن خلاط کے بیٹے۔ احمد بن عطاش تیرے حالات مجھے تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہے۔ گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے کیا تو مجھے اپنے پاؤں کے تلوے دکھائے گا۔ سلطان ابو الحسن کے اس استفسار پر رقیم بن خلاط کی حالت عجیب پریشانی کی سی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ عجیب سی کشمکش اور ہچکچاہٹ کا شکار رہا پھر اس نے اپنے پاؤں سے چڑے کے پیوند لگے ہوئے موزے اتار دیئے تھے۔ سلطان ابو الحسن نے دیکھا رقیم بن خلاط کے پاؤں کے تلوے جگہ جگہ سے دائروں کی صورت میں جملے ہوئے تھے۔ لگتا تھا اس کے پاؤں میں ان گنت لوہے کی گرم سرخ مہریں داغی گئی ہوں۔

رقیم بن خلاط کے جملے ہوئے پاؤں دیکھتے ہوئے سلطان ابو الحسن کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا گویا رقیم بن خلاط کے پاؤں دیکھنے کے بعد اس کے ذہن پر خونی دستک اور دل پر حیرتوں کے حروف کا نزول ہو گیا ہو۔ وہ کسی شے کے تنہا پھول۔ آنکھوں سے گرتے اشک اور غموں کے نئے طوفانوں میں برسوں سے ترسی آنکھوں کی طرح پریشان اور مغموم ہو گیا تھا۔

رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک سلطان ابو الحسن کی یہ حالت دیکھتا رہا۔ پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ میں آپ کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ میرے پاؤں کی حالت دیکھتے ہوئے پریشان اور فکر مند ہوئے۔ سلطان محترم کشفہ زمینوں، منقطع زمانوں اور کانٹوں کے حصار میں آزادی حاصل کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ سلطان محترم۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے درد و قتل کے بھنور میں شہر ڈوب جاتے ہیں۔ خواب ٹوٹ جاتے ہیں۔

سلطان محترم۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے اشکوں سے لٹھری نسلوں سے عدم کی بستیاں آباد کرنا پڑتی ہیں۔ ان گنت شاداب، بے شمار روجوں کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے سلطان محترم مرکز بکھر جاتے ہیں۔ دائرے سمٹ جاتے ہیں۔ افسوس جب یہ چیز مل جاتی ہے تو لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ یہ کھو بیٹھتے ہیں۔ تب اسے حاصل کرنا انتہائی مشکل اور دشوار ہو جاتا ہے۔

سلطان محترم۔ اسپین کی زمین میں روز بروز بدلتے حالات رونما ہوتے اور انقلاب کو دیکھتے ہوئے میرے ساتھیوں نے آنے والے دنوں کی خونی دلدل اور زمین کی کوکھ

میں بھجان برپا کرنے والے لمحوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ تیاریاں ضرور کر رکھی ہیں۔ سلطان محترم۔ میں اور میرے ساتھیوں نے عہد کر رکھا ہے کہ ہم روشنی کے تازہ حروف، امیدوں کے سورج اور صحرا کی پیاس بن کر اپنی سرزمینوں کی دشمن سے حفاظت ضرور کریں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب سلطان ابوالحسن بولا اور کہنے لگا۔

سن خلاط کے بیٹے۔ تمہارے ان الفاظ نے میرا حوصلہ بلند اور میرا جی خوش کر دیا ہے۔ پہلے مجھے چند باتوں کی وضاحت کرو۔ اس کے بعد میں جو کچھ تم سے کہنا چاہتا ہوں کہوں گا۔ اس پر رقیم بن خلاط نے بڑی عاجزی سے کہا۔ سلطان محترم۔ پوچھیں آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ اس پر ابوالحسن بولا اور پوچھنے لگا۔

دیکھ خلاط کے بیٹے۔ تم جیسا کہ مجھے احمد بن عطاش نے بتایا ہے اس میں کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے اس سمت آئے ہو۔ بقول احمد بن عطاش۔ تم اور تمہارے ساتھی گلوں میں صلیبیں ڈالے رہتے ہیں اور اس میں کے اندر تم اور تمہارے ساتھی نصرانی مشہور ہیں اب جبکہ تم اور تمہارے ساتھی ریوڑ کو لے کر غرناطہ کی سلطنت میں داخل ہوئے ہیں۔ تو کیا وہ سارے عیسائی حکمران جن سے تم نے ان کی سلطنت کے اندر اپنے ریوڑ چڑانے کے لئے راہداری اور اجازت نامے حاصل کئے ہوئے ہیں تمہارے متعلق مشکوک نہ ہو جائیں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ آپ کے اندازے اور خدشات دونوں درست ہیں۔ لیکن اس سمت آنے سے پہلے ہی میں جس جس شہر سے بھی گزرا وہاں یہ بتاتا چلا گیا تھا کہ اب میرے ریوڑ کا رخ غرناطہ کی سرزمین کی طرف ہوگا۔ میں یہ بھی بتاتا چلا آیا ہوں کہ میں غرناطہ کے سلطان ابوالحسن سے دوسرے حکمرانوں کی طرح راہداری کا پروانہ حاصل کروں گا تاکہ اس میں کے دوسرے علاقوں کی طرح میں غرناطہ کی سلطنت میں بھی بلا خوف خطر اپنے ریوڑ چرا سکوں۔ سلطان محترم ان حالات میں کوئی بھی مجھ پر شک نہیں کرے گا۔

اس کے علاوہ سلطان محترم میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں کہ جب کہیں بھی میں پڑاؤ کرتا ہوں یا اپنے ریوڑ کے ساتھ حرکت میں آتا ہوں تو ریوڑ کے اطراف اور پڑاؤ کے چاروں طرف دو دو میل تک میرے جاسوس پھیلے رہتے ہیں اور جو بھی کوئی خطرناک شخص یا دشمن کا جاسوس ان سے دو چار ہوتا ہے تو وہ خود ہی ان کا کام تمام کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی خطرہ لاحق ہو تو میرے جاسوسوں کے پاس نرسنگھے ہوتے ہیں وہ نرسنگھوں کے ذریعہ ایک دوسرے کو

اطلاع کرتے ہیں اور پڑاؤ سے نزدیک ترین جو جاسوس ہوتے ہیں وہ نرسنگھے بجا کے مجھے اطلاع کر دیتے ہیں۔ سلطان محترم میں اپنے ساتھیوں کی ان نرسنگھوں کی زبان خوب سمجھتا ہوں۔

سلطان محترم میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اسپین میں جس قدر عیسائی حکمران ہیں ان سب کے ساتھ میرے تعلقات انتہائی برادرانہ اور خوشگوار ہیں تاہم اسپین کے سب سے بڑے بادشاہ ہسپانیہ کے حاکم فرولندہ کے ساتھ میرے تعلقات اب تک اتنے بہتر اور خوشگوار نہیں ہو سکے جتنے دوسرے حکمرانوں کے ساتھ ہیں۔ تاہم فرولندہ کی بیوی اور ہسپانیہ کی ملکہ ازبیلہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتی ہیں۔ اب میں کسی ایسے سانے کسی ایسے واقعے کی تلاش میں ہوں جسے میں آؤ اور وجہ بنا کر ہسپانیہ کے نصرانی حکمران فرولندہ کی مزید ہمدردیاں حاصل کر سکوں۔ اس پر سلطان ابوالحسن بولا اور فوراً کہنے لگا۔

اس کے لئے وجہ میں تمہیں مہیا کروں گا۔ جس وجہ اور سبب کا میں تم سے ذکر کرنے والا ہوں اس سبب کے ذریعہ تم ہسپانیہ کے حکمران فرولندہ ثالث کی نگاہوں میں بڑے بااعتماد ثابت ہو کر اپنا کردار ادا کر سکتے ہو۔ اس پر رقیم بن خلاط نے چوک جانے کے انداز میں سلطان ابوالحسن کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

سلطان محترم، وہ کون سا سبب ہے جس کی طرف آپ اشارہ کرنے والے ہیں؟ اس پر سلطان ابوالحسن بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ خلاط کے بیٹے ہسپانیہ کے حکمران فرولندہ کی ایک بہن ہے جس کا نام نورہ ہے کہتے ہیں وہ بلا کی حسین اور پری جمال لڑکی ہے اس کی بڑی آرزو ہے کہ وہ قصر الحمرا کو دیکھے اس کی یہ خواہش پوری کرنے کے لئے فرولندہ نے اپنے کچھ قاصد میرے پاس بھیجے تھے جو چند روز پہلے غرناطہ آئے اور مجھ سے اجازت طلب کی کہ فرولندہ کی بہن کو قصر الحمرا دیکھنے کی اجازت دے دی جائے اور میں نے انہیں یہ اجازت دے دی ہے اب فرولندہ کی بہن نورہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ قرطبہ سے نکل کر غرناطہ کی طرف آئے گی۔ تاکہ قصر الحمرا کو دیکھنے کی اپنی خواہش کی تکمیل کر سکے۔

جو قاصد یہ اجازت لینے کے لئے میرے پاس آئے تھے ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ فرولندہ کی بہن کے ساتھ فرولندہ کی ملکہ ازبیلہ کی چھوٹی بہن اربونہ بھی قصر الحمرا دیکھنے کے لئے آئے گی کہتے ہیں کہ ازبیلہ کی بہن جس کا نام اربونہ ہے اس نے بھی اپنی بہن ازبیلہ کے ساتھ قرطبہ میں قیام کر رکھا ہے۔ بس اس نورہ اور اربونہ کو استعمال کرتے ہوئے تم فرولندہ ہی نہیں بلکہ ازبیلہ کی نظروں میں بھی وقار و اعتماد حاصل کر سکتے ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن جب خاموش ہوا تو رقیم بن خلاط کی آنکھوں میں

ایک چمک پیدا ہوئی پھر اس کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بھی کھل گئی تب وہ بولا اور سلطان ابوالحسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم میں سمجھتا ہوں آپ نے میری ساری ہی دشواریاں اور رکاوٹیں ہٹا کے رکھ دی ہیں اب میں اربونہ اور نویرہ ہی کو استعمال کرتے ہوئے فرولندہ اور ازبیلہ کی نگاہوں میں معظم و محترم بننے کی کوشش کروں گا۔ اس پر ابوالحسن نے پوچھا یہ کام تم کیسے کرو گے؟ جواب میں رقیم بن خلاط نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔

سلطان محترم میں اربونہ اور نویرہ کے اس سمت آنے پر نگاہ رکھوں گا اور جب وہ قرطبہ سے کافی فاصلے پر غرناطہ کی طرف آنے کے لئے بڑھیں گی تو میں اپنے کچھ ساتھیوں کو اس کام پر مامور کروں گا کہ وہ اربونہ اور نویرہ کے محافظوں پر حملہ آور ہو کر انہیں قتل کر دیں اور اربونہ اور نویرہ کو قید کر لیں۔

جب میرے ساتھی ایسا کر چکیں گے تو وہ اپنے آپ کو بالدی گوٹھ ظاہر کریں گے یعنی اربونہ اور نویرہ کو یہی بتایا جائے گا کہ ان کے ساتھیوں کا قتل عام ان کے باغی سردار بالدی گوٹھ نے ہی کیا ہے جبکہ سلطان محترم اس احمد بن عطاش نے آپ کو بتایا ہو گا کہ ایک معرکہ میں بالدی گوٹھ کو میں نے قتل کر دیا تھا۔ یہ بالدی گوٹھ فرولندہ کا ایک جرنیل اور بہترین سردار تھا جس نے فرولندہ سے اختلافات کی بناء پر اس بالدی گوٹھ نے بغاوت کرتے ہوئے ذاکہ زنی شروع کر دی میرے ساتھ اس کا ایک معرکہ ہوا جس معرکہ میں میں نے بالدی گوٹھ اور اس کے سارے ساتھیوں کا صفایا کر دیا اب اپنیں کے اندر میں خود ہی بالدی گوٹھ کا کردار ادا کر رہا ہوں۔

سلطان محترم بالدی گوٹھ جو بھی واردات کرتا تھا اس میں اپنا ایک خنجر ضرور چھوڑتا تھا جس پر اس کا نام لکھا ہوا ہوتا تھا اب میں بھی یہی کرتا ہوں کہ جو واردات اپنیں میں بالدی گوٹھ کے نام سے کرتا ہوں اس واردات میں میں بھی ایک خنجر ضرور چھوڑتا ہوں اس پر نام بالدی گوٹھ ہی لکھا ہوتا ہے۔

جب فرولندہ کی بہن نویرہ اور ازبیلہ کی بہن اربونہ کو یہ پتا چلے گا کہ بالدی گوٹھ نے حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیا ہے اور جب معاملہ مزید آگے بڑھے گا اور میں اپنے ساتھیوں پر جھوٹ موٹ کا حملہ کر کے اربونہ اور نویرہ کو بچاؤں گا تو اربونہ اور نویرہ جبے حد مشکور ہوں گی کہ میں نے ان دونوں کی جان اور عزت بالدی گوٹھ اور اس کے ساتھیوں سے محفوظ رکھی۔ پھر میں سلطان محترم ان دونوں کو اپنے محافظوں کے ساتھ غرناطہ لاؤں گا تاکہ وہ اپنی خواہش کے مطابق قصر الحمراء کچھ سکیں پھر میں انہیں اپنی حفاظت میں خود قرطبہ لے کے جاؤں گا تاکہ اپنے

اس کارنامے کی وجہ سے میں قرطبہ کے حکمران فرولندہ اور اس کی ملکہ ازبیلہ کی نگاہوں میں اعتماد اور پروقار حیثیت حاصل کر سکوں گا۔

رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب سلطان ابوالحسن بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ ابن خلاط اگر تو ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اربونہ اور نویرہ کے حوالے سے فرولندہ اور ازبیلہ اپنی ساری زندگی تمہارے ممنون و مشکور رہیں گے اور تم بڑے اعتمانہ اور بغیر کسی خوف کے اپنا کام جاری رکھ سکو گے۔ لیکن اربونہ اور نویرہ کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہونے اور ان کی مدد سے فرولندہ کی نگاہوں میں بلند مقام حاصل کرنے سے پہلے میرے عزیز تمہیں ایک میرا کام بھی کرنا ہو گا۔ اس پر رقیم بن خلاط نے بڑی تیزی سے سلطان کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ سلطان محترم کیسا کام۔ اس پر سلطان ابوالحسن پھر کہنے لگا۔

دیکھ خلاط کے بیٹے ارغونہ کی نصرانی سلطنت کے حکمران جیمی اول کی دو بیویاں ہیں۔ ایک بیوی سے اس کی بیٹی ازبیلہ ہے جو ان دونوں فرولندہ کی بیوی اور نصرانی ریاست تھمالیہ کی ملکہ ہے۔ اربونہ جو ازبیلہ کی بہن ہے وہ بھی اسی بیوی سے ہے۔

والی ارغونہ جیمی اول کی دوسری بیوی کا نام سوزان ہے اور اس سے جیمی اول کی ایک ہی بیٹی ہے اس بیٹی کا نام روطہ ہے۔ دیکھ ابن خلاط کہتے ہیں کہ ایک مسلم مبلغ کے ہاتھوں اس سوزان اور اس کی بیٹی روطہ دونوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ تو یہ دونوں ماں بیٹی چھپ چھپ کر اپنے نئے مذہب پر قائم رہیں پھر والی ارغونہ جیمی اول کو ان دونوں ماں بیٹی کی اس تبدیلی مذہب کی خبر ہو گئی۔

پھر ایسا ہوا کہ والی ارغونہ جیمی اول نے اپنی بیوی سوزان اور بیٹی روطہ کو بہت سمجھایا اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اسلام کو ترک کر کے پھر عیسائیت قبول کر لیں۔ لیکن ان دونوں ماں بیٹی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہیں کئی طرح سے اذیتیں بھی دی گئیں لیکن وہ تبدیلی مذہب پر آمادہ نہ ہوئیں۔ آخر تنگ آ کر جیمی اول نے اپنی بیوی سوزان اور بیٹی روطہ کو اپنے قلعہ میں قید کر دیا اور انہیں موقع دیا ہے کہ وہ تین ماہ تک اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ کہتے ہیں تین ماہ کے اندر اندر اگر سوزان اور روطہ نے اسلام ترک کر کے عیسائیت اختیار نہ کی تو جیمی اول کے حکم سے سوزان اور روطہ دونوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی۔ اب ان دونوں ماں بیٹی کی قید کو ایک ماہ گزر چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم کسی طرح حرکت میں آؤ اور سوزان اور روطہ کو ان کی اسیری سے نجات دو۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن جب خاموش ہوا تو رقیم بن خلاط بولا اور پوچھنے لگا۔

سلطان محترم کیا آپ بتائیں گے کہ سوزان اور روطہ کو کس جگہ اور کہاں قید رکھا گیا ہے۔
اس پر سلطان ابوالحسن بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ بیٹے اس کام پر میں نے احمد بن عطاش کو مقرر کیا تھا۔ وہ ان دونوں ماں بیٹی سے متعلق اطلاعات حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ احمد بن عطاش نے اپنے کچھ آدمی ریاست ارغون کی طرف روانہ کئے تھے جو وہاں سے صحیح چیزیں لے کر آئیں ہیں۔ اس کے علاوہ سوزان اور روطہ کی طرف سے ایک آدمی بھی میرے پاس آیا اور مجھ سے استدعا کی کہ کسی نہ کسی طرح سوزان اور روطہ کو زندان سے نکالا جائے۔ پہلے میں نے اس قاصد کی اس التجا پر کوئی توجہ نہیں دی میں اسے ایک سازش ہی سمجھنے لگا تھا لیکن بعد میں میں نے احمد بن عطاش کو اس کام پر مقرر کیا۔

احمد بن عطاش نے تصدیق کر دی ہے کہ سوزان اور روطہ دونوں ماں بیٹیوں نے واقعی اسلام قبول کر لیا ہے اور یہ کہ جو آدمی ان کی رہائی کے لئے میرے پاس آیا تھا وہ سوزان اور روطہ کا کوئی خاص آدمی ہے بلکہ ان کا قریبی عزیز و رشتہ دار ہے اور سوزان اور روطہ کے کہنے پر ہی وہ میرے پاس التجا لے کے آیا تھا۔ بس بیٹے میں چاہتا ہوں کہ تم سوزان اور روطہ کو کسی نہ کسی طرح ان کی اسیری سے نجات دو۔

جہاں تک تمہارے اس سوال کا تعلق ہے کہ سوزان اور روطہ کو کس جگہ اسیر کیا گیا ہے۔ تو جو قاصد سوزان اور روطہ کی مدد کے لیے درخواست لے کر آیا تھا اس کا کہنا تھا کہ ارغون کی ریاست میں جو جبل شنت ہے اس کے اوپر البارس نام کا ایک قلعہ ہے اسی قلعہ کے اندر سوزان اور روطہ کو قید رکھا گیا ہے۔ دیکھ رقیم بن خلاط میرے بیٹے میں سمجھتا ہوں اس کام کو تمہارے علاوہ کوئی بھی سرانجام نہیں دے سکتا اس لئے کہ تم ان سرزمینوں کی طرف بے خطر اور بلا جھجک جا سکتے ہو۔ لہذا میں چاہوں گا کہ تم تین ماہ مکمل ہونے سے پہلے پہلے اس کام کو سرانجام دو اور سوزان اور روطہ کو تم اپنے مسکن میں لا کر آباد کرو۔

پر دیکھ بیٹے اس سارے کام کو رازداری میں رکھنا۔ یہاں لا کر بھی کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا کہ سوزان ارغون کی سابق ملکہ اور روطہ ارغون کی سابقہ شہزادی ہے۔ اس لئے کہ یہ خبر ارغون کے حکمران جیسی اول کو ہوگئی تو وہ سوزان اور روطہ کو حاصل کرنے کے لیے ہم پر دباؤ ڈالے گا اور اگر ہم نے ان دونوں کو واپس نہ کیا تو وہ دوسرے عیسائی حکمرانوں کو ملا کر ہمارے ساتھ محافظ آرائی کی کوشش کرے گا اور ان حالات میں میں ایسی پیچیدہ صورت حال پسند نہیں کروں گا۔

دیکھ بیٹے میں چاہتا ہوں کہ تو بڑی رازداری کے ساتھ سوزان اور روطہ کے وہاں سے

نکالے انہیں اپنے ریوڑ کے لوگوں اور محافظوں میں شامل کر لو اس لئے کہ تمہارے ریوڑ کے ساتھ جو محافظ ہیں ان کی عورتیں اور بیٹیاں بھی تو ان کے ساتھ ہوتی ہوں گی بس ان دونوں ماں بیٹیوں کو بھی تم اپنے ساتھیوں میں شامل کرو اور پھر آہستہ آہستہ حسب معمول سفر کرتے ہوئے اپنے ریوڑ کے ساتھ غرناطہ کی سلطنت میں آؤ اور پھر ان دونوں کو اپنے جبل الجبلان کے مسکن میں آباد کرو اس طرح وہ دونوں ماں بیٹی گناہ پر مطمئن زندگی بسر کر سکیں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن جب خاموش ہو گیا تو رقیم بن خلاط نے کچھ سوچا پھر وہ کوئی آخری فیصلہ کرتے ہوئے بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ بالکل بے فکر اور بے غم رہیں میں صرف چند روز تک ان علاقوں میں قیام کروں گا بس دو ایک روز اپنے مسکن پر نگاہ ڈالوں گا کہ اس میں میری غیر موجودگی میں استحکام کے لئے کیا انتظامات کئے گئے ہیں اس کے بعد میں یہاں سے واپس جاؤں گا اور سوزان اور روطہ کی رہائی کا سامان کروں گا۔ سلطان ابوالحسن رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر خوش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر اس نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا۔

دیکھ خلاط کے بیٹے ایک موضوع تو ختم ہوا میں اب دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں۔ جیسا کہ میں جانتا ہوں تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جبل الجبلان کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم جبل الجبلان کو اپنا مسکن بناتے ہو اور اپنی لشکری اور عسکری طاقت میں اضافہ کرتے ہو تو یہ طاقت مستقبل میں غرناطہ کی سلطنت کے استحکام کا باعث ہوگی اس پر رقیم بن خلاط فوراً بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ کا اندازہ درست ہے ہم ہمہ وقت غرناطہ کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر آپ کے پہلو پہلو دشمن سے جنگ کریں گے۔ ابوالحسن رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر بے حد خوش ہوا کچھ سوچا پھر کہنے لگا دیکھ خلاط کے بیٹے تمہارے الفاظ میں تمہارے خیالات میں کمال طرح کی وطن پروری اور خلوص ہے میں آج کے بعد تمہیں رقیم بن خلاط کے بچے غرناطہ کا چہان کہہ کر مخاطب کروں گا۔ دیکھ فرزند میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تو جبل الجبلان میں اپنے مسکن کو مزید استحکام بخشے۔ وہاں تم جگہ جگہ چوکیاں قائم کرو مضبوط برج بناؤ سنو! جبل الجبلان پر ایک مضبوط مستحکم قلعہ ہے اس قلعہ کا نام حصن الرومان ہے۔ میں آج ہی اس قلعہ کے اندر جس قدر میرے لشکری ہیں انہیں قلعہ خالی کرنے کے احکام جاری کرتا ہوں۔ بس آج ہی تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس قلعہ کو اپنے قبضہ میں لے لو آج سے یہ قلعہ میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اس قلعہ کو ایسی مضبوطی ایسا استحکام بخشو کہ آنے والے دور میں یہ قلعہ ہمارا رشتہ دار بن جائے۔

دیکھ غرناطہ کے چوپان..... کو ہستان الج اور قلعہ حصن الرومان کے علاوہ میں کو ہستان الج کی پشت پر پھیلے جبل البشارات اور اس کی وادیاں بھی تمہارے حوالے کرتا ہوں ان وادیوں اور کو ہستانی سلسلوں کو بھی تم اپنے تصرف میں لاؤ اور یہاں بھی اپنی چوکیاں اور برج قائم کرو جو آنے والے دور میں دشمن کے خلاف ہمارے مضبوط ٹھکانے ثابت ہوں۔

سنو غرناطہ کے چوپان میں تم سے یہ بھی کہوں گا کہ اپنے جاسوسی کے نظام کو مزید بہتر بناؤ۔ غرناطہ شہر سے تمہارے اس پڑاؤ کی طرف آتے ہوئے راستے میں مجھے احمد بن عطاش نے بتایا تھا کہ تمہارا جاسوسی کا نظام بہت عمدہ اور بہترین ہے اور اپنے جاسوسوں کے علاوہ خبر گیری کے لئے تم شاہین بھی استعمال کرتے ہو۔ اس پر سلطان ابوالحسن کی ان باتوں سے رفیم بن خلاط نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم احمد بن عطاش نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے آپ یوں جانیں کہ پورے اسپین میں جگہ جگہ میرے مخبر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ زیادہ تر راہبوں اور اپنے آپ کو مذہب کے لئے وقف کر دینے والے عیسائیوں سے روپ میں ہر چیز اور برقی اہمیت والے قصوں میں پھیلے ہوئے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بھیک مانگنے والوں کے بھیس میں میرے لئے کام کرتے ہیں۔ یہ سب میرے مسلمان ساتھی ہیں جنہوں نے اپنے گلوں میں صلیبیں ڈال کر اپنے کام کی ابتداء کر رکھی ہے۔

ان جاسوسوں کے علاوہ سلطان محترم میں نے خبر رسانی کے لئے جو شاہینوں کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے اس کے لئے میں گزارش کروں کہ ہم نے بہت سے شاہین اور شہباز پال رکھے ہیں جنہیں ہم کافی تربیت دیتے رہے ہیں۔ کچھ شاہین میرے پاس ریوڑ میں رہتے ہیں اور کچھ کو ہستان الج میں ہمارے مسکن کے اندر ہوتے ہیں مسکن کے ان شہبازوں کی نگرانی اور حفاظت میرا نائب منصور بن نعمان کرتا ہے۔ انہی شہبازوں کے ذریعہ ہم ایک دوسرے سے تعلق و رابطہ رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت انہیں شاہینوں کے ذریعے سے پیغام رسانی کا کام لیتے ہیں۔

سلطان محترم ہسپانیہ کے اندر میرے کچھ مخبر ایسے بھی ہیں جن کے پاس شاہین ہیں لیکن یہ بہت کم ہیں وہ ان شاہینوں کے ذریعہ بھی ہمیں اپنے اپنے علاقے میں رونما ہونے والے حادثات اور انقلابات سے مطلع رکھتے ہیں یہاں تک کہ کہنے کے بعد رفیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب ابوالحسن بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ غرناطہ کے چوپان تمہارے یہ سارے انتظامات جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ اب میں تم سے مزید یہ کہوں کہ کو ہستان الج، جبل البشارات اور اس کی وادیوں کے علاوہ قلعہ

حصن الرومان جو میں نے تمہارے حوالے کئے ہیں ان کے اندر مزید مستحکم انتظام قائم کرنے کے لئے یقیناً تمہیں رقم کی بھی ضرورت ہوگی میں ابھی تمہارے پاس سے اٹھ کر واپس قصر الحمرا کی طرف جاؤں گا۔ پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے میرے کچھ کارندے تمہارے پڑاؤ میں داخل ہوں گے وہ نقدی کے کچھ توڑے تمہارے لئے لائیں گے۔ اس نقدی کو اپنے کام اپنے تشریف میں لاؤ اور کو ہستان الج، جبل البشارات اور ان دونوں کو ہستانی سلسلوں کی وادیوں کے اندر اپنے مسکن کو استحکام بخشو۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن تھوڑی دیر کے لئے رکا کچھ دیر بڑے غور سے اس نے رفیم بن خلاط کی طرف دیکھا پھر دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے سلطان کہہ رہا تھا۔

سن غرناطہ کے چوپان میں اب یہاں سے رخصت ہوں گا لیکن میرا تمہارا اب برابر رابطہ اور سلسلہ رہے گا میری طرف سے احمد بن عطاش تم سے رابطہ رکھے گا۔ میرے اور تمہارے جو تعلقات ہوں گے ان کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے گی۔ اس لئے کہ یہ ہم دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ تمہارے لئے اس لئے نقصان دہ ہو گا کہ ہسپانیہ کے عیسائی حکمران جب جان جائیں گے کہ تم ہمارے ساتھ ملے ہوئے ہو اور یہ کہ مسلمانوں کے لئے کام کرتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ بعد میں وہ یہ بھی جان جائیں کہ تم عیسائی نہیں مسلمان ہو۔ میرے لئے نقصان دہ کچھ یوں ہوں گے کہ اگر میرے تمہارے روابط کی خبر میرے بیٹے ابوعبد اللہ یا اس کے کسی ساتھی کو ہو جاتی ہے تو وہ اسے راز نہیں رہنے دیں گے۔ ان کے ذریعے یہ خبریں ساری دنیا تک پھیل جائیں گی اور عیسائی حکمران مجھ پر دباؤ ڈالیں گے کہ میں تمہیں گرفتار کر کے ان کے حوالے کر دوں جبکہ میں ایسا اپنی موت تک بھی نہیں کر سکتا لہذا دیکھ میرے فرزند میرے تمہارے درمیان جو گفتگو جو معاہدات ہوئے ہیں۔ یہ راز ہی رہنے چاہئیں اس کے ساتھ ہی سلطان ابوالحسن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

رفیم بن خلاط اور اس کے ساتھی بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر رفیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا سلطان محترم آپ مجھ پر ہر طرح کا اعتماد اور بھروسہ کر سکتے ہیں۔ سلطان محترم یقیناً جانے میری جان جاسکتی ہے پر جو راز میرے اور آپ کے درمیان ہو گا وہ فاش نہیں ہو گا۔ اس وقت جو میرے ساتھ میرے رفیقان کار بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان سے متعلق بھی فکر مند نہ ہوں جس طرح میں آپ کے راز کی اہمیت سے آگاہ ہوں اسی طرح یہ بھی اس کی اہمیت اور توقیر سے آگاہ ہیں اور یہ بڑے فراخ دل لوگ ہیں رازوں کو راز رکھنے کا فن یہ بخوبی جانتے ہیں۔

رفیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب احمد بن عطاش بولا اور سلطان ابوالحسن کو مخاطب کرتے

ابو الحجاج یوسف - سلطان کی دوسری بیوی قوم نصاریٰ سے ہے اس سے بھی جوان اولاد ہے اور اس بیوی کو سلطان ابو الحسن زیادہ پسند کرتے ہیں۔

اس پسند کی وجہ سے سلطان کے بیٹے ابو عبد اللہ اور ابو یوسف دونوں ہی شکوک و شبہات کا شکار ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ عیسائی بیوی سے محبت کی بناء پر ہو سکتا ہے کہ سلطان ابو الحسن اپنا دلی عہد ان دونوں بھائیوں میں سے کسی ایک کو بنانے کے بجائے اپنی عیسائی بیوی سے جو بیٹے ہیں ان میں سے بتائیں لہذا سلطان کے یہ دونوں بیٹے ابو عبد اللہ اور ابو یوسف ایک طرح سے اپنے باپ ابو الحسن سے بدظن ہیں لہذا سلطان بھی ان دونوں پر کچھ زیادہ اعتماد نہیں کرتے۔

سن میرے بھائی جہاں تک سلطان کے بھائی الزغل کا تعلق ہے تو وہ ایک انتہائی نیک خو، انتہائی جنگجو بہادر اور مذہب پرست انسان ہے۔ سلطان کو اس پر مکمل اعتماد اور بھروسہ بھی ہے سلطان اسے اپنے ہر کام میں راز دار بھی بناتے ہیں تاہم احتیاط برتتے ہیں کہ کہیں اس کے بیٹے ابو عبد اللہ اور ابو یوسف کو یہ شک نہ ہو جائے کہ سلطان ابو الحسن اپنے بھائی کو اپنی اولاد پر ترجیح دیتے ہیں بس یہی وجہ ہے جس کی وجہ سے سلطان اپنے رازوں کے انکشاف کے سلسلے میں اپنے بیٹے ابو عبد اللہ اور ابو یوسف کی طرف سے محتاط رہتے ہیں۔

احمد بن عطاش کے اس انکشاف پر رقیم بن خلاط نے تھوڑی دیر تک سر جھکا کے کچھ سوچا پھر وہ پوچھنے لگا۔

سنو احمد میرے بھائی کیا سلطان ابو الحسن کی عیسائی بیوی کسی عیسائی ریاست سے تعلق رکھتی ہے جس کی بناء پر سلطان ابو الحسن اس سے دبتے یا اس سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اس پر احمد بن عطاش ہلکی ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ میں کہنے لگا نہیں رقیم میرے بھائی معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے خلاف ہے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ سلطان ابو الحسن کے بیٹے ابو عبد اللہ اور ابو یوسف کی ماں جس کا نام عائشہ ہے وہ سلطان کی چچا زاد ہے سلطان کی عیسائی بیوی جس کا نام ضرایہ ہے۔ اس کا تعلق غرناطہ ہی کے ایک عیسائی خاندان سے ہے۔ دیکھ رقیم بن خلاط شاید یہ بات تمہارے لئے نئی ہو بہر حال میں تم پر انکشاف کرتا ہوں کہ غرناطہ شہر کا ایک محلہ پورا کا پورا ایسا ہے جہاں سب کے سب عیسائی آباد ہیں بس اسی محلے اور کوچے سے سلطان کی نصرانی بیوی ضرایہ کا تعلق ہے اب سلطان کی ان دونوں بیویوں عائشہ اور ضرایہ کے درمیان اکثر و بیشتر چپقلش اور لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔

میں مزید یہ بھی کہتا ہوں کہ بربروں کا ایک قبیلہ بنی زجر اس معاملہ میں سلطان کی بیوی عائشہ کا طرفدار ہے جبکہ قرطبہ کا ایک قدیم خاندان جو اب پورے کا پورا غرناطہ شہر میں آباد ہے

ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم، اگر آپ اجازت دیں تو میں صبح تک رقیم بن خلاط کے پڑاؤ ہی میں رہوں میں کچھ دیر بیٹھ کر اس کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر سلطان ابو الحسن نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ سنو عطاش کے بیٹے میں تمہیں صبح تک یہیں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔ رقیم بن خلاط کے پاس بیٹھو اس طرح تم دونوں کے آپس میں تعلقات مزید مستحکم ہوں گے اس پر رقیم بن خلاط فوراً بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ احمد بن عطاش کے ساتھ آئے تھے اب میں آپ کو اکیلا نہیں جانے دوں گا جو جس وقت آپ قصر الحمر سے میرے پڑاؤ کی طرف آئے تھے اس وقت بھی میرے جاسوس آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے لیکن اب میں آپ کے ساتھ اپنے کچھ محافظ بھجواؤں گا جو آپ کو قصر الحمر تک چھوڑنے جائیں گے۔ سلطان ابو الحسن نے رقیم بن خلاط کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر رقیم بن خلاط کے کہنے پر اس کے نائب منذر بن طریف نے کچھ محافظ مقرر کئے جو سلطان کے ساتھ قصر الحمر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

سلطان ابو الحسن کے جانے کے بعد رقیم بن خلاط اس کا نائب اول منصور بن نعمان، نائب دوم منذر بن طریف، رقیم بن خلاط کا زبان کٹا ساتھی مجاہد بن یوسف قاضی عقبہ بن مغیرہ اور رقیم بن خلاط کے لشکر اور ریوڑ میں گانے والا سلیط بن سعدون آگ کے الاؤ کے اطراف میں پھیلی چٹائیوں پر بیٹھ گئے تھے جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ سلطان ابو الحسن کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی اس دوران شاید رقیم بن خلاط نے کچھ سوچا پھر وہ سلطان ابو الحسن کے طلا یہ گردستوں کے سالار اعلیٰ احمد بن عطاش کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ احمد میرے بھائی تم نے بھی سنا ہو گا کہ دوران گفتگو سلطان ابو الحسن نے کہا تھا کہ میرے اور ان کے درمیان جو معاہدات ہوئے ہیں یا گفتگو ہوئی ہے اس کی خبر ان کے بیٹے ابو عبد اللہ کو نہیں ہونی چاہئے اگر تم برائہ مانو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا سلطان کے اپنے بیٹے کے ساتھ اختلافات ہیں اس پر احمد بن عطاش کچھ سنجیدہ سا ہو گیا تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔

سن رقیم بن خلاط میرے بھائی میرے دوست میرے عزیز سلطان کے بیٹے کے ساتھ اختلاف نہیں ہیں بات دراصل یہ ہے کہ سلطان کی دو بیویاں ہیں ایک بیوی مسلمان ہے جو سلطان کے چچا عبد اللہ کی بیٹی ہے اس بیوی کے بطن سے دو بیٹے ہیں ایک ابو عبد اللہ اور دوسرا

جس کا نام بنی سراج ہے وہ سلطان کی نصرانی بیوی ضرایہ کا حامی ہے۔ جہاں سلطان کی دونوں بیویاں عائشہ اور ضرایہ ایک دوسرے کے خلاف رہتی ہیں وہاں بنو سراج بھی ایک دوسرے کے خلاف سلطان کے کان بھرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر تک رقیم بن خلاط خاموش رہا پھر وہ احمد بن عطاش کو مخاطب کر کے کہنے لگا سن احمد میرے بھائی کیا سلطان ابوالحسن نے غرناطہ کی حفاظت کے لیے محفوظ انتظامات کئے ہوئے ہیں اس پر احمد بن عطاش بولا اور کہنے لگا۔ میرے خیال میں تو یہ انتظامات خاصے مستحکم ہیں رقیم میرے بھائی تم نے دریائے حدار دیکھا ہو گا یہ دریا غرناطہ شہر اور قصر الحمر کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا آگے جا کر دریائے شلیل میں گر جاتا ہے۔ اسی دریا کا پانی ایک نہر کے ذریعے غرناطہ شہر میں استعمال کے لئے داخل کیا جاتا ہے۔ تم دیکھو گے جس وقت یہ دریائے حدار غرناطہ شہر کی طرف آتا ہے اس وقت اس میں خوب پانی بھرا ہوتا ہے لیکن اس سے آگے دریا کا اکثر حصہ خشک ہی دکھائی دیتا ہے۔ اسی دریا کے کنارے دریائے شلیل تک سلطان ابوالحسن نے جگہ جگہ غرناطہ شہر کی حفاظت کے لئے مستحکم چوکیاں اور برج قائم کر رکھے ہیں جو بوقت ضرورت ان کے لشکریوں کے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

شاید رقیم بن خلاط احمد بن عطاش سے مزید معلومات حاصل کرتا کہ عین اسی موقع پر غرناطہ شہر کی مسجدوں سے فجر کی اذانیں سنائی دینا شروع ہوئی تھیں اس پر سب اٹھ کھڑے ہوئے قاضی عقبہ بن مغیرہ کی امامت میں سب نے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد جب وہ دوبارہ اپنی پہلی نشستوں پر آ کر بیٹھے تو غرناطہ کی طرف سے دو جوان اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور آ کر آگ کے الاؤ کے پاس آ کرے۔ اپنے گھوڑوں سے اتر کر وہ دونوں چمڑے کی دو تھیلیاں اٹھائے احمد بن عطاش کے پاس آئے۔ اس سے کچھ سرگوشی کی پھر ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اس پر احمد بن عطاش بولا اور کہنے لگا۔

اب تم جاؤ تم اپنا فرض ادا کر چکے ہو اس کے ساتھ ہی وہ دونوں سوار اپنے گھوڑوں پر بیٹھے اور واپس چلے گئے تھے۔ احمد بن عطاش نے وہ دونوں بڑی بڑی تھیلیاں رقیم بن خلاط کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ رقیم میرے بھائی یہ نقدی کی دو تھیلیاں ہیں جو سلطان ابوالحسن نے تمہارے لئے بھیجوائی ہیں۔ اس نقدی کا وہ تمہارے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے۔ دیکھ میرے بھائی سورج طلوع ہونے والا ہے اب تمہارا کیا رد عمل ہے اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

سن میرے بھائی میں ابھی اور اسی وقت اپنے بڑاؤ کو کوچ کا حکم دے رہا ہوں میں جبل النج کی طرف جاؤں گا۔ یہ جو نقدی ابھی سلطان ابوالحسن نے بھیجوائی ہے۔ یہ میں اپنے نائب

منصور بن نعمان کے حوالے کرتا ہوں۔ جبل النج، جبل البشارت اور ان دونوں کو ہستانی سلسلوں کی وادیوں کا میں بغور جائزہ لوں گا اور جہاں جہاں چوکیاں اور پل تعمیر کرنے ہیں ان کی منصور بن نعمان کو نشاندہی کروں گا۔ اس کے بعد میں قلعہ الرومان کی طرف جاؤں گا جو سلطان نے میرے حوالے کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اس قلعہ کے انتظامات کرنے کے بعد میں اپنے ریوڑ کے ساتھ ہسپانیہ کے وسطی حصوں کا رخ کروں گا اور سب سے پہلا جو کام کروں گا وہ ارغون کی شہزادی روطہ اور اس کی ماں سوزان کی رہائی کا ہو گا۔ احمد بن عطاش نے رقیم بن خلاط کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر رقیم بن خلاط نے پڑاؤ سمیٹنے کا حکم دیا اور تھوڑی دیر بعد رقیم اپنے ساتھیوں اور ریوڑ کے ساتھ جبل النج کی طرف جا رہا تھا۔ احمد بن عطاش بھی اس کے ہمراہ تھا۔

○

رقیم بن خلاط نے چند یوم تک اپنے نائب اول منصور بن نعمان نائب دوم منذر بن طریف اپنے نہان کئے ساتھی مجاہد بن یوسف اور قاضی عقبہ بن مغیرہ کے ساتھ مل کر نہ صرف یہ کہ اپنے جبل النج کے نظم و نسق کو درست کیا بلکہ جو رقیم اسے سلطان ابوالحسن نے مہیا کی تھی اس کے بہتر استعمال کے لئے اس نے منصور بن نعمان کو جبل النج کے علاوہ جبل البشارت اور ان کی وادیوں میں نئے برج تعمیر کرنے کی نشاندہی بھی کی اس کے علاوہ سلطان ابوالحسن نے کوہستان النج کے اندر حصن الرومان نام کا جو قلعہ اس کے حوالے کیا تھا اس قلعہ کے اندر بھی اس نے اپنے تربیت یافتہ سپاہیوں کو مقرر کیا تھا اور اب اس نے اپنے مسکن کا مرکز قلعہ الرومان ہی کو قرار دیا تھا۔ رقیم بن خلاط اپنے نائب دوم منذر بن طریف اور ساتھی مجاہد بن یوسف کے ساتھ اپنے ریوڑ کو لے کر اندلس کے اندرونی حصوں کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☆.....☆

غریب کی حدود سے نکل کر اپنے ریوڑ اور اپنے ان سارے لشکریوں کے ساتھ جو چرواہے کہلاتے تھے۔ رقیم بن خلاط نے جیان شہر کا رخ کیا۔ جیان شہر کے باہر اس نے ایک دو روز پڑاؤ کئے رکھا اس لئے کہ یہاں کوہستانی سلسلوں کے اوپر بہترین چراگاہیں تھیں جہاں اس کے ریوڑ کے جانور پیٹ بھر کے گزر بسر کر سکتے تھے دو دن جیان شہر میں قیام کرنے کے بعد پھر رقیم بن خلاط نے پیش قدمی شروع کی۔

یہاں تک کہ اپنے ریوڑ کے ساتھ دریائے الکبیر کے کنارے آ کر۔ پھر اس نے دریائے الکبیر کو عبور کیا اور شمال مغرب کے رخ پر وہ دریائے آنہ کے کنارے قلعہ رباح کی طرف بڑھا تھا۔ یہاں بھی اس نے ایک روز قیام کیا اور مقامی چراگاہوں میں اپنے ریوڑ کو گھماتا رہا پھر اس نے دریائے آنہ کے کنارے شمال مشرق کے رخ پر آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔

یہاں تک کہ وہ دریائے آنہ کے کوہستانی منبع کے قریب پہنچا۔ یہاں اس نے اپنا رخ تبدیل کیا اب وہ سیدھا مشرق کی طرف ہولیا تھا اور اپنے ریوڑ کے ساتھ فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے وہ دریائے شقرہ کے کنارے آ رہا تھا۔

دریائے شقرہ جبلِ ہفت میں سے نکلتا ہے چونکہ رقیم بن خلاط کی منزل بھی کوہستانِ ہفت ہی تھی جس کے ایک قلعہ البارس میں ارغون کے حکمران جیمی اول کی مسلمان بیوی اور بیٹی سوزان اور روط کو قید کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے ان دونوں ماں بیٹی کو قید سے نکالنے کے بعد رقیم بن خلاط انہیں غریب کی حدود میں پہنچانا چاہتا تھا۔ اسی لئے وہ دریائے شقرہ کے کنارے کنارے سفر کرتا ہوا کوہستانِ ہفت میں داخل ہوا۔

○

سرما کا موسم اب اپنے عروج پر آ گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بارشوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ شمال میں جبل البرانس جو اسپین اور فرانس کی حدود کو جدا کرتا تھا وہ پورا کوہستانی سلسلہ برف سے اٹ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اسپین کے بھی نزدیکی کوہستانی سلسلوں پر برف پڑ گئی اور سردی اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔

اچانک دو راہب اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور رقیم بن خلاط کے قریب آ کر رکے تھے۔ رقیم بن خلاط شاید انہیں جانتا تھا اس لئے کہ ان دونوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس کے ساتھ ہی اس نے جبلِ ہفت کے اس کوہستانی سلسلے میں اپنے پڑاؤ کو رک جانے کا حکم دے دیا تھا۔

رقیم بن خلاط کا حکم ملتے ہی اس کے نائبِ منذر بن طریف نے لشکر کو روک دیا تھا۔ لشکر کو روکنے کے بعد منذر بن طریف اور رقیم بن خلاط کا زبان کٹا سا تھی مجاہد بن یوسف بھی اپنے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے رقیم بن خلاط کے دائیں بائیں آن کھڑے ہوئے تھے۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف بھی اپنے اپنے گھوڑوں سے کود گئے تھے۔

اس کے بعد رقیم بن خلاط جبلِ ہفت کے کوہستانی سلسلے میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف اور دونوں راہب بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر رقیم بن خلاط بولا اور بڑی رازداری سے ان دونوں راہبوں کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

کیا تم دونوں میرے لئے کوئی اہم خبر لے کر آئے ہو۔ اس پر ایک راہب بولا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ امیر پہلے آپ بتائیے آپ کا رخ کس سمت ہے اور کیا آپ کے سامنے اس وقت کوئی اہم کام ہے۔ اس پر رقیم بولا اور کہنے لگا۔

میرا رخ اس وقت جبلِ ہفت میں البار نام کے قلعے کی طرف ہے۔ سنو میرے دونوں راہب ساتھیو۔ ریاستِ ارغون کے حاکم جیمی اول کی بیٹی روط اور بیوی سوزان نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں جیمی اول نے اپنی بیٹی روط اور بیوی سوزان دونوں کو جبلِ ہفت کے قلعہ البارس میں قید رکھا ہے اور شرط عائد کی ہے کہ اگر تین ماہ کے اندر اندر انہوں نے اسلام ترک کر کے دوبارہ عیسائیت اختیار کر لی تو ان سے کوئی باز پرس نہ کی جائے گی۔

اور اگر وہ دونوں ماں بیٹی تین ماہ تک اسلام پر قائم رہیں تو ان دونوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی۔ ارغون کی ملکہ سوزان اور شہزادی روط نے اپنے کسی جاننے والے کے ہاتھ سلطان ابو الحسن کی طرف پیغام بھجوایا تھا کہ کسی نہ کسی طرح انہیں البارس کے قلعے کی قید سے نجات دلائی جائے تاکہ وہ غریب کی حدود میں مسلمان کی حیثیت سے آزادانہ زندگی بسر کر سکیں۔ بس یہ کام سلطان ابو الحسن نے میرے ذمے لگایا ہے اب میں ان دونوں ماں بیٹی کو قلعہ البارس سے نکالنے کی کوشش کروں گا اور میں تم سے یہ بھی کہوں کہ اس بار میں سلطان ابو الحسن سے مل کر آیا ہوں۔

دوسری خوشی کی بات یہ کہ انہوں نے مجھے تحریری اجازت نامہ بھی عطا کیا ہے جس کے تحت میں اپنے ریوز غریب کی حدود میں چراگت ہو کر مزید یہ کہ انہوں نے نقدی سے بھی ہماری مدد کی ہے اور جبل السج کے علاوہ جبل بشارت کی ساری وادیاں بھی ہمارے حوالے کر دی ہیں تاکہ وہاں ہم اپنے مسکن کو ترتیب دے سکیں اور اس کے علاوہ انہوں نے جب السج کے اوپر حصن الرومان نام کا جو قلعہ ہے وہ بھی ہماری تحویل میں دے دیا ہے۔ اب اسی قلعہ الرومان کو ہم نے مسکن کا مرکز قرار دے دیا ہے۔ یہ باتیں میں نے تمہیں اس لئے بتائی ہیں تاکہ یہ باتیں تم اپنے دوسرے ساتھی جاسوسوں تک بھی پہنچاؤ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ہمارے مرکز میں نہ صرف توسیع ہوئی ہے بلکہ حصن الرومان کا قلعہ مل جانے کی وجہ سے ہماری طاقت اور قوت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اب تم دونوں کو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر دوسرا راہب بولا اور کہنے لگا۔

امیر ہم دونوں جو خبر آپ کے لئے لے کر آئے ہیں وہ انتہائی اہم ہونے کے ساتھ ساتھ فی الفور توجہ کی طالب بھی ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا اگر ایسا ہے تو وقت ضائع نہ کر دو۔ تم کیا خبر لے کر آئے ہو۔ اس پر ایک راہب پھر بولا اور کہہ رہا تھا۔

امیر۔ جبل شمت کے بائیں پہلو میں ایک بہت بڑا قصبہ ہے۔ جس کا نام المریہ ہے۔ یہ سارا قصبہ کبھی مسلمانوں کا تھا جب اس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوا تو مسلمانوں کی اکثریت غریب کی طرف ہجرت کر گئی تاہم کچھ مسلمان جو بنیادی طور پر اچین کے پرانے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور جن کے آباء و اجداد مسلمان ہو گئے تھے وہ اسی قصبہ میں رہے۔ پھر جب اس قصبہ میں باہر سے نصرانیوں کو لا کر آباد کیا گیا تو وہ مسلمان ان نصرانیوں کے ظلم تلے اپنے گئے یہاں تک کہ انہوں نے مقامی حاکم سے گزارش کی کہ انہیں المریہ سے ہجرت کر کے غریب چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔

یہ علاقہ عیسائی ریاست ازغون کے حاکم جیمی اول کا ہے۔

جیمی اول کے ان علاقوں کا جو حاکم ہے اس نے مسلمانوں کو المریہ سے نکل کر غریب جانے کی اجازت دے دی اور اس حاکم نے بڑی عیاری اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔ یہ مسلمان آج صبح ہی المریہ سے نکل کر غریب کی طرف روانہ ہوئے ہیں اس حاکم نے اپنا ایک چھوٹا سا لشکر بھی ان کے تعاقب میں روانہ کر دیا ہے تاکہ جب وہ مسلمان جو اپنے بار برداری کے جانوروں پر اپنا سارا سامان لادے ہوئے ہیں کو ہستانی سلسلے کی کسی وادی میں سے گزریں تو اس کے لشکر ان پر حملہ آور ہو کر ان سب کا قتل عام کریں اور ان مسلمانوں کا سامان لوٹ کر واپس لے جائیں۔

پس امیر اس علاقے کے نصرانی حاکم کے مسلح جوان المریہ سے نکلنے والے مسلمانوں کا تعاقب

کر رہے ہیں اور وہ کسی بھی وقت کو ہستان شمت میں ان مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ المریہ کے قصبے کے کچھ جوان بھی مسلح ہو کر ان مسلمانوں کا تعاقب کر رہے ہیں ان جوانوں کو خبر نہیں ہے کہ علاقے کے حاکم کے مسلح جوان المریہ سے نکلنے والے مسلمانوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں ان مسلح جوانوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ کوہستانی سلسلے میں مسلمانوں کو گھیر کر ان کا قتل عام کریں گے اور ان کا سامان لوٹ کر المریہ واپس چلے جائیں گے ایک طرف المریہ کے حاکم کے مسلح جوان مسلمانوں کے تعاقب میں ہیں دوسری طرف المریہ کے جوان مسلح ہو کر مسلمانوں کے پیچھے لگے ہیں۔ تعاقب کرنے والے دونوں گروہوں کو ایک دوسرے کی خبر نہیں اور دونوں گروہ ہی مسلمانوں کو لوٹنے کے درپے ہیں۔ لہذا امیر مسلمانوں کا یہ گروہ فی الفور توجہ اور مدد کا طلبگار ہے۔

اپنے جاسوس راہب کی یہ ساری گفتگو سن کر رقیم بن خلاط نے گردن جھکا کر تھوڑی دیر کچھ سوچا پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔ قبل اس کے کہ میں یہاں سے اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حرکت میں آؤں اور المریہ سے ہجرت کرنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کروں پہلے تم یہ کہو کہ المریہ کے حاکم کے جو مسلح جوان مسلمانوں کے تعاقب میں ہیں ان کی تعداد کتنی ہوگی اس پر راہب بولا اور کہنے لگا۔ امیر ان کی تعداد کسی بھی صورت دو ہزار سے کم نہ ہوگی۔ رقیم بن خلاط پھر بولا اور پوچھنے لگا۔

اور المریہ کے جو عیسائی ان مسلمانوں کے تعاقب میں ہیں وہ کس قدر ہیں۔ راہب کہنے لگا امیر ان کی تعداد بھی ہزار ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ ہوگی۔ رقیم بن خلاط نے پھر کچھ سوچا اور دوسری بار اس نے پوچھا۔ سن میرے عزیز۔ اب یہ بتاؤ کہ جو مسلمان المریہ سے نکل کر غریب کی طرف ہجرت کے درپے ہیں وہ تعداد میں کتنے ہیں۔ اس پر راہب بیچارہ بڑی بے بسی اور عاجزی سے کہنے لگا۔

امیر ان مسلمانوں میں مسلح جوان کم ہیں۔ زیادہ تعداد عورتوں اور بچوں کی ہے لہذا یہ کسی بھی صورت تعاقب کرنے والوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط فیصلہ کن انداز میں بولا۔

تم دونوں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ روانہ ہو گے۔ میں المریہ سے نکلنے والے ان مسلمانوں کو المریہ کے حاکم اور المریہ کے عیسائی جوانوں کے ہاتھوں قتل نہ ہونے دوں گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ اپنے نائب دوم منذر بن طریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

منذر میرے بھائی، تم ریوز کو لے کر کوہستانی سلسلے میں اس شاہراہ پر آگے بڑھو جو المریہ

کے قصبے کی طرف جاتی ہے۔ میں ابھی اور اسی وقت اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ مسلمانوں کا تعاقب کرنے والوں پر حملہ آور ہوں گا اور ان کے حملوں سے مسلمانوں کی حفاظت کروں گا۔ اس پر منذر بن طریف رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر آپ کس قدر مسلح جوان اپنے ساتھ لے جانا پسند کریں گے تاکہ میں انہیں علیحدہ کر دوں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا میرے خیال میں ڈیڑھ ہزار کافی ہوں گے۔ منذر بن طریف کہنے لگا انہیں امیر۔ میرے خیال میں آپ کم از کم دو ہزار تو اپنے ساتھ لے کر جائیں ہو سکتا ہے آپ کو بہ یک وقت المریہ کے حاکم کے مسلح جوانوں اور المریہ کے مسیح عیسائیوں کا مقابلہ کرنا پڑ جائے ایسی صورت میں کم از کم آپ کے ساتھ دو ہزار جنگ جو ضرور ہونا چاہیے۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

اچھا اگر تم ایسا ہی چاہتے ہو تو دو ہزار جوانوں کو علیحدہ کر دو۔ میں انہیں لے کر ابھی اور اسی وقت تعاقب کرنے والوں پر حملہ آور ہوں گا۔ مجاہد بن یوسف میرے ساتھ ہو گا۔ تم ذرا تیز رفتاری کے ساتھ ریوڑ کو لے کر المریہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر بڑھنا۔ میں اپنے کام سے فارغ ہو کر اسی شاہراہ کے کنارے تمہارا انتظار کروں گا۔ کیونکہ اسی شاہراہ پر مسلمان سفر کرتے ہوئے غرناطہ کی طرف آ رہے ہیں۔

منذر بن طریف نے رقیم بن خلاط کی تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر رقیم بن خلاط اپنے دو ہزار مسلح جوانوں کے ساتھ جبل اشعت کے اندر المریہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر بڑی تیزی کے ساتھ شمال کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ اُس کا ساتھ مجاہد بن یوسف اور دونوں راہب بھی دے رہے تھے۔

○

آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سردی اپنے زوروں پر تھی۔ بارش کا بھی امکان تھا۔ رقیم بن خلاط اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے جبل اشعت میں ٹل کھاتی ہوئی شاہراہ پر آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اُسے اپنے سامنے لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ آتا دکھائی دیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ رقیم بن خلاط بھی جب آگے بڑھا تو سامنے سے آنے والا گروہ رُک گیا۔ ان کے اندر ایک شور اور غوغا سا اٹھ کھڑا ہوا اور وہ بڑی جلدی سے اپنے آپ کو مسلح کرنے لگے تھے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکر کو رُک جانے کا حکم دے دیا تھا۔ پھر اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار ایک راہب کو مخاطب کرتے ہوئے اُس نے پوچھا۔ تمہارے خیال میں یہ سامنے سے آنے والے مسلمان ہیں؟ اس پر راہب بولا اور کہنے لگا۔ امیر، آپ کا کہنا درست ہے یہ سامنے سے آنے والے

مسلمان ہی ہیں اور وہ شاید ہمیں حملہ آور سمجھ رہے ہیں اس لئے ان کے اندر شور مٹانے لگا اور امیر اگر آپ اجازت دیں تو میں اور میرا راہب ساتھی دونوں جاتے ہیں اور انہیں تسلی دیتے ہیں کہ سامنے سے آنے والوں سے انہیں کوئی خطرہ نہیں اور یہ کہ وہ ہمارے ہی ساتھی ہیں اور ہم ان کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اگر ایسا ہے تو جاؤ وقت ضائع کرو اور ہاں کوشش کرو کہ ان کا جو سر کردہ ہے اسے لے کر یہاں میرے پاس آؤ میں لشکر میں اس سے گفتگو کروں گا اس کے بعد ہم تعاقب کرنے والوں سے نہیں گئے۔ رقیم بن خلاط کا یہ حکم پاتے ہی دونوں راہب اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔

گھوڑی ہی دیر بعد دونوں راہب لوٹے ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جب وہ رقیم بن خلاط کے قریب آئے تب وہ دونوں راہب جو رقیم بن خلاط کے جاسوس تھے ان میں سے ایک بولا اور جو شخص ان کے ساتھ آیا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن ہمارے مہربان۔ تیرا شکریہ کہ تو ہم دونوں راہبوں پر اعتبار کر چکا ہے۔ دیکھ اس وقت تم لوگوں کے تعاقب میں المریہ کے حاکم کے سٹخ جوان ہی نہیں بلکہ المریہ کے مسلح عیسائی بھی لگے ہوئے ہیں۔ وہ تم لوگوں پر حملہ آور ہو کر تمہیں قتل کر کے تمہارا مال و اسباب لوٹنے کے درپے ہیں۔ اس پر وہ شخص بدحواسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس پر دوسرا راہب بولا اور کہنے لگا یہ شخص جو سامنے کھڑے ہیں یہ اس لشکر کے سالار ہیں یوں جانو یہ تمہارے مددگار تمہارے مہربان ہیں اور مسلمانوں کے مربیوں میں سے ایک ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔ یقیناً اس میں تمہاری بہتری تمہاری حفاظت پنہاں ہے۔ اس پر اس شخص نے بڑی بے بسی سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ رقیم بن خلاط نے بولنے میں پہل کی۔

سن میرے عزیز۔ تجھے مجھ سے اور میرے ان مسلح جوانوں سے کوئی خطرہ نہیں۔ دیکھ میرے پیچھے پیچھے ایک ریوڑ بڑھتا ہوا اسی شاہراہ پر چلا آ رہا ہے۔ تو جس قدر تیرے ساتھ مسلمان ہیں انہیں لے کر اس ریوڑ میں شامل ہو جا۔ بس تو جس وقت اس ریوڑ میں شامل ہو گیا۔ سمجھ جانا کہ تو محفوظ ہے اور تجھے بڑی حفاظت کے ساتھ غرناطہ کی حدود میں پہنچا دیا جائے گا۔ میرا ایک ساتھی تم سب لوگوں کے ساتھ جائے گا اور تم لوگوں کو میرے اس گروہ میں شامل کرے گا جو ریوڑ چراتا ہے۔ اس آنے والے شخص نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رقیم بن خلاط کی اس تجویز کو قبول کر لیا تھا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم مجھ پر اعتبار کر رہے ہو اب واپس جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھو اور میرے لشکر کے پاس سے گزرتے ہوئے جنوب کی طرف جاؤ تم اس ریوڑ

میں جا ملو گے اس کے ساتھ رقیم بن خلاط نے اپنے ایک لشکری کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور بڑی راز داری کے ساتھ اسے کچھ سمجھایا پھر وہ لشکری اس شخص کے ساتھ ہو گیا تھا جو المریہ کی طرف سے آنے والے مسلمانوں کا سرخیل تھا۔ پھر رقیم بن خلاط دونوں راہبوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

تم دونوں کے خیال میں ان مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے المریہ کے حاکم کے جو مسلح جوان ہیں وہ یہاں سے کتنی دور ہوں گے۔ اس پر ایک راہب بولا اور کہنے لگا امیر میرے خیال میں وہ پانچ چھ میل پیچھے اسی شاہراہ پر اسی سمت میں آ رہے ہیں اور میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ جنوب میں جو کھلی وادیاں پڑتی ہیں انہیں وادیوں میں وہ مسلمانوں کو گھیر کر قتل کرنے کے در پے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے پھر پوچھا۔ المریہ کے وہ مسلح عیسائی جوان جو مسلمانوں کو لوٹنا چاہتے ہیں وہ کس سمت سے ان کا تعاقب کر رہے ہیں اس پر دوسرا راہب بولا اور کہنے لگا۔

امیر المریہ کے مسلح عیسائی جوان جو مسلمانوں کے اس قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں وہ ایک دوسرے راستے سے جو اسی کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر آتا ہے اسی سمت بڑھ رہے ہیں۔ میرے خیال میں وہ بھی یہاں سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر ہوں گے۔ جس راستے پر وہ سفر کرتے چلے آ رہے ہیں وہ راستہ دو میل آگے جا کر اسی شاہراہ سے آتا ہے جس پر ہم سفر کر رہے ہیں۔ چونکہ تعاقب کرنے والے دونوں گروہوں کو ایک دوسرے کا علم نہیں لہذا وہ اپنی اپنی دھن میں مسلمانوں کو لوٹنے کے لئے تیزی سے اس سمت بڑھ رہے ہیں۔ راہب کی یہ ساری گفتگو سن کر رقیم بن خلاط کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگا۔

سنو میرے دونوں راہبوں! خداوند نے چاہا تو تعاقب کرنے والے دونوں گروہوں کا میں وہ حشر کروں گا کہ ان میں سے کسی کو بھی میں زندہ بچ کر اس کوہستانی سلسلے سے بھاگنے نہ دوں گا۔ اب تم میرے ساتھ آگے بڑھو اور مجھے اس راستے تک لے چلو جو پہاڑوں کے اندر ہی اندر ہوتا ہو اس شاہراہ سے آتا ہے اور جس پر المریہ کے مسلح جوان مسلمانوں کا تعاقب کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ رقیم بن خلاط کا حکم سنتے ہی دونوں راہبوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی جب کہ اپنی تلوار ایک جھٹکے کے ساتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے رقیم بن خلاط نے اپنے لشکر کو بھی کوچ کا حکم دے دیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ رقیم بن خلاط جب تھوڑا سا آگے بڑھا تو سامنے کی طرف سے آتے ہوئے مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ رقیم بن خلاط اور اس کے سارے لشکریوں نے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے ان مسلمانوں کا استقبال کیا اور مسلمان بے دھڑک اور بے جھجک آگے بڑھ

گئے تھے۔ دونوں راہبوں کی رہنمائی میں رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آن رکا جہاں کوہستانی سلسلے میں وہ راستہ بڑی شاہراہ سے ملتا تھا جہاں پر المریہ کے مسلح جوان تعاقب کر رہے تھے۔ اس جگہ دونوں راہب رکے پھر ان میں سے ایک بولا اور اس راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقیم بن خلاط سے کہنے لگا۔

امیر یہ ہے وہ راستہ جس پر سفر کرتے ہوئے المریہ کے مسلح جوان مسلمانوں کے تعاقب میں ہیں اس پر رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک اس راستے کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اپنے گھوڑے سے وہ اتر گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں راہب اور مجاہد بن یوسف بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ رقیم بن خلاط نے کچھ سوچا پھر اپنے زبان کئے ساتھی مجاہد بن یوسف کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

مجاہد میرے بھائی میرے عزیز۔ میں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے لگا ہوں۔ آدھا لشکر تمہارے ساتھ رہے گا۔ تم اس کی کمانداری کرو گے۔ آدھا لشکر میرے ساتھ رہے گا۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر تھوڑا آگے جا کے گھات میں بیٹھ جاؤں گا اور جب المریہ کے حاکم کے مسلح جوان جن کی تعداد دو ہزار کے لگ بھگ ہے اس شاہراہ پر مسلمانوں کے تعاقب میں نمودار ہوں گے تو میں ان پر حملہ آور ہوں گا۔ اور مجھے امید ہے کہ میں ان سب کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

مجاہد میرے بھائی۔ تم جہاں کھڑے ہو۔ یہیں اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ جاؤ اور یہاں گھات میں بیٹھنے کے بعد تم دو کام کرو گے۔ پہلا کام یہ کہ المریہ کے حاکم کے جن مسلح جوانوں پر میں حملہ کروں گا اور ان میں سے اگر کوئی بچ کر اس شاہراہ کی طرف بھاگے تم اس کا خاتمہ کر دینا اور ہاں یاد رکھو جس جگہ دونوں راستے ملتے ہیں میں اس سے چند گز اوپر جا کر گھات میں بیٹھوں گا میں دور نہیں جاؤں گا اور میں تمہاری کارگزاری پر بھی نگاہ رکھوں گا۔

دوسرا کام یہ کرو گے کہ اگر المریہ کے جو مسلح جوان مسلمانوں کا تعاقب کر رہے ہیں وہ بھی اسی وقت ادھر آجائیں جس وقت میں المریہ کے حاکم کے جوانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں گا تو تم ان پر حملہ آور ہونا۔ بس اسی راستے کے کنارے گھات میں بیٹھ کر ان پر تیر اندازی کرنا اور انہیں روکے رکھنا تا وقتیکہ میں المریہ کے حاکم کے مسلح جوانوں سے فارغ ہو جاؤں۔ پھر ہم دونوں دوسرے گروہ سے نہیں گئے۔ تمہاری مدد کے لئے میں ایک نائب سالار بھی تمہارے ساتھ کرتا ہوں اور اسے سب کچھ سمجھا دیتا ہوں۔

اور سنو مجاہد میرے بھائی! دوسرے گروہ سے بچنے کا طریقہ یہ ہو گا کہ تم پہلے انہیں تیر اندازی کر کے روکے رکھو گے۔ میں بھی تم سے آن ملوں گا تو تم تیر اندازی ترک کر کے اس

شاہراہ پر جنوب کی طرف بھاگ کھڑے ہونا۔ وہ مسلح عیسائی جوان سمجھیں گے کہ تم مسلمانوں کے قافلے کے مسلح جوان ہو اور ان کی راہ روکنے کا ارادہ رکھتے ہو اور اب بھاگ کھڑے ہوئے ہو لہذا وہ بھی اس شاہراہ پر آئیں گے تو میں گھات سے نکل کر ان پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہوں گا جوں ہی تم دیکھو کہ میں نے پشت کی طرف سے حملہ کر دیا ہے تم بھی مڑنا پھر اپنی پوری خونخواری سے ان پر حملہ آور ہو جانا۔ اس طرح دو طرفہ حملے سے ہم اس گروہ کو بھی پس کر رکھ دیں گے۔

مجاہد بن یوسف جو بے چارہ بول نہیں سکتا تھا۔ نے سر کے اشارے سے رقیم بن خلاط کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تھوڑا سا آگے جا کر گھات میں بیٹھ گیا تھا۔ اس نے اپنے لشکر کو مزید دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ آدھے حصے کو اس نے شاہراہ کے بائیں جانب اور دوسرے آدھے کو لے کر وہ دائیں جانب بیٹھ گیا تھا۔ پھر بڑی بے چینی سے دشمن کا انتظار کرنے لگا تھا۔

○

آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے جس کی بناء پر بارش شروع ہو گئی تھی کوہستانیوں میں گرتی بوندوں کی رم جھم کا سا بندھ گیا تھا۔ بارش کی ان برستی بوندوں کی رم جھم کے سوا چاروں طرف زعفران وادیوں میں تشنگی کے جچ جیسی خاموشی، سمندر کی انہونی گہرائیوں میں نہاں لہجوں جیسی چپ طاری تھی۔ لگتا تھا خزان کے اجنبی سکوت میں چیختے بن حیراں اداس اور لرزاں ہو کر رہ گئے ہوں۔

خاموشی کے ایسے سے میں ایک چٹان کی لوٹ میں ایک بڑے پتھر پر بیٹھا ہوا رقیم بن خلاط چونک اٹھا تھا۔ اس کے کانوں میں شمال کی سمت سے دوڑتے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز پڑی جس سے وہ سمجھ گیا تھا کہ مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے المریہ کے حاکم کے مسلح جوان اب قریب آچکے ہیں۔

یہ احساس ہوتے ہی اس کا چہرہ آتش کدہ بن کر دھک اٹھا تھا اور پھر اس کے چہرے پر خونی سوچوں کی بکھری لکیریں، دہکتے عزائم کی سسکاریاں، سلگتی دھوپ گرم ہوائیں، ادھیڑی موسموں کی سختیاں اپنا رنگ جما گئیں تھیں۔

ایسے ہی سے اس کی دہکتی آگ کی چنگاریوں کی طرح چمکتی خونناک آنکھوں میں ہست کو نابود کرتی درندگیاں اور لہو لہان راستوں پر بین کھیرتی خون آشامیاں اپنی پوری طاقت اور قوت سے یلغار کرنے لگی تھیں۔

تھوڑی دیر تک رقیم بن خلاط کچھ سوچتا رہا پھر وہ جس چٹان نما پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اسی پر

قلبہ روجہ ریز ہو گیا۔ پھر وہ انتہائی عاجزی اور انکساری میں گڑگڑاتے ہوئے اپنے خداوند کے حضور دعا مانگ رہا تھا۔

”اے خداوند بے نیاز و صمد۔ اس کائنات میں تجھ کو کدھت۔ گیت گاتے طیور۔ کوہستانی ہواؤں کے جھکڑ کانوں میں گنگناتے ہوئے پرندوں کے پرے سب تیرے ہی کن کے دم سے ہیں۔

اے کائنات کے خالق بے نیاز۔ تو ہی صدیوں پرانے راستوں پر شوخ صبحوں کا نزول کرتا ہے تو ہی اندھے کوہستانیوں پر چیل کے عکس گرانا ہے۔ اے میرے مالک تیرے اسم کی لے صو سے ہی میری سوچیں جھللاتی ہیں۔ اے میرے آقا تیری ذات ہی کے بھروسے میں سرگرداں بے سمت بھٹکتے مسافروں جیسا انسان اپنے دشمنوں کے سامنے چھاتی تان کر کھڑا ہو جاتا ہوں۔

میرے اللہ۔ میرے مالک ویران موسموں کی ان سرزمینوں میں تو سرکش ہواؤں جیسے دشمنوں کے ساتھ میری مدد فرما۔ اے اللہ میں ان پتھریلی مسافروں میں اکیلے مسافر جیسا ہوں۔ میں تیری اعانت، تیری نصرت کا طلبگار ہوں۔ اے اللہ تو ہی روشنی کی بے سمتی کو سمت عطا کرتا ہے۔ اے اللہ تو مجھے بھی اسم محمد کے طفیل اپنی مدد اپنی نصرت سے نواز۔“

یہاں تک دعا مانگنے کے بعد رقیم بن خلاط جدے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ پھر اپنی سمت بیٹھے ساتھیوں اور سامنے والے اپنے لشکر کے حصے کو اس نے ہاتھ کے اشارے سے تیار رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس لئے کہ شاہراہ پر مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے نزدیک آچکے تھے اور ان کے گھوڑوں کی ہنہا ہٹیں اور تھنے پھڑ پھڑانے تک کی آوازیں صاف سنائی دینے لگی تھیں۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد دو ہزار کے لگ بھگ المریہ کے حاکم کا لشکر اس شاہراہ پر نمودار ہوا۔ جب وہ لشکر اپنے گھوڑوں کو دوڑاتا ہوا رقیم بن خلاط کے لشکر کے دونوں حصوں کے عین درمیان میں آیا۔ تب رقیم بن خلاط کے سامنے والے لشکریوں نے سواروں پر تیز تیر اندازی کر دی تھی۔ بس اس تیر اندازی کا شروع ہونا تھا کہ تعاقب کرنے والوں میں ایک افراتفری شور، کوک، واویلا اور دولاچ کے رہ گیا تھا۔ ایسے میں رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ

کوہستانی سلسلے سے اس طرح نکلا جیسے صد ہزار سالوں سے مقید نور کے لمحے، انکشاف روح حیات سے درنجات کی طرح نکلتے ہیں۔ پھر وہ بقی صدیوں کے موہوم آوازوں میں سماعی کے عمل کی طرح آگے بڑھا اور جس طرح انسانی ذہن و دل کے درپچوں اور سرحدوں پر شعرو نغمات نزول کرتے ہیں ایسے ہی وہ دشمن پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی تیزی سے بڑی تیزی سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی تیزی سے

دشمنوں کے سواروں کو کاٹنا شروع کر دیا تھا وہ یوں بے باکی اور جاں نثاری کے ساتھ حملہ آور ہو رہا تھا جیسے ان دیکھے غروں پر برق گرانی غیض و غضب کے بیج بونی کالی روحوں نے نزول کرنا شروع کر دیا ہو۔

تعاقب کرنے والے بری طرح پھنس کے رہ گئے تھے۔ پہلے ان پر تیر اندازی کی گئی تھی۔ یہ اچانک تیر اندازی ان کی بھلاہٹ کا باعث بن گئی تھی۔ اس کے بعد جب ان کی پشت کی طرف سے رقیم بن خلاط اپنے پورے غیض و غضب میں حملہ آور ہوا تو ان کی پریشانیوں میں اور اضافہ ہوا۔ پھر ایسا ہوا کہ رقیم بن خلاط کا سامنے والا لشکر بھی تیر اندازی ترک کر کے دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اب رقیم بن خلاط کے لشکر نے دونوں طرف سے تعاقب کرنے والوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

کچھ تعاقب کرنے والوں نے پیچھے اور آگے بھاگنے کی کوشش کی لیکن رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھیوں نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی اور جس قدر تعاقب کرنے والے تھے ان سب کو چن چن کر اس نے قتل کر دیا تھا۔ اس جنگ میں رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھیوں نے اپنے چہروں کو پوری طرح ڈھانپ اور چھپا رکھا تھا تا کہ کوئی انہیں نہ دیکھ اور پہچان نہ سکے۔ شاہراہ پر چاروں طرف مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے نصرانیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ لگتا تھا تم کی ان چراگاہوں میں قرونوں سے رقیم بن خلاط جیسے ہی کسی گڈریئے کی ضرورت تھی۔ جو آئے اور زمین کے سینے کو خون سے رنگین کرے۔ بہر حال رقیم بن خلاط نے بے بس اور لاچار مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے سارے ہی نصرانی سپاہیوں کا صفایا کر کے رکھ دیا تھا اس کے بعد وہ پھر اپنے سارے لشکر کو لے کر ذرا سا جنوب کی طرف جا کر کوہستانی سلسلے میں دوبارہ گھات میں بیٹھ گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کو ہستانوں کے اندر سے بل کھا کر آنے والے اور اس شاہراہ سے ملنے والے راستے پر المریہ کے وہ ان گنت مسلح جوان بھی نمودار ہوئے جو مسلمانوں کو لوٹنے کی غرض سے تعاقب کر رہے تھے۔ جب یہ لوگ راستے اور اس شاہراہ کے سنگم کے قریب آئے تو گھات میں بیٹھے ہوئے زبان کٹے مجاہد بن یوسف نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر تیر اندازی کی جس کی بناء پر وہ تعاقب کرنے والے رک کر سنبھل گئے پھر اچانک مجاہد بن یوسف سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات سے نکلا اور شاہراہ پر جنوب کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

ان تعاقب کرے والے مسلح سواروں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ شاہراہ پر آئے اور اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے بڑی تیزی سے مجاہد بن یوسف اور اس کے ساتھیوں کا

تعاقب کرنے لگے تھے۔

ایسے میں گھات میں بیٹھا ہوا رقیم بن خلاط حرکت میں آیا اور وہ درداظہار پر دستک دیتے قریبوں کے لمحوں اور جنوں کی راتوں کو اپنی ٹھوکروں پر رکھتے جذبوں کی طرح گھات سے نکل کر تعاقب کرنے والوں کی پشت پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اپنے پہلے ہی حملے میں رقیم بن خلاط نے سینکڑوں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس طرح آگے آگے بھاگتے ہوئے مجاہد بن یوسف نے جب یہ دیکھا کہ اس کے امیر نے گھات سے نکل کر حملہ کر دیا ہے تو وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا اور منہ سے عجیب سی آوازیں اور چیخیں نکالتا ہوا دشمن پر یوں حملہ آور ہوا جیسے گردہستی کے خوابوں میں سراپوں کا نزول شروع ہو گیا ہو۔ یا شام کی بے نوائی میں ارادوں کی تنگی اپنی پوری یلغار کے ساتھ حملہ آور ہوئی ہو۔

یہ لڑائی بھی کچھ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی۔ اب شمال کی طرف سے رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اور جنوب کی طرف سے مجاہد بن یوسف اپنے لشکر یوں کے ساتھ شاہراہ پر دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس دو طرفہ سے تعاقب کرنے والے مسلح جوانوں کی حالت ایسی ہی تھی جیسے چیلوں کے سامنے بے بس چوزے دہشت زدہ ہو کر رہ گئے ہوں تھوڑی دیر کی کشمکش جدو جہد اور سعی کے بعد رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف نے سارے تعاقب کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اتنی دیر تک رقیم بن خلاط کا نائب دوئم منذر بن طریف بھی دور دور تک پھیلے ہوئے اپنے ریوڑ کو سمیٹ کر وہاں پہنچ گیا تھا اس نے جو شاہراہ پر لاشیں بکھری ہوئی دیکھیں تو گھوڑے بھگاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف کھڑے تھے پھر اس نے عجیب سی عقیدت مندی میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیا ہے جس کا صلہ آپ کو خداوند قدوس کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔ امیر محترم مجھے آپ کی توانائی، تومندی، زور آوری اور جنگی مہارت اور تجربے پر ناز ہے۔ میں اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میں آپ جیسے امیر کا نائب ہوں قسم خداوند قدوس کی مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے نصرانیوں کا قتل عام کر کے آپ نے اپنی قوم کی بہترین خدمت کی ہے اگر آپ ایسا نہ کرتے تو تعاقب کرنے والے یہ نصرانی یقیناً ان سینکڑوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے جواب ہمارے ریوڑ میں شامل ہو چکے ہیں اور محفوظ ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد منذر بن طریف خاموش ہوا تب رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔ منذر میرے بھائی یہ کام کر کے ہم نے کسی پر احسان نہیں کیا۔ یہ میرا فرض تھا جو مجھے بہر طور پر

کرنا تھا۔ سنا اپنے جوانوں سے کہو کہ شاہراہ کے دائیں جانب جو کھلی وادیاں ہیں ان کے اندر پڑاؤ کر لیں اور ریوڑ کے جانوروں کو بھی وادی کے اندر لے جائیں۔ کچھ دن تک ہم یہیں پڑاؤ کریں گے۔ تم دونوں میری بات غور سے سناؤ چند یوم تک ہم یہیں پڑاؤ کریں گے اور آنے جانے والوں پر یہ ظاہر کرتے رہیں گے کہ المریہ سے نکل کر جو مسلمان بھاگے تھے ان کا تعاقب المریہ کے مسلح جوانوں اور المریہ کے رہنے والوں نے کیا تھا لیکن یہ مسلمان پلٹ کر ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کا قتل عام کر دیا۔

پھر مزید ہمیں یہ کہنا ہو گا کہ عین اس موقع پر ہم بھی اپنے ریوڑ کے ساتھ یہاں پہنچ گئے ہمیں جب خبر ہوئی کہ جھگڑے مسلمانوں نے ہمارے نصرانی بھائیوں کا قتل عام کیا ہے تو ہم مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کا بھی قتل عام کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔

اس پر منذر بن طریف فوراً بولا اور پوچھنے لگا۔

پر امیر محترم اس میں ایک بہت بڑی قباحت ہے اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ پہلے مجھے اپنی بات پوری کرنے دو۔ اس کے بعد تمہیں جو قباحت نظر آئے اس کا بلا جھجک اظہار کر دینا۔ اس پر منذر بن طریف خاموش ہو گیا جبکہ رقیم بن خلاط دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔ سنو میرے ساتھیو! کسی کو یہ پتہ نہیں ہے کہ المریہ کے مسلح جوان بھی المریہ کے حاکم کے لشکریوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے ہیں۔ لہذا اب ہمیں یہ کام کرنا ہو گا کہ المریہ کے رہنے والے وہ نو جوان جو خفیہ خفیہ مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے تھے جن کی لاشیں اس وقت ہمارے سامنے پڑی ہیں ان ساری لاشوں کے گلوں سے لٹکی ہوئی صلیبیں اتار لو۔ جو مسلمان بھاگ کر ہمارے ریوڑ میں شامل ہوئے ہیں ان کے آباؤ اجداد بھی اتنی تھے لہذا یہ جو المریہ کے لوگ ہمارے ہاتھوں مارے گئے ہیں یہ شکل و صورت میں بالکل مسلمانوں جیسے ہیں اور کوئی پہچان نہیں سکتا کہ یہ نصرانی ہیں یا مسلمان۔ اب ہم انہیں مسلمان ظاہر کریں گے اور پوچھنے والوں سے یہ کہیں گے کہ یہ مسلمان ہیں اور المریہ کے حاکم کے جوانوں سے یہ لڑے تھے لیکن ان مسلمانوں نے پلٹ کر المریہ کے حاکم کے لشکریوں پر حملہ کر دیا تھا اور ان سب کا قتل عام کر دیا۔ جبکہ ہم نے جو ابی حملہ کرتے ہوئے ان سب مسلمانوں کو ختم کر دیا۔

اس پر کسی کو شک و شبہ نہ ہو گا کہ ہم نے مسلمانوں کو اپنے پاس پناہ دے دی ہے اور سارے تعاقب کرنے والے نصرانیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس پر منذر بن طریف بولا اور کہنے لگا یہ بہترین تجویز ہے اس پر عمل کر کے ہم نہ صرف والئی ارغون نبی اول کی نگاہوں میں عزت و وقار حاصل کر سکتے ہیں بلکہ آس پاس کے نصرانی قبضوں اور بستیوں کے لوگ بھی ہمارے معتقد اور فریفتہ ہو جائیں گے کہ ہم نے مسلمانوں سے مرنے والے نصرانی بھائیوں کا انتقام

یا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ منذر بن طریف۔ میرے بھائی اب بھی ہماری یہ ساری کاروائی میں ایک قباحت ہے جس کی تم نشاندہی نہ کر سکتے۔ اس پر منذر نے پوچھا امیر وہ کیا۔ رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔ سن میرے رفیق کار۔ جب آس پاس کی بستیوں میں لوگوں کو یہ خبر ہوئی ہو گی کہ ہم نے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے تو المریہ کے لوگ بھی آئیں گے اور وہ ہمارے ہاتھوں مرنے والے اپنے نصرانی لوگوں کو پہچان جائیں گے اور ہمارا پول کھل جائے گا ہمارا سارا ہی کیا کرایا غارت ہو کر رہ جائے گا اور یہ بھی لکھ رکھو کہ ارغون کا حاکم جیمی اول ہمارے خلاف ضرور حرکت میں آئے گا۔ اس کے لئے ہمیں ایک کام کرنا ہو گا۔ منذر بولا یا امیر وہ کیا۔ رقیم بن خلاط پھر کہہ رہا تھا۔

سن منذر۔ میرے بھائی۔ ہمارے ریوڑ کا پڑاؤ یہیں رہے گا۔ میں اور تم آج رات المریہ کے قصبے کی طرف جائیں گے ہم آدھی رات کے قریب حرکت میں آئیں گے اور اپنے لشکر کے ساتھ المریہ کے قصبے پر حملہ آور ہوں گے۔ المریہ میں جس قدر لوگ رہتے ہیں ان سب کا قتل عام کر دیں گے اور بستی کو آگ لگا کر خاکستر کر دیں گے۔ المریہ کے حاکم کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اس طرح نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ نہ المریہ نام کی بستی ہو گی نہ اس میں کوئی رہنے والا ہو گا نہ کوئی ہمارے ہاتھوں مرنے والے نصرانیوں کو پہچاننے والا ہو گا کہ وہ حقیقت میں مسلمان نہیں نصرانی ہیں۔

رقیم بن خلاط کی اس تجویز پر منذر بن طریف کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگا۔

یا امیر یہ بہترین تجویز ہے اور اس پر عمل کر کے ہم اپنے سارے ہی راستوں کو صاف کر سکتے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا اگر یہ ہے تو پھر لشکر کا پڑاؤ کرو تھوڑی دیر سناٹے ہیں اور پھر ہم اپنی کاروائی کی ابتدا کریں گے اور سنو منذر بن طریف میرے بھائی ہم بالدی گوٹھ کی حیثیت سے المریہ کے قصبے پر حملہ آور ہوں گے۔ المریہ کو تباہ و برباد اور خاکستر کرنے کے بعد ہم ماضی کی طرح بالدی گوٹھ کے خنجر وہاں چھوڑ دیں گے تاکہ ارغون کے حکمران جیمی اول کو یہی دھوکہ ہو کہ یہ المریہ پر قبضہ کرنے کے باغی سردار بالدی گوٹھ نے حملہ آور ہو کر اسے نیست و نابود کر دیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے رقیم بن خلاط نے کچھ سوچا اس کے بعد وہ دوبارہ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اب اپنے ریوڑ اور جوانوں کو حرکت میں لاؤ اور اس کو ہستانی سلسلے کی پشت کی طرف جو کھلی وادیاں ہیں وہاں پڑاؤ

کرنے کا حکم دے دو۔ تم دیکھتے ہو بارش لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی ہے۔ اپنے جانوروں اور جانوروں دونوں ہی کو آرام کی ضرورت ہے اور سنو ہمارے ہاتھوں مرنے والے دونوں نصرانی گروہوں کے گھوڑوں کو اپنے قابو میں رکھو اور انہیں اپنے ریوڑ سے علیحدہ رکھنا۔ میں مرنے والوں کے ان گھوڑوں سے بھی بہت بڑا کام لوں گا۔ اس پر منذر بن طریف نے عجیب سے انداز میں اپنے امیر رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا۔ اس نے اپنے سارے چرواہوں کو وادی میں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی آن کی آن میں کوہستانی سلسلے کی پچھلی وادیوں میں خیموں کا ایک شہر آباد کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ٹاٹ اور چمڑے کے بڑے بڑے شامیانے نصب کر دیئے گئے تھے اور ان شامیانوں کے نیچے ریوڑوں کے جانوروں کو کھڑا کر دیا گیا تھا۔ ان جانوروں کے ارد گرد آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن کر دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ خیموں کے پڑاؤ کے اندر بھی ایسے ہی آگ کے الاؤ روشن کر دیئے گئے تھے تاکہ سردی سے بچا جاسکے۔ پھر رقیم بن خلاط کے کہنے پر ریوڑ کے کچھ جوان کوہستانی سلسلے کے اوپر سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر پڑاؤ کے اندر ڈھیر لگانے لگے تھے کچھ جوان مل کر اپنے سارے ساتھیوں کے لئے کھانا تیار کر رہے تھے۔

☆.....☆

رات آدھی کے لگ بھگ جا چکی تھی۔ ہر طرف ہر سمت معدودیت کی زندگی جیسی خاموشی اور زنجی ردا جیسی چپ تھی۔ بارش یوں جاری تھی جیسے کوئی دستوں کی یادگار میں بڑی فراخ دلی سے محبت کے موتی لٹا رہا ہو۔ برسات جاڑے اور پالے کی وجہ سے ہر شے پر بن بیاہی بے سہارا خواہشوں جیسی اداسی چھائی ہوئی تھی۔

ایسے میں رقیم بن خلاط اپنے خیمے کے باہر آگ کے جلتے ہوئے الاؤ کے قریب بیٹھا اپنے آپ کو گرم رکھے ہوئے تھا۔ اس کی پشت پر اس کا خیمہ تھا اور اس کے خیمے کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا چھپر تھا جس کے نیچے لکڑی کا ایک مضبوط پنجرہ تھا جس میں شاہین بند تھے۔ یہ وہ شاہین تھے جن سے رقیم بن خلاط جبل الجبل میں اپنے مسکن کے ساتھ پیغام رسانی کا کام لیتا تھا مسکن میں بھی ایسے ہی شاہین تھے جو اپنے امیر رقیم بن خلاط سے رابطہ قائم رکھنے کے لیے پالے گئے تھے۔

فضاؤں میں چاروں طرف خاموشی تھی۔ صرف بارش کی رم جھم ایک ترنم کے ساتھ ہر سو ایک نا آشنا سی آوازیں دے رہی تھی۔ ایسے میں سامنے کی طرف سے منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف نمودار ہوئے دونوں نے اپنے آپ کو بارش سے بچانے کے لئے چمڑے کی چادروں میں ڈھانپ رکھا تھا۔ دونوں تیز تیز چلتے ہوئے اس چھپر تلے آکھڑے ہوئے جس چھپر تلے آگ کے الاؤ کے سامنے رقیم بن خلاط بیٹھا ہوا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی رقیم بن خلاط اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس موقع پر منذر بن طریف بولا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر ہم نے کوچ کی تیاری مکمل کر لی ہے اپنے چھ ہزار ساتھیوں میں سے دو ہزار کو میں نے ریوڑ اور پڑاؤ کی حفاظت پر مامور کیا ہے جبکہ چار ہزار مسلح جوان اپنے گھوڑوں پر سوار ہمارے ساتھ کوچ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ان الفاظ پر رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اپنے سامنے کھڑے مجاہد بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مجاہد میرے بھائی میرے عزیز، اس مہم میں میں اور منذر لشکر کی کمانداری کریں گے۔ تم ہمارے غنہ مند، ہمارے پڑاؤ میں رہو گے اور پڑاؤ کی حفاظت کے فرائض انجام دو گے اور سنو

میں اور منذر بن طریف اس کام سے فارغ ہو کر جلد لوٹیں گے اس لئے کہ آج بارش کی رات ہمیں ایک اور فرض سے بھی سبکدوش ہونا ہوگا۔ اس کام کے لئے آج کی رات انتہائی مناسب اور سودمند ہے۔

المریہ کی بستی کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کرنے کے بعد میں اور منذر بن طریف لشکر کو لے کر واپس آئیں گے اس کے بعد مجاہد میرے بھائی تمہارا کام شروع ہوگا۔ ہم اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر جبل شدت کے قلعہ البارس کی طرف جائیں گے جہاں ارغون کے حکمران جیمی اول نے مسلمان ہونے والی اپنی بیوی سوزان اور شہزادی روط کو قید کر رکھا ہے وہ دونوں ماں بیٹی چونکہ اسلام قبول کر چکی ہیں لہذا اس ناطے سے ہمیں اپنی جانوں کو بھلی پر رکھ کر بھی ان کی مدد کرنی چاہئے اور انہیں اذیت کے اس زندان سے نکالنا چاہئے۔

سنو مجاہد میرے بھائی، میرے عزیز! میرے آنے تک تم اپنے کچھ ساتھیوں کو تیر رکھنا جو میرے اور تمہارے ساتھ غی مہم پر روانہ ہوں گے۔ اس مہم پر میری اور تمہاری غیر موجودگی میں منذر بن طریف پڑاؤ کی حفاظت کا ذمہ دار ہوگا اور سنو ساتھ ہی ایک انتہائی صاف ستھرا اور نیا خیمہ بھی تیار کئے رکھنا تاکہ جب ہم ان دونوں ماں بیٹی کو زندان سے نکال کر یہاں لائیں تو انہیں اس خیمے میں رکھا جاسکے۔ مزید یہ کہ میں اور تم دونوں میں سے کوئی بھی اپنے چہرے کو ان دونوں ماں بیٹی پر ظاہر نہیں کرے گا۔ ایک ایسا جوان بھی تیار رکھنا جو ان دونوں ماں بیٹی سے گفتگو کرتا رہے اور لشکر میں شامل عورتوں میں سے ایک ایسی عورت کا چناؤ بھی کرنا جو ان دونوں کی خدمت پر مامور ہے۔ جو جوان ان دونوں ماں بیٹی کو پڑاؤ کے خیمے میں لے کر آئے گا اس کو سمجھانا کہ ان دونوں ماں بیٹی سے کہے کہ اب اپنے آپ کو نصرانی ظاہر کریں اور وہ جوان انہیں یہ بھی کہے کہ ہم سب نصرانی ہیں اور پیشہ ور چرواہے ہیں۔ وہ جوان انہیں سمجھائے کہ یہ چرواہے اپنے ریوڑ کو لے کر عنقریب غرناطہ کی حدود تک جائیں گے اور یہ کہ اس ریوڑ کے اندر رہ کر وہ دونوں ماں بیٹی بھی حفاظت کے ساتھ غرناطہ میں داخل ہو کر محفوظ ہو سکتی ہیں اس پر مجاہد بن یوسف جس کی زبان کٹی ہوئی تھی وہ بول نہیں سکتا تھا رات کی تاریکی میں اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ شاید رقیم بن خلاط کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ مجاہد بن یوسف کسی کو یہ ساری باتیں کیسے سمجھائے گا۔ اس پر منذر بن طریف بولا اور کہنے لگا۔

امیر میں آپ کی پریشانی کا مطلب سمجھ گیا ہوں آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی جا کے ان جوانوں کا تعین کرتا ہوں جو قلعہ البارس کی مہم میں آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اور ایک خاتون کو بھی مقرر کرتا ہوں جو ملکہ سوزان اور شہزادی روط کی خدمت پر مامور ہوگی۔ آپ بے فکر

رہیں میں بہت جلد لوٹتا ہوں اس کے بعد ہم دونوں یہاں سے کوچ کرتے ہیں منذر بن طریف کا یہ جواب سن کر رقیم بن خلاط مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف وہاں سے چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد منذر بن طریف لوٹ آیا۔ اس کے بعد اپنے چار ہزار کے لشکر کو لے کر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں اپنے پڑاؤ سے کوچ کر گئے تھے۔

○

رات بھاگتی جا رہی تھی بارش اس طرح جاری تھی۔ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں اپنے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ المریہ نام کی بستی کے قریب نمودار ہوئے وہاں رقیم بن خلاط نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ پھر وہ اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار اپنے ساتھی منذر بن طریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

منذر میرے بھائی لشکر کو برابر دو حصوں میں تقسیم کر دو۔ تم آدھے لشکر کے ساتھ یہیں کھڑے رہو اور یہیں یعنی اسی سمت سے تم اپنے حملے کی ابتداء کرو گے۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چکر کاٹتے ہوئے بستی کی دوسری سمت جاتا ہوں وہاں حملہ کی ابتدا کرنے سے پہلے میں جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر چھوڑوں گا جو تمہارے لئے اشارہ ہوگا۔ اشارہ ملتے ہی تم المریہ پر ٹوٹ پڑنا۔ المریہ کے ہر فرد کو قتل کرنا ہر گھر کو لوٹنا اور اپنے پیچھے آگ لگاتے چلے جانا تاکہ کسی کو بھاگ نکلنے کا موقع ہی نہ ملے۔ رات کی تاریکی میں منذر بن طریف نے جب اثبات میں سر ہلا دیا تب لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اپنے حصے کے ساتھ منذر بن طریف وہیں رہا جبکہ رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بستی کی دوسری سمت جا رہا تھا۔

دوسری سمت جا کر رقیم بن خلاط نے فضاؤں میں جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر چھوڑا جو منذر بن طریف کے لئے اشارہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط المریہ کے نام کی اس بستی پر خون کے پیاسے سیاہ کانتوں اور گرسنہ جذبوں کی اڑتی جھاگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ دوسری طرف سے جلتے ہوئے پروں والے تیر کا اشارہ ملتے ہی منذر بن طریف بھی بے مہابا پانیوں کی یلغار، پرت در پرت خون بکھیرتی قضا کی طرح حملہ آور ہو چکا تھا۔

المریہ کے لوگ جو گہری نیند سوئے ہوئے تھے ان پر جیسے زلزلہ اور بھونچال آ گیا ہوا ایک طرف سے رقیم بن خلاط دوسری سمت سے منذر بن طریف نے ان پر قیامت برپا کر کے رکھ دی تھی دونوں نے اپنے سامنے آنے والے ہر ذی حیات کا قتل عام کیا۔ بستی کے ہر گھر کو لوٹ کر انہوں نے آگ لگائی اس طرح تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے بستی کی حالت موت و مرگ کی شام سے لپٹ کر روتی بربادیوں جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔

المریہ کی بستی میں جو حاکم کے محافظ دستہ تھے۔ بن کر رقیم بن خلاط پہلے ہی کو ہستانی سلسلے میں ختم کر چکا تھا اس کے علاوہ بستی میں جو بنان تھے وہ بھی رقیم بن خلاط کے ہاتھوں جبل شدت میں مارے جا چکے تھے اس لئے بستی کے اندر کوئی ایسی بڑی قوت نہ تھی جو رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کا مقابلہ کرتی لہذا بستی کو راکھ کا ڈھیر بنانے میں رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کو زیادہ دیر نہ لگی۔ المریہ نام کی بستی کا حاکم بھی قتل کر دیا گیا اور بستی کو پوری طرح لوٹنے اور بستی کے اندر جس قدر جانور تھے بستی کا سارا سامان انہی جانوروں پر لا کر وہ اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور اپنے پیچھے بستی کی بربادیوں میں جگہ جگہ انہوں نے ایسے خنجر گاڑ دیئے تھے جن پر بالدی گوتھ کا نام کندہ تھا تاکہ دیکھنے والا یہی جانے کے باغی سردار بالدی گوتھ بستی پر حملہ آور ہوا اور بستی کو لوٹ کر اس نے اسے خاکستر کر دیا ہے۔

پڑاؤ میں واپس آنے کے بعد رقیم بن خلاط نے وقت ضائع نہیں کیا بلکہ مجاہد بن یوسف اور چند دیگر جوانوں کو لے کر وہ فوراً جبل شدت میں البارس کے قلعے کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ یہ قلعہ جبل الشدت میں بننے والے ایک برساتی نالے کے کنارے تھے۔ اسی دریا کے کنارے کنارے جو کوہستانی سلسلے میں ایک ندی نالے کی طرح بل کھاتا ہوا شمال کی طرف جاتا تھا۔ رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعہ البارس کی طرف بڑھے تھے۔ فضاؤں میں بارش اسی طرح جاری تھی۔ چاروں طرف سناٹے اور ہو کا عالم تھا۔ قلعہ البارس کے پاس جا کر رقیم بن خلاط نے مجاہد بن یوسف اور اپنے دیگر ساتھیوں کو روک دیا پھر مجاہد بن یوسف کے علاوہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

میرے رفیقو میرے ساتھیو! تم میں سے پانچ جوان یہیں اپنے سارے گھوڑوں کو۔ نے کر گھاٹ میں بیٹھے رہیں۔ باقی ساتھی اس قلعہ کے اطراف میں پھیل جائیں گے اور اگر قلعے کے اطراف میں کوئی پہرہ دینے والا ہو تو اس کا خاتمہ کر دیں گے۔ صرف میں اور مجاہد بن یوسف قلعہ کے صدر دروازے کی طرف جائیں گے اور قلعہ میں داخل ہو کر ارغون کی ریاست کی ملکہ سوزان اور شہزادی روطہ کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔ اب آؤ اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔

سنو میرے ساتھیو! گو بارش بے سردی ہے زمین کچھڑ سے اٹی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ تھوڑی دیر تک جھک جھک کر آگے بڑھو اس کے بعد ہمیں زمین پر لیٹ کر آگے بڑھنا ہوگا تم سب کے پاس جو چمڑے کی چادریں ہیں انہیں اپنے اوپر ڈال لو تاکہ تم سردی اور بارش سے محفوظ رہ سکو، آؤ اپنے کام کی ابتداء کریں۔

اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط کے کچھ ساتھی گھوڑوں کی حفاظت کے لیے وہیں رہ گئے اور وہ سارے گھوڑوں کو لے کر درختوں کے ایک جھنڈ کی اوٹ میں ہو گئے تھے جبکہ باقی جوانوں کو لے کر رقیم بن خلاط آگے بڑھا۔ تھوڑی دیر تک وہ جھک جھک کر فاصلے کو سینٹے رہے جب وہ قلعہ کے بالکل قریب پہنچ گئے تب وہ زمین پر لیٹ گئے تھے۔ رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف قلعہ کے صدر دروازے کی طرف گئے تھے جبکہ باقی دیگر ساتھی قلعے کے اطراف میں پھیل گئے تھے۔ پھر ان کی آن میں ایک انقلاب برپا ہوا۔

وہ اس طرح کہ رقیم بن خلاط کے ساتھی سانپ کی طرح رینگ کر چلتے ہوئے قلعہ کے اطراف میں گئے اور جس قدر قلعہ کے اطراف میں محافظ تھے ان سب کا انہوں نے خاتمہ کر دیا اور پھر وہ قلعہ کے چاروں طرف گھوم پھر کر ایک طرح سے پہرا دینے لگے تھے۔

دوسری طرف رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف لیٹ کر رینگتے ہوئے قلعہ کے صدر دروازے کے قریب آئے ان دونوں نے دیکھا کہ قلعہ کے صدر دروازے کے عین سامنے آگ کا ایک الاؤ روشن تھا اور اس کے گرد پانچ جوان بیٹھے اپنے آپ کو گرم رکھنے کے ساتھ ساتھ صدر دروازے پر پہرا بھی دے رہے تھے۔ رقیم بن خلاط ایک جگہ رک گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے مجاہد بن یوسف بھی رک گیا تھا۔ پھر رقیم بن خلاط اپنا منہ مجاہد بن یوسف کے کان کے پاس لے گیا پھر راز دارانہ سرگرمی کی۔

سن مجاہد میرے بھائی! سامنے دیکھ آگ کا الاؤ روشن ہے اور اس الاؤ کے گرد قلعہ کے پانچ محافظ بیٹھے پہرا دے رہے ہیں۔ دیکھ اپنی کمان سنبھال اور چلے میں تیر لگا میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ دو تیر تو چلا اور دو ہی تیر میں چلاؤں گا۔ لیکن نشانہ خطا نہیں جانا چاہئے۔ اس طرح پانچ میں سے دو کو تیرے تیروں کا شکار ہونا چاہئے اور دو کو میرے تیروں کی وجہ سے موت سے بھٹکیر ہو جانا چاہئے۔ اب باقی پانچوں بچے گا اسے کچھ نہیں کہنا۔ اسے میں زندہ پکڑ کر اس سے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آؤ اب اپنے کام کی ابتداء کریں۔

رقیم بن خلاط کے کہنے پر مجاہد بن یوسف فوراً حرکت میں آیا اپنی پیٹھ پر لٹکی ہوئی کمان اس نے سنبھالی پیٹھ پر بندھے ہوئے ترکش سے اس نے صرف دو ہی تیر نکالے اور ایک چلے پر چڑھایا۔ دوسری طرف رقیم بن خلاط بھی ایسا ہی کر چکا تھا۔ پھر دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے بعد جو تیر چلائے تو ان دو تیروں سے دو محافظ چھد کر رہ گئے۔ باقی بچنے والے تینوں محافظ بدحواس ہو کر اپنے زخمی ساتھیوں کی طرف بڑھے تھے اتنے میں رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف کی طرف سے دو اور سنسناتے ہوئے تیر آئے اور دو اور محافظ زمین پر گر کر لوٹنے لگے تھے۔ ایسا ہونا تھا کہ رقیم بن خلاط اپنی جگہ سے اٹھ کر صدر دروازے کی طرف

بھاگ کھڑا ہوا مجاہد بن یوسف بھی اس کے پیچھے پیچھے صدر دروازے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ پانچواں اور آخری محافظ اور پہریدار اپنے ساتھیوں کے کام آنے پر ابھی تک بدحواس اور عجیب سے انداز میں کبھی اپنے مرنے والے ساتھیوں اور کبھی سامنے تاریکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسے میں ایک طرف سے ایک دم رقیم بن خلاط نمودار ہوا پانچویں محافظ نے اسے دیکھ لیا تھا اور اپنی تلوار بے نیام کر کے حملہ آور ہونا ہی چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک رقیم بن خلاط نے اس پر حسرت لگالی اور اسے زمین پر گرا کر اس نے دبوج لیا تھا۔ اتنی دیر تک مجاہد بن یوسف آگے بڑھا اور اس پہریدار سے اس کی تلوار اور خنجر چھین کر اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ پھر رقیم بن خلاط نے اپنے لباس کے اندر سے رسی نکالی اور اس محافظ کے دونوں ہاتھ کس کر اس نے پشت سے باندھ دیئے تھے۔ ایسا کرنے کے بعد رقیم بن خلاط نے اس محافظ کو اٹھا کر بٹھایا پھر اپنا خنجر نکال کر اس نے اس کی گردن پر رکھا اس کے بعد تھکمانہ انداز اور کھولتے ہوئے انداز میں اس محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے رقیم بن خلاط نے پوچھا۔

دیکھ اگر تو نے چیخنے چلانے یا زور سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تو سن رکھ میں رات کی اس تاریکی اور ستائے میں تیرا حلقوم کاٹ کے رکھ دوں گا اور سن میرے دو سوالوں کا جواب دے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ چالنی ارغون جیسی اول کی ملکہ سوزان اور شہزادی روطہ جو البارس نام کے اس قلعہ میں اسیر ہیں وہ کس کمرے میں ہیں اور میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس قلعہ میں تمہارے مزید کتنے ساتھی ہیں اور وہ کہاں ہیں۔

رقیم بن خلاط کے ان دونوں سوالوں کے جواب میں محافظ نے جب خاموشی اختیار رکھی اور کوئی جواب نہ دیا تب رات کی تاریکی میں غصے اور غضبناکی میں رقیم بن خلاط کی حالت آگ کے دھمکتے ہوئے انگاروں جیسی ہو کر رہ گئی تھی پھر کوئی فیصلہ کرتے ہوئے اس نے اپنے خنجر کی دھار پر تھوڑا سا دباؤ ڈالا اور ایسا کرنا تھا کہ اس محافظ کی گردن پر زخم آگیا جس سے خون بہنے لگا اس پر وہ محافظ سسکارتے ہوئے چونک سا پڑا اور منت کرنے کے انداز میں وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ لہذا میں نہیں جانتا تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ بہر حال تم میرا حلقوم مت کاٹو جو کچھ تم پوچھتے ہو میں بتاتا ہوں اس پر رقیم نے پوچھا بتاؤ سوزان اور روطہ کس کمرے میں ہیں اس پر وہ محافظ بولا اور کہنے لگا۔ صدر دروازے میں داخل ہونے کے بعد سیرھیاں آتی ہیں۔ سیرھیوں کے ذریعے اوپر جاؤ تو دائیں طرف ایک راہداری ہے اس راہداری میں جو پہلا کمرہ ہے اس کے اندر سوزان اور روطہ کو اسیر رکھا گیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اس محافظ کو رک جانا پڑا کیونکہ رقیم بن خلاط پھر بیچ میں بولا اور کہنے لگا۔

سن اگر تو نے اس معاملے میں دھوکہ دہی سے کام لیا یا غلط بیانی کی تو سن رکھنا میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جس کمرے کی تم نے نشاندہی کی ہے جس میں سوزان اور روطہ ہیں اس کمرے تک میں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا اور اگر وہاں سوزان اور روطہ نہ ہوں تو سنو، میں وہیں راہداری میں تیرا پیٹ چاک کر کے تیری لاش کو نیچے پھینک دوں گا۔ اس پر وہ محافظ چونک سا پڑا اور کہنے لگا۔

دیکھ اجنبی میں نہیں جانتا کہ تم لوگ کون ہو لیکن یہ معاملہ نہ کرنا یقیناً میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اس راہداری میں آگے جا کر جو آخری کمرہ ہے اس میں سوزان اور روطہ کو قید رکھا گیا ہے۔ یہ نیا جواب سن کر رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی پھر اس نے دوسرا سوال کیا۔

اب بتاؤ تمہارے دوسرے ساتھی کہاں اور کس جگہ ہیں اس پر وہ محافظ بولا اور کہنے لگا جس کمرے کی میں نے پہلے تمہیں نشاندہی کی تھی اس کمرے میں میرے باقی ساتھی سردی اور بارش سے بچنے کے لئے سو رہے ہیں۔

اس محافظ کا یہ جواب سن کر رقیم بن خلاط خاموش ہو گیا تھا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے مجاہد بن یوسف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ میرے بھائی، میرے عزیز! اس کے منہ پر کپڑا باندھ دو۔ رقیم بن خلاط کا یہ حکم سن کر مجاہد بن یوسف فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے لباس کے اندر سے اس نے ایک چھوٹا سا انگو چھا نکالا اور اسے کس کر محافظ کے منہ پر باندھ دیا تھا رقیم بن خلاط ایک بار پھر اس محافظ کو مخاطب کر کے کہنے لگا اب اٹھ صدر دروازہ کھولو اس کمرے تک ہمارے آگے آگے چلو جس میں سوزان اور روطہ کو بند رکھا گیا ہے۔

اس پر وہ محافظ اٹھ کھڑا ہوا اپنے مرنے والے ساتھیوں میں سے ایک کی جیب سے اس نے صدر دروازے کے قفل کی چابی نکالی قفل کھول کر اس نے دروازہ کھولا پھر وہ رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف سے آگے آگے چل پڑا۔ قلعہ میں داخل ہونے کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنی تلوار بے نیام کر لی اور اسے اس محافظ کی پیٹھ پر رکھ دیا تھا۔ رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے مجاہد بن یوسف بھی اپنی تلوار بے نیام کر چکا تھا۔ وہ محافظ جواب اپنی پشت پر رقیم بن خلاط کی تلوار کی چھن محسوس کر رہا تھا۔ خاموشی سے سیرھیاں چڑھا۔ دائیں طرف مڑا پہلے دروازے پر ہی رقیم بن خلاط نے اسے رک جانے کو کہا۔ جب وہ محافظ رکا تب رقیم بن خلاط نے وہ دروازہ آہستہ آہستہ آواز پیدا کئے بغیر کھولا تو اس نے دیکھا اندر بہت سے محافظ گہری

نہیں سوئے ہوئے تھے اس صورتحال پر رقیم بن خلاط خوش ہو گیا۔ دروازہ پہلے کی طرح اس نے بند کیا پھر دروازے کے باہر اس نے زنجیر لگا دی تھی۔

اس کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنی تلوار کی تیز نوک دوبارہ محافظ کی پیٹھ پر رکھی اور سرگوشی میں اس سے کہا اب آگے بڑھو اور اس کمرے کی طرف چلو جس میں سوزان اور روطہ ہیں۔ محافظ چپ چاپ آگے چل دیا آخری کمرے کے سامنے جا کر وہ رک گیا۔ رقیم بن خلاط نے دیکھا اس کمرے میں چھوٹی چھوٹی دو مشعلیں روشن تھیں۔ جنہوں نے کمرے کے سارے ماحول کو روشن کر دیا تھا اور کمرے کے فرش پر دو بستر لگے ہوئے تھے جن میں کوئی سویا ہوا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کمرے میں جلنے والی مشعلوں کی روشنی ہلکی ہلکی باہر بھی آرہی تھی۔ اس روشنی میں رقیم بن خلاط نے مجاہد بن یوسف کو عجیب سا اشارہ کیا یہ اشارہ پاتے ہی مجاہد بن یوسف کے چہرے پر مہرمانہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اپنی تلوار کو حرکت میں لایا اور اس محافظ کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

مجاہد بن یوسف کے ہاتھوں قتل ہونے والے محافظ کی لاش جب فرش پر گر گئی تو اس سے ایک آواز پیدا ہوئی اس آواز سے کمرے میں جو کوئی سوئے ہوئے تھے وہ اٹھ کھڑے ہوئے کمرے میں جلتی دونوں مشعلوں کی روشنی میں رقیم بن خلاط نے دیکھا بستروں سے نکلنے والی ایک معمر خاتون اور ایک بالکل نو عمر لڑکی تھی۔ سب سے پہلے وہ نو عمر لڑکی بھاگتی ہوئی لوہے کی سلاخوں سے بنے ہوئے دروازے کی طرف آئی تھی جو بند تھا اور جس کے باہر قفل لگا ہوا تھا۔ کمرے کی روشنی میں رقیم بن خلاط نے دیکھا اس لڑکی کا چمکتا گلابی جسم، صندلی پیکر اور لمس سے عاری بدن اپنے کنوارے پن میں مہکتی خوشبو کا ایک جھونکا تھا۔

رقیم بن خلاط نے یہ بھی دیکھا کہ اس لڑکی کا روپ لذت و صل کی بے کلی اور منزل بے نشان کی کک جیسا تھا۔ اس کا سندر پن ان سنے گیتوں کی نغمگی اور محبت کے ان لکھے حروف کی مانند تھا وہ جیون کے ساگر میں خیالوں کی نئی دنیا کی طرح پرکشش تھی۔ اس نو عمر نوخیز اور اچھوٹی لڑکی کی خوشنمائی خواب زاد یوں کے فیروزہ پر تو اور دو دھیا چاندنی کے در و بام جیسی تھی۔ رقیم بن خلاط نے یہ بھی دیکھا کہ اس لڑکی کے عناب کی کھلتی کلیوں سے ہونٹ شہاب گلاب انگ نگاہ خوشرو، صندلی بازو، گلابی بدن اسے محبت کا خمار رسیلی میٹھی پھوار اور تنگی کے سبک اڑاں جیسا بنائے ہوئے تھے۔ نیند سے جاگنے کی وجہ سے اس کے حسن میں ست رنگی خوش آب دھنک کے آنچل کی سی خمار انگیزی رچ بس گئی تھی۔

دروازے پر آکر وہ لڑکی رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ رقیم بن

خلاط نے بولنے میں پہل کی اور کہنے لگا۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو تم شہزادی روطہ اور تمہارے ساتھ تمہاری ماں سوزان ہے۔ اتنی دیر تک سوزان بھی قریب آگئی تھی اور وہ بڑی حیرت اور پریشانی سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی تمہیں کیسے خبر ہوئی کہ میں سوزان ہوں اور یہ میری بیٹی روطہ ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔ میں تم دونوں ماں بیٹی کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں اور تم دونوں کو اس زندان سے نکالنے کے لئے آیا ہوں۔

رقیم بن خلاط کے منہ سے یہ الفاظ سن کر روطہ کا جسم ریشم کی طرح مہک اٹھا تھا اس کی آنکھوں کے نیلم سیارے چمک اٹھے تھے اور وہ روشنی کے تازہ موسم کی طرح ہو کر رہ گئی تھی۔ اس موقع پر اس کے تپتے ہونٹوں کی کشمکش میں کہنے کے لئے بے شمار الفاظ پھل رہے تھے۔ پھر اس نے شاید ان الفاظ کو جمع کیا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کرتے ہوئے وہ اپنی مناس اور شہد سے بھر پور آواز میں کہنے لگی۔

تمہارا اندازہ درست ہے میں ارغون کی شہزادی روطہ اور میرے ساتھ میری ماں سوزان ہے پر یہ تو کہو گیا ہم دونوں ماں بیٹی یہ جان سکتی ہیں کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو اور یہاں سے نکال کر ہمیں کہاں لے جاؤ گے؟ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا میں تم دونوں ماں بیٹی کو یہاں سے نکال کر غریب کی طرف لے جاؤں گا۔ یہ جواب سن کر سوزان اور روطہ کے چہرے خوشی میں مہک اٹھے تھے اب سوزان بولی اور پوچھنے لگی۔

دیکھ بیٹے میں پہلے ہی سے تیرا شکر یہ ادا کرتی ہوں کہ تو ہم دونوں ماں بیٹی کو اس زندان سے نکالنے کے لئے آیا پر یہ تو کہو تم کون ہو اس پر رقیم بن خلاط اداسی کے عالم میں بولا اور کہنے لگا۔

میرے متعلق آپ کا جانتا کچھ زیادہ اہم نہیں یوں سمجھ لیں کہ میں کالے لفظوں کا خنجر معیض کا فرمان، سوکھا ساون اور بے موسم کی برسات ہوں۔ بس میں کسی کے کہنے پر تم لوگوں کو یہاں سے نکال کر غریب پہنچانا چاہتا ہوں۔

اس بار روطہ بولی اور پوچھنے لگی۔ آپ کس کے کہنے پر یہ کام کر رہے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔ بس یوں جانو میرا ایک آقا ہے اس نے ہی مجھے حکم دیا ہے کہ تم دونوں ماں بیٹی کو البارس نام کے اس قلعے سے نکال کر غریب شہر سے ملحقہ کوہستانی جبل ارج میں پہنچا دیا جائے۔

رقیم بن خلاط کا یہ عجیب سن کر روطہ الجھ سی گئی اس کے چہرے پر پریشانی اور دکھ کے آثار نمودار ہوئے پھر وہ بولی اور پوچھنے لگی۔ کیا آپ کسی کے غلام ہیں اور آپ کے آقا نے آپ کو

ہماری رہائی کے لئے اس طرف روانہ کیا ہے اس پر رقیم بن خلاط دھیمی مدھم اور دکھیا سی آواز میں کہنے لگا بس یوں ہی سمجھ لیں کہ میں اور میرا ساتھی دونوں ہی کسی کے غلام ہیں اور ہمارے آقا نے ہم دونوں کو تمہاری رہائی کے لئے اس طرف روانہ کیا ہے۔ اس پر روطہ بولی اور کہنے لگی کیا ہم تمہارے آقا کا نام جان سکیں گے۔ رقیم بن خلاط کہنے لگا نہیں میں اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتا۔ میرے ذمہ صرف یہ کام ہے کہ آپ کو اس زندان سے نکالا جائے اور پھر غریب پناہ کا حیلہ کیا جائے۔

اس بار روطہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

مجھے امید ہے کہ تم دونوں مل کر ہمیں اس زندان سے تو نکال لو گے لیکن یہ کیونکر ممکن ہو گا کہ تم ہم ماں بیٹی کو ارغون کی نصرانی ریاست کے علاوہ تھیالیہ کی بھی عیسائی ریاست سے نکال کر غریب پناہ پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا آپ دونوں ماں بیٹی کو یہاں سے غریب پناہ پہنچانا آپ کی پریشانی نہیں یہ ہمارا کام ہے اور ہم اپنے کام کو انجام دینا خوب جانتے ہیں۔ اس پر روطہ نے پھر پوچھا اگر اس معاملے میں ارغون کا حاکم جینی اول اور تھیالیہ کا حکمران فرولندہ آڑے آئے، تب اس پر رات کی تاریکی میں رقیم بن خلاط نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔

تم دونوں ماں بیٹی یوں جانو کہ اس وقت ارغون کا حاکم جینی اول میری بائیں مٹھی میں اور تھیالیہ کا حکمران فرولندہ میری دائیں مٹھی میں ہے۔ اگر انہوں نے تم دونوں کو دوبارہ گرفتار کرنے کی کوشش کی اور اذیت میں رکھنا چاہا تو یقین رکھو میں کالے تہر کی صورت اور پیلے موسموں کی دھوپ کی طرح ان کے خلاف حرکت میں آؤں گا اور جس طرح سلگے صحراؤں کو بجز جلتی ریت، تشہ جراثیم کی طرح سبز و زاروں کو نگل جاتی ہے اس طرح میں بھی ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تمہیں یہاں سے نکال کر غریب پناہ پہنچاؤں گا۔

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد رقیم بن خلاط بولا اور پوچھنے لگا۔

کیا تم دونوں ماں بیٹی بتا سکتی ہو کہ جو قفل زندان کے اس کمرے کو لگا ہوا ہے اس کی چابی کس کے پاس ہے اس پر روطہ فوراً بولی اور کہنے لگی جو سیرھیوں سے چڑھ کر آپ لوگ آئے ہیں ان سیرھیوں کے بائیں جانب جو راہداری ہے وہاں سیاہ لکڑی کا ایک تختہ ہے جس میں بہت سی چابیاں لٹکی رہتی ہیں اس کمرے کی چابی بھی وہیں ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط مجاہد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا تم یہیں کھڑے رہو محتاط رہنا اپنے چاروں طرف نگاہ رکھنا میں اس قفل کی چابی لے کر آتا ہوں۔ مجاہد بن یوسف نے اثبات میں سر ہلا دیا اس کے بعد رقیم بن خلاط بھاگتا ہوا بائیں طرح چلا گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد رقیم بن خلاط لوٹا اس کے

پاس ڈھیر ساری چابیاں تھیں۔ وہ باری باری قفل میں چابیاں ڈال کر قفل کھولنے کی کوشش کرنے لگا تھا تھوڑی دیر بعد قفل کھل گیا قفل کھلتے ہی سوزان اور روطہ بھاگتی ہوئی کمرے کے وسطی حصے کی طرف گئیں کمرے کے اندر انہوں نے اپنا سارا سامان دو گتھریوں میں باندھ لیا پھر وہ دروازے پر آئیں پھر روطہ بولی اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

تم دونوں ماں بیٹی خاموشی سے ہم دونوں کے پیچھے پیچھے آؤ تمہیں کچھ نہیں کرنا اس قلعے سے نکل کر ہم جنوب کی طرف جائیں گے وہاں میرے کچھ ساتھی کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس گھوڑے ہیں انہی گھوڑوں پر بیٹھ کر ہم یہاں سے بھاگ نکلیں گے۔ اس پر روطہ خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگی۔

رات ختم ہونے والی ہے صبح جب طلوع ہوگی تو کوئی نہ کوئی ہمیں دیکھ لے گا پھر ہمارا بھاگنا مشکل ہو جائے گا اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ دیکھ لڑکی یہ تیرے سوچنے کی بات نہیں یہ ہمارا معاملہ ہے ہم تم دونوں ماں بیٹی کو غریب پناہ پہنچانے کا عہدہ کر چکے ہیں اور ہم اپنے عہد کو پورا کریں گے۔ بس خاموشی سے تم دونوں ماں بیٹی ہمارے پیچھے پیچھے آؤ۔

روطہ نے مزید کچھ بھی نہ کہا پس دونوں ماں بیٹی رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف کے پیچھے پیچھے ہوئی تھیں۔ وہ سیرھیوں کے پاس آئیں تو قلعے کے اندر ایک شور ایک واویلہ اور کھرام سا اٹھ کھڑا ہوا تھا لگتا تھا جیسے ان گنت لوگوں نے رقیم بن خلاط مجاہد بن یوسف، سوزان اور روطہ کو دیکھ لیا ہوا اور وہ انہیں دیکھتے ہی چلا پڑے ہوں۔ اس شور اور ان کریناک آوازوں میں رقیم بن خلاط، مجاہد بن یوسف، سوزان اور روطہ تقریباً بھاگتے ہوئے قلعے کی سیرھیاں اتر کر صدر دروازے کی طرف جا رہے تھے۔

صدر دروازے سے باہر نکلنے کے بعد رقیم بن خلاط نے مجاہد بن یوسف کو مخاطب کر کے کہا دیکھ میرے بھائی میرے عزیز قلعے کے اطراف میں جو اپنے ساتھی پھیلے ہوئے ہیں انہیں یہاں بلاتا کہ یہاں سے کوچ کیا جاسکے۔ رقیم بن خلاط کے ان الفاظ کے ساتھ ہی مجاہد بن یوسف حرکت میں آیا اور اس نے اپنے حلق سے ایک مخصوص چیخ بلند کیا اس چیخ کے جواب میں تھوڑی دیر بعد قلعے کے اطراف میں پھیلے ہوئے رقیم بن خلاط کے سارے ساتھی وہاں جمع ہو گئے تھے انہیں رقیم بن خلاط مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میرے ساتھیو ہم اپنے کام کی تکمیل کر چکے ہیں۔ اس قلعے سے ہمیں ارغون کی ملکہ سوزان اور شہزادی روطہ کو نکالنا تھا اور وہ دونوں اس وقت تمہارے سامنے کھڑی ہیں آؤ اب یہاں سے کوچ کریں۔

اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف سوزان اور روطہ کو لے کر اس سمت چل دیئے جہاں وہ اپنے ساتھیوں کی نگرانی میں اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر آئے تھے۔

بارش اب ختم چلی تھی آسمان پر جگہ جگہ سے بادل چھٹ گئے تھے مشرقی سمت سے بھی آسمان کا کچھ حصہ خالی ہو گیا تھا اور وہاں سپیدہ سحر کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔ اپنے گھوڑوں کی طرف جاتے جاتے رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف دونوں خاموش تھے اتنے میں روطہ بڑی تیزی سے آگے بڑھی۔ رقیم بن خلاط کے قریب آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سن ہمارے محسن میں دیکھتی ہوں تم اور تمہارے سارے ساتھیوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ رکھا ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم دونوں ماں بیٹی تمہارا چہرہ ہی دیکھ سکیں۔ تم ہمارے محسن ہو۔ ہمارے مربی ہو۔ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہمیں اس قید اور اسیری سے نجات دلانے والا کون ہے۔ ہم اپنی اس رہائی پر کس کا شکریہ ادا کریں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ ارغون کی شہزادی مجھے جو حکم ملا تھا اس کے مطابق میں نے کیا ہے۔ تمہیں اور تمہاری ماں کو اس قلعے سے رہائی دلانا میرے فرائض میں شامل کیا گیا تھا اور میں اپنے فرائض ہی کی تکمیل میں لگا ہوا ہوں۔ جہاں تک میرے اور میرے ساتھیوں کے چہرے ڈھانپنے کا تعلق ہے

تو سنو۔ ہم عجیب سے لوگ ہیں اور ہم اپنے چہروں کو تم دونوں ماں بیٹی پر عیاں نہیں کریں گے۔ اس معاملے میں تم ہم سے بحث نہ کرو اور ضد مت کرنا۔ جہاں تک اس رہائی کے لئے شکریہ ادا کرنے کی بات ہے تو شکریہ اپنے رب کا ادا کرو جس نے تمہیں نصرانیت سے نکال کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت عطا کی۔ میں اس خداوند قدوس کا ایک عاجز اور انکسار پسند بندہ ہوں۔ تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں شاید ابھی وقت نہیں کہ میں تم پر اپنا آپ ظاہر کروں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی وقت ایسا آئے کہ میں تم پر ظاہر کر سکوں کہ میں کون ہوں۔ میں کیا تھا اور میری اصلیت کیا ہے۔

رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر روطہ بیچاری چپ اور اداس سی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ درختوں کے اس جھنڈ کے پاس آگئے جہاں رقیم بن خلاط کے ساتھی گھوڑوں کی نگرانی کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی رقیم بن خلاط نے اپنے ساتھیوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ پھر رقیم بن خلاط نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دیکھ ارغون کی شہزادی، تم دونوں ماں بیٹی میرے اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔ میں اور میرا دوسرا ساتھی دوسرے گھوڑے پر بیٹھ جائیں گے۔ اس پر روطہ نے احتجاج کرنے کے انداز میں کہا۔ دیکھ میرے محسن تو دوسری بار مجھے ارغون کی شہزادی کہہ کر مخاطب کر رہا ہے۔

سن میرے محسن۔ میرے مربی! میرا ارغون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ نصرانی ہیں میں مسلمان ہوں۔ تم یہاں تو میرے نام سے مخاطب کر کے مجھے پکار سکتے ہو۔ پر مجھے ارغون کی بیٹی یا ارغون کی شہزادی کہہ کر مت پکارنا۔ میرا تعلق اب ارغون سے نہیں مسلمانوں کی سلطنت غرناطہ سے ہے۔ اس لحاظ سے تم اگر میرا نام نہیں لینا چاہتے تو مجھے کم از کم تم غرناطہ کی بیٹی ہی کہہ کر مخاطب کر لیا کرو۔ اس پر رقیم بن خلاط نے معذرت طلب آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ میں اپنے رویے پر نادم ہوں اور وعدہ کرتا ہوں۔ کہ آج کے بعد میں تمہیں غرناطہ کی بیٹی ہی کہہ کر پکارا کروں گا۔ سن غرناطہ کی بیٹی اپنی ماں کے ساتھ اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ اور پھر یہاں سے کوچ کریں۔ گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے روطہ کو شاید کچھ یاد آ گیا تھا اور وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

جس وقت ہم قلعے سے بھاگے تھے اس وقت قلعے کے اندر بہت سے لوگوں کا شور اور غوغا بلند ہوا تھا۔ میں آپ سے یہ پوچھنا بھول ہی گئی کہ وہ شور کیسا تھا۔ اس پر رقیم بن خلاط ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔ دیکھ غرناطہ کی بیٹی۔ قلعے کے جو محافظ صدر دروازے کے باہر پہرہ دے رہے تھے ان کا میں نے اور میرے ساتھی نے خاتمہ کر دیا تھا باقی محافظ قلعے کے اوپر پہلے کمرے میں سو رہے تھے میں چاہتا تو اپنے ساتھی کے ساتھ سوتی حالت میں ان سب کا خاتمہ

کر سکتا تھا پر میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے ان کے کمرے کو باہر سے زنجیر لگا دی تھی۔

میرے خیال میں جس وقت تم دونوں ماں بیٹی کو لے کر وہاں سے بھاگ رہا تھا کمرے میں بند سارے لوگ جاگ اٹھے تھے اور دروازہ باہر سے بند یا کروہ شور اور واویلا کرنے لگ گئے تھے۔ رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر روطہ ٹھنڈا مطمئن ہو گئی تھی پھر وہ دونوں ماں بیٹی رقیم بن خلاط کے گھوڑے پر سوار ہو گئیں۔ رقیم مجاہد بن یوسف کے ساتھ اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا پھر وہ درختوں کے اس جھنڈ سے نکلے اور اس قریبی نالے کی طرف گئے جو جنوب کی سمت میں بہتا ہوا ادھر جاتا تھا۔ جہاں رقیم بن خلاط کے ریوڑ نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

برساتی نالے میں آ کر رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھی اپنے گھوڑوں کو کنارے کے ساتھ ساتھ پانی کے اندر بھگانے لگے تاکہ سورج طلوع ہونے کے بعد اگر کوئی ان کے گھوڑوں کا کھوج لگانا چاہے تو نہ لگا سکے۔ اس طرح کنارے کے ساتھ ساتھ رقیم بن خلاط اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سوزان اور روطہ کو لے کر بڑی تیزی سے جنوب کی سمت بڑھ رہا تھا۔

○

آسمان پر بادل اب بڑی تیزی سے چھٹتے جا رہے تھے۔ مشرق سے سورج طلوع ہونے کے قریب تھا۔ ایک جگہ جہاں بڑی بڑی چٹانیں سپاٹ انداز میں پھیلی ہوئی تھیں وہاں رقیم بن خلاط نے اپنے گھوڑے کو روک لیا پھر وہ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرے عزیزو میرے بھائیو! مشرق سے سورج طلوع ہونے والا ہے آؤ باری باری ان چٹانوں پر فجر کی نماز ادا کریں پھر آگے بڑھتے ہیں۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط نے بڑی دھیمی اور راز دارانہ آواز میں کہا آدھے ساتھی پہلے نماز پڑھتے ہیں۔ آدھے ساتھی ارد گرد کھڑے ہو کر نگاہ رکھیں کہ کوئی ادھر نہ آئے پھر دوسرے ساتھی بھی نماز پڑھ لیں گے اور سنو اب ہمارا پڑاؤ یہاں سے بالکل قریب ہے نماز ادا کرنے کے بعد میں پڑاؤ کی طرف چلا جاؤں گا اور تم ان دونوں ماں بیٹی کو میرے بعد پڑاؤ کی طرف لے جانا۔ انہیں کسی بھی صورت یہ پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ میں اس پڑاؤ کا امیر ہوں۔ اور یہ کہ پڑاؤ کہ سب لوگ نصرانی نہیں مسلمان ہیں۔ میرے خیال میں جوں ہی تم ان ماں بیٹی کو لے کر پڑاؤ میں داخل ہو گے منذر بن طریف نے ان کے قیام اور کھانے پینے کا سارا انتظام مکمل کر دیا ہوگا اس لئے کہ میں ان سے متعلق اسے ہدایات جاری کر کے گیا تھا۔

اس کے بعد رقیم بن خلاط کسی قدر بلند آواز میں بولا آؤ ان چٹانوں پر نماز ادا کریں۔ رقیم کے اس فیصلے کے تحت اس کے آدھے ساتھی ان سپاٹ چٹانوں کے اطراف میں بلند جگہوں پر

کھڑے ہو کر پہرہ دینے لگے۔ جبکہ رقیم بن خلاط مجاہد بن یوسف اور ان کے چند اور ساتھی لے کے کنارے بیٹھ کر بڑی تیزی کے ساتھ وضو کرنے لگے تھے۔

سوزان اور روطہ دونوں ماں بیٹی رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھیوں کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھیں۔ دونوں ماں بیٹی ایک چٹان پر بیٹھ گئی تھیں۔ رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھی وضو کرنے کے بعد ان کے قریب ہی ایک چٹان پر فجر کی نماز ادا کرنے لگے تھے۔ جس وقت وہ نماز ادا کر رہے تھے۔ اس وقت روطہ بولی اور اپنی ماں سوزان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دیکھ میری ماں یہ بات یہ انکشاف خوش آئند ہے کہ ہمیں جنہم کی اس قید سے نکالنے والے مارے مسلمان بھائی ہیں۔ ماں میرا خیال ہے قدرت پوری طرح ہماری رہبری اور مدد پر آمادہ ہے۔ دیکھ میری ماں مجھے افسوس ہے تو اس بات کا یہ جتنے ہمارے محسن ہیں ان سب نے اپنے پیروں کو ذہانپ رکھا ہے۔ میرے خیال میں وہ جوان جو ہمیں قلعہ کے اوپر سے لے کر آیا تھا وہ ان سب کا سر بر آوردہ اور سرخیل ہے۔ وہ اپنا نام تک ہم پر ظاہر نہیں کر رہا۔

یہاں تک کہنے کے بعد روطہ چونک سی پڑی اس لئے کہ اسی وقت رقیم بن خلاط سجدے میں گیا تھا اس کے پاؤں کی طرف دیکھتے ہوئے روطہ پریشان اور بھیجی ہوئی مشعل کی طرح داس ہو گئی تھی۔ پھر وہ اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ماں یہ جو ہمارا سب سے بڑا محسن ہے جس نے ہمیں اسیری کے اس کمرے سے نکالا اس کے پاؤں کی طرف دیکھ۔ اس کے پاؤں جگہ جگہ سے جملے ہوئے ہیں۔ سوزان نے جب پاؤں کی طرف دیکھا تو اس وقت وہ پہلا سجدہ ختم کر کے بیٹھ چکا تھا جوں ہی وہ دوسرے سجدے میں گیا دونوں ماں بیٹی اس کے پاؤں کو پھر غور سے دیکھنے لگیں۔ رقیم بن خلاط کے پاؤں کو دیکھتے ہوئے سوزان بے چاری بھی پریشان ورمغوم ہو گئی تھی۔ پھر اس نے آہ بھری ہوئی آواز میں کہا۔

روطہ میری بیٹی۔ میری بیٹی۔ تیرا کہنا درست ہے اس کے پاؤں جگہ جگہ سے جملے ہوئے ہیں۔ دیکھ جب اس نے ہمارے ساتھ قلعے کے اندر گفتگو کی تھی تو اس کی گفتگو سے ظاہر ہوا تھا کہ یہ کسی کا غلام ہے اور کوئی اس کا آقا ہے۔ اس پر روطہ نے فوراً سوزان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

ماں کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ یہ غلام ہے اور اس کے آقا نے سزا دیتے ہوئے اس کے پاؤں جلا دیئے ہوں گے۔ اس پر سوزان بولی ہاں میری بیٹی میں یہی کہنا چاہتی تھی۔ اس پر روطہ کہنے لگی۔ نہیں ماں میرا دل نہیں مانتا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا اس کے آقا نے ہم دونوں ماں بیٹی کو البارس کے قلعے سے نکالنے کے لئے بھیجا ہے۔ وہ شخص جو مسلمانوں کا اس قدر ہمدرد اور قلعہ سے وہ اس جیسے بے مثال جوان پر کیوں ایسے بھیانک مظالم کرے گا۔ اس کے پاؤں

چلنے کی کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے ماں۔ یہاں تک کہتے کہتے روط کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ رفیم بن خلاط اور اس کے ساتھی نماز پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر وہ اطراف کے کوہستانی سلسلوں پر چڑھ گئے جو پہلے سے ان کے ساتھی پہرہ دے رہے تھے وہ نماز ادا کرنے لگے۔

جب وہ ساتھی بھی نماز ادا کر چکے تب رفیم بن خلاط حرکت میں آیا اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ نالے کے اندر اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ روط اور اس کی ماں سوزان دونوں اسے جاتے ہوئے بڑی پریشانی اور فکر مندی سے دیکھ رہی تھیں اس موقع پر بے چاری کچھ کہہ بھی نہ سکی تھیں۔ جب وہ نالے کے اندر اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب روط اور سوزان دونوں ماں بیٹی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس جگہ آئیں جہاں مجاہد بن یوسف اور اس کے ساتھی اپنے گھوڑوں کو پکڑے کھڑے تھے۔ روط مجاہد بن یوسف کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ کیا تو ہمیں بتا سکے گا کہ ہمارا وہ محسن جس نے ہمیں جہنم کی قید سے نجات دلائی کہاں چلا گیا تھا۔ میں اور میری ماں نے دیکھا۔ وہ ہمارے سامنے اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور اس نالے میں بھگا تا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔ کیا تم لوگ بتا سکتے ہو وہ کہاں گیا۔ اس کا تعلق کس سرزمین سے ہے۔ جواب میں مجاہد بن یوسف نے اپنا منہ کھول کر اپنی زبان دکھا دی۔ اس کی کئی ہوئی زبان دیکھ کر روط اور سوزان بے چاری دنگ رہ گئی تھیں۔

پھر روط بین کرتی ہوئی آواز میں اپنی ماں سوزان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ماں تو نے دیکھا اس بے چارے کی زبان کئی ہوئی ہے۔ یہ تو بول بھی نہیں سکتا۔ اس پر ایک اور جوان مجاہد بن یوسف کے قریب آیا اور روط اور سوزان کو مخاطب کر کہنے لگا۔ ہمارا اس طرح یوں کھڑے رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ آپ دونوں وہ سامنے والے سفید گھوڑے پر سوار ہو جائیں اور یہاں سے کوچ کریں۔ سوزان اور روط نے اس جوان سے کچھ نہ کہا دونوں ماں بیٹی اس گھوڑے پر سوار ہو گئیں اور ایک بار پھر سب نالے کے اندر ہی اندر جنوب کی طرف جارہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد جب وہ اپنے پڑاؤ کے قریب پہنچے تو مجاہد بن یوسف نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو روک جانے کے لئے کہا۔ اس لئے کہ ایک عورت اور اس کے ساتھ دو مسلح جوان ان کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی مجاہد بن یوسف کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر ان کے قریب آیا اس کے کچھ ساتھی بھی اپنے گھوڑوں سے اتر کر ان کے قریب آ گئے تھے۔ پھر ان دو محافظوں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

امیر کا حکم ہے تم سب اپنے اپنے گھوڑوں کو لے کر خیموں کی طرف چلے جاؤ۔ اب ان

دونوں ماں بیٹی کی حفاظت کرنا اور انہیں سنبھالنا ہمارا کام ہے۔

یہ بات سنتے ہی مجاہد بن یوسف اور اس کے سارے ساتھی اپنے گھوڑوں کو لے کر پڑاؤ کی طرف چلے گئے تھے۔ روط اور سوزان جو گھوڑے سے اتر چکی تھیں۔ یہ ساری کارروائی دیکھتے ہوئے دنگ اور پریشان کھڑی تھیں۔ اس پر ذہلی ہوئی عمر کی وہ عورت جوان محافظوں کے ساتھ آئی تھی آگے بڑھی سوزان اور روط کے قریب آئی اور محبت بھری آواز میں ان دونوں ماں بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

سنو۔ ارغون کی دونوں محترم خاتونو! میں تم دونوں کو اس پڑاؤ میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ اس پر روط بولی اور کہنے لگی دیکھ خاتون۔ میں تم سے پہلے یہ جاننا چاہوں گی کہ تم کون ہو اور یہ پڑاؤ کس کا ہے اور کس طرح ہم اپنی منزل تک پہنچ سکیں گے۔ اس پر وہ عورت بولی اور کہنے لگی تم دونوں ماں بیٹی کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یوں جانو کہ تم اپنوں کے اندر ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔ جو خیمہ تم دونوں ماں بیٹی کے قیام کے لئے تیار کیا گیا ہے اس میں آؤ وہاں بیٹھو اور پھر جو سوال بھی تم کرو گی اس کا جواب تم دونوں ماں بیٹی کو دوں گی۔

اس پر سوزان اور روط دونوں ماں بیٹی نے ایک بار پھر ایک دوسرے کی طرف بڑے غور سے دیکھا۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں دونوں ماں بیٹی نے کچھ فیصلہ کیا۔ پھر وہ اس عورت کے ساتھ ہوئیں۔ دونوں محافظ بھی ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔ اس طرح وہ پڑاؤ میں داخل ہوئے۔

وہ عورت سوزان اور روط کو پڑاؤ کے وسط میں ایک خالی خیمے کے اندر لے گئی۔ روط اور سوزان نے دیکھا وہ چمڑے کا نیا اور انتہائی خوبصورت خیمہ تھا۔ عورت انہیں لے کر خیمے میں داخل ہوئی اور دونوں محافظ خیمے کے دائیں بائیں پہرہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ روط اور سوزان جب خیمے میں داخل ہوئیں تو انہوں نے دیکھا میں کچی مٹی کے بنے ہوئے گول چولہے کے اندر آگ کے انگارے بھرے ہوئے تھے اور دو نرم بستر بھی خیمے میں لگے ہوئے تھے اور اس کے علاوہ کمرے میں ضرورت کا دوسرا سامان بھی موجود تھا۔

وہ عورت روط اور سوزان کو لے کر آگ سے بھرے ہوئے چولہے کے قریب بیٹھ گئی۔ روط اور سوزان دونوں ماں بیٹی سردی محسوس کر رہی تھیں۔ لہذا ان دونوں نے اپنے ہاتھ آگ کے انگاروں پر پھیلا دیئے۔ پھر روط بولی اور اس عورت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ خاتون پہلے تو اپنا نام بتا۔ اس کے بعد میں جو کچھ پوچھنا چاہتی ہوں پوچھوں گی۔ اس پر وہ عورت بولی۔ اور کہنے لگی۔ میرا نام لوبانہ ہے۔ پوچھو بیٹی تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔ اس پر روط بولی اور پوچھنے لگی۔

دیکھ لو بانہ سب سے پہلے میں تیرا شکر یہ ادا کرتی ہوں کہ تو نے ہمیں پڑاؤ میں خوش آمدید کہا۔ اور اب میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ یہ پڑاؤ کس کا ہے اور کس مقصد کے لئے ہمیں اس پڑاؤ میں لایا گیا ہے۔ اس پر جواب دینے سے پہلے لو بانہ نے کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

دیکھ بیٹی۔ یہ چرواہوں کا ایک پڑاؤ ہے ان کے پاس ہزاروں کی تعداد میں مختلف جانور ہیں جن کے ساتھ ہری ہری چراگاہوں کی تلاش میں یہ ہسپانیہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتے ہیں۔ یہ سب نصرانی ہیں اور انہوں نے جہاں اپنے ریوز چرانے کے لئے ارغون کے حاکم جیسی اول اور تختالیہ کے حکمران فرولندہ سے اجازت نامے حاصل کئے ہوئے ہیں وہاں انہوں نے غرناطہ کے مسلمان بادشاہ ابو الحسن سے بھی اس کے علاقوں میں اپنے ریوز چرانے کا اجازت نامہ حاصل کیا ہوا ہے۔ اس پر روطہ چونک کر بولی اور پوچھنے لگی۔

دیکھ لو بانہ پہلے تم یہ بتاؤ تم کیا ہو۔ نصرانی ہو یا مسلمان؟ لو بانہ فوراً بولی اور کہنے لگی الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔ اس پر روطہ پھر پوچھنے لگی۔

اگر یہ معاملہ ہے تو ان چرواہوں کا سردار جب اپنے اس ریوز کے ساتھ غرناطہ کی حدود میں داخل ہوتا ہوگا تو وہ اپنے عیسائی حکمرانوں کے لئے جاسوسی نہیں کرتا ہوگا۔ اس پر لو بانہ بولی اور کہنے لگی دیکھ بیٹی ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس پر روطہ ضد کرنے کے انداز میں کہنے لگی کیونکہ نہیں ہے۔ اس پر لو بانہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔ یہ ایک وقت طلب جواب ہے اس کا جواب میں تمہیں بعد میں دوں گی۔ تم خود ہی مان جاؤ گی کہ ان ریوزوں کا جو امیر اور سربراہ ہے وہ واقعی مسلمانوں کی جاسوسی نہیں کر سکتا۔ اس پر روطہ نے پھر پوچھا۔ اگر ریوز کے سارے محافظ اور ان کا سربراہ نصرانی ہیں تو تم نے مسلمان کی حیثیت سے ان کے اندر کیسے قیام کر رکھا ہے۔ یہ جو تمہارے ساتھ دو محافظ تھے وہ کون تھے۔ لو بانہ کہنے لگی۔

الحمد للہ وہ دونوں بھی مسلمان ہیں۔ ہم نے اس ریوز میں صرف تمہاری خاطر قیام کیا ہے۔ ہمارا اصل مقصد تم دونوں ماں بیٹی کو البارس کے قلعے سے نجات دلانا ہے۔ البارس کے قلعے سے نکالنے کے بعد تمہیں غرناطہ بچانا کوئی آسان کام نہ تھا لہذا ان چرواہوں کے سردار سے بات کی گئی اور وہ ایک بھاری رقم کے عوض تم لوگوں کو اپنے ریوز میں جگہ دینے پر آمادہ ہو گیا۔ اب یہ اپنے ریوز کے ساتھ پہلے ریاست ارغونہ کے مرکزی شہر سرقط کی طرف جائے گا وہاں یہ ریاست ارغونہ کے حکمران اور تمہارے باپ جیسی اول سے ملے گا۔ اس کے بعد اپنے ریوز کے ساتھ یہ وہاں سے کوچ کرے گا اور آہستہ آہستہ جگہ جگہ وادیوں اور کوہستانی سلسلوں میں اپنے ریوز کو چراتا و جنوب کی طرف غرناطہ کا رخ کرے گا۔ اس پر روطہ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اگر یہ شخص اپنے ریوز کے ساتھ سرقط کی طرف گیا تو ہم دونوں ماں بیٹی پہچان لی

جائیں گی اور پکڑ لی جائیں گی۔ کہیں ایسا نہ ہو ہم دونوں ماں بیٹی کو یہ میرے باپ کے حوالے کر کے اس سے بھاری رقم وصول کرے۔ اس پر لو بانہ بولی اور کہنے لگی مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کرو۔ میں مسلمان ہوں اور تم دونوں ماں بیٹی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر سکتی ہوں۔ یاد رکھنا ہم نے اس سے تم دونوں کی حفاظت اور غرناطہ پہنچانے کا معاملہ طے کیا ہے اور یہ کہ ہم نے اسے بھاری رقم دی ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ یہ شخص کسی بھی صورت تم دونوں ماں بیٹی کو جیسی اول کے حوالے نہیں کرے گا۔ اس سلسلے میں تم بالکل مطمئن رہو۔ تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی اس کے بعد روطہ بولی اور پوچھنے لگی۔

کیا تم بتا سکتی ہو کہ جس شخص نے ہمیں قلعے سے نکالا اس کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے۔ وہ کیوں ہمیں راستے میں چھوڑ کر جنوب کی طرف چلا گیا کیا تم بتاؤ گی وہ کہاں گیا ہے۔ اس پر لو بانہ بڑی عاجزی اور اعساری سے بولی۔

سن روطہ۔ میری بیٹی یوں جانو کہ جس شخص نے تمہیں البارس کے قلعے سے نکالا۔ وہ ایک انتہائی مخلص مجاہد اور عالم اسلام کا ایک انتہائی جانثار سپاہی ہے۔ بس اس کے ذمے یہی کام لگایا گیا تھا اور وہ اپنے کام کی تکمیل کے بعد یہاں سے جا چکا ہے۔ اس پر روطہ بولی اور پوچھنے لگی۔

پر میں نے تو تم سے پوچھا ہے اس کا نام کیا ہے اور کہاں گیا ہے۔ لو بانہ بولی دیکھ میری بیٹی۔ میں معذور ہوں مجھے اس کا نام اور وہ کہاں گیا ہے یہ بتانے کی قطعاً اجازت نہیں۔ صبر کرو۔ حالات عفریہ کھل کر تمہارے سامنے آئیں گے اور تم خود بخود جان لو گی کہ جس جوان نے تمہیں البارس کے قلعے سے نکالا وہ کون ہے اور کہاں گیا ہے اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ آنے والے دنوں میں تم دونوں ماں بیٹی اس سے مل بھی سکو گی۔ لو بانہ کا یہ جواب سن کر روطہ کچھ مطمئن سی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی پھر وہ بولی اور پوچھنے لگی۔

اچھا یہ بتاؤ جس جوان نے ہمیں قلعے سے نکالا اس کے ساتھ جو دوسرے جوان تھے وہ کون تھے۔ اور ان کا تعلق کس سرزمین سے ہے۔ میں یہ تو جان چکی ہوں کہ وہ سب مسلمان ہیں اس پر لو بانہ بولی اور کہنے لگی الحمد للہ وہ مسلمان ہیں یوں جانو ان کا تعلق غرناطہ سے ہے اور وہ سب تم دونوں ماں بیٹی کی خاطر اس طرف آئے تھے۔ اس پر روطہ پھر بولی اور پوچھنے لگی۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ جو ریوز ہے اس کا جو بڑا چرواہا یا ان چرواہوں کا جو سردار ہے اس کا نام کیا ہے۔ اس پر لو بانہ فوراً بولی اور کہنے لگی۔ سارے چرواہوں کا جو سردار ہے اس کا نام ایرولیس ہے اور یوں جانو کہ وہ ان سارے چرواہوں کا سردار ہونے کے علاوہ اس ریوز کا مالک بھی ہے۔ روطہ نے پھر پوچھا یہ شخص کہاں کا رہنے والا ہے۔ لو بانہ کہنے لگی۔

یہ یوں جانو کہ خانہ بدوش ہے بس ہسپانیہ کی سرزمین میں اپنے ریوڑ کے ساتھ جنوب سے شمال اور شمال سے جنوب کی طرف بنجاروں کی طرح گھومتا رہتا ہے اس کا کوئی مستقل ٹھکانا نہیں ہے۔ اس دوران سوزان بولی اور لوبانہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دیکھ لوبانہ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ تو مسلمان ہے۔ ہمارے خیمے کے ارد گرد جو جوان پہرہ دے رہے ہیں وہ بھی مسلمان ہیں۔ دیکھ جس وقت ہم دونوں ماں بیٹی کو اس پڑاؤ کی طرف لایا جا رہا تھا تو راستے میں شاہراہ کے کنارے دو جگہ ہم نے ان گنت لاشیں دیکھی تھیں۔ کیا تم بتا سکو گی کہ وہ لاشیں کس کی تھیں اور کس نے ان کا قتل عام کیا ہے۔ اس پر لوبانہ نے کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

سوزان میری بہن۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اس ریوڑ کا جو سردار ہے اس کا نام ایریولیس ہے اور وہ نصرانی ہے۔ یہ جولائیں تم نے شاہراہ پر دیکھی ہیں اس کی حقیقت میں تم سے بیان کرتی ہوں۔ معاملہ یہ ہے کہ المریہ نام کی بستی میں کچھ مسلمان بستے تھے اور وہ وہاں کے مقامی نصرانیوں کے مظالم سے تنگ آکر بستی سے نکلے اور غریب کی طرف جانے کے لئے انہوں نے کوچ کا ارادہ کیا۔ المریہ کے حاکم کو جب یہ خبر ہوئی تو اس نے ان کے پیچھے اپنے آدمی لگا دیئے۔ تاکہ راستے میں ان مسلمانوں کا قتل عام کر کے ان کا سارا مال و اسباب چھین لیا جائے۔

المریہ کے مسلح جوان جب ان مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے تو مسلمانوں نے پلٹ کر ان تعاقب کرنے والے نصرانیوں پر حملہ کر دیا اور ان سب کا قتل عام کر دیا۔ عین اس موقع پر اپنے ریوڑ کے ساتھ ایریولیس یہاں پہنچا اسے جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے نصرانیوں پر حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام کیا ہے تو وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار کر اس نے ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا ہے۔

لوبانہ کے انکشاف پر رڑوٹ بے چاری کی حالت یکسر بدل کر رہ گئی تھی۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے تک وہ طرب آشنا چاہتوں کی طرح ان دیکھی کرنوں جیسی پرسکون نخل کی شمع کی اچھوتے پیکر کی خوشبو اور شعر و ادب کے گلستان جیسی مطمئن ہو رہی تھی وہاں اب اس بے چاری کی حالت تھکی رتوں کے مسافر اور سروس کے پیلے زعفرانی کھیت جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر زنگ آلود رنج۔ زرد ماحول کی بے بسی۔ بے پات شجر جیسی لاچارگی اپنا رنگ دکھا گئی تھی جبکہ اس کی کنول کنول آنکھوں کے لبریز گھاٹ پر آنسو کے فسون میں ڈوبی اور آرزوؤں کو کفن پہناتی ظلمتوں کی راکھ اڑنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر تک رڑوٹ بے چاری گم سم اسی حالت میں بیٹھی رہی۔ پھر وہ بولی اور لوبانہ کو

مخاطب کر کے کہنے لگی تھی

ان نصرانیوں اور چرواہوں کا سردار ایریولیس یقیناً اس قابل ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس نے مسلمانوں کی بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا جو قتل عام کیا اس کے جواب میں اس کی یہ سزا ہونی چاہئے کہ اس کے جسم کے ہر عضو کو خنجر مار مار کر خون آلود کر دینا چاہئے۔ کاش میں یوں بے بس نہ ہوتی تو میں اپنے مرنے والے مسلمان بہن بھائیوں کا انتقام اس ریوڑ کے مالک ایریولیس سے ضرور لیتی۔ کاش میں غریب الوطنی کی حالت میں نہ ہوتی تو میں ایریولیس کو بتاتی کہ اپنے مرنے والے مسلمان بہن بھائیوں کے انتقام میں میں اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خون بھی کر سکتی ہوں۔ آہ عجیب سی بے بسی ہے میں اپنی لاچارگی کے ساتھ ساتھ اپنے مسلم بھائیوں کی بے بسی بھی دیکھنے پر مجبور ہوئی۔

یہاں تک کہتے کہتے رڑوٹ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ خیمے کے باہر پہرہ دینے والا ایک محافظ خیمے کے اندر آیا اور لوبانہ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

دیکھ خاتون اس ریوڑ کا مالک جس نے ہمیں پناہ دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ وہ سوزان اور رڑوٹ دونوں ماں بیٹی کو غریب کی سرحد تک پہنچائے گا وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ سوزان اور رڑوٹ سے ملنے اور ان سے گفتگو کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ اس پر لوبانہ فوراً بولی اور اپنے سامنے بیٹھی سوزان اور رڑوٹ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ رڑوٹ میری بیٹی اب ان چرواہوں کا سردار ایریولیس تم دونوں سے ملنے کے لئے آ رہا ہے۔ تو تم اس کے سامنے شاہراہ پر مرنے والے مسلمانوں کے متعلق ہرگز گفتگو نہ کرنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں ڈرتی ہوں کہ وہ تمہیں غریب پہنچانے کے بجائے تمہارے باپ جیسی اول کے حوالے کر دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو جیسی اول یقیناً تم دونوں ماں بیٹی کو موت کے گھاٹ اتار دے گا اور میں تم دونوں ماں بیٹی کا یہ حشر برداشت نہ کر سکوں گی۔

اسی بناء پر رڑوٹ میری بیٹی۔ میری تم سے گزارش ہے کہ جب ان نصرانی چرواہوں کا سردار ایریولیس خیمے میں داخل ہو تو تم اس کا پر تپاک خیر مقدم کرنا تاکہ وہ خوش ہو جائے اور تمہیں باحفاظت غریب تک پہنچانے کا اپنا وعدہ پورا کرے۔ اس پر رڑوٹ سنبھلی اور فوراً لوبانہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی دیکھ لوبانہ تو فکر مند نہ ہو۔ میں اپنے کسی رویئے سے اس کے سامنے خفگی اور ناراضگی ظاہر نہ ہونے دوں گی۔ جواب میں لوبانہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اسی وقت خیمے میں رقیم بن غلاط اور اس کا نائب دوم منذر بن طریف داخل ہوئے۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد رقیم بن غلاط بولا اور کہنے لگا۔ میرا نام ایریولیس ہے اور میں اس ریوڑ کا مالک ہوں۔ میرے ساتھ میرا نائب ہے اس کا نام بورلی ہے۔ ہم دونوں اپنے ریوڑ میں تم دونوں ماں بیٹی

کو خوش آمدید کہتے ہیں اور تم دونوں کا خیر مقدم کرتے ہیں اور تمہارے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ تم دونوں ماں بیٹی کو بحفاظت غریب پہنچایا جائے گا اس سلسلے میں ہم کسی بھی طرح کی بد عہدی نہ کریں گے۔ تم دونوں ماں بیٹی مطمئن رہو۔ ہم ہر صورت میں تم دونوں کو غریب پہنچائیں گے چاہے اس کے لئے ہمیں اپنی جانوں کو اپنی ہتھیلیوں پر ہی کیوں نہ رکھنا پڑے۔

رقیم بن خلاط کی یہ گفتگو سن کر روطہ کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر وہ بولی اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یہ خاتون جسے ہم دونوں ماں بیٹی کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے اور جس کا نام لوبانہ ہے اس نے ہم پر انکشاف کیا ہے کہ آپ لوگ اپنے ریوڑ کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے اور ریاست ارغون کے مرکزی شہر سرقط کا رخ کریں گے اس کے بعد آپ لوگ غریب کی طرف کوچ کریں گے اس پر رقیم بن خلاط فوراً بولا۔

دیکھ لڑکی تو نے درست سنا ہے ہم یہاں سے واقعی ریاست ارغون کے مرکزی شہر سرقط کا رخ کریں گے۔ وہاں ہمیں ایک دو کام پھانا ہیں اس کے بعد ہم غریب کی طرف کوچ کریں گے۔ جواب میں روطہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

کیا ایسا ممکن نہیں کہ سرقط جانے کے بجائے آپ لوگ اپنے ریوڑ کے ساتھ یہیں سے غریب کی طرف کوچ کریں۔ اس پر رقیم بن خلاط فوراً بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ مہربان لڑکی۔ ہم جہ کچھ کر رہے ہیں وہ تم دونوں ماں بیٹی کی بہتری ہی کی خاطر کر رہے ہیں۔ لہذا جو کچھ ہم کریں گے خاموشی کے ساتھ اسے دیکھتی جاؤ۔ ہم چونکہ تم دونوں ماں بیٹی کو غریب پہنچانے کا عزم کر چکے ہیں لہذا مطمئن رہو۔ ہم ہر صورت میں تم لوگوں کو وہاں پہنچا کر رہیں گے۔ ریاست ارغون کے مرکزی شہر سرقط کی طرف جانا ہماری مجبوری ہے اگر مجبوری نہ ہوتی تو میں ہرگز اس شہر کا رخ نہ کرتا۔ بہر حال میرے ریوڑ میں تم دونوں ماں بیٹی کو ہر طرح کی سہائش اور ضرورت کی ہر شے میسر ہوگی۔ اس کے باوجود بھی اگر تم دونوں کو کوئی شکایت ہو تو مجھ سے کہو میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ اس شکایت کو رفع کیا جاسکے۔ اس پر روطہ بولی اور کہنے لگی اگر آپ کے ریوڑ میں رہتے ہوئے ہم دونوں ماں بیٹی کو کوئی خطرہ لاحق ہو تو ہماری حفاظت کا بھی کوئی انتظام کیا جائے گا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا دیکھ لڑکی تو مطمئن رہو۔ اب جبکہ تم دونوں ماں بیٹی کی حفاظت اور غریب پہنچانے کے لئے ایک بڑی رقم وصول کر چکے ہیں۔ اس کے عوض وعدہ بھی کر چکے ہیں تو یاد رکھنا ہم وعدہ خلافی نہیں کریں گے۔ اب تم دونوں ماں بیٹی آرام کرو۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط خیمے سے نکلے ہی لگا تھا کہ روطہ بولی اور اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

جب سے میں یہاں آئی ہوں میرے ذہن میں ایک سوال بڑے پریشان کن انداز میں مچل رہا ہے۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی آپ سے یہ جاننا چاہوں گی کہ آپ کے اس ریوڑ میں مجھے اور میری ماں کو کوئی خطرہ تو نہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط غور سے روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ لڑکی میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تم اپنی ماں کے ساتھ میرے ریوڑ میں بالکل محفوظ اور مامون ہو۔ اس پر روطہ پھر بولی اور کہنے لگی اگر ارغون کا کوئی جاسوس آپ کے ریوڑ میں داخل ہوتا ہے تو کسی کو کیا پتہ چلے گا کہ وہ آپ کے چرواہے ساتھیوں میں سے کوئی ہے یا کوئی اور ریوڑ میں داخل ہو گیا ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط سنجیدہ ہو گیا اور جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ ارغون کی بیٹی۔ میرے پڑاؤ میں داخل ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے جب بھی میں اپنے ریوڑ کے ساتھ پڑاؤ کرتا ہوں تو میرے ریوڑ کے خیمے ایک ترتیب اور تنظیم کے تحت نصب ہوتے ہیں۔ خیمے نصب کرنے کے لئے ایک ترتیب مقرر کر دی گئی ہے لہذا جہاں کہیں بھی ہم پڑاؤ کرتے ہیں اسی طے شدہ ترتیب اور تنظیم کے مطابق خیمے نصب ہوتے ہیں ہر خیمے کے دائیں بائیں خیمے والے کو پتہ ہوتا ہے کہ میرا عسایہ کون ہے اس لئے خیموں کے نصب ہونے کی ترتیب مستقل ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اگر کسی کے پڑوس میں کوئی نیا آدمی آتا ہے تو اسے فوراً خبر ہو جاتی ہے کہ کون ہے جو پڑاؤ میں نیا آیا ہے۔ اس لئے کوئی نیا شخص میرے پڑاؤ میں داخل ہو کر اپنی کاروائی نہیں کر سکتا۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو سے شاید روطہ مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر دوبارہ بولی اور کہنے لگی۔ گو ابھی تک میں غریب نہیں پہنچی بہر حال آپ نے جو رقم لے کر مجھے اور میری ماں کو غریب پہنچانے کا عہد کیا ہے اس کے لئے میں آپ اور آپ کے چرواہے ساتھیوں کی ممنون ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

تمہیں میرا شکر گزار ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کام کی ادائیگی کے لئے میں اپنی مرضی کے مطابق معقول رقم وصول کر چکا ہوں۔ اب تم دونوں ماں بیٹی آرام کرو۔ میں جاؤں گا اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط کچھ کہے بغیر خیمے سے نکل گیا۔

رقیم بن خلاط کے خیمے سے نکل جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد روطہ بولی اور اپنے سامنے بیٹھی ہوئی لوبانہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دیکھ لوبانہ اس ایرولیس کو دیکھنے سے پہلے میرے اس کے متعلق بڑے تشدد آمیز خیالات تھے۔ تھوڑی دیر پہلے تک میں یہ سوچ رہی تھی کہ یہ شخص جس نے بے گناہ مسلمانوں کا خون

بہایا ہے واجب القتل ہے جس وقت یہ خیمے میں داخل ہوا اس وقت میرے ضمیر نے مجھے انتہا درجے کی ملامت کی اور مجھے یہ انگشت کی کہ مجھے اسی وقت خنجر سے اس ایرولیس پر حملہ آور ہو کر اسے قتل کر دینا چاہئے۔ اس طرح میرا ضمیر شاید مسلمانوں کے قتل کے جرم میں ایرولیس کا قتل کر کے اپنا سکون چاہتا تھا۔ لیکن اس شخص کو دیکھتے ہوئے میں کچھ نہ کر سکی۔

دیکھ لو بانہ۔ یہ بالکل نصرانی نوجوان کا الٹ ہے۔ تو نے دیکھا جب وہ خیمے میں داخل ہوا تو صرف ایک نگاہ اس نے مجھ پر ڈالی اس کے بعد وہ جب تک گفتگو کرتا رہا اس کی نگاہیں جھکی رہیں۔ اس کا یہ انداز دیکھتے ہوئے مجھے یہ شک ہوا ہے کہ اس شخص نے کہیں مسلمانوں کے اندر رہ کر پرورش پائی ہے۔ میرے ذہن میں ایک بار یہ بھی جچ اٹھی تھی کہ شاید زبردستی کسی نے اس کے گلے میں سنہری صلیب ڈال دی ہو۔

تو نے یہ بھی دیکھا ہو گا لو بانہ کہ یہ بالکل ابھی چھوٹی عمر کا ہے اس کے ساتھ جو اس کا نائب تھا وہ عمر میں اس سے کافی بڑا ہے۔ کم عمر ہونے کے باوجود اس کی باتوں اور اس کے ارادوں اور عزائم میں بلا کی چٹنگی لگتی ہے۔ اس شخص کو دیکھتے ہوئے مجھے امید لگی ہے کہ یہ ہمیں یہاں سے غرناطہ پہنچانے کی ذمہ داری ضرور پوری کرے گا۔ یہاں تک کہتے کہتے روطہ خاموش ہو گئی اس لئے کہ باہر پڑاؤ کے اندر بڑی اونچی آوازوں میں چاروں طرف زلزلے بجنے لگے تھے۔ یہ آواز سننے ہی لو بانہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھوڑی دیر تک وہ ان آوازوں کو سنتی رہی پھر روطہ اور سوزان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

پڑاؤ یہاں سے کوچ کرنے لگا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں بھی اب اٹھ کر اپنے خیمے کی ہر چیز کو سمیٹ لینا چاہئے تاکہ ہم بھی یہاں سے کوچ کریں۔ لو بانہ کے اس انکشاف پر روطہ اور سوزان دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور خیمے کی ہر چیز کو سمیٹنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد رقیم بن خلاط نے اپنے ریوڑ کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اب اس کا رخ ریاست ارغون کے مرکزی شہر سرقسطہ کی طرف تھا۔

○

ارغون نصرانی حکمران جیمی اول اپنے مرکزی شہر سرقسطہ کے محل میں اپنے عمائدین سلطنت کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کا حاجب اندر آیا۔ اپنے سر کو جیمی اول کے سامنے خم کرتے ہوئے وہ تعظیم بجالایا۔ پھر وہ جیمی اول کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ خداوند باہر ایرولیس نام کا چرواہا آیا ہے جو کبھی کبھار آپ سے ملنے حاضر ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ساتھی یوریلی اور جرمیاس بھی ہیں۔ اس حاجب کے اس انکشاف پر جیمی اول کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ بولا اور اپنے حاجب کو مخاطب کر کے کہنے

لگا۔ ان تینوں کو اندر بھیجو میں ان سے ملنا اور گفتگو کرنا پسند کروں گا۔ جیمی اول کا یہ حکم سن کر اس کا حاجب باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اس کمرے میں حاجب کے پیچھے رقیم بن خلاط۔ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کمرے کے وسط میں آکر تینوں نے اپنے سر کو خم کرتے ہوئے جیمی اول کو تعظیم دی۔ پھر وہ آگے بڑھے۔ جیمی اول نے اپنی نشست سے اتر کر باری باری تینوں سے مصافحہ کیا اور خالی نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے تینوں سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ رقیم بن خلاط بولا اور اپنے گلے میں لٹکی ہوئی صلیب کو ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ تا جو! ہم تینوں ساتھی ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ رقیم بن خلاط کے ان الفاظ پر جیمی اول نے چونک کر اور بڑی توجہ سے رقیم بن خلاط کو دیکھا جو اس کے عین سامنے اپنے ہاتھ میں لوہے کا بھاری اور وزنی ترسول لئے کھڑا تھا اور ترسول والے حصے کے ساتھ اس نے مسافروں جیسی کپڑے کی ایک گٹھری باندھ رکھی تھی اور اس گٹھری نے ترسول کے پورے حصے کو ڈھانپ رکھا تھا جو تین منہ کے نیزے جیسا تھا۔ تھوڑی دیر تک رقیم بن خلاط کو غور سے دیکھنے کے بعد جیمی اول بولا اور کہنے لگا دیکھ ایرولیس تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کس اہم کام کے سلسلے میں میرے پاس آیا تھا۔ کیا وہ اتنی اہمیت کا کام ہے جو تم کھڑے ہی کھڑے کہنا چاہتے ہو اور بیٹھنا نہیں چاہتے۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

ہاں وہ ایسا ہی اہم کام ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس وقت میں دریائے تاجہ کی طرف سے آنے والی شاہراہ پر آپ کے مرکزی شہر سرقسطہ کا رخ کر رہا تھا تو ایک حادثہ پیش آیا جس کا میں آپ سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

اس پر جیمی اول نے چونک کر پوچھا۔ دیکھ اندلس کے محترم چرواہے۔ ارغونہ کی طرف آنے والی شاہراہ پر کیا حادثہ پیش آیا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور دھیمی سی آواز میں کہنے لگا۔

حادثہ کچھ یوں پیش آیا کہ جبل ہشت کی ایک قریبی بستی جس کا نام المریہ ہے اس کے کچھ مسلمانوں نے چوری چھپے المریہ سے نکل کر غرناطہ کی طرف کوچ کیا۔ المریہ کے حاکم کو جب یہ خبر ہوئی تو اس نے اپنے مسلح جوان ان مسلمانوں کے پیچھے لگائے۔ مسلمانوں کو بھی اس تعاقب کی خبر ہو گئی۔ وہ جبل ہشت میں تعاقب کرنے والے ہمارے نصرانی بھائیوں پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ جس وقت میں اپنے ریوڑ کے ساتھ اس شاہراہ پر جبل ہشت میں آیا اس وقت مسلمان سارے نصرانیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد غرناطہ کی طرف کوچ کر رہے

تھے۔ مجھے سارے معاملے کی خبر ہوئی تو میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان مسلمانوں پر حملہ کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط کو رک جانا پڑا اس لئے کہ جیسی اول بولا اور کہنے لگا دیکھ ہسپانیہ کے محترم چرواہے۔ المریہ کے حاکم کو میں نے ہی حکم دیا تھا کہ وہ ان مسلمانوں کا تعاقب کرائے۔ اس لئے کہ گزشتہ کئی ماہ سے مجھے خبریں مل رہی تھیں کہ المریہ کے مسلمان غرناطہ کی طرف بھاگنے والے ہیں اور میں نے المریہ کے حاکم کو حکم دیا تھا کہ مسلمان جب بھاگیں تو ان کا تعاقب کیا جائے اور ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا جائے۔ لہذا ان کے تعاقب میں المریہ کے حاکم نے میرے ہی کہنے پر آدمی لگائے تھے۔ پر دیکھ میرے عزیز مجھے یہ خبر سن کر بڑا ہی دکھ ہوا ہے کہ مسلمانوں نے تعاقب کرنے والوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ تاہم یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہے کہ تم ان مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کا خاتمہ کر دیا۔ رقیم بن خلاط پھر بولا اور کہنے لگا۔

محترم بادشاہ۔ میں تمہیں ایک اور حادثے کی بھی خبر دینا چاہتا ہوں۔ جیسی اول مزید چونک پڑا اور پوچھنے لگا اب تم مجھے اور کس حادثے کی خبر دینا چاہتے ہو۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ بادشاہ جب میں مسلمانوں کا خاتمہ کر کے آگے بڑھا تو میں پہلے المریہ کی طرف آیا اس لئے کہ میں جب شمالی علاقوں کی طرف آتا ہوں۔ تو المریہ ضرور جاتا ہوں۔ میرے وہاں کچھ جاننے والے بھی تھے اس لئے کہ وہ لوگ مجھ سے میرے ریوڑ کے جانور خرید کر اپنی آمدنی کا ذریعہ بناتے تھے۔ بادشاہ! میری اس وقت حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں المریہ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا المریہ نام کی کوئی بستی نہیں تھی۔ پوری بستی کو آگ لگا دی گئی تھی۔ ہر گھر کو جلا دیا گیا تھا اور پوری بستی کی اس راکھ میں انسانوں کی جلی ہوئی لاشیں پڑی تھیں ان لاشوں کے اندر میں نے بہت سے خنجر بھی دیکھے جن پر بالدی گوتھ کا نام لکھا ہوا تھا۔

رقیم بن خلاط کے اس انکشاف پر دکھ اور افسوس میں جیسی اول کا چہرہ سورج کبھی پھولوں جیسا ہو کر رہ گیا تھا تھوڑی دیر تک اپنے ذہن کے کھراؤ پر شاید قابو پا تا رہا۔ پھر ذہن باقی ہوئی آواز میں وہ بولا اور کہنے لگا۔

یہ حادثہ جس کی تم نے خبر دی ہے واقعی ایک عظیم حادثہ اور بہت بری خبر ہے اس کے لئے جس قدر سوگ منایا جائے اتنا ہی کم ہے۔ براہور یا ست تھیالیہ کے باغی سردار بالدی گوتھ کا اب وہ تھیالیہ کی حدود سے نکل کر ہماری سلطنت کی حدود میں گھس کر تباہی اور بربادی کا باعث بننے لگا ہے۔ یہ جو تم نے خنجر تباہ شدہ بستی المریہ سے حاصل کئے ہیں۔ جن پر بالدی گوتھ کا نام

لکھا ہوا ہے وہ ہمیں اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ بالدی گوتھ اب ہمارے شہروں پر بھی وارد ہونا شروع ہو گیا ہے۔ دیکھ ہسپانیہ کے عظیم چرواہے۔ میں تم سے یہ کہوں کہ آنے والے دنوں میں اگر تیرا کہیں اس بالدی گوتھ سے ٹکراؤ ہو یا تو اسے دیکھتے تو بے دھڑک اسے قتل کر دے اگر تو بالدی گوتھ یا اس کے ساتھیوں کو قتل کرے تو میں تجھے اس قدر انعامات سے نوازوں گا کہ تیرا جی خوش ہو جائے گا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ بادشاہ یہی بات چند ماہ پہلے مجھے تھیالیہ کے حکمران فرولندہ نے بھی کہی تھی میں نے اس ظالم کو بڑا تلاش کیا لیکن یہ مجھے نہیں ملا نہیں۔ میں نے اپنے کئی خفیہ آدمی بھی اس کے پیچھے لگائے لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے ٹھکانے بدلتا رہتا ہے۔ کبھی وہ ایک سلسلہ کوہ کو اپنا مسکن بناتا ہے اور پھر جب اسے خدشات لاحق ہوتے ہیں تو وہ اپنا ٹھکانا بدل کر کسی اور کوہستانی سلسلے کی طرف چلا جاتا ہے اور پھر اس کا جاسوسی کا نظام ایسا کارگر اور موثر ہے کہ جو بھی کارروائی اس کے خلاف کی جاتی ہے اس کی اسے پہلے سے خبر ہو جاتی ہے اور وہ اپنا دفاع کر لیتا ہے۔ بہر حال آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں اس شخص پر نگاہ ضرور رکھوں گا اور مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک روز میں اس کا حلقوم کاٹنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس لئے کہ اس بد بخت نے اب اپنے ہی شہروں کو حذف اور نشانہ بنا رکھا ہے۔ اگر اس نے ایسا کرنا ہی تھا تو غرناطہ کی حدود میں داخل ہوتا اور مسلمانوں کو اپنی تباہی اور بربادی اور بد بختی کا نشانہ بناتا۔

بہر حال اے بادشاہ آپ مطمئن رہیں۔ آپ کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے میں اس بالدی گوتھ کا تعاقب ضرور کروں گا۔ اس کے پیچھے اپنے بھروسے کے آدمی لگاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک روز میں آپ کو یہ خوشخبری سناؤں گا کہ میں نے بالدی گوتھ کے گروہ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس پر جیسی اول بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

سن عظیم چرواہے جس روز تو یہ خوشخبری لے کر آئے گا میں تجھے ایسے انعامات سے نوازوں گا جیسے تم نے پہلے کبھی دیکھے تک نہ ہوں گے۔ جیسی اول کی اس گفتگو سے رقیم بن خلاط خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ بادشاہ اب میں اصل مقصد کی طرف آتا ہوں اس جیسی اول نے چونک کر پوچھا اصل مقصد کیا ابھی کچھ رہتا ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ اصل مقصد یہ ہے کہ جن تعاقب کرنے والے نصرانی بھائیوں پر المریہ کے مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا تھا ان کے گھوڑے ادھر ادھر بکھر کر چل رہے تھے میں نے ان پر قبضہ کر لیا اس کے بعد میں نے مسلمانوں پر حملہ کیا ان کا قتل عام کیا ان کے پاس جس قدر مال اسباب تھا وہ بھی میں نے

اپنے قبضے میں لے لیا۔ اب میں یہ دونوں چیزیں لے کے آیا ہوں۔ دونوں گروہوں کے گھوڑے اور جو کچھ مال و اسباب ملا وہ آپ کا حق بنتا ہے لہذا وہ دونوں چیزیں میں آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر جیسی تھوڑی دیر تک بڑے غور سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔

دیکھ ہسپانیہ کے عظیم بنجارے میں تیری دیانتداری، خلوص اور نصرانیت کے لئے تیری محبت کی داد دیتا ہوں۔ چونکہ تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو بالدی گوتھ کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ لہذا جس قدر تیرے ہاتھ گھوڑے لگے ہیں وہ میں نہیں لوں گا۔ وہ اب تیری ملکیت ہیں۔ مسلمانوں کے قتل عام سے جو کچھ مال و اسباب ہاتھ لگا ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے اس لئے کہ تو نے مسلمانوں کا قتل عام کر کے میرا دل خوش کیا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اب تیری ملکیت ہیں اور تم ان کے مالک ہو۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا اور جو المر یہ کی تباہ حال بستی سے مجھے فخر ملے ہیں جن پر بالدی گوتھ کا نام لکھا ہوا ہے۔ ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے اس پر جیسی بولا وہ فخر بھی تم اپنے پاس رکھو۔ مجھے امید ہے انہی خنجروں کو تم بالدی گوتھ کے خلاف استعمال کرو گے۔ جیسی کا یہ جواب سن کر رقیم بن خلاط خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے جیسی سے اجازت لی اس کے بعد وہ اپنے دونوں ساتھیوں منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کے ساتھ جیسی کے اس دربار سے نکل گیا تھا۔

☆.....☆

ریاست ارغون کے مرکزی شہر سرقسطہ سے نکلنے کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنے ریوڑ کے ساتھ جبل شنت کا رخ کیا تھا۔ جبل شنت کے کوہستانی راستوں میں بڑی تیزی سے آگے بڑھتا ہوا وہ دریائے شقرہ کے کنارے آیا۔ پھر دریا کے کنارے بڑی تیزی کے ساتھ وہ جنوب کی طرف بڑھتا تھا۔ اس طرح وہ جنوب مشرق کے رخ پر سفر کرتے ہوئے اندلس کی مشہور و معروف جنوب مشرقی بندرگاہ غلنیہ جا پہنچا۔

یہاں چند دن تک اپنے ریوڑ کے ساتھ اس نے قیام کیا۔ اس کے آدمی قریب ہی کوہستانی سلسلوں اور وادیوں میں اپنے ریوڑ کو چراتے رہے پھر اس نے یہاں سے بھی کوچ کیا۔ اب اس نے اپنا رخ بدلا اور جنوب مغرب کی طرف وہ بڑھا یہاں تک کہ وہ دریائے شقرہ کے کنارے آیا اور دریا کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مرسیہ شہر آیا اور مرسیہ سے باہر اس نے پڑاؤ کیا۔

یہاں اس نے لگاتار دو تین روز تک قیام کیا پھر اس نے مزید پیش قدمی کی یہاں تک کہ وہ دریائے آش کے کنارے آ رہا۔ یہاں اس نے ایک بار پھر اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔

جب لشکر پڑاؤ کر چکا اور رقیم بن خلاط کا خیمہ نصب ہو چکا تو اس نے اپنے نائب منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف دونوں کو طلب کیا۔ جب دونوں رقیم بن خلاط کے خیمے میں آئے تو رقیم بن خلاط دونوں کو لے کر اپنے خیمے سے باہر اس جگہ آیا جہاں چڑے کے بنے ہوئے چھپر تلے وہ چوٹی پنجرہ پڑا رہتا تھا جس میں پیغام رسانی والے شاہن رکھے جاتے تھے۔ شاہینوں کے اس پنجرے کے قریب آ کر رقیم بن خلاط رکا، پھر وہ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میرے بھائیو! ابھی اور اسی وقت منصور بن نعمان کو پیغام بھجواؤ کہ وہ کل شام کے وقت دریائے حدار کے کنارے آ کر مجھ سے ملے۔ کل صبح ہم دریائے آش سے ریوڑ کے ساتھ کوچ کریں گے اور مجھے امید ہے کہ کل انشاء اللہ سہ پہر کے بعد ہم دریائے حدار کے کنارے پڑاؤ کر چکے ہوں گے۔

رقیم بن خلاط کا یہ حکم سن کر منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف دونوں حرکت میں آئے۔ مجاہد بن یوسف نے رقیم بن خلاط کے خیمے سے کاغذ قلم دوات سمیلا اپنے ہاتھ سے اس نے رقیم بن خلاط کی طرف سے پیغام لکھا۔ پھر وہ پیغام لے کر رقیم بن خلاط کی طرف آیا۔ رقیم بن خلاط نے مجاہد بن یوسف سے قلم دوات لے کر اپنی انگلی نماز مہر پر سیاہی لگائی اس کے بعد اس نے اس پیغام پر مہر لگا دی تھی جو مجاہد بن یوسف نے لکھا تھا۔

جب یہ کام ہو چکا تب مجاہد بن یوسف بڑی عقیدتمندی اور ارادتمندی سے حرکت میں آیا۔ رقیم بن خلاط کی انگلی اتار کر اس نے دھوئی پھر دوبارہ وہ انگلی رقیم بن خلاط کو پہنا دی تھی۔ اس کے بعد منذر بن طریف نے چولی بنجرے کے اندر سے ایک شاہین نکالا جو پیغام مجاہد بن یوسف نے لکھا تھا۔ وہ باریک لمبل کے کپڑے میں بند کرنے کے بعد اس شاہین کے ایک پاؤں سے باندھ دیا گیا تھا اور پھر اس شاہین کو فضاؤں میں چھوڑ دیا گیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد رقیم بن خلاط منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تم دونوں اب مل کر لشکر کے کھانے کا انتظام کرو اتنی دیر تک میں سارے پڑاؤ میں گھوم پھر کر اپنے مسلح جوانوں اور جانوروں کا جائزہ لیتا ہوں۔ رقیم بن خلاط کا یہ حکم سن کر مجاہد بن یوسف اور منذر بن طریف دونوں ایک طرف چلے گئے تھے۔

دوسرے روز صبح ہی صبح رقیم بن خلاط نے اپنے ریوڑ اور اپنے لشکریوں کے ساتھ دریائے آش کے کنارے سے کوچ کیا اور اب وہ غرناطہ کے رخ پر آگے بڑھا تھا۔ یہاں تک کہ شام کے قریب وہ دریائے حدار کے کنارے جا کر اپنے ریوڑ اور اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ خیمہ زن ہوا تھا۔

رقیم بن خلاط کے حکم پر اس کے مسلح جوان اور چرواہے بڑی تیزی سے اپنے پڑاؤ کے خیمے نصب کرنے لگے تھے۔ جس جگہ رقیم بن خلاط کا خیمہ نصب ہونا تھا وہاں پہلے ہی کچھ جوانوں نے مل کر آگ کا ایک الاؤ روشن کر دیا تھا اور الاؤ کے پاس رقیم بن خلاط منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ الاؤ کی روشنی میں منذر بن طریف چونک سا بڑا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم۔ ذرا اپنی پشت کی طرف دیکھیں۔ منصور بن نعمان اور عروسہ بنت حمدون دونوں میاں بیوی آپ سے ملنے کے لئے آ رہے ہیں۔ منذر بن طریف کے کہنے پر رقیم بن خلاط جب آگ کے پڑاؤ کے قریب بیٹھے ہی بیٹھے مڑا تو اس نے دیکھا ذرا فاصلے پر جہاں تک آگ کے الاؤ کی روشنی پہنچتی تھی اس کے مسکن کا نائب اول منصور بن نعمان آ رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون بھی تھی۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط اٹھ کھڑا

ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف بھی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کو الاؤ کے پاس کھڑے دیکھ کر منصور بن نعمان بھاگ کھڑا ہوا۔ اور بڑے پر جوش انداز میں وہ آگے بڑھ کر رقیم بن خلاط سے ٹپٹ گیا تھا۔ پھر وہ بڑی عقیدت بڑی ارادت مندی میں رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ امیر محترم میں اس دریائے حدار کے کنارے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

منصور بن نعمان کے ان الفاظ پر رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس کے بعد منصور بن نعمان علیحدہ ہوا باری باری وہ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف سے بھی گلے ملا اتنی دیر تک اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون بھی وہاں پہنچ گئی تھی وہ آگ کے الاؤ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ رقیم بن خلاط نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

عروسہ میری بہن تم کیسی ہو۔ جواب میں عروسہ بھی بڑی عقیدت سے کہنے لگی امیر محترم میں بھلی چنکی ہوں۔ بس ہم لوگ بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ رقیم بن خلاط کے کہنے پر سب لوگ آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھ گئے پھر رقیم بن خلاط شاید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ منصور بن نعمان پہلے ہی بول پڑا اور کہنے لگا۔

امیر محترم۔ سلطان ابوالحسن اور ان کے طلائیہ گروہوں کے امیر احمد بن عطاش کو بھی آپ کی خبر ہو چکی ہے۔ کل جس وقت شاہین کے ذریعے مجھے آپ کے آنے کی اطلاع ملی تو احمد بن عطاش مجھ سے ملنے مسکن میں آیا ہوا تھا۔ تو میں نے اس سے آپ کی آمد کا ذکر کیا اس نے جا کر سلطان ابوالحسن سے ذکر کر دیا سلطان شاید تھوڑی دیر تک آپ سے ملنے یہاں آئیں گے۔ میرے خیال میں وہ کسی اہم مسئلے پر آپ سے گفتگو کرنا بھی پسند کریں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد منصور بن نعمان جب خاموش ہوا تب منصور کی بیوی عروسہ بنت حمدون بولی اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

امیر محترم۔ آپ نے ہمیں جبل شدت کے کوہستانی سلسلے سے اطلاع دی تھی کہ آپ نے ارغونہ کی شہزادی روطہ اور اس کی ماں سوزان کو قلعہ البارس سے نجات دلا دی ہے کیا میں ان دونوں ماں بیٹی سے مل سکتی ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ عروسہ میری بہن تم یقیناً ان سے مل سکتی ہو۔ دیکھو احتیاط کے طور پر میں نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ میں جبل ارج میں قائم ہونے والے بے گھر اور بے در مسلمانوں کا امیر ہوں۔ میں نے ان دونوں ماں بیٹی کی خدمت کے لئے لوبانہ نام کی ایک عورت کو مقرر کر رکھا ہے۔ وہ لوبانہ سے کافی مصلحہ حاصل کر چکی ہیں۔ لوبانہ انہیں یہ بھی بتا چکی ہے کہ جبل ارج میں

ہونے والی یہ خاتون انتہائی محترم ہیں۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ یہ کون ہیں۔ اس پر لوبانہ فوراً بولی اور کہنے لگی روط میری بیٹی۔ اس خاتون کا نام عروسہ بنت حمدون ہے ان دنوں ہمارے مسکن میں جو نائب امیر ہیں جن کا نام منصور بن نعمان ہے یہ ان کی بیوی ہیں۔ لوبانہ کے اس انکشاف پر سوزان اور روط دونوں ماں بیٹی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور بڑی گرم جوشی اور پرتپاک انداز میں خیمے میں عروسہ بنت حمدون کا خیر مقدم کیا تھا۔ پھر روط نے عروسہ بنت حمدون کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ خاتون محترم آپ آئیے اور ہمارے پاس بیٹھئے۔ ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے کہ آپ جیسی خاتون جو مسلمانوں کے مسکن کے امیر کی بیوی ہے وہ اس وقت ہمارے اندر موجود ہے۔ اس پر عروسہ بولی اور کہنے لگی۔

دیکھ روط میری بہن آپ غلطی پر ہیں۔ میں امیر کی بیوی نہیں بلکہ مسکن کے نائب امیر کی بیوی ہوں۔ اس پر روط فوراً بولی اور پوچھنے لگی۔ میں لوبانہ سے بہت پوچھ چکی ہوں لیکن مجھے یہ بتانے پر رضا مند نہیں ہو رہی۔ جبل ارجح میں قائم ہونے والے مسکن کا سالار اعلیٰ اور امیر کون ہے اس پر عروسہ بولی اور کہنے لگی دیکھ روط میری بہن تمہارے اس سوال کا جواب تمہیں دے دیا جائے گا۔ اس وقت میرے شوہر خیمے سے باہر کھڑے ہیں اور تم دونوں ماں بیٹی سے ملنا چاہتے ہیں۔

عروسہ کے ان الفاظ پر سوزان اور روط دونوں ماں بیٹی چونک سی پڑیں۔ سوزان بولی اور کہنے لگی۔ عروسہ میری بیٹی تم مسکن کے نائب امیر اور اپنے شوہر کو خیمے کے دروازے پر کیوں کھڑا کر کے آئی ہو۔ انہیں اندر لے کر آؤ۔ ہم دونوں ماں بیٹی ان کا استقبال کریں گے۔ عروسہ دروازے کے قریب آئی اور اس نے منصور بن نعمان اور مجاہد بن یوسف کو اندر آنے کے لیے کہا۔ اس کے جواب میں منصور بن نعمان اور مجاہد بن یوسف خیمے میں داخل ہوئے تھے۔ سوزان اور روط نے ان دونوں کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ سب چولہے میں جلتی ہوئی آگ کے قریب بیٹھ گئے تھے۔ پھر روط بولی اور منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دیکھئے امیر محترم! میری ماں اور میرے لئے یہ امر باعث فخر اور صد سعادت ہے کہ اس وقت لشکر کے امیر اور ان کی بیوی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اس پر منصور بن نعمان فوراً بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ روط میری بہن میں آپ کی اس گفتگو پر احتجاج کرتا ہوں اس لئے کہ میں مسکن کا امیر نہیں نائب امیر ہوں اور اپنے امیر کے ہر حکم کی اتباع اور اس کے حکم کے سامنے اپنے سر کو خم کر دینا اپنی زندگی کا سب سے بڑا اور عظیم مقصد خیال کرتا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد منصور بن نعمان لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے رہا تھا۔

ہسپانیہ کے مختلف شہروں سے نصرانیوں کے مظالم کی وجہ سے ہجرت کرنے والے مسلمان آکر آباد ہو گئے ہیں اور انہوں نے وہاں اپنی ایک لشکری طاقت کو بھی تشکیل دینا شروع کر دیا ہے۔ تاکہ مستقبل میں اگر اپنا دفاع کرنا پڑے تو نصرانی طاقت کی راہ روکی جاسکے۔ لوبانہ نے ابھی تک اسے یہ نہیں بتایا کہ میں جبل ارجح میں مسلمانوں کے مسکن کا امیر ہوں۔ نہ ہی میں نے ابھی تک خود اپنے آپ کو روط اور سوزان دونوں پر ظاہر کیا ہے نہ میں نے انہیں یہ خبر ہونے دی ہے کہ قلعہ البارس سے انہیں کس نے نجات دی ہے وہ ابھی تک یہی سمجھ رہی ہیں کہ یہ نصرانیوں کا ایک گروہ ہے جو خانہ بدوشوں پر مشتمل ہے اور جگہ جگہ اپنا ریوڑ چراتا پھرتا ہے ان کے ذہن میں لوبانہ نے یہ بات ڈال دی ہے کہ میں جو ان چرواہوں کا سردار ہوں نصرانی ہوں اور یہ کہ کچھ مسلمانوں نے مجھے ایک بھلائی رقم کے عوض اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ میں روط اور اس کی ماں سوزان کو بحفاظت جبل ارجح میں مسلمانوں کے اس مسکن میں پہنچا دوں۔

یہ ساری کارروائی اس احتیاط کے تحت کی گئی تھی تاکہ ہسپانیہ کی سرزمین میں ان دونوں ماں بیٹی پر یہ ظاہر نہ ہو کہ ہم کون ہیں اس طرح وہ شاید ہم پر شک کرتیں۔ اب اگر ان پر حقیقت ظاہر بھی کر دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ میرے خیال میں اگر تم دونوں میاں بیوی ارغون کی شہزادی روط اور اس کی ماں سوزان سے ملنا چاہو تو مل سکتے ہو۔ اس پر عروسہ بنت حمدون کھڑی ہو گئی اور بڑے شوق اور بڑے تجسس سے کہنے لگی۔

امیر محترم! میں ان دونوں ماں بیٹی سے ملنا ضرور پسند کروں گی۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور اپنے ساتھی مجاہد بن یوسف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ مجاہد میرے بھائی تم منصور اور عروسہ دونوں میاں بیوی کو روط اور سوزان کے خیمے میں لے جاؤ۔ اس پر مجاہد بن یوسف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ منصور بن نعمان اور عروسہ بنت حمدون کو لے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون مجاہد بن یوسف کی رہبری میں ایک خیمے کے قریب آن رکے۔ اب اس خیمے کے اطراف سے مسلح جوانوں کا پہرہ بٹا دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے عروسہ بنت حمدون خیمے میں داخل ہوئی اس نے دیکھا خیمے میں اس وقت روط، سوزان اور لوبانہ باہم بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں اور ان کے سامنے گول چولہے میں آگ روشن تھی جس کے گرد بیٹھی وہ اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھیں۔ جون ہی عروسہ بنت حمدون خیمے میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ہوئے روط اور سوزان کی خدمت کے لئے جس عورت کو مقرر کیا گیا تھا جس کا نام لوبانہ تھا وہ فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ روط اور سوزان دونوں بڑی پریشانی سے لوبانہ کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ اس موقع پر روط بولی اور لوبانہ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔ دیکھ لوبانہ تمہارا اس طرح یوں کھڑا ہونا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ خیمے میں داخل

وادی میں آباد ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہاں کئی بستیاں بن گئیں اور ان بستیوں والوں نے مل جل کر اپنا ایک لشکر بھی ترتیب دے لیا اور اپنا ایک امیر بھی مقرر کیا۔

پھر اس امیر کے مشورہ پر ایک ریوڑ تیار کیا گیا اور اس امیر نے اپنے ریوڑ میں اپنے لشکر کا ایک حصہ رکھا اپنے آپ کو نصرانی ظاہر کیا اور پورے ہسپانیہ میں خانہ بدوشوں کے قافلے کی طرح چکر لگاتا اور اس نے مختلف شہروں سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو اپنے ریوڑ میں شامل کر کے غرناطہ پہنچانے کا کام شروع کیا تھا۔

پھر جلد ہی مسلمانوں کے مسکن کا وہ امیر فوت ہو گیا پھر مسکن کے سارے لوگوں نے متفقہ طور پر رقیم بن خلاط کو اپنا امیر مقرر کیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد منصور بن نعمان لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اب یہ رقیم بن خلاط ہمارے لئے نگار گیتی کے آستانے پر لعل بدخشاں اور دشت غم میں بکھر جانے والے لبوں کے مرجان اور صداؤں کے نیلیم کی طرح ہے۔ دیکھ روط میری بہن یہ رقیم بن خلاط اندیشوں کے سیل بے اماں کی طرح جراثمند طوفانوں سے شناسا وقت کے قصے کی طرح دلیر کڑے قوس کی فرقت جیسا شجاع عصاء عذاب جیسا کڑا اور تیز آندھیوں کے غضبناک جھکڑوں جیسا بے روک ہے۔

سن روط میری بہن یہ رقیم بن خلاط ہمارے امیر کی حیثیت سے اپنوں کے لئے امن کے طیور کا متلاشی، اجلے خوابوں کے اجنبی لمس اور جوان جذبوں میں نعشوں کے بکھراؤ جیسا ہے جبکہ ہمارے دشمنوں کے لئے یہ اندھیروں کا بھنور سسکیاں بھرنی ہواؤں میں نوحہ کرتا وقت، جگر کو ریزہ ریزہ، نظر کو بے بصیرت کر دینے والا طوفان اور فطرت کی گہرائیوں میں مشیت کے گیت کا ایک نوحہ ہے۔

یہ رقیم بن خلاط اسلام دشمن قوتوں پر لذت آزار، ہجر کی رات اور کوئے ملامت کی طرح حملہ آور ہونے اور نزول کرنے کا فن خوب جانتا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد منصور بن نعمان خاموش ہو گیا تھا تب تھوڑی دیر تک روط کچھ سوچتی رہی پھر وہ دوبارہ بولی اور منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سن میرے بھائی آپ نے جو اپنے امیر کی نقشہ کشی کی ہے۔ اگر وہ ویسا ہی ہے۔ تب میں ایسے جوان کو سلام پیش کرنا اپنے لئے سعادت جانوں گی پر میرے بھائی پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ جس جوان نے مجھے اور میری ماں کو الباس کے قلعے کی اذیت اور اسیری سے نجات دلائی وہ کون ہے اور کہاں ہے اس نے بڑی دلیری بڑی جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بارش کی

روط میری بہن آپ کی شکایت درست ہے۔ یقیناً لوبانہ نام کی اس خاتون نے آپ سے ہمارے مسکن کے امیر کا ذکر نہ کیا ہوگا۔ نہ اس کا نام بتایا ہوگا۔ یہ سب کچھ لوبانہ نے اپنے امیر کی ہدایت کے مطابق کیا ہوگا اس لئے کہ غرناطہ کی حدود کے باہر ہم اپنے امیر کے نام کو بڑا خفیہ اور پوشیدہ رکھتے ہیں اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ جبل الجبل میں ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کا امیر کون ہے۔ اب جبکہ ہم غرناطہ کے دریائے حدار کے کنارے بیٹھے ہیں تو اس وقت اگر آپ دونوں ماں بیٹی پر امیر کے نام کا انکشاف کر دیا جائے تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں اس پر روط نے تڑپ کر پوچھا تو پھر آپ کیوں نہیں بتاتے کہ آپ کے امیر کا کیا نام ہے اس پر منصور بن نعمان کہنے لگا۔

دیکھو روط میری بہن ہمارے امیر کا نام رقیم بن خلاط ہے۔ اس پر روط پھر بولی اور پوچھنے لگی یہ شخص کہاں کا رہنے والا ہے اور اس کا قیام کس جگہ ہے اس پر منصور بن نعمان پھر کہہ رہا تھا۔

دیکھ روط میری بہن یہ ایک انتہائی کچلا مسلا اور مظلوم انسان ہے بنیادی طور پر ہمارا امیر جس کا نام رقیم بن خلاط ہے مادہ شہر کا رہنے والا ہے۔ جب مادہ پرقتالیہ کی ریاست کے نصرانی حکمران فرولندہ نے قبضہ کر لیا تب وہاں کے مسلمانوں پر مظالم ہونے شروع ہوئے پھر وہ وقت آیا کہ مادہ کے مسلمانوں پر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور اس الزام میں سب سے پہلے پیش پیش رقیم بن خلاط کے باپ کو رکھا گیا۔ آخر رقیم بن خلاط کے باپ اس کی ماں، بھائی بہنوں اور سب قریبی رشتہ داروں کو بغاوت کے جرم میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی مادہ شہر میں جس قدر مسلمان تھے انہیں تہہ تیغ کر دیا گیا۔ رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف دونوں آپس میں قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ اس وقت بالکل چھوٹے تھے۔ نصرانیوں نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے مسلمانوں کے ساتھ رابطہ رکھنے والے دوسرے شہروں کے متعلق پوچھتے رہے اور کون کون اس بغاوت میں شامل ہے۔ لیکن ان دونوں کو چونکہ کچھ پتہ نہ تھا لہذا ان دونوں کو جبل طلیطلہ کے ایک قلعہ میں اسیر کر دیا گیا۔

اس اسیری کے دوران ان پر بے شمار مظالم ڈھائے جاتے رہے۔ کئی کئی دن انہیں بھوکا پیاسا رکھا جاتا یہاں تک کہ یہ دس سال وہیں پر عذاب زندگی گزارتے رہے پھر ان کو موقع ملا اور یہ دونوں بے چارے وہاں سے بھاگ کر غرناطہ کی طرف آئے۔

اس وقت تک جبل الجبل میں غرناطہ کے دوسرے شہروں سے بے بسی کی حالت میں ہجرت کرنے والے مسلمانوں نے ایک مسکن بنا لیا تھا۔ مختلف ریاستوں کے عیسائی حکمران جن مسلمان شہروں پر قبضہ کر رہے تھے وہاں سے لوگ بڑی تعداد میں ہجرت کر کے جبل الجبل

ایک رات قلعہ البارس پر شب خون مارا، محافظوں کو بڑے جراتمندانہ انداز میں اس نے قتل کیا اور پھر مجھے اور میری ماں کو اس قلعے سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا سب سے پہلے میں اسی جوان کے متعلق جانتا چاہوں گی کہ وہ کون ہے اور اس وقت کہاں ہے۔ وہ کیوں ہمارے سامنے نہیں آتا میں اسے اپنا محسن، اپنا مربی خیال کرنے لگی ہوں یقیناً اس سے ملنا اس سے گفتگو کرنا اب میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے اس پر منصور بن نعمان مسکراتے ہوئے بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو روطہ میری بہن تمہیں اور تمہاری ماں سوزان کو البارس کے قلعے سے نجات دلاؤں گا۔ اس پر روطہ فوراً بولی اور کہنے لگی۔

پراس جوان نے تو مجھے کہا تھا کہ وہ کسی کا غلام ہے اور اس کے آقا نے ہم دونوں ماں بیٹی کی نجات کے لئے روانہ کیا تھا۔ اس پر منصور بن نعمان کہنے لگا۔ بس یوں جانو میری بہن سب کچھ وہی ہے۔ بس اس نے عاجزی اور انکساری سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا ہو گا۔ دیکھ میری بہن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ بہت کچلا مسلا مظلوم ہے بہت کم بولتا ہے۔ بے حد سنجیدہ رہتا ہے۔ سننا زیادہ اور بولنا کم ہے۔ دیکھ اس نے ایک مقصد حاصل کرنے تک قسم کھا رکھی ہے کہ اپنے جسم پر نیا کپڑا نہیں پہنے گا۔ لہذا وہ ہر وقت بیوند لگے ہوئے لباس کو زیب تن کرتا ہے۔ کہتے ہیں جب وہ بچہ تھا تو ایک بہترین مقرر تھا جہاں بچپن ہی میں وہ ایک عمدہ متغی زن تھا وہاں وہ بلا کا ہوشیار بلا کا تیز تھا۔ کہنے والے کہتے ہیں جب اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی ماں باپ بھائی بہنوں اور دیگر رشتے داروں کو قتل عام کیا گیا تب اس نے خاموشی سادہ لی کہتے ہیں وہ بکھر سا گیا ہے اور وہ ظلم جو نصرانیوں نے اس کے ماں باپ اور بھائی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں پر کیا ہے وہ گویا اس کی جان کا روگ بن گیا ہے۔ اس کا بچپن کا ایک ساتھی بھی اس کے ساتھ کام کرتا ہے وہ بھی اس جیسا دلیر اور شجاع ہے اور وہ اس وقت اسی خیمے میں بیٹھا ہوا ہے اس پر روطہ نے چونک کر مجاہد بن یوسف کی طرف دیکھا پھر منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یقیناً آپ کے ساتھ جو جوان بیٹھا ہے۔ یہی پھر آپ کے امیر رقیم بن خلاط کا ساتھی ہو گا لیکن حیرت ہے جب سے یہ اس خیمے میں آیا ہے یہ بولا نہیں اس پر منصور بن نعمان نے بڑی دھکی آمیز آواز میں کہا۔ دیکھ میری بہن یہ بول نہیں سکتا۔ رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف کو جب جبل طیلہ میں ایک قلعے کے اندر اسیر کر دیا گیا تب اسیری کے دوران نصرانیوں نے اس مجاہد بن یوسف کی زبان کاٹ دی اس پر روطہ نے چونک کر پوچھا کیا یہی مجاہد بن یوسف رقیم بن خلاط کا ساتھی جو اس وقت خیمے میں بیٹھا ہے اگر قلعہ البارس سے مجھے اور میری ماں کو نجات

تمہارے امیر رقیم بن خلاط نے رہائی دلائی تھی تو پھر یہ مجاہد بن یوسف بھی اس موقع پر اس کے ساتھ تھا۔ اس لئے کہ جب ان دونوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپا ہوا تھا تو میں نے اس سے گفتگو کرنا چاہی تو اس نے منہ کھول کر مجھے اپنی کٹی ہوئی زبان دکھا دی تھی۔ اس پر اس موقع پر مجاہد بن یوسف نے انتہائی بے بسی کی حالت میں ایک بار پھر اپنا منہ کھول کر جب اپنی زبان دکھائی تو روطہ اور اس کی ماں سوزان پریشان اور مغموم ہو گئی تھیں۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں مغموم سی خاموشی رہی رقیم بن خلاط اور مجاہد بن یوسف کے تکلیف دہ حالات سن کر روطہ بے چاری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے تھوڑی دیر تک وہ اپنے آپ پر قابو پاتی رہی اس نے اپنی آنکھیں خشک کیں پھر وہ منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

اگر آپ کا امیر اور مجھے اور میری ماں کو قلعہ البارس سے نجات دینے والا ایک ہی نو جوان رقیم بن خلاط ہے تو منصور میرے بھائی یہ رقیم بن خلاط ہمیں قلعہ البارس سے نکال کر کہاں بھاگ گیا اس پر منصور ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔ امیر رقیم بن خلاط آپ دونوں ماں بیٹی کو قلعہ البارس سے نکالنے کے بعد بھاگے نہیں بلکہ وہ آپ کو یہاں تک بحفاظت لے کر آئے ہیں۔ اس پر روطہ چونک سی پڑی۔

میرے بھائی یہ آپ کیسی گفتگو کر رہے ہیں؟ وہ تو اس عیسائی سردار کے ریوڑ کے اس طرف آنے سے پہلے ہی ہم سے جدا ہو گئے تھے اس پر منصور کہنے لگا دیکھ میری بہن یہ جو ریوڑ ہے اور اس کے اندر جو جوان اور چرواہے ہیں ان کا سردار عیسائی نہیں ہے بلکہ عیسائی بنا ہوا ہے تاکہ وہ ہسپانیہ کے مختلف علاقوں میں ایک عیسائی سردار کی حیثیت سے گھوم پھر سکے ورنہ حقیقت میں وہی رقیم بن خلاط ہے وہی ہمارے مسکن کا امیر ہے وہی نو جوان ہے جس نے آپ دونوں ماں بیٹی کو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر قلعہ البارس کی قید سے نجات دی۔

منصور بن نعمان کے اس انکشاف پر روطہ بے چاری کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی اس کی ماں بھی عجیب سی شش و پنج میں پڑ کر رہ گئی تھی۔ پھر روطہ بولی اور کہنے لگی۔ منصور میرے بھائی جس وقت ہمیں قلعہ البارس سے نکال کر ریوڑ کے اندر پہنچایا گیا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ریوڑ کا سردار جو حقیقت میں رقیم بن خلاط ہے اور جس کے متعلق ہمیں بتایا گیا تھا کہ وہ ایک عیسائی سردار ہے اس نے ایک بھاری رقم کے عوض غرناطہ پہنچانے کا عہد کیا ہے۔ وہ جس وقت ہمارے خیمے میں آیا تھا مجھے اس وقت ہی میرے بھائی اس کی ذات سے متعلق شک ہوا تھا۔ وہ تم لوگوں کا سردار ہونے کے باوجود بھی نو عمر ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا اس کی بھوری داڑھی ابھی بھر کے اس کے چہرے پر نہیں آئی منصور میرے بھائی گو تم اس کے نائب اول ہو پر وہ تم

سب سے عمر میں چھوٹا ہے اگر چھوٹا ہونے کے باوجود اسے مسکن کا امیر مقرر کیا گیا ہے تو میں سمجھتی ہوں وہ بلا کا ذہین اور بے مثل شجاعت رکھنے والا نوجوان ہوگا۔ لیکن ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی اس پر منصور بن نعمان نے پوچھا وہ کیا؟ اس پر روط بولی اور کہنے لگی۔

پر مصیبت یہ ہے کہ آپ میرے اس سوال کا جواب نہیں دے پائیں گے اس لئے کہ آپ اس موقع پر موجود نہیں تھے اس موقع پر یہ مجاہد بن یوسف موجود تھا لیکن یہ بول نہیں سکتا لوہانہ سے میں نے پوچھا تو اس نے شاید اپنے امیر بنی کے کہنے پر مجھے غلط جواب دیا تھا۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر رفیم بن خلاط تم لوگوں کا امیر ہے اور یہ جو ریوز ہے اس کا بھی وہی سردار ہے اور ریوز میں جس قدر لوگ ہیں الحمد للہ وہ بھی مسلمان ہیں تو پھر انہوں نے جبل شعت کی ایک شاہراہ پر مسلمانوں کے ایک قافلے کو کیوں قتل کیا تھا۔ اس پر منصور بن نعمان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ روط میری بہن میں تمہیں تمہارے اس سوال کا معقول جواب دے سکتا ہوں اس لئے کہ جب کہیں بھی کوئی حادثہ یا واقعہ رونما ہوتا ہے تو رفیم بن خلاط اپنے پیغام رساں شاہینوں کے ذریعے مجھے حالات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ سنو میری بہن تمہارے سوال کا جواب کچھ یوں ہے۔

جیسے کہ تمہیں خبر ہو چکی ہے کہ رفیم بن خلاط اس سارے ریوز کا سردار ہے اور ہمارے مسکن کا امیر ہے الحمد للہ ایک کٹر مسلمان ہے۔ اب اپنے ریوز کے ساتھ سارے ہر نیہ میں گھوم پھرنے کے لئے اس نے عیسائیت کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اور اپنے گلے میں ہر وقت صلیب ڈالے رہتا ہے اپنے اس روپ میں وہ بہترین کام لیتا ہے۔ جہاں بھی مسلمانوں پر مصیبت ہوتی وہ ان کی مدد کرتا ہے۔ جہاں کہیں سے مسلمانوں کو نکالنا ہوتا ہے انہیں نکال کر اپنے ریوز میں شامل کرتا ہے اور غرناطہ کی حدود میں داخل کرتا ہے اس کے علاوہ جہاں کہیں بھی مسلمانوں پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس سے وہ گاہے گاہے انتقام لیتا ہے۔

دیکھ روط میری بہن جس معاملے کے متعلق تم نے سوال کیا ہے یہ معاملہ یقیناً تمہیں اس خاتون لوہانہ نے بتایا ہوگا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ المریہ نام کی بستی کے کچھ مسلمانوں نے نصرانیوں کے مظالم سے تنگ آکر غرناطہ کی طرف ہجرت شروع کی تھی پھر تمہارے باپ کے کہنے پر المریہ کے نصرانی حاکم نے اپنے مسلح دستے مسلمانوں کے پیچھے لگا دیئے۔ تاکہ ان کا قتل عام کر کے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا جائے۔ جب یہ سارا کھیل شروع ہوا تھا تب ہمارے امیر رفیم بن خلاط کو بھی اس کے جاسوسوں نے اطلاع کر دی پھر رفیم بن خلاط بڑی تیزی سے موقع واردات کی طرف بڑھا۔ پہلے یہ المریہ کے محافظ نصرانی دستوں پر حملہ آور ہوا

اس کے بعد ان کا قتل عام کر دیا۔ جبکہ جو مسلمان المریہ سے نکل کر غرناطہ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اس نے ان کے بچاؤ اور ان کی حفاظت کے لئے اپنے ریوز میں شامل کر لیا اس کے بعد رفیم بن خلاط مزید حرکت میں آیا۔ المریہ کے حاکم کو بتائے بغیر المریہ کے کچھ مسلح جوان بھی المریہ کے مسلمانوں کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ تاکہ ان کا قتل عام کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیں۔ رفیم بن خلاط ان پر بھی حملہ آور ہوا اور ان کا بھی قتل عام کر کے ان کا بھی خاتمہ کر دیا۔

اس کے بعد رفیم بن خلاط مزید آگے بڑھا اور المریہ کی بستی پر حملہ آور ہوا۔ اور بستی میں جس قدر لوگ تھے ان سب کو اس نے تہ تیغ کر دیا اور بستی کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ اس کے بعد آس پاس کے لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے اس نے یہ مشہور کر دیا مسلمان ہجرت کر کے جارہے تھے کہ نصرانیوں نے ان پر حملہ کیا لہذا مسلمانوں نے پلٹ کر نصرانیوں پر حملہ کیا اور ان کا قتل عام کر دیا اس موقع پر وہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ اسے جب یہ خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے نصرانیوں پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کر دیا ہے۔ اور ان کا خاتمہ کر دیا ہے تو وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا یہ ایک داستان گھڑی گئی تھی تاکہ وہاں کے لوگ مطمئن رہیں اور رفیم بن خلاط کو اپنا ہمدرد اور مخلص سمجھتے رہیں۔ روط میری بہن تمہیں یہ بھی بتانا چلوں کہ عیسائی علاقوں میں رفیم بن خلاط ایرولیس نام سے پکارا جاتا ہے۔ عیسائی علاقوں میں منذر بن طریف کا نام یورلی میرا نام سیانگو اور مجاہد بن یوسف کا نام جرمیاس ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اب تمہیں مزید کچھ پوچھنے اور مجھے کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اس موقع پر خیمے کے دروازے پر ایک محافظ نمودار ہوا اور لوہانہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ لوہانہ خاتون کھانا تیار ہے اپنے اور دونوں محترم خواتین کے لئے کھانا لے آؤ اس پر لوہانہ نے اشارے سے اسے پلے جانے کو کہا۔ جب وہ محافظ چلا گیا تب روط بولی اور منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے وہ بولی۔

منصور میرے بھائی آپ نے یہ بتا کر کہ رفیم بن خلاط اور مجھے قید سے نجات دلانے والا ایک ہی بستی کے دو روپ ہیں تو رفیم بن خلاط کو دیکھنے کی میری اب آرزو اتنا تک پہنچ چکی ہے۔ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گی جب تک رفیم بن خلاط سے مل نہیں لیتی اس سے گفتگو نہیں کر لیتی جو معرکہ اس نے ہم دونوں ماں بیٹی کے لئے سرانجام دیا ہے اس کے لئے اس کا شکر یہ ادا نہیں کر لیتی۔ دیکھ منصور میرے بھائی میں آپ کے اور امیر رفیم بن خلاط کا اس بات کا بھی شکریہ ادا کروں گی کہ انہوں نے اسلام دوستی کا بہترین ثبوت دیتے ہوئے جبل شعت میں عیسائیوں کے دونوں گروہوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور وہاں سے بے یار و مددگار

اور انتہائی بے بسی کی حالت میں ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اپنے ریوڑ میں شامل کیا یقیناً اس ریوڑ کے ساتھ وہ مسلمان بھی اب غرناطہ کی حدود میں داخل ہو چکے ہوں گے اس پر منصور بن نعمان بولا اور کہنے لگا۔ میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے تم دونوں ماں بیٹی کے ساتھ المریہ کے مسلمان بھی اب غرناطہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب میں تم دونوں ماں بیٹی اور سب لوگوں کو جبل الجبل کی طرف لے جاؤں گا۔ اور ان کی آبادی کا دہاں اہتمام کروں گا۔ اس لئے کہ ان کے متعلق اپنے پیغام رساں شاہینوں کے ذریعے امیر رقیم بن خلاط مجھے مطلع کر چکے ہیں اس پر روطہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

منصور میرے بھائی اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو مجھے ابھی اپنے امیر کے پاس لے چلیں میری ماں بھی میرے ساتھ جائے گی۔ میں کھانا کھانے سے پہلے ان سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ اس پر منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون دونوں اٹھ کھڑے ہوئے مجاہد بن یوسف بھی اٹھ کھڑا ہوا پھر منصور بولا اور کہنے لگا۔ اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو میرے ساتھ آؤ میری بہن میں تمہیں پہلے امیر رقیم بن خلاط کے پاس لے کر چلتا ہوں اس کے ساتھ ہی سب نیچے بہ نکل گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب رقیم خلاط کے خیمے کے سامنے پہنچے۔ وہاں جو آگ کا الاؤ روشن تھا اس کے قریب منذر بن طریف اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ انہیں دیکھتے ہوئے منذر بن طریف بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا قریب جا کر منصور بن نعمان بولا اور روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

روطہ میری بہن یہ ہمارے مسکن کے نائب دوئم ہیں میں آج کل مسکن میں رہتا ہوں۔ امیر رقیم بن خلاط کے ساتھ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کام کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ منذر بن طریف مسکن میں ہوتا ہے اور میں سیانکو کی حیثیت سے امیر کے ساتھ کام کرتا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے منصور بن نعمان کا پھر وہ منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

منذر میرے بھائی میرے عزیز امیر اس وقت کہاں ہیں کیا اس وقت وہ اپنے خیمے میں ہیں۔ اگر وہ آرام نہیں کر رہے ہیں یا سو نہیں چکے تو روطہ اور اس کی ماں سوزان امیر سے ملنا پسند کریں گی ان کی ضد ہے کہ جب تک وہ امیر سے مل نہیں لیں گی ان سے گفتگو نہیں کر لیتیں تب تک وہ شام کا کھانا نہیں کھائیں گی۔ اس پر منذر بن طریف بولا اور کہنے لگا۔

منصور میرے عزیز بھائی آپ لوگوں کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد سلطان ابو الحسن اور ان کے طالبہ گردنوں کے سالار اعلیٰ احمد بن عطاش آ گئے تھے۔ دونوں تھوڑی دیر امیر رقیم بن

خلاط کے پاس بیٹھ کر تنہائی میں گفتگو کرتے رہے۔ رقیم بن خلاط نے سلطان ابو الحسن کو اپنی ساری کارگزاری سے مطلع کیا اور ابو الحسن امیر کی کارگزاری پر بے حد مطمئن اور خوش ہوئے۔ رقیم بن خلاط نے سلطان ابو الحسن کو یہ بھی بتایا کہ روطہ اور اس کی ماں سوزان کو جبل شدت کے قلعہ البارس سے رہا کر لیا گیا ہے اور اس وقت وہ ہمارے ریوڑ کے اندر شامل ہیں۔ اس پر سلطان ابو الحسن نے بے پناہ خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

دیکھ منصور میرے بھائی۔ سلطان مزید کسی اہم مسئلے پر امیر رقیم بن خلاط سے گفتگو کرنا چاہتے تھے لہذا وہ امیر کو اپنے ساتھ قصر الحمرا لے گئے ہیں۔ سلطان ابو الحسن کا کہنا تھا کہ ان دنوں ان کا بیٹا ابو عبد اللہ کسی کام کے سلسلے میں مالتہ شہر گیا ہوا ہے وہ بلا کسی خوف و خطر امیر کی دعوت کر سکتے ہیں لہذا آج امیر رقیم بن خلاط سلطان ابو الحسن کے یہاں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے قیام کریں گے۔ دراصل سلطان ابو الحسن اپنے بیٹے ابو عبد اللہ پر امیر کے ساتھ اپنے تعلقات کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ وہ یہ تعلقات خفیہ رکھنا چاہتے ہیں اور بوقت ضرورت امیر کی طاقت اور قوت کو اپنے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

سلطان ابو الحسن اس بات پر بضد تھے۔ کہ امیر رقیم بن خلاط رات بھر قصر الحمرا میں قیام کریں لیکن امیر اس پر آمادہ نہیں تھے۔ امیر سلطان ابو الحسن کو کہہ رہے تھے کہ وہ سہل انگاری کی زندگی کے عادی نہیں ہیں۔ وہ پتھریلی زمین پر سونا پسند کرتے ہیں اور وہیں ان کو بہتر نیند آتی ہے۔ میرے خیال میں امیر رات بھر وہاں قیام نہیں کریں گے۔ رات کے کسی حصے میں وہ اپنے مسکن میں لوٹ آئیں گے۔

دیکھ منصور میرے بھائی سلطان ابو الحسن کے ساتھ روانہ ہوتے وقت امیر رقیم بن خلاط نے حکم دیا تھا کہ دریائے حدار کے کنارے اپنے اس پڑاؤ کو ختم کر کے جبل الجبل میں اپنے مسکن میں داخل ہو جائے۔ امیر کا یہ بھی حکم تھا کہ روطہ اور اس کی ماں سوزان کے لئے جو رہائش گاہ تیار کی گئی ہے اس میں ان دونوں ماں بیٹی کو عزت اور احترام سے رکھا جائے۔ اس کے علاوہ امیر کا یہ بھی حکم تھا کہ جو المریہ کے مسلمان اس وقت ہمارے گروہ میں شامل ہیں انہیں بھی مسکن کے اندر خاطر خواہ رہائش مہیا کی جائے۔

اس کے علاوہ امیر کا یہ بھی حکم تھا کہ المریہ کی بستی کو لوٹنے کے علاوہ مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے گروہ سے بھی جو کچھ ہمیں حاصل ہوا ہے وہ سب قلعہ حصن الرومان میں منتقل کر دیا جائے۔ یہاں تک کہنے کے بعد منذر بن طریف جب خاموش ہوا تب منصور بولا اور کہنے لگا۔

منذر میرے بھائی، میرے عزیز! تم فکر مت کرو۔ امیر کے ہر حکم کا اتباع کیا جائے گا۔

پہلے تم یہ کہو کہ تم نے کھانا کھایا ہے اس پر منذر بولا اور کہنے لگا نہیں میرے بھائی میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا۔ اس پر منصور بولا اور کہنے لگا اٹھو اور میرے ساتھ آؤ۔ اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔ اس پر منذر بولا اور کہنے لگا نہیں۔ میں یہیں امیر کے خیمے کے پاس ہی بیٹھتا ہوں۔ میں اور مجاہد بن یوسف دونوں بھائی یہیں کھانا کھالیں گے۔ آپ دونوں میاں بیوی مل کے روطہ اور ان کی والدہ سوزان کے کھانے کا انتظام کریں۔ یہاں تک کہنے کے بعد منذر بن طریف جب خاموش ہوا تو منصور بولا اور روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

روطہ میری بہن دیکھ اب جبکہ امیر رقیم بن خلاط سلطان ابوالحسن کے ساتھ قصر الحمرہ جا چکے ہیں۔ تو مجبوری ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ کل تم دونوں ماں بیٹی کو امیر سے ملاؤں۔ اب تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ پہلے دونوں ماں بیٹی کھانا کھاؤ اس کے بعد ہم یہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھائیں گے اور مسکن میں داخل ہوں گے۔ روطہ اور سوزان دونوں ماں بیٹی چپ چاپ منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون کے ساتھ ہولی تھیں۔ جبکہ مجاہد بن یوسف آگے بڑھ کر منذر بن طریف کے ساتھ آگ کے لاؤ کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

☆.....☆

سرمایہ کی وہ رات گہری ہو گئی تھی۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بارش کا بھی امکان تھا۔ چاروں طرف گھورا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دریائے حدار سرما کے باعث کناروں کے سمت سے سوکھ چکا تھا اور درمیان میں وہ نور کی رواں لہروں اور تھرتی زرفشاں دھاروں کی طرح بہہ رہا تھا۔

فضاؤں میں چاروں طرف خوابوں کی تخیلوں اڑتی رتوں سورج مکھی کی زردیوں جیسی خاموشی، حروف دعا کی اونگھتی حدت، سنگریزوں، سپیوں اور گھونگوں جیسا سکوت طاری تھا۔ لگتا تھا ہر چیز بیتے لمحوں کی ٹھنڈی کرچیوں جیسی ہو کر رہ گئی ہو۔ آسمان پر بکھرے ہوئے تھکے ہارے بادلوں کے شانوں پر پانی کے قطروں کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ شاید ان کے برسنے کا وقت آ گیا تھا۔ سرد ہوائیں بھی کبھی درختوں اور ٹیلوں پر سستی ہوئی نوحہ بلند کرتی ہوئی گزرتیں پھر بارش شروع ہو گئی جیسے ٹھہرے پانیوں پر رقص کرنی بوندوں کی طرح رسماساتی بارش کے قطرے ایک ایک آنک کے ساتھ کوئی انوکھا کوئی انجانا کوئی نا آشنا سا پیغام سنانے لگے ہوں۔

ایسے میں منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف تینوں حرکت میں آئے۔ جب ان کے ساتھی کھانا کھا چکے تو انہوں نے دریائے حدار کے کنارے اپنا پڑاؤ ختم کر دیا پھر دریائے حدار کو عبور کرنے کے بعد وہ اپنے مسکن میں داخل ہوئے۔ گورات گہری ہو چکی تھی لیکن جونہی اپنے ریوڑ میں داخل ہوئے مسکن میں جو لوگ پہلے سے رہ رہے تھے وہ اپنے ہاتھوں میں شمعیں لئے دھیس بجاتے ہوئے اپنے لشکریوں اور مسکن میں نئے داخل ہونے والے اپنے مسلمان بھائیوں کا استقبال کرنے لگے تھے۔ کافی دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ پھر منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف نئے آنے والے مسلمانوں کو ان کی رہائش گاہیں دکھانے لگے تھے۔ اس کے بعد منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون روطہ اور اس کی ماں سوزان کو ان کی رہائش گاہ کی طرف لے کر گئے۔

چند مکانوں پر مشتمل یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جو جبل ارج کی ایک چوٹی پر تھی، جبل ارج جنوبی ہسپانیہ کا وہ واحد کوہستانی سلسلہ ہے جہاں سال کے اکثر حصے میں برف جمی رہتی ہے۔ منصور بیوی عروسہ بنت حمدون جب روطہ اور سوزان کو اس بستی میں لے کر گئے تو

بستی کے ایک طرف وہ ایک مکان کے سامنے رک گئے پھر عروسہ نے آگے بڑھ کر اس مکان کا دروازہ کھولا۔ اس کے بعد وہ دونوں میاں بیوی روطہ اور سوزان کو لے کر اندر گئے اس مکان میں پہلے سے مشعلیں روشن تھیں۔ اس موقع پر منصور بن نعمان بولا اور روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

روطہ میری بہن۔ امیر رقیم بن خلاط کے حکم پر آپ دونوں ماں بیٹی کی رہائش کے لئے یہ مکان چنا گیا ہے۔ آپ دونوں میرے ساتھ آئیں۔ یہ مکان میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ تین کمروں پر یہ مکان مشتمل ہے جس میں آپ دونوں ماں بیٹی کو ضرورت کی ہر شے ملے گی۔ کھانے پینے کی اشیاء وافر مقدار میں یہاں رکھ دی گئیں اور تم دونوں ماں بیٹی اپنی مرضی کے مطابق اپنے کھانے پینے کا انتظام کر سکتی ہو۔ اس کے ساتھ ہی منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون دونوں روطہ اور اس کی ماں کو وہ مکان دکھانے لگے تھے جب سارا مکان وہ دیکھ چکیں تب عروسہ بنت حمدون بولی اور روطہ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

روطہ میری بہن۔ تم اس رہائش گاہ کو کیسا پاتی ہو۔ میری بہن۔ یہاں تمہیں ریاست ارغون کے محل جیسی آسائشیں تو میسر نہیں ہوں گی بہر حال یہاں تمہیں اپنے مسلمان بہن بھائیوں کا پیار ملے گا۔ اتفاق ملے گا اور ہمدردی اور خلوص ملے گا۔ اس پر روطہ فوراً عروسہ بنت حمدون کی بات کو کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھ عروسہ میری بہن۔ اب میں ارغون کے محل کی ساری آسائشیں اور خواہشوں کو فراموش کر چکی ہوں۔ میں اور میری ماں وہ ماہ قلعہ البارس کی اسیری کاٹ چکی ہیں اب ہمیں صحیح زندگی کا احساس ہو چکا ہے۔ یہ رہائش گاہ جو ہمیں مہیا کی گئی ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بڑھ کر بہتر اور اچھی رہائش گاہ ہمیں میسر نہیں ہو سکتی۔ روطہ کا یہ جواب سن کر منصور بن نعمان اور عروسہ بنت حمدون خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد عروسہ بولی اور کہنے لگی۔

آپ دونوں ماں بیٹی کے بائیں جانب جو مکان ہے یہ ہمارا ہے۔ آئیے آپ کو ہم اپنا مکان بھی دکھاتے ہیں۔ روطہ اور سوزان دونوں چپ چاپ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ ہوئی تھیں۔

منصور اور عروسہ دونوں میاں بیوی نے ان ماں بیٹی کو اپنا بھی مکان دکھایا۔ بالکل اس مکان جیسا تھا جیسا روطہ اور سوزان کو مہیا کیا گیا تھا۔ وہ مکان دیکھنے کے بعد روطہ نے منصور بن نعمان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

منصور میرے بھائی۔ جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اس مسکن کے نائب دوئم ہیں تو کیا آپ کے امیر رقیم بن خلاط اور نائب سوئم منذر بن طریف بھی یہیں کہیں رہتے ہیں اس پر

منصور بن نعمان اداس ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ مشعل کی روشنی میں روطہ اور اس کی ماں سوزان تھوڑی دیر تک عجیب سی پریشانی میں منصور بن نعمان کو دیکھتی رہیں پھر روطہ بولی اور پوچھنے لگی منصور میرے بھائی۔ آپ اداس اور پریشان کیوں ہو گئے ہیں اس پر سر کو جھٹکتے ہوئے منصور بن نعمان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ روطہ، میری بہن! اس بستی میں یا یوں جانو کہ اس دنیا میں کوئی ایسا مکان۔ کوئی ایسا گھر نہیں جسے ہم اپنے امیر محترم رقیم بن خلاط کا گھر کہہ سکیں۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ بڑے دھمکی بڑے پے ہوئے مظلوم سے انسان ہیں۔ اس دنیا میں ان کا کوئی رشتہ دار نہیں۔ بس وہ اپنے لشکریوں کو ہی اپنا بھائی بند خیال کرتے ہیں۔ میں تم کو بتا چکا ہوں کہ ان کے ماں، باپ، بہن بھائی سب مارے جا چکے ہیں۔ لہذا انہوں نے اپنے کسی بھی رہائش گاہ کا تعین نہیں کیا۔ دیکھ روطہ میری بہن جو مکان اس وقت آپ دونوں ماں بیٹی کو دیا گیا ہے۔ وہ بنیادی طور پر ہم سب نے مل کر اپنے امیر رقیم بن خلاط کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ لیکن امیر نے اس میں رہنے سے انکار کر دیا۔

روطہ میری بہن۔ جبل اُج کی مختلف چوٹیوں پر ہم نے برج نما مکانات تعمیر کر رکھے ہیں۔ جن میں ہمارے لشکری مستقل قیام کرتے ہیں بس انہیں برجوں میں سے ایک برج کے اندر امیر رقیم بن خلاط بھی اپنے ساتھی منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کے ساتھ ٹھہر جاتے ہیں۔ میں نے کئی بار ان کی منت سماجت کی ان کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ میری بیوی عروسہ تک نے بڑے پیار سے انہیں سمجھایا کہ وہ اس مکان میں رہا کریں لیکن وہ نہیں رہتے۔ بس وہیں اپنے لشکریوں کے ساتھ وہ ایک برج میں قیام کرتے ہیں۔

امیر رقیم بن خلاط کی طرح منذر بن طریف کا بھی کوئی بھائی بہن نہیں ہے۔ مجاہد بن یوسف کے متعلق میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ امیر رقیم بن خلاط کا قریبی رشتہ دار ہے اور امیر کی طرح اس کے سارے رشتہ داروں کو بھی مار دہ شہر کے نصرانیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ جہاں تک منذر بن طریف کا تعلق ہے تو یہ بے چارہ اشدیلہ کا باشندہ ہے جب نصرانیوں نے اس شہر پر حملہ کیا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا تو یہ بے چارہ بھاگ کر یہاں چلا آیا اور یہ بھی اکیلا ہے لہذا یہ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف بھی امیر رقیم بن خلاط کے ساتھ ایک ہی برج میں قیام کرتے ہیں۔ منصور بن نعمان کی اس گفتگو پر روطہ بے چاری کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ قریب تھا کہ وہ سسک سسک کر رو پڑتی پر جلدی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

یہ ہمارے مکان کے دوسری طرف کون رہتا ہے۔ اس پر منصور بن نعمان کہنے لگا۔

جلدی جلدی وضو کر کے فجر کی نماز ادا کی۔ پھر دونوں نے صبح کا کھانا کھایا اس کے بعد جب دونوں ماں بیٹی گھر سے باہر نکلیں تو روطہ منصور بن نعمان کے مکان کی طرف دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ اس نے دیکھا مکان سے باہر برفباری میں رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کھڑے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ روطہ بڑے شوق سے تجسس سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھنے جا رہی تھی۔ وہ اس کا پیٹنا پرانا اور پیوند لگا ہوا لباس دیکھ کر مغموم اور طول ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر روطہ کے دیکھتے ہی دیکھتے رقیم بن خلاط وہاں سے ہٹا اور روطہ کے پاس سے گزرتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔ روطہ کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے نگاہیں جھکائے رکھیں۔ اس نے روطہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ روطہ نے اسے بالکل قریب سے دیکھا اس کا لباس بالکل بوسیدہ جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ اپنے لباس کے اوپر اس نے پیوند لگا ہوا موٹا دبیز اون کے بالوں کا بنا ہوا کپڑا ڈال رکھا تھا۔

روطہ اور اس کی ماں کے پاس سے نگاہ جھکا کر گزرنے کے بعد رقیم بن خلاط تھوڑا آگے جا کر رک گیا اس لئے کہ وہاں مسکن کے قاضی عقبہ بن مغیرہ اور رقیم بن خلاط کے ریوڑ کا مفتی سعدون بن سلیط کھڑے تھے ان کے پاس رک کر رقیم بن خلاط گفتگو کرنے لگا تھا۔ اتنی دیر میں منصور بن نعمان بھاگتا ہوا اپنے مکان کے اندر گیا وہ چمڑے کی ایک چادر لے کر آیا پھر وہ زور زور سے پکارنے لگا۔ امیر محترم تھوڑی دیر رکے۔ ٹھہریے میری بات سنئے۔ اس کے ساتھ ہی منصور بن نعمان بھاگتا ہوا رقیم بن خلاط کی طرف آگے بڑھا آگے بڑھ کر اس نے چری چادر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ امیر محترم برفباری جاری ہے آپ یہ چری چادر اوپر لے کر جائیں۔ اس طرح آپ برف باری سے محفوظ رہیں گے۔ رقیم بن خلاط نے مسکراتے ہوئے منصور بن نعمان کی طرف دیکھا اور کہا۔

منصور میرے بھائی اس کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس یہ دبیز کپڑا ہے یہ برفباری سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ رقیم بن خلاط کے اس جواب پر منصور بن نعمان بے چارہ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ واپس اس جگہ آن کھڑا ہوا تھا جہاں اس کے مکان کے سامنے منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف بھی کھڑے ہوئے تھے۔ روطہ اور سوزان تیزی سے آگے بڑھیں اور ان کے پاس جا کھڑی ہوئیں۔ روطہ منصور بن نعمان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

منصور میرے بھائی یہ مسکن کے امیر رقیم بن خلاط کس وقت آئے اور اب وہ کہاں جا رہے ہیں اس پر منور در پوچھنا اور کہنے لگا۔ یہ رات ہی کے وقت لوٹ آئے تھے تم دونوں ماں بیٹی کے لئے کچھ سامان بھی لے کر آئے ہیں جو سلطان ابوالحسن نے تم دونوں ماں بیٹی کے لئے دیا ہے۔ اس میں تم دونوں ماں بیٹی کے لئے کپڑے اور دیگر ضروریات کی بیش قیمت اشیاء ہیں۔

امیر کے لشکر میں ایک مفتی ہے اس کی آواز میں سوز اور کشش ہے اس کا نام سعدون بن سلیط ہے تمہاری رہائش گاہ کے دوسری طرف وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہتا ہے خود وہ اکثر و بیشتر امیر کے ساتھ ریوڑ ہی میں قیام کرتا ہے اور اس مفتی سعدون بن سلیط کی رہائش گاہ سے جو اگلا مکان ہے وہ ہمارے مسکن کے قاضی عقبہ بن مغیرہ کا ہے۔ بہت اچھے نیک اور خدا ترس انسان ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد منصور بن نعمان نے اس دیوار کی طرف اشارہ کیا جو اس کے مکان اور روطہ کی رہائش گاہ کی مشترکہ دیوار تھی۔ روطہ اور سوزان نے دیکھا اس دیوار کے اوپر لکڑی کا ایک کافی بڑا پنجرہ بنا ہوا تھا جسے اوپر سے لکڑی اور اس کے بعد چمڑے سے ڈھانپ لیا گیا تھا۔ پنجرے کے اندر شاہین بند تھے منصور بن نعمان بولا اور روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ میری بہن۔ اس دیوار کے اوپر جو لکڑی کا پنجرہ بنا ہے اس کے اوپر پیغام رسانی کے لئے استعمال ہونے والے شاہین بند ہیں۔ جب امیر رقیم بن خلاط ہسپانیہ کے مختلف شہروں کی طرف ہوتے ہیں تو ان ہی شاہینوں کے ذریعے امیر کے ساتھ ہمارا رابطہ رہتا ہے اور پیغام رسانی ہوتی ہے۔ ایسے ہی شاہین امیر کے پاس بھی ہیں وہ بھی ان شاہینوں کے ذریعے مجھے احکامات روانہ کرتے ہیں اور ان ہی احکامات کی روشنی میں میں عمل کرتا ہوں۔ دیکھ میری بہن ان شاہینوں کی نگرانی تیرے ذمے ہے۔ ان کی دیکھ بھال میری بیوی عروسہ کرتی تھی اب تم دونوں بہنیں مل کر کروگی۔ امیر رقیم بن خلاط کی طرف سے پیغام آیا کریں گے تم دونوں بہنیں لیا کرو گی اور میں جو پیغام لکھایا کروں گا وہ اب تم ہی امیر کے نام لکھا کرو گی۔ اس طرح کم از کم میرا تھوڑا بہت کام بٹ جایا کرے گا۔ اس پر روطہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی منصور میرے بھائی میں یہ کام ضرور کروں گی۔ اس پر منصور بن نعمان پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ میری بہن جب کوئی پیغام مجھوانے کا طریقہ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔ جو شاہین پیغام لے کر آتا ہے وہ فضا میں ان مکانوں کے اوپر چکر لگاتا ہوا آوازیں نکالتا ہے اور پھر ان لکڑی کے پنجروں کے اوپر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسے پکڑ کر اس کے پیروں یا پیر سے بندھے ہوئے پیغام کو اتار لیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ بعد کا معاملہ ہے عملی طور اس کا وقت آئے گا تو میں تمہیں سب سمجھا دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی منصور بن نعمان اور عروسہ بن حمدون دونوں میاں بیوی روطہ اور سوزان کو ان کی رہائش گاہ میں چھوڑنے آئے پھر وہ واپس چلے گئے تھے۔



دوسرے روز جب روطہ اور اس کی ماں سوزان صبح سویرے سو کر اٹھیں تو انہوں نے دیکھا باہر بڑی تیزی سے برفباری جاری تھی۔ اور زمین کا سینہ سفید ہو چکا تھا۔ دونوں ماں بیٹی نے

وہ اندر عروسہ کے پاس رکھی ہیں۔ وہ ابھی تم دونوں کو ساری چیزیں دیتی ہے۔ اس پر روطہ بولی اور کہنے لگی۔ منصور میرے بھائی میں نے ان چیزوں کے متعلق نہیں پوچھا۔ نہ میں ان چیزوں کی ضرورت محسوس کرتی ہوں۔ میں نے تو آپ سے پوچھا ہے کہ امیر اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔ اس پر منصور کہنے لگا دیکھ میری بہن۔ امیر آدھی رات کے وقت ہی اپنے مسکن میں لوٹ آئے تھے۔ انہوں نے سلطان ابو الحسن کے یہاں قیام نہیں کیا۔ دیکھ میری بہن جس وقت امیر اپنے مسکن میں ہوتے ہیں وہ ہر روز اسی وقت وہ سامنے والی چوٹی پر جاتے ہیں اور چاشت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ وہیں سجدے میں گر کر دعا مانگتے ہیں اور لوٹ آتے ہیں۔ بس میری بہن جب سے یہ اس مسکن میں آئے ہیں تب سے ان کا یہی معمول ہے۔ اب بھی وہ اس سامنے والی چوٹی پر جائیں گے اور اپنے معمول کے مطابق دعا مانگیں گے۔ اس پر روطہ بولی اور کہنے لگی۔

پر وہ اکیلے کیوں گئے ہیں تم لوگوں نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا اس پر منصور بولا اور کہنے لگا نہیں ایسا وہ اکیلے ہی کرتے ہیں اور کسی اور کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس پر روطہ بولی اور کہنے لگی اگر ایسا ہے تو پھر میں ضرور ان کا تعاقب کروں گی میں ان کے پیچھے جاؤں گی ان سے ملوں گی ان سے گفتگو کروں گی اور دیکھوں گی کہ وہ کس طبیعت اور مزاج کے آدمی ہیں اور میں یہ بھی دیکھوں گی کہ کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے مجھے البارس کے قلعے سے نجات دلائی تھی اس لئے کہ جس نوجوان نے مجھے البارس کے قلعے سے نکالا تھا اسے پہنچانے کے لئے میرے پاس ایک نشان ہے اور وہ یہ کہ اس نوجوان کے پاؤں کے تلوے پوری طرح جلے ہوئے تھے۔ اس پر منصور بن نعمان کے بجائے منذر بن طریف بڑی اداسی اور افسردگی میں بولا۔

روٹہ میری بہن یہ ہمارے آقا ہمارے امیر رقیم بن خلاط ہی ہیں جن کے پاؤں جلے ہوئے ہیں۔ جس وقت یہ ہمارے بھائی مجاہد بن یوسف کے ساتھ جبل طلیطلہ کے ایک قلعے میں قیدی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے اور ابھی بچے ہی تھے تو وہاں نصرانیوں نے ان پر بہت مظالم کئے ان کے پاؤں کو لوہے کی گرم سرخ مہروں سے روز دانا جاتا تھا اور مجاہد بن یوسف کو یہ سزا دی گئی کہ اس کی زبان ہی کاٹ دی گئی۔ تم دیکھ سکتی ہو امیر کے پاؤں پشت کی جانب سے جگہ جگہ سے جلے ہوئے ہیں۔ اس پر روطہ نے مڑ کر اس سمت دیکھا جہاں رقیم بن خلاط مسکن کے قاضی عقبہ بن منیرہ اور معتقی سعد بن سلیمان کے پاس رک کر گفتگو کر رہا تھا اس نے دیکھا رقیم بن خلاط ان کے پاس سے ہٹ کر سامنے والی برف پوش کوہستانی چوٹی کی طرف جا رہا تھا اس پر روطہ بولی اور کہنے لگی میں امیر کا تعاقب کرتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ

واقعی یہ وہی جوان ہے جنہوں نے مجھے قلعہ البارس سے نجات دلائی تھی۔ روطہ اپنی ماں یا کسی اور کے رد عمل کا انتظار کئے بغیر اس سمت بھاگنے لگی جس سمت رقیم بن خلاط گیا تھا۔ روطہ بڑی محتاط رہ کر رقیم بن خلاط کا تعاقب کر رہی تھی برفباری ابھی تک جاری تھی۔ زمین کا سینہ اور کوہستانوں کی چوٹیاں سفید ہو چکی تھیں۔ روطہ شاید یہ ظاہر نہیں کرتا چاہتی تھی کہ وہ رقیم بن خلاط کا تعاقب کر رہی ہے لہذا وہ جنگلی جھاڑیوں اور چھوٹے چھوٹے درختوں میں رہ کر رقیم بن خلاط کے پیچھے جا رہی تھی۔

روٹہ نے دیکھا اس کوہستانی سلسلہ کی چوٹی کے اوپر جا کر رقیم بن خلاط رک گیا تھا۔ روطہ بھی بڑی تیزی سے اوپر گئی اور جس جگہ رقیم بن خلاط جا کر رکھا تھا اس کے قریب ایک جھاڑی کی اوٹ میں وہ رہ کر رقیم بن خلاط کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر تک کوہستانی سلسلہ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر رقیم بن خلاط عجیب سی بے بسی اور لاچارگی کے انداز میں اپنے چاروں طرف نظر دوڑاتا رہا اس نے سر پر بوسیدہ سی گرم ٹوپی پر اوپر پوند لگا کر کمبل ڈال رکھا تھا۔ برفباری اسی طرح جاری تھی۔ زمین سفید ہو چکی تھی پھر روطہ کے دیکھتے ہی دیکھتے۔ رقیم بن خلاط نے اپنے پاؤں سے جوتا اتارا اور وہ چاشت کی نماز ادا کرنے لگا تھا۔

جب رقیم بن خلاط سجدے میں گیا تو روطہ دنگ رہ گئی اس نے دیکھا رقیم بن خلاط کے پاؤں کے تلوے جگہ جگہ سے جلے ہوئے تھے وہ پہچان گئی کہ رقیم بن خلاط نے ہی اسے قلعہ البارس کی قید اور اسیری سے نجات دلائی تھی۔ اس موقع پر ایک خواہش کا اظہار کرتے ہوئے روطہ نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔

اے امیر! کاش اس وقت آپ نماز کی حالت میں نہ ہوتے قسم خداوند قدوس کی جس نے ساری دنیا کو پیدا کیا اگر آپ اس وقت نماز کی حالت میں نہ ہوتے یونہی بیٹھے ہوتے تو آپ کے پاؤں کے جلے ہوئے نشانات دیکھ کر میں آگے بڑھ کر آپ کے پاؤں کو چوم لیتی۔ کہ آپ میرے محسن میرے مربی اور میری امیدوں کے تاور شجر ہیں۔ رقیم بن خلاط چاشت کی نماز ادا کرتا رہا جبکہ روطہ جھاڑی کی اوٹ میں رہ کر بڑے غور سے انہماک سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ نماز ادا کرنے کے بعد برف پر ہی رقیم بن خلاط دوڑا نو بیٹھ گیا پھر اس نے دعائے انداز میں اپنے ہاتھ پھیلائے اس کے بعد وہ انتہائی کرب انتہائی دکھ اور انتہائی عاجزی و انکساری میں دعا مانگ رہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

اے خداوند زندہ و بیدار! ہسپانیہ کے مسلمان ان دنوں ایسے ہی ہیں جیسے صحرا کی طرح تپتے جسم پر بدامنی اور اضطراب کا بوجھ لا دیا گیا ہو۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کی اہنی فکر کو ظلمت کی

موت کے پنجوں کی گرفت میں دے دیا گیا ہے اور اب ان کی حالت بھی ہوئی قبروں سے مختلف نہیں ہے۔ یہ آنکھیں بند کر کے کور چشموں کی پیروی میں لگ گئے ہیں۔ میرے اللہ ان دنوں ہسپانیہ کے مسلمانوں کی حالت اخلاق کی بانہوں میں ڈوبتی بے اماں یادوں سے مختلف نہیں ہے۔ یہ فیصل جسم و جان کی آخری سیڑھی پر کھڑے ہیں۔ پت جھڑ کے اداس موسم ان پر اپنا نزول کئے ہوئے ہیں۔

میرے اللہ ہسپانیہ کے مسلمان خلا کی اندھی مسافت طلسم و ہم و گمان کی منزل میں کھوئے ہوئے ہیں۔ ان کی حالت صحرا غبار میں چار سو گھرے گشبدہ شہر حزیں کی مانند ہو گئی ہے۔ میرے اللہ انہیں حوصلہ دے اور لمحہ فکر و اعجاز سے ہمکنار کر۔

میرے اللہ۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے سورج پر قدغن ان کے خیالوں پر پہرہ لگتا جا رہا ہے۔ الہی انہیں تن آسانی کے گوشوں سے نکال کر تند و پُرشور بگولوں سے آشنا کر دے۔

اے خالق مہربان۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے دشمن اچلے کی تختیاں لئے صدیوں کے رشتوں پر ان کی نئی محرمیاں ہاتھوں سے سجاتے ہیں وہ لمبوں کے غبار میں بے خبر بگولوں اور آندھیوں کی سلوٹوں میں وہموں کے خوابوں کی طرح مسلمانوں کے درپے ہیں اور انہیں ہسپانیہ سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔

میرے اللہ تیری بارگاہ میں ہسپانیہ کے مسلمانوں کی طرف سے معذرت کی بھیک مانگتا ہوں۔ میرے اللہ اگر میں نے اپنی زندگی میں کوئی نیک کام کیا ہے تو اسی کے عوض میرے اللہ تو مسلمانوں کی ذات کے عرفان میں تحلیل خواہشوں کی آندھیاں بھر دے۔

میرے اللہ۔ اسم محمد کے طفیل ہسپانیہ کے مسلمانوں میں کوئی ایسا شخص پیدا کر جو ان کے لہجے کی برف گھٹلا کر دے جوئی رتوں کا محافظ بن کر ہسپانیہ کے مسلمانوں کے چہروں کی بدرنگی دور کر دے ان کی روح میں ایسا تلاطم پیدا کر دے کہ یہ یقین کے کھیتوں میں چاند بوئیں اور راحتوں کی چھاؤں کاٹیں موت کی تمازت بن کر اپنے دشمنوں پر چھا جائیں۔

رقیم بن خلاط کی دعا کے الفاظ سن کر روطہ بے چاری کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ دعا کے شروع ہی میں اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے اور اب وہ بری طرح ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔ اچانک روطہ چونک سی پڑی۔ اس لئے کہ اچانک دعا مانگتے مانگتے رقیم بن خلاط خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی آواز ڈوب گئی تھی۔ پھر ذرا دانیں طرف سرک کر روطہ نے غور سے رقیم بن خلاط کے چہرے کی طرف دیکھا اور وہ بے چاری پہلے سے بھی زیادہ سک سک کر رونے لگی۔ اس نے دیکھا رقیم بن خلاط کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور اس کے

واہن کو بھگور رہے تھے۔ اسی بناء پر شاید اس کی آواز ڈوب گئی تھی۔ اب وہ مزید کچھ نہ کہہ سکا تھا۔ تھوڑی دیر ایسی ہی حالت رہی اس کے بعد روطہ کو پھر رقیم بن خلاط کی آواز سنائی دی۔ وہ پھر ہچکیاں لیتی آواز اور سسکیاں فشتا فشتاؤں میں کہہ رہا تھا۔

اے کعبہ کے رب۔ ہسپانیہ کے مسلمان قدامت پسند انسان بن کر رہ گئے ہیں۔ یہ بے چارگی کا شکار ہیں اور اپنے ہونے سے بھی خائف ہیں۔ میرے اللہ ہسپانیہ میں ان گنت دشمن مسلمانوں پر ہیولوں کے ان گنت لشکر اور سرگرداں بیکراں اندھیروں کی طرح ٹوٹ پڑنے کو ہیں۔ میرے اللہ تو ہسپانیہ کے مسلمانوں کے بنجر دل کو سیراب کر۔ ان کے دلوں کی گرہیں کھول دے اور ان کی انا کے سرکش جذبوں کو بیدار کر دے۔ میرے اللہ میں تیرا ایک عاجز تیرا ایک حقیر بندہ ہوں۔ میرے اللہ یہ مسکن میں نے مسلمان کی مدد ہی کے لئے قائم کیا ہے۔ میرے اللہ مجھے توفیق دے کہ میں اپنی جان اپنی روح اور اپنے جسم کے سارے خون کو مسلمانوں کی بہتری اور ان کی بھلائی کے لئے بچاؤ کر دوں۔

جھاڑی میں چھپ کر بیٹھی ہوئی روطہ رقیم بن خلاط کی طرف سے شاید کچھ اور بھی سننے کی متنی تھی لیکن اسے مایوسی ہوئی اس لئے کہ رقیم بن خلاط کی آواز پھر ڈوب گئی تھی اور اس کی ہچکیاں اور سسکیاں روطہ کو صاف سنائی دینے لگی تھیں۔ روطہ بے چارہ جھکیوں اور سسکیوں میں رو رہی تھی۔ رقیم بن خلاط نے شاید روطہ کی سسکیاں سن لی تھیں۔ اس لئے کہ وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے پٹھے پرانے بیوند لگے جوتے اس نے پہنے۔ اپنی تلوار ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے بے نیام کی پھر وہ جھاڑی کے پاس آیا اور گر جتی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا۔ کون ہے۔ رقیم بن خلاط کو یوں اچانک اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر روطہ فوراً سنبھل گئی اپنے آنسو اس نے پونچھے اور اپنی جگہ پر وہ کھڑی ہو گئی۔ پھر اپنی گردن کو خم کرتی ہوئی کہنے لگی۔ میں آپ کی دشمن نہیں ہوں۔ میرا نام روطہ ہے جسے آپ نے اس کی ماں سوزان کے ساتھ قلعہ البارس کی قید اور اسیری سے نجات دلائی تھی۔ رقیم بن خلاط نے ایک نگاہ روطہ پر ڈالی اس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی۔ اس کے بعد اس نے روطہ کی طرف پشت کر لی اور دوبارہ اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

اے ارغون کی بیٹی۔ تم یہاں میرے تعاقب میں کیوں آئی ہو۔ کیا تم کسی شے کی طلب رکھتی ہو یا ضرورت مند ہو اگر ایسا ہے تو کہو۔ اس پر روطہ بولی اور کہنے لگی۔ امیر محترم میں آپ کے ان الفاظ کے خلاف احتجاج کرتی ہوں۔ جس وقت آپ نے مجھے قلعہ البارس کی قید سے نکالا تھا اور آپ اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھے اور میں نے آپ کی صورت بھی نہ دیکھی تھی اس وقت بھی کئی بار آپ نے مجھے ارغون کی بیٹی کہہ کر مخاطب کیا تھا اور میں نے اس وقت بھی

احتجاج کیا تھا کہ میرا اب ارغون سے کوئی تعلق نہیں میں اب غرناطہ کی بیٹی ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط فوراً بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ لڑکی میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اور میں اپنے رویے پر نادم ہوں۔ آج کے بعد میں تمہیں ارغون نہیں غرناطہ کی بیٹی کہہ کر مخاطب کروں گا۔ اس پر روطہ بولی اور کہنے لگی۔ امیر محترم آپ مجھے لڑکی کہہ کر کیوں مخاطب کرتے ہیں۔ آپ میرا نام بھی لے سکتے ہیں۔ آپ میرا نام جانتے ہیں۔ میں روطہ ہوں۔

اس پر رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر شاید وہ کچھ سوچتا رہا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ روطہ میری دلی دعا ہے کہ اس مسکن میں تم اور تمہاری ماں سوزان پر امن رہو۔ اس مسکن میں اگر تمہیں کسی شے کی ضرورت ہو تو تم بلا جھجک منصور بن نعمان سے کہہ سکتی ہو۔ اس پر روطہ فوراً بولی اور کہنے لگی امیر محترم۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

شاید تم یہ کہنا چاہو گی کہ جس وقت تمہیں البارس کی قید سے نجات دی اس وقت میں اپنا چہرہ کیوں ڈھانپے ہوئے تھا۔ شاید تم یہ پوچھنا چاہو گی کہ میں ایک عیسائی چرواہے کے بھیس میں کیوں ہسپانیہ کی بستی بستی قصبے قصبے اور شہر شہر سرگرداں رہتا ہوں۔ شاید تم یہ پوچھنا چاہو گی کہ ارغون کی طرف جاتی ہوئی شاہراہ پر مسلمانوں کا کیوں قتل عام کیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تو روطہ بولی اور کہنے لگی۔ امیر محترم! میں ان سوالوں میں سے کوئی بھی سوال آپ سے نہیں پوچھنا چاہتی میں جانتی ہوں کہ آپ ایک عیسائی چرواہے کی حیثیت سے ابرو ویس کے نام سے کیوں اپنا ریوڑ لے کر ہسپانیہ کے قریے قریے اور شہر شہر گھومتے ہیں۔ میں جانتی ہوں یہ جو کام آپ کرتے ہیں۔ اس میں اس مسکن ہی نہیں بلکہ ہسپانیہ کی فلاح اور برکت بھی پنہاں ہے۔

میں جانتی ہوں جس وقت آپ نے مجھے البارس کی قید سے نجات دلائی اس وقت کیوں آپ اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھے۔

امیر محترم۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ارغون کی طرف جانے والی شاہراہ پر آپ نے مسلمانوں کا قتل عام نہیں کیا تھا۔ جو مسلمان المر یہ سے نکل کر غرناطہ کی طرف روانہ ہوئے تھے انہیں تو آپ نے اپنے پڑاؤ میں شامل کر لیا تھا اور جو لوگ ان کا تعاقب کرنے کے لئے نکلے تھے ان کا آپ نے قتل عام کیا اور یہ ساری کاروائی میں جانتی ہوں کہ آپ بالدی گوتھ کے نام سے کرتے ہیں۔ امیر محترم! یہ سارے حالات و واقعات مجھے لوہانہ نام کی وہ عورت بتا چکی

ہے جسے آپ نے میری اور میری ماں سوزان کی خدمت پر مقرر کیا تھا۔ اس پر رقیم بن خلاط فیصلہ کن انداز میں بولا اور کہنے لگا دیکھ روطہ اگر تو ان سارے سوالوں کا جواب پہلے سے جانتی ہے اور لوہانہ تفصیل کے ساتھ سارے حالات تمہیں بتا چکی ہے تو پھر تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہے۔ اس پر روطہ چاہتوں محبتوں اور مٹھاس بھری آواز میں کہنے لگی۔ امیر محترم! میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کبھی کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ سے گفتگو کا اعزاز حاصل کرتی رہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط مدھم مدھم کر دیکھا یا آواز میں کہنے لگا۔

دیکھ غرناطہ کی بیٹی! میں جانتا ہوں کہ قلعہ البارس کی قید اور اسیری سے رہائی پانے کے بعد تو مجھے اپنا محسن اور مربی خیال کرنے لگی ہے۔ یقیناً تو مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرے گی۔ لیکن دیکھ میں اس قابل نہیں ہوں۔

دیکھ غرناطہ کی بیٹی! میں تجھ سے یہ کہوں کہ میں ایسے ویران اور بے سنگ میل راستوں کا مسافر ہوں جن پر نارسائی کے قدموں کی دھند، خاک آلود جذبول کے میلے دھوکے، وقت کی غیر محسوس چکی میں پستے تاثرات کے سوا کوئی میرا ہمسفر نہیں ہے۔ دیکھ غرناطہ کی بیٹی۔ میں خرد کے پتوں میں الجھے رنگوں۔ جنوں کی راہوں کی دلدل کا ایک ایسا راہی ہوں جس کے مقدر میں رگ و پے کی تلیوں ٹوٹے عکس کی کرچیوں اور دھوکے پر سوار ہوا کی بچکیوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دیکھ میں صدیوں کے سفر کے ایک لمحے۔ گمشدہ عکسوں اور اپنے رفتگاں کی یادوں کی نمی کا متلاشی ہوں۔ اس زندگی کے خواب آلودہ اور شوریدہ سردشت میں میرے دشمنوں نے مجھ پر تنگ و تاریک وحشت اور کالے حروف کی چادر کی طرح نزول کر کے میرے دل، میری روح کو بے مندمل زخم جیسا کر کے رکھ دیا ہے۔ اب میں اپنے ان ہی دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے اپنے ہاتھ خون میں ڈبو چکا ہوں اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہتا۔

دیکھ غرناطہ کی بیٹی! اگر تو مجھے اپنا محسن اپنا مربی جان کر مجھ سے ربط رکھو گی یا میرے قریب آنے کی کوشش کرو گی تو سنو۔ تمہاری جھولی میں خشک آہوں کے سوا کچھ نہ رہے گا۔ اور تمہاری حالت کانٹوں پر بچھائی ہوئی چادر جیسی ہو کر رہ جائے گی۔ لہذا یہ جو تمہیں اور تمہاری ماں کو قلعہ البارس کی قید اور اسیری سے نجات دلائی تھی تو اس الیے کو فراموش کر دو یوں جانو کہ یہ تمہارا کسی پر کوئی قرض تھا جو اتار دیا گیا ہے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو کے جواب میں روطہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ مسکن میں اس سمت جہاں روطہ، منصور بن نعمان، منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف اور اپنی ماں کو کھڑا چھوڑ کر آئی تھی وہاں نرسنگے، اونچی آواز گونج بھٹی تھی۔ نرسنگے کی یہ آواز سننے ہی رقیم بن خلاط چونک

اٹھا۔ پھر وہ ڈھلان میں بھاگتا ہوا کوہستانی سلسلے پر اس بستی کی طرف جا رہا تھا جس میں روطہ اور سوزان دونوں ماں بیٹی کی رہائش مہیا کی گئی تھی۔ روطہ بے چاری بھی پیچھے پیچھے اس بستی کی طرف بھاگ رہی تھی۔

رقیم بن غلاط اور روطہ دونوں جب بھاگتے ہوئے نیچے پہنچے تو انہوں نے دیکھا بستی کے باہر منصور بن نعمان، منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف، روطہ کی ماں سوزان قاضی عقیبہ بن مغیرہ اور رقیہ بن غلاط کے ریوڑ اور لشکر کا معنی سعدون بن سلیط کھڑے تھے۔ ان کے بیچ میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے اپنے کندھے پر زنگ لٹکا رکھا تھا۔ سب کو فراموش کرتے ہوئے رقیہ بن غلاط اس جوان کے پاس آیا جس نے اپنے کندھے پر زنگ لٹکا رکھا تھا۔ شاید وہ رقیہ بن غلاط کے جاسوسوں میں سے ایک تھا۔ اس کے قریب آکر رقیہ بن غلاط بولا اور اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

دیکھ میرے عزیز کیا کوئی خاص اور اہم خبر ہے۔ اس پر رقیہ بن غلاط کا وہ جاسوس بولا اور کہنے لگا۔ یا امیر میں دو اہم نوعیت کی خبریں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ پہلی خبر یہ ہے کہ ریاست ارغون کے نصرانی حکمران جیسی کی بیٹی اربونہ اور قشتالیہ کے حکمران فرواندہ کی بہن تویرہ دونوں اپنے محافظ دستوں کے ساتھ ایک کارواں کی صورت میں قرطبہ سے روانہ ہو چکی ہیں ان کی منزل غرناطہ ہے جہاں وہ قصر الحمراء دیکھنا چاہتی ہیں اور اس مقصد کے لئے انہوں نے سلطان ابوالحسن سے اجازت بھی حاصل کی ہے۔

امیر محترم! ان دونوں شہزادیوں ان کے محافظ دستوں اور ان کے ساتھ دیگر لوگوں کا یہ کارواں قرطبہ سے نکل کر اس شاہراہ پر روانہ ہوا جو دریائے کبیر کے کنارے کنارے قرطبہ سے اشبیلہ شہر کی طرف جاتی ہے۔ دریا کے کنارے کنارے یہ اس شاہراہ پر سفر کر رہے ہیں جہاں قرطبہ اور اشبیلہ کے درمیانی حصے میں دریائے کبیر اور دریائے شیل آپس میں ملتے ہیں ان کا یہ کارواں اپنا رخ بدلے گا اور دریائے کبیر کا کنارہ چھو کر یہ کارواں اس شاہراہ پر چڑھے گا جو دریائے شیل کے کنارے کنارے غرناطہ کی طرف آتی ہے۔

امیر محترم! اس کارواں سے متعلق میں مزید کہہ سکتا ہوں کہ اس کارواں میں دونوں شہزادیوں کے علاوہ ان کی لونڈیاں اور خدام، ان کے محافظ دستے اور ان کے آرام و سکون کا کچھ اس طرح انتظام کیا گیا ہے کہ یہ شہزادیاں جو علیحدہ علیحدہ گھبیوں میں سفر کر رہی ہیں۔ ان گھبیوں میں ان کے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور سونے کا مکمل انتظام ہے یہ کارواں بڑے جاہ و چشم کے ساتھ آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے غرطہ کی طرف آئے گا۔

اتنا کہنے کے بعد وہ جاسوس جب خاموش ہوا تب رقیہ بن غلاط پھر بولا اور اسے مخاطب کر

کے پوچھنے لگا اور دوسری خبر جو تم کہنا چاہتے ہو وہ کیا ہے۔ اس پر وہ جاسوس پھر کہہ رہا تھا۔ امیر محترم! دوسری اہم ترین خبر جس میں ہمارے لئے فوائد ہی فوائد پنہاں ہیں وہ یہ کہ دو دن بعد اشبیلہ شہر سے ایک کبھی روانہ ہوگی۔ اس کبھی میں ایک بہت بڑا خزانہ اشبیلہ سے قرطبہ شہر کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ گو خزانے سے بھری ہوئی اس کبھی کے ساتھ کافی محافظ بھی ہوں گے پھر بھی ان پر قابو پانا ہمارے لئے بڑا اہل اور آسان ہوگا۔ اس کبھی میں جو خزانہ ہوگا یوں جانیں وہ خزانہ اشبیلہ شہر اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کی دو سال کی آمدنی پر مشتمل ہے جو قشتالیہ کی سلطنت کے مرکزی شہر قرطبہ کی طرف منتقل کیا جا رہا ہے۔

وہ جاسوس شاید مزید کچھ تفصیل بتاتا کہ رجب میں رقیہ بن غلاط یول پڑا اور کہنے لگا۔ دیکھ میں دونوں خبروں کو مکمل طور پر سمجھ چکا ہوں۔ اب تم جاؤ اور روزمرہ کے کام میں لگ جاؤ۔ میں آج ہی یہاں سے اپنے ریوڑ کے ساتھ کوچ کروں گا۔ میرا پہلا ہدف اشبیلہ سے قرطبہ کی طرف جانے والا قشتالیہ کے حکمران فرواندہ کا خزانہ ہوگا۔

میرا دوسرا ہدف فرواندہ کی بیٹی نویرہ اور ارغون کے حکمران جیسی کی بیٹی اربونہ ہوں گی۔ رقیہ بن غلاط کی یہ گفتگوں کر قریب ہی کھڑی روطہ اور سوزان دونوں پریشان ہو گئیں تھیں۔ اس پر رقیہ بن غلاط کے لشکر کا معنی سعدون بن سلیط بولا اور پوچھنے لگا۔

اے امیر جس طرح ہم قرطبہ شہر کی طرف خزانہ لے جانے والے دستوں پر حملہ آور ہوں گے کیا اسی طرح ہم فرواندہ کی بیٹی نویرہ اور والی ارغون جیسی اول کی بیٹی اربونہ کے کاروانوں پر حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیں گے۔

سعدون بن سلیط کے اس استفسار پر روطہ اور سوزان دونوں زیادہ پریشان ہو گئیں تھیں۔ اس پر رقیہ بن غلاط بولا اور کہنے لگا دیکھ سعدون میرے بھائی جو دستے خزانہ لے کر قرطبہ کی طرف جا رہے ہیں ان کا تو ہم صفایا کر دیں گے اور خزانہ اپنے لئے حاصل کر لیں گے۔ جہاں تک قشتالیہ کی شہزادی نویرہ اور ارغون کی شہزادی اربونہ کے کاروانوں کا تعلق ہے تو ان پر ہم مختلف انداز میں حملہ آور ہوں گے۔ نویرہ اور اربونہ دونوں میں سے کسی کو ہم ہاتھ تک نہیں لگائیں گے۔ ان کی زندگی ہمارے لئے اہم اور قابل احترام ہے۔ بس ان کے کارواں پر حملہ آور ہو کر اپنے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس پر سعدون بن سلیط نے پوچھا۔

اے امیر! اپنے لئے یہ فوائد ہم کیسے حاصل کریں گے؟ اس پر رقیہ بن غلاط بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ سعدون میں اس وقت تمہیں تفصیل نہیں بتاؤں گا۔ تم لشکر میں میرے ساتھ ہی ہو گے ہر معاملہ اپنی نگاہ سے دیکھتے جاؤ گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد رقیہ بن غلاط خاموش ہوا تب قریب ہی کھڑی روطہ بولی اور کہنے لگی۔

اے امیر! شاید میری اور میری ماں سوزان کی موجودگی میں آپ سعدون بن سلیط کو تفصیل بتانے سے گریز کر رہے ہیں۔ قسم خداوند قدوس کی اگر آپ مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے نوریہ اور اربونہ دونوں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہیں تو آپ کی اس خوشی اور بہتری کے ساتھ میرا اور میری ماں کا سکون اور اطمینان پنہاں ہوگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد روطہ جب رکی رقیم بن خلاط کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ روطہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر کہہ رہی تھی۔

امیر! آپ جانتے ہوں گے کہ اربونہ میری بہن ہے۔ باپ سے سگی پر ماں سے سوتیلی اور وہ فرولندہ کی بیوی اور ریاست تھتالیہ کی ملکہ ازبیلہ کی چھوٹی اور سگی بہن ہے۔ ازبیلہ بھی میری باپ سے سگی اور ماں سے سوتیلی بہن ہے۔ جہاں تک نوریہ کا تعلق ہے تو امیر محترم یہ تھتالیہ کے حکمران فرولندہ کی بہن ہے۔ بے شک ان دونوں کے ساتھ میرا رشتہ ہے۔ پر اسلام کے ناطے سے جو مقدس اور محترم رشتہ میرا اسلام اور دیگر مسلمانوں سے ہے اس پر امیر محترم نوریہ اور ارغون تو کیا میں اپنی جان کی قربانی بھی پیش کر سکتی ہوں۔

روطہ جب خاموش ہوئی تو رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ اس سلسلے میں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نوریہ اور ارغونہ کے کارواں پر حملہ آور ضرور ہوں گا۔ لیکن ان دونوں کو کسی طرح کا گزند نہیں پہنچاؤں گا۔ جس ان کے کارواں پر حملہ آور ہو کر میں اپنے مسکن اور اپنے ساتھیوں کے لئے کچھ فوائد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس وقت تفصیل اس لئے نہیں بتا رہا تھا کہ جب میں اس کام کی تکمیل کروں گا تو تم دیکھو گی کہ ساری تفصیل میرے پیغام رساں شاہینوں کے ذریعے مسکن میں پہنچ جائے گی اور وہ ساری تفصیل پڑھنے اور جاننے کے بعد تم یقیناً میرے فعل سے اتفاق کرو گی۔ رقیم بن خلاط کے اس جواب پر روطہ ایک طرح سے مطمئن ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط اپنے نائب دوم منذر بن طریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

منذر میرے بھائی میرے عزیز! آج جب سورج غروب ہو جائے تو ہم اپنے ریوڑ اور لشکر کے ساتھ مسکن سے کوچ کریں گے۔ ہماری پیش قدمی کا راستہ کچھ اس طرح ہو گا کہ یہاں سے نکل کر ہم دریائے شہیل کے کنارے جائیں گے۔ بڑی تیزی سے دریا کے کنارے کنارے ہم اس سنگم کی طرف بڑھیں گے جہاں دریائے کبیر اور دریائے شہیل دونوں آپس میں ملتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اس راستے پر دریائے شہیل کے کنارے چھوٹا سا ایک شہر پڑتا ہے جس کا نام زمورہ ہے۔ یہ تھتالیہ کے حکمران فرولندہ کا شہر ہے اور اس شہر کے باہر چھوٹی سی ایک چھاؤنی بھی ہے۔ جس میں شہر کی حفاظت اور اس کے گرد و نواح پر نگاہ رکھنے کے لئے

ایک لشکر بھی مقیم ہے۔ یہی لشکر اور اس کا کچھ حصہ باری باری غرناطہ اور ریاست تھتالیہ کی سرحدوں پر نظر رکھتا ہے۔

دیکھ منذر، میرے بھائی! پہلے ہمیں زمورہ نام کے اس مستقر پر حملہ آور ہونا پڑے گا اور وہاں سے کچھ نصرانی جوانوں کو گرفتار کر کے اپنے ریوڑ میں رکھنا ہوگا۔ اس پر رقیم بن خلاط کا نائب اول منصور بن نعمان بولا اور چونک جانے کے انداز میں اس نے رقیم بن خلاط سے پوچھا۔

امیر محترم! زمورہ پر حملہ آور ہونے اور وہاں سے کچھ نصرانی جوانوں کو گرفتار کر کے اپنے ریوڑ میں رکھنے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ اس پر رقیم بن خلاط نے کہا۔ اگر ہم زمورہ پر حملہ آور ہو کر وہاں سے خاصی تعداد میں نصرانی جوانوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ نہیں رکھیں گے تو سنو جس ہم پر ہم جارہے ہیں اس ہم کی نہ صرف ناکامی کا خطرہ ہوگا بلکہ یہ بھی اندیشے اٹھ کھڑے ہوں گے کہ ہماری اصلیت ہسپانیہ کے سب لوگوں پر ظاہر ہو جائے گی۔

اس بار نائب دوم منذر بن طریف بولا اور کہنے لگا۔ امیر محترم! میں آپ کی تجویز اور آپ کے بیان کو قطعاً نہیں سمجھا۔ تفصیل سے بتائیں تاکہ میری تسلی ہو۔ اس پر رقیم بن خلاط ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔ دیکھ منذر میرے بھائی تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اور تم اکٹھے ہی اپنے لشکر کے ساتھ زمورہ شہر پر جائیں گے۔ زمورہ کے بعد میں اور تم علیحدہ ہو جائیں گے۔ میں لشکر کے ایک حصے کو لے کر زمورہ شہر کے نواحی کوہستانی سلسلے میں گھات میں بیٹھ جاؤں گا۔ جبکہ تم باقی لشکر اور ریوڑ کو لے کر کوہستانی سلسلے کے اس پار چلے جانا۔ جب رات گہری ہو جائے گی تو میں زمورہ کی چھاؤنی پر شب خون ماروں گا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ وہاں سے نصرانی جوانوں کو گرفتار کر کے اپنے ریوڑ میں رکھنا کیوں ضروری ہے اس کی بھی تفصیل فی الحال میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ جب میں عملی طور پر حرکت میں آؤں گا تو تمہیں خود ہی پتہ چلتا چلا جائے گا کہ زمورہ نام کے اس مستقر سے نصرانی جوانوں کو گرفتار کر کے اپنے لشکر اور ریوڑ میں رکھنا کیوں ضروری تھا۔ اب تم سب اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ اس لئے کہ مغرب کی نماز کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط روطہ کی طرف مڑا اور کہنے لگا۔

دیکھ غرناطہ کی بیٹی! میں نے منصور بن نعمان اور منذر بن طریف اپنے دونوں ساتھیوں کو زمورہ کے مستقر سے نصرانی نوجوانوں کو گرفتار کر کے اپنے لشکر میں رکھنے کی تفصیل اور وجہ نہیں بتائی۔ اس لئے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ معاملہ بھی میں تیری اور تیری ماں کی موجودگی کی وجہ سے راز میں رکھ رہا ہوں، نہیں۔ جب میں بالفعل یہ کام انجام دے لوں گا تو پھر اس کی تفصیل بھی تم دونوں کو میرے پیغام رساں شاہینوں کے ذریعے مل جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن

خلاط وہاں سے ہٹ کر اس سمت جا رہا تھا جہاں اس کے ساتھی لشکری کام کرتے تھے۔ اسی روز مغرب کی نماز اپنے مسکن میں ادا کرنے کے بعد رقیم بن خلاط اپنے ریوڑ اور لشکریوں کے ساتھ اپنے مسکن سے کوچ کر گیا تھا۔

اپنے مسکن سے نکلنے کے بعد رقیم بن خلاط اپنے ریوڑ کے ساتھ دریائے حدار کے کنارے آیا اور پھر وہ جنوب مغرب کے رخ پر اس سمت بڑھا جہاں دریائے حدار دریائے شلیل میں گرتا ہے۔ اس کے بعد وہ دریائے شلیل کے کنارے کنارے شمال مغرب کی طرف بڑھتا رہا اور دریائے شلیل اور دریائے کبیر کے سنگم سے تھوڑا پہلے وہ زمورہ شہر کے پاس پہنچ گیا۔ یہ شہر قشتالیہ کے حکمران فرولندہ کی حدود میں تھا اور یہاں فرولندہ کی ایک چھاؤنی بھی تھی۔

زمورہ شہر سے چند میل آگے جانے کے بعد رات کی تاریکی میں رقیم بن خلاط نے اپنے ریوڑ اور لشکریوں کو روک دیا تھا۔ پھر وہ اس جگہ آیا جہاں اس کا نائب دوئم منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف تھے۔ دونوں کے پاس آکر رقیم بن خلاط نے بڑی رازداری اور نرمی میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سنو نہ بیان! کہنہ ریوڑ میں جس قدر لشکری ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کرو۔ ایک حصہ تم دونوں اپنے پاس رکھو اور ریوڑ کو لے کر آگے بڑھتے جاؤ۔ جہاں دریائے کبیر اور دریائے شلیل دونوں ملتے ہیں بس اس سنگم پر تم پڑاؤ کر لینا اور میرا انتظار کرنا۔

لشکر کے دوسرے آدھے حصے کے ساتھ میں واپس جاؤں گا اور قشتالیہ کے حکمران فرولندہ کی چھاؤنی پر حملہ آور ہوں گا۔ میں وہاں سے کچھ نصرانی سپاہیوں کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں سورج طلوع ہونے سے پہلے دریائے کبیر اور دریائے شلیل کے سنگم پر تم دونوں سے آن ملوں گا۔ اس موقع پر منذر بن طریف بولا اور کہنے لگا۔

اے امیر ابھی تک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ زمورہ کی چھاؤنی پر حملہ آور ہو کر وہاں سے نصرانیوں کو کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہیں آخر اس کا ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا سن میرے مہربان!

جس وقت ہم ریاست ارغون اور ریاست قشتالیہ کی شہزادیوں نویرہ اور اربونہ کے کارواں پر حملہ آور ہوں گے تو جانتے ہو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا۔ اس پر جواب میں منذر بن طریف نے جب نفی میں سر ہلا دیا تب رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ منذر، میرے بھائی، میرے رفیق! سب سے پہلے ہم ان محافظوں پر حملہ آور ہوں گے جو فرولندہ کا خزانہ اشبیلیہ سے قرطبہ شہر کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ہم ان سارے محافظوں کا خاتمہ کر دیں گے اور خزانے پر قبضہ کر لیں گے۔ اس کے بعد اپنے ریوڑ اور لشکر کے ساتھ

شہزادی نویرہ اور اربونہ کے کارواں کا رخ کریں گے جو دریائے شلیل کے کنارے غریباط کی طرف جا رہا ہوگا۔ ہم ان کے کارواں کو دریائے کبیر ہی کے کنارے لے جائیں گے اور ان پر حملہ آور ہوں گے۔ یہ طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے تم اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دونوں شہزادیوں کے محافظوں اور ان کے کارواں پر حملہ آور ہونا۔ اس حملے کے درمیان تم اور تمہارے سارے ساتھی اپنے چہروں کو ڈھانپنے ہوئے ہوں گے۔

دونوں شہزادیوں کے ساتھ جس قدر محافظ اور دوسرے خدام ہیں ان سب کا قتل عام کر دینا۔ دونوں شہزادیوں کے جو خاص خدام اور لوٹڈی اور غلام ہیں انہیں زندہ رہنے دینا۔ تاکہ وہ ہماری سپاہی کی گواہی دے سکیں۔ پھر تم ایسا کرنا کہ دونوں شہزادیوں اور ان کے خدمت گاروں کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد اس شاہراہ پر ہولینا جو دریائے کبیر سے کوہستان مودینہ کی طرف جاتی ہے۔ پھر ایسا ہوگا کہ میں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ جھوٹ موٹ کا تم پر حملہ آور ہوں گا۔ میرے ساتھ دو نصرانی قیدی بھی ہوں گے جو قشتالیہ کی چھاؤنی زمورہ سے حاصل کروں گا۔ میرے اور تمہارے درمیان جو جھوٹ موٹ کی جنگ ہوگی اس میں جس قدر نصرانی قیدی ہوں گے انہیں قتل کر دیا جائے گا تاکہ اس جھوٹ موٹ کی جنگ کو حقیقت ظاہر کیا جاسکے اور یہ پتہ چلے کہ واقعی جنگ ہوئی ہے اور اس میں بہت سے لوگ مارے گئے ہیں۔

تم دونوں شہزادیوں کے کارواں پر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے آپ کو فرولندہ کے باغی سردار بالدی گوٹھ ظاہر کرنا۔ جبکہ میں اپنی اصلی حالت میں حملہ آور ہوں گا۔ اس طرح جب میں دونوں شہزادیوں کو تم سے جو بالدی گوٹھ کا روپ دھارے ہوئے ہوں گے رہائی دلاؤں گا تو وہ دونوں میری بے حد ممنون ہوں گی۔ پھر ہم دونوں شہزادیوں کو قرطبہ فرولندہ کے پاس پہنچائیں گے اس طرح فرولندہ اور اس کی بیوی ازایلا دونوں ہی ہمارے ممنون اور احسان مند ہوں گے اور آنے والے دور میں وہ نہ صرف یہ کہ ہماری مدد کریں گے بلکہ ہم پر کوئی شک و شبہ نہ کر سکیں گے۔ اس لئے کہ اربونہ بلکہ ازایلا کی بہن ہے جبکہ نویرہ قشتالیہ کے حکمران فرولندہ کی بہن ہے۔ اس طرح ایک ہی وقت میں ہم فرولندہ اور اس کی ملکہ ازایلا دونوں کو اپنا ممنون اور مہربان بنا سکیں گے۔

اس پر منذر بن طریف بولا اور کہنے لگا۔ امیر اس کے لئے فرولندہ کی چھاؤنی زمورہ پر حملہ آور ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ہم نے جھوٹ موٹ کے کھیل کو حقیقت پر مبنی ظاہر کرنا ہے تو جب ہم ان محافظوں پر حملہ آور ہوں گے جو خزانہ لے کر اشبیلیہ سے قرطبہ چلا رہے ہیں۔ تو ان میں سے ہی کچھ کو زندہ گرفتار کر لیں گے اور میرے اور آپ کے درمیان جو جھوٹ موٹ کی جنگ ہوگی اس میں ان ہی کو قتل کر دیں گے تاکہ دونوں شہزادیاں اور ان کے خدام یہ جان

سکیں کہ واقعی ان دونوں کو فرولندہ کے باغی سردار بالدی گوتھ نے اغوا کیا تھا اور یہ کہ آپ نے بالدی گوتھ پر حملہ آور ہو کر ان دونوں کو رہائی دلائی ہے۔

اس پر رقیم بن خلاط پھر فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ منذر میرے بھائی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جو محافظ خزانہ لے کر اشبیلہ سے قرطبہ کی طرف جا رہے ہیں وہ نہ صرف قرطبہ کے حکمرانوں کے جانے پہچانے ہوں گے بلکہ اشبیلہ کے حاکم کے بھی خوب شناسا ہوں گے۔ اگر ہم انہیں بالدی گوتھ کا ساتھی ظاہر کر کے قتل کریں تو اس طرح ہم پر شک و شبہ کے دروازے کھل جائیں گے اور میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دینا چاہتا۔ جن نصرانی جوانوں کو میں زمورہ نام کی چھاؤنی سے اغوا کروں گا انہیں نہ اشبیلہ والے جانتے ہوں گے نہ قرطبہ والے پہچانتے ہوں گے۔ لہذا ہمارا کام ایک تدبیر اور سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کامیاب رہے گا۔ امیر منذر بن طریف بڑی ممنونیت سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اے امیر میں آپ کی دانشمندی کی داد دیتا ہوں۔ میں واقعی غلطی پر تھا۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ فرولندہ کی چھاؤنی زبورہ کے نصرانی جوانوں کے اغوا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس طرح ہم بڑی صفائی کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیابی اور کامرانی حاصل کر سکتے ہیں جواب میں رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا اچھا پھر لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرو اور اپنے اپنے کام کی ابتداء کریں۔

رقیم بن خلاط کا یہ حکم پا کر منذر بن طریف۔ مجاہد بن یوسف دونوں حرکت میں آئے ریوڑ کے اندر جس قدر مسلح جوان تھے انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصے کے ساتھ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف ریوڑ کو لے کر دریائے شنیل کے کنارے کنارے آگے بڑھ گئے تھے جبکہ دوسرے آدھے حصے کو لے کر رقیم بن خلاط دریائے شنیل کے کنارے کنارے واپس مڑا۔ اور فرولندہ کی چھاؤنی زمورہ کی طرف بڑھا تھا۔

○

رات کی تاریکی میں رقیم بن خلاط بڑی تیزی سے دریائے شنیل کے کنارے کنارے زمورہ کی چھاؤنی کی طرف بڑھا تھا۔ چھاؤنی سے صرف تین میل کے فاصلے پر اس نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا۔ پھر اس نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر کماندار مقرر کرتے ہوئے اس نے اس حصے کو وہیں گھات میں بٹھا دیا۔ اور اسے حکم دیا کہ جب وہ زمورہ کی چھاؤنی پر حملہ آور ہو کر لوٹے اور اگر دشمن اس کا تعاقب کرے تو وہ تعاقب کرتے ہوئے دشمن کی پشت کی طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے پھر باقی دو حصوں کو لے کر وہ زمورہ کی

چھاؤنی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

چھاؤنی کے قریب جا کر ایک حصہ تو رقیم بن خلاط نے اپنے پاس ہی رکھا دوسرے حصے پر بھی اس نے ایک کماندار مقرر کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ پہلے دونوں حصے چھاؤنی پر حملہ آور ہوں گے پھر رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چھاؤنی کی لوٹ مار میں شروع ہو جائے گا۔ جبکہ دوسرا حصہ چھاؤنی کی طرف سے حملہ آور ہونے والے دشمن کو روکے رکھے گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد رات کی گہری تاریکی میں رقیم بن خلاط فرولندہ کی چھاؤنی زمورہ پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ رقیم بن خلاط زمورہ کی چھاؤنی کے اس حصے پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھا تھا جس حصے میں چھاؤنی کے لئے خوراک کے ذخائر اور دوسرا حرب و ضرب کا سامان رکھا جاتا تھا۔ پھر رات کی تاریکی میں اس حصے پر رقیم بن خلاط مہیب غاروں میں گونجتی آوازوں، بھولے بسرے الفاظ کی سرکشی آہوں، اجنبی ہتھیروں کی بے جہت مسافتوں اور خزانوں کی چٹائی بکھیرتی بے روک آمدنیوں کی سرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سب سے پہلے رقیم بن خلاط فرولندہ کی اس چھاؤنی میں مقیم مسلح جوانوں کی رہائش گاہوں پر حملہ آور ہوا تھا ان رہائش گاہوں میں سے کچھ مسلح جوانوں کو اس نے تہ تیغ کر دیا۔ کچھ کو اس نے باہر سے زنجیریں لگا کر کمرؤں میں قید کر دیا تھا۔ تاکہ چھاؤنی سے باہر جاتے ہوئے وہ انہیں گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے جاسکیں۔

تھوڑی دیر تک رقیم بن خلاط اپنے پورے لشکر کے ساتھ چھاؤنی کے اندر موت و حیات کا کھیل کھیلتا رہا۔ چھاؤنی کے اندر جو مسلح جوان تھے ان کی حالت اس نے درد کے مسافروں، اداس رتوں کی سسکیوں اور خستہ روحوں کی آوازوں جیسی بنا کے رکھ دی تھی۔ چھاؤنی کے اندر فرولندہ کا کوئی بھی سپاہی رقیم بن خلاط اور اس کے لشکریوں کے سامنے آتا تو وہ اس کی حالت مندوش عمارتوں کی ٹوٹی سیڑھیوں کی طرح گراتے ہوئے ان کا خاتمہ کرتے چلے گئے تھے۔

یہاں تک کہ رقیم بن خلاط نے اپنے اس لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو حملہ آوروں کے ساتھ برسرِ پیکار رہنے کا حکم دیا اور دوسرے حصے کو ساتھ لے کر اس نے سب سے پہلے چھاؤنی کے اندر بار برداری کے جانوروں پر حملہ کیا پھر وہ ان عمارتوں پر ٹوٹ پڑا تھا جن میں چھاؤنی کے لئے خوراک اور ضروریات کا دیگر سامان رکھا جاتا تھا۔ خوراک اور حرب و ضرب کا سارا سامان نکال کر اس نے چھاؤنی کے ہی بار برداری کے جانوروں پر لا دیا تھا۔ اس کے بعد وہ ان رہائش گاہوں کی طرف آیا جس کے اندر اس نے چھاؤنی کے محافظوں کو بند کیا تھا اس نے وہ دروازے کھولے جن میں نصرانی جوان اندر بند تھے انہیں گرفتار کر لیا پھر

اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر گرفتار ہونے والے ان جوانوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے اور ان کے منہ پر پٹیاں باندھ دی گئیں۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط نے کوچ کی تیاری کی۔

چھاؤنی کے اندر ابھی تک افراتفری اور بد نظمی کا عالم تھا چاروں طرف رقیم بن خلاط کے ساتھیوں کی وجہ سے یہ شور مچا تھا کہ چھاؤنی پر باغی سردار بالدی گوتھ نے حملہ کر دیا ہے لہذا ہر کوئی اپنے آپ کو بالدی گوتھ اور اس کے ساتھیوں سے محفوظ کرنے کے لئے ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ اسی بھاگ دوڑ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رقیم بن خلاط نے اپنے دونوں لشکروں کو اکٹھا کیا پھر جو مسلح نصرانی اس نے گرفتار کئے تھے اور سارا سامان جو اس نے چھاؤنی سے حاصل کیا تھا اسے لے کر وہ چھاؤنی سے نکل بھاگا۔

چھاؤنی کے کماندار کو جب خبر ہوئی کہ بالدی گوتھ اس کی چھاؤنی کے اندر قتل عام کر کے اور ہر چیز لوٹ کر دریائے شنیل کے کنارے کنارے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا ہے تو اسے خدشہ ہوا کہ اگر اس نے بالدی گوتھ کا تعاقب نہ کیا تو فرولندہ ضرور اس سے باز پرس کرے گا۔ اور اس کی جان بھی خطرے میں ڈال کے رکھ دے گا لہذا چھاؤنی کے اندر جو رقیم بن خلاط کے ہاتھوں لشکری بچ گئے تھے انہیں اس نے یکجا کیا پھر وہ ان کے ساتھ چھاؤنی سے نکلا اور دریائے شنیل کے کنارے کنارے رقیم بن خلاط پر حملہ آور ہونے کے لئے وہ طوفانوں کی طرح اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔

☆.....☆

رقیم بن خلاط اپنے لشکر، زمورہ کی چھاؤنی سے حاصل کئے ہوئے نصرانی قیدی اور خوراک و حرب و ضرب کا وہ سامان جو اس نے حاصل کیا تھا اسے لے کر وہ دریائے شنیل کے کنارے کنارے بھاگ چلا جا رہا تھا جبکہ زمورہ کی چھاؤنی کا کماندار بھی اپنے لشکر کے ساتھ سائے کی طرح اس کے تعاقب میں تھا۔

جب تعاقب کرنے والا لشکر دریائے شنیل کے کنارے کنارے ایک میل کی مسافت طے کر چکا تب دریا کے کنارے ایک انقلاب ایک تبدیلی اٹھ کھڑی ہوئی۔ رقیم بن خلاط نے دریا کے کنارے پہلے سے جو لشکر گھات میں بٹھا رکھا تھا اس کا کماندار حرکت میں آیا اور جس طرح کوئی حالات کا ستایا ہوا شخص کسی عافیت کدے سے نکل کر کسی تازہ پھین کے ساتھ تشکیل جبر زندگانی پر اترتا ہے اس طرح رقیم بن خلاط لشکر کے اس حصے نے بھی گھات سے نکل کر تعاقب کرنے والے نصرانیوں پر حملہ کر دیا تھا۔

تعاقب کرنے والے نصرانیوں کا کماندار بھی بڑا مستعد تھا اس نے فوراً اپنے لشکر کو سنبھالا اس کی ترتیب درست کی پھر وہ بھی ہوا کے آچل اڑاتے مہربان موسم سے نکل کر دھوپ کی رفاقت پر اتر آیا پھر رقیم بن خلاط کے لشکر کے اس حصے پر اس نے بھی حملہ کر دیا تھا۔

لیکن تعاقب کرنے والے ایسا زیادہ دیر تک نہیں کر سکے کہ عین اسی موقع پر رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ مڑا پھر وہ جڑوں میں زہر بھر دینے والے سیلاب شاخوں کو بے برگ و ثمر کرتی آندھیوں اور زندگی کے آثار کو توڑ دینے والے طوفانوں کی طرح تعاقب کرنے والے لشکریوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

تعاقب کرنے والوں نے جب دیکھا کہ ان پر دو طرفہ حملہ ہو گیا ہے اور یہ کہ ان کا بری طرح قتل عام بھی شروع ہو گیا ہے تو رات کی تاریکی میں انہوں نے دریا کے کنارے سے واپس اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگ کر جان بچانی چاہی لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ اس لئے کہ ان کے ایک طرف سے رقیم بن خلاط کے لشکر کا ایک حصہ بشر کی تقدیر مٹاتے عناصر، حیات فردا کے دلولوں کی طرف تعاقب کرنے والوں پر حملہ آور ہو کر ان کی واپسی کی ساری راہیں مسدود کر چکا تھا جبکہ خود رقیم بن خلاط سامنے کی طرف سے اس طرح حملہ آور ہو رہا تھا جیسے ظلمت

کدو کے وزن سے صداؤں کے جھوم نے اجانک کسی کو دبوچ لیا ہو۔ پھریوں ہوا کہ دریائے شیل کے کنارے رقیم بن خلاط نے اپنے لشکر کے ساتھ سارے تعاقب کرنے والوں کا صفایا کر دیا۔

پھر اس نے قتل ہونے والے لشکر میں جگہ جگہ ایسے خنجر پھینک دیئے جن پر بالدی گوتھ کا نام کندہ تھا۔ پھر اس نے اپنے لشکر کو ایک جگہ جمع کیا۔ مرنے والوں کے سارے ہتھیاروں پر اس نے قبضہ کیا۔ لشکر، قیدی اور بار برداری کے سارے جانوروں کو وہ دریا کے کنارے لایا پھر ان کو اس نے تاکید کی کہ وہ سارے جانوروں اور اپنے سواروں کے گھوڑوں کو پانی کے اندر دریا کے کنارے کنارے کے ساتھ چلیں تاکہ کوئی ان کے قدموں کے نشانات کا کھوج لگا کر ان کا پتہ نہ چلا سکے۔

رقیم بن خلاط کے کہنے پر اس کے سارے لشکری حرکت میں آئے۔ اپنے گھوڑوں، بار برداری کے سارے جانوروں کو وہ دریا کے کنارے پنڈلی پنڈلی پانی میں لائے اور پھر پانی کے اندر ہی اندر آگ بڑھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

جس وقت رقیم بن خلاط اپنے لشکر نصرانی قیدیوں اور خوراک کے علاوہ سامان حرب و ضرب سے لدے ہوئے بار برداری کے جانوروں کو لے کر اپنے پڑاؤ کے قریب پہنچا تو سورج مشرق سے طلوع ہو رہا تھا اور پڑاؤ کے اندر موجود سارے چرواہوں نے اپنے امیر کا استقبال کیا اور جو کچھ سامان رقیم بن خلاط اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اس کے جانوروں کو پکڑ پکڑ کر وہ لشکر کے اندر لے جانے لگے تھے۔ ریوڑ ابھی دونوں دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ پایا تھا۔

آن کی آن میں رقیم بن خلاط کے حکم پر فرزندہ کی چھاؤنی سے جو کچھ رقیم بن خلاط کو حاصل ہوا تھا وہ خیموں میں منتقل کر دیا گیا۔ بار برداری کے جانور جو ساتھ لائے گئے تھے وہ ریوڑ کے اندر شامل کر لئے گئے اور نصرانی قیدیوں کو کچھ خیموں کے اندر رکھا گیا تھا اس کے بعد منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف دونوں نے مل کر اپنے ریوڑوں کو دریا کے کنارے کے ساتھ خوب پھرانا شروع کر دیا تھا۔ تاکہ رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھی دریا سے نکل کر جو پڑاؤ کی طرف آئے تھے وہاں جو ان کے گھوڑوں اور بار برداری کے دوسرے جانوروں کے پاؤں کے جوتے تھے وہ مٹا دیئے جائیں۔

رقیم بن خلاط نے اپنے ریوڑ اور اپنے لشکر کے ساتھ دو پہر تک وہاں قیام کیا اس کے بعد اس نے آہستہ آہستہ کچھ اس رفتار سے آگے بڑھنا شروع کیا تھا کہ جب سورج غروب ہو گیا اور تاریکی پھیل گئی تب وہ دریائے شیل کے سنگم پر جا پہنچا تھا۔ وہاں پڑاؤ کر کے وہ اشبیلہ

طرف آنے والے خزانے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس نے اپنے جاسوس بھی اشبیلہ کی طرف سے قریب جانے والی شاہراہ پر پھیلا دیئے تھے تاکہ وہ اسے شبیلہ سے قریب کی طرف بھیجے جانے والے خزانے اور قریب سے دونوں دریاؤں کے سنگم کی طرف سفر کرنے والی دونوں شہزادیوں کی نقل و حرکت سے آگاہ کر سکیں۔

دوسرے دن رقیم بن خلاط کو اطلاع دی گئی کہ قریب کی طرف لے جانے والا خزانہ اشبیلہ سے کوچ کر چکا ہے۔ لہذا اپنے ریوڑ سے کافی آگے جا کر رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کی سرکردگی میں اپنے ریوڑ کو دونوں دریاؤں کے سنگم پر ہی رہنے دیا تھا۔

رات کے وقت جب فرزندہ کا خزانہ لے جانے والے محافظ اس جگہ پہنچے جہاں رقیم بن خلاط گھات میں بیٹھا ہوا تھا تو رات کی تاریکی میں رقیم بن خلاط گھات میں بیٹھنے والے چیتے کی طرح ان پر حملہ آور ہوا۔ خزانے کے سارے محافظوں کو اس نے تہ تیغ کر دیا۔ وہاں بھی اس نے بالدی گوتھ نام کے کچھ خنجر پھینکے۔ اس کے بعد وہ خزانے کو لے کر رات کی تاریکی میں دونوں دریاؤں کے سنگم کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی وہ اپنے ریوڑ میں پہنچ چکا تھا۔

دو دن بعد رقیم بن خلاط کے جاسوسوں نے خبر دی کہ دونوں شہزادیاں اپنے محافظوں اور کاروان کے ساتھ دونوں دریاؤں کے سنگم سے بیس میل کے فاصلے پر سفر کرتی ہوئی سنگم کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہیں۔

یہ خبر سننے ہی رقیم بن خلاط نے منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف کو طلب کیا۔ جب وہ دونوں رقیم بن خلاط کے خیمے پر آئے تو رقیم نے ان دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ پھر وہ منذر بن طریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ منذر میرے بھائی رفیق تو ابھی اور اسی وقت آدھے لشکر کے ساتھ دریائے کبیر کے کنارے کے ساتھ ساتھ شامل مشرق کی طرف آگے بڑھ جا۔ میں ریوڑ کے اندر ہی رہوں گا۔ مجاہد بن یوسف بھی میرے ساتھ ہو گا۔ تمہارے کوچ کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد میں بھی ایک لشکر کے ساتھ دریا کے کنارے کنارے تمہارے پیچھے آؤں گا۔ میری غیر موجودگی میں ریوڑ کی نگہبانی مجاہد بن یوسف کرے گا۔

تو ایسا کرنا رات کی تاریکی میں میرے بھائی دونوں شہزادیوں کے کاروان اور ان کے محافظوں پر حملہ آور ہونا۔ سب کا قتل عام کر دینا۔ صرف دونوں شہزادیوں کے ذاتی محافظوں اور خادموں کو معاف کر دینا۔ شہزادیوں کے ساتھ جس قدر نقدی اور خزانہ ہے اس پر قبضہ کر

لینا۔ اس کے بعد تم ان دونوں شہزادیوں کو لے کر بائیں جانب آہستہ آہستہ جبل مورینہ کی طرف بڑھنا۔ پھر میں بھی تمہارے تعاقب میں آؤں گا۔ میرے ساتھ وہ قیدی بھی ہوں گے جو میں نے زمورہ کی چھاؤنی سے حاصل کئے ہیں۔ ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوں گے اور ان کے منہ پر ڈھانٹے لگے ہوں گے۔ پھر میں تم پر جھوٹ موٹ کا حملہ آور ہوں گا۔ اس حملے میں میں اور تم دونوں مل کر ان قیدیوں کا قتل عام کر دیں گے۔ جو میرے ساتھ ہوں گے اور ان کا قتل عام کرنے کے بعد ملان کے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیں گے اور ان کے منہ پر کپڑے بھی ہٹا دیں گے۔ اس طرح ہم دونوں شہزادیوں کو یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ انہیں اور ان کے خدام کو بالدی گوتھ نے اغوا کیا تھا اور پھر ہم دونوں مل کر بالدی گوتھ پر حملہ آور ہوئے بالدی گوتھ کو ہم نے مار بھگایا اور اس کے کچھ ساتھیوں کو ہم نے قتل کر دیا۔ اس طرح ہم نے ان کی رہائی کا سامان کیا۔ اس طرح دونوں شہزادیاں ہماری ممنون ہوں گی اور ان کی وساطت سے ہم تھنالیہ کے حکمران فرولندہ اور اس کی ملکہ ازایلا سے حسب مشامراعات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف دونوں نے رقیم بن خلاط کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر شام ہوتے ہی منذر بن طریف لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دریائے کبیر کے کنارے کنارے کوچ کر گیا تھا۔

منذر بن طریف کے کوچ کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد رقیم بن خلاط بھی حرکت میں آیا۔ جس قدر قیدی اس نے زمورہ کی چھاؤنی سے حاصل کئے تھے انہیں اس نے ساتھ لیا۔ پھر وہ بھی لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دریائے کبیر کے کنارے سفر کر رہا تھا۔

رات جب آدھی کے قریب گزر گئی تو منذر بن طریف اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ دونوں شہزادیوں کے کاروانوں پر حملہ آور ہوا۔ کاروان کے اندر جس قدر جوان اور مسلح محافظ تھے ان کا منذر بن طریف نے قتل عام کر دیا۔ صرف دونوں شہزادیوں کے محافظوں اور خدام کو اس نے زندہ رہنے دیا اور یہ مشہور کر دیا گیا کہ یہ حملہ بالدی گوتھ نے کیا ہے۔ نویریہ اور اربونہ کچھ نہ دیکھ سکیں ایک تو رات کی تاریکی تھی دوسرے منذر بن طریف اور اس کے ساتھی اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ اس کے بعد منذر بن طریف ان کے خدام اور حشم کو لے کر بائیں جانب جبل مورینہ کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگا تھا۔

عین اسی دوران پہلے سے رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ منذر بن طریف کو بھی رات کی تاریکی میں جاسوس خبر دے چکے تھے۔ کہ ان کا امیر پچھلی سمت سے نمودار ہونے والا ہے لہذا منذر بن طریف فوراً اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا اور کچھ ایسا اظہار کیا

جیسے وہ پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے والوں کے ساتھ نگرایا ہے۔

پھر رات کی تاریکی میں منذر بن طریف اور رقیم بن خلاط دونوں نے مل کر ان سارے نصرانی قیدیوں کو قتل کر دیا جو زمورہ کی چھاؤنی سے حاصل کئے گئے تھے اور ان کے قتل کے بعد ان کے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے گئے اور ان کے منہ سے کپڑے بھی کھول دیئے گئے اس کے بعد رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں نے اپنے چہروں کے نقاب ہٹا دیئے تھے جبکہ اپنے سارے ساتھیوں کو بھی انہوں نے چہرے بے نقاب کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ پھر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نویریہ اور اربونہ کی کبھی کے قریب آئے نویریہ اور اربونہ دونوں ایک ہی کبھی میں منتقل کی جا چکی تھیں۔ ان کی کبھی کے قریب رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا۔ رات کی تاریکی میں نویریہ اور اربونہ غور سے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کی طرف دیکھ رہی تھیں مگر وہ انہیں پہچان نہ سکیں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے منذر بن طریف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

دیکھ بوریلی۔ میرے بھائی یہ لڑکیاں کون ہیں جنہیں بالدی گوتھ اور اس کے ساتھیوں نے اغوا کیا تھا۔ اس پر منذر بن طریف بولا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ اربولیس میرے بھائی میں ان دونوں لڑکیوں کو ابھی تک پہچان نہیں سکا۔ رات کی تاریکی میں ان کے چہرے بھی صاف دکھائی نہیں دے رہے۔

اربولیس اور بوریلی کے نام سن کر نویریہ اور اربونہ دونوں چونک پڑی تھیں۔ پھر نویریہ بولی اور کہنے لگی۔ کیا تم اربولیس اور بوریلی نام کے وہ چرواہے ہو جو سارے ہسپانہ میں اپنے ریوڑ چراتے پھرتے ہو۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا ہاں میں اربولیس ہوں اور یہ میرا ساتھی بوریلی ہے۔ ہم وہی چرواہے ہیں جو اپنے ریوڑ ہسپانیہ کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک چراگا ہوں کی تلاش میں لئے پھرتے ہیں۔ اس پر نویریہ سکھ کا سانس لیتے ہوئے کہنے لگی۔

خداوند مسیح کا لاکھ لاکھ شکر کہ میں تم دونوں کو اپنے سامنے دیکھ رہی ہوں یہ تو کہو کہ ہمارے ساتھ کیا بتی۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔ پہلے تم کہو کہ تم کون ہو۔ اس پر نویریہ بولی اور کہنے لگی۔ میں تھنالیہ کے حکمران فرولندہ کی بہن نویریہ ہوں اور میرے ساتھ ملکہ ازایلا کی بہن اربونہ ہے۔ ہم دونوں اپنے محافظوں اور کاروانوں کے ساتھ قریب سے نکلے تھے اور ہمارا مقصد غرناطہ میں قصر الحمرا کو دیکھنا تھا اور اس کے لئے غرناطہ کے حکمران سلطان ابو الحسن سے اجازت لی گئی تھی۔

لیکن ہماری بد قسمتی کہ جس وقت ہم دونوں بہنیں دریائے کبیر کے کنارے کنارے اپنے محافظوں کے ساتھ سفر کر رہی تھیں تو اچانک ایک طرف سے بالدی گوتھ اپنے لشکر کے ساتھ

نمودار ہوا۔ ہم پر اس نے حملہ کر دیا۔ ہمارے سارے محافظوں کو اس نے تہ تیغ کر دیا اور ہمیں اور ہمارے خدام کو لے کر وہ اس سمت چل پڑا شاید اس کا ارادہ ہم دونوں بہنوں کو جبل مورینہ کی طرف لے جانا تھا۔ خداوند مسیح کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی جگہ میں اب تم دونوں کو دیکھ رہی ہوں اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو نویریہ اور اربونہ میں اور میرا ساتھی یوریلی اپنے ریوڑ کو لے کر دریائے کبیر اور دریائے شلیل کے سنگم پر پڑاؤ کئے ہوئے تھے کہ ہمارے ان ساتھیوں نے جوئی چراگا ہوں کی تلاش میں ادھر ادھر گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ یہ اطلاع دی کہ گزشتہ شب بالدی گوتھ نے زمرہ نام کی چھاؤنی پر حملہ کیا۔ چھاؤنی کو لوٹا۔ وہاں جس قدر لشکر تھا ان کا اس نے قتل عام کر دیا۔ انہوں نے مزید یہ بھی بتایا کہ دریائے کبیر کے کنارے کنارے ایک کاروان دونوں دریاؤں کے سنگم کی طرف آ رہا ہے اس میں کچھ لڑکیاں اور خاتون بھی ہیں اور بالدی گوتھ ان پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ لہذا میں اور میرا ساتھی یوریلی اپنے مسلح جوانوں کو لے کر اس طرف آئے لیکن ہماری بد قسمتی کہ ہماری آمد سے پہلے ہی بالدی گوتھ تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں تمہارے محافظوں سے محروم کر چکا تھا۔ لیکن بہر حال خداوند یسوع مسیح کا بے حد شکر کہ کم از کم ہم تم دونوں کو ان کے جنگل سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس پر نویریہ بولی اور کہنے لگی۔

دیکھ ایرولیس میں اور میری بہن اربونہ تمہیں اور تمہارے ساتھ یوریلی کو جانتی ہیں۔ میں اور میری بہن دونوں ہی تم دونوں کی شکر گزار ہیں۔ اگر آج رات کی تاریکی میں تم بالدی گوتھ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ آور نہ ہوتے تو یقیناً بالدی گوتھ نے ہماری جان ہی نہیں ہماری عزت سے بھی محروم کر چکا ہوتا۔ کاش اس وقت تم ہم دونوں بہنوں کے ساتھ قریبہ میں ہوتے تو میں تمہیں انعامات سے مالا مال کر دیتی۔ افسوس ہمارے پاس جس قدر خزانہ تھا وہ بالدی گوتھ نے لوٹ لیا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ نویریہ میں اور میرے ساتھ یوریلی نے پوری کوشش کی کہ بالدی گوتھ کو پکڑیں پر وہ رات کی تاریکی میں بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ تاہم میں اور میرے ساتھی یوریلی نے اپنے چرواہوں کے ساتھ بالدی گوتھ کے مسلح ساتھیوں پر خوب حملہ کیا۔ ان میں سے اکثر کو ہم نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ تم ذرا پیچھے جا کر دیکھو دور تک ان کی لاشیں بکھری پڑی ہوئی ہیں۔ اس پر نویریہ اور اربونہ دونوں تبسمی سے اتر گئیں پھر وہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے ساتھ اس سمت گئیں جہاں دونوں نے مل کر نصرانیوں کا قتل عام کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ لاشوں کے اندر گھوم پھر جائزہ لیتی رہیں اس کے بعد اربونہ رقیم بن خلاط کے قریب آئی اور ممنونیت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دیکھ ایرولیس میرے پاس مناسب الفاظ نہیں ہیں کہ جنہیں میں ادا کر کے تمہارا اور تمہارے ساتھی یوریلی کا شکریہ ادا کر سکوں۔ تم نے ہم دونوں بہنوں پر ایسا احسان کیا ہے جس کا کوئی بدلہ نہیں۔ جس کا کوئی مول ادا نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہنے کے بعد اربونہ جب خاموش ہوئی تو نویریہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دیکھ محترم ایرولیس اب جبکہ تم دونوں نے اپنے اپنے محافظوں کے ساتھ مل کر ہم دونوں بہنوں کی جان اور عزت بچائی ہے تو پھر اب تم ہم دونوں پر ایک اور احسان کرو اور وہ یہ کہ ہم دونوں بہنوں اور ہمارے خدام کو اپنی حفاظت میں قریبہ تک پہنچاؤ اس پر رقیم بن خلاط نویریہ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ دیکھو شہزادی تھوڑی دیر قبل تم نے بتایا تھا کہ تم دونوں بہنیں اپنے محافظوں کے ساتھ غرناطہ جا رہی تھیں تاکہ تم قصر الحمرا کی سیر کرو اس کے لئے تم باقاعدہ غرناطہ کے سلطان ابوالحسن سے اجازت لے چکی ہو اگر تم دونوں بہنیں پسند کرو تو میں اور میرا ساتھی یوریلی تم دونوں کو اپنے محافظوں کے ساتھ قصر الحمرا دیکھنے کے لئے غرناطہ لے جاسکتے ہیں اس پر نویریہ فوراً کہنے لگی۔

نہیں محترم ایرولیس اب ہم اپنے ارادے کو ملتوی کرتے ہیں اب ہم دونوں بہنیں غرناطہ جا کر قصر الحمرا کو نہیں دیکھیں گی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہم دونوں بہنوں کی جان خطرے میں ہے۔ اگر تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمیں لے کر غرناطہ کی طرف روانہ ہوئے تو مجھے خطرہ ہے بالدی گوتھ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوگا۔ وہ نہ صرف یہ کہ ہمیں دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا بلکہ تم دونوں کے ہاتھوں مرنے والے اپنے ساتھیوں کا انتقام بھی لے گا لہذا میری تم سے گزارش ہے کہ تم دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ہمیں قریبہ پہنچاؤ یہ ہم پر تمہارا وہ دوسرا احسان ہوگا جس کی کوئی قیمت نہ ادا کی جاسکے گی۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

دیکھ قریبہ کی بیٹی تم دونوں بہنیں ایسا کرو کہ جا کر اپنی تبسمی میں بیٹھ جاؤ۔ تم دونوں کی تبسمی کے ارد گرد میں اپنے مسلح محافظوں کو پھیلا دیتا ہوں وہ تمہاری حفاظت کریں گے میرے کچھ ساتھی میرے ریوڑ کو لے کر دریائے کبیر کے کنارے کنارے اسی سمت بڑھ رہے ہیں۔ جب میرا ریوڑ یہاں آ جائے گا تو پھر میں اپنے ریوڑ کے ساتھ تم دونوں بہنوں اور تمہارے خدام کو لے کر قریبہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ نویریہ اور اربونہ دونوں بہنوں نے رقیم بن خلاط کی اس تجویز سے اتفاق کیا لہذا وہ دونوں اپنے خدام کے ساتھ اپنی تبسمی میں جا کر بیٹھ گئی تھیں۔ رقیم بن خلاط نے اپنے ساتھیوں کو ان کی تبسمی کے ارد گرد پھیلا دیا تھا پھر رقیم بن خلاط منذر بن طریف کو مخاطب کر کے سرگوشی میں کہنے لگا تھا۔

دیکھ مندر میرے بھائی تمہارے پیچھے پیچھے ادھر آنے سے پہلے میں نے مجاہد بن یوسف کو بتا دیا تھا کہ وہ ریوڑ کو لے کر بڑی تیزی سے ہمارے پیچھے پیچھے آئے۔ تھوڑی دیر تک مجاہد بن یوسف یہاں پہنچتا ہے۔ تو پھر ہم یہاں سے قرطبہ کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ رفیم بن خلاط کی اس گفتگو سے مندر بن طریف کے چہرے پر ہلکی ہلکی اطمینان بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ دونوں ایک جگہ بیٹھ کر اپنے ریوڑ کا انتظار کرنے لگے تھے۔ ان کے ساتھیوں نے ان کے قریب ہی ایک آگ کا لاڈ روشن کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد مجاہد بن یوسف ریوڑ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس کے بعد رفیم بن خلاط اور مندر بن طریف بھی حرکت میں آئے اور اپنے ریوڑ کے ساتھ وہ نویرہ اربونہ اور ان کے خدام کو لے کر دریائے کبیر کے کنارے کنارے قرطبہ کی طرف جا رہے تھے۔

○

غرناطہ کا سلطان ابوالحسن قصر الحمر کے ایوان الاس میں اپنے کمرہ خاص میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ایک طرف اس کا چھوٹا بھائی الزغل دوسری طرف اس کے بیٹے ابوعبداللہ اور ابویوسف اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے سب آپس میں کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ ایسے میں سلطان ابوالحسن کا حاجب اور داروغہ اندر آیا قریب آ کر سر کو تھوڑا سا اس نے خم کیا۔ اس کے بعد وہ سلطان ابوالحسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم تھنالیہ کے نصرانی حکمران فرولندہ کی طرف سے دو قاصد آئے ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش ہو کر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اس پر سلطان ابوالحسن نے کچھ سوچا باری باری پہلے اس نے اپنے بھائی الزغل دونوں بیٹوں ابوعبداللہ اور ابویوسف کی طرف دیکھا پھر کچھ فہمہ کیا۔ اس کے بعد اپنے حاجب کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان ابوالحسن نے کہا۔

ان دونوں قاصدوں کو اندر لے کے آؤ میں دیکھتا ہوں وہ کیا کہتے ہیں۔ اس پر حاجب ایک بار پھر سر کو خم کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد حاجب اپنے چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ریاست تھنالیہ کے حکمران فرولندہ کے دو قاصدوں کو لے کے آیا۔ دونوں قاصد سلطان کے قریب آ کر اپنی کمریوں کو خم کرتے زمین کی طرف جھکے اور تعظیم بجالائے۔ پھر قبل اس کے کہ سلطان ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ پوچھتا ایک قاصد سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم ہم دونوں قرطبہ سے آئے ہیں۔ ہمیں ہمارے حکمران فرولندہ نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ اس پر سلطان ابوالحسن اس قاصد کی بات کاٹتے ہوئے بولا تمہارے حکمران فرولندہ نے کس غرض سے تم دونوں کو ہماری طرف روانہ کیا ہے اس پر دوسرا قاصد بولا۔

سلطان محترم ہمارے آقا فرولندہ نے اس لئے ہم دونوں کو آپ کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ ہم آپ سے خراج کی طلبی کریں۔ سلطان محترم ہمارے آقا کا کہنا ہے کہ گزشتہ کئی سال سے آپ نے ہمارے آقا فرولندہ کو خراج ادا نہیں کیا۔ جبکہ آپ جانتے ہیں آپ سے پہلے آپ کے والد محترم ابن اسماعیل اور ان کے آباء واجداد بھی تھنالیہ کے حکمرانوں کو خراج ادا کرتے رہے ہیں۔ لہذا ہمارے آقا فرولندہ اور ہماری ملکہ ازایلا نے ہم دونوں کو اس غرض سے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ سے خراج کی وصولی کی جائے۔

اس قاصد کی یہ گفتگو بن کر غرناطہ کے سلطان ابوالحسن کے چہرے پر انتہائی غضبناکی اور ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے۔ جبکہ اس کی آنکھوں میں انتقام کی چنگاریاں موجھیں مارنے لگی تھیں۔ سلطان ابوالحسن کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کا بھائی الزغل اس کے دونوں بیٹے ابو عبد اللہ اور ابویوسف پریشان اور حیران ہو کر رہ گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک ایوان الاس میں خاموشی رہی اس کے بعد ایوان کے اس کمرے میں سلطان ابوالحسن کی آواز گونجی۔

”سنو فرولندہ کے قاصد! خراج دینے والے مر گئے اب کوئی خراج نہیں دیا جائے گا۔ اپنے آقا سے واپس جا کر کہنا کہ خراج دینے والے شاہان غرناطہ عدم آباد کو سدھار گئے۔ اب ہمارے دارالضرب میں اشرفیوں کے بجائے سرف خون آشام تلواریں ہی ڈھلتی ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن تھوڑی دیر کا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سنو فرولندہ کے قاصد! اپنے آقا سے جا کر کہنا اپنے ماضی کے شاطرانہ ڈھنگ اور کذب کی تفہیم کو بھول جائے اسے کہنا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاروخس کے اندر کوئی خفیہ چنگاری بھڑک کر آگ کا طوفان بھی کھڑا کر سکتی ہے اسے کہنا اوروں کے دکھ سے کھیلنے والے مداری، سکون کی چادر اوڑھ کر سونے والوں کو اپنے گنبد تحریر سے باہر آنے پر مجبور نہ کرو۔

میں جانتا ہوں فرولندہ کی تہ میں نفرت کے شرنپناں ہیں لیکن میرا اسے پیغام دینا اور کہنا دوسروں کی بھی اوقات کو خاطر میں لائے اور ہمیں اپنے مفروضہ اقدامات کا قرض چکانے پر مجبور نہ کرے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر وہ لکھ رکھے پتھروں کی بارش ہوگی ذرہ ذرہ خاک و خون ہوگا اور پھر ہم گرم و سرد موسموں کو فراموش کر کے لہو کے آخری قطرے تک اپنا دفاع کریں گے۔ سنو فرولندہ کے قاصد! اپنے آقا سے جا کر کہنا کہ ہم وہی مسلمان ہیں جو ہسپانیہ کے اندر موج در موج سمندر کے سفر کی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ اسے کہنا کہ جب بحر الہما ہے تو دور تک ریت کی پیاس بجھا دیتا ہے۔ اگر اس نے ہمارے ساتھ جنگ کی طرح ڈالی تو صرف ہمارے ہی آشیانے کے چار نیچے نہیں جلیں گے بلکہ آسمان کے گنبد پر قہر بھری صدائیں خواب گوں

کرے گا۔ الزغل میرے بھائی! فرولندہ کے ایسا کرنے سے پہلے پہلے ہمیں اپنے دفاع کے لئے کچھ نہ کچھ کر لینا چاہئے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو فرولندہ پر ضرب لگانے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔ اس پر الزغل بولا۔ برادر محترم اگر ایسی بات ہے تو اس سلسلے میں آپ کو مجھ سے روزدارانہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس گفتگو میں ابو عبد اللہ اور ابو یوسف دونوں کو بھی شامل رکھنا چاہئے تھا۔ انہیں اعتماد میں لیتے ہوئے ہمیں کسی منطقی فیصلے تک بھی پہنچنا ہے۔ اس پر ابو الحسن کہنے لگا۔

سن الزغل میرے بھائی! ابھی میں نے صرف تمہید باندھی ہے۔ جو بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ ایسے راز کی ہے کہ اس کا ظاہر کرنا امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ راز کی بات اگر میں اپنے بیٹوں ابو عبد اللہ یا ابو یوسف سے کہوں گا تو مجھے یقین ہے کہ وہ بات پورے ہسپانہ میں پھیل جائے گی۔ لیکن میرے بھائی اس راز کا ذکر میں صرف تم سے کروں گا اور تم سے یہ بھی کہوں گا کہ اس راز کو میری طرح راز ہی رکھنا اپنے دل کی بات کسی اور سے کبھی نہ کہنا۔

سلطان ابو الحسن کی اس گفتگو پر الزغل عجیب سی سنجیدگی کے انداز میں دیکھنے لگا تھا۔ اس پر سلطان ابو الحسن کہنے لگا۔

دیکھ الزغل میرے بھائی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جبل النج اور ابشارات کی وادیوں میں ہسپانیہ کے ان شہروں سے لوگ ہجرت کر کے آئے ہیں جو علاقے مسلمانوں سے چھین لئے گئے ہیں ان لوگوں نے جبل النج کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ یہ کوئی عام لوگ نہیں ہیں یہ ایک انتہائی جنگجو گروہ ہے۔ جو ہسپانہ کے طول و عرض میں کام کر رہا ہے اور انہوں نے اپنا امیر بنا رکھا ہے اور ان کے پاس ایک بہترین لشکر بھی ہے۔ جو آنے والے دنوں میں ہمارے کام آ سکتا ہے۔ اس پر الزغل نے فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

برادر محترم! کیا ایسا ریاست کے اندر ریاست بنانے کے مترادف نہیں ہے۔ یہ لوگ جنہوں نے جبل النج کو اپنا مسکن بنا کر اپنے آپ کو خوب مسلح کر لیا ہے کیا وہ مستقبل میں ہمارے لئے خطرہ نہ ثابت ہوں گے۔ اس پر ابو الحسن بولا اور پھر کہنے لگا۔

الزغل میرے بھائی! تمہاری سوچیں غلط ہیں۔ یہ بڑے کچلے مسلے اور دین سے ہمدردی اور دین سے محبت رکھنے والے لوگ ہیں۔ میں ان کے امیر سے مل چکا ہوں۔ وہ اپنے ساتھیوں اور لشکریوں کے ساتھ اپنی جان اور اپنے دل کو بھی مسلمانوں کی بہتری اور ہماری بھلائی کے لئے فز راہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس پر الزغل نے بے چینی سے اپنے بھائی ابو الحسن کی طرف دیکھ کر کہا۔

جزیروں پر موت کی آوارہ دھوئیں کی لپٹیں اور خون آلود فضاؤں میں موت کے نغمے گونجیں گے۔ اگر اس نے ہمارے ساتھ جنگ کی ابتداء کی تو ہسپانیہ میں ہر کاہہ نفس میں مرگ کا زہر گھلے گا۔ فرولندہ سے کہنا کہ غرناطہ کا سلطان ابو الحسن کہتا ہے کہ دل کے گلہ انوں میں تنہائی کا زہر اجازت راستوں کے قاتلوں کے لئے موت کی سوداگری مت خریدو۔ اس سے کہنا کہ ابو الحسن کہتا ہے۔ کہ آؤ بے اعتنائی کی رتوں۔ زندگی سے الجھنے کے ہنر کو فراموش کر کے دل کے بجھے دیوں کو پھر سے روشن کریں بلور ہسپانیہ کی بستیوں کو انشک ندامت سے بچائیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابو الحسن رک گیا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ قاصدوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سنو فرولندہ کے قاصدو! میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے۔ میرا یہی پیغام حرف بہ حرف جا کے اپنے آقا فرولندہ سے کہہ دینا اس کے بعد سلطان ابو الحسن نے اپنے بیٹے ابو عبد اللہ اور ابو یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میرے دونوں بیٹو! میرے بچو! تم دونوں جاؤ اور ان قاصدوں کی نیافت اور آرام کا بندوبست کرو۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ابو الحسن کے بیٹے ابو عبد اللہ اور ابو یوسف اپنی جگہ سے اٹھے اور فرولندہ کے ان دونوں قاصدوں کو ایوانی اللاس سے باہر لے گئے تھے۔

○

ابو عبد اللہ اور ابو یوسف دونوں بھائی جب فرولندہ کے قاصدوں کو لے گئے تب سلطان ابو الحسن نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے بھائی الزغل کی طرف دیکھا جو اس کے پہلو ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر سلطان بولا اور الزغل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو الزغل میرے بھائی! میں نے اپنے دونوں بیٹوں اور تمہارے دونوں بھتیجوں ابو عبد اللہ اور ابو یوسف کو مہمانوں کی نیافت اور ان کے قیام کے بہانے اس قصر سے باہر بھیجا ہے تاکہ میں تنہائی میں تمہارے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کر سکوں۔ اس پر ابو الحسن کے بھائی الزغل نے بڑی فکر مندی سے سلطان کی طرف دیکھا پھر الزغل نے پوچھا۔

برادر محترم! آپ کس موضوع پر میرے ساتھ روزدارانہ گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟ اس پر سلطان ابو الحسن پھر کہہ رہا تھا۔

سن الزغل میرے بھائی! قتالہ کے حکمران فرولندہ کے قاصدوں کا ہمارے پاس آنا کسی علت کے بغیر نہیں۔ سنو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس خراج کی عدم ادائیگی کو بہانہ بنا کر فرولندہ ضرور ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

جیسا اس کے آباء اجداد کرتے رہے ہیں اور ہم سے زیادہ سے زیادہ علاقہ چھیننے کی کوشش

لا کر منتقل کر دیتا ہے۔ پھر ہسپانیہ کے اندرونی حصوں کی طرف نکل جاتا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن جب خاموش ہوا تو الزغل نے تھوڑی دیر سوچا پھر اپنی فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے الزغل کہنے لگا۔

برادر محترم! جو کچھ آپ نے کہا ہے اگر یہ سچ ہے تو رقیم بن خلاط ایک عظیم انسان اور عالم اسلام کا قابل عزت فرزند ہے۔ اگر یہ شخص آپ کو تعاون کا یقین دلا چکا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ مستقبل میں فرولندہ ہم سے ٹکراتا ہے تو رقیم بن خلاط ہمارا بازو بن کر ہمارا ساتھ دے سکتا ہے۔ اس پر ابوالحسن کہنے لگا۔ الزغل میرے بھائی! بالکل میں بھی ایسا سوچتا ہوں۔ یہ شخص ہمارا دایاں بازو بن کر ہمارے ساتھ ہمارے دشمنوں پر ضرب لگا سکتا ہے۔ لہذا میرے بھائی اس رقیم بن خلاط کے راز کو اپنے سینے ہی میں دفن کر کے رکھنا۔ ابو عبد اللہ اور ابو یوسف پر بھی کبھی اس کا اظہار نہ کرنا۔ ورنہ وہ دونوں مل کر رقیم بن خلاط اور ان کے ساتھیوں کی زندگی کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ سن میرے بھائی! جبل انج میں قائم ہونے والے مسکن کا امیر تو رقیم بن خلاط ہے لیکن یہ اپنے ریوڑ کے ساتھ ہسپانیہ کے اندر گھومتا پھرتا رہتا ہے اس کی غیر موجودگی میں اس کا نائب اول منصور بن نعمان مسکن کی دیکھ بھال حفاظت اور تنظیم کا کام سرانجام دیتا ہے۔ یہ منصور بن نعمان نصرانی دنیا میں سیانکو کے نام سے مشہور ہے اس رقیم بن خلاط کا ایک نائب دوم بھی ہے۔ اس کا اصل نام تو منذر بن طریف ہے لیکن یہ ہسپانیہ کے اندر نصرانی کی حیثیت سے بوریلی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ منذر بن طریف ریوڑ میں رقیم بن خلاط کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط کا ایک اور ساتھی بھی ہے یہ بچپن میں اس کے ساتھ اسیری کی زندگی بسر کرتا رہا تھا اور اس کا عزیز اور رشتہ دار بھی ہے اس کا نام مجاہد بن یوسف ہے اور قید کے دوران نصرانیوں نے اس بے چارے کی زبان کاٹ دی تھی۔ یہ بھی ریوڑ کے اندر رقیم بن خلاط کے ساتھ جرمیاس کے نام سے کام کرتا ہے۔

سلطان ابوالحسن کے ان سارے انکشافات پر الزغل دنگ رہ گیا تھا۔ پھر وہ کسی قدر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ آپ نے یہ سارے انکشافات کر کے ایک طرح مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہمارے ہمسائے انج کے اندر اتنی بڑی تحریک و تنظیم سر اٹھا سکتی ہے۔ اگر ان سے کسی قسم کی کوئی بغاوت کا خطرہ نہیں تو سلطان محترم میں سمجھوں گا یہ تحریک ہمارے جسم ہی کا ایک حصہ ہے۔ اس پر سلطان ابوالحسن کہنے لگا۔ الزغل میرے بھائی! تم نے یقیناً میرے دل کی بات کی ہے۔

جن لوگوں نے یہ جبل انج میں اپنا مسکن بنایا ہے اور اپنے آپ کو مسلح کیا ہے ان کا امیر کون ہے۔ اس پر سلطان ابوالحسن بولا اور کہنے لگا۔

سن الزغل میرے بھائی! ان کے امیر کا نام رقیم بن خلاط ہے۔ دیکھ الزغل میرے بھائی تم ایک چرواہے کو جانتے ہو گے۔ جو بظاہر نصرانی ہے اور اپنا نام سب کو ایرولیس بتاتا پھرتا ہے۔ الزغل نے چونک کر پوچھا وہی ایرولیس چرواہا جو ہسپانیہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنے ریوڑ چراتا پھرتا ہے اور وہ لوگ اسے راہبوں جیسا بے ضرر خیال کرتے ہیں۔ اس پر ابوالحسن بولا اور کہنے لگا میرے بھائی بالکل وہی ایرولیس ہے۔ وہ بظاہر ایرولیس ہے لیکن حقیقت میں وہ رقیم بن خلاط ہے۔ وہ بظاہر نصرانی ہے لیکن حقیقت میں کٹر قسم کا مسلمان ہے۔ شخص ماردہ شہر کا رہنے والا تھا۔ اس کے ماں باپ، عزیز واقارب کو ایک بغاوت کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ اسے جبل طلیطلہ کے قلعے میں قید رکھا گیا اور اس کے پیروں کو لوہے کی گرم سرخ مہروں سے داغا گیا وہ کسی طرح وہاں سے بھاگ نکلا اور جبل انج کے کوہستانی سلسلے میں قائم ہونے والی تحریک میں آن ملا۔

اس تحریک کا جب پہلا امیر مر گیا تو تحریک کے سارے لوگوں نے بالاتفاق اس رقیم بن خلاط کو اپنا امیر بنایا۔ اب یہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کئے ہوئے ہے۔ آدھا لشکر اس کا جبل انج میں مسکن کے اندر رہتا ہے۔ آدھے کے ساتھ یہ ہسپانیہ کے سارے کوہستانی سلسلوں اور وادیوں میں ریوڑ چراتا پھرتا ہے۔ اور جہاں کہیں بھی مسلمان تکلیف میں ہوتے ہیں انہیں ان کی تکلیف سے نجات دلاتا ہے اور یہ کہ یہ اور بہترین کام بھی ہسپانیہ میں انجام دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ تھالیہ کے حکمران فرولندہ کا ایک باغی سردار تھا کہ نام جس کا بالدی گوتھ تھا۔ اس نے فرولندہ کے خلاف بغاوت کی تھی اور کوہستانی سلسلے کو اپنا مسکن بنا کر جگہ جگہ ڈاکہ زنی کر شروع کر دی تھی۔ رقیم بن خلاط نے بہترین کام یہ کیا کہ بالدی گوتھ کا نام استعمال کرنے کی ابتداء شروع کر دی۔ لہذا یہ بالدی گوتھ پر حملہ آور ہوا۔ بالدی گوتھ اور اس کے ساتھیوں کو اس نے تے تیج کیا۔ اب یہ رقیم بن خلاط ہسپانیہ کے اندر بالدی گوتھ کے ہی نام سے وارداتیں کرتا ہے اس نے اپنے پاس کچھ خنجر رکھے ہوئے ہیں۔ جن پر بالدی گوتھ کا نام کندہ ہے اور جب یہ واردات کرتا ہے تو بالدی گوتھ نام کے خنجر پھینک دیتا ہے تاکہ لوگ یہی سمجھیں کہ یہ واردا بالدی گوتھ نے ہی کی ہے۔ کسی کو ابھی تک خبر نہیں کہ رقیم بن خلاط نے بالدی گوتھ اور اس گروہ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب یہ شخص ہسپانیہ کے اندر ضرورت کے وقت مختلف خزانوں کو ہے۔ جب مسلمانوں کو تنگ کیا جاتا ہے تو تنگ کرنے والوں پر حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام ہے اور ان کو بھی لوٹتا ہے۔ پھر سارا مال و اسباب لے کر اپنے ریوڑ کو چراتا ہوا ہے۔ مسک۔

میرادل کہتا ہے کہ آنے والے دور میں یہ رقیم بن خلاط اپنی تحریک کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں ہماری خاطر ایک ناپٹنے والی چٹان ثابت ہوگا۔ میں اس سے مل چکا ہوں اس کے دولے جوان، اس کے عزائم بڑے بلند ہیں۔ اس پر الزغل فوراً بول پڑا۔

سلطان محترم! اب جبکہ آپ نے مجھ پر اس راز کا انکشاف کر ہی دیا ہے تو میں اس رقیم بن خلاط سے ملنے کے لیے بے چن ہوں۔ آپ کم از کم مجھ سے اس کا تعارف ہی کرائیں۔ آپ جب کبھی کسی وقتے ادھر ادھر ہوں تو میرا اس سے تعارف ہو تو بوقت ضرورت میں اس سے تعاون اور بھائی چارے کا ہاتھ بڑھا سکوں۔ اس پر سلطان ابو الحسن بولا۔

سن الزغل میرے بھائی۔ رقیم بن خلاط ان دنوں اپنے ریوڑ کے ساتھ ہسپانیہ کے اندر دروہ حصوں کی طرف گیا ہوا ہے۔ اس کے مسکن کے لوگ اسے امیر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں ہسپانیہ کے نصرانی اسے ایرولیس کہتے ہیں لیکن میں نے اسے نیا نام دیا ہے میں نے اسے کہا تھا کہ میں اسے غرناطہ کا چوپان کہہ کر مخاطب کیا کروں گا۔ اس پر الزغل خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم! ایسا شخص واقعی غرناطہ کا چوپان ہی ثابت ہو سکتا ہے۔

تھوڑی دیر تک قصر میں خاموشی رہی اس کے بعد سلطان ابو الحسن کہنے لگا۔ الزغل میرے بھائی! رقیم بن خلاط تو ان دنوں ہسپانیہ کے اندرونی حصوں میں وادی الکبیر کی طرف مصروف کار ہے۔ میں تمہیں احمد بن عطاش کے ساتھ اس کے مسکن کی طرف روانہ کرتا ہوں تو وہاں اس کے نائب اول منصور بن نعمان نے مل لو اس طرح تمہارا نہ صرف یہ کہ منصور بن نعمان۔ ساتھ تعارف ہو جائے گا بلکہ تو آنکھوں سے ان کے مسکن اور جو کچھ انہوں نے انتظامات رکھے ہیں وہ بھی دیکھ لو گے اور وہاں میں تجھ پر یہ بھی انکشاف کروں گا کہ جس وقت میں۔ رقیم بن خلاط سے رات کی تاریکی میں دریائے حدار کے کنارے ملاقات کی تھی تو میں۔ جبل ارج کا قلعہ حصن الرومان اس کے حوالے کر دیا تھا اب میرے خیال میں وہ اس قلعہ مضبوط اور مستحکم کرنے میں مصروف ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ابو الحسن نے ا۔ قریب ہی پڑی ہوئی چھوٹی سی چوٹی اٹھائی اور پیتل کے ایک ٹکٹے ہوئے طشت دے ماری تھی۔

تھوڑی دیر بعد سلطان کا حاجب بڑی تیزی سے اندر آیا اسے دیکھتے ہی سلطان ابو الحسن نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ابھی جاؤ اور فی الفور احمد بن عطاش کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ یہ حکم سنتے ہی حاجب اور باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سلطان ابو الحسن کے طلائیہ گرو دستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن عطاش قصر کے اس حصے میں داخل ہوا سلطان نے ہاتھ کے اشارے سے ایک نشست پر

کو کہا۔ تب احمد بن عطاش سلطان کے بھائی الزغل کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پھر سلطان بولا اور کہنے لگا۔

سن الزغل میرے بھائی! احمد بن عطاش ہی رقیم بن خلاط کے متعلق ساری تفصیل لے کر آیا تھا۔ اس نے ہی اس کے متعلق ساری معلومات حاصل کیں تھیں اور یہ اس کی پوری داستان کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی احمد بن عطاش کے ساتھ جاؤ اور رقیم بن خلاط کے مسکن کو دیکھ لو اور اس کے نائب اول منصور بن نعمان سے بھی مل لو۔ اس پر الزغل کہنے لگا۔ سلطان محترم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ احمد بن عطاش پہلے مجھے رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھیوں کے حال تفصیل کے ساتھ بتائے۔ اس پر احمد بن عطاش کہہ رہا تھا اگر سلطان نے رقیم بن خلاط کا راز آپ پر کھول ہی دیا ہے تو ان کے حالات بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ احمد بن عطاش نے رقیم بن خلاط کے بچپن سے لے کر جوانی تک اس کے دونوں ساتھی منصور بن نعمان۔ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ بتا دیئے تھے۔ پھر مختلف شہروں میں ہجرت کر کے جبل ارج میں مسلمانوں کے آباد ہونے اور ایک نئی تحریک اٹھانے اور پرانے امیر کے مرنے کے بعد رقیم بن خلاط کے امیر بننے اور رقیم بن خلاط کے ہسپانیہ کے اندر اپنے ریوڑ کے ساتھ گھومنے اور کارروائی کرنے کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ بتا دیئے تھے۔

رقیم بن خلاط کے سارے حالات سن کر الزغل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ پھر وہ کہنے لگا۔ یقیناً یہ رقیم بن خلاط اگر اپنے ریوڑ کے ساتھ ہسپانیہ میں گھوم پھر کر ظالم نصرانیوں کو ہدف بناتا ہے۔ تو ایسا کرنے میں وہ حق بجانب ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے اس کے عزیز و اقارب، ماں باپ اور اس کے رشتہ داروں کو موت کے گھاٹ اتارا اگر وہ جواب میں انہیں موت کے گھاٹ اتارتا ہے تو وہ یقیناً حق اور سچ پر ہے۔ احمد بن عطاش میرے بھائی تم میرے ساتھ مسکن چلو اور منصور بن نعمان سے میرا تعارف کراؤ۔ تاکہ آنے والے دنوں میں میرے اور ان کے درمیان شناسائی ہو اور وقت ضرورت میں سلطان کی عدم موجودگی میں ان سے کام لے سکوں۔ اس پر احمد بن عطاش نے عجیب سے انداز میں سلطان کی طرف دیکھا۔ جواب میں سلطان نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ جس پر احمد بن عطاش اٹھا پھر وہ الزغل کے ساتھ قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

اندرا آیا۔ پہلے اس نے سر کو خوب خم کر کے تعظیم پیش کی۔ پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ فرولندہ نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی اور کہا۔

اگر تم یہ خبر لائے ہو کہ جو قاصد میں نے غرناطہ کے سلطان ابوالحسن کی طرف روانہ کئے تھے اور اس سے خراج کا مطالبہ کیا تھا وہ واپس آ گئے ہیں اور یہ کہ ابوالحسن نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے اور جنگ کرنے پر آمادہ ہے تو پھر سنو یہ خبر میرے جاسوس پہلے ہی مجھے پہنچا چکے ہیں اور میں ابوالحسن کے خلاف حرکت میں آنے والا ہوں۔ اس پر وہ جاسوس بولا اور کہنے لگا۔ آقا نہ تو میں آپ کو ان دونوں قاصدوں کی خبر دینے آیا ہوں جو آپ نے خراج کی طلبی کے لئے غرناطہ کے مسلمان سلطان ابوالحسن کی طرف روانہ کئے تھے۔ نہ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابوالحسن نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے۔ میں آپ کے لئے اور ہی ایک انتہائی اہمیت کی خبر لے کر آیا ہوں۔ اس پر فرولندہ اور اس کی ملکہ ازایلا کسی حد تک متفکر ہو گئے تھے۔ پھر فرولندہ کی جگہ ملکہ ازایلا پوچھنے لگی۔

اگر تم کوئی نئی خبر لے کر آئے ہو تو رک نہیں کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر وہ جاسوس بولا۔ ملکہ محترم! میں دونوں شہزادیوں نویرہ اور اربونہ کی طرف سے ایک بری خبر لے کر آیا ہوں اس پر فرولندہ اور ملکہ ازایلا دونوں فکر مندی سے اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے پھر ازایلا نے انتہائی پریشانی میں پوچھا کیا ہوا نویرہ اور اربونہ کو۔ اس پر وہ جاسوس کہہ رہا تھا۔

آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ اس بری خبر کو اچھی خبر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ فرولندہ اور ازایلا پھر دونوں اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ پھر فرولندہ کہنے لگا۔ کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ پھیلیاں نہ بھاؤ۔ میں ابھی تک تمہاری بات کو سمجھا نہیں۔

اس جاسوس نے جواب دیا آقا محترم! جس کارواں کے ساتھ دونوں شہزادیاں نویرہ اور اربونہ غرناطہ کی طرف روانہ ہوئیں تاکہ قصر الحمرا کو دیکھیں۔ میرے آقا جس وقت دونوں شہزادیوں کا کارواں دریا کے کبیر اور دریا کے شیل کے سنگم کے قریب تھا تو بالدی گوتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کارواں پر حملہ آور ہوا۔ بالدی گوتھ نے شہزادیوں کے سارے محافظوں اور دیگر لوگوں کو قتل کر دیا صرف دونوں شہزادیوں کے خدام کو زندہ رہنے دیا۔

آقائے محترم! شہزادیوں کے ساتھ جو خزانہ تھا وہ بھی بالدی گوتھ نے لوٹ لیا پھر وہ دونوں شہزادیوں کو گرفتار اور اغوا کر کے جبل مورینہ کی طرف چل دیا۔

آقائے محترم! ہماری ان دونوں شہزادیوں کی خوش قسمتی کہ انہیں علاقوں میں اس وقت ہسپانیہ کا مشہور اور مصروف چرواہا ایرو لیس بھی اپنے ریوڑ کو لئے پھر رہا تھا۔ اس کے وہ

تھیالیہ کا نصرانی حکمران فرولندہ ایک روز اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اس کے پہلو میں اس کی حسین و جمیل ملکہ ازایلا تھی اور سامنے دو قطاروں میں ان کے سالار اور سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ دائیں طرف قطار میں سب سے پہلے فرولندہ کے لشکروں کا سالار اعلیٰ آگیا تھا۔ دوسرے نمبر پر سالار دوم گیلر تھا۔ تیسرے نمبر پر گون سالود تھا۔ یہ شخص فرولندہ کے لشکر کے اس حصے کا سالار تھا جو ہولی رادر ہڈ کہلاتا تھا۔ چوتھے نمبر پر شالیب بیٹھا ہوا تھا یہ لشکر کے اس حصے کا سالار تھا جو سیون سسٹر کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد یودیس بیٹھا ہوا تھا جو فرولندہ کے محافظ دستوں کا سالار تھا۔ آخر میں سنیکا نام کا جوان بیٹھا ہوا تھا یہ سنیکا فرولندہ کا درباری پہلوان ہونے کے ساتھ ساتھ ہسپانیہ کا سب سے بڑا اور خونخوار گلیڈیٹر خیال کیا جاتا تھا۔

دوسری قطار میں جو بائیں جانب تھی سب سے پہلے فرولندہ کی سلطنت کا آرک بشپ فرینڈو بیٹھا ہوا تھا یہ انتہائی متلون مزاج، نرم رو اور انسانیت کا حامی تھا۔ دوسرے نمبر پر ایک اور بشپ نرمی لس تھا جو انتہائی متعصب تھا اور مسلمانوں کا بدترین دشمن خیال کیا جاتا تھا۔ تیسرے نمبر پر ایک راہب یولوجیس بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ہسپانیہ کے اندر راہبوں کی اس جماعت کا سرکردہ تھا جس کا نام فری انتونیا کا بیڈیا تھا یہ راہبوں کی وہ جماعت تھی جو انتہا پسند کہلاتی تھی اور ہسپانیہ کے اندر مسیح عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے ابھارتی تھی۔ یولوجیس کے بعد کچھ اور راہب اور مذہبی لوگ بیٹھے ہوئے تھے آخر میں مشہور زمانہ ملاح کلبیس بیٹھا ہوا تھا یہ وہی کلبیس تھا جس نے فرولندہ کے دور حکومت میں امریکہ دریافت کیا تھا۔

اپنے ان سارے سالاروں، درباریوں اور مذہبی پیشواؤں کے ساتھ کسی موضوع پر فرولندہ ہنس ہنس کر گفتگو کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں فرولندہ کا ایک محافظ اندر آیا اور جھک کر وہ تعظیم بجالایا اور فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ آقا آپ کا ایک جاسوس آیا ہے اور وہ ایک اہم سلسلے میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ اس پر گفتگو کا وہ موضوع فوراً بند کر دیا گیا جس پر تھپے لگائے جا رہے تھے اپنے اس محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے فرولندہ کہنے لگا۔ اس جاسوس کو فوراً میرے پاس بھیجو۔ اس پر وہ محافظ باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد فرولندہ کا ایک جاسوس جو ادھیڑی عمر کا تھا

چرواہے جو نئی چراگاہوں کی تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں انہوں نے کہیں بالدی گوتھ کو دونوں شہزادیوں کے کاروان پر حملہ آور ہوتے دیکھ لیا لہذا انہوں نے اس کی اطلاع فوراً جا کر ایرولیس کو کر دی۔ بس ایرولیس اور اس کا نائب بورلی دونوں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حرکت میں آئے اور بالدی گوتھ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ آور ہوئے۔

آقائے محترم! میں وہ سارا مقام اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں جہاں بالدی گوتھ اور ہسپانیہ کا وہ ایرولیس نام کا چرواہا آپس میں ٹکرائے تھے۔ بالدی گوتھ کے ان گنت ساتھیوں کو ایرولیس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پر بالدی گوتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جان بچا کر بھاگ نکلا اور جبل مورینہ میں داخل ہو گیا۔ بہر حال ایرولیس اور بورلی نے مل کر ہماری دونوں شہزادیوں نویرہ اور اربونہ کی جان اور عصمت بچائی۔ اب ایرولیس اور بورلی دونوں شہزادیوں اور بچے کچھ خدام کو لے کر قرطبہ کی طرف آرہے ہیں۔

آقائے محترم! دونوں شہزادیوں کی جان بچانے کے بعد ایرولیس نے دونوں شہزادیوں کے سامنے یہ پیشکش کی تھی کہ اگر وہ قصر الحمرا دیکھنے کے لئے غرناطہ کی طرف اپنے سفر کو جاری رکھنا چاہتی ہیں تو وہ اپنے ریوڑ کا رخ موڑ کر ان کے ساتھ ان کی حفاظت کے لئے غرناطہ تک جانے کو تیار ہے اور انہیں قصر الحمرا دکھا کر واپس لاسکتا ہے پر دونوں شہزادیوں نے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد غرناطہ جانے سے انکار کر دیا اور واپسی کے سفر کا حکم دیا۔ اب ایرولیس اور بورلی دونوں اپنے ریوڑ کو لے کر شہزادیوں کے ساتھ قرطبہ کے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔ بس یہی وہ خبر ہے آقا جو میں کہنا چاہتا تھا۔

اس پر فرولندہ دعائیہ انداز میں دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہنے لگا خداوند یسوع مسیح کا شکر ہے کہ دونوں شہزادیاں محفوظ ہیں اور یہ کہ ایرولیس اور بورلی نے بالدی گوتھ پر حملہ آور ہو کر اسے مار بھگایا اور شہزادیوں کی جان اور عزت کی حفاظت کی۔ اس کے بعد فرولندہ اپنے محافظ دستوں کے سالار اعلیٰ یوڈلیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یوڈلیس تم ابھی اور اسی وقت اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ جاؤ۔ بڑے احترام اور عزت کے ساتھ ایرولیس، بورلی، جرمیاس اور ان کے ساتھیوں کا استقبال کرو اور پھر تینوں کو شہزادیوں کے ساتھ لے کر میرے پاس آؤ۔ فرولندہ کا یہ حکم سن کر اس کے محافظ دستوں کا سالار یوڈلیس اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد یوڈلیس واپس آیا اس کے ساتھ رقیم بن خلاط۔ منذر بن طریف۔ مجاہد بن یوسف اور دونوں شہزادیاں نویرہ اور اربونہ تھیں۔ جونہی نویرہ اور اربونہ دربار میں داخل ہوئیں ملکہ ازابیل بھاگ کر آگے بڑھی اور باری باری دونوں کو لپٹا کر اس نے چومنا شروع کر

دیا تھا اس کے بعد فرولندہ بھی دونوں شہزادیوں کو گلے لگا کر ملا اور انہیں اپنے پہلو میں بیٹھنے کو کہا۔ اس کے بعد فرولندہ آگے بڑھا۔ پہلے رقیم بن خلاط سے گلے ملا پھر منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کو اس نے گلے لگایا اس کے بعد اس نے ہاتھ کے اشارے سے تینوں کو خالی نشستوں پر بیٹھنے کو کہا۔ فرولندہ کی اس پیشکش پر رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ فرولندہ اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ پھر رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ ایرولیس میں تیرا اور تیرے دونوں ساتھیوں بورلی اور جرمیاس کا از حد ممنون اور شکر گزار ہوں۔ مجھے میرے جاسوسوں نے خبر کر دی ہے کہ دونوں شہزادیوں کے کارواں پر دریائے شلیل اور دریائے کبیر کے سنگم پر بالدی گوتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا اور یہ کہ تم انہیں علاقوں میں اپنے ریوڑ کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور یہ کہ تم نے اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ بالدی گوتھ پر حملہ کیا نویرہ اور اربونہ کی جانوں اور عصمت کی حفاظت کی۔ بالدی گوتھ کے کچھ ساتھیوں کو قتل کیا پر بالدی گوتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

جواب میں رقیم بن خلاط کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ نویرہ اپنے بھائی فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ اگر اس موقع پر ایرولیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہ پہنچتا تو یقیناً میری اور اربونہ کی عزت اور جان دونوں ہی محفوظ نہ رہتی۔ بالدی گوتھ نے بڑی آسانی کے ساتھ ہمارے محافظوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس نے ہمارا خزانہ بھی لوٹ لیا تھا۔ پھر وہ ہم دونوں بہنوں کو گرفتار کر کے جبل مورینہ کی طرف لے جانا چاہتا تھا شاید ہمیں وہاں بے آبرو کرنا چاہتا تھا اس ایرولیس اور بورلی کا بڑا شکر یہ کہ انہوں نے بروقت پہنچ کر ہماری مدد کی۔ اس پر فرولندہ کہنے لگا۔

یقیناً ایرولیس اور بورلی دونوں اس قابل ہیں کہ ان کا جتنا بھی شکر یہ ادا کیا جائے کم ہے۔ اس موقع پر فرولندہ کے محافظ دستوں کا سالار یوڈلیس بول پڑا۔

آقا! اس میں کوئی شک نہیں کہ ایرولیس اور بورلی دونوں نے ہماری شہزادیوں نویرہ اور اربونہ کی جان اور عزت کی حفاظت کی ہے۔ لیکن ایک طرح سے انہوں نے بزدلی اور حماقت کا بھی ثبوت دیا ہے۔ وہ یوں کہ اگر یہ ہمت اور جراتمندی سے کام لیتے تو دریائے کبیر کے کنارے سے بالدی گوتھ کو کبھی بھی بھاگنے نہ دیتے۔ بالدی گوتھ کا بچ کر بھاگ نکلنا ان دونوں کے مقابلے میں بالدی گوتھ کی شاندار فتح ہے۔ اگر میں ان دونوں کی جگہ ہوتا تو بالدی گوتھ کے بھاگ جانے کی ساری راہیں مسدود کر دیتا اور دریائے کبیر کے کنارے یا تو اسے

زندہ گرفتار کرتا یا اس کا سر قلم کر کے رکھ دیتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرولندہ کے محافظ دستوں کا سردار یودیس تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ آقا لگتا ہے ان چرواہوں کی تلواریں کند ہو چکی ہیں۔ اگر یہ تیغ زنی کے فن میں مہارت رکھتے یا جنگ کرنے کا انہیں معمولی سا تجربہ بھی ہوتا تو یہ کسی بھی صورت بالدی گوٹھ کو رات کی تاریکی میں بھاگنے نہیں دیتے۔ یودیس اپنی گفتگو جاری نہ رکھ سکا کیونکہ اس موقع پر رقیم بن خلاط اپنی جگہ سے اٹھا اس کے چہرے سے اس سے یودیس کی گفتگو سے قہر مانیان اور غضبناکیاں رقص کر گئی تھیں پھر وہ یودیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ یودیس تو اپنی گفتگو سے ہماری توجہ نہ کر رہا ہے۔ پھر رقیم بن خلاط اپنے ان الفاظ پر شاید چونکا پھر وہ فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ اے آقا! اگر آپ برائے مانیں تو کیا یودیس کی گفتگو کا جواب دینے کی مجھے اجازت ہے۔ رقیم بن خلاط کے ان الفاظ سے فرولندہ کے چہرے پر خوشگوار اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا۔

دیکھ ایرولیس اس دربار میں جہاں میرے درباری، سالار اور مذہبی رہنما قابل عزت اور احترام ہیں اسی طرح تو بھی میرے ہاں صاحب عزت اور احترام کے قابل ہے۔ تو اس دربار میں میرے سامنے آزادانہ گفتگو کر سکتا ہے اور یودیس کی اس گفتگو کا تو جیسا چاہے جواب دے سکتا ہے۔ فرولندہ کے ان الفاظ سے رقیم بن خلاط کی چھاتی تن گئی تھی پھر وہ یودیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یودیس میں بھی تیرے جیلتیرے اور تیغ زنی کے فن سے خوب آگاہ ہوں۔ یودیس محافظ دستوں کے سالار کی حیثیت سے کام کرنا بڑا آسان ہے جگہ جگہ ریوڑ لے کر اس کی حفاظت کرنا اور بالدی گوٹھ جیسے انتہا پسند رہزن کا رات کی تاریکی میں مقابلہ کرنا آسان کام نہیں۔ دیکھ یودیس تیرا ابھی کسی سے ٹکراؤ نہیں ہوا ہو گا نہ آقا فرولندہ پر کسی نے حملہ کیا نہ تجھے حفاظت کرنے کا کام سرانجام دینا پڑا۔ اس لئے میرے خیال میں تو جانتا ہی نہیں کہ تلوار کی تیز دھار کیا چیز ہوتی ہے اور کس تلوار کو کند کہتے ہیں۔ کاش اس دربار کے بجائے تو کسی کھلے میدان میں مجھے تیغ زنی کی دعوت دیتا تو میں تجھ پر ظاہر کرتا کہ ہم چرواہوں کی تلواریں کند نہیں ہیں۔ اس پر یودیس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور انتہائی غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ چرواہے باہر کسی کھلے میدان میں چیلنج دینے کی کیا ضرورت ہے میں اس بھرے دربار میں تمہیں تیغ زنی کی دعوت دیتا ہوں اس پر قہر بھرے انداز میں رقیم بن خلاط نے پوچھا کیا تیرے علاوہ بھی کوئی اور ہے۔ جو اس بات کا متنی ہو کہ میرے ساتھ مقابلہ کرے۔ اس پر یودیس بولا اور فرولندہ کے درباری پہلوان اور گلیڈیٹر سیکا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

اے آقا! اگر میں تیرے دربار میں یودیس کا مقابلہ کروں تو اس میں تیری رضامندی اور منظوری ہے۔ فرولندہ بڑی نرمی سے ایرولیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ ایرولیس اگر تم دونوں وعدہ کرو کہ مقابلے کے دوران ایک دوسرے کو زخمی نہیں کرو گے تو میں تم دونوں کو دربار میں مقابلہ کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس پر یودیس بولا اور کہنے لگا۔ آقا میں عہد کرتا ہوں کہ اس ایرولیس کو زخمی نہیں کروں گا۔ لیکن اسے آپ کے سامنے مقابلے کے دوران ذلیل اور رسوا ضرور کروں گا اور یہ میرے پاؤں پر گر کر ہمارے کسی بھی سپاہی سے مقابلہ کرنے سے گریز کرے گا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا۔ یودیس زیادہ گفتگو نہ کر۔ اس لئے کہ آقا مقابلے کی اجازت دے چکے ہیں۔ تو سامنے آ کر تیرا اور میرا تیغ زنی کا مقابلہ ہو۔ اس پر یودیس اپنی نشست سے اٹھ کر دونوں قطاروں کے وسط میں آکھڑا ہوا تھا۔ رقیم بن خلاط بھی اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔ پھر وہ فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا اور پوچھنے لگتا۔

اے آقا! اب جبکہ آپ مجھے اس یودیس کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت دے چکے ہیں۔ تو مقابلہ کرنے سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ اس مقابلے کا منصف کون ہو گا۔ اس پر فرولندہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ ایرولیس میرے عزیز میں خود اس مقابلے کا منصف ہوں گا۔ جس وقت میں پہلی بار اپنا ہاتھ فضا میں بلند کروں گا تم اپنی تلواریں اور ڈھالیں سنبھال لو گے۔ جب دوسری بار میں اپنا ہاتھ فضا میں بلند کروں گا تو تم مقابلے کی ابتدا کرو گے۔ فرولندہ کا جواب سن کر رقیم بن خلاط مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ فرولندہ کے ہاتھ اٹھنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

تمام درباری خاموش اور سنجیدہ تھے۔ ملکہ ازایلا بڑی فکر مندی سے کبھی یودیس اور کبھی ایرولیس کی طرف دیکھتی تھی۔ دوسری طرف دونوں شہزادیاں نویرہ اور اربونہ بھی بڑے شوق سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اس موقع پر اربونہ اپنا منہ نویرہ کے کان کے قریب لے گئی پھر وہ بڑی جیسی سی سرگوشی اور رازدارانہ سے انداز میں نویرہ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

دیکھ نویرہ میری بہن جھوٹ مت بولنا۔ کیا تو بڑے چرواہے ایرولیس کو پسند نہیں کرنے لگی۔ اربونہ کی اس گفتگو سے نویرہ کے چہرے پر نئی خوشبو کی کہانیوں جیسی زعفرانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا سنگ مرمر جیسا بدن۔ صندی چہرہ اور رعنائی لب و رخسار ایسے ہو گئے جیسے زیتون کے پتوں پر اچانک بجلیاں کوند اٹھی ہوں۔

اربونہ تھوڑی دیر تک نویرہ کی اس حالت سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر نویرہ بھی اپنا منہ اربونہ کے کان کے قریب لے گئی اور سرگوشی کے انداز میں کہنے لگی۔ دیکھ اربونہ میری عزیز

کہنے لگا میرے علاوہ سید کا بھی تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے اور تمہارے اعضاء اور جوارے توڑنے کے لئے تیار ہے۔

یودیس کی اس گفتگو کے جواب میں رقیم بن خلاط کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی جگہ اس بار منذر بن طریف بولا اور کہنے لگا دیکھ یودیس میرے سردار ایرودیس کی بات تو بہت دور کی ہے تو پہلے میرے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھ۔ میں ریوڑ میں نائب کی حیثیت رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تیغ زنی کے مقابلے میں تو میرے سامنے چند لمحے بھی نہیں نکال سکے گا۔ اس پر یودیس مارے غصے کے غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اول تو تم جیسے چرواہوں کے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرنا ہی میرے لئے تو ہیں ہے۔ پر تیرے ساتھ میرا مقابلہ کرنا زیادہ تو ہیں آمیز ہے تو چرواہوں کے سردار کا نائب ہے۔ ایرودیس کے ساتھ میں اس بناء پر مقابلہ کر سکتا ہوں کہ یہ کم از کم چرواہوں کا سالار اور ان کا سردار تو ہے۔ اس کے ساتھ میں مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن دیکھ یوریلی میں تمہیں یا تمہارے ساتھی جرمیاس کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ میں ان کے ساتھ مقابلہ کروں۔ یہاں تک کہنے کے بعد یودیس رکا پھر وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ایرودیس کیا تم میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو۔ اس پر فرولندہ کا درباری پہلوان اور گلیڈیٹر بولا اور کہنے لگا یہ چرواہے سوچ سمجھ کر گفتگو نہیں کرتے۔ جبکہ یودیس تم انہیں مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج کر رہے ہو تو یہ کبھی بھی تمہیں مثبت جواب نہیں دیں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط اپنی جگہ پر غصے کے مارے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنا ہاتھ وہ اپنی تلوار کے دستے پر لے گیا پھر وہ غضبناکی میں بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ یودیس اور سید کا میں تم دونوں کو بہ یک وقت مقابلے کی دعوت دیتا ہوں اور کان کھول کر سنو۔ اگر تم دونوں ایک ساتھ میرے مقابلے پر آؤ تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تم دونوں کو ایک ساتھ زیر اور مغلوب کر کے رکھ دوں گا رقیم بن خلاط کی اس گفتگو پر فرولندہ کے درباریوں نے ایک طنزیہ سا قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے کو نویرہ، اربونہ اور ملکہ ازابیلا کے علاوہ فرولندہ نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ فرولندہ گرجا اور دربار میں اس کی آواز گونجی۔ خبردار دربار کے تقدس کا خیال رکھا جائے۔ اس پر سار، درباری سہم کر سنجیدہ ہو گئے۔ پھر یودیس رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ ایرودیس اتنی لاف زنی نہ کر تو مجھ اکیلے کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ میرے اور سید کا دونوں کے ساتھ بہ یک وقت مقابلہ کرنا تیرے بس کی بات نہیں۔ اگر تو مقابلہ کرنا ہی چاہتا ہے تو سامنے آ میں ابھی اور اسی وقت مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط چند قدم آگے بڑھا اور فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بہن۔ تو جھوٹ مت بولنا۔ کیا تو دوسرے بڑے چرواہے یوریلی کو نہیں چاہتی۔ نویرہ کے اس انکشاف پر اربونہ کی حالت بھی خزاؤں کا شکار سوکھے احساسات سے سالوں کی مہک اور بے شکل غبار ہولوں سے خوشبوؤں کی شفاف گھٹاؤں میں بدل گئی ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ دونوں اپنی بگڑتی ہوئی سانسوں میں الجھی رہیں۔ اس کے بعد پھر اربونہ نویرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دیکھ نویرہ میری بہن۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان دونوں بڑے چرواہوں سے ملنے اور کچھ دیر ان کے ساتھ سفر کرنے کے بعد ہم دونوں کی حالت ایسی ہوگئی ہے جیسے تپتے پتوں پر قطرہ شبنم۔ جیسے پسا امیدوں میں انوکھی آسودگی۔ جیسے ہوا کے کاروانوں میں آس کا نغمہ۔ کیا میں نے درست کہا ہے۔ جواب میں نویرہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ دیکھ اربونہ میری بہن تو درست کہتی ہے پر اس دقت اس ذکر کو بند کر۔ اس پر تیرے ساتھ بعد میں تفصیل سے گفتگو کروں گی۔ ہمارے سامنے ایرودیس اور یودیس آپس میں ٹکڑانے لگے ہیں۔ اس پر اربونہ سنبھل کر بیٹھ گئی اور وہ بھی بڑی توجہ اور انہماک سے رقیم بن خلاط اور یودیس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

فرولندہ نے پہلی بار اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ بس اس کا ہاتھ اٹھنا تھا کہ ایک جھٹکے کے ساتھ رقیم بن خلاط اور یودیس نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں اور ڈھالیں سنبھال لیں۔ پھر تھوڑے ہی وقفے بعد فرولندہ نے جب دوسری بار اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تب یودیس اور رقیم بن خلاط دونوں ہی ایک دوسرے سے ٹکڑانے کے لئے مستعد ہو گئے تھے اس موقع پر یودیس رقیم بن خلاط کے قریب گیا انتہائی فخر اور انتہائی گمان میں وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ ایرودیس ہمارے یہاں کتابوں میں لکھی ایک سچائی کی کہادت ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کا کہنا ہے چرواہا وہ جانور ہے جو صرف جنگل میں پایا جاتا ہے تو نے مجھے مقابلے کی دعوت دے کر اپنی بھرپور حماقت کا ثبوت دیا ہے اور اب تمہیں میرے آقا فرولندہ کے اس دربار میں اپنی اس حماقت کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ یودیس کے ان الفاظ پر رقیم بن خلاط کا چہرہ کسی قدر سرخ ہو گیا تھا پھر وہ کہنے لگا۔

سن یودیس احمق اور بے وقوف تو ہے اور تجھے جلد ہی اس کا احساس ہو جائے گا۔ پر میری بات غور سے سن۔ چرواہا وہ راز دار ہے جو پودوں، بیلوں، پیڑوں، گھاس، شاخوں، کلیوں، پھول، پھلوں ہی نہیں بلکہ نئے سانچوں میں ڈھلتے انسانی ذہنوں کا بھی رفیق اور شناسا ہے۔ سن یودیس میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر تک تیری یہ لاف و کذاف دھل جائے گی جب میں تیرے لبو میں شعلے بھڑکا دوں گا۔ تیرے دل کے کواڑ پر موت کی دستک دوں گا۔ اس وقت تو

رنگ و مٹھاس میں ڈوبی اس دنیا آنے والے سالوں کا ساری خوشیاں اور پیار کی خوشبو جیسے موسموں کے روپ کے پیغام کو اپنے لئے بالکل بیکار اور عارت خیال کرنے لگے گا۔ رقیم بن خلاط کے خاموش ہونے پر یودلیس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔ سن چرواہے اور بخارے میں فرولندہ کے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہوں۔ خواب ہو یا امیدیں۔ دشت ہو یا دریا۔ صحرا ہو کہ گلستان۔ غموں کی بھیڑ ہو یا راحت کا سماں۔ ظلم میری فطرت۔ قتل میری عادت۔ رنج کے بادل اڑانا، دکھوں کے خونی سائے پھیلانا۔ میری جبلت میں شامل ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط بھی انتہائی خطرناک لہجے میں کہنے لگا۔

سن یودلیس، مجھ سے نکرا، میری تلوار کی کاٹ، میری تلوار کا برساؤ ابھی تم پر ثابت کرے گا کہ میں وہ چرواہا وہ بخارہ ہوں جو جبلت تک کو بھی بدل دینے کا فن جانتا ہے۔ جواب میں یودلیس نے کچھ بھی نہ کہا۔ ایک جست کے ساتھ وہ آگے بڑھا اور رقیم بن خلاط پر اچانک اس نے وار کر دیا تھا۔ رقیم بن خلاط مستعد تھا اس کی نگاہیں یودلیس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھیں۔ لہذا بڑی آسانی کے ساتھ یودلیس کا وار اس نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔

پورے دربار میں ایک سناٹا اور خاموشی تھی۔ ہر کوئی دونوں کی حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا تو یہ بے چاری کی نگاہیں رقیم بن خلاط پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ یودلیس کا حملہ روکنے کے بعد رقیم بن خلاط نے فوراً اپنی تلوار علیحدہ کی۔ وہ جوابی حملے پر تل گیا تھا۔ دوسری طرف یودلیس بھی مستعد تھا۔ رقیم بن خلاط نے جب اس پر حملہ کیا تو اس کا وار یودلیس نے اپنی ڈھال پر روکا۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط نے ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ یودلیس کو دم نہیں لینے دیا۔ اس قدر تیزی کے ساتھ اس نے اپنی تلوار برسانی شروع کی کہ ایسا لگتا تھا فضاؤں میں اس کی تلوار کی تیز حرکت کے باعث ایک سفیدی سی پھیل گئی ہو۔ یودلیس تھوڑی دیر تک اپنی تلوار اور ڈھال کو حرکت میں لاتے ہوئے رقیم بن خلاط کے حملوں کو روکتا رہا۔ تاہم رقیم بن خلاط کے حملوں کی تیزی اور ان کی چنگنی کو دیکھتے ہوئے یودلیس کے چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی کے سائے ضرور دیکھے جاسکتے تھے۔

اچانک دربار کی خاموشی اور سکوت میں رقیم بن خلاط کی آواز گونجی۔ اس نے یودلیس کو سب کرتے ہوئے کہا۔ سنبھل یودلیس! اس مقابلے کے آخری لمحات آتے ہیں۔ یودلیس نے جواب دیا تھا۔ جبکہ دوسری طرف رقیم بن خلاط شاید آخری عمل کے لمحوں کو شروع کر چکا تھا۔ یودلیس ٹھرمند تھا۔ کہ شاید رقیم بن خلاط پہلے کی نسبت اس پر تیزی سے حملہ آور ہونے لگے گا۔ لیکن معاملہ اس کے الٹ نکلا اس لئے کہ اچانک رقیم بن خلاط نے اپنے حملوں میں ایک ٹھہراؤ پیدا کر لیا اور کسی قدر پیچھے ہٹا اس سے یودلیس کے حملوں اور دلولوں میں ایک نئی جان سی آگئی

اور اس نے آگے بڑھ کر رقیم بن خلاط پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی۔

یودلیس کو پتہ نہیں تھا کہ یہ ساری چال ہے جو رقیم بن خلاط اس کی خاطر چل رہا ہے۔ لہذا آگے بڑھ کر یودلیس نے ایک دم رقیم بن خلاط پر حملہ کیا تو رقیم بن خلاط اپنے فتح مندی کے حربے کو آزمایا تھا۔ یودلیس کی تلوار کو رقیم بن خلاط نے ڈھال پر نہیں بلکہ اپنی تلوار پر روکا تھا۔ پھر پلک جھپکتے میں اپنی ڈھال پوری قوت سے یودلیس کے اس ہاتھ پر ماری تھی جس ہاتھ میں یودلیس نے تلوار پکڑی ہوئی تھی۔ ڈھال کا یودلیس کے ہاتھ پر لگنا تھا کہ یودلیس کے منہ سے تکلیف اور درد کے مارے چیخ نکلی اور اس کے ہاتھ سے تلوار جھوٹ کر گر گئی تھی۔ دوسرے ہی لمحے رقیم بن خلاط نے اپنی تلوار کی نوک یودلیس کی گردن پر رکھ دی تھی اور اس پر دباؤ بڑھا دیا تھا۔

گردن پر تلوار کا دباؤ بڑھنے کی وجہ سے یودلیس پیچھے ہٹنے لگا تھا جبکہ رقیم بن خلاط بھی اس کی گردن پر تلوار کی نوک رکھے ہی رکھے آگے آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ رقیم بن خلاط یودلیس کو الٹے پاؤں چلاتا ہوا فرولندہ کے پاس لے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے آقا! آپ کیا فیصلہ دیتے ہیں۔ کیا میں آپ کے اس بھرے دربار میں یودلیس کو ہرا چکا ہوں۔ اس پر فرولندہ اپنی جگہ سے اٹھا اور رقیم بن خلاط کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

سنوایرولیس! تم ایک انتہائی خطرناک چرواہے ہو۔ میرا فیصلہ ہے کہ تم بہترین انداز میں یہ مقابلہ جیت چکے ہو۔ قسم یسوع مسیح کی اگر تم چرواہے نہ ہوتے تو میں تمہیں اپنے لشکر میں سب سے اعلیٰ اور ارفع مرتبہ عطا کرتا۔ سنوایرولیس، یودلیس میرے دربار کا ایسا شیخ زن اور شمشیر باز ہے کہ یہ تیغ زنی کے فن میں سب پر بھاری خیال کیا جاتا ہے۔ تم نے اسے اپنے سامنے زیر کر کے ایسا ہی معرکہ سر کیا ہے جیسے کسی نے اپنے سامنے آنے والے پہاڑ تک کو گرا مارا ہو۔ اس پر رقیم بن خلاط نے یودلیس کی گردن سے اپنی تلوار ہٹالی اور کہنے لگا۔ دیکھ یودلیس اپنی تلوار اٹھا اور اپنی نشست پر جا کر بیٹھ جا۔ اب میں آقا کی اجازت سے ایک اور گفتگو کرنے والا ہوں۔ یودلیس کی حالت شکست اور ندامت میں بے خانماں طیور، بوند بوند پانی کو ترستے شجر۔ لو کے تھمیزوں کے مارے کسی جانور جیسی ہو رہی تھی۔ چپ چاپ وہ حرکت میں آیا۔ زمین پر گری ہوئی تلوار اس نے اٹھائی اور اپنی نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ یودلیس کے بیٹھنے کے بعد فرولندہ بھی اپنے شہہ نشین پر جا بیٹھا تھا۔ پھر رقیم بن خلاط فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آقا یودلیس کو اپنے سامنے سرگوں کرنے کے بعد آپ کے دربار میں میں ایک اہم اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اس کی اجازت دیں۔ اس پر فرولندہ بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ ایرولیس

زور سے اپنی چھاتی پر ہاتھ مارا اور اس بات کا اظہار کیا کہ وہ سید کا سے دست بدست مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن پیار سے رقیم بن خلاط نے اس کے سر پر ہاتھ بھیرا اشارے سے اسے اپنی نشست پر بیٹھنے کو کہا۔ جواب میں منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف دونوں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ تب رقیم بن خلاط بولا اور فرولندہ کے درباری پہلوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سید کا! میں نے تلوار نیام میں کر لی ہے۔ ڈھال میں نے پشت پر باندھ لی ہے۔ تیرے پاس تین منہ کا نیزہ ہے ذرا اس ترسول کی طرف بھی دیکھ۔ اس ترسول سے میں دشمن کا مقابلہ بھی کرتا ہوں۔ اپنے ریوڑ کے جانوروں کے لئے درختوں کے پتے بھی جھاڑتا ہوں اس سے میں جانوروں اور انسانوں کا شکار بھی کرتا ہوں۔ اگر تو اس کا شکار بننا چاہتا ہے تو نیچے اتر۔ میرے ساتھ مقابلہ کر۔ اور یاد رکھنا یہ ترسول موت کا ترسول ہے۔ جب برستا ہے تو میرے مد مقابل کے لئے کچھ بیلے نہیں رہنے دیتا۔ یاد رکھنا یہ ترسول میرے دشمنوں کے لئے شکست و ریخت ندامت و شرمندگی کا ترسول ہے۔ آگے بڑھ کر آزما لے۔ میں اس ترسول سے کس طرح تیرے دامن تیری جھولی میں شرمندگی، شکست اور ہزیمت بھرتا ہوں۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو سے سید کا کو گویا آگ لگ گئی تھی۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ اتنی دیر تک فرولندہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ دونوں کے درمیان آیا اور بڑی نرمی میں وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں جو اپنے اپنی ترسولوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو۔ تو اس سے یہ خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ تم ترسولوں کے استعمال سے دونوں ایک دوسرے کو زخمی کر دو گے اور میں نہیں چاہتا کہ تم دونوں میں سے کوئی زخمی ہو۔ پس دونوں اپنے ترسول رکھ دو اور بغیر کسی ہتھیار کے ایک دوسرے سے ٹکراؤ۔ سید کا کو شاید فرولندہ کی یہ بات بے حد پسند آئی فوراً وہ مڑا اور جس نشست سے وہ اٹھا تھا اس کے قریب ہی اپنا تین منہ کا نیزہ رکھ دیا تھا۔ رقیم بن خلاط نے پھر منذر بن طریف کو اشارہ کیا۔ منذر بن طریف بھاگ کر آیا اور رقیم بن خلاط کا ترسول لے کر واپس چلا گیا تھا۔ اپنا تین منہ کا نیزہ رکھنے کے بعد سید کا پھر رقیم بن خلاط کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔ فرولندہ مڑا اور کہنے لگا میں اپنی نشست پر جا کر بیٹھتا ہوں۔ جب میں اپنا ہاتھ فضا میں بلند کروں تم مقابلے کی ابتداء کر دینا۔

جونہی مقابلے کی ابتداء کے لئے فرولندہ نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ سید کا حرکت میں آیا۔ اس نے کسی درندہ کی طرح رقیم بن خلاط پر چھلانگ لگا دی تھی۔ رقیم بن خلاط کی نسبت سید کا کافی موٹا تازہ اور مضبوط تھا لہذا جب اس نے رقیم بن خلاط پر چھلانگ لگائی۔ تو رقیم بن

تمہیں کچھ کہنے کے لئے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ اپنی مرضی سے تم جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ اس پر رقیم بن خلاط کے بولنے سے پہلے فرولندہ کا درباری گلڈیئر اور پہلوان سید کا بولا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن چرواہے! اس دربار میں کوئی اعلان کرنے سے پہلے میری بھی بات غور سے سن۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تو تنگ زنی کے فن میں یوڈیس کو زیر کر چکا ہے۔ یوڈیس میں جانتا ہوں کہ مجھ سے تنگ زنی کے فن میں اعلیٰ اور ارفع ہے لہذا میں تمہیں تنگ زنی کے مقابلے کی دعوت نہیں دیتا۔ دیکھ تو اپنی تلوار ڈھال سنبھالے رکھ۔ میں ایک نئی طرز سے تیرے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی سید کا نے زمین پر جھک کر ایک نیزہ اٹھایا جو تین منہ کا تھا اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ بس یہی ہتھیار تیرے خلاف استعمال کروں گا۔ ڈھال بھی استعمال نہیں کروں گا۔ کہو تم میرے ساتھ اس مقابلے پر رضامند ہو اس پر رقیم بن خلاط نے منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کو ایک مخصوص اشارہ کیا۔ جس کے جواب میں منذر بن طریف فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔ جس جگہ سے رقیم بن خلاط اٹھ کر مقابلے کے لئے بڑھا تھا وہاں رقیم بن خلاط کا لمبا آہنی ترسول پڑا ہوا تھا وہ ترسول منذر بن طریف نے اٹھایا اور بڑھ کر رقیم بن خلاط کو تھمایا۔ رقیم بن خلاط نے اپنی تلوار بیان میں کر لی۔ ڈھال اس نے اپنی پشت پر باندھ لی تھی۔ وہ منذر بن طریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ جا میرے عزیز اپنی جگہ جا کر بیٹھ جا۔ اس پر منذر بن طریف بولا اور کہنے لگا۔

ایوڈیس میرے بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ اس سید کا کے ساتھ میں مقابلہ کروں۔ یوڈیس کے ساتھ تنگ زنی کے بعد آپ تھکاوٹ محسوس کر رہے ہوں گے۔ لہذا میں تازہ دم ہوں اس سید کا کا مقابلہ کرتا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح لمحوں کے اندر یوڈیس کو آپ نے اپنے سامنے زیر کیا ہے میں بھی اس سید کا کو چاروں شانے چت اس دربار میں شکست خوردہ کروں گا۔

منذر بن طریف کی یہ گفتگو سن کر جہاں رقیم بن خلاط کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی وہاں فرولندہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی نویرہ بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی رقیم بن خلاط فوراً حرکت میں آیا۔ منذر بن طریف کی پیٹھ اس نے تھپتھپائی اور کہنے لگا۔ میرے عزیز تو اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جا۔ منذر بن طریف مڑنے ہی لگا تھا کہ مجاہد بن یوسف بھی اٹھ کر رقیم بن خلاط کے پاس آیا اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ سید کا سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ بے زبان مجاہد بن یوسف تھوڑی دیر تک رقیم بن خلاط کو اشاروں سے قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن جواب میں رقیم بن خلاط مسکراتا رہا۔ پھر آخر میں مجاہد بن یوسف نے زرا

خلائق اپنا توازن کھو بیٹھا اور زمین پر گر گیا۔ سید کا اس کے اوپر گرا اور اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ رقیم بن خلائق کے جسم پر جگہ جگہ گھونسوں کی بارش کرنا شروع کر دی تھی۔ صورت حال دیکھتے ہوئے جہاں منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں وہاں بے چاری نویرہ کے چہرے پر موت کا سکوت اور برف کی خاموشی رقص کر گئی تھی۔ لگتا تھا اس کے پورے جسم سے کسی نے خون نچوڑ لیا ہو۔ اربونہ بے چاری بھی نویرہ کی اس حالت پر بے چین اور اداس ہو گئی تھی۔ پر جلد ہی ایک انقلاب رونما ہوا۔

وہ اس طرح کہ اچانک رقیم بن خلائق نے اپنے دونوں پاؤں سید کا کے پیٹ میں جمائے اسے پیچھے دھکیلا کہ سید کا ہوا میں اچھلتا ہوا بائیں طرف کی نشستوں سے جا نکلے۔ لیکن جلد ہی وہ اٹھا اور پھر رقیم بن خلائق کی طرف بڑھاتا ہی دیر تک رقیم بن خلائق بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن اس کے اٹھتے اٹھتے سید کا نے ایک زوردار مکا اس کی گردن پر دے مارا تھا۔ اس پر رقیم بن خلائق چکراتا ہوا دربار کے ایک ستون سے جا نکلے۔

اب سید کا پر گویا فتح مندی اور کامیابی کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ وہ فوراً آگے بڑھا اور چاہے تھا کہ رقیم بن خلائق کے ایک اور مکا دے مارے جو نبی اس نے اپنا مکا لہرایا رقیم بن خلائق نو، پیچھے ہٹ گیا اور سید کا ہاتھ پوری قوت سے سگی ستون سے جا نکلے۔

ستوان سے ہاتھ کا نکلنا تھا کہ سید کا درد سے بلبلا اٹھا تھا عین اسی موقع پر رقیم بن خلائق آندھی اور طوفان کی شکل اختیار کر گیا۔ اپنے داہنے ہاتھ کو وہ حرکت میں لایا اور تین آہنی آس انداز سے سید کا کے پیٹ میں مارے کہ سید کا دوہرا ہو کر جھک گیا تھا اس کے بعد رقیم بن خلائق نے اس کی پیٹھ، اس کی گردن اس کے منہ اور اس کے جسم کے دوسری حصوں پر لگاتار مکوں کی بارش کر دی تھی۔

یہ سارے مکے لگنے کے بعد سید کا بلبلا اٹھا تھا اور بری طرح زمین پر گر کر اونچے او۔ سانس لینے لگا تھا۔ رقیم بن خلائق آگے بڑھا۔ سید کا نے اپنے سر پر جو آہنی خود پہن رکھا تھا رقیم بن خلائق نے وہ اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ سید کا کو بالوں سے پکڑ کر ایک جھٹکے کے ساتھ رقیم بن خلائق نے اوپر اٹھایا۔ دو تین طمانچے اس نے سید کا کے منہ پر دے مارے۔ سب بالکل ادھ موا سا ہو چکا تھا۔ شاید وہ رقیم بن خلائق کے مکوں کی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا پھر رقیم بن خلائق نے اپنا دایاں ہاتھ سید کا کی گردن پر رکھا، ایک ہاتھ اس کے پیٹ پر جمایا سید کا کو اپنے دونوں ہاتھوں پر فضا میں معلق کر دیا تھا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور سید کا کو اس۔ فرولندہ کے پاؤں کے قریب پھینک دیا تھا۔ فرولندہ کے قریب سید کا کو مار گرانے کے بعد رقیم بن خلائق تھوڑی دیر تک فاتحانہ انداز میں کھڑا رہا۔ اس کا گزرا ہی سے جہاں منذر بن طریف

مجاہد بن یوسف کے چہروں پر خوشیاں اور شادائیاں کھل گئی تھیں وہاں نویرہ کی حالت بھی بے ہو رہی تھی۔ رقیم بن خلائق کی ان کامیابیوں پر نویرہ کے گلاب چہرے پر بدلتی رتوں کا اس سرسراتے گداز پتوں کی شادابی اور سنہری خوابوں کے رنگ پھیل گئے تھے۔ جبکہ اس کی فاف نیلے موتیوں جیسی آنکھوں میں احادیث مہر و وفا اور بہاروں کی انجمنیں رقص کناں ہوئیں تھیں۔ دوسری طرف رقیم بن خلائق کی اس کامیابی پر اربونہ بھی لمحہ و سال اور جمالیاتی شعور ہی خوش اور مطمئن تھی۔ اس موقع پر اچانک رقیم بن خلائق فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آقا سے محترم! اس سید کا سے مقابلہ کرنے سے قبل میں دربار میں کچھ اعلان کرنا چاہتا تھا کہ سید کا نے مجھے مقابلے کا چیلنج دیا۔ کیا میں اپنا وہ اعلان کر سکتا ہوں۔ اس پر فرولندہ بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اربو! میرے عزیز! تو نے میرے سامنے یوڈیس اور سید کا کو زیر کر کے میری ٹاہنوں میں اپنی عزت، اپنے وقار کو لامحدود حد تک بڑھالیا ہے۔ اب تو دربار میں جو چاہے نیز اجازت کہہ سکتا ہے۔ اس پر رقیم بن خلائق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ آقا! اب جبکہ میں یوڈیس اور سید کا کو زیر کر چکا ہوں تو میں اس دربار میں بیٹھے مارے جنگجوؤں کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں کوئی شک اور شبہ اور یہ خیال کرتا ہو کہ یوڈیس اور سید کا حادثاتی طور پر میرے ہاتھوں شکست کھا گئے تو میں ایسے ہر فرد کو مقابلے کو بلانے دیتا ہوں وہ میرے ساتھ اس دربار میں یا باہر کسی بھی جگہ مقابلہ کر سکتا ہے۔

رقیم بن خلائق کے اس چیلنج کے جواب میں کوئی کچھ نہ بولا پورے دربار میں دشت گمان ایسی خاموشی اور سنورتے موسموں جیسا سکوت تھا۔ ہر کوئی چپ اور خاموش تھا۔ اس موقع پر فرولندہ کے سالار اعلیٰ اگیلار، سالار دوم گیلر، ہولی برادر ہوؤ کے سالار رگون سالود سیون سسٹر کے سالار شایب سب کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ تاہم رقیم بن خلائق کے اس چیلنج پر نویرہ پہلے سے بھی زیادہ شاداب اور خوش ہو کر رہ گئی تھی۔

اس موقع پر فرولندہ اور ملکہ ازایلا دونوں نے اپنے دربار میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی کہ ملکہ ازایلا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ سن اربو! لگتا ہے اس دربار میں کوئی بھی تیرے چیلنج کا جواب دینے کے لئے تیار نہیں۔ تو نے اپنے سامنے اس دربار میں جو یوڈیس اور سید کا کو زیر کیا ہے تو ہر کوئی تم سے خوفزدہ ہے۔ لہذا میں تجھے مبارکباد دیتی ہوں کہ تو نے ایک طرح سے ہمارے دربار کے سارے ہی جنگجوؤں کو زیر کر دیا ہے۔ یقیناً تو ایک ایسا چرواہا ہے جو اس سے پہلے میری نگاہوں سے نہیں گزرا۔ میں ایک بار پھر تمہیں تمہاری کامیابیوں پر مبارکباد دیتی ہوں۔ جواب میں رقیم بن خلائق کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ فرولندہ کا ایک محافظ اندر آیا وہ نکلا۔ عظیم دی اور فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم اپنا فرض ادا کر چکے ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں قاصد وہاں سے نکل گئے تھے۔ قاصدوں کے جانے کے بعد فرولندہ اپنے سپہ سالار آگیلار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو آگیلار! غرناطہ کے سلطان ابو الحسن کے ساتھ جنگ کی تیاریاں شروع کر دو۔ اس جنگ کے لئے ہمارا مرکز سرحدی شہر صخرہ ہوگا۔ سنو آگیلار! صخرہ شہر کو اپنا جنگی مرکز بناؤ۔ صخرہ شہر کے قلعے میں خوراک اور جنگ کی ضرورت کے دیگر سامان کے انبار لگا دو۔ یہ کام بہت جلد ہونا چاہئے۔ میں سلطان ابو الحسن کو اس کے اس پیغام کی ہر صورت میں سزا دینا چاہتا ہوں۔

سنو آگیلار! تم تختیالیہ کی سلطنت کے سالار اعلیٰ ہو۔ سلطان ابو الحسن پر حملے کی ساری کارروائی کے کماندار تم ہی ہو گے۔ میں تمہیں چند دن کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد غرناطہ پر حملہ کی ابتدا کر دو۔ صخرہ شہر کو مرکز بناتے ہوئے غرناطہ پر ضرب لگائی جائے اور سلطان ابو الحسن کو اس کے تخت و تاج سے محروم کر دیا جائے۔

سنو آگیلار! سلطنت کا چالیس ہزار کاشکر تمہاری کمانداری میں ہوگا۔ اس کے علاوہ ہولی برادر ہڈ کا پورا لشکر بھی تمہارے ہمراہ ہوگا اور اس کی کمانداری خود ہولی برادر ہڈ کا سپہ سالار لگوں سالود کرے گا۔ اس کے علاوہ سیون سسٹر کا لشکر بھی تمہارے ماتحت ہوگا اور اس کی کمانداری سیون سسٹر کا سالار شالیپ کرے گا۔ اس کے علاوہ ابھی اگر تمہیں مزید لشکر کی ضرورت ہوئی تو وہ تمہیں مہیا کیا جائے گا۔ میں ہر صورت میں غرناطہ کو اپنے سامنے زیر دیکھنا چاہتا ہوں۔ سنو آگیلار! لشکر کو سالار دوم گیلر میرے پاس رہے گا تاکہ غرناطہ کے سلطان ابو الحسن کے خلاف تم اگر کمک کی ضرورت محسوس کرو تو گیلر کی کمانداری میں تمہیں کمک روانہ کی جاسکے۔ میرے خیال میں اب تم لوگ اٹھو اور جو ہم میں نے تمہیں سوچی ہے اس کی تیاریاں کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ بہت جلد غرناطہ کے سلطان پر حملہ کیا جائے۔ اور اسے اس کے بدترین پیغام کی سزا دی جائے۔

فرولندہ کا یہ حکم سن کر سب درباری اپنی جگہ سے اٹھنے ہی لگے تھے کہ فرولندہ کا ایک محافظ اندر آیا اور فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ آقا بزرگ مقدس راہب یولو جس آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ اس پر فرولندہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اگر یولو جس مجھ سے ملنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے تمہاری خدمات کیوں حاصل کی گئیں ہیں۔ وہ جب چاہیں میرے پاس آ سکتے ہیں۔ ان کا اندر آنے کے لئے مجھ سے اجازت طلب کرنا میں سمجھتا ہوں ان کی ذات کی توہین ہے۔ اس پر وہ محافظ بولا اور عاجزی میں کہنے لگا۔

آقا میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ اندر چلے جائیں لیکن چونکہ اندر دربار کی کارروائی ہو رہی تھی لہذا مقدس راہب یولو جس نے کہا کہ ایسی حالت میں اجازت لینا بہت ضروری ہے۔ اس

آقا جو قاصد آپ نے غرناطہ کے سلطان ابو الحسن کی طرف خراج کی وصولی کے لئے بھیجے تھے۔ وہ واپس آ گئے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ اس پر فرولندہ سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا انہیں فوراً اندر لاؤ میں جانتا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے سلطان ابو الحسن نے کیا جواب دیا ہے۔

اس خبر پر رقیم بن غلاط بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ چپ چاپ اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ دراصل وہ ان قاصدوں کے پیغام کے ساتھ ساتھ فرولندہ کا رد عمل بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ حاجب نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ ان دونوں قاصدوں کو لے کر آیا جنہیں فرولندہ نے سلطان ابو الحسن کی طرف روانہ کیا تھا۔ وہ دونوں قاصد اندر آئے۔ حاجب کی طرح جھک کر انہوں نے بھی تعظیم پیش کی۔ جب وہ سیدھے ہوئے تو فرولندہ نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا تم مسلمانوں کے سلطان ابو الحسن کی طرف سے کیا جواب لے کر آئے ہو۔ اس پر ایک قاصد بولا۔

آقا! آپ کے حکم کے مطابق ہم غرناطہ کے مسلمان سلطان ابو الحسن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے خراج کا تقاضہ کیا۔ آقا نے محترم! اس نے خراج دینے سے انکار کر دیا اور اس نے جو جواب دیا وہ بڑا تکلیف دہ ہے۔ اس نے کہا اپنے آقاؤں سے کہنا کہ خراج دینے والے شاہان غرناطہ عدم آباد کو سیدھا رہ گئے۔ اب ہمارے دارالضرب میں بجائے اشرفیوں کے خون آشام تلواریں ہی ڈھلتی ہیں۔ اس کے بعد اس قاصد نے سلطان ابو الحسن کا سارا پیغام بڑی تیزی سے فرولندہ سے کہہ کر دیا تھا۔

قاصدوں کی زبان سے سلطان ابو الحسن کا یہ پیغام سن کر تختیالیہ کے حکمران فرولندہ کی حالت یوں ہو گئی تھی جیسے پتے پتے کا مزاج کھوٹی سانسوں میں ڈھل گیا ہو۔ اس کے چہرے پر ہجر کی کالی رات آگ اگلتی راہوں اور شکست ذات کی نئی امواج جیسے ریزے بکھر گئے تھے کچھ دیر پہلے جہاں فرولندہ بے حد خوش اور مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں اب اس کی حالت یکسر بدل گئی تھی۔ لگتا تھا اس کے دل میں خیالات اور تصورات سے سبجے لمحوں میں درد کبر نے غلبہ کر لیا ہو۔

فرولندہ کے پہلو میں بیٹھی اس کی ملکہ ازبیل کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔ ملکہ کا حسن و جمال یہ خبر سن کر بدگمانی کی صبح کا ذب راتوں کی سیاہیوں اور صلیب پر استوار منظر، روتی راتوں کی درد بھری داستانوں کے اندر بکھرے بکھرے لوگوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ ہی ساں رہا۔ پھر فرولندہ اپنے ان دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تم دونوں اب

پرفروئلندہ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگا۔

مقدس راہب یولوچیس ایک دانشمند بڑا سیانا اور بڑا انکساری پسند راہب ہے۔ راہبوں کے گروہ فری انتونیہ میں یہ سب سے زیادہ مجھے پسندیدہ اور اچھا لگتا ہے بہر حال تم جاؤ اور راہب یولوچیس کو اندر بھیجو۔ وہ محافظ جھک کر تعظیم دیتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دربار میں ایک راہب داخل ہوا۔ وہ تیس پینتیس سال کی عمر کے لگ بھگ ہو گا اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا عصا تھا۔ اس نے سفید رنگ کا چونہ پہنا ہوا تھا اور سر پر ٹوپی بھی ویسی ہی تھی۔ دربار کے وسط میں آکر اس نے اپنے سر کو جھکا کر فروئلندہ کو تعظیم دی پھر وہ فروئلندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں قتلحالیہ کے شہنشاہ کے لئے ایک پیغام یا یوں کہئے ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔ اس پر فروئلندہ اور اس کی ملکہ ازایلا دونوں فکر مند ہو گئے تھے اس کے بعد راہب یولوچیس پھر کہنے لگا۔

قتلحالیہ کے شہنشاہ اور اس کی ملکہ ازایلا کو خبر ہو گئی کہ والی ارغون جیسی اول یعنی ملکہ ازایلا کے والد محترم کی دوسری بیوی سوزان اور اس کی بیٹی روطہ نے اسلام قبول کر لیا تھا جیسی نے ان دونوں کو جبل شنت کے قلعہ البارس میں قید کر دیا تھا اور تین ماہ کی مہلت دی تھی کہ اگر تین ماہ کے اندر اندر وہ اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کر لیں تو انہیں کچھ نہ کہا جائے گا۔ بصورت دیگر ان دونوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی۔ بری خبر یہ ہے کہ نہ جانے کیسے انداز میں اور کس طرح سوزان اور روطہ البارس کے قلعے سے بھاگ گئی ہیں اور البارس کے قلعے میں جوان پر محافظ مقرر کئے گئے تھے وہ سارے مردہ پائے گئے ہیں۔

راہب یولوچیس کی زبان سے یہ خبر سن کر فروئلندہ اور اس کی ملکہ ازایلا دونوں فکر مند اور پریشان ہو گئے تھے۔ پھر ازایلا تڑپ کر راہب کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

مقدس یولوچیس۔ آپ کو کیسے خبر ہوئی۔ اس پر یولوچیس بولا اور کہنے لگا کچھ راہب ارغون کی سلطنت سے آئے تھے اور انہوں نے مجھے یہ روح فرسا خبر سنائی ہے۔ مجھے اس کا بڑا دکھ اور افسوس ہوا اور یہ خبر سننے ہی میں ادھر چلا آیا۔ اب کہتے ہیں کہ جیسی بڑی تنگ و دو کے ساتھ سوزان اور روطہ کی تلاش میں ہے۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی سلطنت میں اعلان کروادیں کہ جہاں کبھی بھی کوئی سوزان اور روطہ کو دیکھے انہیں فی الفور گرفتار کر کے آپ کے سامنے پیش کرے۔ اس پرفروئلندہ بولا اور اپنے سالار دوئم گیلر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

گیلر میں یہ کام تمہارے ذمہ لگاتا ہوں کہ آدمی مقرر کرو اور انہیں سب طرف پھیلا دو۔

لوگوں میں یہ منادی کرتے پھریں کہ جہاں کہیں بھی ارغون کی ملکہ سوزان اور اس کی بیٹی روطہ دکھائی دیں وہ انہیں فوراً گرفتار کر کے قریب میرے سامنے پیش کریں۔ جواب میں نائب سپہ سالار گیلر نے اپنے سر کو خم کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہی اس کے بعد فروئلندہ اس بار رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ ایرولیس تم اپنے ریوڑ کے ساتھ کب تک یہاں قیام کرو گے اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ میں ایک دو دن سے زیادہ یہاں قیام نہیں کروں گا۔ آپ جانتے ہی ہیں میرے ریوڑ میں جانوروں کی تعداد ہزاروں تک ہے اور ان کی خوراک کے لئے مجھے جگہ جگہ نئی چراگاہوں کی تلاش میں جانا پڑتا ہے یہ میری مجبوری ہے اس پر فروئلندہ کہہ رہا تھا۔

دیکھ ایرولیس تم نے نویرہ اور اربوند کی عزت اور جان بچا کر جو معرکہ سر کیا ہے یہ ایسا کام ہے جس کا میں کوئی صلہ تو نہیں دے سکتا لیکن آج شام تک میری طرف سے تمہارے لئے کچھ انعامات اور تحائف تمہارے ریوڑ میں پہنچ جائیں گے اور مجھے امید ہے کہ تم آئندہ بھی ہماری سلطنت کی بہتری اور بھلائی کے کاموں میں حصہ لیتے رہو گے۔ جواب میں رقیم بن خلاط نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے سر کو خم کر دیا تھا اس کے بعد فروئلندہ اور ملکہ ازایلا دونوں دربار کے پیچھے لگے ریشی پردوں کی طرف چلے گئے تھے۔ باقی سب لوگ دربار سے اٹھ کر باہر جا رہے تھے۔

رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف بھی دربار سے نکل کر اس سمت چل دیئے جہاں قریب شہر سے باہر ان کے ریوڑ نے پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ وہ شہر سے نکل کر تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ پیچھے سے کسی نے زور زور سے پکارنا شروع کیا۔ ایرولیس کو میری بات سنو ایرولیس! اس پکار پر رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف تینوں رک گئے انہوں نے دیکھا پشت کی طرف سے راہب یولوچیس تقریباً بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے بڑی رازداری سے اپنے پہلو میں کھڑے منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

شاید یولوچیس ہمارے لئے کوئی پیغام رکھتا ہے میں سمجھتا ہوں ہمارے جاسوسوں میں یہ یولوچیس سب سے زیادہ اہم سب سے زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والا ہے اس نے جس انداز میں ایک راہب کا روپ دھارا ہے اور جس طریقے سے اس نے عیسائیت اور نصرانیت کی کتابوں اور مذہبی رسومات پر عبور حاصل کیا ہے۔ یہاں تک کہتے کہتے رقیم بن خلاط خاموش ہو گیا تھا اس لئے کہ راہب یولوچیس قریب آ گیا۔ پھر یولوچیس رقیم بن خلاط کے سامنے آیا اور اسے انتہائی ادب اور ارادتندی سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر! جس دانشمندی اور مہارت سے آپ نے نویرہ اور اربونہ کے قافلے کا خاتمہ کیا اور دونوں شہزادیوں کے خزانے کو لوٹا اس کے لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جس وقت آپ فرواندہ کے دربار میں گئے میں ریوڑ میں آیا تھا اور سارے حالات سننے کے بعد ہی آپ کی طرف گیا تھا۔ ریوڑ سے مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ جیسی کی بیوی سوزان اور روط کو آپ نے اپنے مسکن میں پہنچا دیا ہے میں اس کے لئے بھی آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ امیر محترم! کیا میرے لئے کوئی نیا حکم ہے اس پر رقیم بن خلاط بڑی ہمدردی اور نرمی میں کہنے لگا۔

نہیں جابر بن بکرم یولو جیس کے بھیس میں بس قرطبہ کے اندر اپنے فرائض انجام دیتے رہو۔ میں تمہاری کارکردگی سے مطمئن اور تمہارے کام سے بے انتہا خوش ہوں۔ آؤ میرے ساتھ آج شام کا کھانا تمہارے ساتھ ہی کھاؤ۔ اس پر یولو جیس جو مسلمان تھا اور جس کا اصل نام جابر بن بکرم تھا۔ جو رقیم بن خلاط کے قریبی جاسوسوں میں سے تھا۔ وہ رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کے ساتھ ہولیا تھا۔

وہ چاروں اپنے ریوڑ میں داخل ہوئے۔ رقیم بن خلاط کے خیمے سے باہر پہرہ دینے والا ایک جوان بھاگتا ہوا آیا۔ اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی رازداری میں کہنے لگا امیر محترم! مسکن کی طرف سے ایک شاہین پیغام لے کر آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک تہہ کیا ہوا کاغذ اس محافظ نے رقیم بن خلاط کو تھما دیا تھا۔ رقیم بن خلاط نے وہ کاغذ پڑھا اور اس کے بعد وہ کاغذ اس نے منذر بن طریف کو تھما دیا تھا۔ اس کاغذ میں مسکن کے نائب امیر منصور بن نعمان کی طرف سے رقیم بن خلاط کے نام پیغام تھا جس میں کہا گیا تھا کہ اسے غرناطہ کے سلطان ابوالحسن نے فی الفور طلب کیا ہے۔ وہ پیغام پڑھنے کے بعد رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک خاموش رہا اتنی دیر تک منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف اور یولو جیس کے بھیس میں کام کرنے والا رقیم بن خلاط کا جاسوس جابر بن بکرم بھی پیغام پڑھ چکے تھے پھر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔

سنو منذر میرے بھائی اپنے مسکن سے نکلنے کے بعد قرطبہ پہنچنے تک جو بھی حالات ہم پر جیتے یا جو کچھ بھی کارروائی ہم نے کی یہ ساری ایک کاغذ پر لکھ کر اسی شاہین کے ذریعے جو پیغام لے کے آیا ہے مسکن کی طرف روانہ کر دو۔ فرواندہ کے کہنے کے مطابق ہمیں یہاں قیام کرنا ہوگا ہو سکتا ہے وہ ہمیں انعامات سے نوازے۔ رقیم بن خلاط کا یہ حکم پا کر منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف فوراً حرکت میں آئے۔ رقیم بن خلاط اور جابر بن بکرم تو خیمے کے اندر چلے گئے جبکہ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف رقیم بن خلاط کے خیمے کے باہر جو شاہینوں کا بنا ہوا پنجرہ تھا اس کے پاس بیٹھ کر پیغامات لکھنے لگے تھے۔ منذر بن طریف پیغامات لکھوا رہا تھا۔ مجاہد بن یوسف پیغامات لکھ رہا تھا۔ پیغام مکمل کرنے کے بعد مجاہد بن یوسف نے ایک شاہین

کے پاؤں کے ساتھ باندھا پھر اس شاہین کو اس نے فضا میں چھوڑ دیا تھا۔

اسی روز شام کے قریب رقیم بن خلاط، منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف اور جابر بن بکرم شاہینوں کے پنجرہ کے قریب ہی آگ کے چھوٹے سے الاؤ کے گرد بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک سمت سے نویرہ اور اربونہ دونوں شہزادیاں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئیں۔ انہیں دیکھتے ہی سب اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ نویرہ اور اربونہ دونوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتی ہوئی اس جگہ پر آئیں جہاں وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ رقیم بن خلاط کا اشارہ پاتے ہی اس کا ایک لشکری آگے بڑھا اور دونوں آگ کے الاؤ کے پاس آئیں پھر نویرہ شہد ایک طرف باندھا دیا تھا۔ نویرہ اور اربونہ دونوں آگ کے الاؤ کے پاس آئیں پھر نویرہ شہد بھرے انداز میں رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ہم دونوں کے آنے کو آپ نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے تو نہیں دیکھا اس پر رقیم بن خلاط نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ دونوں کا ہمارے ریوڑ میں آنا تو ہمارے لئے مبارک اور خوش آئند ہے پھر اس پر ہم برا کیوں مان سکتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ شرمندگی ہو رہی ہے کہ میرے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں میں تم دونوں کو بیٹھنے کو کہوں۔ اس پر نویرہ اور اربونہ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھا۔ دونوں شہزادیوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کچھ فیصلہ کیا اس کے بعد دونوں ایک ساتھ الاؤ کے گرد بچھائی گئی ان چٹائیوں پر بیٹھ گئی تھیں جن پر تھوڑی دیر پہلے رقیم بن خلاط اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پھر نویرہ بولی اور کہنے لگی۔

قسم خداوند یسوع مسیح کی میرے بھائی فرواندہ کے دربار میں جو قالین بچھے ہیں ان قالینوں سے اب آپ کے خیمے کے سامنے جو چٹائی بچھی ہے یہ ہمیں زیادہ محترم اور عزیز ہے۔ میں اور اربونہ دونوں اس چٹائی پر بیٹھتے ہوئے فخر محسوس کریں گے۔

نویرہ کی اس گفتگو پر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر وہ سب ان کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔ اس موقع پر نویرہ نے اچانک راہب یولو جیس کی طرف دیکھا اور پوچھا مقدس راہب آپ یہاں کیسے اس پر جابر بن بکرم بولا اور کہنے لگا دیکھو شہزادی ہم تارک الدنیا لوگ ہیں۔ راہب کی حیثیت سے میرے لوگوں سے بہت کم مراسم ہیں۔ لیکن یہ ایرولیس ایسا شخص ہے جس کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ ایک دو مواقع پر اس نے میری جان بھی بچائی۔ کچھ مسلمانوں نے مجھ پر حملہ آور ہو کر مجھے قتل کرنا چاہا تو اس ایرولیس نے میری جان بچائی تب سے میں اس کا معتقد اور شیدائی ہوں جب بھی یہ قرطبہ کی طرف آتا ہے تو میں اس کے پاس ضرور حاضر ہوتا ہوں۔

جابر بن بکرم کی بنائی ہوئی یہ داستان سن کر نویرہ کے چہرے پر رقیم بن خلاط کے لئے

ہمدردی اور محبت ہی محبت پھیل گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ چاہت بھرے انداز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

ایرولیس اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ میں اور اربونہ دونوں آج شام کا کھانا آپ کے ساتھ کھانے کے لئے آئی ہیں تو آپ برا تو نہ مانیں گے۔ نوریہ کے ان الفاظ پر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف چونک سے پڑے تھے پھر رقیم بن خلاط بولا دیکھ شہزادی میں اور منذر بن طریف تمہاری بات کا بھائیوں متائیں گے۔ اس پر نوریہ فوراً احتجاج کرنے کے انداز میں کہنے لگی۔ دیکھ ایرولیس میرا نام شہزادی نہیں۔ شہزادی میں قرطبہ شہر میں ہوں۔ میں اور اربونہ آپ اور بوریلی کے لئے شہزادیاں نہیں بلکہ یوں جانیں کہ اوئی سی کنیزیں ہیں۔ آپ اور بوریلی دونوں مجھے اور اربونہ کو ہمارے ناموں سے مخاطب کر سکتے ہیں۔ نوریہ کی اس گفتگو سے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں ایک بار پھر چونکے پھر رقیم بن خلاط کہہ رہا تھا۔

دیکھو نوریہ اگر تم دونوں ہمارے ساتھ آج شام کا کھانا کھاؤ تو یہ بھی ہمارے لئے ایک سعادت ہوگی لیکن شاید ہمارا کھانا تم لوگوں کو پسند نہ آئے ہم سادہ سا کھانا کھاتے ہیں تم دونوں شاہی محل میں پرورش پانے والی ہو اس واسطے ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہمارے ساتھ کھانے کے بعد دونوں خوشی اور سکون محسوس نہیں کروگی۔ اس پر نوریہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اربونہ بول پڑی۔ دیکھ ایرولیس میرے بھائی آپ کے ساتھ اس پڑاؤ میں اگر مجھے اور نوریہ کو خشک روٹی بھی کھانی پڑے تو قسم یسوع مسیح کی وہ قرطبہ کے محل کے لذیذ ترین کھانوں سے بھی پسندیدہ ہو گی۔ اس پر رقیم بن خلاط اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر اسے کچھ خیال آیا اور وہ نوریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں بہنیں جو ہمارے پڑاؤ کی طرف آئی ہو تو مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تمہارا بھائی فرولندہ اور ملکہ ازایلا اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھیں اس پر اربونہ فوراً کہنے لگی کس کی مجال ہے کہ ہماری اس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کرے ویسے تو شام کے وقت ہم روز ادھر گھوڑ دوڑ کے لئے آتی ہیں۔ لیکن ہم فرولندہ اور بہن ازایلا کو بتا کر آئی ہیں کہ گھوڑ دوڑ کے ساتھ ساتھ ہم ایرولیس اور بوریلی کے پڑاؤ میں بھی جائیں گی اور ان سے ملیں گی اس پر انہوں نے بخوشی ہمیں تم دونوں کی طرف آنے اور شام کا کھانا تم دونوں کے ساتھ کھانے کی اجازت دے دی ہے۔

ان الفاظ پر رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ تاکہ میں تم دونوں کو کھانے کے لئے ہدایات دوں اس کے ساتھ ہی منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف

رقیم بن خلاط کے ساتھ ہو لئے تھے۔

تھوڑی دور جا کر رقیم بن خلاط رکا اور منذر بن طریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سنو منذر میرے بھائی اپنے چھوٹے سالاروں کو سمجھا دو کہ لشکریوں کو تسبیحہ کر دیں کہ نوریہ اور اربونہ کی یہاں موجودگی تک آپس کی گفتگو اور ہمیں مخاطب کرنے میں پہلے کی نسبت زیادہ محتاط رہیں اور سنو۔ ان کے کھانے کا بھی انتظام کراؤ۔ جتنے مہینے لشکر کے لئے پہلے ذبح کئے جاتے تھے ایک مہینہ اس سے زائد ذبح کیا جائے اور اس نوریہ اور اربونہ کی بہترین ضیافت کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے بعد کھانا کھانے کے انتظامات کرنے کے لئے رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف پڑاؤ کے اندر آگے بڑھ گئے تھے۔

ان تینوں کے جانے کے بعد نوریہ اور راہب یولویس تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر نوریہ کو کوئی بات سوچھی اور وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے راہب یولویس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

مقدس باپ! اگر آپ میرا اور اربونہ کا ایک کام کریں تو میں آپ سے گزارش کروں؟ اس پر راہب یولویس نے چونک کر نوریہ کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ تم کیا چاہتی ہو بیٹی وہ کون سا کام ہے جو میں تمہاری خاطر کر سکتا ہوں۔ تم کہو۔ اگر وہ کام میرے بس کا ہوا تو یاد رکھنا میں کر گزاروں گا۔ اس پر نوریہ کہنے لگی مقدس راہب وہ کام ہے تو آپ کے بس کا اس پر یولویس کہنے لگا۔ اگر میرے بس کا ہے تو کہو بیٹی ہچکچاتی کیوں ہو۔ اس پر نوریہ کو کچھ حوصلہ ہوا پھر وہ راہب یولویس سے کہنے لگی۔

مقدس باپ دراصل بات یوں ہے کہ میں ایرولیس کو اور اربونہ بوریلی کو پسند کرنے لگی ہے۔ گو اس سے پہلے بھی میں اور اربونہ ایرولیس اور بوریلی سے ملتی رہی ہیں اور گفتگو بھی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اکثر اوقات جب یہ دونوں اپنے ریوڑ کے ساتھ یہاں سے گزرتے ہیں۔ تو قصر شاہی میں میرے بھائی فرولندہ کی قدمبوسی ضرور کرتے ہیں اسی دوران ان دونوں سے ہماری ملاقات ہوتی رہی لیکن وہ ایک عام سی ملاقات تھی۔ اس وقت ہمارے دل میں ان دونوں کے لئے کوئی ایسے جذبہ نہ تھے۔

پر اے یولویس! جب سے اس ایرولیس اور بوریلی نے بالدی گوتھ کے ہاتھوں میری اور اربونہ کی جان اور عزت کی حفاظت کی ہے تب سے ہمارے جذبات میں ایک انقلاب برپا ہوا ہے۔ یوں جانو اب میں دل و جان سے ایرولیس کو چاہنے لگی ہوں اور بوریلی کے معاملے میں اربونہ کے بھی ایسے ہی جذبات ہیں۔ میں چاہتی ہوں آپ ہمارے جذبات کا ذکر ایرولیس اور بوریلی سے کریں پھر دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے نویرہ کی پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

سن مقدس باپ! میں اور اربونہ گوروا نہ ہی اس وقت گھڑ دوڑ کے لئے باہر نکلتی ہیں۔ لیکن آج گھڑ دوڑ سے ہمارا اصل مقصد ایرولیس اور بورلی کے اس پڑاؤ میں آنا تھا اور ان دونوں سے اپنے جذبات کا اظہار کرنا تھا۔ راستے میں میں اور اربونہ سوچ رہی تھیں کہ ہم کس طرح اپنے دل کا اظہار ایرولیس اور بورلی سے کریں گی۔

میں سمجھتی ہوں کہ میری اور اربونہ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ اس وقت یہاں ہیں۔ ہم نے اپنے دل کی بات آپ سے کہہ دی ہے اور آپ سے التماس ہے کہ ہمارے جذبات آپ ضرور ایرولیس اور بورلی تک پہنچائیں مجھے امید ہے کہ ان کا رد عمل مثبت ہو گا اور وہ ہم دونوں کو ٹھکرائیں گے نہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد نویرہ جب خاموش ہوئی تب راہب یولو جیس نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ مخاطب ہوا۔

دیکھ نویرہ میری بیٹی! میں تمہارے اور اربونہ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ایرولیس اور بورلی دونوں تمہاری اس محبت اور چاہت کا مثبت جواب دیں گے اور وہ اپنے آپ کو خوش قسمت خیال کریں گے کہ تم دونوں ان سے محبت کرتی ہو۔ لیکن وہ اس وقت تک تم دونوں کے قریب آنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ جب تک اس معاملے میں فرولندہ اور اربونہ کی بہن ازایلا کی رضا مندی شامل نہ ہو۔ اگر تم چاروں آپس میں محبت کرنے لگو۔ اس کا اظہار ازایلا اور فرولندہ پر ہوا اور وہ مخالف کریں تو دیکھ میری بیٹی ایسی محبت کا کیا فائدہ۔

راہب یولو جیس کی یہ گفتگو سن کر نویرہ اور اربونہ کسی قدر فکرمند اور پریشان ہو گئیں۔ پھر اربونہ بولی اور راہب یولو جیس کو مخاطب کر کے بولی۔ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔ اس پر یولو جیس کہنے لگا۔ فرولندہ اور ملکہ ازایلا سے بھی گفتگو کرنا چاہئے۔ تمہارے کہنے کے مطابق تمہارے دلی جذبات میں آج اور ابھی ایرولیس اور بورلی تک پہنچا دوں گا۔ اور اگر تم دونوں بہنیں مجھے اجازت دو۔ تو تمہاری اس محبت اور چاہت کے سلسلے میں فرولندہ اور ازایلا سے بھی بات کروں۔ اگر وہ تمہاری اس چاہت اور محبت کا مثبت جواب دیں تو پھر ایرولیس اور بورلی تک بڑھنے کے لئے تم دونوں کی راہیں صاف ہو جائیں گی اور تم بلا جھجک اور بغیر کسی اجازت کے جب چاہو ان دونوں سے ملتی رہو گی۔

راہب یولو جیس کی اس گفتگو سے نویرہ اور اربونہ دونوں خوش ہو گئیں تھیں پھر نویرہ کہنے لگی۔ مقدس باپ! میری اور اربونہ کی طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ کہ آپ اس سلسلے میں میرے بھائی فرولندہ اور میری بھانجی ملکہ ازایلا سے گفتگو کریں۔ یہاں تک کہتے کہتے نویرہ کو

خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ رقیم بن خلاط منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف آگئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی راہب یولو جیس اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تم تینوں ذرا میرے ساتھ آؤ میں تم تینوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس کے ساتھ ہی راہب یولو جیس ان تینوں کو لے کر خیمے کے اندر چلا گیا تھا۔

خیمے میں جا کر راہب یولو جیس بڑی راز داری سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اے میرے امیر! میں آپ سے ایک نئی خبر کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ نویرہ آپ کو اور اربونہ منذر بن طریف کو پسند کرنے لگی ہے۔ وہ دونوں آج اسی لئے آپ کے پڑاؤ کی طرف آئی ہیں کہ اپنی اپنی محبت کا اظہار آپ اور منذر بن طریف سے کریں لیکن وہ بے چاری فکرمند اور پریشان ہیں کہ دلی جذبات کا اظہار کیسے کریں میری موجودگی سے وہ بے حد خوش ہوئیں۔ لہذا مجھ سے انہوں نے التماس کی ہے کہ ہمارے جذبات رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف تک پہنچا دیئے جائیں۔ میں نے انہیں یہ جواب دیا ہے کہ ایرولیس اور بورلی اس وقت تک کسی رد عمل کا اظہار نہیں کریں گے جب تک اس محبت اور چاہت کے سلسلے میں فرولندہ اور ملکہ ازایلا کی منظوری شامل نہ ہو۔ اب ان دونوں نے مجھے یہ کہا ہے کہ اس سلسلے میں میں فرولندہ اور ملکہ ازایلا سے بھی گفتگو کروں۔ اب آپ بتائیں امیر محترم آپ کا اس سلسلے میں کیا جواب ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط یولو جیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ جابر بن بکر۔ میرے عزیز۔ میرے بھائی! یہ کام ہم نے اسی خاطر کیا تھا کہ نویرہ اور اربونہ کی ہمدردی حاصل کرنے کے بعد فرولندہ اور ازایلا کے یہاں عزت و تقرب حاصل کیا جائے۔ اس طرح ان علاقوں میں اپنی کاروائیاں کرنے کے سلسلے میں فرولندہ اور ملکہ ازایلا ہم پر مشکوک نہیں ہوں گے۔ اس پر یولو جیس جس کا اصل نام جابر بن بکر تھا کسی قدر متفکر سے انداز میں بولا اور کہنے لگا۔ پر امیر محترم! نویرہ اور اربونہ تو آپ دونوں سے سچی اور دلی چاہت اور محبت کرنے لگی ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا۔ میں جانتا ہوں ان کے دلی جذبات میرے اور منذر بن طریف کے متعلق کیا ہیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ کوئی ایسا لمحہ ضرور آئے گا جب ہم سب کو یہ ریوڑ کا سلسلہ چھوڑ کر مستقل طور پر جبل ارج میں اپنے مسکن میں قیام کرنا ہو گا۔ اس لئے کہ حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور لڑائیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ ایسی صورت میں سب پر ظاہر ہو جائے گا کہ ہم اصلیت میں مسلمان ہیں اور نصرانیت کا لبادہ اوڑھ کر ہسپانیہ میں کارروائی کرتے رہے ہیں۔ جب اس راز سے پردہ اٹھے گا تو دیکھنا نویرہ اور اربونہ کی ہم سے محبت جاتی رہے گی اور جس قدر وہ ہم سے محبت کرتی ہیں اس سے کہیں زیادہ ہم سے نفرت کرنے لگیں گی۔ اس پر جابر بن بکر کہنے لگا۔

امیر محترم! آپ کا کہنا تو درست ہے لیکن اس سلسلے میں اگر انہیں ڈھارس دے دی جائے اور فرولندہ اور ازبیلہ سے بھی بات کر لی جائے تو ترجیح ہی کیا ہے۔ اس طرح فرولندہ اور ازبیلہ کی نگاہوں میں آپ کی اور منذر بن طریف کی عزت اور بڑھ جائے گی۔ رقیم بن خلاط نے جواب دیا۔ ہاں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چلو میں نویریہ سے بات کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں باہر آئے اور نویریہ اور اربونہ کے قریب ہی آگ کے الاؤ کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر رقیم بن خلاط نویریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

نویریہ، تم اور اربونہ نے میرے اور بوریلی سے متعلق جن جذبات کا اظہار کیا ہے ہم دونوں اس کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن اس کا جواب دینے میں ایک رکاوٹ حائل ہے۔ جب تک اس سلسلے میں فرولندہ اور ملکہ ازبیلہ اپنی رضامندی کا اظہار نہ کریں اس وقت تک ہمارے اور تم دونوں کے درمیان اس بات کی کوئی قدر اور اہمیت نہیں ہے۔ ہاں اگر اس سلسلے میں فرولندہ اور ازبیلہ اپنی رضامندی ظاہر کر دیں تو تم دونوں دیکھو گی کہ ہم تم دونوں کی چاہت اور محبت سے دس گنا بڑھ کر چاہت اور محبت کا اظہار کریں گے۔ رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر نویریہ اور اربونہ دونوں کی آنکھوں میں محبتوں کے اجالے، چاہتوں کی چاندنی بکھر آئی تھی۔ دونوں ہی اپنی محبت اور چاہت کا جواب سننے کے بعد شبنم کے گوہر، شہر نگاراں کے رنگین درجیوں اور صبح کی نشیلا بادسحر جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

نویریہ اور اربونہ تھوڑی دیر تک تخیل کے سی پی پردے پر دلکش پیکر کی طرح خاموش اور پرسکون بیٹھی رہیں۔ پھر نویریہ نا آشنا سے ترانوں جیسے لہجے اور خاموشی کے صحرا میں اشتہ از مزموم جیسی آواز میں رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ میں اور اربونہ آپ اور بوریلی بھائی کے ممنون اور شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہماری چاہت کا جواب چاہت سے دیا۔ مجھے امید ہے کہ میرا بھائی فرولندہ اور میری بھانج ازبیلہ بھی اس چاہت اور محبت پر اپنی رضامندی کا اظہار کریں گے۔ اس کے بعد میں اور اربونہ جانیں گی کہ ہمیں اپنی زندگی کی منزل مل گئی ہے۔ یہاں تک کہتے کہتے نویریہ کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ کچھ گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے قرطبہ شہر کی طرف آ رہے تھے۔ رقیم بن خلاط کے خیمے کے پاس آ کر وہ سارے سوار رکے۔ انہیں دیکھتے ہی رقیم بن خلاط، منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف، جابر بن بکر کے علاوہ نویریہ اور اربونہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

جب وہ سوار قریب آئے تو نویریہ اور اربونہ دونوں کے چہروں پر اطمینان اور شادمانی سی بکھر گئی تھی۔ اس لئے کہ وہ سوار فرولندہ کے محافظ دستے کے سپاہی تھے اپنے گھوڑوں سے اترنے کے بعد وہ سب حرکت میں آئے اور گھوڑوں پر لدا ہوا سامان اتار کر وہ رقیم بن خلاط

کے قریب رکھنے لگے تھے۔

جب سارا سامان اتر چکا تو ان میں سے ایک سپاہی رقیم بن خلاط کو مخاطب کرنے لگا۔ محترم اربوئیس! یہ سارا سامان ہمارے پادشاہ فرولندہ نے آپ، آپ کے ساتھی بوریلی اور جرمیاس کے لئے بھیجا ہے۔ اس میں قیمتی تحائف کے ساتھ ساتھ نقدی کی کچھ تھیلیاں بھی ہیں۔ انہیں قبول کیجئے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے تھوڑی دیر تک اس سامان کا جائزہ لیا۔ پھر کہنے لگا۔ میری طرف سے اپنے محترم پادشاہ اور میرے آقا فرولندہ کا شکریہ ادا کرنا۔ اس کے ساتھ ہی سوار اپنے گھوڑوں پر بیٹھے اور وہاں سے چلے گئے تھے۔ اتنی دیر تک رقیم بن خلاط کے آدمیوں نے خیمے کے باہر ہی چٹائیوں پر کھانا بچن دیا تھا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد جابر بن بکر نویریہ اور اربونہ قرطبہ شہر کی طرف چلے گئے تھے جبکہ رقیم بن خلاط نے اپنے ریوڑ کے ساتھ رات وہیں بسر کی۔ دوسرے روز وہ سویرے ہی سویرے قرطبہ کے نواح سے غرناطہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

گہری ہوتی رات، بہت سی ان کہی باتیں چھپاتی، ننھے منے نو بہار بچوں کو بہلاتی، آنکھوں کو آنے والی صدیوں کے خواب دکھاتی، دلوں میں کچی خواہشوں کے بیج بوٹی، وصل پر آمادہ جذبوں کو آئینوں کی گود کا سکھ چین دیتی اپنے معجز آثار بازوؤں پر درختوں کی گھنی خم دار شاخوں جیسے سیاہ گیسوؤں کی طرح اندھیرے پھیلائی اپنے انجام کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ چاروں طرف ایک خاموشی تھی جیسے مقتل کی گھنٹیاں بج کر خاموش ہو گئیں ہوں۔ جیسے دلوں کے دار الامان میں انشتی داستانیں سیسہ پتھر ہو کر رہ گئی ہوں۔

حسین و پری جمال روطہ جبل الجرج کی اپنی نئی قیام گاہ میں اپنی ماں سوزان کے ساتھ گہری نیند سوئی ہوئی تھی کہ وہ چونک کر اٹھی۔ جیسے کسی نازک کلی نے جنگلی لی ہو یا لحوں کی وادی میں کسی نوخیز طائر نے جنگلی لے کر اپنی موجودگی کا پتہ دیا ہو۔ اس کے اٹھنے پر اس کی ماں سوزان بھی چونک کر اٹھ بیٹھی اور پوچھنے لگی میری بیٹی کیا ہوا۔ کیا تو نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے جو تو یوں چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔

روطہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کوئی آواز سننے کی کوشش کر رہی تھی اس کی حالت دیکھتے ہوئے سوزان خود بھی خاموش ہو گئی۔ وہ بھی فضاؤں میں کچھ سننے کی کوشش کرنے لگی تھی انہوں نے جائزہ لیا۔ سپاٹ شب میں فضاؤں کے اندر پرندے کے اڑنے کی گد گدائی سرسراہٹ سی سنائی دی تھی۔ یہ سرسراہٹ سنتے ہی روطہ نے اپنی رضائی ایک طرف پھینک دی۔ گرم شال سے اس نے اپنے بدن کو ڈھانپا۔ پھر باہر دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔ رب جھوٹ نہ بلوائے۔

وہ سارا پیغام پڑھنے کے بعد روطہ نے کاغذ کو ایک بوسہ دیا پھر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر رقیم بن خلاط آپ کی خیر ہو۔ خدا کرے ہماری زندگی کے ماہ و سال بھی آپ کو لگ جائیں۔ اے امیر! آپ نے فرواندہ کے دربار میں جو اس کے محافظ دستوں کے سالار یوڈیس اور اس کے درباری پہلوان سید کا کو مقابلے میں شکست دی ہے تو آپ کی یہ کارکردگی آپ کا یہ کام ایسا ہے کہ اسے سنہری حروفوں میں لکھا جانا چاہئے۔ اے امیر! میں آپ کو غائبانہ سلام پیش کرتی ہوں۔ میری اپنے خداوند سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس سے زیادہ عزت۔ اس سے زیادہ مسلم قوم کی خدمت کرنے کے جذبے سے نوازے۔

اتنی دیر تک شاہین برتن میں رکھے ہوئے گوشت کو کھا چکا تھا۔ شاہین کو منصور بن نعمان نے بچرے میں بند کر دیا۔ عروسہ نے پلیٹ اٹھالی۔ پھر منصور بن نعمان نے روطہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

روطہ میری بہن! اب تم جا کر آرام کرو۔ میں آج ہی اپنے کچھ آدمیوں کے ذمہ یہ کام لگاتا ہوں کہ وہ ہر روز دریائے حدار کے کنارے پہرہ دیا کریں گے۔ جو نبی امیر اپنے ریوڑ کے ساتھ وہاں خیمہ زن ہوں وہ مجھے اطلاع کریں گے تاکہ میں امیر کی خدمت میں حاضر ہو سکوں۔ اس کے ساتھ ہی منصور بن نعمان اور عروسہ بن حمدون دونوں میاں بیوی نیچے اتر کر اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔ روطہ بھی نیچے اتری پھر وہ بھاگ کر اپنی ماں سوزان سے لپٹ گئی تھی اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔ ماں، ماں، وہ آرہے ہیں۔ امیر رقیم بن خلاط آرہے ہیں۔ سوزان روطہ کی حالت دیکھتے ہوئے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔ روطہ میری بیٹی، میری بچی! امیر رقیم بن خلاط کے متعلق جو تیرے جذبات ہیں۔ میں ان سے خوب واقف اور آگاہ ہوں۔ میری بیٹی میں جانتی ہوں تو امیر سے والہانہ نہیں دیوانہ وار محبت کرتی ہے۔ دیکھ میری بچی امیر رقیم بن خلاط ایک عاجز اور انکساری پسند انسان ہی سہی پھر بھی میری بیٹی اس شخص کا ایک بہت اعلیٰ اور ارفع مقام ہے۔ میری بیٹی تو اپنی اس بلند پروازی میں ایک اعتدال رکھنا۔ اس کے ساتھ ہی سوزان روطہ کو اپنے ساتھ لپٹائے اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔

☆.....☆

لگتا ہے فضاؤں کے اندر کوئی شاہین پرواز کر رہا ہے۔ میرا دل کہتا ہے امیر رقیم بن خلاط کی طرف سے کوئی پیغام آیا ہے۔ پھر روطہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ اس کے بعد سوزان نے بھی گرم شال لی اور کمرے سے نکل کر باہر محن میں آگئی تھی۔

باہر چاروں طرف سرما کی سرد چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا تھوڑی ہی دیر بعد ان کی رہائش گاہ کی دیوار پر جو بچرہ بنا ہوا تھا اس کے اوپر انہیں فضاؤں کے اندر ایک شاہین کے اڑنے اور پھر اس کی مخصوص آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں سنتے ہی روطہ خوش ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر دور دور تک خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ وہ حرکت میں آئی اور بھاگتی ہوئی سڑھیاں چڑھ کر بچرے کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔ اتنی دیر تک ساتھ والے مکان سے ممکن کا نائب امیر منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون بھی بھاگتے ہوئے آئے اور روطہ کے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک شاہین فضا میں مختلف آوازیں نکالتا ہوا بچرے کے اوپر اتر اتر اتر۔ جونہی وہ شاہین اتر اتر اتر منصور بن نعمان نے اسے پکڑ لیا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اس کے پاؤں کے ساتھ بندھا ہوا پیغام اس نے کھولا۔ اتنی دیر تک منصور بن نعمان کی بیوی بھاگی بھاگی تھی۔ ایک مشعل اٹھالائی اور دوسرے ہاتھ میں مٹی کی ایک پلیٹ تھی جس میں گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔ گوشت کے ٹکڑوں سے بھرنی ہوئی پلیٹ اس نے پیغام لانے والے شاہین کے سامنے رکھ دی۔ اتنی دیر تک منصور بن نعمان شاہین کے پاؤں کے ساتھ بندھے ہوئے پیغام کے کاغذ کی تہیں کھول چکا تھا جب عروسہ جلتی ہوئی مشعل لے آئی تو منصور بن نعمان مشعل کی روشنی میں رقیم بن خلاط کا پیغام بڑی تیزی سے پڑھنے لگا تھا۔

جب وہ پیغام پڑھ چکا تو روطہ بولی اور بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ منصور بھائی کس کا پیغام ہے۔ اس پر منصور کہنے لگا۔ روطہ میری بہن امیر کی طرف سے پیغام آیا ہے۔ ہم نے جو پیغام بھیجا تھا اس کے جواب میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ عنقریب اپنے ریوڑ کے ساتھ دریائے حدار کے کنارے خیمہ زن ہوں گے۔ اس کے علاوہ یہاں سے روانگی کے بعد جو کچھ ان کے ساتھ پیش آیا ہے وہ پوری داستان انہوں نے لکھی ہے۔ یہ تحریر یقیناً مجاہد بن یوسف کی ہے۔ اس پر روطہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا منصور بھائی اگر آپ برانہ مانیں تو کیا میں امیر کا پیغام پڑھ سکتی ہوں۔ اس پر منصور بن نعمان بڑی عاجزی سے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ میری بہن! تمہیں اس کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس کا حق رکھتی ہو۔ اس کے ساتھ اس نے وہ کاغذ روطہ کی طرف بڑھا دیا تھا۔

چار روز بعد شام جب رات میں ڈھلنے لگی تو رقیم بن خلاط نے اپنے ریوڑ اور لشکر کے ساتھ غریب کے قریب دریائے حدار کے کنارے اپنا پڑاؤ کیا تھا۔ اس کے پڑاؤ کرنے کا حکم سنتے ہی اس کے سارے مسلح جوان، چرواہے حرکت میں آئے اور بڑی تیزی سے دریائے حدار کے کنارے انہوں نے خیموں کا ایک شہر آباد کر کے رکھ دیا تھا۔ چونکہ سرما اپنے عروج پر تھا اور بارش کا بھی امکان تھا۔ لہذا دریا کے کنارے ہی ٹاٹ اور چمڑے کے بڑے بڑے چھپر ریوڑ کے جانوروں کے لئے کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ ان سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد رقیم بن خلاط منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف کے ساتھ جب اپنے خیمے کے قریب آیا تو اسے دریائے حدار کی طرف سے دو سوار آتے دکھائی دیئے۔ جب وہ خیمے کے سامنے جلتے ہوئے آگ کے الاؤ کے قریب آئے تو رقیم بن خلاط نے دیکھا کہ وہ منصور بن نعمان اور روطہ تھے۔ دونوں رقیم بن خلاط کے قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ پڑاؤ کا ایک لشکر ان دونوں کے گھوڑوں کو لے کر الاؤ کے قریب باندھ چکا تھا۔ منصور بن نعمان بھاگ کر آگے بڑھا۔ رقیم بن خلاط سے گلے ملتے ہوئے کہنے لگا۔ امیر محترم! میں دریائے حدار کے کنارے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد منصور بن نعمان، رقیم بن خلاط ہی کی طرح منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف سے بھی گلے ملا تھا۔ اتنی دیر تک روطہ بھی بے چاری سہمی سہمی ڈری ڈری آہستہ آہستہ چلتی ہوئی۔ رقیم بن خلاط کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس موقع پر منصور بن نعمان کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! یہ روطہ آپ سے ملنے کے لئے بڑی بے تاب اور بے چین تھی۔ یہ آپ سے کچھ کہنا بھی چاہتی ہے۔ اس موقع پر مسکن کے قاضی مغیرہ بھی آپ کے استقبال کے لئے آنا چاہتے تھے لیکن میں نے انہیں مسکن میں روک دیا ہے۔ اس دوران روطہ آگے بڑھی اور بڑی عقیدت مندی سے وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

امیر محترم! میں نے آپ کی طرف سے آنے والا پیغام پڑھا تھا۔ آپ نے جس انداز میں تخیلیہ کے حکمران فرولندہ کے محافظ دستوں کے سالار یودیس اور فرولندہ کے درباری پہلوان سید کا کو بدترین شکست دی ہے امیر محترم! اس کے لئے میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں۔ کاثر

میرے پاس مناسب الفاظ ہوتے تو انہیں استعمال کر کے میں اپنی طرف سے ہی آپ کا شکریہ ادا کر سکتی۔ کاش میرے پاس ایسے ذرائع ہوتے کہ یہ مقابلہ جیتنے پر میں آپ کو اس قدر نوازی کہ کم از کم میرا ضمیر ہی مطمئن ہوتا۔ قسم خداوند قدوس کی امیر محترم! اگر میں کسی ریاست کی کسی ملک کی حکمران ہوتی تو میں آپ کو اپنے لشکروں کا سالار اعلیٰ مقرر کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی۔ روطہ کے ان الفاظ سے رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ روطہ میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں تو نے میرے لئے جن جذبات کا اظہار کیا ہے میں انہیں بھی سلام کرتا ہوں دیکھ تیری ماں کیسی ہے۔ اس پر روطہ پھر کہنے لگی۔ میں تو ٹھیک لیکن کبھی کبھی بیمار ہو جاتی ہیں۔ منصور بھائی کی میں بے حد شکر گزار ہوں انہوں نے مسکن کے طبیبوں کے ذمہ فرض کے طور پر یہ کام لگا رکھا ہے کہ وہ میری ماں کا علاج کرتے رہیں اس پر رقیم بن خلاط بڑی نرمی میں کہنے لگا۔

دیکھ روطہ اس کے لئے تمہیں کسی شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو اب اپنی ماں کے ساتھ ہمارے مسکن کی فرد ہو لہذا تم دونوں ماں بیٹی کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا ہم پر فرض ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط رکا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

دیکھ روطہ تو سردی میں آئی ہے۔ آ آگ کے اس الاؤ کے پاس بیٹھ جا۔ رقیم بن خلاط کے ان الفاظ سے روطہ خوش ہو گئی تھی۔ پھر وہ آگے بڑھ کر آگ کے الاؤ کے گرد جو چٹائیاں بچھائی گئی تھیں ان پر بیٹھ گئی تھی۔ رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف بھی وہاں بیٹھ گئے تھے۔ اتنی دیر تک رقیم بن خلاط کے ریوڑ اور لشکر گاہ میں گانے والا سعدون بن سلیط بھی ایک طرف سے آیا اور آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ اس موقع پر روطہ بولی۔ بڑی چاہتوں اور بڑے پیار سے اس نے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

امیر محترم! میری اور میری ماں کی خواہش ہے کہ کسی روز آپ ہمارے ہاں کھانا کھائیں۔ اس بار میں یہ پیغام دینے خصوصیت کے ساتھ اس لئے آئی ہوں کہ مجھے خدشہ اور ڈر ہے کہ کہیں آپ مسکن کے باہر ہی باہر سے پھر واپس نہ چلے جائیں۔ دیکھئے انکار نہ کیجئے گا۔ اس پر رقیم بن خلاط نے جواب دیا۔ میں ضرور کسی نہ کسی روز تمہارے ہاں کھانا کھانے آؤں گا۔ پر یہ کہو کہ تم مجھے کھلاؤ گی کیا۔ اس پر روطہ ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ بس جو کچھ بھی مجھ سے ہو گا وہ میں آپ کو اس دعوت میں کھلا دوں گی۔

اس موقع پر شاید روطہ مزید کچھ کہتی کہ منصور بن نعمان بول پڑا۔ اے امیر محترم! سلطان ابو الحسن کی انتہائی اہم مہم کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنے چند آدمیوں کے ذمہ یہ کام لگا رکھا تھا کہ وہ دریائے حدار کے کنارے پہرہ دیتے رہیں۔ اور جب

ان کے چھوٹے بھائی الزغل اور سلطان ابوالحسن کے بہترین جرنیل الزجری بھی ہیں۔ یہ پیغام سننے ہی رقیم بن خلاط اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا۔ قریب ہی پڑا ہوا اس نے اپنا اپنی ترسول اٹھالیا اور سلطان ابوالحسن کا استقبال کرنے کے لئے وہ تیار ہو گیا تھا۔ رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے منصور بن نعمان، منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف اور لشکر کے مفتی سعدون بن سلیط کے علاوہ روط بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد تین سوار الاؤ کے قریب آئے انہیں دیکھتے ہی رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان، منذر بن طریف آگے بڑھے۔ رقیم بن خلاط نے ابوالحسن کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ منصور بن نعمان سلطان کے بھائی الزغل اور منذر بن طریف سلطان کے جرنیل الزجری کے گھوڑے کی باگ پکڑ چکے تھے۔

اس موقع پر سلطان ابوالحسن اپنے گھوڑے سے اترا۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی سلطان کا بھائی الزغل، منصور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

منصور میرے بھائی تمہارے ساتھ میرا تعارف ہے۔ اس لئے کہ میں تمہارے مسکن میں تم سے پہلے مل چکا ہوں۔ تمہارے امیر اور دوسرے نائب سے میرا تعارف نہیں۔ بہر حال سب سے پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ تم لوگ ہمارے ساتھی ہو لہذا تم لوگوں کا بھاگ کر ہمارے گھوڑوں کی باگیں پکڑنا صرف تمہارے ہی لئے نہیں ہمارے لئے بھی تو ہیں کا باعث ہے۔ لہذا میرے عزیز میرے بھائی جہاں تم کہتے ہو وہاں میں خود اپنے گھوڑے کو باندھوں گا۔ اس پر رقیم بن خلاط کے کچھ ساتھی آگے بڑھے ان سب نے سلطان ابوالحسن، الزغل اور الزجری کے گھوڑوں کو الاؤ کے ایک طرف باندھ دیا تھا۔ اس موقع پر منصور بن نعمان، الزغل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر الزغل یہ جو میرے دائیں طرف لو ہے کا ترسول پکڑے کھڑے ہیں یہ ہمارے امیر رقیم بن خلاط ہیں ان کے ساتھ دوسرے ہمارے مسکن کے نائب دوم منذر بن طریف ہیں۔ اس پر الزغل آگے بڑھ کر رقیم بن خلاط سے بغلیں ہونا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی سلطان ابوالحسن حرکت میں آیا اور رقیم بن خلاط سے گلے ملا اس کے بعد منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف کے علاوہ لشکر کے مفتی سعدون بن سلیط کو بھی سلطان گلے لگا کر ملا۔

سلطان ابوالحسن کے بعد الزغل بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور رقیم بن خلاط کو گلے لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ خلاط کے بیٹے میرے عزیز، میرے بھائی! میں سلطان ابوالحسن سے تمہارے حالات تفصیل سے سن چکا ہوں۔ اس کے علاوہ سلطان کے طلائیہ گروستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن عطاش بھی تمہارے متعلق مجھے سب کچھ بتا چکا ہے۔

آپ یہاں پڑاؤ کریں تو مجھے اطلاع دیں انہی جوانوں نے مجھے آپ کی آمد کی اطلاع دی اور میں اپنے ایک ساتھی کو سلطان کی طرف بھی روانہ کر چکا ہوں تاکہ سلطان کو مطلع کیا جائے کہ آپ دریائے حدار کے کنارے خیمہ زن ہو چکے ہیں۔ امیر محترم! میں نہیں جانتا کہ وہ کس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ منصور بن نعمان نے چونکہ رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ امیر محترم! کس موضوع پر؟ جواب میں رقیم بن خلاط کہہ رہا تھا۔

دیکھ منصور میرے بھائی جہاں تک میرا خیال ہے سلطان ابوالحسن فرولندہ کی طاقت اور قوت سے سننے کے لئے میرے ساتھ صلاح و مشورہ کریں گے اس لئے کہ فرولندہ سلطان ابوالحسن پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا ہے۔ وہ اپنی طاقت و قوت کا مرکز اپنے سرحدی شہر ”الصخرہ“ کو بنا رہا ہے۔ صحرا شہر کے قلعے میں وہ بے پناہ خوراک کے ذخائر اور دیگر سامان حرب و ضرب جمع کر رہا ہے اور اس نے اپنے لشکریوں کو بھی صحرا شہر کے اندر جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسی صحرا شہر کو اپنی طاقت و قوت کا مرکز بنا کر فرولندہ سلطان پر ضرب لگانا چاہتا ہے میرے خیال میں سلطان اس موضوع پر مجھ سے گفتگو کریں گے۔ اس لئے کہ فرولندہ کے کچھ قاصد سلطان سے خراج طلب کرنے کے لئے آئے تھے اور سلطان نے ایسا جواب دیا ہے جو واقعی ایک مسلمان سلطان کو دینا چاہئے تھا۔ اس جواب پر ہی فرولندہ اب سلطان پر حملہ آور ہونے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب منصور بن نعمان نے پوچھا۔ امیر محترم! کیا سلطان ہمیں اپنے لشکر میں شامل کرنا چاہیں گے اگر انہوں نے ایسا کیا تب ہمارا کیا رد عمل ہوگا اس پر رقیم بن خلاط نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ دیکھ منصور میرے بھائی اگر سلطان نے فرولندہ کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے ہمیں اپنا بازو بنانا چاہا تو مسلمان اور تیزی سے ازنا وقت دیکھے گا کہ ہم سلطان کے پہلو پہ پہلوڑتے ہوئے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دیں گے۔ رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر روط کے چہرے پر انتہائی دلفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ رقیم سے مخاطب ہوئی۔

امیر محترم! قسم خداوند قدوس کی میں آپ کے منہ سے ایسا ہی جواب سننے کے لئے بے چین تھی۔ جواب میں رقیم بن خلاط کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا آیا۔ الاؤ کے پاس آکر رکا گھوڑے سے اترا بھاگ کر وہ رقیم بن خلاط کے قریب آیا اور کہنے لگا۔

امیر محترم! آپ نے ملنے کے لئے سلطان ابوالحسن تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ

عطاش بھاگتا ہوا رقیم بن خلاط کے پاس آیا اور اس سے بھگلیہ ہو گیا تھا۔ رقیم بن خلاط کا ایک ساتھی اٹھا اور احمد بن عطاش کے گھوڑے کو پکڑ کر الاؤ کے پاس باندھ دیا۔ رقیم بن خلاط سے بھگلیہ ہونے کے بعد احمد بن عطاش کہنے لگا۔

رقیم میرے بھائی! اس بار میں نے سلطان، الرغل اور الزجری کو اکیلا نہیں آنے دیا۔ میں اپنے کچھ محافظ دستوں کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ مجھے یہاں آنے میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ محافظ دستوں کو میں دریائے حدار کے کنارے چھوڑ آیا ہوں۔ اس کے بعد احمد بن عطاش، منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف سے بھی ملا۔ آخر میں جس وقت وہ سعدون بن سلیط سے بھگلیہ ہوا۔ تو اس موقع پر سلطان ابوالحسن رقیم بن خلاط سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

خلاط کے بیٹے! یہ جو تمہارے خیمے کے سامنے آگ کا الاؤ جل رہا ہے اس کے گرد چٹانیاں بھی ہیں ان پر بیٹھنا چاہئے۔ میں آج تیرے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں اپنے بھائی الرغل اور اپنے جرنیل الزجری کے ساتھ تم سے ملنے آیا ہوں اب تمہارے سلسلے میں یہ دونوں میرے رازدار ہیں اور میرے ساتھ ساتھ اب تم ضرورت کے وقت ان پر بھی بھروسہ کر سکتے ہو۔

اس کے بعد سلطان ابوالحسن پڑاؤ کے گرد بھی چٹانیوں پر بیٹھ گیا۔ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے باقی سب لوگ بھی وہاں بیٹھ چکے تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد سلطان ابوالحسن رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

خلاط کے بیٹے! تمہاری غیر موجودگی میں قتلالیہ کے بادشاہ فرواندہ کی طرف سے کچھ قاصد آئے تھے انہوں نے مجھ سے خراج کا تقاضہ کیا تھا اور میں نے خراج دینے سے انکار کر دیا۔ رقیم بن خلاط فوراً بول پڑا۔

سلطان محترم! قبل اس کے آپ اپنی تقریر مکمل کریں کیا میں اس کے درمیان میں کچھ بول سکتا ہوں؟

اس پر سلطان ابوالحسن فوراً کہنے لگا۔ کہو بیٹے کیا کہنا چاہتے ہو؟

اس پر رقیم بن خلاط نے کہنا شروع کیا۔ سلطان محترم! جس وقت وہ دونوں قاصد واپس گئے تھے میں اس وقت فرواندہ کے دربار میں موجود تھا اور جو کچھ وہاں گفتگو ہوئی پہلے وہ میں آپ سے کہوں اس کے بعد آپ کوئی فیصلہ کیجئے گا۔ اس موقع پر الرغل بولا اور رقیم بن خلاط کو تنبیہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ خلاط کے بیٹے! قبل اس کے کہ تم کچھ انکشاف کرو۔ پہلے میری تسلی کے لئے یہ کہو کہ

یہاں تک کہنے کے بعد الرغل دم لینے کے لئے رکا اور اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا۔

سن خلاط کے بیٹے! میں یہ چاہتا ہوں تم یقیناً ان مجاہدوں میں سے ایک ہو جو اپنی قوم اپنی ملت کے لئے آتی جاتی رتوں کے اندر ریگ زاروں کے سیلاب ثابت ہوتے ہیں۔ جو بیکراں صحراؤں میں سر پر دھوپ کی تلواریں، ہونٹوں پر تشنگی کے خنجر، پاؤں میں زخموں کی زنجیر لے کر بھی اپنی امیدوں کی کہکشاں بن کر اور خوشیوں کی جستجو لے کر اپنی قوم و ملت کی بہتری۔ بھلائی کے لئے سر دھڑکی بازی لگا دینے کا فن جانتے ہیں۔

سن خلاط کے بیٹے! تو نے ہسپانیہ کے اندر جو کاروائیاں شروع کر رکھی ہیں قسم خداوند دو عالم کی وہ سب سن کر میرا جی ایسا خوش ہوا کہ جی چاہتا ہے تم سے بھگلیہ ہو کر سب کچھ سننے کے ساتھ ہی تجھ سے ملاقات بھی ہو جائے۔ آج تم سے بھگلیہ ہو کر ساری خواہشیں ساری امیدیں پوری ہو گئی ہیں خدا تمہیں اس قابل بنائے کہ تم اس سے بھی بڑھ کر اپنے کام کو وسعت اور جامعیت دے سکو۔

الرغل کے بعد سلطان ابوالحسن کا جرنیل الزجری بڑی ارا تندی سے رقیم بن خلاط سے بھگلیہ ہوا۔ اس کے بعد الرغل اور الزجری باری باری منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف اور سعدون بن سلیط سے بھگلیہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط، روط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سلطان ابوالحسن سے بولا۔ سلطان محترم! یہ جو لڑکی کھڑی ہے اس کا نام روط ہے اسے اور اس کی ماں سوزان ہی کو میں جبل اشدت کے قلعہ البارس سے نکال کے لایا تھا۔ یہ نصرانی ریاست ارغون کے بادشاہ جیسی کی بیٹی ہے اور یہ دونوں ماں بیٹی اسلام قبول کر چکی ہیں۔

روط کو بڑی دیر تک سلطان ابوالحسن بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ میری بیٹی! میں تجھے اور تیری ماں سوزان دونوں کو اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دیتے ہوں۔ میری بیٹی میری بچی جہاں تم رہ رہی ہو وہاں اگر تمہیں کچھ بھی تکلیف ہو۔ تو بلا تکلف تم مجھے اپنا باپ سمجھتے ہوئے اپنی تکلیف مجھ سے کہہ سکتی ہو اور اگر میں کبھی نہ ہوں تو میری بیٹی میری بچی میری غیر موجودگی میں ایک باپ ہی کی حیثیت سے یہ فرض میرا بھائی الرغل بھی ادا کر سکتا ہے۔ اس پر روط لڑکھاتی ہوئی زبان میں کہنے لگی۔

سلطان محترم! آپ کی باتیں سن کر میرا جی خوش ہو گیا ہے۔ میری دعا ہے کہ خداوند قدر مستقبل میں آپ کو اپنے سارے منصوبوں میں کامیاب کرے۔

کچھ دیر بعد پشت کی طرف سے ایک اور سوار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ سب نے دیکھا کہ وہ سلطان کے طلائیہ گردستوں کا سپہ سالار احمد بن عطاش تھا۔ اپنے گھوڑے سے اتر کر احمد بن

جو گفتگو کرنے والے ہو۔ وہ گفتگو کسی جاسوس کے ذریعے ہسپانیہ کی نصرانی ریاستوں تک نہیں پہنچیں گی۔ اگر ایسا ہوا تو ہسپانیہ کے اندر تمہارے لئے حالات خراب ہو سکتے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر الزغل! میں آپ پر یہ واضح کروں کہ ہسپانیہ میں جہاں کہیں بھی میں پڑاؤ کرتا ہوں اس کے ارد گرد میلوں تک میرے جاسوس پھیل جاتے ہیں اور وہ ہر آنے والے کو روکتے ہیں اور کسی کو بھی میرے پڑاؤ میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ دوسری احتیاط کی بات یہ ہے کہ جہاں بھی میرے ریوڑ کا پڑاؤ لگتا ہے وہاں خیموں کی ترتیب یکساں رہتی ہے۔ خیموں کی ترتیب طے شدہ ہے اور ہر جگہ اس کے مطابق ہی خیمے لگتے ہیں۔ ایک خیمے والے اپنے ارد گرد کے خیمے والوں کو جانتے ہیں۔ اس لئے میرے پڑاؤ کے خیموں میں کوئی اجنبی داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر داخل ہو تو اسی وقت پکڑا جاتا ہے لہذا جو گفتگو یہاں ہوگی آپ اطمینان رکھیں وہ کسی بھی صورت ہمارے دشمنوں تک نہ پہنچ سکے گی۔ رقیم بن خلاط کا جواب سن کر الزغل کے چہرے پر اطمینان بکھر گیا تھا پھر وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ اچھا بھائی! اب تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو اس پر رقیم بن خلاط نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔

سلطان محترم! میں یہ کہنے والا تھا کہ جس وقت آپ کی طرف آنے والے فرولندہ کے دونوں قاصد واپس فرولندہ کے پاس گئے تھے اس وقت میں خود فرولندہ کے دربار میں موجود تھا۔ ان قاصدوں کا جواب سن کر فرولندہ بڑا غضبناک ہوا۔ اس کی ملکہ ازایلا کی بھی یہی حالت تھی۔ ان قاصدوں سے آپ کا جواب سن کر فرولندہ نے جو فیصلہ کیا اس سے میں آپ آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔

سلطان محترم! فرولندہ نے اپنے سارے سالاروں اور جرنیلوں کو یہ حکم دے دیا ہے الصخرہ شہر کو جو آپ کی سلطنت اور فرولندہ کی سلطنت کا سرحدی شہر ہے اور فرولندہ کے قبضے کے ہے اسے فرولندہ نے اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنانے کا حکم دے دیا ہے۔ میرے خیال اب تک اس شہر میں جنگ کے انتظامات شروع ہو چکے ہوں گے۔ فرولندہ نے حکم دیا تھا الصخرہ شہر کے قلعے میں خوراک کے ان گنت ذخائر جمع کر دیئے جائیں تاکہ اگر جنگ پکڑے تو اسے کسی دقت اور تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اس کے علاوہ فرولندہ نے اپنے سالار اعلیٰ آگیلار کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ سارے لشکروں کو جمع کرے۔ آگیلار کے علاوہ اس میں فرولندہ کے لشکر ہولی برادر ہڈ کا سپہ گون سالود اور سیون سسٹر کا سپہ سالار شالیب بھی لشکروں کے ساتھ موجود ہوں گے۔ یوں جانئے کہ فرولندہ اپنی پوری طاقت اور قوت ساتھ غرناطہ پر ضرب لگانا چاہتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ پہلی ہی ضرب میں ہم سلطان ابو

کو شکست دے کر غرناطہ پر قبضہ کر لیں اور ہم انشاء اللہ ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم فرولندہ کو بتائیں گے کہ ہم سوئے ہوئے نہیں ہیں بیدار ہیں اور اپنا دفاع اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اس موقع پر الزجری فوراً بولا اور کہنے لگا۔

امیر رقیم بن خلاط! میں آپ کے ان الفاظ کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خداوند قدوس کے حضور دعا بھی کرتا ہوں کہ خدا آپ کی زبان مبارک کرے۔ قسم خداوند قدوس کی آپ کے خیالات سن کر وہ دلی اطمینان ہوا ہے جس کا اظہار میں الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ الزجری کے خاموش ہو جانے کے بعد سلطان ابو الحسن رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سن ابن خلاط! مجھے ایک بات بھول ہی گئی تھی۔ دیکھ تمہارے دست راست منصور بن نعمان نے مجھے بتایا تھا کہ فرولندہ کے دربار میں تمہارا مقابلہ اس کے محافظ دستوں کے سالار یودلیس اور اس کے درباری پہلوان سنیکا سے ہوا اور تم نے اسے بدترین شکست دی۔ میرے بیٹ۔ میرے فرزند میں تمہیں ان دونوں مقابلوں میں کامیابی حاصل کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ ابو الحسن کے بعد الزغل اور الزجری نے بھی رقیم بن خلاط کو ایسی ہی مبارکباد دی۔ اس کے بعد سلطان نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیکھ رقیم بن خلاط۔ میرے بیٹے میں نے تمہارے انکشاف کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ قتل اس کے فرولندہ اپنے سرحدی شہر الصخرہ کو مرکز بنا کر ہم پر حملہ آور ہو ہمیں پہلے ہی اس پر حملہ آور ہو جانا چاہئے۔ ہمیں چند دن انتظار کرنا چاہئے اور دیکھیں کہ اپنے سرحدی شہر الصخرہ میں فرولندہ اپنی تجویز کے مطابق خوراک اور سامان حرب و ضرب کے ذخائر جمع کر دیئے ہیں اور اپنے لشکر بھی وہیں پہنچا دیئے ہیں تب کسی مناسب رات ہم الصخرہ پر رات کے وقت حملہ کریں اور ایسا زور دار شجوں ماریں کہ وہاں شہر کے باہر جو فرولندہ کے لشکر ہوں انہیں بدترین شکست دیں اور الصخرہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر شہر پر قبضہ کر لیں۔

جواب میں رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ سلطان محترم! قسم خداوند کی آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے میں بھی یہی چاہتا تھا کہ فرولندہ کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی ہمیں صخرہ پر حملہ کر دینا چاہئے۔ اس پر سلطان ابو الحسن کہنے لگا۔

خداوند کا شکر ہے کہ تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو۔ اس سے پہلے میرا چھوٹا بھائی الزغل اور الزجری بھی میری اس تجویز سے اتفاق کر چکے ہیں۔ اب الصخرہ پر حملہ آور ہونے کی تجویز کچھ اس طرح ہوگی۔

جو غرناطہ کا لشکر ہے وہ تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔ ایک حصہ میرے پاس دوسرا حصہ میرے چھوٹے بھائی الزغل کی کمانداری میں اور تیسرا الزجری کے پاس ہوگا۔ اور تم اپنے لشکر کے

ساتھ مجھے امید ہے کہ ہماری مدد کو ضرور آؤ گے۔ رقیم بن خلاط بڑی انکساری میں کہنے لگا۔
سلطان محترم! آپ دیکھیں گے جب ایسا موقع آیا تو رقیم بن خلاط اپنے اور آپ کے دشمن پر ضرب لگانے میں پیش پیش ہوگا۔

رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر سلطان ابو الحسن۔ الزغل، الزجری اور احمد بن عطاش چاروں پر ان گنت خوشیاں کھیل گئی تھیں۔ پھر سلطان ابو الحسن رقیم بن خلاط کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

دیکھ رقیم میرے بیٹے! اب جبکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہمیں فرولندہ کے شہر الصخرہ پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دینی چاہئے اور اس حملے میں تم ہمارے ساتھ ہو گے۔ اب سب مل کر یہ طے کریں کہ یہ حملہ کب اور کس وقت کرنا چاہئے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے پوچھا۔

سلطان محترم! اگر اجازت ہو تو سب سے پہلے میں کہوں۔ میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اگر ہم اس پر عمل کریں تو صرف ایک رات کی جنگ کے دوران الصخرہ شہر میں فرولندہ کی ساری عسکری طاقت کی دھجیاں اڑا سکتے ہیں۔ اس پر سلطان ابو الحسن کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا کہو۔ میرے فرزند تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

جواب میں رقیم بن خلاط کہہ رہا تھا۔ سلطان محترم! چند ہی یوم تک فرولندہ اپنی ساری قوت اور سارے رسد اور ملک کے سامان کو الصخرہ شہر میں منتقل کر چکا ہوگا۔ ہم نے حملہ الصخرہ پر اس وقت کرنا ہے جب وہ اپنی ساری قوت وہاں جمع کر لے اور خوراک اور رسد کے ذخیرہ بھی وہاں لے آئے اس لئے کہ جب ہم شہر کو فتح کریں تو کم از کم خوراک کے وسیع ذخائر کے علاوہ حرب و ضرب کا سامان بھی ہمارے ہاتھ آئے۔

سلطان محترم چند ہی یوم تک نصرانیوں کا ایک تہوار آ رہا ہے اسے نیوٹی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ نیوٹی کا یہ تہوار حضرت عیسیٰ کی یوم پیدائش کی یادگار میں نصرانیوں کا مشہور تہوار ہے۔ اگرچہ نصرانی یہ تہوار مریم اور یوحنا کے یوم پیدائش پر بھی مناتے ہیں پر وہ تہوار بھی اسی نام سے مشہور ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ نیوٹی کا یہ تہوار موسم سرما میں منایا جاتا ہے وہ حضرت عیسیٰ ہی کی پیدائش کے سلسلے میں منایا جاتا ہے۔

سلطان محترم! میرا ارادہ ہے کہ اس تہوار کے ٹھیک تین روز بعد ہم الصخرہ شہر پر حملہ آور ہو جائیں۔ اس پر ابو الحسن نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ اس کے بولنے سے پہلے ہی الزغل بول پڑا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! یہ ایک بہترین تجویز ہے۔ میرے خیال میں سردیوں کے موسم میں یہ جو تہوار حضرت عیسیٰ کی یوم پیدائش کے سلسلے میں منایا جاتا ہے اس کے تین دن بعد رات کی

تاریکی میں اگر ہم الصخرہ شہر پر حملہ کریں تو میں سمجھتا ہوں اس سے بہتر کوئی اور موقع نہ ہوگا۔ اس پر سلطان ابو الحسن نے اپنا فیصلہ دیا۔ میں تم دونوں کی تائید کرتا ہوں۔ اس حملے کی ابتداء اس تہوار کے ٹھیک تین روز بعد آدھی رات کے وقت کی جائے گی۔

تھوڑی دیر تک مزید خاموشی رہی اس کے بعد سلطان ابو الحسن نے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ لیکن اے فرزند تیری اور ہماری ملاقات کہاں ہوگی اور اس حملے کے وقت تو اپنے ریوز کے ساتھ کہاں ہوگا۔ اس پر رقیم بن خلاط جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! میں صرف چند یوم تک اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مسکن میں قیام کروں گا۔ اس کے بعد میں جبل ارج کی پشت کی طرف نکلوں گا۔ پہلے البشارت کی وادیوں میں داخل ہوں گا وہاں سے اپنے ریوز کو چراتا ہوا مازدہ کی طرف نکلوں گا۔ میرے دونوں نائب منصور بن نعمان اور منذر بن طریف میرے ساتھ ہوں گے۔ ہم تینوں کی غیر موجودگی میں ہمارے قاضی عقبہ بن مغیرہ مسکن کی دیکھ بھال کریں گے۔

سلطان محترم! اپنے ریوز کے ساتھ مالکہ پہنچ کر میں اپنا رخ بدلوں گا اور سمندر کے کنارے کنارے میں المریہ شہر کی طرف نکل جاؤں گا۔ المریہ سے پھر میں اپنا رخ بدلوں گا اور جبل آتش کی طرف بڑھوں گا۔ یہاں میں اپنے لشکر کا پڑاؤ کروں گا اسی پڑاؤ سے نکل کر نصرانیوں کے تہوار کے تیسرے روز میں انشاء اللہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے حدار کے پاس سے گزروں گا۔ آپ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہیں آکر پڑاؤ کریں پھر اکٹھے ہی الصخرہ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے حملہ آور ہوں گے۔ اس دوران تک میں اپنے ذاتی جاسوس بھی الصخرہ شہر کی طرف بھجوا چکا ہوں گا اور حملہ آور ہونے سے پہلے وہ ساری صورتحال کی تفصیل کے ساتھ ہمیں خبر دیں گے۔

رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب سلطان ابو الحسن نے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ دیکھ میرے فرزند! میں تمہاری اس تجویز اور لائحہ عمل سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اب مجھے الزغل اور الزجری کے علاوہ احمد بن عطاش کو بھی چلنا چاہئے۔ اس پر رقیم بن خلاط فوراً کہنے لگا۔ سلطان محترم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ چاروں آج کھانا میرے پڑاؤ میں کھائیں۔ اگر ایسا ہو تو یقیناً میرے لئے یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہوگی۔ اس پر سلطان ابو الحسن کہنے لگا۔ دیکھ میرے بیٹے اگر تیری یہی خواہش ہے تو میں آج کا کھانا تیرے ہی یہاں کھاؤں گا۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط کے کہنے پر منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف اٹھ کھڑے ہوئے اور کھانے کا انتظام کرنے لگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد اس آگ کے الاؤ کے قریب کھانا چین دیا گیا تھا۔ سب نے مل کر کھانا

کھایا اس کے بعد سلطان ابوالحسن، الزغل، الزجری اور احمد بن عطاش وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد رقیم بن خلاط نے منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ منذر میرے بھائی! اپنے پڑاؤ کو کوچ کا حکم دو۔ تاکہ اپنے ریوڑ اور لشکر کو لے کر ہم اپنے مسکن میں داخل ہوں۔ اس کے ساتھ ہی منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور وہ وہاں سے لشکر اور ریوڑ کے کوچ کا انتظام کرنے لگے تھے۔

اس دوران تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر رقیم بن خلاط روٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ روٹہ تیری ماں اور تجھے اس مسکن میں کوئی شکایت تو نہیں۔ رقیم بن خلاط کے اس براہ راست مخاطب ہونے پر روٹہ بے پناہ خوشیوں میں ڈوب گئی تھی پھر وہ بڑی شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر محترم! جس مسکن میں منصور بن نعمان جیسا شفیق بھائی، عروسہ بنت حمدون جیسی مشفق اور نرم رو بہن ہو وہاں روٹہ اور اس کی ماں سوزان کو کیا تکلیف کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ قسم خداوند قدوس کی اس مسکن میں اپنی ماں کے ساتھ میں ایسا ہی محسوس کرنے لگی ہوں جیسے میں برسوں سے اسی مسکن میں ہی رہنے والی ہوں۔

روٹہ کا یہ جواب سن کر رقیم بن خلاط بھی خوش اور مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

منصور میرے بھائی! اس بار میں اپنے لشکر میں مسکن کے لئے بہت کچھ لے آیا ہوں وہاں میں نے نہ صرف یہ کہ نویرہ اور اربوند دونوں شہزادیوں کے کاروان اور مسلح دستوں پر حملہ کر کے ان کے خزانے کو لوٹا بلکہ میں نے فروندہ کی ایک سرحدی چھاؤنی پر بھی حملہ کیا اور وہاں سے مجھے خوراک اور حرب و ضرب کے سامان کے ڈھیر کے ڈھیر ہاتھ لگے۔ اس پر منصور بن نعمان نے بڑی عقیدت مندی سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ امیر محترم! میرے پاس الفاظ نہیں جو میں ادا کر کے ہسانیہ کے اندر آپ کی کاروائیوں کا شکر یہ ادا کر سکوں۔ اس سے آگے منصور بن نعمان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایک ساتھ کئی جوان حرکت میں آئے اور انہوں نے رقیم بن خلاط کا خیمہ اکھاڑ کر تہہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان، سعدون بن سلیط سب اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے پھر تھوڑی ہی دیر بعد لشکر اور ریوڑ دریائے حدار کو عبور کرنے کے لئے جبل ارج کے اپنے مسکن میں داخل ہو رہا تھا۔ ریوڑ اور لشکر جب اپنے مسکن کے وسط میں آیا تو رقیم بن خلاط نے منصور بن نعمان سے کہا۔ منصور میرے بھائی تم منذر اور مجاہد دونوں کو اپنے ساتھ لگاؤ اور جو سامان اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں اسے اپنے نئے قلعہ الرومان میں منتقل کرو۔ اس وقت رات گہری ہوئی تھی۔

میں کل صبح انشاء اللہ حصن الرومان کے قلعے کو اندر سے بھی دیکھوں گا کہ اس میں کیا نئے اور مزید انتظامات کئے گئے ہیں اور جو اس میں خوراک اور سامان حرب و ضرب کے ذخائر ہم نے جمع کئے ہیں ان کا بھی جائزہ لوں گا۔ اب تم تینوں بھائی حرکت میں آؤ اور سارا سامان قلعے میں جمع کرو۔ اس کے ساتھ ہی منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور مجاہد بن یوسف ایک طرف چلے گئے تھے۔ اس موقع پر جب رقیم بن خلاط اپنی نشست گاہ کی طرف جانے لگا تب اس کے قریب ہی کھڑی روٹہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ امیر محترم! کیا آپ میری ماں سے ملنا پسند نہیں کریں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے جواب دیا۔ وہ اس وقت سو رہی ہوں گی انہیں جگانا اچھا نہیں۔ انہیں زحمت ہوگی۔ میں کل دن کے وقت کسی وقت آؤں گا اور تمہاری ماں سے ضرور ملوں گا۔ اس پر روٹہ پھر بولی نہیں وہ اس وقت بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ جب میں آپ سے ملاقات کرنے کے لئے دریائے حدار کی طرف گئی تھی تو میری ماں نے تاکید کی تھی کہ اگر ہو سکے اور امیر رقیم بن خلاط پسند کریں تو اپنے ساتھ ضرور لے کر آنا لہذا میں صرف اپنی خواہش کی بنا پر نہیں اپنی ماں کے کہنے پر بھی آپ کو ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا وہ خاموشی سے روٹہ کے ساتھ ہو لیا تھا۔ اس کے فیصلے پر روٹہ خوش اور شادماں ہو کر رہ گئی تھی پھر وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھنے لگے تھے۔

رقیم بن خلاط کو لے کر روٹہ اپنی قیام گاہ میں داخل ہوئی۔ اندر ایک کمرے میں چھوٹی چھوٹی دو مشعلیں روشن تھیں اور ایک مسہری پر روٹہ کی ماں سوزان اپنے آپ کو رضائی میں ڈھانپنے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ جونہی اس نے روٹہ کے ساتھ رقیم بن خلاط کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا اس نے رضائی ہٹا کر اٹھنا چاہا۔ لیکن رقیم بن خلاط بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے رضائی سوزان پر ڈال دی اور کہنے لگا آپ بیٹھیں زحمت نہ کریں۔ اس پر سوزان مسکراتے ہوئے کہنے لگی میں مسکن کے امیر محترم کو اپنی اس چھوٹی سی رہائش گاہ میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ اس پر رقیم سوزان کی مسہری کے پاس کھڑے ہوتا ہوا بولا میں آپ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ اس موقع پر روٹہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ آپ کھڑے کیوں ہیں۔ اس سامنے والی مسہری پر بیٹھ جائیں۔ رقیم بن خلاط چپ چاپ وہاں بیٹھ گیا۔ پھر سوزان مخاطب ہوئی۔

دیکھ بیٹے! اگر تو برا نہ مانو تو میں تمہیں امیر کے بجائے تمہارے نام سے مخاطب کر سکتی ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط فوراً کہنے لگا آپ میری ماں کی جگہ ہیں۔ بیٹا بھی کہتی ہیں اور پھر امیر بھی۔ مجھے بیٹا ہی کہہ کر پکارا کریں۔ میں جانوں گا میری ماں زندہ ہے اس میں میری

خوشی۔ میرا سکون ہو گا۔ اس پر سوزان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی اگر یہ بات ہے بیٹے تو پھر جوتا اتارو اور مسہری کے اوپر بیٹھو۔ میں آج تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہوں گی۔

سوزان کا کہا مانتے ہوئے رقیم بن خلاط نے اپنے پاؤں میں جو پھنسا ہوا جوتا تھا وہ اتار دیا تھا پھر وہ مسہری کے اوپر بیٹھ گیا۔ اتنی دیر تک روطہ حرکت میں آئی اس نے اس مسہری پر خود ہی رضائی کھول کر رقیم بن خلاط کے اوپر ڈال دی۔ پھر ایک گاؤں تک رقیم کے قریب رکھتے ہوئے کہا آپ اس سے ٹیک لگا کر بیٹھ جائیں۔ رقیم نے کچھ کہے بغیر اس گاؤں تک سے ٹیک لگالی جبکہ خود روطہ اپنی ماں کے ساتھ رضائی میں گھس کر بیٹھ گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سوزان رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

دیکھ بیٹے! منصور بن نعمان نے بتایا تھا کہ جس مکان میں ہم رہ رہی ہیں۔ یہ بنیادی طور پر تمہارے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ پھر تم کیوں یہاں نہیں رہتے ہو۔ کیوں تم اپنے لشکریوں کے اندر ایک برج کے اندر زندگی گزارتے ہو۔ بیٹے تم اس مسکن کے امیر ہو۔ اس مسکن میں تمہاری رہائش گاہ سب سے عمدہ سب سے بہترین ہونی چاہئے۔ سوزان کی اس گفتگو سے رقیم بن خلاط روز و شب کے فرومایہ لحوں کی طرح اداس دشت ایام کے انجانے موز کی طرح غم زدہ اور دھند لکوں سے لبریز اداسی جیسا دیران ہو گیا تھا۔ لگتا تھا اس کے رباب کے سارے ہی تار ٹوٹ کر رہ گئے ہوں۔ رقیم بن خلاط کی یہ حالت دیکھتے ہوئے روطہ بے چاری بھی جیسے مرنے کی آرزوؤں، نظر در نظر دیرانیوں میں صدائے شکستہ دل جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ مگر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

دیکھ محترم ماں! میں ایک بے ضرورت سا انسان ہوں۔ یہ جو رہائش گاہیں تعمیر کی گئی ہیں ان میں سب لشکر کے سرکردہ لوگ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ میں اکیلا یہاں رہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا تھا۔ لہذا میں نے لشکر کے اندر ہی ایک برج کے رہائش اختیار کر لی ہے بس وہیں پر مجھے سکون اور دلچسپی ہے۔ رقیم بن خلاط کا یہ جواب سوزان اور روطہ تھوڑی دیر تک بھیجی بھیجی خاموش رہیں۔ اس کے بعد سوزان پوچھنے لگی۔

رقیم میرے بیٹے! مجھے منصور بن نعمان نے تمہارے حالات تفصیل کے ساتھ بتائے تھے۔ اس نے بتایا تھا کہ بنیادی طور پر تم مازدہ شہر کے رہنے والے ہو۔ وہاں تم کتنے بہن بھائی تھے۔ سوزان کے اس سوال پر رقیم بن خلاط اور زیادہ دیران ہو گیا تھا۔ پھر وہ دکھتی ہوئی آواز میں بتانے لگا۔

اس کریمناک زندگی کی ابتدا سے پہلے جب میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا تھا اس وقت میں چھوٹا سا بچہ تھا۔ اپنے بہن بھائیوں میں میں سب سے آخری تھا۔ میرے چار بڑے بھائی

اور دو بہنیں تھیں۔ دو بھائی اور ایک بہن تو بالکل جوان تھے۔ دوسرے بھی مجھ سے بڑے تھے۔ جب مازدہ کے مسلمانوں پر بغاوت کا الزام لگا تب میرے ماں باپ کے علاوہ میرے سارے بہن بھائیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ میرے قریبی رشتہ داروں میں صرف مجاہد بن یوسف بچا جو اس مسکن میں میرے ساتھ رہتا ہے۔ مجھے اور اس مجاہد بن یوسف دونوں کو مازدہ شہر کے نصرانی حاکم نے جبل ظلیطہ کے ایک قلعے میں بند کر دیا تھا۔ دیکھ ماں قید کی وہ زندگی بڑی کریمناک تھی۔ میں ابھی چھوٹا بچہ تھا۔ یہ مجاہد بن یوسف بھی میرا ہم عمر ہی تھا۔ اس قلعے کے محافظ روز و شب سے پوچھتے تھے کہ مازدہ کے مسلمان جو بغاوت پر آمادہ ہوئے ہیں۔ ان کی اور کون مدد کر رہا ہے۔ ہمیں تو کچھ معلوم نہ تھا ہم کیا ان کو بتاتے۔ ہماری خاموشی کی وجہ سے وہ برہم ہوتے اور بار بار لوہے کی مہریں سرخ کر کے وہ ہمارے پاؤں کو داغ دیتے۔ بدن کے دیگر حصوں پر بھی لوہے کی سرخ مہروں سے داغ لگایا کرتا تھا۔ بس اسی طرح اس قید تنہائی میں کئی سال گزر گئے۔

رقیم بن خلاط کی گفتگو سے سوزان اور روطہ دونوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا۔

دیکھ مادر محترم! قلعے کی قید کا وہ ماحول آنسوؤں کے کفن جیسا تھا۔ جہاں زندگی کے آسمان پر زخموں کی کلبشادوں، بے لطف زخموں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ میرے اور مجاہد بن یوسف کے لئے وہاں احساس کی کرنوں کی جگہ جلادوں کے خنجر، رفاقت و وصال کی گرم ہواؤں کی جگہ دل کے دشت زاروں کا کرب اور انسانیت شناسی کی جگہ آرزوؤں کی شکست اور لہو لہو امیدیں تھیں۔ یہاں تک کہ کہنے کے بعد رقیم بن خلاط کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سوزان اور روطہ دونوں ماں بیٹی سسک سسک کر رو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر تک رقیم بن خلاط انہیں غور سے دیکھتا رہا پھر وہ مزید کہنے لگا۔

دیکھ مادر محترم! میری داستان لہو لہو اور دکھ بھری ہے اس اسیری کے دوران مجھ پر ایسے مظالم ڈھائے گئے جو بیان سے باہر ہیں۔ مجھے اور مجاہد بن یوسف کو کئی کئی دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا تھا تین تین چار چار دن کے بعد صرف ایک روٹی کھانے کو دی جاتی تھی اور چھوٹی سی پیالی میں پانی ڈال کے بیٹے کو مہیا کیا جاتا تھا یہ چیزیں اس وقت مہیا کی جاتی تھیں جب ہماری جان قریب المرگ ہو جاتی تھی دیکھ مادر محترم!

پھر وہ لمحہ بھی آیا جب ان ظالموں نے مجاہد بن یوسف کی زبان کاٹ دی انہوں نے اس کی زبان اس لئے کاٹی کہ ایک دن اس بیچارے نے تنگ آ کر اپنی زبان کھولی اور انہیں لعن طعن کی کہ تم کیوں ہمیں کھانے کو مناسب غذا نہیں دیتے ہو کیوں بروقت پانی پینے کو نہیں دیتے ہو

بھوکے پیاسے تھے کوہستانی غاروں میں پناہ لیتے تھے پھر ہم دونوں کی خوش قسمتی کہ ہمارا نکرانہ اس مسکن کے سردار کے ریوڑ سے ہو گیا جو ہسپانیہ کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ریوڑ چراتا ہوا تھا۔ ہم دونوں اس کے ریوڑ میں شامل ہو گئے اور اس نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ اس کے ریوڑ میں رہتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو یکسر تبدیل کر لیا دن رات میں نے بیج زنی اور دوسرے حربی فنون میں مہارت حاصل کرنا شروع کی یہاں تک کہ اس مسکن اور ریوڑ میں کوئی ایسا نہ تھا جو بیج زنی میں میرا مقابلہ کر سکے آخر جب وہ پہلا امیر اپنی طبعی موت مرا تو مسکن کے لوگوں اور ریوڑ کے لشکریوں نے متفقہ طور پر مجھے اپنا امیر بنالیا۔

اس مسکن کا امیر بننے کے بعد سب سے پہلا جو میں نے کام کیا وہ یہ کہ میں اپنے ریوڑ اور لشکریوں کو جبل طلیلہ کے اس قلعے کی طرف لے گیا جس میں مجھے اور مجاہد بن یوسف کو قید رکھا گیا تھا۔ میں اپنے لشکریوں کے ساتھ اس قلعے پر حملہ آور ہوا اور اس قلعے میں جس قدر محافظ تھے انہیں قتل کرتے ہوئے پہلی بار یہ احساس دلایا کہ سزا کیا ہے۔ جزا کیا ہے۔ خدا کیا ہے۔ نا خدا کیا ہے۔ ان قلعے کے محافظوں کے بعد ہسپانیہ میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو مجھے اور مجاہد بن یوسف کو پہچان سکتا کہ ہم ہی وہ قیدی ہیں جو جبل طلیلہ کے قلعے میں بند تھے اس کے بعد بس میں اس مسکن کا امیر اور ریوڑ کا چرواہا بن کر ہسپانیہ کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک اپنے ریوڑوں کو لئے پھرتا رہتا ہوں۔

یہاں تک کہ میں نے بعد رقیم بن خلط جب خاموش ہو گیا تب سوزان بتانے لگی۔ دیکھ رقیم بیٹے! جس وقت اپنی بیٹی روطہ کے ساتھ البارس کے قلعے میں قید کی گئی تھی تو وہیں پہ میں بیمار ہو گئی تھی۔ دیکھ بیٹے مجھے دق اور سل ہے جو کسی وقت بھی میری موت کا باعث ہو سکتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں میری زندگی ہوا کے ایک جھونکے اور اداسی کی زرد چادر جیسی ہے میں چاہتی ہوں میرے بعد میری بیٹی زندگی کی بہری گلیوں اور گونگی راہوں پر دھکے نہ کھائی پھرے۔ دیکھ رقیم میرے بیٹے! میری ہستی میری نیستی میں تبدیل ہونے والی ہے میری خواہش ہے کہ میرے بعد کوئی اس روطہ کا دو اگر ہو جس کے ساتھ رہ کر یہ دکھ سونے کو کوئی ٹھکانہ پاسکے اور بے حسی کی چٹانوں سے بچ کر کیف و رنگ اور صورت و آہنگ کی سی خوشگوار زندگی بسر کر سکے۔

سوزان کہتی رہی جبکہ رقیم بن خلط گردن جھکائے اس کی گفتگو سنتا رہا۔ جبکہ دوسری طرف شاید روطہ جانتی تھی کہ اس کی ماں کیا کہنے والی ہے لہذا اس کی گردن شرم کے باعث جھکی جا رہی تھی تو وہی دیر کی خاموشی کے بعد سوزان پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

سن رقیم میرے بیٹے! جو بات میں کہنا چاہتی ہوں شاید وہ بات وہ راز زندگی بھر روطہ تم

اور اس کی سزا یہ دی گئی کہ انہوں نے اس مجاہد بن یوسف کی زبان کاٹ دی۔ دیکھ مادر محترم! جس روز مجاہد بن یوسف کی زبان کاٹی گئی تھی وہ رات میرے لئے ہر گھڑی قیامت کی رات تھی۔ اس مجاہد بن یوسف کے منہ سے خون بہتا تھا کوئی اس کا علاج کرنے والا نہ تھا۔ قید کی اس کوٹھڑی میں بس میں اس کے ساتھ تھا۔ اس کوٹھڑی میں ہم دونوں کی سانسیں منجمد تھیں۔ زبان کٹنے کی وجہ سے اس بیچارے پر بے ہوشیوں کا غلبہ طاری ہو جاتا تھا۔ کوئی اس کا علاج دارو نہ تھا بس میں اسے دیکھتا رہتا تھا اور احساس کی صلیب پر ہر لمحہ مصلوب ہوتا رہتا تھا اس مجاہد بن یوسف کی حالت دیکھتے ہوئے کئی بار میں نے ارادہ کیا کہ آزار جان اور نفس نفس میں گھلے ہوئے زہر سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس قید خانے کی دیواروں سے ٹکریں مار مار کر اپنا خاتمہ کر لوں پر افسوس میں ایسا نہ کر سکا اس لئے کہ میری اور مجاہد بن یوسف کی زندگی میں ابھی کچھ دن دیکھنے لکھے ہوئے تھے

کہتے کہتے رقیم بن خلط کو رک جانا پڑا اس نے دیکھا کہ سوزان اور روطہ کی حالت بری ہو رہی تھی سوزان بیچارے تو آنکھوں ہی آنکھوں میں رو رہی تھی اس کے دامن کو اس کے آنسو بھگا رہے تھے جبکہ روطہ کھل کر ہچکیاں اور سسکیاں لیتے ہوئے بری طرح رو رہی تھی تھوڑی دیر تک ایسا ہی بوجھل بوجھل سا رہا پھر سوزان نے اپنے آپ کو سنہالا روطہ کے سر پر ہاتھ پھیرے۔ ہوئے اسے اپنی چھاتی سے لگاتے ہوئے اسے بھی ڈھارس تسلی دی اس طرح روطہ نے بچہ اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر سوزان بوجھل بھاری اور نکھری ٹوٹی آواز میں رقیم بن خلط کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی دیکھ رقیم بیٹے پھر تم اور مجاہد بن یوسف نے اس اسیری سے کیسے نجات حاصل کی۔

دیکھ مادر محترم! میں آپ دونوں کو بتا چکا ہوں کہ میں بچہ تھا کہ مجھے اس قید خانے میں ڈیا گیا تھا یہ مجاہد بن یوسف مجھ سے دو چار سال بڑا ہو گا بس اسی اسیری کی حالت میں دونوں جوان ہوئے پھر ایسا ہوا کہ ایک روز سردیوں کے موسم میں جبکہ سردی اپنی انتہا پر رات کے وقت ایک پہریدار ہم دونوں کے لئے کھانا لے کر آیا اس رات بارش بڑی ہوئی میں اور مجاہد بن یوسف نے تہیہ کر لیا کہ آج کی رات یا تو اس اسیری سے بھاگ نکلیں۔ اپنی جان دے کر اپنا خاتمہ کر لیں گے جب وہ محافظ ہمارا کھانا لے کر آیا تو میں نے اسے لیا اس کا گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد قید خانے سے نکلے باہر جو دو محافظ پہرہ دے رہے تھے انہیں بھی میں نے اور مجاہد بن یوسف نے ختم کر دیا ان کے ہتھیاروں پر بھی قبضہ کر لیا پھر ہم اس قلعے سے دیوار کے ذریعے پھا ہوئے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے اس کے بعد ہم پیدل ہی چھپ چھپ کر بھاگتے

سے نہ کہہ سکے۔ اس لئے روطہ کی جگہ میں وہ بات تم سے کہنا چاہتی ہوں دیکھ بیٹے! میں یہ کہتے ہوئے عار اور توہین محسوس نہیں کرتی کہ میری بیٹی روطہ تمہیں دل کی گہرائیوں سے پسند کرتی ہے۔ دیکھ بیٹے اس بات کا انکشاف میں منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ بن حمدون سے بھی کر چکی ہوں اور ان دونوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کا ذکر تم سے کریں گے۔ دیکھ بیٹے! اگر تم روطہ کو پسند کرو تو میں آج ہی یہ فیصلہ کر لوں گی کہ آج کے بعد روطہ تمہاری امانت ہے جب تم چاہو اس سے شادی کر لو اگر تم اس پر راضی ہو تو دیکھو بیٹے میں سمجھوں گی کہ مجھے دنیا بھر کی راحتیں نصیب ہو گئی ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سوزان جب خاموش ہو گئی تو روطہ نے چورنگا ہوں سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا۔ رقیم کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی وہ کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گردن سیدھی کی اور سوزان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

دیکھ مادر محترم! تو اس بات کا فیصلہ مجھ اور روطہ پر چھوڑ دے اگر روطہ مجھے چاہتی ہے، مجب کرتی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ پر دیکھ میری ماں اس کا کے لئے کچھ مہلت دے تاکہ میں اور روطہ ایک دوسرے کو جان سکیں۔ میں اور روطہ ابھی تک مل جل کر نہیں بیٹھے ہو سکتا ہے جب ایسا ہو تو روطہ میری عادات کو پسند نہ کرے میری رفاقت نہ چاہے اس موقع پر سوزان نے استفہامیہ سے انداز میں روطہ کی طرف دیکھا وہ بیچاری سے تو کچھ نہ کہہ سکی آہستہ آہستہ اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی پھر سوزان بولی اور اپنا فیہ دیتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھ بیٹے! اگر تو ایسا چاہتا ہے تو میں انتظار کروں گی تم دونوں آپس میں ملو جلو اٹھو بیٹھو اگر دونوں کی طبیعت آپس میں مل جائے تو مجھے بتا دینا میں تم دونوں کو یکجا کر دوں گی۔ جس ایسا ہو وہ دن میری زندگی کا سب سے خوشیوں بھرا ہوا دن ہو گا پھر رقیم بن خلاط اٹھ کھڑا اور سوزان سے کہنے لگا۔ دیکھ ماں اب میں جاتا ہوں رات کافی گہری ہو رہی ہے مجھے صبح کر قلعہ حصن الرومان کے انتظامات کا جائزہ بھی لینا ہے۔ رقیم بن خلاط جب اٹھا تو روطہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور ماں سے کہنے لگی۔ ماں میں انہیں تھوڑی دور تک چھوڑ کے ہوں جواب میں مسکراتے ہوئے سوزان نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر رقیم بن خلاط اور باہر نکل گئے تھے۔ مکان سے باہر نکلنے کے بعد روطہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ کیا آپ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے کوئی رکاوٹ کوئی ہچکچاہٹ یا کسی مح کرتے ہیں اس پر رقیم بن خلاط فوراً کہنے لگا۔

دیکھ روطہ! ایسی بات نہیں ہے میں جانتا ہوں تم ایک حسین ترین لڑکی ہو۔ نو خیز

حسب و نصب میں بھی اعلیٰ وارفع ہو۔ تمہارے لئے ان گنت رشتے مہیا ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں دنوں کی اترتی دھوپ کی مانند ہوں اپنا رزق تلاش کرنے کی خاطر میں ہر روز موت کے خوابیدہ دروازوں پر دستک دیتا ہوں۔ دیکھ روطہ میری موجودہ زندگی اداس شب میں یادوں کے لباس اور زمین کی تہوں میں سسکتی ریت کی مانند ہے میں ہر روز آندھی، بارش، کڑکتی بجلیوں کی طرح موت کے اندھے کنویں میں اترتا ہوں کسی وقت بھی میری زندگی کی آخری گھڑی مجھے آکے دیوچ سکتی ہے۔ دیکھ روطہ جس طرح سورج کی چلا چل کے ساتھ سایوں کو ڈھلنا پڑتا ہے۔ میری زندگی بھی کچھ ایسی ہی ہے نہیں اعتبار کہ کب میرا گھوڑا خالی بیٹھ اس مسکن میں داخل ہو۔

دیکھ روطہ! میں نہیں چاہتا میرے بعد تو غم کے چڑھتے سورج دن رات کے پر خار سنگم، دشت سفر کی غبار، مریل روشنی اور بھری بے تاب کرنوں کی سی زندگی بسر کرے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا سو میں نے تمہیں اصلیت بتا دی ہے اب فیصلہ کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس پر روطہ بے چاری ہوئی آواز میں مخاطب ہوئی۔

امیر محترم! میں آپ کی محبت و چاہت میں اس قدر درور جا چکی ہوں کہ اب میں خیال کرتی ہوں کہ آپ کے بغیر میری زندگی گھنے عذاب، جس زدہ سوچوں، اندھے کالے کاروان اور بھوکے جبتوں جیسی ہوگی۔ میں آپ کے بغیر جھلسے چناروں پریشان پھولوں اور پر بریدہ حزیں فاختاؤں جیسی زندگی بسر نہیں کرنا چاہتی۔ امیر محترم میں آپ کو یقین دلانی ہوں کہ روطہ آپ سے اس قدر محبت ایسی چاہت کرتی ہے کہ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ میں اپنی ساری زندگی آپ کی ذات کا رزمیہ گیت بکھری ابجد کی امین اور پاؤں سے لپٹی مسافت بن کے گزار دوں گی۔

جہاں تک آپ کی اس تنبیہ کا تعلق ہے کہ آپ ہر روز موت کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں تو امیر محترم موت تو اپنے مقررہ وقت پر آتی ہی ہے۔ اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا نہ کوئی پہلے لا سکتا ہے۔ نہ کوئی اس میں تاخیر کر سکتا ہے موت کے پنچے آپ کی نسبت مجھے پہلے آدبوچیں پھر موت کے آنے نہ آنے کی کون ضمانت دے سکتا ہے پر ایک بات یاد رکھئے اگر آپ نے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے سے انکار کر دیا تو آپ دیکھیں گے میں اپنی بقیہ زندگی ایک اکائی اور مقابل ہند سے کی طرح گزار کے رکھ دوں گی امیر محترم مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد روطہ جب خاموش ہوئی تو رقیم بن خلاط نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا دیکھ روطہ اگر تمہارے یہی خیالات ہیں تو پھر جاؤ واپس لوٹ جاؤ اور اپنی ماں سے کہو کہ ایک روز غمغریب آئے گا جب رقیم بن خلاط روطہ کو اپنی زندگی کا ساتھی بنائے گا۔

تھیالیہ کا حکمران فرولندہ اور اس کی ملکہ ازابیلا دونوں اپنے کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کمرے میں ایک ساتھ نویرہ اور اربونہ داخل ہوئیں دونوں بالکل مجرموں کی طرح فرولندہ اور ازابیلا کے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں۔ تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر نویرہ نے کسی قدر جرات کی اور اپنے بھائی فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

کیا آپ نے ہمیں طلب کیا ہے اس پر فرولندہ کے بجائے اس کی ملکہ ازابیلا کہنے لگی دیکھ نویرہ اور میری بہن اربونہ ہم نے تم دونوں کو ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں بلایا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم دونوں ہمارے سامنے جھوٹ اور کذب سے کام نہیں لوگی۔ اس کے بعد ازابیلا نے اپنے پہلو میں خالی نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دونوں کو بیٹھنے کو کہا۔ جواب میں نویرہ اور اربونہ چپ چاپ بیٹھ گئی تھیں۔

میں تم سے ایک انتہائی اہم سلسلے سے متعلق سوال کرتی ہوں۔ جھوٹ مت کہنا۔ یہ بتاؤ کہ تم دونوں ایرولیس اور اس کے ساتھی برویلی کو پسند کرتی ہو جو اطلاع ہمیں ملی ہے اس کے مطابق نویرہ تم ایرولیس کو پسند کرتی ہو جبکہ اربونہ برویلی میں دلچسپی لیتی ہے۔ اب بولو میرے اس سوال کے جواب میں تم دونوں کیا کہتی ہو۔

اس موقع پر نویرہ اور اربونہ دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا ملکہ ازابیلا کے اس سوال پر ان دونوں کی حالت اذیت میں رچی زرد رتوں، اداس آنکھوں کی غمگین سمتوں، خستہ روحوں کی ٹوٹی شکستہ جیسی ہو کے رہ گئی تھی تھوڑی دیر تک وہ کوئی جواب نہ دے سکیں کمرے میں خاموشی طاری رہی اور اس خاموشی میں وہ دونوں یہ محسوس کر رہی تھیں گویا ان کی روح و جان میں دم بدم فاصلے بڑھنے لگے ہوں اور ان کے بدن کی دھجیاں اڑنے لگی ہوں۔ جب دونوں کچھ دیر تک خاموش رہیں تو اس بار فرولندہ پوچھنے لگا۔ تم آخر جواب کیوں نہیں دیتی ہو جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہو۔ سنو جو بھی فیصلہ کیا جائے گا اس میں تمہاری مرضی اور تمہاری رضامندی کو ترجیح دی جائے گی۔ تم دونوں بہنیں غور سے سنو۔ تھوڑی دیر پہلے راہب یولوچیس ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے ہم سے انکشاف کیا ہے کہ نویرہ ایرولیس اور اربونہ برویلی کو پسند کرتی ہے۔ اور دونوں چاہتی ہیں کہ ان کی اس محبت اور چاہت کی اطلاع ہم

رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر روطہ کی حالت ناچتی خوشیوں اور بکھرے اطمینان جیسی ہو کے رہ گئی تھی وہ جواب میں کچھ نہ کہہ پائی بس بھاگتی ہوئی وہ واپس چلی گئی تھی جبکہ رقیم بن خلاط کو ہستانی سلسلوں اور وادیوں میں پھیلتی ہوئی چاندنی میں اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ روطہ بھاگتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئی جس میں سوزان بیٹھی ہوئی تھی پھر وہ سوزان سے لپٹ گئی اور کہنے لگی مائیں امیر مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامند ہو چکے ہیں۔ روطہ کے اس انکشاف پر سوزان کے چہرے پر بھی گہری خوشیاں بکھر گئی تھیں دونوں ماں بیٹی تھوڑی دیر تک لپٹ کر اپنی خوشی کا اظہار کرتی رہیں پھر بستر میں گھس کر نیند سے بغلگیر ہونے لگی تھیں۔

☆.....☆

دونوں کو کی جائے۔ اسی بناء پر اس کی اطلاع یولو جیس نے مجھے کر دی اب میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ یولو جیس نے کہا ہے کیا یہ سچ ہے؟ اور تم دونوں نے ہی یولو جیس سے کہا تھا کہ تمہاری اس محبت اور چاہت کا ذکر مجھ سے اور از ایلا سے کیا جائے اور شاید تم دونوں نے ہی یولو جیس سے یہ کہا تھا کہ تمہاری اس محبت کا انکشاف یولو جیس ہی ایرو لیس اور یولی پر کرے۔ یولو جیس نے مجھے یہ بھی کہا ہے کہ ایرو لیس اور یولی کا یہ جواب ہے کہ اگر میری اور از ایلا کی رضامندی ہو تو وہ تم دونوں کو اپنانے کے لئے تیار ہیں۔ بتاؤ اس سلسلے میں تم کیا کہتی ہو اس موقع پر نویرہ اور اربونہ دونوں نے ایک بار پھر عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور نگاہوں ہی نگاہوں میں انہوں نے کوئی فیصلہ کیا اس کے بعد نویرہ نے ہمت کی اور اپنے بھائی فرولندہ اور بھانجہ از ایلا کی طرف دیکھے بغیر جواب دینے لگی۔

جو کچھ آپ نے پوچھا ہے اس کا جواب میں اور اربونہ سچ دیں گی جھوٹ نہیں بولیں گی۔ چاہے اس کے لئے آپ ہماری گردن کاٹنے کا ہی کیوں نہ حکم دے دیں۔ یہ حقیقت ہے اور سچائی ہے کہ میں ایرو لیس کو اور اربونہ یولی کو پسند کر چکی ہے اس لئے کہ ہمارے ساتھ ان دونوں کا کردار ہی ایسا تھا انہوں نے بالدی گوٹھ اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں ہماری جان اور عزت محفوظ کی اور بڑی عزت اور احترام کے ساتھ ہمیں یہاں تک لے کے آئے لہذا ان دونوں کی طرف ہمارا کھینچاؤ ایک قدرتی رد عمل ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نویرہ خاموش ہوئی تو فرولندہ اور از ایلا تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے ان دونوں کی نگاہوں میں اس سے سکون، خوشی اور مسکراہٹ بھری ہوئی تھی۔ پھر از ایلا جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔

سنو نویرہ اور اربونہ میری بہنو! اگر تم ایرو لیس اور یولی کو پسند کر چکی ہو تو کوئی تمہاری اس پسند کے اثر سے نہیں آئے گا۔ تمہیں حق دیا جاتا ہے کہ ایرو لیس اور یولی سے ملو اور ان کے ساتھ مل کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کرو۔ گو تم دونوں کا تعلق شاہی خاندان سے ہے۔ لیکن محبت ایسے کسی تعلق کو نہیں دیکھتی اگر تم ایرو لیس اور یولی کو ہی پسند کرتی ہو اور وہ تمہیں اپنانے کے لئے تیار ہیں تو ہم تمہیں ہر صورت میں ان سے بیاہ دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد از ایلا نے اپنے اس فیصلے کے تاثرات نویرہ اور اربونہ کے چہرے پر دیکھتے چاہے اس نے دیکھا نویرہ اور اربونہ دونوں ہی اس کے فیصلے سے کھلاتی شام میں افسانوں کے شہر، فروغ شب میں خیالوں کی سنہری کشتیوں جیسی شاداب اور خوش کن ہو گئی تھیں۔ لگتا تھا ان کی ساری خوشیاں ان کے چہرے پر جمع کر دی گئی ہوں۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے فرولندہ اور از ایلا دونوں بھی خوش ہو گئے تھے اس موقع پر فرولندہ مخاطب ہوا۔

سنو نویرہ اور اربونہ میری بہنو! میں جانتا ہوں کہ ایرو لیس اور یولی دونوں ہی حالات کے بدترین طوفانوں کے رخ جیسے شجاع، آف جہاں کی بدترین سمتوں جیسے دلیر اور تہذیب کے اہل سرطان جیسے بہادر ہیں لہذا اگر تم دونوں ایرو لیس اور یولی کو اپنی زندگی کی رفاقت کے لئے چن چکی ہو تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم جب چاہو ایرو لیس اور یولی سے مل سکتی ہو۔ جب چاہو تم دونوں ان کے ساتھ مل کر اپنی شادی کا معاملہ بھی طے کر سکتی ہو اس سلسلے میں میں اور از ایلا تم دونوں کو مکمل آزادی دیتے ہیں جب بھی وہ یہاں آئیں تو تم ان کے پاس ان سے ملنے جا سکتی ہو۔ یا یہاں سے وہ دور ہوں تب بھی تم ہمیں بتا کے جا سکتی ہو تم دونوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

فرولندہ کا یہ فیصلہ سننے کے بعد نویرہ اور اربونہ دونوں کے چہروں پر بے انتہا مسکراہٹیں پھیل گئی تھیں پھر وہ دونوں ایک دوسری کی طرف آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرتی ہوئی ایک ساتھ ملکہ از ایلا سے لپٹ گئی تھیں نویرہ نے ملکہ از ایلا کا دایاں اور اربونہ نے بایاں گال چوم لیا تھا اس موقع پر ملکہ از ایلا نے بھی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر نویرہ اور اربونہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا جب وہ علیحدہ ہوئیں تب فرولندہ دوبارہ کہنے لگا۔

دیکھو میری دونوں بہنو! یہ راہب یولو جیس بہت اچھا شریف النفس اور نیک انسان ہے اس نے نصرانیت کے فروغ کے لئے ایک اور کام کرنے کا بھی تہیہ کر لیا ہے اس نے مجھ سے اور از ایلا سے یہ اجازت طلب کی کہ کبھی کبھی اسے غرناطہ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ غرناطہ میں جو نصرانی ہیں وہ ان کی دیکھ بھال کر سکے ان کے حالات کا جائزہ لے سکے اور انہوں نے جو غرناطہ شہر کے اپنے محلے میں اپنے کلیسا بنا رکھے ہیں ان کی دیکھ بھال اور ان کے انتظامی امور کا جائزہ لے سکے۔

سنو میری دونوں بہنو! میں نے راہب یولو جیس کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہے میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ وہ جب چاہے میرے ایک نمائندے کی حیثیت سے غرناطہ جا سکتا ہے وہاں پر آباد نصرانیوں کے حالات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ سارے کلیساؤں کے انتظامی امور اور ان کے لئے خاطر خواہ اور مناسب امداد کا اعلان بھی کر سکتا ہے۔ جس قدر امداد کا وہ اعلان کرے گا وہ ساری رقم میں یولو جیس کو مہیا کروں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرولندہ کورک جانا پڑا اس لئے کہ اس کمرے کے پیچھے جو پردہ تھا اس کے پیچھے سے راہب یولو جیس مسکراتا ہوا نمودار ہوا اسے دیکھتے ہوئے نویرہ اور اربونہ چونک سی پڑی تھیں مسکراتے ہوئے راہب یولو جیس ان کے قریب آیا اور کہنے لگا۔

سنو میری دونوں بیٹیو! جو کام تم دونوں نے میرے ذمہ لگایا تھا وہ میں نے کر دیا ہے اب

میری دعا ہے کہ خداوند یسوع مسیح تم دونوں کو ایرولیس اور یوریلی کے ساتھ خوش و خرم رکھے دیکھو میری بچیو! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایرولیس اور یوریلی بے شک چرواہے کی لکین وہ تمہاری عزت کریں گے تمہارا احترام اپنے دل میں رکھیں گے اور تمہارے لئے وہ بہترین شوہر ثابت ہوں گے۔ اس لئے کہ ان دونوں کو میں ایک عرصہ سے جانتا ہوں۔ ان کی عادات ان کے کردار سے بھی اچھی طرح واقف ہوں میں سمجھتا ہوں ان دونوں سے بڑھ کر تمہیں کوئی شجاع اور بہادر شوہر نہیں مل سکتا۔

نورہ اور اربونہ شکر اندازی کے لئے یولویس سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ لیکن فرولندہ اور ملکہ ازابیلا کی موجودگی میں وہ کچھ بھی نہ کہہ پائیں بس آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے اپنی شکرگزاری اور ممنونیت کا اظہار کر دیا تھا پھر اس موقع پر فرولندہ بڑی خوش مزاجی میں راہب یولویس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مقدس باپ! میں سمجھتا ہوں آپ نے نورہ اور اربونہ دونوں ہی کی مشکل حل کر دی ہے اگر آپ ان کی دلی کیفیت کا ذکر مجھ سے اور ازابیلا سے نہ کرتے تو میں سمجھتا ہوں یہ دونوں بہنیں کبھی بھی ہمیں یہ نہ بتائیں کہ یہ ایرولیس اور یوریلی سے محبت کرتی ہیں ادھر ایرولیس اور یوریلی بھی اپنی کم مائیگی کی وجہ سے شاید اس بات کا ذکر نہ کرتے کہ وہ نورہ اور اربونہ کو اپنانا چاہتے ہیں بہر حال یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ آج سے نورہ ایرولیس کی اور اربونہ یوریلی کی امانت ہے۔ فرولندہ کے منہ سے یہ الفاظ سننے کے بعد نورہ اور اربونہ دونوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں انھیں اور کمرے سے بھاگتی ہوئی نکل گئی تھیں ان کے پیچھے پیچھے راہب یولویس بھی چلا گیا تھا۔

○

رقیم بن خلاط نے چند یوم تک ریوڑ کے ساتھ اپنے مسکن میں قیام کیا اس دوران اس نے سلطان ابوالحسن کی طرف سے ملنے والے قلعے حصن الرومان کے استحکامات کا جائزہ لیا جو کچھ اس نے ہسپانیہ کے مختلف شہروں سے حاصل کیا تھا جس میں خوراک اور حرب و ضرب کا سامان شامل تھا وہ سارا اس قلعے میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے قلعے کے اوپر بنے ہوئے برجوں کو بھی مضبوط کرنے کا حکم دیا اور اس کے لئے اس نے خاطر خواہ رقم بھی مہیا کی تھی۔ قلعہ حصن الرومان کے علاوہ جبل الجبل، جبل البشارات اور ان کی وادیوں میں جو جگہ جگہ حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لئے برج بنائے گئے تھے ان برجوں کے ساتھ مزید کچھ کمروں کا اضافہ کرنے کا حکم دیا تاکہ جنگ کی صورت میں ان برجوں کے ساتھ ملحقہ کمروں کا اضافہ کرنے کا حکم دیا تاکہ جنگ کی صورت میں ان برجوں کے ساتھ ملحقہ کمروں میں زیادہ لشکر

متعین کئے جاسکیں یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد رقیم بن خلاط اپنے لشکر اور ریوڑ کے ساتھ اپنے مسکن سے نکلا۔

مسکن سے نکل کر دریائے حدار کی طرف آنے کے بجائے وہ الٹی سمت سے نکلا۔ جبل الجبل سے نکل کر وہ البشارات کی وادیوں میں داخل ہوا۔ منذر بن طریف، مجاہد بن یوسف کے علاوہ ابن بار منصور بن نعمان بھی اس کے ہمراہ تھا۔ لشکر کو لے کر رقیم بن خلاط ریوڑ کے ساتھ جبل الجبل سے نکل کر بشارات کی وادیوں میں داخل ہوا۔ آہستہ آہستہ ریوڑ کو چراتے ہوئے وہ مالقہ شہر کی طرف گیا۔ کچھ دن یہاں اس نے قیام کیا پھر سمندر کے کنارے کنارے وہ کوہستانی پٹی اور ساحل کے درمیان درمیان اطرہ شہر کی طرف بڑھا۔ یہاں کچھ روز تک لشکر کے ساتھ اپنے ریوڑ کو وہ چراتا رہا۔ یہ ایک طرح سے دن گزارنے کا بہانہ تھا پھر اطرہ سے اس نے شمال کی طرف کوچ کیا اور اپنا پڑاؤ اس نے جبل آتش میں لگا دیا تھا۔

یہاں اس نے کچھ دن قیام کیا پھر نصرانیوں کے تہوار نیوٹی کے تین روز بعد جب شام ڈھل کر رات میں داخل ہوئی تب اپنے لشکر کو اس نے تین حصوں میں تقسیم کیا۔ لشکر کا ایک حصہ پڑاؤ کی حفاظت کے لئے رکھا گیا اور پڑاؤ میں لشکر کی کمانداری اور ریوڑوں کی حفاظت کے لئے منذر بن طریف کو چھوڑا گیا تھا۔ جبکہ لشکر کے باقی دو حصوں کو لے کر رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان کے ہمراہ جبل آتش سے دریائے حدار کے اس کنارے کی طرف کوچ کر گیا تھا جہاں اس نے سلطان ابوالحسن سے آملنے کا وعدہ کیا تھا۔

وہ تیز بارش کی رات تھی۔ رقیم بن خلاط اپنے لشکر اور اپنے نائب منصور بن نعمان کے ساتھ جس وقت دریا، حدار کے کنارے سلطان ابوالحسن کے لشکر سے تقریباً 5 میل کے فاصلے پر تھا تب دریائے حدار کے کنارے ایک شخص نے اپنے ہاتھوں میں مشعل بلند کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں رقیم بن خلاط کو رکنے کو اشارہ کیا۔

اپنے لشکر کے آگے رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان کے ساتھ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا جب اس شخص کے قریب آیا جس نے دریائے حدار کے کنارے مشعل بلند کر کے رکنے کا اشارہ کیا تھا تو رقیم بن خلاط نے دیکھا وہ اس کا جاسوس جابر بن بکر تھا جو قشتالیہ کی نصرانی سلطنت کے مرکزی شہر قرطبہ میں رقیم بن خلاط کے لئے راہب یولویس کے بھیس میں کام کرتا تھا۔ اس کے قریب آ کر رقیم بن خلاط نے اپنے لشکر کو اپنے پیچھے رک جانے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے سے اتر کر راہب یولویس کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ رقیم بن خلاط کو دیکھتے ہوئے منصور بن نعمان بھی اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور وہ بھی رقیم بن خلاط کے ساتھ جابر بن بکر کی طرف بڑھا تھا۔

رقیم بن خلاط جابر بن بکر کے بالکل قریب گیا جو راہب کے بھیس میں تھا تو اس نے دیکھا۔ جابر بن بکر کے پیچھے اور بھی راہب کھڑے تھے۔ جابر بن بکر کو وہاں دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط نے کسی قدر تعجب سے پوچھا جابر میرے بھائی تم یہاں۔ اس پر جابر بن بکر کہنے لگا۔ امیر محترم! میں جابر بن بکر کم اور راہب یو لو جیس زیادہ ہوں۔ راہب یو لو جیس کی حیثیت سے میں نے تختالیہ کے عیسائی حکمران فرولندہ سے ایک گزارش کی تھی کہ وہ مجھے کبھی کبھی غرناطہ جانے کی اجازت دے تاکہ وہاں جو عیسائی آباد ہیں اور جو کلیسا ہیں ان کے مفاد اور ان کے انتظامات کا جائزہ لے لیا کروں۔ اس پر فرولندہ اور ملکہ ازابیلا دونوں نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ میں جب چاہوں فرولندہ کے ایک نائب کی حیثیت سے غرناطہ جا کر کلیساؤں کا جائزہ لے سکتا ہوں۔ اس طرح امیر اب میں نے اپنی کارکردگی میں پہلے کی نسبت بہت وسعت پیدا کر لی ہے اور میں قرطبہ سے لے کر غرناطہ تک بلا جھجک آپ کے لئے کام کر سکتا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد جابر بن بکر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا پھر اپنے پیچھے سڑے ہوئے دونوں راہبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ امیر محترم! یہ آپ کے لشکر کے جاسوس ہیں۔ ان کی میرے ساتھ ملاقات الصخرہ کے نواح میں ہوئی تھی۔ ان کی زبانی مجھے پتہ چلا کہ آپ آج رات سلطان ابو الحسن کے ساتھ مل کر الصخرہ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ امیر محترم اگر ہم الصخرہ پر قبضہ کر لیں تو میں سمجھتا ہوں یہ فرولندہ کی عسکری طاقت پر ایک بہترین اور کاری ضرب ہوگی۔ میں اور آپ کے لشکر میں کام کرنے والے یہ دونوں راہب جاسوس اس وقت الصخرہ ہی سے آرہے ہیں۔ درجائے حدار کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے ہم پانچ میل پیچھے پہلے غرناطہ کے سلطان ابو الحسن کے لشکر کی طرف بڑھے تھے پھر یہ خدشہ ہوا کہ خواہ مخواہ میں وہاں مجھ سے پوچھ گچھ ہوگی لہذا لمبا چکر کاٹتے ہوئے میں آپ سے ملنے کے لئے اپنے ان دونوں ساتھیوں کے ساتھ ادھر آیا۔

امیر محترم! آپ سے ملنے کے بعد میں غرناطہ جاؤں گا۔ وہاں نصرانیوں کے محلے میں قیام کروں گا۔ غرناطہ شہر کے اندر جس قدر عیسائی ہیں ان کے بڑے بڑے سرکردہ لوگوں سے ملنے کے ساتھ ساتھ غرناطہ کے اندر جو کلیسا ہیں ان کے انتظامات کا بھی جائزہ لوں گا۔ اس کے بعد میں واپس قرطبہ چلا جاؤں گا۔ اس پر رقیم بن خلاط جابر بن بکر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

جابر میرے بھائی! اگر تم میرے لشکر کے ان دونوں جاسوسوں کے ساتھ الصخرہ شہر کی طرف سے آ رہے ہو تو بتاؤ وہاں کیا انتظامات ہیں۔ اس پر جابر بن بکر بڑی عاجزی میں بولا۔ امیر محترم! میں

ن تفصیل بتانے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ امیر محترم! فرولندہ نے غرناطہ پر حملہ آور ہونے کے لئے جس قدر عسا کر الصخرہ شہر میں جمع کرنے تھے وہ کر لئے ہیں۔ فرولندہ کا سپہ سالار اعلیٰ جس کا نام آگیلار ہے وہ چالیس ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ الصخرہ شہر اور اس کے ملے میں قیام کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ الصخرہ شہر اور قلعے کے اندر خوراک اور سامان حرب و حرب کے انبار لگا دیئے ہیں۔ یہ تو شہر کی اندرونی کیفیت ہے۔

امیر محترم! اب شہر کے بیرونی سمت کی طرف آئے۔ شہر کے مشرقی جانب فرولندہ کے لشکر کا بہترین حصہ پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ اس کے اس لشکر کا نام ہولی برادر ہڈ ہے۔ فرولندہ کے لشکر کے اس حصے کی کمانداری ہولی برادر ہڈ کا سالار گون سالود کر رہا ہے۔ جبکہ الصخرہ شہر کے مغرب کی جانب وہ لشکر پڑاؤ کئے ہوئے ہے جس کا نام سیون سسٹرز ہے اور اس کی کمانداری اس کا سالار شالیب کر رہا ہے۔ بس اس وقت یہی صورتحال ہے۔ میرے خیال میں فرولندہ کا سپہ سالار آگیلار اس انتظار میں ہے کہ یہ جو بارشیں شروع ہو گئی ہیں یہ ہمیں، زمین کچھ خشک ہو اس کے بعد وہ الصخرہ سے نکل کر غرناطہ کی حدود پر حملہ آور ہوا۔

جابر بن بکر سے یہ خبریں سننے کے بعد رقیم بن خلاط کے چہرے پر کسی قدر غضبناکی کے آثار نمودار ہوئے تھے پھر وہ کہنے لگا۔ دیکھ جابر میرے بھائی ہم فرولندہ اور اس کے سپہ سالاروں کو یہ موقع ہی نہیں دیں گے کہ بارشیں چھمیں، زمین خشک ہو اور وہ غرناطہ کی حدود پر حملہ آور ہو۔ اگر خداوند قدوس نے چاہا تو ہم آج رات بارش ہی میں الصخرہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گے۔ اب تم اپنی ہم پر روانہ ہو جاؤ میں اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھوں گا اور سلطان ابو الحسن کے لشکر سے جا ملوں گا۔ اس پر جابر بن بکر دائیں جانب مڑا اور دریائے حدار کو پار کر کے وہ غرناطہ کی طرف چلا گیا تھا جبکہ وہ دونوں راہب جو اس کے ساتھ تھے وہ رقیم بن خلاط کے لشکر میں شام ہو گئے تھے۔

رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کے لشکر کے قریب آئے تو سلطان ابو الحسن سلطان کے بھائی الزغل اور سپہ سالار الزجری نے اپنے لشکر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ ان کے ساتھ سلطان کے طلایہ گرد ستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن عطاش بھی تھا۔ سلطان ابو الحسن کے قریب جا کر رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ پھر سلطان ابو الحسن آگے بڑھا باری باری وہ ان دونوں سے بغلیں ہوا۔ اس کے بعد سلطان کا بھائی الزغل سپہ سالار الزجری اور احمد بن عطاش بھی رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان سے بغلیں ہو رہے تھے۔

اس موقع پر سلطان رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ غرناطہ کے چوپان! ہمیں تیرا ہی بڑی شدت سے انتظار تھا۔ گو میں نے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پڑاؤ کر رکھا ہے۔ پہلے میں چاہتا تھا کہ خیمے نصب نہ کئے جائیں لیکن تو دیکھتا ہے کہ بارش زور کی ہے۔ اس لئے مجھے مجبوراً اپنے لشکر کے لئے خیمے نصب کرنے پڑے۔ اس پر رقیم بن خلاط جواب میں کہنے لگا۔

سلطان محترم! اگر آپ میری بات مانیں تو ابھی اور اسی وقت لشکر کا پڑاؤ اٹھا لینا چاہئے۔ ہمیں اسی وقت الصخرہ شہر کی طرف بڑھنا چاہئے اور آدھی رات کے قریب ہمیں شہر پر اپنے حملے کی ابتدا کر دینی چاہئے۔

جہاں تک میرے جاسوسوں نے اطلاعات فراہم کی ہیں ان کے مطابق الصخرہ شہر اور قلعے کے اندر فرولندہ کا سپہ سالار آگیلا رچالیں ہزار کے لشکر کے ساتھ موجود ہے۔ شہر کے مغرب میں سیون سسٹرز کا لشکر ہے اور شہر کے شرقی حصے میں ہولی برادر ہڈ اپنے سالار رگون سالود کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ اس پر الزغل رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ رقیم میرے بھائی! کوچ کرنے سے پہلے ہمیں یہ طے کر لینا چاہئے کہ ہمارا دشمن پر حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل کیا ہوگا۔ اس پر رقیم بن خلاط نے پوچھا کیا آپ نے اس سے پہلے کوئی تجویز مرتب کی ہے۔ اس بار سلطان کے طلا یہ گردستوں کا سپہ سالار احمد بن عطاش بول پڑا۔

رقیم میرے بھائی! فرولندہ کے لشکروں کی جو ترتیب تم نے بتائی ہے بھی ترتیب ہمارے جاسوس بھی بتا چکے ہیں۔ آپ کی آمد سے پہلے ہم دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے ہی گفتگو کر رہے تھے۔ لیکن سلطان محترم کا یہ خیال تھا کہ رقیم بن خلاط آئے تو اس کے ساتھ مل کر لائحہ عمل طے کیا جائے کہ الصخرہ پر حملہ آور ہونے کے لئے کیا راستہ اختیار کیا جائے۔ اس پر رقیم بن خلاط ممنونیت میں بولا۔

سلطان محترم! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ مجھ ناچیز کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں۔ اگر میری مانیں تو آپ اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ ایک حصہ آپ اپنے پاس رکھیں دوسرا الزغل کی کمانداری میں دیں اور تیسرے کی کمانداری الزجری کے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ میں اور میرا ساتھی منصور بن نعمان رات کی تاریکی اور بارش میں فرولندہ کے لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہوں گے جو ہولی برادر ہڈ کہلاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس لشکر میں بڑے جانفروش اور بڑے متعصب نصرانی ہیں اور وہ ہر وقت اپنی جان کا نذرانہ صلیب کے لئے پیش کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ یہ بھی کہنا ہے کہ جنگ کے دوران یہ لوگ سروں پر کفن باندھتے ہیں اور فتح حاصل کئے بغیر پسپا نہیں ہوتے۔ سلطان محترم رات کی تاریکی میں میں دیکھوں گا کہ ہولی برادر ہڈ

فروشی میں آگے ہیں یا ہم اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے میں ان پر سبقت لیتے ہیں۔ سلطان محترم! جو لشکر آپ کے سپہ سالار الزجری کی کمانداری میں ہوگا یہ فرولندہ کے لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہوگا جس کا نام سیون سسٹرز ہے اور جو اس وقت الصخرہ شہر کے مغرب میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ سلطان محترم! میں نے الزجری کی بڑی تعریف سن رکھی ہے میری دعا ہے کہ خداوند قدوس اپنے مقصد میں اسے کامیاب و کامران رکھے۔

سلطان محترم! جہاں تک آپ اور محترم الزغل کے لشکروں کا تعلق ہوگا تو آپ اپنے لشکر کے ساتھ الصخرہ شہر کے جنوب میں رہیں جبکہ محترم الزغل اپنے لشکر کے ساتھ الصخرہ شہر کے شمال میں پڑاؤ کریں۔

آپ دونوں بھائی حملے کی ابتدا نہیں کریں گے حملے کی ابتدا میں اور الزجری ایک ساتھ کریں گے۔ ہم دونوں کے لئے یہ اشارہ کافی ہوگا کہ مشرق کی طرف سے میں چلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں چھوڑوں گا جو الزجری کے لئے اشارہ ہوگا کہ اب حملہ کر دینا چاہئے۔ لہذا میں ہولی برادر ہڈ اور الزجری سیون سسٹرز پر ایک ساتھ حملہ آور ہوں گے اور ہماری کوشش ہوگی کہ ان دونوں لشکروں کو مکمل طور پر پچس کر رکھ دیں۔

سلطان محترم! ان دونوں لشکروں کا صفایا کرنے کے بعد میں اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ آپ سے آن ملوں گا جبکہ الزجری سیون سسٹرز کا خاتمہ کرنے کے بعد محترم الزغل سے آن ملے گا۔ اس کے بعد رات ہی کی تاریکی اور بارش میں ہم شہر کی فسیل پر حملہ آور ہوں گے اور فسیل پر چڑھ کر شہر کے دروازے کھولنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس مقصد میں ہم پوری طرح کامیاب اور کامران رہیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط خاموش ہوا تب سلطان ابو الحسن تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا۔ اس دوران سلطان کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بھی تھی۔ پھر وہ اپنے سامنے کھڑے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز ساتھیو! کیا تم میں سے کسی کو رقیم بن خلاط کی اس تجویز پر اعتراض ہے۔ اس پر سلطان کے بھائی الزغل، سپہ سالار الزجری نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا اس کے بعد الزغل نے جواب دیا۔ سلطان محترم! میرا خیال ہے کہ رقیم بن خلاط کی یہ تجویز بہترین اور قابل عمل ہے۔ اگر ہم اسے عملی جامہ پہنائیں تو یقیناً ہم رات کی تاریکی ہی میں الصخرہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ سکتے ہیں۔ سلطان محترم! ایک بار آج رات کی تاریکی میں ہم الصخرہ شہر کو فتح کر لیں تو قشتالیہ کی نصرانی سلطنت میں مغرب سے مشرق اور جنوب سے شمال تک صف ماتم بچھ جائے گی۔

الزغل کی اس گفتگو کے بعد سلطان نے ایک عزم، شفقت اور ہمدردی میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا۔ پھر سلطان نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا اگر یہ معاملہ ہے تو لشکر کو کوچ کا حکم دیا جائے اور الصخرہ کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ سلطان کا حکم سنتے ہی آن کی آن میں دریائے حدار کے کنارے سے پڑاؤ اٹھالیا گیا تھا پھر متحدہ لشکر الصخرہ کی طرف بڑھا تھا۔

الصخرہ شہر کے قریب جانے کے بعد ایک بار پھر رقیم بن خلاط نے اپنے قریب ہی گھوڑے پر سوار سلطان ابوالحسن کو مخاطب کر کے کہا۔ سلطان محترم۔ اب الصخرہ شہر یہاں سے صرف چند میل آگے رہ گیا ہے۔ میری ایک مزید تجویز یہ ہے کہ میں اپنے لشکر کے ساتھ یہیں رکتا ہوں۔ الزجری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ لہا چکر کا نٹا ہوا جنوب کی طرف چلا جائے اور سیون سسز کے لشکر سے کم از کم دو میل دور اپنے لشکر کو روکے۔ وہاں پہنچنے کے بعد یہ فضا میں جلتے پردوں کا تیر مارتے ہوئے اشارہ دے گا کہ یہ وہاں پہنچ چکا ہے جبکہ آپ بھی الزجری کے ساتھ چکر کاٹتے ہوئے الصخرہ شہر کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ رکیں۔ دوسری طرف محترم الزغل بھی ایسا ہی کریں۔ وہ بھی یہاں سے چکر کاٹتے ہوئے دور شمال کی طرف جائیں اور چند میل دور شہر کے شمال میں رکیں۔ جب میں اور الزجری حملے کی ابتدا کر دیں گے تب آپ دونوں بھائی اپنے اپنے لشکروں کو لے کر تیزی کے ساتھ آگے بڑھیں گے۔ ایک طرف سے الصخرہ شہر کا شمال اور جنوب کی طرف سے محاصرہ کر لیں گے۔ سلطان محترم! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت میں ہولی برادر ہڈ اور الزجری سیون سسز پر حملہ آور ہوں تو فرولندہ کا سپہ سالار اعلیٰ آگیار اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے نکل کر ہولی برادر ہڈ یا سیون سسز کی مدد کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو آپ شہر کے شمال اور جنوب کی طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے شہر کی فصیل پر متعینہ محافظوں پر تیز تیر اندازی کریں گے۔ آپ کے ایسا کرنے سے فرولندہ کا سپہ سالار آگیار شہر سے باہر نکل کر سیون سسز اور ہولی برادر ہڈ کی مدد کرنا چاہے گا تو اسے یہ احساس ہو جائے گا کہ اگر اس نے شہر کے مشرق یا مغرب سے باہر نکل کر جنگ میں حصہ لینے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے کہ جنوب اور شمال کی طرف سے جو لشکر حملہ آور ہو رہے ہیں وہ شہر میں داخل ہو جائیں اور شہر فتح کر لیں۔ لہذا میرے خیال میں وہ شہر کے اندر محصور رہ کر ہی شہر کا دفاع کرنے کی کوشش کرے گا۔

رقیم بن خلاط کی اس تجویز کو سلطان ابوالحسن نے بے حد پسند کیا اس کے بعد اس پر عمل کرتے ہوئے رقیم بن خلاط وہیں رک گیا۔ سلطان ابوالحسن اور الزجری جنوب کی طرف چلے گئے تھے جبکہ سلطان کا بھائی الزغل اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف جا رہا تھا۔

سیاہ کالی رات اڑدھوں کی طرح بھاگتی ہوئی جا رہی تھی۔ تیز بارش نے گرد و غبار کو دلدل بنا کر رکھ دیا تھا۔ ہر شے ہر چیز اجالے کے لئے سحر کی تلاش میں تھی۔ ہر سو ہر طرف موجوں کے سینوں، بے نام انجان جزیروں، پرانی تہذیب کے ساحلوں جیسی خاموشی تھی۔ لگتا تھا وقت کے اودھے ساگر میں ہر چیز محدود رتوں کی رنگ آلودی اور فضاؤں کے گھنے عذاب میں ڈوب کر رہ گئی ہو۔

ایسے بجھے بجھے خمار شب اور جنس زدہ سوچوں جیسے ماحول میں رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ صفحہ دوران پر انک کے خون پھیلاتے، رقص شر کر کرتے، رشتوں کی پہچان بھلا دینے والے طوفانوں اور ان گنت تاک میں بیٹھے درندوں کی طرح دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

الصخرہ شہر کے مشرق میں ہولی برادر ہڈ کے لشکر کے قریب جا کر رقیم بن خلاط نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا۔ پھر اپنے پہلو میں سوار وہ منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ منصور میرے بھائی! ہم یہیں رک کر الزجری کے اشارے کا انتظار کریں گے۔ حملے کی ابتدا کرنے سے پہلے میری بات غور سے سنو۔ حملے کے وقت لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ دائیں جانب سے میں اور بائیں جانب سے تم ہولی برادر ہڈ کے لشکر پر حملہ آور ہو گے اور اپنی پوری جانفشانی اور ایثار کے ساتھ اس لشکر کی فتح و بن کو ادھیر کر رکھ دینا ہے۔

رقیم بن خلاط یہیں تک کہنے پایا تھا کہ دور مغرب میں فضاؤں کے اندر جلتے ہوئے پردوں کا ایک تیر فضا میں بلند ہوا تھا۔ یہ رقیم بن خلاط کے لئے الزجری کا ایک اشارہ تھا کہ وہ اپنے مقام پر پہنچ چکا تھا۔ عین اسی وقت رقیم بن خلاط نے جلتے ہوئے پردوں کا ایک تیر فضا میں بلند کر دیا جو الزجری کو اشارہ تھا کہ وہ حملہ آور ہونے لگا ہے۔ پھر رقیم بن خلاط جدبے کے انداز میں اپنے گھوڑے کی زین کے ہنے پر جھک گیا اور انتہائی انکساری سے وہ اپنے خداوند کے حضور دعا مانگ رہا تھا۔

اے خداوند عظیم اس سے پہلے میں ایک بنجارے ایک چرواہے کی حیثیت سے ہسپانیہ کے اندر بے کس مسلمانوں کے دامن میں پھول بھرتا رہا۔ اہل جفا پر عتاب اور ستم کشوں کے لبو پر

نزول کرتا رہا۔ اے اللہ آج یہ پہلا موقع ہے کہ میں اپنے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے اپنی مسلم قوم اور ملت کی خاطر دشمنوں کے خلاف برسرِ پیکار ہونے لگا ہوں۔

خداوند عظیم یہ پہلا موقع ہے کہ میں ایک کمانداری کی حیثیت سے خون کی تجارت کرنے والوں، معصوم بلیتے بچوں کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرنے والوں اور ہونٹوں پر پہرہ لگانے والوں کے خلاف حرکت میں آ رہا ہوں۔ خداوند عظیم تو چاہے تو آنکھیں زبان بن جائیں اشک دکھ کے سارے افسانے ہی کہہ ڈالیں۔

اے خداوند قدوس تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں نقش کف پائے رفتگان بن کر اپنے در و دیوار پر تہا یکے زنگ کو دور کروں۔ تو مجھے اس قابل بنا کہ میں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کے نعرے بلند کرتا ہوا خاموشی کے قفل توڑوں۔ اے خداوند قدوس تو مجھے دور افتادہ کہکشاؤں میں نوری سالوں کے سفر جیسی کامیابی عطا فرما۔

یہاں تک عاجزی کے ساتھ دعا مانگنے کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ رات کی تاریکی میں پہلو میں اپنے گھوڑے پر سوار منصور بن نعمان نے دیکھا کہ رقیم بن خلاط کی آنکھیں انگبار تھیں اور ہونٹ کپکپا رہے تھے پھر اس نے ملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ایک حصہ رقیم بن خلاط کی کمانداری میں دوسرا منصور بن نعمان کی ماتحتی میں رہا پھر رقیم بن خلاط ہولی برادر ہڈ کے لشکر کے دائیں طرف وقت کی کالی سیاست میں بے ریا دکھ، نفرت کے جہنم اور تشنگی کے طوفان کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ عین اسی وقت منصور بن نعمان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہولی برادر ہڈ کے لشکر کے بائیں جانب بکھرے حروف تلاش کرتے بنجارے، دیار خاک کی گلیوں میں نایافت معافی کی جستجو کرتے چرواہے اور آفت جاں کے سیلاب کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جس وقت رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان ہولی برادر ہڈ پر حملہ آور ہوئے تھے عین اسی وقت الزجری اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور آتش پنہاں کے شراروں اور کوہستانوں کو جھلساتی برق اور خواہشوں کے طوفان کی طرح الصخرہ شہر کے مغرب میں سیون سسز نام کے نصرانی لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

رات کی گہری تاریکی اور برستی بارش میں الصخرہ شہر کے مغرب اور مشرق دونوں سمت ایک خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سیون سسز اور ہولی برادر ہڈ دونوں لشکروں کے افراد سردی اور بارش میں گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ وہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ سلطان ابوالحسن ان حملہ آور ہونے میں پہل کر دے گا۔ وہ تو الصخرہ شہر پر پڑاؤ کئے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ کب انہیں حکم ملتا ہے اور وہ پیش قدمی کرتے ہوئے غرناطہ کی حدود میں داخل ہو کر قتل

غارتگری اور لوٹ مار کا کھیل شروع کرتے ہیں۔

لیکن رات کی تاریکی بارش اور گہری خاموشی میں ہولی برادر ہڈ رقیم بن خلاط اور سیون سسز پر الزجری اپنے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوئے تب ہولی برادر ہڈ اور سیون سسز دونوں میں قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ دونوں لشکروں کے افراد بارش اور سردی کے باعث اپنے خیموں میں دیکے ہوئے تھے۔ بس اسی حالت میں رقیم بن خلاط اور الزجری نے ان پر شجون مارا اور ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

شہر کے اندر فرواندہ کے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے ہولی برادر ہڈ اور سیون سسز پر شجون مارا ہے تو وہ بڑا برہم اور غضبناک ہوا۔ اپنے جملہ چالیس ہزار کے لشکر میں سے دس ہزار کا لشکر اس نے لیا اور شہر سے باہر نکلا۔ وہ شہر کے مغربی جانب نکلا تھا اور چاہتا تھا کہ سیون سسز کی مدد کرتے ہوئے الزجری پر حملہ آور ہو اور اسے پسپا کر کے اس کا خونی تعاقب شروع کرے۔

لیکن اسی دوران تک سلطان ابوالحسن کے بھائی الزغل کو بھی فرواندہ کے سپہ سالار آگیلار کے ان ارادوں کا علم ہو چکا تھا۔ لہذا آگیلار جب دس ہزار کے لشکر کو لے کر الزجری کے مقابلے پر آیا تو پشت کی طرف سے الزغل نے اپنے حصے کے ساتھ اس خونخواری سے اس جراتمندی سے حملہ کیا کہ الزغل نے آگیلار کے دس ہزار کے لشکر کو بدترین شکست دی۔ آگیلار شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ وہ واپس شہر کی طرف نہیں جاسکتا تھا اس لئے کہ شہر کی طرف واپسی کے راستے الزغل نے بند کر دیئے تھے۔ دوسری طرف جب شہر کے محافظوں کو خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے آگیلار پر بھی حملہ کر دیا ہے تو انہوں نے شہر کا دروازہ بند کر لیا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ شہر کے مغرب میں سیون سسز اور آگیلار کے لشکر پر ایک طرف سے الزجری اور دوسری طرف سے الزغل جان لیوا حملے کر رہے تھے اور ان حملوں میں الزجری اور الزغل نے دونوں طرف سے سیون سسز اور آگیلار کے لشکر کا اچھی طرح سے قتل عام کیا اور ان کی تعداد کو آدھے سے بھی کم کر دیا۔ آگیلار اور سیون سسز کے سالار ثنابل نے جب یہ صورتحال دیکھی تو وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قرطبہ کی طرف چلے گئے تھے۔ شہر کے شرقی جانب رقیم بن خلاط اور اس کے نائب منصور بن نعمان نے بھی آگ اور موت کا کھیل شروع کر رکھا تھا ان کے تیز اور جان لیوا حملوں کے باعث ہولی برادر ہڈ کے لشکر میں کچھ ایسی حالت پیدا ہو گئی تھی جیسے جنگ کے بجائی اپنے گرم نختوں سے طریف مرگ بونے لگی ہو۔ جیسے مقدرات میں مقل کی ویرانیاں اور رات کی کرچیوں میں پرانے مملوں کے نوے گوئج اٹھے ہوں۔ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کے اس شب خون کے باعث لگتا تھا ہواؤ ہوس

کے گھنگور بادلوں کے باعث روشنی روشنی کو اندھیرا اندھیرے کو اور جوہر کو کانٹے لگ گیا ہو۔ ہولی برادر ہڈ کا لشکر بھی رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا۔ ان کے اندر جس وقت پسائی کے آثار پیدا ہو رہے تھے اسی وقت خبر پہنچی کہ الصخرہ شہر کے مغرب میں سیون سسز پر بھی شیون مارا گیا ہے اور سیون سسز کا سپہ سالار اپنے بچے بچے لشکر کو لے کر قرطبہ کی طرف بھاگ گیا ہے۔ یہ خبر ہولی برادر ہڈ کے لئے جان لیوا تھی۔ ان کی رہی سہی امیدیں بھی ختم ہو گئیں۔ لہذا ہولی برادر ہڈ کا سپہ سالار گون سالود بھی بچے بچے لشکر کو لے کر قرطبہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔

رقیم بن خلاط نے رات کی تاریکی اور بارش میں اپنے آگے بھاگنے والے ہولی برادر ہڈ کے لشکر کا تعاقب کیا پھر وہ ان کے پڑاؤ میں آیا۔ پڑاؤ کی ہر چیز پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکر اور سارے سامان کے ساتھ الصخرہ شہر کے جنوب میں اس مقام کی طرف چلا گیا تھا جہاں سلطان ابو الحسن نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ سلطان ابو الحسن اپنے لشکر کے ساتھ الصخرہ شہر کی فصیل سے اس قدر دور تھا جہاں تک الصخرہ شہر کی فصیل سے چلائے جانے والے تیر نہ پہنچ سکیں۔ رقیم بن خلاط جب سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ سلطان اپنے لشکر کے آگے مستعد اور تیار کھڑا تھا اور اس نے بارش سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو ایک ایسی پوشتین میں چھپا رکھا تھا جس کا اوپر کا حصہ چمڑے کا تھا۔ سلطان کے قریب آ کر رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں رک گئے اس موقع پر سلطان ان دونوں کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ان سے پہلے رقیم بن خلاط بول پڑا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم! الصخرہ شہر کے شرق میں میں نے ہولی برادر ہڈ کو بدترین شکست دی ہے۔ میں نے ان میں سے اکثر کو تہ تیغ کر دیا ہے اور باقی اپنی جان بچا کر قرطبہ کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ سلطان محترم! میں دوسری خوشخبری آپ سے یہ کہوں کہ الصخرہ شہر کے مغرب میں الزجری نے بھی سیون سسز کو بدترین شکست دی ہے اور سیون سسز کا بچا کچا لشکر بھی قرطبہ کی طرف بھاگ نکلا تھا۔

سلطان محترم! تیسری خوشخبری یہ ہے کہ جس وقت میں نے ہولی برادر ہڈ اور الزجری نے سیون سسز پر حملہ کیا اس وقت فرولندہ کا سپہ سالار اعلیٰ آگیلار دس ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ الصخرہ شہر سے نکلا تھا اور مغرب کی طرف الزجری کے مقابلے میں سیون سسز کی مدد کو پہنچا تھا۔ لیکن سلطان محترم! اس موقع پر آپ کے برادر الزغل نے بہترین شجاعت بہترین دانشمندی اور دور اندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے پشت کی طرف سے آگیلار پر حملہ کر دیا۔ الزغل

کا یہ حملہ ایسا زور دار اور خوفناک تھا کہ اپنے پہلے ہی حملے میں الزغل نے آگیلار کو شکست دی۔ یوں الزغل اور الزجری کے مشترکہ حملوں کے سامنے آگیلار اور سیون سسز کے سالار شالیب کی کچھ نہ چلی اور دونوں بچے بچے لشکر کے ساتھ قرطبہ کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ خود شالیب اور آگیلار بھی الزجری اور الزغل کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد قرطبہ کی طرف بھاگ چکے ہیں۔

رقیم بن خلاط سے یہ ساری خبریں سن کر سلطان ابو الحسن کے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی تھی اس موقع پر وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی وقت الزغل اور الزجری بھی وہاں پہنچ گئے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے سلطان کی خوشی میں مزید اضافہ ہوا پھر سلطان نے الزجری اور اپنے بھائی الزغل کو دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میرے دونوں عزیزو! تمہاری آمد سے پہلے رقیم بن خلاط مجھے تمہاری ساری کارگزاری سے مطلع کر چکا ہے سنو میرے ساتھیو! میرے لئے یہ امر باعث اطمینان ہے کہ جہاں تم دونوں نے مل کر سیون سسز اور آگیلار کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے وہاں رات کی تاریکی میں رقیم بن خلاط نے ہولی برادر ہڈ کے لشکر کو تہ تیغ کر کے قرطبہ کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ میرے عزیز! الصخرہ شہر کے نواح میں رات کی تاریکی میں دشمن کے خلاف ہماری شاندار فتح ہے۔ اب صبح ہونے سے پہلے پہلے ہمیں الصخرہ شہر پر حملہ آور ہو کر شہر پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ میں تمہیں شہر سے باہر شاندار کامیابیاں حاصل کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں امید ہے کہ اگر خداوند نے چاہا تو سورج طلوع ہونے تک میں تمہیں اس شہر کی فتح کی بھی خوشخبری سناؤں گا۔

اب جبکہ تم سب سالار میرے پاس جمع ہو تو بتاؤ الصخرہ شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے کیا طریقہ کار استعمال کرنا چاہئے اس پر الزغل رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ رقیم میرے بھائی پہلے تم کہو۔ مجھے امید ہے کہ تم کوئی اچھی تجویز بتاؤ گے اگر تمہاری تجویز اچھی ہوئی تو میں تمہاری ہاں میں ہاں ملاؤں گا اور اگر مجھے پسند نہ ہوئی تو پھر میں اپنی طرف سے تجویز پیش کروں گا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا۔

سلطان محترم! میں چاہتا ہوں کہ محترم الزغل اور الزجری اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے شمالی حصے کی طرف چلے جائیں اور شہر پر زوردار حملہ کر دیں اپنے کچھ ساتھیوں کو گھات میں بٹھادیں اور ان کے ذریعے شہر کی فصیل اور برجوں پر تیز تیر اندازی کرائیں اور کچھ لشکری بار بار اپنے سروں پر اپنی ڈھالیں رکھتے ہوئے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں۔

سلطان محترم! یہ لشکری فصیل پر نہ چڑھیں بلکہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ وہ فصیل پر چڑھ کر شہر پر قبضہ کرنے کے درپے ہیں۔ اس طرح اگر الزغل اور الزجری دونوں مل کر شہر کے

جو محافظ لشکر موجود تھا اس کا بہت بڑا حصہ شمال کی طرف بیٹھا تھا تاکہ شمال کی طرف سے ہونے والے حملے کو روکا جاسکے تاہم لشکر کے کچھ حصے جنوب، مشرق اور مغرب میں بھی متعین کئے گئے تھے۔

○

رات اب اپنے اختتام کے قریب پہنچ چکی تھی۔ بارش تھمتی دکھائی دے رہی تھی۔ آسمان پر جگہ جگہ سے بادلوں کے پھٹنے کا عمل بھی شروع ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ جس وقت الزغل اور الزجری نے شہر پر حملے کی ابتداء کی اس وقت تک بارش رک چکی تھی اور مشرق کی طرف سے سفیدہ سحر نمودار ہو رہا تھا۔

جس وقت شمال کی طرف سے الزغل اور الزجری کے سپاہیوں نے حملہ آور ہوتے ہوئے عکبیر بن یزیدنا شروع کی تب رقیم بن خلط حرکت میں آیا اور اپنے سامنے کھڑے سلطان ابو الحسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! الزغل اور الزجری دونوں نے مل کر الصخرہ شہر کے شمالی حصے پر حملہ کر دیا ہے اب ہمیں بھی اپنی کارروائی کی ابتدا کر دینی چاہئے۔ سلطان محترم! آپ اپنے لشکر کو تھوڑا آگے بڑھائیں۔ بارش اب تھم چکی ہے جوں جوں آپ آگے بڑھیں گے چڑھائی آئے گی لہذا آپ کو کہیں بھی پانی کھڑا دکھائی نہ دے گا۔

لشکر کو آگے لے جانے کے بعد آپ اپنے لشکر کو زمین پر بٹھادیں۔ اپنے لشکر کی اگلی صفوں کو حکم دیں کہ وہ اپنے سامنے اپنی ڈھالیں رکھیں تاکہ اگر الصخرہ شہر کی فصیل کے اوپر سے ان پر تیر اندازی کی جائے تو ان کے تیر ہمارے سپاہیوں کی ڈھالوں پر آکر لگیں جبکہ اپنے لشکر کی پچھلی صفوں کو حکم دیں کہ وہ شہر کی فصیل اور برجوں پر اندھا دھند تیر اندازی کریں۔ یہ انتہائی تیز تیر اندازی ہونی چاہئے اور اس میں زیادہ تر نشانہ برجوں کو بنانا چاہئے۔ فصیل کے باقی حصے کو ترک کر دینا چاہئے تاکہ فصیل کے اسی حصے سے میں اپنے لشکر کے ساتھ اوپر چڑھنے کی کوشش کروں۔

اس پر سلطان ابو الحسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سن غرناطہ کے چوپان! میں تمہارے سارے لائحہ عمل کو سمجھ چکا ہوں۔ اب تم اپنے کام کی ابتدا کرو۔ میں اپنے کی ابتدا کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی شہر کی فصیل پر چڑھ کر حملہ آور ہونے کے لئے رقیم بن خلط اور منصور بن نعمان اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھے تھے۔ سلطان نے بھی اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر طے شدہ تجویز کے مطابق سلطان نے اپنے لشکر کو آگے بٹھا دیا۔ اگلی صفوں نے اپنے سامنے ڈھالیں رکھ لیں تھیں جبکہ پچھلی صفوں کے سپاہیوں نے اپنے ترکش اپنے پہلو میں رکھتے ہوئے

شمال میں شہر کے اندر موجود لشکر اور دیگر مسلح جوانوں کو اپنے ساتھ الجھائے رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں میں جنوب کی طرف سے حملہ آور ہو جاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ میں فصیل پر چڑھ کر شہر کا جنوبی دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس طرح شہر کا دروازہ کھلنے کے بعد آپ بھی شہر میں داخل ہو جائیں ساتھ ہی الزغل اور الزجری کو بھی اطلاع کر دیں وہ بھی شمال کی طرف سے حملہ ترک کر کے جنوب کی طرف آئیں اور آپ کے ساتھ شہر میں داخل ہو جائیں اس لئے کہ جب ہمارا لشکر شہر میں داخل ہوگا تو شہر کے اندر سارا لشکر ہم پر ٹوٹ پڑے گا۔ اور ہمیں شہر سے نکالنے کی کوشش کرے گا اس صورتحال میں ہمیں اپنی ساری قوت کو یکجا کر کے دشمن پر ٹوٹ پڑنا چاہئے۔

رقیم بن خلط جب خاموش ہوا تب الزغل کہنے لگا۔ رقیم میرے بھائی! یہ ایک بہترین تجویز ہے مجھے امید ہے کہ اس پر عمل کر کے ہم سورج طلوع ہونے تک الصخرہ شہر پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ الزغل کے بعد سلطان ابو الحسن نے اپنا فیصلہ دیا۔

رقیم بن خلط کی یہ تجویز واقعی قابل عمل ہے اور اب ہمیں اس پر عمل کرنے کی ابتدا کر دینی چاہئے۔ اس پر الزجری کہنے لگا۔ سلطان محترم! میں اور الزغل ابھی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ الصخرہ شہر کے شمال میں چلے جاتے ہیں اور ہم جاتے ہی وہاں پر حملہ کر دیں گے۔ ہمارے حملہ کرنے سے شہر کے اندر جو نصرانی لشکر ہے وہ سمٹ کر شمالی سمت چلا جائے گا۔ لہذا آپ کو جنوب کی طرف سے حملہ آور ہونے میں آسانی رہے گی۔ سلطان نے اس تجویز سے اتفاق کیا جس کے جواب میں الزغل اور الزجری اپنے لشکروں کو لے کر شمال کی طرف چلے گئے تھے۔

الصخرہ شہر کے شمال میں جانے کے بعد الزغل اور الزجری نے اپنے لشکریوں کو کچھ اور پانی سے بچاتے ہوئے ایک جگہ پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ پڑاؤ سے تھوڑا سا آگے دونوں نے اپنے لشکر کے بہترین تیر اندازوں کو ڈھالوں کی اوٹ میں بٹھا دیا تھا اور کچھ لشکریوں کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ وہ بار بار آگے بڑھتے ہوئے اللہ و اکبر کے نعرے پوری آوازوں سے بلند کرتے ہوئے شمال کی فصیل پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں اور دشمن کی تیر اندازی سے بچنے کے لئے اپنے سروں پر ڈھالیں جمائے رہیں اور یہ کہ بار بار برسوں کی سیڑھیاں پھینکتے ہوئے دشمن پر یہ ظاہر کریں کہ وہ فصیل پر چڑھ کر شہر کو فتح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد الزغل اور الزجری کے لشکر کی حرکت میں آئے اور پوری قوت سے انہوں نے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

الصخرہ شہر پر جب شمال کی طرف سے الزغل اور الزجری نے حملہ شروع کئے تو شہر کے اند

کمانیں سنبھالی تھیں تاکہ الصخرہ شہر کی فصیلوں پر تیر اندازی کر سکیں۔

سارے انتظامات ہونے کے بعد رقیم بن غلاط شہر کی فصیل کے قریب آنے کے بعد رکا اور اپنے پہلو میں منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ منصور میرے بھائی! جو لشکر اس جنگ میں تیری کمانداری میں رہا ہے وہ اب بھی تیری ہی کمانداری میں رہے گا اور جو لشکر اس سے پہلے میرے ساتھ کام کرتا رہا ہے میں اسے لے کر شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کروں گا۔ دیکھ میرے بھائی عیرایہ کام ہو گا کہ وہ لوگ جو شہر کی فصیل کے برجوں سے باہر نکل کر ہم پر تیر اندازی کرنے کی کوشش کریں تم ان پر تیر برسانا اور ان کا خاتمہ کرتے رہنا اس طرح مجھے فصیل پر چڑھنے میں آسانی رہے گی۔ منصور بن نعمان نے رقیم بن غلاط کی اس تجویز سے اتفاق کیا اس کے بعد رقیم بن غلاط اپنے حصے کے لشکر کو لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

رات کی تاریکی میں رقیم بن غلاط نے اپنے لشکر کے ساتھ ل کر شہر کی فصیل پر رسوں کی بیڑھیاں پھینک دی تھیں۔ پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے ان بیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھنے لگا تھا۔

فصیل کے اوپر جو محافظ تھے انہیں بھی خبر ہو گئی تھی کہ شہر کے شمال پر حملہ آور ہونے کے بعد دشمن جنوب کی طرف سے فصیل پر چڑھنا شروع ہو چکا ہے۔ لہذا انہوں نے شور کرنا شروع کر دیا تاکہ شمال کی طرف سے کچھ لشکر سمٹ کر ان کی مدد کو پہنچ سکیں۔ اس کے علاوہ قریبی برجوں سے سپاہیوں نے باہر نکل کر جب رقیم بن غلاط کے لشکر پر تیر اندازی کرنا چاہی تو اس موقع پر منصور بن نعمان اور خود سلطان ابوالحسن کے تیر اندازوں نے اپنی تیر اندازی کے ایسے جوہر دکھائے کہ جو بھی الصخرہ کا محافظ برجوں سے نکل کر رقیم بن غلاط اور اس کے ساتھیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا اسے تیروں سے چھید کر رکھ دیا گیا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے الصخرہ شہر کی فصیل کے محافظ برجوں تک محدود ہو کر رہ گئے تھے اور برجوں کے اندر بھی وہ اپنی مرضی کے اور خواہش کے مطابق تیر اندازی نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ جوئی کوئی اپنے جسم کا حصہ باہر نکالتا اور رقیم بن غلاط اور اس کے ساتھیوں پر تیر اندازی کرنے کی کوشش کرتا منصور بن نعمان اور سلطان کی طرف سے سناتے ہوئے تیر آتے اور انہیں چھیدتے ہوئے نکل جاتے تھے۔ اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رقیم بن غلاط رسوں کی بیڑھیوں کے ذریعے اپنے سارے لشکر کو لے کر فصیل پر چڑھ گیا تھا۔

رقیم بن غلاط جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر کی فصیل پر چڑھ گیا تو برجوں کے اندر سے اور شہر کی سمت سے ایک شور اور واویلا اٹھ کھڑا ہوا۔ شہر کی طرف سے مسلح لوگ رقیم بن غلاط کی راہ روکنے کے لئے بڑی تیزی سے فصیل پر چڑھنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ جو لشکر شہر کے شمال

حصے میں الزغل اور الزجری کے ساتھ مصروف جنگ تھے ان تک بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ جنوب کی طرف سے دشمن کے لشکر کا ایک حصہ شہر کی فصیل پر چڑھ چکا ہے۔

اس خبر پر جو لشکر اس وقت شمال میں بھر پور جنگ میں حصہ لے رہا تھا اس نے اپنی تعداد آدمی کر دی۔ آدھا حصہ شمال ہی میں رہا اور اس نے الزغل اور الزجری کو اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھا۔ باقی آدھا حصہ بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھا تھا تاکہ رقیم بن غلاط اور اس کے ساتھیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں فصیل سے اتر جانے پر مجبور کیا جائے۔

سورج اب مشرق سے طلوع ہو رہا تھا۔ آسمان پر پھیلے بادل جن کی وجہ سے رات بھر بارش ہوتی رہی تھی اب جگہ جگہ سے پھٹے پرانے کپڑے جیسی صورت اختیار کر چکے تھے۔ سورج طلوع ہونے کی وجہ سے ہر چیز نمایاں ہو گئی اور فصیل کے اوپر سے الصخرہ شہر بارش میں دھلا دھلا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ رقیم بن غلاط شمال اور شہر کے اندر کی طرف سے بھی مسلح جوانوں کو بھاگتے ہوئے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ لہذا وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہو گیا تھا۔

اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے رقیم بن غلاط نے منصور بن نعمان کو بھی اپنے لشکر کے ساتھ فصیل پر چڑھنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی منصور بن نعمان آدمی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا اور رسوں کی وہ بیڑھیاں جو پہلے سے ہی الصخرہ شہر کی فصیل کے ساتھ لٹک رہی تھیں ان کے ذریعے شہر کی فصیل پر چڑھا آیا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رقیم بن غلاط کے پہلو بہ پہلو دشمن سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

اب دوطرف سے حملہ آور ان کی طرف لپکنے لگے تھے۔ ایک وہ حملہ آور تھا جو شہر کی حفاظت پر مامور تھے انہوں نے جب دیکھا کہ حملہ آور شہر کی فصیل پر چڑھ رہے ہیں تو رقیم بن غلاط اور منصور بن نعمان پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے بڑھے تھے۔

دوسرے حملہ آور شمال کی طرف سے آئے تھے شمال میں جو بہت بڑا لشکر سلطان کے بھائی الزغل اور سپہ سالار الزجری کے خلاف برسر پیکار تھا اسے جب خبر ہوئی کہ جنوب میں حملہ آوروں کا ایک حصہ فصیل پر چڑھ گیا ہے تو لشکر کا ایک حصہ بھی پلٹا اور رقیم بن غلاط اور منصور بن نعمان پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھا تھا۔

اس صورتحال پر رقیم بن غلاط اور منصور بن نعمان نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ حملہ آور جو الصخرہ شہر کی فصیل کے شمالی حصے کی طرف سے پلٹ کر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہے ہیں ان کی راہ منصور بن نعمان روکے گا اور شہر کے اندر سے محافظ لشکر جو فصیل پر

چڑھتے ہوئے حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا تھا اس کی راہ رقیم بن خلاط روکے گا۔

رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں اب اپنے لشکر کے درمیان ٹھوڑا فاصلہ رکھتے ہوئے مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے۔ جنوبی شمال کی طرف سے لپکنے والے مسلح جوان منصور بن نعمان کے لشکر کے قریب آئے۔ منصور بن نعمان ان سے پہلے حرکت میں آیا اور کرب تخلیق کی ندیوں، روح کے زخموں اور تند جذبات کی بدلیوں کی طرح وہ ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ منصور بن نعمان نے جب دشمن کے اندر گھس کر ان کا قتل عام شروع کیا تو ایسا لگنے لگا تھا جیسے شام و حسا کے اجنبی دھند لگے جاگتے آثار کو بڑی تیزی کے ساتھ ننگے لگے ہوں۔

ادھر رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کچھ اس طرح حملہ آوروں کا انتظار کر رہا تھا جیسے مشیت غبار کے سامنے درد کے نور میں دھل کر نکھرے جسم کو کھڑا کر دیا گیا ہو۔ پھر جب شہر کے محافظ رقیم بن خلاط پر حملہ آور ہونے کے لئے رقیم بن خلاط کے نزدیک آئے تب منصور بن نعمان کی طرح رقیم بن خلاط بھی ان پر حملہ آور ہوا بالکل یوں جیسے ابھاگن رات کے اندر چپ کے پردوں کا تعاقب کرنے والے خونی لمحے شور اور داد مٹا کرتے ہیں۔

اپنے پہلے ہی حملے میں رقیم بن خلاط نے دشمن کے لشکریوں کو اپنے سامنے یوں لپیٹنا شروع کر دیا تھا جس طرح ناخدا اپنی کشتی کے بادباں لپیٹتا ہے فصیل کے اوپر رقیم بن خلاط نے شہر کے محافظوں کے لئے لمحہ عرصہ محشر ہر ساعت صدیوں پر حاوی کر کے رکھ دی تھی اور پھر اس کے حملوں کے باعث فصیل کے اوپر اور نیچے انسانی رگوں کا گرم خون پھیلنے لگا تھا۔

دشمن پر اپنے حملے تیز کرتے ہوئے رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ آہستہ آہستہ اس برج کی طرف بڑھنے لگا تھا جو شہر کے جنوبی دروازے پر تھا اور جس پر فرولندہ کا علم لہرا رہا تھا۔ سلطان ابوالحسن شہر سے باہر منصور بن نعمان اور رقیم بن خلاط کی ساری کاروائی دیکھ رہا تھا۔

رقیم بن خلاط بڑی تیزی سے دشمن کو کاٹتا ہوا جنوبی دروازے کے برج کے قریب آیا پھر اس نے اپنا آہنی ترسول اپنے داہنے ہاتھ میں لیا جبکہ اس سے پہلے وہ اپنے آہنی ترسول کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر ڈھال کی جگہ استعمال کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا وہ لوہے کا ترسول اس زور سے مشرقی دروازے کے اوپر نصب فرولندہ کے علم پر مارا کہ علم کی لکڑی ٹوٹ گئی اور علم زمین پر گیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے فصیل کے اوپر لڑنے والے مسلمانوں اور فصیل کے باہر سلطان ابوالحسن کے لشکریوں نے جوش جذبات میں لگا تار اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرنا شروع کر دی تھیں۔ جن کے باعث جنگ کی بھی پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ بھڑک اٹھی تھی۔

ادھر الزغل اور الزجری بھی بیکار نہ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے ان کی طرف دشمن کا دباؤ کم ہو گیا ہے تو

انہوں نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی یہاں تک کہ اپنے لشکروں کے ساتھ وہ شہر کی فصیل پر رسوں کی سیڑھی پھینکتے ہوئے شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور بڑی تیزی سے فصیل کے محافظوں کو کاٹنا شروع کر دیا تھا۔

ادھر رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان بڑی تیزی سے دشمنوں کو کاٹتے ہوئے ایک بار پھر یکجا ہو گئے تھے پھر رقیم بن خلاط اپنے متحدہ لشکر کو لے کر فصیل کے نیچے اتر آئے۔ فصیل کے نیچے جو محافظ تھے ان پر اس نے بڑی درندگی اور خونخواری کے ساتھ حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ اپنے تیر اور جان لیوا حملوں کے باعث رقیم بن خلاط دشمن کو پیچھے دھکیلتا چلا گیا تھا اور پھر ایک دم اپنے محافظوں کے ساتھ مڑا اور جنوبی دروازے کی طرف بڑھا تا کہ دروازے کو کھولے اور سلطان اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔

لیکن عین اس موقع پر شہر کے شرقی دروازے کے محافظ سامنے کی طرف سے رقیم بن خلاط اور اس کے محافظوں پر حملہ آور ہوئے۔ محافظوں میں رقیم بن خلاط کا عزیز اور پرانا ساتھی مجاہد بن یوسف پیش پیش تھا۔ پھر پشت کی طرف سے بھی دشمنوں کے چند دستے رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھ دروازہ کھولنے والوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ لگتا تھا انہیں خبر ہو گئی تھی کہ حملہ آور دروازہ کھول کر شہر کے باہر کھڑے اپنے لشکر کو موقع فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

اس دو طرفہ حملے سے رقیم بن خلاط کے محافظوں کا کافی نقصان ہوا۔ ایک ہاتھ کئی حملہ آور رقیم بن خلاط پر بھی ٹوٹ پڑے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مجاہد بن یوسف بڑی دلیری بڑی جانبازی کا مظاہرہ کرتا ہوا رقیم بن خلاط کی مدد کے لئے بڑھا تھا۔ حملہ آور گھات سے نکل کر رقیم بن خلاط کو نشانہ بنانا چاہتے تھے۔ ان کے سامنے وہ سینہ سپر ہو گیا تھا۔ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ مجاہد بن یوسف پر ایک ساتھ کئی تلواریں برس گئیں جن میں سے کچھ کو اس نے اپنی ڈھال پر لیا تاہم کچھ تلوار کے گھاؤ سے وہ زخمی ہو گیا تھا۔ رقیم بن خلاط کے کچھ ساتھی بھی پشت کی طرف سے حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے تھے اور ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ رقیم بن خلاط دروازے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول دیا تھا۔ دروازے کا کھلنا تھا کہ سلطان ابوالحسن سیلاب کے ریلے کی طرح شہر میں داخل ہوا جو دشمن سامنے آیا اسے کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ رقیم بن خلاط کو ابھی تک مجاہد بن یوسف کے زخمی ہونے کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ مجاہد بن یوسف کے خاصے بڑے گھاؤ آئے تھے۔ کچھ ساتھیوں نے مجاہد بن یوسف کو شہر کے دروازے کے قریب ایک کمرے میں لٹا کر اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرنا شروع کر دی تھی۔

اب لمحہ بہ لمحہ شہر کا محافظ لشکر دبتا چلا جا رہا تھا۔ شمال کی طرف سے الزغل اور الزجری نے

پورا دباؤ ڈالتے ہوئے شہر کے محافظوں کو کاٹ کر جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا تھا۔ جبکہ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کے ساتھ سلطان ابو الحسن بھی بڑی تیزی سے شہر کا دفاع کرنے والوں کا خاتمہ کرتے ہوئے شمال کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ دونوں لشکر آپس میں مل گئے اور شہر کی مزاحمتی قوت کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ اس طرح سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد الصخرہ شہر پر سلطان ابو الحسن کا قبضہ ہو گیا تھا۔

شہر کی فتح کے بعد سلطان ابو الحسن نے شہر کے اندر اپنے سالاروں کے ساتھ ایک چکر لگایا۔ جن لوگوں نے مزاحمت کی تھی چونکہ ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا لہذا باقی لوگوں کو سلطان ابو الحسن نے امان دے دی تھی۔ اور انہیں اپنے اپنے گھروں میں امن کے ساتھ رہنے کی تلقین کی تھی۔ سلطان کے اس اعلان سے الصخرہ شہر کے لوگ گلیوں اور میدانوں میں نکل آئے تھے اور سلطان کے اس فیصلے پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد سلطان الصخرہ شہر کے انتظامی امور میں لگ گیا تھا۔

رقیم بن خلاط جس وقت سلطان ابو الحسن کے بھائی الزغل اور الزجری کے علاوہ اپنے دست راست منصور بن نعمان کے ساتھ شہر کے اندر گھوم رہا تھا۔ ایک سپاہی بھاگا آیا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم مجاہد بن یوسف بری طرح زخمی ہے۔ اور اسے آپ کی توجہ کی ضرورت ہے اور جس وقت آپ نے شرقی دروازہ کھولنے کے لئے حملہ کیا تھا تو کچھ لوگ آپ کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوئے تھے۔ حملہ آوروں کو مجاہد بن یوسف نے دیکھ لیا تھا اور ان کی راہ روکتے ہوئے وہ بری طرح زخمی ہوا تھا۔ ہم نے اسے شرقی دروازے کے محافظوں کے لئے جو کمرہ استعمال ہوتا ہے اس میں لٹا رکھا ہے اور ہم اس کی تیمارداری کر رہے ہیں۔

اس خبر پر رقیم بن خلاط کا چہرہ پیلا ہو کر رہ گیا تھا۔ منصور بن نعمان بھی فکر مند ہو گیا تھا۔ اس پر سلطان ابو الحسن الزغل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

الزغل میرے بھائی اپنے لشکر کے بہترین طبیب شرقی دروازے کی طرف بھیجو جو میرے فرزند بن خلاط کے ساتھی کی مرہم پٹی کا سامان کریں۔ اس کے ساتھ ہی الزغل وہاں سے ہٹ گیا تھا جبکہ سلطان سے اجازت لینے کے بعد رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان الصخرہ شہر کے شرقی دروازے کی طرف بھاگ رہے تھے۔

رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان شرقی دروازے پر آئے تو انہوں نے دیکھا وہاں لکڑی کے ایک تختے پر مجاہد بن یوسف خون میں لت پت پڑا تھا۔ کچھ لشکریوں نے اس کے زخموں پر پٹیاں باندھ دی تھیں۔ لیکن وہ اب تک بے ہوش تھا۔ اتنی دیر تک سلطان ابو الحسن کے طبیب

بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ خود رقیم بن خلاط کے لشکر کے طبیبوں کو خبر ہو گئی تھی وہ بھی وہاں آ گئے تھے۔ سب مل کر مجاہد بن یوسف کے زخموں کی مرہم پٹی کرنے لگے تھے۔ تاہم وہ بے ہوش پڑا تھا جبکہ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان اس کے پاس بیٹھ کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر تک سلطان ابو الحسن، الزغل اور الزجری بھی وہاں پہنچ گئے۔ مجاہد بن یوسف ابھی تک بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا۔ مجاہد بن یوسف سارا دن بے ہوش پڑا رہا۔ شام کے قریب طبیبوں کے ان گنت جتن کے بعد اسے ہوش آیا۔ اس نے جب آنکھیں کھولیں تو سب سے پہلے اس نے اپنے سامنے ہلکی سی مسکراہٹ میں رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کی طرف باری باری دیکھا اس موقع پر رقیم بن خلاط بولا اور مجاہد بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ مجاہد بن یوسف! میرے ہم نشین اس زیاں خانے میں تیرا میرا صرف رشتہ ہی نہیں بلکہ ایک طویل رفاقت بھی ہے۔ میں اور تو خوشیوں کی جستجو، خوابوں کے تعاقب، وقت کی اسیری، فراموشی کے لمحوں اور آرزوؤں کے مقتل میں ایک ہی طرح کے دھکے کھاتے رہے۔ تیری میری امیدوں کا رستا لبو بھی یکساں تھا۔ دیکھ مجاہد بن یوسف! تو میرے بیٹے دنوں کی مہک ہے۔ حوصلہ رکھنا جی مت ہارنا۔ مجھے امید ہے کہ میرا رب تجھے کامل صحت دے گا اور ایک بار پھر تو اپنے لشکر میں اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کرے گا۔ مجاہد بن یوسف! میرے رفیق میرے بھائی! میرے پاس الفاظ نہیں جنہیں استعمال کرتے ہوئے میں تیرا شکریہ ادا کر سکوں کہ تو مجھ پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے والوں کے سامنے ڈٹ گیا اور میری جان کی حفاظت کی۔ کاش کوئی ایسا لمحہ آئے کہ میں بھی تیری خاطر ایسی قربانی دے سکوں۔ اس پر مجاہد بن یوسف بڑی مشکل سے اپنا ہاتھ حرکت میں لایا اور پھر اپنے ہاتھ کو اس نے رقیم بن خلاط کے منہ پر رکھ دیا تھا۔ شاید وہ رقیم بن خلاط کو روکنا چاہتا تھا کہ وہ ایسے الفاظ ادا نہ کرے۔ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان نے باری باری مجاہد بن یوسف کے پاس بیٹھ کر دن رات اس کی دیکھ بھال شروع کر دی تھی۔ رقیم کے اپنے لشکر اور سلطان ابو الحسن کے ماہر طبیب مجاہد بن یوسف کی دیکھ بھال اور اس کا علاج کرنے لگے تھے۔

○

تھنالیہ کے حکمران فروندہ کو جب خبر ہوئی کہ اس کا سرحدی شہر الصخرہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور یہ کہ سلطان ابو الحسن نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تو یہ خبر فروندہ پر گویا بجلی بن کر ٹوٹی تھی۔

فروندہ امید تک نہیں کر سکتا تھا کہ الصخرہ شہر اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ الصخرہ وہ شہر

تھا جسے فرولندہ اپنی طاقت کا مرکز اور مظہر بنا کر وہاں سے غرناطہ کی سلطنت پر حملوں کی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے جب خبر ہوئی کہ ہولی برادر ہڈ، سیون سسز اور الصخرہ کے اندر جو نصرانی لشکر تھا اس کو بدترین شکست ہوئی ہے اور یہ کہ سلطان ابوالحسن شہر پر قابض ہو گیا ہے تو اس غم میں اور دکھ میں اس نے کئی روز تک کھانا تک ترک کر دیا تھا۔

یہ پہلی بری خبر تھی جو فرولندہ کو ملی اور اس بری خبر نے فرولندہ ہی نہیں بلکہ اس کی ملکہ ازایلا کی بھی نیندیں حرام کر کے رکھ دی تھیں۔ دوسرا صدمہ فرولندہ اور اس کی ملکہ ازایلا کو اس وقت پہنچا جب ان کا سپہ سالار اعلیٰ اپنے بچے کچھ لشکر کے ساتھ زخمی حالت میں قرطبہ پہنچا اور اس کے ساتھ ہی ہولی برادر ہڈ اور سیون سسز کے بچے کچھ لشکر بھی قرطبہ میں داخل ہوئے ان کے ساتھ ان کے سالار اعلیٰ آگیلار، گونسا لود اور شالیب بھی تھے۔ ان سالاروں کی شکست کے بعد آمد سے فرولندہ کے دل پر دوسری ضرب لگی تھی۔

اس سے پہلے فرولندہ یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ غرناطہ کا سلطان اس کے حملوں کی تاب نہیں لاسکے گا اور بہت جلد فرولندہ غرناطہ چھین کر مسلمانوں کا بوریا بستر گول کر دے گا۔

لیکن جب سلطان ابوالحسن نے الصخرہ شہر پر قبضہ کر لیا تب فرولندہ سلطان ابوالحسن کی طرف سے اس کی اس قدر فوجی طاقت اور قوت پر خوفزدہ ہوا۔ اندر ہی اندر بے پناہ فوجی تیاریوں کے علاوہ الصخرہ شہر کا انتقام لینے کے لئے فرولندہ نے ایک قدم اٹھایا۔

جس وقت اس کا سپہ سالار آگیلار میدان جنگ سے بھاگ کر قرطبہ پہنچا اسی روز فرولندہ نے اپنے تیز رفتار قاصد والی ہفت یا قوہ، قادس کے حاکم مارکونیس اور طلیطلہ کے کوٹ کی طرف بھجوائے اور ان سے یہ کہا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہوں لشکر لے کر اپنے اپنے علاقوں سے نکلیں اور قرطبہ پہنچیں اور یہ کہ قرطبہ سے بھی ایک لشکر ان کے ساتھ ہوگا اور یہ متحدہ لشکر مسلمانوں کے سرحدی شہر الحمہ پر حملہ آور ہوگا اور ہر صورت میں اس پر قابض ہو کر رہے گا۔

فرولندہ کی اس پکار پر والی ہفت یا قوہ، قادس کے حاکم مارکونیس اور طلیطلہ کوٹ نے مثبت جواب دیا۔ یہ سب تیزی سے سلطان ابوالحسن کی حکومت کے سرحدی شہر الحمہ پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر گئے تھے۔ الحمہ سلطان ابوالحسن کا ایک چھوٹا اور سرحدی شہر تھا اس کی حفاظت کے لئے کوئی لشکر بھی موجود نہ تھا۔ چھوٹا سا ایک لشکر تھا جو شہر کے نظم و نسق کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ پس فرولندہ کا متحدہ لشکر رات کی تاریکی میں الحمہ پر حملہ آور ہوا۔ شہر کے اندر جو چھوٹا سا لشکر تھا وہ مدافعت نہ کر سکا اور فرولندہ کے متحدہ لشکر نے اس شہر کو فتح کر لیا۔ شہر کو فتح کرنے کے بعد فرولندہ کے متحدہ لشکر نے جی بھر کر الحمہ شہر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ پھر انہوں نے شہر کے اندر ایک چھاؤنی قائم کر لی تاکہ مسلمان اگر جوابی حملہ کریں تو اس کا جواب دیا جاسکے۔

سلطان ابوالحسن کو جب الصخرہ شہر میں خبر ہوئی کہ دشمن نے اچانک حملہ آور ہو کر ان کے سرحدی شہر الحمہ پر قبضہ کر لیا ہے تو اس نے الصخرہ شہر کی حفاظت کے لئے اپنے لشکر کا ایک حصہ الصخرہ شہر ہی میں چھوڑا اور باقی لشکر کو لے کر وہ الحمہ پر حملہ آور ہونے کے لئے نکل گیا تھا۔

ہر چند سلطان ابوالحسن نے اپنے بھائی الزغل، رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کے ساتھ الحمہ شہر پر بھرپور حملے کئے۔ الزجری کو انہوں نے الصخرہ شہر کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن سلطان ابوالحسن کے پہنچنے تک نصرانیوں نے الحمہ شہر میں اپنی پوزیشن بڑی مضبوط کر لی تھی۔ جس وقت سلطان ابوالحسن اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ الحمہ شہر پر حملہ آور ہوا اور فسیل کے قریب آ کر فسیل پر چڑھنے کی کوشش کی تو فسیل کے اوپر سے فرولندہ کے لشکریوں نے آگ کے انگارے کھولتے ہوئے پانی، گرم گرم تیل مسلمانوں پر پھینکا جس کی بناء پر سلطان کو اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا۔ الحمہ واپس لینے کے لئے سلطان نے کئی بار حملے کئے لیکن ہر بار جب فسیل کے قریب ان تک الحمہ شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد جب سلطان نے دیکھا کہ اس محاصرے میں ان کے اپنے ہی لشکریوں کا نقصان ہو رہا ہے تو وہ اپنے لشکر کو لے کر الحمہ سے واپس الصخرہ شہر کی طرف چلا گیا تھا۔

الصخرہ شہر کے انتظامات کرنے کے بعد جس روز سلطان ابوالحسن نے الصخرہ سے غرناطہ کی طرف کوچ کرنا تھا اس روز سلطان اپنے بھائی الزغل اور سپہ سالار الزجری کے ساتھ شرقی دروازے کے اس کمرے میں آئے جس میں رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان، مجاہد بن یوسف کی تیمارداری میں لگے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر تک سلطان ابوالحسن بے سدھ سے لیٹے مجاہد بن یوسف کی طرف دیکھتا رہا پھر رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ سن غرناطہ کے چوپان! میں آج دن کے پچھلے حصے میں الصخرہ سے غرناطہ کی طرف کوچ کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھ میرے فرزند الصخرہ فتح کرنے میں سب سے بہتر کارگزاری اور جانثاری کا مظاہرہ تم نے کیا۔ لہذا میں تمہیں الصخرہ کا حاکم مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ بول میرے عزیز تیرا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔

سلطان ابوالحسن کے اس انکشاف پر رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں سلطان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میں گمشدہ تناظر کے متلاشی وقت کی انگنت ابھی لہروں جیسا بخارہ اور انگنت زمانوں کی دہلیز کے مسافر جیسا چرواہا ہوں۔ میں قریہ قریہ، وادی وادی، جبل جبل اپنے مقصد اپنے مدعا کی خاطر دھکے کھانے والا چرواہا ہوں اور اسی کے اندر میرا درد وجدان کھلتا ہے۔ سلطان محترم! میں ایک چرواہا ہوں اور یقین میری قوت استغراق میرا ہنر ہے۔ سلطان

محترم! مجھ چہواہے کو کیا لگے کہ الصخرہ شہر کی حاکمیت قبول کروں۔ اس شہر کا حاکم بننا میرے بس کی بات نہیں ہے اور نہ میں یہ کام سرانجام دے سکتا ہوں۔ تاہم میں آپ کو قول اور عہد دیتا ہوں کہ دشمن کے لشکر کے سامنے جب بھی آپ نے پکارائیں آپ کے شہر و فاکا آخری سپاہی بن کر اپنے خون کی آخری بوند تک دشمن کے سامنے سینہ سپر رہوں گا۔ سلطان محترم! میں رنگوں کے سخاوت کی طرح آسمان پر رواں بادلوں کی کشتی جیسا انسان ہوں۔ مجھے چہروں کے اثر و حام میں چاہتوں کے لئے نشانات کی طرح گننام ہی رہنے دیجئے۔ اس گنما میں رہتے ہوئے میں ایک ادنیٰ مجاہد کی حیثیت سے اپنی مسلم قوم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ سلطان محترم! مجھے فخر ہے کہ آپ نے میری کارگزاری کو محسوس کیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ الصخرہ شہر کو فتح کرنے کے سلسلے میں جو کردار میں نے ادا کیا وہ آپ کو پسند آیا۔ میری آپ سے التماس ہے کہ آپ جسے چاہیں اس شہر کا حاکم مقرر کر دیں۔ میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط کی نگاہیں جھک گئیں تھیں۔ سلطان کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ عیب سی شفقت پدرانہ انداز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر سلطان نے کہنا شروع کیا۔

سن عزناطہ کے چوپان! قسم خداوند قدوس کی مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی تمنا تھی میں جانتا ہوں تو ایک بے ضرر اور بے لوث مجاہد ہے۔ دیکھ میں نے الصخرہ شہر کی حفاظت کے لئے ایک لشکر مقرر کر دیا ہے اب اس کے لئے ایک والی بھی مقرر کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ابوالحسن، الزغل اور الزجری وہاں سے چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد رقیم بن خلاط نے منصور بن نعمان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

سن منصور میرے بھائی! پہلا کام یہ کرو کہ اپنے کسی قاعد کو منذر بن طریف کی طرف بھیجو۔ اسے کہو کہ جبل آتش سے اپنا پڑاؤ اٹھائے اور المریہ اور مالتہ شہروں سے ہوتا ہوا بشارت کی وادیوں سے نکل کر ایک بار پھر وہ مسکن کے اندر آکر پڑاؤ کرے اس لئے کہ جب تک مجاہد بن یوسف ٹھیک نہیں ہو جاتا میں مسکن کے اندر ہی قیام کروں گا اور دوسرا کام یہ کرو کہ الصخرہ شہر سے کسی کبھی کا انتظام کرو۔ جس میں زخمی مجاہد بن یوسف کو یہاں سے مسکن کی طرف لے جایا جائے۔ رقیم بن خلاط کی یہ ہدایات سن کر منصور بن نعمان وہاں سے نکل گیا تھا۔ اسی روز شام سے تھوڑی دیر پہلے سلطان ابوالحسن نے اپنے لشکر کے ساتھ عزناطہ اور رقیم بن خلاط نے اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مسکن کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

سہ پہر کے قریب مسکن میں قاضی عقبہ بن مغیرہ نے منصور بن نعمان کے دروازے پر دستک دی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد منصور کی بیوی عروسہ بنت حمدون نے دروازہ کھولا۔ قاضی عقبہ بن مغیرہ کو اپنے دروازے پر دیکھ کر وہ چونکی قبل اس کے کہ وہ کچھ پوچھتی قاضی عقبہ بن مغیرہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عروسہ میری بیٹی! میں صرف یہ پوچھنے آیا تھا کہ اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو کہو میں بھجوا دوں۔ اس پر عروسہ نے بڑی عقیدتمندی سے قاضی عقبہ بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

اس وقت گھر میں ضرورت کی ہر شے ہے۔ جب بھی مجھے کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی میں بے دھڑک آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہوں گی۔ اس پر عقبہ بن مغیرہ نے سکون کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

دیکھ میری بیٹی، میری بیٹی! اگر یہ معاملہ سے تو تو میرے ساتھ آئیے ساتھ ہی سوزان اور روطہ کے گھر پر بھی دستک دے اور ان سے پوچھ کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟ اس پر عروسہ اپنے گھر سے باہر نکلی۔ چپ چاپ وہ قاضی عقبہ بن مغیرہ کے ساتھ ہوئی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر روطہ کے دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھلا تو روطہ اور سوزان دونوں دروازے پر کھڑی تھیں روطہ کی ماں سوزان کسی قدر جھکی ہوئی تھی اور بری طرح کھانسی رہی تھی۔ لگتا تھا اس کی بیماری نے زور کر لیا ہے۔ اس موقع پر عروسہ روطہ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

روطہ میری بہن! اس وقت قاضی عقبہ بن مغیرہ تمہارے گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں وہ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ تم دونوں ماں بیٹی کو کسی شے کی ضرورت ہو تو کہو۔ اس پر روطہ باہر نکلی اور قاضی عقبہ بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

قاضی محترم! میں اور میری ماں دونوں آپ کی شکر گزار ہیں کہ آپ ہمارا اس قدر خیال اور اس قدر نگہبانی کرتے ہیں۔ محترم! اس وقت مجھے اور میری ماں کو کسی بھی شے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں تک کہتے کہتے روطہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا اس سمت آ رہا تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور بھاگتا ہوا عقبہ بن مغیرہ کی طرف آیا اور اپنی پھولی ہوئی سانس میں کہنے لگا۔

قاضی محترم! میں جگہ جگہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے یہاں آیا ہوں۔ میں آپ کے لئے ایک اچھی اور دوہری خبری رکھتا ہوں اور میں یہ بھی کہوں کہ مجھے امیر رقیم بن خلاط نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔

ان الفاظ پر روطہ چونک سی پڑی تھی اور بڑی توجہ سے آنے والے قاصد کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ سوزان بھی باہر نکل آئی تھی اور وہ بھی ہمہ تن گوش ہو گئی تھی۔ آنے والا وہ قاصد پھر کہنے لگا تھا۔

قاضی محترم! جو اچھی خبر ہے وہ یہ کہ سلطان ابوالحسن نے ہمارے امیر رقیم بن خلاط کے ساتھ مل کر الصخرہ شہر فتح کر لیا ہے اور اس وقت یہ شہر مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔

قاضی محترم! میں جو دوہری خبریں رکھتا ہوں ان میں پہلی خبر یہ ہے کہ الصخرہ کا انتقام لینے کے لئے فروزندہ اور ہسپانیہ کی ساری نصرانی قوتوں نے مل کر اُسہ شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔

دوسری بری خبر یہ ہے کہ الصخرہ شہر کی جنگ میں امیر رقیم بن خلاط کا دست راست مجاہد بن یوسف بری طرح زخمی ہوا اپنے لشکر کے طبیبوں کے علاوہ سلطان ابوالحسن کے معالجوں نے بھی اس کا خوب علاج اور اس کی خوب دیکھ بھال کی۔ جس وقت الصخرہ شہر سے امیر رقیم بن خلاط نے اپنے مسکن کی طرف آنے کے لئے کوچ کیا تھا اس وقت مجاہد بن یوسف ایک طرح سے نزع کی حالت میں تھا اور راستے میں اس نے دم توڑ دیا ہے۔ امیر رقیم بن خلاط کا آپ کے نام یہ پیغام ہے کہ لشکر کے مسکن میں پہنچنے سے پہلے پہلے یہ سامنے جو کوہستانی سلسلہ ہے اس کے اوپر مجاہد بن یوسف کے لئے بڑی قبر کھود دی جائے یہ حکم بھی امیر رقیم بن خلاط کا ہی دیا ہوا ہے۔ وہ مجاہد بن یوسف کو اسی کوہستانی سلسلے پر دفن کرنا چاہتے ہیں۔

مجاہد بن یوسف کے مرنے کی خبر سن کر عقبہ بن مغیرہ کی گردن دکھ اور غم میں جھک گئی تھی عروسہ اور سوزان دکھ اور غم میں اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھیں۔ روطہ کی حالت عجیب تھی تھوڑی دیر تک وہ نگاہیں جھکا کر کچھ سوچتی رہی اس دوران اس کی آنکھیں بری طرح ڈبڈبائیں پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے اس کے بعد وہ ہچکیوں اور سسکیوں میں رو رہی تھی۔

روطہ کی حالت دیکھتے ہوئے عروسہ بے چاری آگے بڑھی پہلے اس نے اپنے آنسو پونچھ پھر روطہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا جو نبی عروسہ نے روطہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا روطہ پہلے کی نسبت بھی زیادہ پھوٹ کر رو پڑی تھی اب وہ ایک طرح سے بلند آواز میں دھاڑیں مار رہی

تھوڑی دیر تک ایسی ہی کیفیت رہی پھر عروسہ نے روطہ کو ڈھارس اور تسلی دی اسے چپ رہا اتنی دیر تک قاضی عقبہ بن مغیرہ بھی اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا اس کے بعد وہ آنے والا صدمہ پھر کہنے لگا۔ قاضی محترم! مجھے امیر رقیم بن خلاط نے ایک اور پیغام بھی آپ کے نام دیا۔ ان الفاظ پر روطہ سنبھلی عروسہ سے وہ علیحدہ ہوئی اور دوبارہ وہ چونک کر اس قاصد کی طرف بکھینے لگی تھی۔ شاید وہ رقیم بن خلاط کے پیغام کو سننے کے لئے بے چین تھی۔ قاصد کہہ رہا تھا۔ امیر رقیم بن خلاط کا پیغام یہ ہے کہ جس جگہ مجاہد بن یوسف کی قبر کھودی جائے اس کے ریب ہی چڑے کا بڑا چند سکروں پر مشتمل ایک خیمہ بھی نصب کر دیا جائے۔ امیر کا کہنا ہے کہ ب وہ اسی خیمے کے اندر ہی اپنی رہائش رکھیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد جب خاموش ہوا تو قاضی عقبہ بن مغیرہ کہنے لگا دیکھ میرے زیر کیا تو بتا سکے گا کہ امیر اپنے لشکر کے ساتھ کب اور کس وقت مسکن میں داخل ہوں گے۔ اس پر قاصد نے جواب دیا جس رفتار سے امیر سفر کرتے ہوئے اپنے مسکن کی طرف آرہے ہیں اگر انہوں نے اپنی یہ رفتار برقرار رکھی تو مجھے امید ہے کہ امیر آج شام کے قریب مسکن میں داخل ہو جائیں گے اس کے علاوہ یہ بھی کہوں کہ منذر بن طریف اپنے جور یوز اور باقی ماندہ لشکر کے ساتھ جبل آتش میں پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ امیر رقیم بن خلاط نے اس کی طرف بھی قاصد بھجوا دیئے ہیں اور اسے بھی حکم دیا ہے کہ وہ جبل آتش سے لشکر اور ریزوں کو لے کر المریہ مائتہ اور البشارات کی وادیوں سے ہوتا ہوا مسکن میں داخل ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ آج ہی امیر کے آنے سے پہلے یا تھوڑی دیر بعد منذر بن طریف بھی لشکر اور ریزوں کو لے کر مسکن میں داخل ہو جائے گا۔

وہ قاصد یہیں تک کہنے پایا تھا کہ خاموش ہو گیا تھا اس لئے کہ عین اسی موقع پر ایک طرف سے منذر بن طریف اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آیا۔ اسے دیکھتے ہی عقبہ بن مغیرہ اور قاصد دونوں کے چہروں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتا ہوا منذر بن طریف عقبہ بن مغیرہ کے قریب آ کر رکا۔ گھوڑے سے اترا اس موقع پر عقبہ بن مغیرہ نے آگے بڑھ کر منذر بن طریف کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اس کے بعد وہ کہنے لگا۔

منذر میرے بیٹے! میں سمجھتا ہوں کہ تیرے آنے سے میری ساری مشکلیں حل ہو گئی ہیں۔ میں انتہا درجے کے شش و پنج میں پڑا ہوا ہوں۔ اس لئے کہ نہ تم یہاں تھے اور نہ منصور بن نعمان اور نا ہی امیر محترم تم تینوں کی غیر موجودگی میں میں اپنے آپ کو عجیب سے شش و پنج میں جٹا محسوس کر رہا تھا اس لئے کہ یہ پہلا موقع ہے مجھے مسکن کی امارت کے فرائض سرانجام دینے

شام سے تھوڑی دیر پہلے رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ مسکن میں داخل ہوا اس حالت کسب سے آگے آگے دو گھوڑوں کی وہ کبھی تھی جس کے اندر مجاہد بن یوسف کی لاش رکھی تھی۔ کبھی کھڑکھڑاتی ہوئی مسکن میں داخل ہوئی تھی کبھی کے پیچھے رقیم بن خلاط، منصور بن نلشکر کا معنی سعدون بن سلیط اور سلطان ابوالحسن کے طلائیہ گردستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن ن اپنے گھوڑوں پر سوار اپنی گردنیں جھکائے چلے آ رہے تھے۔

جونہی لشکر کے مسکن میں داخل ہونے کی خبر پھیلی مسکن کے اندر کیا مرد کیا عورتیں سب وہاں ہو گئے اور مجاہد بن یوسف کے مرنے کی خبر سن کر سب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے تھے۔ ن کے اندر ایک کبرام ایک چنگھاڑ، ہنگامہ وادیا و آہ و فغاں کا سماں پیدا ہو گیا تھا پھر رقیم نلاط اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔ ایک لشکری بھاگا ہوا آیا اور رقیم کے گھوڑے کو ایک لے گیا تھا۔ پیچھے آنے والا سارا لشکر بھی اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر چکا تھا۔ لشکر کی می بے چاری اس کبھی سے لپٹ لپٹ کر رونے لگی تھیں جس میں مجاہد بن یوسف کی لاش ہوئی تھی۔ رونے والی ان عورتوں میں روطہ اس کی ماں سوزان اور منصور بن نعمان کی بیوی ر بھی شامل تھی۔

اس موقع پر ایک طرف سے قاضی عقبہ بن مغیرہ اور منذر بن طریف بھاگتے ہوئے آئے ماباری وہ رقیم بن خلاط احمد بن عطاش، منصور بن نعمان اور سعدون بن سلیط سے بغلیں ہو ملے تھے اور رقیم بن خلاط سے مجاہد بن یوسف کی موت کا افسوس کرنے لگے تھے۔ اس م پر رقیم بن خلاط کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں پھر اس نے اپنی ذہناتی آنکھوں زوقی ہوئی آواز میں منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ منذر میرے بھائی پہلے کھاٹ کا انتظام کرو اس کے بعد مجاہد بن یوسف کی لاش کبھی سے نکال کر کھاٹ پر رکھی ئے اور کوہستانی سلطان کے اوپر قبر کے پاس لے جانی جائے۔

اس پر منصور بن نعمان فوراً حرکت میں آیا اور منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے منذر میرے بھائی تم یہیں رکو میں خود کھاٹ اپنے گھر سے لے کر آتا ہوں۔ پھر منصور بن ن جب بھاگتا ہوا اپنے گھر کی طرف جانے لگا تو دو لشکری آپ ہی آپ منصور کے پیچھے لکھڑے ہوئے تھے۔ منصور بھاگتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا جب وہ کھاٹ لے کر باہر تو ان دونوں لشکریوں نے اس سے وہ کھاٹ لے لی پھر وہ اس جگہ آئے جہاں کبھی کھڑی

کھاٹ کو کبھی کے قریب رکھ دیا گیا تھا پھر رقیم بن خلاط آگے بڑھا اس موقع پر کبھی سے لکھڑی ہوئی روطہ چونگی اس نے دیکھا رقیم بن خلاط کا سارا لباس لہو بخون خون ہو رہا

پڑ رہے ہیں منذر میرے بیٹے! یہ قاصد ایک اچھی اور دو بڑی خبریں لے کر آیا ہے اس پر منذر بن طریف کا چہرہ غم زدہ اور پریشان ہو گیا پھر وہ کہنے لگا جو یہ خبریں لے کر آیا ہے وہ خبریں پہلے ہی امیر نے مجھے پہنچا دی ہیں۔ اچھی خبر یہ کہیں گے کہ الصخرہ فتح ہو اپنی بری خبر یہ آپ نہیں گے کہ الحمد ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا اور دوسری بری خبر یہ ہے کہ ہمارا عزیز اور محترم بھائی مجاہد بن یوسف ہم سے ہمیشہ کے لیے پھڑ گیا ہے۔ یہ بات کہتے کہتے منذر بن طریف کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے اور اس کی گردن جھک گئی تھی تھوڑی دیر تک اداسی کا سماں رہا پھر اپنے عمامہ کے پلو سے منذر بن طریف نے اپنے آنسو خشک کئے اور کہنے لگا۔

میں اپنے ریوڑ اور باقی ماندہ لشکر کے ساتھ ابھی ابھی مسکن میں داخل ہوا ہوں آپ کا پوچھ اور آپ سے ملنے کے لئے سیدھا آ گیا۔ اس پر قاضی عقبہ بن مغیرہ کہہ رہا تھا۔

امیر رقیم بن خلاط نے یہ پیغام بھجوایا ہے کہ سامنے والے کوہستانی سلسلے کے اوپر مجاہد بن یوسف کے لئے قبر کھودی جائے اور وہیں پر چند کمروں پر مشتمل چڑے کا ایک خیمہ بھی نصب کر دیا جائے۔ امیر کا یہ حکم ہے کہ اب وہ اسی کوہستانی سلسلے کے اوپر اسی خیمے میں قیام کیا کریں گے۔ اس انکشاف پر منذر بن طریف اداس سا ہو گیا تھا۔ قاضی عقبہ بن مغیرہ پھر کہنے لگا تھا۔ دیکھ منذر میرے بیٹے میں سمجھتا ہوں کہ امیر رقیم بن خلاط کا وہاں اکیلے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر خیمے میں رہنا اچھا نہیں یہ ہم سب کے لئے باعث شرم ہے کہ ہم کچی پختہ رہائش گاہوں میں رہیں اور ہمارے امیر تنہا خیمے میں قیام کریں۔ میرے عزیز! اگر تم اور منصور بن نعمان مل کر امیر سے کہو تو وہ تمہاری بات مان جائیں گے کہ وہ خیمے کے بجائے کسی اچھی قیام گاہ میں رہائش رکھیں۔ اس پر منذر بیچارہ ٹوٹی اور کھرتی آواز میں کہنے لگا۔ قاضی محترم! آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں میں امیر کے مزاج کو بھی سمجھتا ہوں۔ امیر رقیم بن خلاط مجاہد بن یوسف سے جو پیار اور محبت تھی وہ بیان سے باہر ہے فی الحال اس موضوع پر امیر۔ گفتگو کرنا اچھا نہیں۔ مجاہد بن یوسف کی تدفین کے کچھ دن بعد میں اور منصور دونوں مل کر اس سے بات کریں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم انہیں خیمے سے نکال کر کسی اچھی رہائش گاہ میں قیام کرنے پر رضا مند کر لیں گے۔

منذر بن طریف کا یہ جواب سن کر قاضی عقبہ بن مغیرہ اور قاصد دونوں خوش ہو گئے تھے روطہ، عروسہ اور سوزان بھی مطمئن دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر منذر بن طریف قاضی عقبہ مغیرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ آپ میرے ساتھ آئیں تاکہ میں اپنے بھائی مجاہد بن یوسف قبر کی کھدائی کا انتظام کر سکوں اس کے ساتھ قاضی عقبہ بن مغیرہ اور منذر بن طریف وہاں چلے گئے تھے۔

ہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی احمد بن عطاش نے مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ رقیم بن خلاط نے مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھانے کے بجائے احمد بن عطاش کو گلے لگا لیا تھا۔ اس کے بعد احمد بن عطاش کو ہستانی سلسلے سے نیچے اتر کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

اب کو ہستانی سلسلے کے اوپر رقیم بن خلاط کے علاوہ مجاہد بن یوسف کی قبر کے قریب ہی منصور بن نعمان، منذر بن طریف، قاضی عقبہ بن مغیرہ، لشکر کا معنی سعدون بن سلیط، روطہ، اس کی ماں سوزان اور منصور بن نعمان کی بیوی عروسہ بن سعدون رہ گئے تھے۔ اس موقع پر منصور بن نعمان رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر محترم! میں ابھی خدمت میں حاضر ہوا ہوں مجھے تھوڑی دیر کے لئے اپنی بہن روطہ کی عروسہ، روطہ کی ماں سوزان سے ایک اہم گفتگو کرنے کا موقع دیجئے پھر رقیم بن خلاط کے واب کا انتظار کئے بغیر اشارے سے منصور بن نعمان نے عروسہ، روطہ اور سوزان کو ہٹنے کو کہا اور خود بھی وہ رقیم بن خلاط سے ذرا فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ روطہ، سوزان اور عروسہ بھی اس کے قریب آن کھڑی ہوئیں انھیں پھر منصور بن نعمان روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ میری بہن! جیسا کہ تیری ماں سوزان پہلے ہی بتا چکی ہے۔ تجھے امیر سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ یہ کہ امیر بھی تجھے اپنی شریک زندگی بنانے کے لئے رضامند ہیں۔ یہ بات میں نے اپنے دوست اپنے بھائی منذر بن طریف کو بھی بتا رکھی ہے۔ اس کے علاوہ لشکر کا معنی سعدون بن سلیط اور قاضی عقبہ بن مغیرہ بھی اس راز سے واقف ہیں۔

دیکھ روطہ میری بہن! اگر امیر رقیم بن خلاط تجھے اپنی زندگی کا ساتھ بنانا پسند کر چکے ہیں اس لئے یہ بات واضح اور یقینی ہے کہ امیر تمہیں پسند کر چکے ہیں لہذا دیکھ میری بہن اس موقع پر میں تجھ سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ میں نائب اول اور منذر بن طریف نائب دوم ہیں لیکن اس موقع پر وہ بات میں نے یا منذر بن طریف نے کہی تو یاد رکھنا امیر ہم دونوں کی بات نہیں مانیں گے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ جھڑک کر ہمیں چپ کرادیں گے۔ روطہ میری بہن تو جس طرح امیر کو چپ دیکھتی ہے جب وہ غصے میں ہوتے ہیں تو وہ آگ کی طرح بھڑک اٹھتے ہیں اور پھر کوئی ان کے عتاب سے نہیں بچ سکتا۔ میری بہن امیر نے زندگی ہی ایسے ماحول میں بسر کی ہے ایسا پسا ہوا انسان اس کے علاوہ کر ہی کیا سکتا ہے۔

سن روطہ میری بہن! مجاہد بن یوسف جو ہمیں بھائیوں کی طرح عزیز تھا۔ وہ مر چکا ہے اور اب دفن ہو چکا ہے۔ امیر اس سے بے پناہ محبت کرتے تھے اس لئے کہ ایک تو وہ امیر کا رشتہ

تھا۔ رقیم بن خلاط کی یہ حالت دیکھتے ہوئے روطہ بے چاری پس کر رہ گئی تھی۔ اس کا چہرہ سرسوں اور ہلدی ہو کر رہ گیا تھا اس موقع پر وہ آگے بڑھ کر شاید رقیم بن خلاط سے کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی۔ رقیم بن خلاط عورتوں کو پیچھے ہٹاتا ہوا کبھی میں داخل ہوا پھر وہ مجاہد بن یوسف کی لاش اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھائے باہر آیا۔ لاش کو خون میں لت پت دیکھ کر عورتیں پہلے کی نسبت زیادہ بلند آوازوں میں رونے لگی تھیں لاش کو چار پائی پر رکھ دیا گیا تھا پھر رقیم بن خلاط نے قاضی عقبہ بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے بزرگ راستے میں دریائے حدار کے کنارے ہم نے مجاہد بن یوسف کی لاش کو غسل دے دیا ہے اور کفن بھی پہنا دیا ہے اب اس کی تدفین کا بندوبست کیا جائے۔ مجاہد بن یوسف کی لاش کو ہستانی سلسلے کے اوپر لے جاتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور احمد بن عطاش چاروں نے مل کر اس کھاٹ کو اٹھا لیا تھا۔ جس پر مجاہد بن یوسف کی لاش رکھی تھی۔ لوگوں کا ایک جھوم اٹھ آیا تھا۔ جو باری باری لاش کو کندھا دے رہا تھا لشکری بار بار رقیم بن خلاط کے پاس آتے اور اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتے لیکن ہر بار رقیم بن خلاط وہاں سے ہٹنے سے انکار کر دیتا اس طرح وہ مستقل طور پر ایک پائے کو اپنے کندھے پر رکھے ہوئے مجاہد بن یوسف کی لاش کو کو ہستانی سلسلے کے اوپر لے گیا تھا۔

کو ہستانی سلسلے کے اوپر لوگوں کا ٹھانیں مارتا ہونا سمندر جمع ہو گیا تھا۔ قاضی عقبہ بن مغیرہ نے نماز جنازہ پڑھائی قبر کے ایک طرف جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی مسکن کی عورتیں تھیں۔ جیسی جیسی آواز میں ساری بین کرتے ہوئے رو رہی تھیں۔ پھر سب کے دیکھتے دیکھتے مجاہد بن یوسف کو وہاں دفن کر دیا گیا۔ لوگوں نے یہ بھی دیکھا کہ قبر کے قریب چمڑے کا ایک بہت بڑا خیمہ بھی نصب کیا جا چکا تھا۔ مجاہد بن یوسف کی تجہیز و تکفین کے بعد رقیم بن خلاط نے سب لوگوں کو وہاں سے چلے جانے کے لئے کہہ دیا تھا رقیم بن خلاط کا یہ حکم ہی سب لوگ کو ہستانی سلسلے سے نیچے اتر کر اپنی رہائش گاہوں میں جا رہے تھے۔ ان جانے کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنے پہلو میں کھڑے احمد بن عطاش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

احمد میرے بھائی! یہیں رکو اور شام کا کھانا میرے ساتھ کھا کر جانا۔ اس پر احمد بن عطاش بڑی عاجزی اور انکساری میں کہنے لگا۔ امیر محترم! پہلے بھی میں جو کھانا کھاتا ہوں وہ آپ مجھے اجازت دیجئے اب میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اس لئے کہ وہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے تاکہ وہ جان سکیں کہ آپ اپنے مسکن میں داخل

دار تھا دوسرے انہوں نے نصرانیوں کی اسیری میں طویل عرصہ اکٹھے گزارا تھا دونوں ایک دوسرے کے دکھ کے ساتھی رہے تھے۔ امیر نے جو مجاہد بن یوسف کی قبر کے نزدیک اپنے لئے خیمہ نصب کر دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں اس میں امیر اکیلے رہ کر مجاہد بن یوسف کے غم میں گھٹنے رہیں گے اس طرح مجھے ڈر اور خدشہ ہے کہ اس سے امیر کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ دیکھ میری بہن! یہ ہم پر ایک انتہائی سخت وقت ہے اور اس وقت سے تم ہی ہمیں نکال سکتی ہو۔

دیکھ روط میری بہن! تو کسی بہانے امیر سے بات کر۔ اول تو تو انہیں یہ خیمہ اٹھا لینے پر ہی مجبور کر اور اگر امیر یہ بات نہ مانیں تو کم از کم ہم اس بات پر آمادہ کرو کہ وہ خیمے میں زیادہ دن تک قیام نہیں کریں گے اور اگر وہ یہاں قیام کرنا ہی چاہتے ہیں تو پھر منذر بن طریف اور لشکر کے مفتی سعدون بن سلیط کو بھی اپنے ساتھ اس خیمے میں رکھیں اس طرح یہ دونوں رقیم بن خلاط کا غم غلط کرتے رہیں گے۔

منصور بن نعمان جب خاموش ہوا تو روط نے جواب دیا۔

منصور میرے بھائی! جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں بصد احترام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اگر امیر نے مجھے بھی جھڑک دیا اور ناراض ہوئے تب۔ اس پر منصور بن نعمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اول تو مجھے امید ہے روط میری بہن! وہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہیں کریں گے اور اگر کر بھی جائیں تو تم چونکہ انہیں پسند کرتی ہو ان سے محبت کرتی ہو لہذا برداشت کر جانا۔ اس پر روط ایک عزم اور جراتمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ میں اس سلسلے میں امیر سے ضرور بات کروں گی۔ اس لئے کہ میں خود بھی ان کی ذات سے متعلق فکر مند ہوں۔ اس کے بعد منصور بن نعمان، روط، عروسہ اور سوزان پھر رقیم بن خلاط کے پاس آن کھڑے ہوئے تھے۔

اس کے بعد روط سبھی سبھی ڈری ڈری سی رقیم بن خلاط کے قریب ہوئی۔ تھوڑی دیر تک اس کے دیدہ نگاہوں سے اس نے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی۔ امیر محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک بات کہوں۔ امیر محترم! آپ جانتے ہیں میری ماں مجھے آپ سے منسوب کر چکی ہے۔ اب میرے اور آپ کے درمیان ایک رشتہ ہے اور اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط منہ سے تو کچھ نہ بولا۔ سر کے اشارے سے اس نے روط کو کہنے کے لئے کہا۔ اس اشارے سے بھی روط کو کچھ حوصلہ ہوا

دوبارہ بولی۔

امیر محترم! میری خواہش ہے کہ آپ اس خیمے میں قیام نہ کریں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ مجاہد بن یوسف کی موت کا سخت صدمہ اور غم ہے۔ لیکن امیر محترم! مر تو ہر ایک نے جانا ہے

یہ دنیا ایک عجائب خانہ اور سرائے ہے۔ باری باری سب نے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ کوئی یہاں آتا ہے کوئی یہاں سے جاتا ہے بس زندگی کا یہ کھیل ایسے ہی لگا ہوا ہے۔

امیر محترم! میں چاہتی ہوں آپ اس خیمے میں اکیلے قیام نہ کریں۔ اس طرح ہم لوگ آپ سے متعلق فکر مند رہیں گے۔ میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گی کہ جس مکان میں ان دنوں اپنی ماں کے ساتھ رہ رہی ہوں وہ مسکن والوں نے آپ کی رہائش کے لئے تعمیر کیا تھا۔ اس میں تین سے زائد کمرے ہیں۔ دو کمرے آپ مجھے اور میری ماں کو دے دیں۔ ایک کمرے میں آپ اپنی رہائش رکھیں اور ایک جو مزید کمرہ ہے اسے دیوان خانے کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں وہاں آنے جانے والوں سے مل سکتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں اور میری ماں آپ کے لئے زحمت کا باعث نہیں بنیں گی۔

روط کے خاموش ہونے پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ روط میں جانتا ہوں یہ ماری باتیں تجھے منصور نے بتائی ہیں۔ دیکھ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ اسی خیمے میں قیام کروں گا۔ اس میں کسی قسم کا رد و بدل پسند نہیں کروں گا۔ اس پر روط کہنے لگی۔ ٹھیک ہے میں آپ کی بات مانتی ہوں آپ اس خیمے میں قیام کریں۔ لیکن آپ بھی میری ایک بات مانیں کہ خیمے میں اکیلے نہ رہیں۔ خیمے میں آپ اپنے ساتھ ہمارے بھائی منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط کو بھی رکھیں۔ اس طرح ان کی موجودگی میں آپ تنہائی اور اکیلا پن محسوس نہیں کریں گے۔

روط کی اس تجویز پر رقیم بن خلاط جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔ ہاں یہ مجھے منظور ہے۔ منذر بن طریف اور سعدون اس خیمے میں میرے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ رقیم بن خلاط کا یہ جواب ان کو روط کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ منصور بن نعمان، منذر بن طریف، سعدون بن سلیط، سوزان، قاضی عقبہ بن مغیرہ اور عروسہ بنت حمدون کے چہروں پر بھی اطمینان کے ٹک بکھرنے لگے تھے۔ رقیم بن خلاط کے اس جواب سے روط کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ لہذا وہ زید جراتمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر محترم! میں آپ کی انتہائی درجے کی ممنون اور شکر گزار ہوں۔ کیونکہ کم از کم آپ نے مری ایک بات تو مانی۔ اب اگر آپ ایک اور بات مانیں تو میں سمجھوں گی آپ نے میری ماری باتیں مان لی ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے بڑی بنجیدگی میں پوچھا تمہندی دوسری بات کیا ہے اس پر روط کیکپاتی سی آواز میں کہنے لگی۔

امیر محترم! میری دوسری خواہش یہ ہے کہ آج رات کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں۔ آپ کو یاد ہوگا پہلے بھی میں نے آپ سے ایک بار گزارش کی تھی کہ آپ میرے اور میری ماں کے ساتھ کھانا کھائیں۔ پھر آپ کو وقت ہی نہ ملا اور میں آپ سے وہ بات دوہرانے کی

گزارش نہ کر سکی۔ آج میں اپنی وہی گزارش پھر دوہراتی ہوں۔ رقیم بن خلاط کے جواب دیئے سے قبل ہی منصور بن نعمان رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
امیر محترم! میری بہن روطہ صبح کہتی ہے۔ میں چاہتا ہوں آج ہم سب کھانا مل کر کھائیں۔
یہ کھانا میری بہن روطہ اور میری بیوی عروسہ دونوں مل کر تیار کریں گی اور آج جس قدر افراد ہم یہاں کھڑے ہیں سب مل کر اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

مجھے تمہاری اس تجویز سے اتفاق ہے۔ اگر تم ایسا ہی چاہتے تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔
میں منذر بن طریف، سعدون بن سلیط، جب کھانا تیار ہو جائے گا تو تمہارے یہاں آجائیں گے۔ رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر منصور بن نعمان، منذر بن طریف، سعدون بن سلیط، قاضی عقبہ بن مغیرہ، سوزان، روطہ اور عروسہ بنت حمدون کی خوشیوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ پھر منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط تو وہیں رقیم بن خلاط کے پاس رہے۔ جبکہ عقبہ بن مغیرہ، منصور بن نعمان، روطہ، سوزان اور عروسہ بنت حمدون وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ پھر وہ کوہستانی سلسلے سے نیچے اتر کر ان عمارتوں کی طرف جا رہے تھے جن میں ان کے سرکردہ لوگوں کی رہائش گاہیں تھیں۔

ادھر رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط بھی مجاہد بن یوسف کی قبر کے قریب ہی نصب ہونے والے چمڑے کے خیمے میں چلے گئے تھے۔ وہاں بیٹھ کر وہ تینوں بے چارے بڑے تاسفانہ انداز میں مجاہد بن یوسف کی موت، مسلمانوں کے شہر الحکمہ کے ہاتھ سے نکل جانے پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

☆.....☆

گہری ہوتی شام نے وقت کی دور بین نگاہوں میں کا جل گھول کر رکھ دیا تھا اندھیروں نے ہر شے اور معافی کو تاریکیوں کے پیر بن پہنا دیئے تھے۔ مہکتی ہواؤں کے جھوکوں میں بے دلی بچے جمانے لگی تھی۔ جبکہ گنگن کے چاند تارے تہذیب کے کھلتے پھولوں کی طرح ہنستے ہوئے شب کے وہم و گمان کی حدود میں ہر چیز کو حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہے تھے۔

ایسے میں روطہ اپنی رہائش گاہ سے بھاگتی ہوئی اس کوہستانی سلسلے پر چڑھ رہی تھی جس کے اوپر رقیم بن خلاط کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ شاید وہ کھانا کھانے کے لئے رقیم بن خلاط کو بلائے جا رہی تھی۔ اپنی پھولی سانوں کے ساتھ کوہستانی سلسلوں کے اوپر آنے کے بعد خیمے کے قریب روطہ تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر جب وہ خیمے کے دروازے کے قریب آئی تو اس نے دیکھا سردی کے باوجود خیمے کا دائیں طرف کا پردہ اٹھا ہوا تھا۔ اور پردے کے سامنے جو کمرہ تھا۔ اس کے اندر چھوٹی چھوٹی دو مشعلیں روشن تھیں۔ انہوں نے کمرے کی ہر شے کو روشن کر رکھا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے روطہ کچھ متفکر ہوئی پھر وہ خیمے میں داخل ہوئی پر وہ کمرہ خالی تھا۔ اس کے بعد وہ بڑے شامیانہ نما خیمے کے دوسرے کمروں میں گئی لیکن وہ بھی سب خالی پڑے ہوئے تھے۔ پھر خیمے سے نکل کر چاندنی رات میں روطہ باہر آئی پھر اس نے دیکھا رقیم بن خلاط مجاہد بن یوسف کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ منذر بن طریف اور مقتی سعدون بن سلیط قبر کے قریب ہی ایک بڑی چٹان پر اداس اور افسردہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر روطہ اپنے کسی رد عمل کا اظہار کرنا چاہتی تھی کہ وہ خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ اسے رقیم بن خلاط کی درد میں ڈوبی اور بکھری ہوئی آواز سنائی دی تھی۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھی۔ رقیم بن خلاط کے پیچھے کھڑی ہو گئی اس کی آواز سننے کی کوشش کرنے لگی۔ رقیم بن خلاط کہہ رہا تھا۔

مجاہد بن یوسف میرے بھائی میرے عزیز! ہوس کے اس سمندر میں جب تو زندہ تھا تو میں اپنی قیمت اپنی قامت کے برابر لگاتا تھا۔ تیری موت کے بعد تنہائیاں مجھے آدب و چیں گی میرا دل محن مقتل اور روح نمد لاشوں جیسا ہو کر رہ جائے گا۔ زمانہ اپنے ستم کے تازیانے مجھ پر برسائے گا اور میں کچے گھروندوں کے درد یوار کی طرح ہو کر رہ جاؤں گا۔ مجاہد میرے بھائی!

آپ کی زیست کا جواں نغمہ ہوں۔ اذیت کے شمشانوں اور درد و کرب کی تصویروں میں میں آپ کے لئے محبت کی تپش اور خلوص کی حرارت ہوں۔ خدا کے لئے اپنے آپ کو تنہا اور بے بس نہ سمجھئے میں روطہ آپ کی ساتھی ہوں۔ آپ کا دکھ میرا دکھ۔ آپ کا غم میرا غم ہے۔ میں آج اپنے بھائی مجاہد بن یوسف کی قبر کے پاس آپ سے عہد کرتی ہوں کہ آپ کا ہر دکھ آپ کا ہر غم میں گھول کر بیٹھے مشروب کی طرح پی جاؤں گی۔ امیر محترم! مایوس ہونا چھوڑ دیئے۔ میں آپ کو تنہا نہیں رہنے دوں گی میں آپ کی ساتھی ہوں۔ امیر محترم! میں آپ کو بھٹکی یادوں کی طرح سر گرداں نہیں رہنے دوں گی۔ اٹھئے میرے ساتھ چلئے۔ کھانا تیار ہے اور وہاں سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

روطہ کی اس ساری گفتگو کے جواب میں رقیم بن خلاط کسی رد عمل کا اظہار کرنے ہی لگا تھا کہ قریبی چٹان پر بیٹھا ہوا لشکر کا مغنی سعدون بن سلیط اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بربط تھا۔ تھوڑی دیر تک اپنی انگلیوں کو حرکت میں لانے کے بعد بربط بجاتا رہا۔ پھر اس کی دکھیا بین کرتی اور انگارے، شرارے برساتی آواز بلند ہوئی وہ کہہ رہا تھا۔

اے الحمة اے الحمة
اے الحمة اے الحمة
تیرا ہر نفس خوں ہوا
اے الحمة اے الحمة

تھوڑی دیر تک سعدون بن سلیط یہی دونوں شعر دوہراتا رہا۔ بربط بجاتا رہا اور ساتھ ہی اس کی آواز سے یہ بھی پتہ چل رہا تھا کہ وہ آنسو بہا رہا ہے اور اندر ہی اندر رو رہا ہے یہاں تک کہ اس کی آواز یکسر ڈوب گئی اور رات کی تاریکی میں سعدون بن سلیط کی ہچکیاں اور سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے قریب ہی پتھر پر بیٹھا ہوا منذر بن طریف بھی رو رہا تھا۔ اس موقع پر روطہ نے دیکھا رقیم بن خلاط کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک ایسا سماں رہا۔ روطہ بے چاری بھی آنسو بہا رہی تھی۔ پھر شاید مغنی سعدون بن سلیط نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ بربط بجاتے ہوئے اس کی آواز پھر بلند ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

میرے خدا مدد فرما
تو ہی الھدی، تو ہی رہنما
یہ شجر و گل۔ یہ جبل و جل
یہ کہکشاں۔ یہ مہر و ماہ

تیرے بعد کون اپنی بے زبانی کے ساتھ میرے سامنے چھروں پر سوار سوالوں کے انبار لئے گھورتی نگاہوں کے ساتھ آئے گا۔

رقیم بن خلاط یہیں تک کہنے پایا تھا کہ روطہ کی حالت بری ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس کا جی چاہا کہ دھاڑیں مار کر روئے اور رقیم بن خلاط سے لپٹ کر اپنے دل کا سارا غبار اتار دے۔ پھر رقیم بن خلاط کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ مجاہد میرے بھائی! تیری صحت کے بعد میری سانسوں کی ڈوری میری بصارت، میری سماعت گروی ہو کر رہ جائے گی۔ میری ذات کی الجھنیں میرے مقدر میں لکھا اضطراب بڑھ جائے گا اور میرے سفر کے سب ہی راستے میرے لئے کشن ہو کر رہ جائیں گے۔

میرے عزیز میرے بھائی! میرے ہمسفر! تیرے بعد میں قطرہ باران کی طرح تحلیل ہو کر فضا کی بلندیوں پر چلا جاؤں گا۔ چاہتوں کی بھیاں میرے لئے مفقود محبتوں کے جذبے میرے لئے ختم اور موسموں کی جاذبیت میرے لئے نفرت میں بدل جائے گی۔ میرے مقدر میں درد کے نشتر اور تنہائی کے منموں کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

رقیم بن خلاط شاید اس کے آگے بھی کچھ کہتا پر اس کی یہ ساری گفتگو روطہ کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ روطہ ایک طرح سے رقیم بن خلاط کے اوپر گرسی گئی تھی۔ اس نے اپنا سر رقیم بن خلاط کی پشت کی طرف سے اس کے کندھے پر رکھ دیا پھر وہ ہچکیوں اور سسکیوں میں رقیم بن خلاط کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

امیر محترم! دکھ کے اس نگار خانے میں آپ کو مایوسی کا سیم و تھور نہ بننے دوں گی۔ میں آپ کو تشنگی کی دھوپ کا شکار نہ بننے دوں گی۔ امیر محترم! زندگی کی راہوں کا میں آپ کو گمناں بیتا لٹھ نہ بننے دوں گی۔ امیر میں آپ کی راتوں کی حسین تنہائی کے لئے چاند کی نرم ضیا اور دام فسون پھیلاتی شب میں زندگی کا پیغام دیتی روشن کرن بن جاؤں گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد روطہ نے تھوڑی دیر کے لئے دم لیا پھر وہ دوبارہ اپنی بکھرتی، ڈوبتی، سسکتی اور روئی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

امیر محترم! میں روطہ آپ کی زندگی کی سب کچھ اور ہمسفر ہوں۔ میں آپ کو یادوں کے چھلکتے جام میں صدیوں کا قحط نہ بننے دوں گی۔ میں روطہ آپ کے جیون کے لمحے کے لئے شعور کی شبنم زندگی کا بھرا سا غر بن جاؤں گی۔ امیر محترم! میں آپ کی چاہتوں کی جستجو میں ساعتوں کی بھینی خوشبو بن جاؤں گی اور آپ کے غم دوراں میں شہر خوشبو اور چاند کی بستی ثابت ہوں گی۔ امیر محترم! میری ماں، مجھے آپ سے منسوب کر چکی ہے۔ میں آپ کی زندگی کا ہمسفر ہوں میں آپ کو اس حالت میں کبھی بھی نہیں دیکھ سکتی۔ امیر محترم! آپ اکیلے نہیں ہیں۔ اب میں

سب تیرے ہی کن کی ہیں ادا
یہ انس و جان - یہ ارض و سماں
تو ہی الہدیٰ تو ہی رہنما

میرے خدامد دفرا
حرف دعا - تجھ کو زیبا
تو ہی خالق مآشا

بھنور ہیں اپنے چار سو
رحم فرما رحم فرما

میرے خدامد دفرا
تو ہی الہدیٰ تو ہی رہنما
تو رہبر ہر بے نوا

ہر شے کا تو ہی حق نما
مدد فرما مدد فرما

ہر درد کا تو ہی درماں
میرے خدامد دفرا
تو ہی الہدیٰ تو ہی رہنما

اتنا گانے کے بعد سعدون بن سلیط خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے ربط بجا نا بھی بند کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک فضاؤں میں خاموشی رہی۔ اس لئے کہ سعدون بن سلیط کی ہچکیوں کے ساتھ فضاؤں میں منذر بن طریف، رقیم بن خلاط اور روط کی ہچکیاں اور سسکیاں بھی سنی جا سکتی تھیں۔ پھر سب سے پہلے رقیم بن خلاط نے اپنے آپ کو سنبالا اور اپنے سر پر بندھے ہوئے عمامے کے پلو سے اس نے اپنے آنسو پونچھے۔ اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی روط کے آنسو بھی اس نے اپنے عمامے کے پلو سے پونچھے پھر پہلی بار اس نے روط کا گداز، خوبصورت، چکنا اور حسین بازو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اسے مخاطب کر کے بڑے پیار بڑی چاہت میں کہنے لگا۔ اٹھو روط اپنے آپ کو سنبالو۔ تمہاری گفتگو تمہارے الفاظ نے مجھے ایک نیا ولہ نیا حوصلہ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری محبت تمہاری چاہت مجھے اس زیست میں اکیلا نہیں رہنے دے گی۔ دیکھ روط تمہاری محبت تمہاری چاہت کے سہارے تو میں آگ کے سمندر تک کو عبور کر سکتا ہوں۔ منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط کو ساتھ لیں اور نیچے چل کر کھانا کھائیں وہاں سب لوگ ہمارا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہوں گے۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو سے روط بے چاری کو بھی حوصلہ ہوا۔ اس نے اپنا حسین اور مرمریں بازو رقیم بن خلاط کی گرفت ہی میں رہنے دیا اور اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر دونوں پہلو پہ پہلو چلتے ہوئے اس چٹان کے قریب آئے جس پر منذر بن طریف بیٹھا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی سعدون بن سلیط اپنے ہاتھ میں ربط لئے کھڑا تھا۔ ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے رقیم بن خلاط بلند آواز میں کہنے لگا۔

میرے دونوں بھائیو، میرے دونوں عزیزو! آؤ نیچے چلیں، کھانا تیار ہے۔ روط ہمیں بلانے آئی ہے۔ سب لوگ کھانے پر ہمارے منتظر ہوں گے۔ جواب میں منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط نے کچھ بھی نہ کہا وہ دونوں بے چارے چپ چاپ رقیم بن خلاط اور روط کے ساتھ ہو لئے تھے پھر وہ چاروں کو ہستانی سلسلے کی تدریجی ڈھلان اترتے ہوئے نیچے جا رہے تھے۔

○

ایک روز رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور لشکر کا مفتی سعدون بن سلیط کو ہستانی سلسلے کے اوپر رقیم بن خلاط کے خیمے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک لشکری بھاگا بھاگا خیمے میں داخل ہوا اور پھولی سانس میں وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! ریاست ارغون کی سابق ملکہ اور ہماری بہن روط کی ماں سوزان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ روط اور امیر منصور بن نعمان کی بیوی عروسہ دونوں اسے سنبالا دے رہی ہیں اور انہوں نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو بلا کر لاؤں۔ اس پر رقیم بن خلاط فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ سعدون بن سلیط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ سعدون میرے بھائی تم فوراً جاؤ۔ لشکر کے کسی طبیب کو بلا کر وہاں لاؤ۔ اس پر سعدون بن سلیط اپنی جگہ سے اٹھا اور فوراً بھاگتا ہوا خیمے سے نکل گیا تھا۔ پھر رقیم بن خلاط کہنے لگا آؤ دیکھتے ہیں سوزان کو کیا ہوا اور کیوں اس کی اچانک طبیعت بگڑ گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی تینوں خیمے سے نکل گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد بڑی تیزی سے ڈھلان اترتے ہوئے وہ روط اور اس کی ماں سوزان کی رہائش گاہ میں داخل ہوئے۔ اندر ایک کمرے میں سوزان ایک بستر پر بے سدھ سی پڑی تھی۔ اس کے قریب ہی روط بیٹھی سسک سسک کر رو رہی تھی۔ منصور بن نعمان کی بیوی عروسہ سوزان کو سنبالنے کے ساتھ روط کو بھی پیار بھرے انداز میں تسلی دے رہی تھی۔

جونہی رقیم بن خلاط اپنے ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ عروسہ اپنا چہرہ روط کے کان کے قریب لے گئی اور دھیمی آواز میں کہنے لگی۔ روط، روط میری بہن اٹھو۔ رقیم بن

خلاط تمہاری ماں کا پتہ کرنے آئے ہیں۔

رقیم بن خلاط کا سنتے ہی روطہ اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی۔ رقیہ بن خلاط اتنی دیر تک نزدیک آ چکا تھا۔ آنسوؤں سے روطہ کا چہرہ تر تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے روطہ نے عجیب سے انداز میں رقیہ بن خلاط کی طرف دیکھا۔ دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے کس کے نہاں خانوں میں مہک اور جوانی گلے ملنے کو بے چین ہوں۔ جیسے کائنات کی روشن ترین سچائی، پاکیزہ ترین اعتماد پر شمار ہونے کے در پے ہوں۔ جیسے لہجے کے زمرے کی زبان سے نکلنے والے حرف حق سے آہنگ ہونے کی طلب رکھتے ہوں۔ جیسے مدھر بھرا پیار کا آسمان زمین کے پتے جسم کو اپنی ذات میں سمو لینے کا عزم رکھتا ہو۔

تھوڑی دیر تک روطہ اسی انداز میں رقیہ بن خلاط کی طرف دیکھتی رہی۔ رقیہ بن خلاط نے بھی تھوڑی دیر کے لئے غور سے روطہ کا آنسو سے تر چہرہ دیکھا۔ وہ روطہ کے قریب آیا اور بڑے پیارے مٹھاس بھرے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس وقت تمہاری ماں کی حالت بگڑی تھی مجھے یا کسی اور کو بلا لیا ہوتا۔ اب تم فکر مت کرو۔ میں نے لشکر کے طبیب کو بلایا ہے اور وہ ابھی آتا ہے۔ تمہیں گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

رقیم بن خلاط کے ان الفاظ پر روطہ کو کچھ ڈھارس ہوئی۔ اس نے اپنا چہرہ صاف کیا۔ شہد بھرے انداز میں رقیہ بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ بیٹھے نا کھڑے کیوں ہیں۔ ماں پہلے بالکل بے ہوش تھیں۔ اب تو اپنے حواس میں ہیں۔ رقیہ بن خلاط جواب میں کچھ ہنسا چاہتا تھا کہ لشکر کا مغنی سعدون بن سلیط طبیب کو لے کر بھاگتا ہوا اندر آیا تھا۔ طبیب سوزان کی مہری کے قریب آیا۔ چری تھیلہ اس نے فرش پر رکھا۔ پھر اس نے سوزان کا بازو پکڑ لیا۔ بونے نبض محسوس کرنی شروع کر دی تھی۔ نبض دیکھتے ہوئے اس طبیب کے چہرے پر کھمبائی مایوسی اور نا امیدی کی پر چھائیاں چھاتی رہیں پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور رقیہ بن خلاط کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ امیر محترم! میں دوا دیتا ہوں لیکن ان کی بیماری کچھ ایسی ہے کہ بڑی احتیاط کرنی پڑے گی۔ زیادہ سے زیادہ دیکھ بھال کرنی ہوگی۔ اس پر رقیہ بن خلاط نے طبیب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ دوا دیں۔ ان کی دیکھ بھال کا معقول انتظام کیا جائے گا۔ طبیب نے قریب کھڑی روطہ کو دوا دی اور اسے استعمال کا طریقہ بھی بتا دیا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ طبیب کے جانے کے بعد روطہ نے اپنی ماں کو دوا پلائی۔ رقیہ بن خلاط ابھی تک مسہری کے قریب کھڑا تھا۔ روطہ شاید یہ برداشت نہ کر سکی کہ وہ رقیہ جیسے وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز خیال کرتی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں آ کر یوں کھڑا رہا۔ اس بار وہ پھر

بولی اور آواز میں ساری شیرینی، لہجے میں شہد گھولتے ہوئے کہنے لگی آپ کھڑے کیوں ہیں۔ بیٹھ جائیے رقیہ بن خلاط ایک خالی مسہری پر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ رات کی تاریکی میں ایک سپاہی بھاگتا ہوا اندر آیا اور رقیہ بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! سلطان ابوالحسن ان کے بھائی الزغل اور احمد بن عطاش آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آ رہے ہیں وہ رہائش گاہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہیں۔ اس پر رقیہ بن خلاط فوراً منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تم دونوں بھائی فوراً جاؤ اور میرے خیمے کا سامان وغیرہ ٹھیک کرو۔ میں اور منصور دونوں مل کر سلطان ان کے بھائی الزغل اور احمد بن عطاش کا استقبال کرتے ہیں اور اس کے بعد انہیں خیمے میں لے کر آتے ہیں۔ اس موقع پر روطہ فوراً کہنے لگی۔

امیر محترم! اگر آپ براہِ محسوس کریں تو میں نے ساتھ والے کمرے کی صفائی کر رکھی ہے۔ آپ اسی میں سلطان ان کے بھائی الزغل اور احمد بن عطاش کو بیٹھا کر گفتگو کر سکتے ہیں۔ اس پر سوالیہ سے انداز میں رقیہ بن خلاط نے منصور بن نعمان کی طرف دیکھا۔ جواب میں منصور بن نعمان کہنے لگا روطہ ٹھیک کہتی ہے امیر محترم! میں وہ کمرہ دیکھ چکا ہوں۔ اس میں نشست کی جا سکتی ہے۔ اس پر رقیہ بن خلاط تیزی سے اس کمرے سے نکلا ساتھ والے کمرے کا اس نے جائزہ لیا پھر واپس آیا اور روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ تیری بڑی مہربانی۔ تو ہمیں اس قدر آسائش اور سہولت فراہم کر رہی ہے۔ دراصل میں سلطان ان کے بھائی اور احمد بن عطاش کو اپنے خیمے میں اس لئے لے جانا چاہتا تھا کہ تمہارے لئے ہم یہاں زحمت کا باعث نہ بنیں۔ اس پر روطہ فوراً بولی اور شکوہ بھری آواز میں کہنے لگی۔ امیر محترم! آپ کا یہاں قیام میرے لئے کیونکر زحمت کا باعث بن سکتا ہے۔ آپ جتنی دیر زیادہ یہاں ٹھہریں گے اسی قدر میرے اور میری ماں کے لئے سکون کا باعث ہو گا۔ اس پر رقیہ بن خلاط نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آؤ سلطان اس کے بھائی اور احمد بن عطاش کو یہاں لائیں اس کے ساتھ ہی رقیہ بن خلاط کے ساتھ منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط باہر نکل گئے تھے۔

روطہ کی رہائش گاہ سے نکل کر وہ چاروں تھوڑا سا بی آگے گئے ہوں گے کہ سامنے سے سلطان ابوالحسن ان کا بھائی الزغل اور احمد بن عطاش آتے دکھائی دیئے۔ ان کے آگے پیچھے رقیہ بن خلاط کے مسکن کے کچھ مسلح جوان بھی حفاظت اور احتیاط کی خاطر ساتھ چل رہے تھے۔ جونہی سلطان اس کے بھائی الزغل اور احمد بن عطاش نے اپنے سامنے رقیہ بن خلاط، منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط کو آتے دیکھا وہ تینوں اپنے گھوڑے سے اتر

کہا۔ دیکھ مسلم بن موسیٰ یہ شخص جو سامنے بیٹھا ہوا ہے ہمارے محسنوں میں سے ایک ہے اس کا نام رقیم بن خلاط ہے جو کچھ تم پر بیتی اور جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو بیان کرو۔

الزغل جب خاموش ہوا تو وہ بوڑھا رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرا نام مسلم بن موسیٰ ہے۔ میں ہسپانیہ کی شرقی بندرگاہ لقت کے قریب ایک قصبہ لوخو کا رہنے والا ہوں۔ یہ بستی کبھی ساری کی ساری مسلمانوں کی تھی۔ جب یہ علاقہ فرولندہ نے فتح کر لیا تو یہاں کی آبادی اکثر مسلمان ہجرت کر کے مالقہ اور المریہ کی طرف چلے گئے تاہم کچھ مسلمانوں نے وہیں قیام رکھا ان میں میرا خاندان بھی شامل تھا۔

دیکھ میرے مہربان اس بستی کا ایک رئیس ہے نام اس کا ماریئوس ہے۔ اس کا ایک بھائی بھی ہے جو بوڑھا بد معاش اور بد قماش انسان ہے اس کا نام بلدائن ہے۔ ان دونوں بھائیوں نے مل کر مسلخ نصرانیوں کی ایک جماعت تیار کی ہے۔ اس جماعت کے ساتھ یہ لوگوں میں قیام رکھنے والے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور مسلمان جوانوں کا انہوں نے جی بھر کر قتل عام کیا۔ میں بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوا ہوں۔

ماریئوس اور بلدائن کے لائے ہوئے ان نصرانیوں نے اس بستی کے سارے مسلمان جوانوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اس بستی میں جس قدر نوخیز اور نوجوان لڑکیاں تھیں انہیں اکٹھا کیا پھر بوڑھوں اور بچوں کو بھی انہوں نے ایک جگہ جمع کیا ان سب کا انہوں نے قتل عام کیا۔ صرف نوجوان لڑکیوں کو انہوں نے محفوظ رکھا۔

دیکھ میرے مہربان لوخو نام کی اس بستی کے قریب ہی سمندر کے کنارے ایک سرائے ہے اس سرائے کے مالک دو بھائی ہیں ان میں سے ایک کا نام شلوط اور دوسرے کا نام رزمیر ہے اور یہ بستی کے سردار اور اس کے بھائی ماریئوس اور بلدائن کے چچا زاد ہیں۔ اس عمارت کو وہ قحبہ خانے کی شکل دیں گے اور اس قحبہ خانے میں وہ مسلمان لڑکیاں رکھی جائیں گی جو انہوں نے لوخو نام کی بستی سے گرفتار کی ہیں۔

بس میں یہی آرزو بھی درخواست اور یہی نالش لے کر آیا ہوں کہ خدا را ان لڑکیوں کی مدد کی جائے۔ ابھی تک ان میں سے کچھ کی عزت محفوظ ہوگی۔ جب وہ قحبہ خانہ تیار ہو گیا تو وہ بے چاریاں اپنی عزت سے محروم ہو جائیں گی۔ پھر وہ نہ گھر کی رہیں گی نہ گھاٹ کی۔

مسلم بن موسیٰ کی زبان سے یہ ساری الناک داستان سن کر رقیم بن خلاط کی حالت شوریدہ لہروں، زندگی کے دشت کی ہولناک ویرانی اور رنجی امیدوں میں چیختے لٹھوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اور خونی ارادے اور عزائم رقص کرتے رہے۔ پھر وہ اس بوڑھے کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی سخت آواز اور انتقامی لہجے میں

گئے۔ سب آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے بغلیں ہوئے۔ احمد بن عطاش کے پیچھے پیچھے ایک بوڑھا بھی گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا وہ بھی احمد بن عطاش کے ساتھ اتر چکا تھا۔ سب اس سے بھی بغلیں ہو کر ملے تھے۔ پھر رقیم بن خلاط سب کو لے کر روٹ کی رہائش گاہ کے کمرے میں آیا۔ سلطان جب ایک نشست پر بیٹھ گیا تو تھوڑی دیر تک انہوں نے اس کمرے کا جائزہ لیا پھر وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ غرناطہ کے چوپان! مجھے بڑا دکھ اور افسوس ہے کہ میں تمہارے دست راست مجاہد بن یوسف کے جنازے میں شامل نہ ہو سکا۔ دیکھ میرے بیٹے، میرے عزیز! تم سے ملنے کے لئے مجھے بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ آج بھی تم دیکھو میں رات کی تاریکی میں تم سے ملنے آیا ہوں۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ میں سب پر ظاہر کر دوں کہ تم میرے بیٹے کی جگہ ہو اور میرے دست راست ہو اور یہ کہ وہ نوجوان ہو جس پر میں برے سے بدترین حالات میں بھی اعتماد کر سکتا ہوں۔ دیکھ بیٹے کاش مجاہد بن یوسف کی موت پر میں اس کے جنازے اس کی تدفین میں بھر پور حصہ لے سکتا۔

اس پر رقیم بن خلاط بولا۔ سلطان محترم! مجھے آپ کی مجبوری کا احساس ہے۔ میری خود بھی حالت ہے کہ میں دن کی روشنی میں غرناطہ آکر آپ سے نہیں مل سکتا۔ اس لئے کہ غرناطہ میں آباد عیسائی ہسپانیہ کے اندرونی حصوں کی طرف جاتے رہتے ہیں، درود مجھے شکل سے پہچانتے ہیں۔ میں جو ایک بار آپ کے یہاں رات کے وقت مہمان ہوا تو اسی لئے میں رات ہی کے وقت اپنے مسکن میں لوٹ آیا تھا تاکہ دن کی روشنی میں غرناطہ میں کوئی نصرانی مجھے نہ دیکھ لے۔ اس طرح ہسپانیہ کے اندر میری ذات مشکوک ہو سکتی ہے۔ سلطان محترم! مجاہد بن یوسف کی موت پر آپ نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے ان کے لئے میں آپ کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔

رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب سلطان ابوالحسن بولا اور کہنے لگا۔ رقیم میرے بیٹے! اس وقت ہم تینوں تمہارے پاس ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آئے ہیں اور وہ کام یہ بوڑھا بتائے گا جو ہم تینوں کے ساتھ آیا ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور سعدون بن سلیط چاروں اس بوڑھے کی طرف دیکھنے لگے تھے جو احمد بن عطاش کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس موقع پر الزغل بول پڑا۔

رقیم میرے عزیز! یہ بوڑھا انتہائی ضرورت مند اور کپلا مسلا انسان ہے۔ جو نالش یہ لے کر آیا ہے اس کے تحت تم ہی ایسے شخص کی مدد کر سکتے ہو۔ اب یہ بوڑھا خود ہی تم سے کہے گا کہ اس پر کیا بیتی اور یہ تم سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ الزغل نے اس بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے

ہے میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں آپ کی تعریف کر سکوں۔ اس پر عقیق بن خلاط نے مسکراتے ہوئے کہا دیکھ روطہ تو کہاں کہاں میری تعریف کرے گی۔ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میرا فرض بنتا ہے۔ اچھا تم کو میں سلطان سے بات کر کے تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کھانا کھا کر جائیں گے یا نہیں۔ اس کے ساتھ ہی درمیانی کمرے سے رقیق بن خلاط واپس چلا گیا تھا پھر وہ سلطان سے مخاطب ہوا۔

سلطان محترم! مجھے روطہ نے بلایا تھا اس کی ماں سوزان کی حالت گزشتہ کئی دنوں سے خراب ہے کیونکہ وہ دق کی بیماری میں مبتلا ہے۔ روطہ نے مجھے اس لئے بلایا تھا کہ میں آپ سے کھانا کھانے کی درخواست کروں کہ آپ لوگ کھانا کھا کر جائیں۔ اس پر سلطان ابو الحسن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے رقیق بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا میں اور میرا بھائی الزغل روطہ سے مل سکتے ہیں۔ اس کی ماں کو دیکھ سکتے ہیں۔ اس پر رقیق فوراً کہنے لگا۔ سلطان محترم! کیوں نہیں وہ تو دونوں ماں بیٹی خود آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہیں۔ اس پر سلطان ابو الحسن اور الزغل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور رقیق بن خلاط اور منصور بن نعمان ان دونوں کو ساتھ والے کمرے میں لے گئے۔

سلطان اور الزغل جب دوسرے کمرے میں داخل ہوئے تو رقیق بن خلاط نے روطہ اور منصور بن نعمان کی بیوی عروسہ اور سوزان سے ان کا تعارف کرایا۔ سلطان اور الزغل دونوں باری باری آگے بڑھے اور انہوں نے روطہ اور عروسہ کے سر پر مشفقانہ انداز میں ہاتھ پھیرا۔ پھر سلطان نے روطہ کی ماں سوزان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میری بہن! میں جانتا ہوں کہ تو نے اپنی بیٹی روطہ کے ساتھ شاہی محل میں زندگی بسر کی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم تم دونوں ماں بیٹی کو ارغون جیسی آسائشیں یہاں فراہم نہیں کر سکے۔ اس کے لئے کچھ مجبوریات ہیں۔

دیکھ میری بہن! میں چاہتا تو تم دونوں ماں بیٹی کے قیام کا انتظام میں غرناطہ کے قصر الحمرا میں بھی کر سکتا تھا لیکن اس طرح سب کو خبر ہو جاتی کہ تم دونوں ماں بیٹی نے غرناطہ میں قیام کر رکھا ہے جس کی بناء پر ارغون کا حاکم اور تمہارا شوہر جیسی اول تم دونوں کو مجھ سے طلب کرتا اور جب میں واپس دینے سے انکار کر دیتا تو پھر بات براہ راست جنگ کی صورت اختیار کر لیتی۔ بس اسی صورتحال سے بچنے کے لئے میں نے تم ماں بیٹی کا قیام یہاں رقیق بن خلاط کے مسکن میں کیا ہے۔

سوزان کے جواب دینے سے پہلے ہی روطہ بول پڑی اور سلطان ابو الحسن کو جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔

کہہ اٹھا۔ دیکھ میرے بزرگ میں انہیں اجازت نہیں دوں گا کہ ان مسلمان لڑکیوں کو بے آبرو کریں۔ میں ان اواباشیوں کے ہر قدم پر خوف و دہشت لرزاں کروں گا۔ ان کے ہر نفس میں لرزشیں سمو کر رکھ دوں گا۔ دیکھ میرے بزرگ مطمئن رہ میں ان سب کے دل کی بے ربطہ دھڑکنوں کو خاموش کر کے رہوں گا۔ لمحوں کی زنجیروں میں انہیں محصور کروں گا اور ان کی شکن شکن جبین کو خون آلود کر کے چھوڑوں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیق بن خلاط خاموش ہوا۔ پھر وہ سلطان ابو الحسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ کی بڑی مہربانی آپ کا بڑا شکر یہ کہ آپ مسلم بن موسیٰ کو میرے پاس لے کر آئے۔ میں اس کی مدد کروں گا۔ میں آج رات ہی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے نکروں گا اور سیدھا لقت کی بندرگاہ کی طرف جاؤں گا۔ لقت کے جس قصبے کا مسلم بن موسیٰ نے ذکر کیا ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور کئی بار وہاں اس سرانے میں قیام بھی کر ہوں جس کا مسلم بن موسیٰ نے ذکر کیا ہے۔

رقیق بن خلاط کے اس جواب پر سلطان ابو الحسن کہنے لگا۔

رقیق میرے بیٹے میرے خیال میں جس کام سے ہم آئے ہیں وہ ہو چکا۔ اب ہم جا رہے ہیں اور مسلم بن موسیٰ کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ غرناطہ میں اس کو اور اس کے ساتھیوں کو چونچ نکلنے میں کامیاب ہوئے ہیں معقول رہائش گاہ مہیا کر دی گئی ہے۔ اس پر جواب رقیق کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دوسرے کمرے سے روطہ کی آواز آئی۔ اس نے درمیانی دروازے کے قریب کھڑے ہو کر کہا۔

امیر رقیق تھوڑی دیر کے لئے میری بات سنئے۔ اس پر رقیق بن خلاط اپنی جگہ سے اٹھا درمیانی دروازے سے وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ اس وقت روطہ کی ماں سوزان مسہری اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ اس کے قریب ہی روطہ اور عروسہ کھڑی تھیں۔ رقیق بن خلاط جب وہاں تو روطہ اپنے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہنے لگیں۔ ماں کی حالت بہت بہتر ہے۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ سلطان کو روکے۔ وہ یہاں سے کھا کر جائیں میں اور روطہ کھانا تیار کرتی ہیں زیادہ دیر نہیں لگائیں گی۔

ہمارے پاس کھانے کا سارا سامان بھی موجود ہے۔ سلطان اور ان کے بھائی الزغل ساتھ آنے والے بوڑھے مسلم بن موسیٰ کی ساری داستان میں درمیانی دروازے کے کھڑے ہو کر سن چکی ہوں۔ اس کی داستان کے جواب میں امیر محترم جو آپ نے جوا

اس لشکری کے جانے کے بعد سلطان ابو الحسن نے رقیم بن خلط کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ دیکھ غرناطہ کے چوپان! یہ جابر بن بکر کون ہے اس پر رقیم بن خلط نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم! یہ میرے جاسوسوں میں سے ایک بہترین اور انتہائی قابل اعتماد جاسوس ہے۔ اس کے ذمہ غرناطہ شہر سے متعلق خبریں فراہم کرنا ہے اور یہ وہاں راہب یولو جس کی حیثیت سے کام کرتا ہے انتہائی قابل اعتماد اور ملک و ملت اور دین و مذہب کا درد اور دکھ رکھنے والا انسان ہے۔

رقیم بن خلط یہیں تک کہنے پایا تھا کہ راہب یولو جس کا اصل نام جابر بن بکر تھا وہ کمرے میں داخل ہوا۔ پہلے اس نے سب سے مصافحہ کیا پھر رقیم بن خلط کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ رقیم بن خلط نے ہاتھ کے اشارے سے اسے پہلو میں بیٹھنے کو کہا۔ جابر بن بکر بیٹھ گیا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ امیر محترم! میں ایک انتہائی اہم خبر لے کر آیا ہوں اس پر رقیم بن خلط کہنے لگا کہ یہاں کوئی اجنبی یا پراپا نہیں ہے۔ یہاں سب کی موجودگی میں تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہہ سکتے ہو۔ اس پر جابر بن بکر انکشاف کرنے لگا۔

امیر محترم! فروندہ اور ارغون کا حکمران جیسی ابھی تک الصخرہ کی شکست کو فراموش نہیں کر سکا۔ گو الصخرہ کے جواب میں اس نے مسلمانوں کے شہر الحمرہ پر قبضہ کر لیا ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ الصخرہ کے مقابلے میں الحمرہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور مسلمان الصخرہ پر قبضہ کرنے کے بعد زیادہ بہترین پوزیشن میں آ گئے ہیں لہذا اس نے باہم مشورہ کے بعد مالقہ شہر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ اس طرح وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی اس بندرگاہ پر قبضہ کر لیں اور افریقہ کے ساتھ مسلمانوں کا رابطہ آہستہ آہستہ منقطع کرتے چلے جائیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد جابر بن بکر تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! اس کام کے لئے ارغون کے حکمران جیسی اور قحطالیہ کے حکمران فروندہ نے ایک متحدہ لشکر تیار کیا ہے اس لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ فروندہ کے نائب سپہ سالار رگیل اس متحدہ کو مقرر کیا گیا ہے۔ اس لشکر کے علاوہ اور بہت سے لشکر بھی اس متحدہ لشکر میں شامل ہوں گے مثلاً قادس شہر کا مارکوئیس ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان سے ملے گا۔ حدت کا والی یا قوہ بھی ایک لشکر لے کر ان میں شامل ہو گا جس کے علاوہ ہولی برادر ہڈ کا ایک بہت بڑا لشکر بھی اس جنگ میں حصہ لے گا اس لئے کہ ہولی برادر ہڈ کو سب سے زیادہ نقصان الصخرہ کی جنگ میں ہوا تھا اور وہ اپنا انتقام لینا چاہتے ہیں۔

امیر محترم! دو ماہ تک یہ سارے لشکر البقیعہ شہر میں جمع ہوں گے جو فروندہ کی حدود میں

سلطان محترم! قسم خداوند قدوس کی ایک مسلمان ماں بیٹی کی حیثیت سے جو سکون ہمیں امیر رقیم بن خلط کے اس ممکن میں نصیب ہوا ہے وہ ارغون کے شاہی محل میں نہیں تھا سلطان محترم! یہاں مسلمان کی حیثیت سے ہمیں ایک اپنائیت کا احساس ہے۔ سلطان محترم! ارغون میں ہمارے لئے راتوں کی رسوائیوں کا خوف اور اجالوں کی پرچھائیوں کا تو ہم تھا۔ لیکن یہاں ہم دونوں کے لئے شہر آور آسودگی سحر کے قرب اور سنہری سندیسوں جیسا چین ہے۔

روط کی گفتگو سن کر سلطان ابو الحسن کے چہرے پر بڑی پرسکون مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ ایک بار پھر آگے بڑھ کر شفقت آمیز انداز میں روط کے سر پر سلطان نے ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔ دیکھ میری بیٹی یہ تم دونوں ماں بیٹی کی بڑی فراخ دلی ہے کہ تم اس طرح کا اظہار کر رہی ہو۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے تمہارے لئے مہیا کیا ہے وہ تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ بہر حال تم دونوں ماں بیٹی کی فراخ دلی کا بے حد شکریہ اس پر روط بولی۔

سلطان محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو میری خواہش ہے کہ آپ رات کا کھانا آج ہی پکھلائیں گے گو ہمارا کھانا بڑا سادہ ہو گا اور قصر الحمرہ جیسا نہ ہو گا لیکن اس میں خلوص ضرور ہو گا۔ اس پر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا نہیں بیٹی ایسی کوئی بات نہیں تو جو کچھ بھی ہمارے سامنے رکھے گی ہم بسم اللہ کر کے شکر گزاری کے ساتھ کھائیں گے۔ میں رقیم بن خلط کے ساتھ والے کمرے میں بیٹھتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں میری بیٹی آج ہمیں کیا کھلائی ہے پھر اس کے ساتھ ہی سلطان ابو الحسن اور ان کا بھائی الزغل رقیم بن خلط اور منصور بن نعمان کے ساتھ دوبارہ اسی کمرے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔

روط اور عروسہ تھوڑی دیر تک بھاگ بھاگ کھانا تیار کرتی رہیں پھر اس کمرے میں انہوں نے کھانا چنا جس میں سب بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے خوشگوار ماحول میں سب نے کھانا کھایا کھانا کھانے کے بعد سلطان نے روط اور عروسہ دونوں کا بڑے شفقتانہ انداز میں شکریہ کیا۔ پھر وہ اس کمرے سے اٹھ کر واپس جانے کا ارادہ رکھتے ہی تھے کہ رقیم بن خلط کا ابا لشکری اندر آیا اور رقیم بن خلط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! جابر بن بکر کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں فی الفور آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اسے انتظار کرنے کا کہا اور اس پر یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ اس وقت سلطان ابو الحسن ان کے بھائی الزغل کے ساتھ بیٹھے کسی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں لیکن بضد ہے کہ مجھے ابھی اور اسی وقت ملنا ہے شاید وہ کوئی اہم پیغام رکھتا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد وہ لشکری جب خاموش ہوا تو رقیم بن خلط کہنے لگا اسے روکومت جاؤ اسے بھیج دو میں سے ملوں گا اس کے ساتھ ہی وہ لشکری باہر نکل گیا تھا۔

واقع ہے یہ بڑا محکم قلعہ ہے۔ یہاں سارے لشکر جمع ہونے کے بعد اپنی تنظیم درست کریں گے اس کے بعد وہ مائعہ پر حملہ آور ہونے کے لئے جبال الشریقہ کے سچ و سچ سفر کریں گے ان کا ارادہ یہ ہے کہ جبال شریقہ میں آگے بڑھتے ہوئے اس کو ہستانی سلسلے کی وادیوں میں جو مسلمان آباد ہیں ان پر حملہ آور ہو کر وہاں سے اپنے لئے رسد کا سامان حاصل کیا جائے اس طرح مسلمانوں کو جگہ جگہ لوٹنے ہوئے مائعہ پر حملہ کیا جائے اور مائعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ امیر محترم! یہ کارروائی تقریباً دو ماہ بعد شروع کی جائے گی لہذا اس کارروائی کو روکنے کے لئے ابھی ہمارے پاس بہت وقت ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جابر بن بکر خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے خاموش ہونے کے بعد کمرے میں تھوڑی دیر تک عجیب سا سکوت اور خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد سلطان ابو الحسن جابر بن بکر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز یہ خبر دینے پر میں تیرا شکر گزار ہوں۔ تیری ذات قابل ستائش ہے کہ تو راہب یوہیص کے بھیص میں قریب شہر اور اس کے نواح میں اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے کام کرتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی تم ایسی ہی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے رہو گے۔ اس پر جابر بن بکر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا امیر محترم! میں اب جاؤں گا۔ اس پر رقیم بن خلاط نے کہا دیکھ جابر میرے بھائی تو کھانا کھا کے جانا۔ اس پر جابر بن بکر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ امیر محترم! میں مسکن میں کھانا کھا چکا ہوں آپ بے فکر رہیں بہر حال میں فرولندہ اور اس کے ساتھیوں کی نقل و حرکت سے متعلق آپ کو اطلاعات دیتا رہوں گا۔ اس کے ساتھ ہی جابر بن بکر نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

جابر بن بکر کے جانے کے بعد سلطان ابو الحسن نے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ رقیم میرے عزیز اس خبر کے بعد تمہارے کیا تاثرات ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے جواب دیا۔

سلطان محترم سب سے پہلے میں مسلم بن موسیٰ کی مہم پر لقت کی بندرگاہ کے قریب لوخو کے قصبے میں جاؤں گا وہاں جن نصرانیوں نے مسلمان لڑکیوں کو گرفتار کر رکھا ہے ان کا قبضہ خانہ کھولنا چاہتے ہیں انہیں سزا دوں گا اس کے بعد میں واپس آؤں گا اور مائعہ کا دفاع کرنے کے لئے آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ اس پر سلطان ابو الحسن نے پھر پوچھا۔

تمہارے خیال میں ہمیں فرولندہ اور جیسی کے اس حملے کا دفاع کس جگہ کہاں اور کیسے کرنا چاہئے اس پر رقیم بن خلاط نے اپنی تجویز پیش کی۔

سلطان محترم! میری تجویز ہے۔ آپ غرناطہ ہی میں مقیم رہیں۔ جس قدر آپ کے پاس

لشکر ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کریں۔ ایک حصے کے ساتھ آپ غرناطہ شہر میں مقیم رہیں اور باقی لشکر کے جو دو حصوں میں سے ایک محترم الزغل کی کمانداری میں دیں اور دوسرا الزجری کی ماتحتی میں دے کر جبال الشریقہ کی طرف روانہ کریں۔ منصور بن نعمان مسکن ہی میں رہے گا۔ مسکن میں جو لشکر رہتا ہے یہ اس کی کمانداری کرے گا اور مسکن کی حفاظت بھی کرے گا۔ جبکہ میں منذر بن طریف کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لوں گا۔

سلطان محترم! ہمارا لائحہ عمل یہ ہونا چاہئے کہ ہم جبال الشریقہ میں جہاں کھلی وسیع وادیوں کے اندر مسلمانوں کی بستیاں ہیں ان بستیوں کے اطراف میں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ جائیں۔ اس لئے کہ حملہ آور مسلمانوں کی ان بستیوں پر حملہ کر کے وہاں سے اپنے لئے خوراک کے ذخائر حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

جب ہمیں اطلاع ملے کہ فرولندہ اور جیسی کے متحدہ لشکر القصرہ شہر سے کوچ کر چکے ہیں تاکہ مائعہ پر حملہ آور ہوں تو ہمیں جبال الشریقہ کے اندر جس قدر مسلمانوں کی آبادیاں اور بستیاں ہیں وہ خالی کرالینی چاہئیں اور مسلمانوں کو محفوظ مقامات پر پہنچا دینا چاہئے۔ تاکہ جب نصرانی ان وادیوں کے قصبوں اور بستیوں پر حملہ آور ہوں تو مکان انہیں خالی ملیں اور وہاں سے انہیں کچھ حاصل نہ ہو۔ جس وقت وہ بستی کے اندر بھوکے بھیڑیوں کی طرح گھوم رہے ہوں گے ہم اطراف کی کوہستانی گھاٹوں سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔

ہمارے حملہ آور ہونے کا طریقہ کار یہ ہو گا کہ محترم الزغل اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف سے بڑھیں الزجری مشرق کی طرف سے جبکہ میں مغرب کی طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے وادی میں اتروں گا۔ صرف شمال کا حصہ نصرانی لشکر کے بھاگنے کے لئے خالی چھوڑ دیا جائے گا۔ جب وہ بھاگیں تو پوری خونخواری کے ساتھ ان کا تعاقب کیا جائے اور کسی کو بھاگنے کا موقع فراہم نہ کیا جائے۔ میرے خیال میں اگر ہم اس لائحہ عمل پر کام کریں تو ہم حملہ آوروں کو بدترین شکست دے سکتے ہیں۔

جواب میں سلطان ابو الحسن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے الزغل اور احمد بن عطاش بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر سلطان ابو الحسن رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ غرناطہ کے چوہان! میں تمہاری اس تجویز کو پسند کرتا ہوں۔ اسی پر عمل پیرا ہو کر فرولندہ اور جیسی اول کے لشکر کو روکیں گے اور ان پر جوابی کارروائی کریں گے۔ میں اب جاتا ہوں میں بھی حالات پر نگاہ رکھوں گا۔ تم بھی اپنے جاسوسوں کے ذریعے حالات پر نگاہ رکھنا جب تم اپنی نئی مہم کے سلسلے میں قصبہ لوخو کی طرف جاؤ تو اپنے مسکن سے میرے عزیز برابر رابطہ رکھنا تاکہ

فرزندہ اور جیسی اول کے حملوں میں اگرچہ ملی ہو تو اس سے تمہیں آگاہی رہے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے کہا۔ سلطان محترم! آپ کسی قسم کی کوئی فکر نہ کریں۔ میرا اپنے مسکن سے دیسے ہی رابطہ رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سب کمرے سے باہر آئے۔ سلطان ابوالحسن الرغل اور احمد بن عطاش نے سب سے مصافحہ کیا پھر وہاں سے چلے گئے تھے۔

رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف تھوڑی دیر تک سوزان کے پاس بیٹھ کر اس کی دلجوئی کرتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ روطہ اور عروسہ بھی ان کے ساتھ خوش گپیوں میں لگی رہیں۔ پھر اسی رات رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اپنے ریوڑ کے ساتھ ہسپانیہ کی مشرقی بندر گاہ لقت کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ منصور بن نعمان مسکن ہی میں رہا تھا۔

اپنے مسکن سے نکل کر رقیم بن خلاط اپنے ریوڑ اور لشکر کے ساتھ مالقہ شہر آیا۔ مالقہ سے المریہ اور المریہ سے وہ لو خوشہ کی طرف بڑھا۔ لوخو میں چند روز اس نے قیام کیا۔ پھر یہاں سے بھی کوچ کیا اور سیدھا مرسیہ پہنچا۔ مرسیہ میں ایک دو روز قیام کرنے کے بعد اس نے اپنے ریوڑ کے ساتھ کوچ کیا اور بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اس نے مشرقی بندر گاہ لقت کا رخ کیا لقت کے قریب پہنچ کر رقیم بن خلاط نے اپنے ریوڑ کے ساتھ لوخو نام کے قصبے کے نواحی کو ہستانی سلسلے میں پڑاؤ کر لیا تھا۔

صرف ایک رات رقیم بن خلاط نے اپنے پڑاؤ میں آرام کیا دوسرے روز اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ اس نے لوخو نام کے قصبے میں اس سرائے کا رخ کیا جس کی نشاندہی بوڑھے مسلم بن موسیٰ نے کی تھی۔ منذر بن طریف کو رقیم بن خلاط نے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے چھوڑا تھا۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور شام کی تاریکی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ رقیم بن خلاط نے اپنے مسلح جوانوں کو سرائے میں جگہ جگہ متعین کر دیا پھر وہ اکیلا سرائے کے اس کمرے میں داخل ہوا جس میں عام لوگ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔

وہ اس حالت میں تھا کہ اپنے جسم پر بوسیدہ پھٹی ہوئی عبا پہنے ہوئے تھا۔ جس کے نیچے اس کی آہنی زرہ تھی۔ اس کے سر پر عمامہ تھا جس کے نیچے اس کا آہنی خود بھی تھا۔ اس کے ہاتھ میں اپنا لوہے کا ترسول تھا اور ترسول کا وہ حصہ جس کی شکل ایک طرح سے تین منہ کے نیزے جیسی تھی اس کے ساتھ اس نے کپڑوں کی ایک گٹھری باندھ رکھی تھی۔ اس گٹھری نے ترسول کے حملہ کرنے والے حصے کو چھپا رکھا تھا اور ترسول کو گٹھری سمیت رقیم بن خلاط نے اپنے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ جس سے ایسا لگتا تھا جیسے کوئی اجنبی مسافر ہو اور سرائے کے اندر قیام کے لئے داخل ہوا ہو۔

سرائے میں داخل ہونے کے بعد رقیم بن خلاط ایک بھدی سی میز پر بیٹھ گیا اپنا ترسول

جس کے ساتھ کپڑوں کی گٹھری بندھی ہوئی تھی اس ہتھ اپنے قریب ہی رکھ لیا۔ تھوڑی دیر بعد سرائے کا ایک ملازم آیا اور رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تم کھانا کھاؤ گے یا شراب پیو گے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے جواب دیا۔

میں ایک غریب مسافر ہوں شراب پینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ بس کھانا کھلا دو۔ جو چیز تمہاری سرائے میں اچھی چکی ہے لے آؤ۔ اس پر وہ ملازم واپس چلا گیا۔

اس ملازم کے واپس آنے تک رقیم بن خلاط نے میز پر بار بار بیٹھنے والی چھ سات کھیاں مار کر اپنی عبا کے ایک حصے میں رکھ لیں۔ پھر وہ کھانا لانے والے ملازم کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ملازم جب کھانا رکھ کر واپس جانے لگا تو رقیم بن خلاط فوراً حرکت میں آیا جو کھیاں اس نے مار رکھی تھیں وہ فوراً اس نے کھانے کی پلیٹ میں جگہ جگہ رکھ دیں۔ پھر وہ زور سے چلا چلا کر اس ملازم کو بلانے لگا جو کھانا لے کر آیا تھا۔

جب وہ ملازم واپس آیا تو رقیم بن خلاط نے بڑی برہمی بڑی بے زاری اور غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کیا تم لوگ مسافروں کو ایسا ہی کھانا دیتے ہو۔ ذرا یہ شور بے میں دیکھو کتنی کھیاں تیر رہی ہیں۔ ملازم نے جب مری ہوئی کھیاں دیکھیں تو دنگ رہ گیا۔ وہ واپس اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ رقیم بن خلاط نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور حکیمانہ انداز میں وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس سرائے کے مالک کون ہیں۔ اس پر ملازم نے سہمے سہمے اور ڈرے ڈرے سے انداز میں کہا اس سرائے کے مالک دو بھائی ہیں جن میں سے ایک کا نام شلوٹ اور دوسرے کا نام رزمیر ہے۔ رقیم بن خلاط نے پہلے سے بھی زیادہ برہمی میں پوچھا اس وقت وہ کہاں ہیں۔ اس پر وہ ملازم بولا وہ یہیں ہیں۔ اس وقت وہ دونوں بھائی سرائے کے اس حصے میں ہیں جہاں کھانا پکتا ہے۔ جواب میں رقیم بن خلاط پُر سکون سے انداز میں کہنے لگا یہ کھانا یہیں پڑا رہے دو۔ تم جاؤ اور ان دونوں کو یہیں بلاؤ۔ اس پر وہ ملازم سوالیہ سے انداز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھنے لگا۔ جواب میں رقیم بن خلاط نے اور زیادہ برہمی اور بیزارگی میں اسے جانے کے لئے کہا تب وہ ملازم بادل ناخواستہ وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد سرائے کا ملازم لوٹا اس کے ساتھ دو جوان تھے جو اپنی شکل و صورت اور وضع قطع سے ہی اوباش اور بد معاش لگتے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو ان کے کچھ کہنے سے پہلے رقیم بن خلاط بولا اور سرائے کے ملازم کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ قبل اس کے کہ میں اپنی گفتگو کا آغاز کروں پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ ان دونوں میں شلوٹ کون ہے اور رزمیر کون ہے؟ اس پر ان دونوں جوانوں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔ میرا نام شلوٹ اور میرے ساتھ یہ میرا بھائی ہے اس کا نام رزمیر ہے تم کہو تمہیں کیا تکلیف ہے۔

اس پر رقیم بن غلاط نے کسی قدر نرم لہجے میں کہا۔ میں تمہاری اس سرائے میں کھانا کھانے آیا تھا۔ جو کھانا مجھے پیش کیا گیا ہے دیکھو اس میں کھیاں پڑی ہوئی ہیں کیا تم لوگ اسی طرح مسافروں کو کھانا پیش کرتے ہو۔ میں نے سنا ہے تم دونوں بد معاش ہو اور اپنی ادبائی اور بد معاشی کے بل بوتے پر یہ سرائے چلاتے ہو۔ اس پر رزمیر بولا اور کہنے لگا کیا اس سلسلے میں تم کو کوئی اعتراض ہے رقیم بن غلاط کہنے لگا اعتراضات تو مجھے بے شمار ہیں گونا گونا بھی چاہوں تو نہ گنوا سکوں۔ جواب میں غلاط کہنے لگا۔

سن اجنبی میں نہیں جانتا تو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا تم مجھے کوئی ٹیڑھے مسافر لگتے ہو اور جو ہم سے ٹیڑھا پن کرتا ہے تو یاد رکھنا وہ اس سرائے سے بچ کر نہیں جاتا۔ اس پر رقیم بن غلاط کہنے لگا۔ ٹیڑھا پن تو تم دونوں بھائی بھی کر رہے ہو اور میرا بھی یہی طریقہ آج تک رہا ہے جو شخص میرے ساتھ ٹیڑھا پن کرتا ہے میں نے اسے زمین پر چلنے کی کبھی زیادہ مہلت نہیں دی۔ اس بار رزمیر آپے سے باہر ہوتے ہوئے نہایت برہمی میں کہنے لگا۔

دیکھ اجنبی ہم وہ لوگ ہیں جو اپنے دشمنوں کو حسرت زدہ آرزوؤں کے احساس اور خوابوں کی کچھلی برف کی طرح ختم کر کے رکھ دیتے ہیں۔ تو کیوں ہماری اس سرائے میں اپنے احساس زیاں کا قتل چاہتا ہے۔ زیادہ بحث مت کرو۔ ورنہ سن رکھنا ہم بحث کرنے والوں کو ریزہ ریزہ کرنے کا ڈھنگ بھی جانتے ہیں۔ اس پر رقیم بن غلاط بدلتے ہوئے لہجے میں بولا اگر میں بحث کرنا ہی چاہوں تب رزمیر کھولتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا تب ہم تمہیں موت کا طوق گراں پہنا کر رکھ دیں گے۔

اس پر رقیم بن غلاط اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اپنا آہنی ترسول جس کے ہاتھ کپڑوں کی گٹھری بندھی ہوئی تھی وہ اس نے سنبھال لیا تھا پھر وہ اپنے آتش لہجے میں رزمیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ رزمیر میں کوئی کھیت کی مٹی نہیں کہ تم مجھے کھود ڈالو۔ نہ میں کھیاں کا تنکا ہوں کہ تم دونوں بھائی مجھے اٹھا کر باہر پھینک دو۔ سن رکھو مجھ سے ٹکراؤ گے تو میں تم دونوں کے سینے میں آتش فشاں اور گرم تند لاوے بھر کر رکھ دوں گا۔ مجھ پر حملہ آور ہو گے تو لکھ رکھو ان بجھی آگ، کوئے ملامت، غمناک شام اور تلخ یادوں پر ہاتھ ڈالو گے۔ اس پر غلاط فوراً بول پڑا۔

تم جو کچھ بھی ہو! ارے سامنے تمہاری کچھ حیثیت نہیں۔ لکھ رکھو اس سرائے میں میرا ایک اشارہ ہوتے ہی میرے ان گنت مسلح جوان تم پر پلکیں گے اور تمہاری تنکا بولی کر کے رکھ دیں گے۔ ابھی وقت ہے یہاں سے چلے جاؤ دفع ہو جاؤ ورنہ سن رکھنا تمہاری حالت ہم ردھی

آوازوں، سسکتے بین اور گھڑے کی ٹوٹی پکی مٹی جیسی بنا کر رکھیں گے۔

رقیم بن غلاط پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ غلاط اور رزمیر تم دونوں بھائیوں نے جو کچھ کہا ہے میرے نزدیک ایک غلیظ کوا اس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ تم دونوں میں جو اپنے آپ کو زیادہ ہی بڑا اور تیغ زن سمجھتا ہے وہ میرے سامنے آئے پھر میں دیکھوں موت کا طوق گراں میرے گلے میں پڑتا ہے یا تم دونوں کے۔ اس پر رزمیر کہنے لگا کیوں نہ ہم دونوں بھائی اکٹھے ہی تم سے ٹکرا جائیں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو مخصوص اشارہ کیا اور اپنی تلواریں انہوں نے بے نیام کر لی تھیں۔

اتنی دیر تک رقیم بن غلاط بھی حرکت میں آچکا تھا۔ اپنے آہنی ترسول کے ساتھ بندھی ہوئی کپڑوں کی گٹھری اس نے فوراً اتاری۔ اپنے ترسول پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے وہ حرکت میں لایا اور تاک کر اس نے اپنا ترسول جو مارا تو ترسول غلاط کے جسم میں پار ہو گیا تھا۔ غلاط کا سینہ ترسول نے پھاڑ دیا تھا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تھی۔ اس موقع پر رزمیر نے رقیم بن غلاط پر حملہ کر دیا تھا۔ رقیم بن غلاط نے اس کی تلوار کو فوراً اپنی ڈھال پر روکا پھر ایک دم ایک جھٹکے سے اس نے اپنا ترسول غلاط کے جسم سے نکالا تو غلاط زمین پر گر کر ختم ہو گیا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے رزمیر کچھ پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ اس کے پہلو میں اس کا بھائی گر کر دم توڑ گیا تھا۔ رزمیر نے کچھ سوچا اور بڑی تیزی سے پیچھے ہٹا پھر اس نے لگا تار آوازیں دینا شروع کیں جس کے جواب میں کئی مسلح جوان اس کمرے کے دروازوں پر نمودار ہوئے۔ رزمیر نے ہاتھ کے اشارے سے ان سب کو رقیم بن غلاط پر حملہ آور ہونے کے لئے کہا اور جواب میں وہ سارے مسلح جوان اپنی تلواریں سونٹے بڑی تیزی سے رقیم بن غلاط پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے تھے۔

ہوں اگر جھوٹ بولے گا تو یاد رکھنا میں تجھے ایسی موت ماروں گا جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ابھی میرے ہاتھ میں میرا آہنی ترسول ہے۔ اگر تو نے جو کچھ میں نے پوچھا ہے نہ بتایا تب میں اپنا ترسول ایک طرف رکھوں گا اور اپنی تلوار نکالوں گا اور اس تلوار سے باری باری تیرے جسم کے اعضاء کا ٹٹا چلا جاؤں گا۔ بہر حال یہ میرا پہلا حکم ہے کہ اپنی تلوار اور ڈھال ایک طرف پھینک دو۔

اس پر رزمیر فوراً حرکت میں آیا۔ تلوار اور ڈھال اس نے ایک طرف پھینک دی۔ رقیم بن خلاط کا ایک ساتھی آگے بڑھا اور رزمیر کی تلوار اور ڈھال پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ پھر اپنے آہنی ترسول کی تین نوکیں رقیم بن خلاط نے رزمیر کی گردن پر ڈرا دباتے ہوئے کہا۔ دیکھ بتا وہ مسلمان لڑکیاں کہاں ہیں جنہیں تم، تمہارے بھائی شلوط، تمہارے چچا زاد ماریوس اور بلدائن نے لغت شہر کی نواحی بستی لوخو سے حاصل کیا تھا۔ جن کے لئے اپنی سرائے کے پاس تم قبہ خانہ تیار کر رہے ہو اور ان لڑکیوں کو تم قبہ خانے کی زینت بنانا چاہتے ہو۔ سنو اگر تم نے ان لڑکیوں کا پتہ غلط دیا یا بتانے سے گریز کیا تو یاد رکھنا اسی کمرے میں میں تمہارے جسم کے اعضاء کا ٹٹا شروع کر دوں گا اور یہی عمل میں تمہارے چچا زاد ماریوس اور بلدائن کے ساتھ بھی کروں گا۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو سے رزمیر کا چہرہ ہلدی ہو کر رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ انتہائی بے بسی کی حالت میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ بولا جو کچھ تم نے پوچھا ہے میں سچ کہوں گا جھوٹ نہیں بتاؤں گا۔ میری سرائے کا جو سب سے شمالی حصہ ہے اس کی پستی جانب دو کمرے ہیں جنہیں ہم ماضی میں اپنے دشمنوں کے لئے زندان کے طور پر استعمال کرتے رہے ہیں۔ بس اسی زندان میں ہم نے ان مسلمان لڑکیوں کو بند کر رکھا ہے لیکن تم ان سے کیا تعلق کیا واسطہ رکھتے ہو۔ جیسا کہ تمہارے گلے میں صلیب رہی ہے ظاہر ہے تم نصرانی ہو۔ پھر تم نصرانی ہو کر کس غرض کے تحت ان لڑکیوں کا پوچھتے ہو۔ کیا تم ہم سے بھی بڑھ کر انہیں اذیت میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ اس میں شک نہیں کہ میری سرائے کے مغرب میں ایک قبہ خانہ تعمیر ہو رہا ہے اور غریب ہم ان لڑکیوں کو اسی قبہ خانے کی زینت بنانا چاہتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ ہماری سرائے کی آمدنی میں اضافہ ہو گا بلکہ اس سرائے میں قیام کرنے والوں کا ایک تانتا بندھ جائے گا۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

دیکھ آوارہ کتے کی اولاد تیرا بھائی شلوط مارا گیا۔ جب تو بھی مارا جائے گا تو تجھے تعمیر ہو جانے والے قبہ خانے سے کیا غرض۔ تجھے سرائے میں مسافروں کے تانتا بندھ جانے سے کیا فائدہ اس پر رزمیر نے چونک کر پوچھا کیا تم مجھے قتل کر دو گے۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا ہاں

رقیم بن خلاط اپنا جگہ پُرسکون تھا۔ اس کے چہرے پر طمانیت اور لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اپنے ایک ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے ہاتھ میں اپنا لمبا آہنی ترسول لئے وہ ان حملہ آوروں کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس کمرے کے مختلف دروازوں سے اندر آئے تھے۔ اس کے قریب ہی شلوط کی لاش پڑی تھی۔ لاش سے ذرا ہٹ کر رزمیر کھڑا تھا۔ رزمیر کے لبوں پر اس موقع پر طنز ہی طنز اور خونخواری ہی خونخواری تھی۔ پھر رزمیر رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ اجنبی میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں نہیں جانتا تو کون ہے لیکن تو نے میرے بھائی کو قتل کر کے اپنے لئے قیامت برپا کر دی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر تک جب میرے کارندے تم پر حملہ آور ہوں گے تو یقیناً جانو تمہیں محدودیت کے لمحوں میں اسیر کر کے تمہیں موت کی پرتوں اور مرگ کی لمبی چوڑی فرد میں دفن کر کے رکھ دیں گے۔ تمہاری پختہ کاری کو خام کاری میں تبدیل کریں گے اور پھر میں دیکھوں گا تو کیسا خود سر اور ستم پرور انسان ہے۔

رزمیر کے خاموش ہونے پر رقیم بن خلاط بھی کہنے لگا۔ دیکھ آوارہ کتے مجھے کوئی عام انسان مت سمجھنا۔ میں نے جلے صحراؤں کے سناٹوں اور ویران دیوالیوں کی سنگینی میں زندگی بھر آگ بھانگی ہے۔ میں تجھ پر اور تیرے ان حملہ آور ہونے والے ساتھیوں پر بند گلیوں کی خونی تاریکی کی طرح چھا جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی مخصوص انداز میں رقیم بن خلاط نے اپنا آہنی ترسول فضا میں بلند کیا اس ترسول کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ پشت کی جانب سے رقیم بن خلاط کے ساتھی چرواہے حملہ آور ہوئے اور رزمیر کے سارے کارندوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے رزمیر کے چہرے پر دور دور تک موت بکھر گئی تھی۔ اس موقع پر اس نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا اس لئے کہ رقیم بن خلاط بڑی تیزی کے ساتھ رزمیر کے قریب آیا۔ اپنا آہنی ترسول کا وہ حصہ جو تین تیز نیزوں کی صورت کا تھا وہ رقیم بن خلاط نے رزمیر کی گردن پر رکھ دیا تھا۔ پھر پوچھا۔

دیکھ رزمیر تھوڑی دیر پہلے تو بڑا بڑھ چڑھ کر بولتا تھا۔ لاف زنی کرتا تھا۔ اب بتا موت کی پرتیں تم پر وارد ہوتی ہیں یا مجھ پر دیکھ تیرا بھائی شلوط تیرے سامنے مرا پڑا ہے۔ تیرے حملہ آور کارکن بھی میرے ساتھیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیئے ہیں۔ میں تم سے ایک بات پوچھتا

نہرائیوں نے وہاں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ تمہیں لا کر اس زندان میں بند کر دیا۔ تاکہ آنے والے دنوں میں تم لوگوں سے قحبہ خانے کی زینت میں اضافہ کیا جائے۔ لیکن ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم تمہیں ایسی پناہ گاہ میں پہنچائیں گے جہاں تم مسلمان کی حیثیت سے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق زندگی بسر کر سکو۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن غلاط جب خاموش ہوا تو ایک لڑکی جو کسی قدر جرات مند لگتی تھی آگے بڑھی اور رقیم بن غلاط کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

کیا ہم جان سکتے ہیں کہ تم لوگ کون ہو اور ہمیں اس زندان سے کیوں نکالتے ہو۔ اس پر رقیم بن غلاط بولا اور کہنے لگا کیا تمہارے اس سوال کا جواب بھی کافی نہیں ہے کہ میں تم سب کو اپنی بہنیں کہہ کر مخاطب کر چکا ہوں۔ میرے ساتھ چلو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں تم سب کی عزت اور جان بالکل محفوظ اور مامون رہے گی۔ وہ لڑکی پھر پوچھنے لگی۔ آخر یہ بتانے میں کیا حرج ہے کہ آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں اور کیوں ہماری مدد پر آمادہ ہیں۔ اس پر رقیم بن غلاط نے آہستہ سی آواز میں کہا تمہارے لئے مزید یہ جاننا کافی ہے کہ میں اور میرے تمام ساتھی مسلمان ہیں۔ مسلمان کی حیثیت سے ہم تم سب کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ لہذا مزید وقت ضائع کئے بغیر تم سب میرے ساتھ ہلو۔ اس لئے کہ یہاں زیادہ قیام کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس پر اس لڑکی نے مڑ کر دوسری لڑکیوں کو اشارہ کیا پھر دوبارہ بولی ہم سب آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہیں۔

یہ جواب سن کر رقیم بن غلاط خوش ہو گیا تھا پھر وہ کہنے لگا اگر یہ معاملہ ہے تو فوراً میرے ساتھ آؤ۔ وقت ضائع مت کرو۔ پھر رقیم بن غلاط کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے اپنے گھوڑوں پر دو دو تین تین لڑکیوں کو بٹھالیا تھا۔ اس کے بعد رقیم بن غلاط ان ساری لڑکیوں کو لے کر بڑی تیزی سے پڑاؤ کی طرف جا رہا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا رقیم بن غلاط اپنے پڑاؤ میں اپنے خیمے کے سامنے آن رکا۔ اسے دیکھتے ہی ایک لشکری بھاگا ہوا آیا اور آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ ایک جست کے ساتھ رقیم بن غلاط نیچے اترا جو لشکری اس کے ساتھ آئے تھے وہ بھی نیچے اترنے لگے اور سہارا دے کر ان لڑکیوں کو اتارنے لگے تھے جنہیں وہ اپنے گھوڑوں پر بٹھا کر لائے تھے۔ اتنی دیر تک ایک طرف سے منذر بن طریف بھاگتا ہوا آیا۔ رقیم بن غلاط کے پاس آ کر وہ رکھوڑی دیر تک اس نے لڑکیوں کا جائزہ لیا اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ پھر وہ رقیم بن غلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! ان لڑکیوں کا آپ کے ساتھ آنا اس بات کی نشاندہی ہے کہ آپ اپنی مہم میں

میں تیری گردن کاٹوں گا اس کے بعد تیرے بچا زاد بھائی ماریٹوس اور ہلدائن کی گردن بھی کاٹوں گا۔ تم لوگوں نے مسلمانوں کے قصبے لوخو پر حملہ آور ہو کر وہ جرم کیا ہے جس کی تنافی نہیں کی جاسکتی۔ تم لوگوں نے وہاں قتل عام کر کے مسلمان لڑکیوں کو ابیر بنا کر ایسا جرم کیا ہے کہ اس کی جتنی بھی سخت سزا دی جائے کم ہے۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن غلاط اپنے آہنی ترسول کو حرکت میں آیا اور ترسول کا تین منہ والا حصہ اس نے رزمیر کے دل میں گھونپ کر رکھ دیا تھا۔ رزمیر کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی پھر وہ بے جان ہو کر زمین پر گر گیا تھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ رقیم بن غلاط نے اس کی چھاتی سے اپنا ترسول کھینچ کر رزمیر کے کپڑوں ہی سے صاف کر لیا تھا پھر اس نے وہاں جمع ہونے والے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

سنو میرے عزیزو، میرے بھائیو! اب اپنے چہروں کو ڈھانپ لو۔ سرائے کے اندر اور باہر پھیل جاؤ۔ جو بھی سرائے کا رکن اور سرائے سے تعلق رکھنے والا تمہیں دکھائی دے اس کا قتل عام کر دو تاکہ کسی کو خبر تک نہ ہونے پائے کہ کس نے شلوط، رزمیر اور ان کے کارکنوں کو قتل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن غلاط نے اپنا چہرہ بھی ڈھانپ لیا تھا۔

پھر رقیم بن غلاط اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں آیا۔ سرائے میں جس قدر کام کرنے والے لوگ تھے ان سب کا انہوں نے خاتمہ کر دیا۔

سرائے میں اس قتل عام سے چاروں طرف خاموشی پھیل گئی تھی۔ اسی خاموشی اور تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رقیم بن غلاط اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی تیزی سے سرائے کے اتر زندان کی طرف آیا جس کی رزمیر نے نشاندہی کی تھی جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آ تو اس نے دیکھا دو بڑے بڑے کمروں پر مشتمل وہ زندان تھا جس کے اندر آہنی کھڑکیاں اور دروازے تھے۔ تھوڑی دیر تک ان دونوں کمروں کا رقیم بن غلاط نے جائزہ لیا پھر اپنے ساتھیوں کو اس نے دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھیو ان دونوں دروازوں کے قفل او دروازے کھول دو۔ رقیم بن غلاط کا حکم سنتے ہی اس کے ساتھی حرکت میں آئے انہوں۔ پھر مار مار کر دونوں قفل توڑ دیئے اور دروازے کھول دیئے۔

دونوں دروازوں کا کھلنا تھا کہ دونوں کمروں کے اندر جو مسلمان لڑکیاں تھیں وہ سبھی بو بھیروں کی طرح بے چاری دروازوں کے قریب آن کھڑی ہو گئیں تھیں۔ انہوں نے جود کہ کچھ لوگ اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے ہیں اور پوری طرح مسلح ہیں اور ان کے سا۔ کھڑے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو گئیں تھیں۔ شاید انہوں نے خیال کیا تھا کہ ان کا قتل عام ہونے تھا۔ اس موقع پر رقیم بن غلاط ان ساری لڑکیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میری بہنو! فکر مند میت ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے قصبے لوخو پر حملہ،

کامیاب رہے ہیں۔ میں آپ کو اس کامیابی و کامرانی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ منذر میرے بھائی تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں نے سرائے کے مالک دونوں بھائیوں شلوط اور رزمیر کا خاتمہ کر دیا ہے۔ سرائے کے اندر جوان کے کارکن اور مسلح جوان تھے ان کو بھی میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور اب میں ان لڑکیوں کو اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ان ساری لڑکیوں کو میرے سامنے جمع کرو میں ایک موضوع پر ان سے گفتگو کروں گا۔ پھر منذر بن طریف کے کہنے پر ان مسلح لشکریوں نے جو رقیم بن خلاط کے ساتھ گئے تھے ساری لڑکیوں کو رقیم بن خلاط کے سامنے جمع کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر رقیم بن خلاط ان لڑکیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میری بہنو! تم کسی فکر مند اور غم کا شکار مت ہونا۔ یوں جانو تم دشمن کی قید اور زندان سے رہائی پانے کے بعد اپنوں کے اندر آگئی ہو۔ اب یہاں اس پڑاؤ اور ریوڑ میں تم سب کی جانیں اور آبرو بالکل محفوظ ہے۔ آج کی رات تم ہمارے پڑاؤ میں قیام کرو۔ کل ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ سنو ہمارا رخ غرناطہ کی طرف ہو گا۔ تم میں سے جو غرناطہ جا کر پرسکون زندگی بسر نہیں کرنا چاہتی۔ وہ اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرے۔

لڑکیوں کے رد عمل کا جائزہ لینے کے لئے رقیم بن خلاط تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا۔ لیکن کوئی بھی ہاتھ فضا میں نہ اٹھا۔ رقیم بن خلاط کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ کہنے لگا میں تم سب کے رد عمل کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں۔ تم سب نے مل کر صحیح فیصلہ کیا ہے۔ اب میرے ایک اور سوال کا جواب دو۔ وہ یہ کہ اگر تم سب کو غرناطہ لے جا کر میں تمہیں با وقار طریقے سے اچھے اور صالح نوجوانوں سے بیاہ دوں تو اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔ تم سب آپس میں صلاح و مشورہ کرو اس کے بعد تم سے کوئی مجھے جواب دے۔ اس پر ساری لڑکیاں آپس میں صلاح و مشورے کرنے لگی تھیں۔ اس کے بعد وہی لڑکی جس نے زندان میں رقیم بن خلاط سے گفتگو کی تھی وہ چند قدم آگے بڑھی اور کہنے لگی۔

میں اور میری ساتھی لڑکیاں نہیں جانتی آپ کون ہیں۔ لیکن آپ کی زبان سے ہم سب یہ سن چکے ہیں کہ آپ مسلمان بھائی ہیں لہذا ہم آپ کے سب فیصلوں کا احترام کریں گے۔ اگر آپ ہمیں کسی محفوظ جگہ لے جا کر آباد کرنا چاہیں تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری اذیتوں کی شب تمام ہوئی اور ہمارے لئے آزادی اور وقار کا نیا سورج طلوع ہوا ہے۔

اس لڑکی کا یہ جواب سن کر رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ منذر میرے بھائی اب یہ لڑکیاں ہماری عزت ہمارا وقار اور ہماری ذات کی عصمت ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ ان کے قیام ان

کے طعام کا بہترین بندوبست کرو۔ اس کے بعد لوٹ کر میرے پاس آؤ۔ رقیم بن خلاط کے حکم پر منذر بن طریف ان لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ جبکہ رقیم بن خلاط اپنے خیمے میں داخل ہوا تھا۔

اپنے خیمے میں بیٹھے ہوئے رقیم بن خلاط کو تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ منذر بن طریف خیمے میں داخل ہوا اور رقیم بن خلاط کے قریب بیٹھے ہوئے کہنے لگا۔ امیر محترم! میں ان لڑکیوں کے کھانے اور ان کی رہائش کا بہترین بندوبست کر کے آیا ہوں۔ اب مزید کہنے میرے لئے کیا حکم ہے۔ جواب میں رقیم بن خلاط کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک لشکری ان دونوں کا کھانا لے آیا جس کے بعد رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا منذر میرے بھائی پہلے دونوں بھائی مل کر کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ کہوں گا۔ جب اس لشکری نے ان دونوں کے سامنے کھانا لگا دیا تب دونوں نے پرسکون ماحول میں کھانا کھایا۔ برتن اٹھا کے انہوں نے جب ایک طرف رکھے تو وہی لشکری پھر اندر آیا۔ کھانے کے خالی برتن وہ اٹھا کے لے گیا تھا۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط منذر بن طریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ منذر میرے بھائی ان لڑکیوں پر ظلم کرنے والوں میں سے شلوط اور رزمیر دونوں کو تو ہم نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے یہ دونوں بھائی تھے اور سرائے کا کام کرتے تھے۔ اب ان دونوں کے چچا زاد بھائی بھی ہیں جن میں سے ایک کا نام ماریوس اور دوسرے کا نام ہلدائن ہے اصل میں یہی لوگ لوخونام کی بستی میں مسلمانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ یہ اس بستی کے سرکردہ بھی ہیں اور دونوں بھائی بھی ہیں لہذا شلوط اور رزمیر کی موت کے بعد میں ماریوس اور ہلدائن کو بھی موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے میں ایک عجیب و غریب طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہوں وہ یوں کہ کل صبح صبح تم اپنے کسی لشکری کو لوخونام کی بستی کی طرف روانہ کرنا وہاں وہ ماریوس اور ہلدائن سے ملے اور بڑے رازدارانہ طریقے سے ان سے ملاقات کرنے کے بعد ان پر یہ انکشاف کرے کہ وہ انہیں شلوط اور رزمیر کے قاتلوں کی نشاندہی کر سکتا ہے اس لئے کہ تھوڑی دیر تک ماریوس اور ہلدائن کو خبر ہو جائے گی کہ شلوط اور رزمیر کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ لیکن وہ قاتلوں کو تاشا نہیں کر سکیں گے۔ جب کل صبح ہمارا آدمی انہیں جا کے بتائے گا تو وہ ضرور اس شخص سے پوچھیں گے کہ قاتل کہاں ہے اس پر جس شخص کو تم ان دونوں کی طرف بھیجواؤ اسے یہ کہنا کہ وہ انہیں یہ جواب دے کہ جس وقت سرائے میں شلوط رزمیر اور اس کے کارکنوں کو قتل کیا گیا تھا۔ اس وقت کھانا کھانے کے لئے ایک چرواہا بھی سرائے میں موجود تھا وہ ان کارکنوں کو خوب اچھی طرح جانتا تھا اس لئے کہ قتل کرنے سے پہلے وہ قاتل اس چرواہے سے گفتگو کرتے رہے تھے۔

آواز میں بولا۔ منذر میرے بھائی یہ شاہین ایک بری خبر لے کر آیا ہے۔ روطہ کی ماں سوزان فوت ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی پیغام نہیں اس کے ساتھ ہی پیغام والا کاغذ رقیم بن خلاط نے منذر بن طریف کو تحفہ دیا تھا۔ منذر نے بھی وہ پیغام پڑھا تو بیچارہ افسردہ اور اداس ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک دونوں خاموش خاموش اور فکر مند سے شاہینوں کے پنجرے کے پاس کھڑے رہے پھر رقیم بن خلاط سنبھلا اور کہنے لگا منذر میرے بھائی جس کام کے لئے تم نکلے تھے اس کی تکمیل کرو اس کے ساتھ ہی منذر بن طریف وہاں سے چلا گیا تھا۔

رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہا۔ پیغام لانے والا شاہین جب گوشت سے پیٹ بھر چکا تب اسے رقیم بن خلاط نے علیحدہ کر کے پنجرے میں بند کر دیا اس کے بعد وہ اپنے خیمے میں چلا گیا تھا۔

دوسرے روز صبح ہی صبح رقیم بن خلاط کا ایک لشکر لوخونام کی اس بستی میں داخل ہوا۔ بستی میں داخل ہونے کے بعد جو پہلا شخص اسے ملا اسے اس نے مخاطب کر کے کہا۔

میرے بھائی میں اس لوخونام کی بستی میں اجنبی اور نا آشنا شخص ہوں۔ میں اس بستی کے سردار ماریوس اور اس کے بھائی بلدائن سے ملنا چاہتا ہوں۔ ان دونوں سے مجھے ایک انتہائی اہم اور ضروری کام ہے اس پر وہ شخص کہنے لگا تم ان دونوں سے مل سکتے ہو پر ان دونوں سے ملنے کا یہ موقع اچھا نہیں ہے اس لئے کہ گزشتہ شب ماریوس اور بلدائن کے دو چچا زاد بھائیوں کو جن کے نام شلوط اور رزمیر تھے کسی نے قتل کر دیا ہے وہ دونوں بھائی مل کے بستی کے باہر سرائے کا کام کرتے تھے اور سرائے میں جس قدر ان کے کارکن کام کرتے تھے ان کو بھی کسی نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اس پر رقیم بن خلاط کا وہ لشکر پھر کہنے لگا۔

دیکھ میرے بھائی میں ان دونوں کے لئے ایک انتہائی اہم پیغام رکھتا ہوں تو بس مجھے ان دونوں بھائیوں کی حویلی کی نشاندہی کر دے۔ اس پر وہ شخص بولا جس گلی میں تم اس وقت کھڑے ہو ذرا آگے جاؤ۔ پھر بائیں مڑنا، بائیں طرف سیدھے آگے چلے جانا۔ اس گلی کے سامنے جو حویلی آئے گی وہی اس بستی کے سردار ماریوس اور اس کے بھائی بلدائن کی حویلی ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط کے اس لشکر نے مزید کچھ نہ کہا اور آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لشکر اس حویلی میں داخل ہوا جس کی نشاندہی کی گئی تھی۔ اس نے دیکھا حویلی کے اندر صرف ماتم پچھی ہوئی تھیں۔ شاید یہ سب کچھ شلوطہ اور اس کے بھائی رزمیر کے مرنے کی وجہ سے تھا۔ حویلی میں آگے جانے کے بعد اس لشکر نے ایک شخص کو روکا اور اس سے کہنے لگا۔ دیکھ میرے بھائی میں اجنبی ہوں اور اس بستی کے سردار ماریوس اور بلدائن سے

وہ ان پر مزید انکشاف کرے کہ وہ وہی چرواہا جو ان قاتلوں کو اچھی طرح جانتا ہے اس وقت سمندر کے کنارے ایک چٹان پر بیٹھا ہے اور اپنا ریوڑ چرا رہا ہے۔ لہذا اس سے تم قاتلوں کا پتا کر سکتے ہو۔ ظاہر ہے اس انکشاف پر ماریوس اور بلدائن اپنے مسلح جوانوں کو لے کر ملحقہ سمندر کے کنارے کی طرف آئیں گے ان کے آنے سے پہلے ہی میں اپنے پڑاؤ سے ملحقہ سمندر کے کنارے ایک چٹان پر بیٹھ جاؤں گا اور ان کا انتظار کروں گا ان کے آنے کے بعد میں ان کا حشر نشر کروں گا یہ تم دیکھتے رہنا۔ منذر میرے بھائی میں انہیں وہ سزا دوں گا کہ یاد رکھیں گے۔ انہوں نے ہمارے مسلمان بھائیوں کا قتل عام کیا ہے میں ان سب کا قتل عام کر کے چھوڑوں گا۔

اس پر منذر بن طریف اپنی جگہ پر اٹھا اور کہنے لگا اگر یہ بات ہے تو امیر محترم! میں ابھی جاتا ہوں اور کسی ایسے جوان کا انتخاب کرتا ہوں جو یہ کام بہتر انداز میں کر سکے۔ رقیم بن خلاط نے جواب میں مسکراتے ہوئے سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا۔ پھر منذر بن طریف رقیم بن خلاط کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

منذر بن طریف خیمے سے چند قدم ہی دور گیا تھا کہ خیمے کے اوپر ایک شاہین منڈلانے اُڑا تھا لہذا منذر بن طریف جہاں تھا وہیں رک گیا۔ تھوڑا سا نیچے اتر کر وہ شاہین اپنے منہ سے مختلف قسم کی آوازیں نکالنے لگا تھا۔ یہ آوازیں سن کر رقیم بن خلاط بھی بھاگتا ہوا خیمے سے باہر نکل آیا تھا اور منذر بن طریف کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ شاید کوئی مسکن کی طرف سے پیغام آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رقیم بن خلاط کے خیمے کے سامنے جو شاہینوں کا پنجرہ تھا اس کے پاس شاہین آ کے اترے۔

رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف بڑی تیزی سے اس کی طرف لپکے تھے۔ رقیم بن خلاط نے اس کے پاؤں کے ساتھ بندھے ہوئے پیغام کو کھولنا شروع کیا جبکہ منذر بن طریف قریب ہی رکھا ہوا ایک برتن اٹھایا جس میں قیتے کی صورت میں گوشت رکھا تھا تھوڑا سا گوشہ نکال کر ایک علیحدہ برتن میں ڈالنے سوئے اس نے اس پیغام لانے والے شاہین کے آگے رکھ دیا تھا۔ جسے وہ بڑی تیزی سے کھانے لگا تھا۔

اتنی دیر تک رقیم بن خلاط شاید وہ پیغام پڑھ چکا تھا جو وہ شاہین لے کے آیا تھا۔ شاہین خوراک ڈالنے کے بعد منذر بن طریف نے جب رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا تو وہ دنگ گیا۔ اس نے دیکھا رقیم بن خلاط افسردہ، غمگین اور پریشان تھا اس کی آنکھوں میں نمی اتر ہوئی تھی اس پر انتہائی فکر مندی سے منذر بن طریف نے پوچھا۔

امیر محترم! خیریت تو ہے آپ پریشان اور فکر مند کیوں ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط غمزدہ

سرائے میں خون ریزی کرنے کے بعد سرائے کے پچھواڑے میں دو کدو کی طرف آیا۔ اور وہاں جو کمرے تھے ان کے قتل توڑ کر لڑکیوں کو وہاں سے نکال کر لے بھاگا۔ میں اس واقعہ کی اطلاع رات کے وقت ہی تم لوگوں کو کرنا چاہتا تھا لیکن میں ذرا سہا سہا تھا کہ اگر میں نے تم لوگوں کو خبر کی تو ہو سکتا ہے تم مجھ پر ہی یہ قتل کا الزام عائد کر دو۔ لیکن آج صبح ایک حادثہ ہوا۔ کہ میں تمہاری طرف آنے پر مجبور ہو گیا۔ اس پر ہلدائن نے تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا حادثہ ہوا ہے۔ جواب میں لشکری کہنے لگا۔

دیکھو میرے بھائی! آج صبح ہی صبح جب میں سرائے کے اس حصے سے نکل کر سمندر کے کنارے کی طرف گیا تو میں نے دیکھا کہ سمندر کے کنارے ایک ریوڑ چر رہا تھا اور قریب ہی سمندر کے کنارے ایک چٹان پر وہی چرواہا بیٹھا ہوا تھا جس کے ساتھ سرائے میں قتل عام کرنے سے پہلے قاتلوں نے گفتگو کی تھی۔ میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ اگر تم ابھی اور اسی وقت اپنے مسلح جوانوں کو ساتھ لے کر سمندر کے کنارے کی طرف جاتے ہو تو وہ چرواہا ابھی تک وہیں بیٹھا ہوا ہے اس سے گفتگو کر کے تم اس سے قاتلوں کا پتہ اور ان کے نام جان سکتے ہو۔ اس طرح قاتلوں کے نام جاننے کے بعد تم ان سے با آسانی شلوطہ اور رزمیر کا انتقام لے سکتے ہو۔

اس لشکری کے اس انکشاف پر ماریونو ایسا خوش ہوا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے اس لشکری کی پیٹھ پیچھائی اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی نکال کر اس لشکری کو دی اور کہا کہ تم نے وہ کام کیا ہے جو کوئی بھی ہمارے لئے نہیں کر سکتا تھا۔ اب تو ہمارے لئے ایک مزید کام کر لو اس جگہ تک ہماری رہنمائی کر جہاں اس وقت وہ چرواہا بیٹھا ہوا ہے۔ اس پر وہ لشکری کہنے لگا ضرور میں اس جگہ تک تمہاری رہنمائی کروں گا پر تم دونوں بھائی اکیلے مت جانا۔ اس پر ہلدائن کرخت لہجے میں گرجا۔

نہیں ہم اپنے سارے لشکری ساتھ لے کر جائیں گے اور اگر اس چرواہے یا اس کے ساتھیوں نے کچھ ٹوڑ کر کرنے کی کوشش کی تو ہم ان سب کی گردن کاٹ دیں گے۔ اس پر وہ لشکری کہنے لگا ہاں ایسا ٹھیک ہے۔ جواب میں ماریونو بولا تم یہیں رکو۔ میں اپنے مسلح جوانوں کو تیار کرتا ہوں پھر یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ لشکری وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا تھا جبکہ ماریونو اور ہلدائن کمرے سے نکل گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہلدائن واپس آیا اور لشکری سے کہنے لگا۔ کیا تم پیدل آئے ہو اس پر اس نے جواب دیا نہیں گھوڑا تمہاری حویلی کے پاس بندھا ہوا ہے۔ پھر ہلدائن کہنے لگا۔ اگر ایسا ہے تو آؤ۔ ہمارے مسلح جوان ساتھ ہیں۔ سمندر کے کنارے اس جگہ تک ہماری رہنمائی کرو

ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر اس شخص نے بائیں جانب کھڑے دو جوانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ بائیں جانب ماریونو اور ہلدائن دونوں بھائی کھڑے ہیں۔ جاؤ ان سے مل لو اس لشکری نے اس شخص کا شکریہ ادا کیا پھر وہ بائیں طرف مڑ گیا تھا۔

ماریونو اور ہلدائن کے پاس جانے کے بعد وہ لشکری بولا اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تم دونوں بھائی اس بستی کے سردار ہو۔ تم میں ایک کا نام ماریونو اور دوسرے کا ہلدائن ہے۔ یہ تشریح میں اس لئے کر رہا ہوں کہ میں خود بھی اس بستی میں اجنبی ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ گزشتہ دو دن سے میں تم دونوں کے چچا زاد بھائی شلوطہ اور رزمیر سرائے میں قیام کئے ہوئے تھا۔ میں جانتا ہوں شلوطہ اور رزمیر دونوں کو قتل کر دیا گیا ہے میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ میں تمہیں ایسے شخص کی نشاندہی کروں جو قاتلوں کو جانتا ہے۔

اس لشکری کے اس انکشاف پر ماریونو اور ہلدائن کے چہروں پر سکون آمیز لہریں نمودار ہوئی تھیں اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ اس پر ماریونو بولا اور کہنے لگا کہو قاتل کون ہے۔ اس پر لشکری کہنے لگا یوں نہیں۔ کہیں بیٹھو میں علیحدگی میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر ماریونو کہنے لگا ایسا ہے تو میرے ساتھ آؤ۔ وہ لشکری چپ چاپ ماریونو اور ہلدائن کے ساتھ ہولیا۔

ماریونو اور ہلدائن اس لشکری کو ایک کمرے میں لے گئے۔ دونوں بھائی بیٹھ گئے۔ اس لشکری کو بھی بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ لشکری بیٹھ گیا تو ماریونو کہنے لگا۔ اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس پر وہ لشکری کہنے لگا۔ دیکھو میرے دونوں عزیز! مجھے شلوطہ، رزمیر اور ان کے کارکنوں کے مرنے کا بے حد افسوس ہے۔ اس لئے کہ میں اکثر اس سرائے میں آکر قیام کیا کرتا تھا۔ شلوطہ اور رزمیر دونوں ہی میرے جاننے والے تھے اور مجھ پر بڑے مہربان تھے۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس وقت قاتل سرائے میں داخل ہوئے اس وقت میں سرائے میں موجود تھا جب وہ سرائے میں آئے تھے تو میں نہیں جانتا تھا کہ یہ قتل کے ارادے سے آئے ہیں۔ جب وقت دوسرائے میں داخل ہوئے تھے تو اس وقت سرائے میں بھٹیاری خانے سے ملحق ایک کمرے میں ایک چرواہا بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ قاتل اس چرواہے کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے سرائے کے اندر قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا تھا میں نے جب یہ سنا دیکھا تو میں جان بچانے کے لئے سرائے سے بھاگ گیا تھا اور سرائے کے ملحقہ حصے میں جا کے پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے قاتلوں کا گر

کھانے ہوئے اپنی موجودگی کا اظہار کیا۔ اس پر آہنی ترسول پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے رقیم بن خلاط نے اپنی گردن سیدھی کی اور ہلدائن کی طرف دیکھا۔ اپنے چہرے اور اپنی آنکھوں میں مصنوعی حیرت پیدا کی اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ تم کون ہو اور یہ جو تم نے اپنے مسلح جوان میرے چاروں طرف پھیلا دیئے ہیں۔ وہ کس وجہ سے ہیں۔ اس پر ماریوں اور ہلدائن تھوڑا سا آگے بڑھے پھر ماریوں مخاطب ہوا دیکھ ہم تمہارے پاس ایک ضروری کام سے آئے ہیں۔ تم ہمارا وہ کام کرو اس کے بعد یہ تمہارے گرد جو مسلح جوان ہیں یہاں سے ہٹ جائیں گے۔ سنو میرا نام ماریوں ہے اور یہ میرے ساتھ جو جوان ہے یہ میرا گنا بھائی ہے اس کا نام ہلدائن ہے ہم تم سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ گزشتہ رات ہمارے چچا زاد بھائی شلوط اور رزمیر کو کس نے قتل کیا ہے اور سرائے کے اندر خون کی ہولی کس نے کھیلی ہے۔ پشت پر جو دو کمرے ہیں وہاں سے لڑکیوں کو کس نے نکالا اور ان لڑکیوں کو کون کہاں لے گئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ماریوں خاموش ہو گیا تھا۔ رقیم بن خلاط نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ماریوں کی طرف دیکھا۔ پھر پہلے کی طرح اس نے اپنی گردن جھکا لی تھی۔ اس کا یہ انداز ماریوں اور ہلدائن کو کسی بھی طور پسند نہ آیا تھا۔ پھر ماریوں نے کسی قدر غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

گلتا ہے جو کچھ ہم پوچھنا چاہتے ہیں تم وہ بتانے سے گریزاں ہو۔ ظاہر اپنی شکل و صورت سے تم قدیم قصے کہانیاں، پرانی کتھائیں، بھولی ب سری داستانیں اور ان کہی روایتیں اور حکایتیں سنانے والے کوئی داستان گو لگتے ہو۔ سنو جو کچھ ہم نے پوچھا ہے اس کا اگر تم ہم کو صحیح جواب دو تو ہم دونوں بھائی تمہیں نیک دنوں کی بشارت دیں گے۔

اس پر رقیم بن خلاط نے پھر اپنی گردن سیدھی کی۔ تیز نگاہوں سے دونوں بھائیوں کی طرف دیکھا اور پوچھا تم مجھے کیسے نئے دنوں کی بشارت دو گے۔ اس بار ہلدائن کہنے لگا اگر تم ہمیں قاتلوں کا اتا پتہ بتا دو تو ہم تمہیں انعامات سے مالا مال کر دیں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے کچھ سوچا پھر اس کے بعد جواب دیا۔

سنو دونوں بھائیوں پانی کو ہمیشہ پیاسا بلاتی ہے جوش مارتا ہوا سمندر چل کر کسی کے پاس نہیں جاتا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھ پر زبردستی اور ستم کر کے اپنا کام نکال لو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ میں بزم آئودہ بھی ہوں اور رزم آئودہ بھی عدل کے سورج تلے بھی اور ستم کی دھوپ تلے بھی میں زندگی بسر کرنے کا فن خوب جانتا ہوں جو کچھ تم نے پوچھا ہے اگر میں اس کی قیمت وصول کرنا چاہوں تو تمہارا کیا رد عمل ہو گا۔ اس پر ماریوں پھر بولا۔ ہم تمہیں منہ

جہاں قاتلوں کو جانے والا چرواہا بیٹھا ہوا ہے۔ وہ لشکری اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جب وہ ہلدائن کے ساتھ حویلی سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا۔ پینتیس چالیس کے قریب مسلح جوان اپنے گھوڑوں پر تیار کھڑے تھے۔ ماریوں ان کے آگے تھان کو دیکھتے ہوئے وہ لشکری بڑا خوش ہوا۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنا گھوڑا کھولا اس پر سوار ہو گیا۔ اتنی دیر تک ہلدائن بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا پھر وہ ان سب کو لے کر سمندر کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں رقیم بن خلاط اپنے ریوڑ کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

رقیم بن خلاط کے اس لشکری کی رہنمائی میں ماریوں اور ہلدائن دونوں بھائی اپنے پینتیس، چالیس کے لگ بھگ مسلح ساتھیوں کے ساتھ جب سمندر کے کنارے پہنچے تو وہاں ایک کافی بڑی چٹان پر رقیم بن خلاط بیٹھا ہوا تھا۔

اس حالت میں کہ اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا آہنی ترسول تھا۔ جس کی نوکوں کے ساتھ کپڑوں کی ایک گٹھری بندھی ہوئی تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اس نے اپنا ایک ہاتھ ایک بوسیدہ کھل کے اندر چھپا رکھا تھا۔ اور اس کے قرب و جوار میں سمندر کے کنارے اس کے ریوڑ کے جانور چر رہے تھے۔ لشکری ذرا نزدیک آیا پھر وہ ماریوں اور ہلدائن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم دونوں بھائی مجھے غور سے سنو۔ میں اس سے آگے نہیں جاؤں گا۔ وہ چرواہا جو اس وقت چٹان کے اوپر کھل اوڑھے بیٹھا ہے وہ جانتا ہے کہ شلوط اور رزمیر کے قاتل کون ہیں۔ جنہور نے اس سرائے کے اندر خون کی گھول کھینچی اور کون لڑکیوں کو وہاں سے نکال کر لے گیا۔ آگے بڑھ کر اس چرواہے سے بات کر لو میں اب جانتا ہوں۔ اس کے ساتھ وہ لشکری ماریوں یا ہلدائن کے کسی جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔ جبکہ ماریوں اور ہلدائن اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئے تھے۔

رقیم بن خلاط کے قریب جا کر ماریوں نے اپنے ساتھیوں کو رک جانے کا اشارہ دیا۔ وہ گھوڑے سے اترا۔ اس کا بھائی ہلدائن بھی گھوڑے سے اترا گیا۔ پھر باقی سب مسلح جوان اپنے اپنے گھوڑوں سے اتراے اور ماریوں کے کہنے پر رقیم بن خلاط کے گرد ایک کھلا دائرہ بناتے ہوئے کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر ماریوں اور ہلدائن دونوں بھائی آگے بڑھے۔ رقیم بن خلاط نے ابھی تک نگاہ اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ پیوند لگے کھل ڈھانپ رکھا تھا۔ لیکن اس کے دائیں ہاتھ میں ترسول تھا قریب ہی اس کی ڈھال بھی دکھ دیتی تھی۔

قریب جا کر ماریوں اور ہلدائن تھوڑی دیر تک رک کر انتظار کرتے رہے پھر ماریوں

ماگی قیمت دیں گے۔ تم ہمیں قاتلوں کے نام بتاؤ۔ اس پر رقیم بن خلاط نے کہا۔ پہلے وہ رقم میرے سامنے لاؤ اور مجھے دو۔ اس کے بعد میں تمہیں تمہارے سارے سوالوں کا تفصیل سے جواب دوں گا۔

رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر ماریٹوں نے کچھ سوچا پھر وہ اپنے بھائی ہلدائن کے قریب آیا اور سرگوشی کرتے ہوئے اس کے کان میں کہنے لگا۔

دیکھ ہلدائن میرے بھائی بھاگ کے تو حویلی جا جس قدر تو نقدی اٹھا کر لا سکتا ہے لے آ اور اس کے سامنے لا کر رکھ دے۔ اس قدر نقدی دیکھ کر اس چرواہے کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی پھر جو کچھ ہم اس سے حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ بتا دے گا۔ جب یہ ہمارے سوالوں کا جواب دے چکے گا تو ہم اسے قتل کر دیں گے اور اپنی نقدی واپس لے جائیں گے ماریٹوں کی اس گفتگو سے ہلدائن کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا۔ دیکھ میرے بھائی تیری یہ تجویز بہت اچھی ہے میں ابھی جاتا ہوں اور نقدی لے کر آتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ہلدائن وہاں سے چلا گیا تھا اور ماریٹوں وہیں رک کر انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ہلدائن اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا واپس آیا۔ رقیم بن خلاط کے سامنے آ کر اس نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھے ہوئے اس نے نقدی کے چار بڑے بڑے توڑے کھولے اور باری باری اٹھا کر ان نقدی کے توڑوں کو اس نے رقیم بن خلاط کے سامنے رکھتے ہوئے کہا جو کچھ اب ہم پوچھنا چاہتے ہیں وہ تم بتا دو یہ نقدی کے چاروں توڑے تمہارے ہوں گے سنو ان چاروں توڑوں کے اندر اس قدر نقدی ہے کہ اگر اس کے ساتھ کوئی لشکر ترتیب دینا چاہے تو بہترین لشکر ترتیب دے سکتا ہے۔

ہلدائن جب خاموش ہوا تو رقیم بن خلاط چٹان سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بوسیدہ پیوند لگا ہوا کھل جس میں اس نے اپنے آپ کو ڈھانپ رکھا تھا وہ اس نے اتار کر چٹان پر رکھ دیا۔ آگے بڑھ نقدی کے چاروں توڑوں کا اس نے جائزہ لیا۔ پھر اس نے اپنے آہنی ترسول کے ساتھ بندھ ہوئی کپڑوں کی گھڑی بھی اتار کر چٹان کے اوپر کر دی۔ پھر وہ سینہ اور چھاتی تان کر کھڑا ہو گیا اور ان دونوں بھائیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو ماریٹوں اور ہلدائن۔ تمہارے چچا زاد بھائی شلوٹہ اور زمیر دونوں کو میں نے قتل کیا تھا۔ ان کی سرائے میں قتل و غارت گری اور تباہی و بربادی کا کھیل بھی میں نے ہی کھیلا۔ سرائے کے پشتی حصے میں جو دو کمروں پر مشتمل زندان انہوں نے بنا رکھا تھا وہاں سے لڑکیاں بھی میں نے نکالی تھیں۔ اب تم دونوں بتاؤ تم میرا کیا بگاڑ لو گے۔

رقیم بن خلاط کے اس انکشاف پر ماریٹوں اور ہلدائن دونوں بھائیوں کے چہرے غصہ

آلود ہو گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں قہر مائیاں رقص کر گئی تھیں۔ پھر ہلدائن بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ قاتل چرواہے تو ابھی تک ہمیں سمجھا اور جانا نہیں ہے ہم زندگی کی اس طویل رہ گزار پر بغض و عداوت، تعصب اور ہولناکی بن کر تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمہاری زندگی کے حصار جاں میں ریت ہی ریت، قریہ جان میں اور جسم میں درد ہی درد بھر کر رکھ دیں گے۔ تیرے دل کو حسرتوں کا صحرا، تیری جان کو تہذیب کی ویرانی بنا کر رکھ دیں گے۔

اس پر رقیم بن خلاط نے بڑے تیز انداز میں اپنا ترسول جھٹکے کے ساتھ اپنے سامنے کیا اور کہا تم دونوں بکتے ہو۔ تم دونوں کی میرے سامنے کیا حیثیت ہے۔ قسم خداوند قدوس کی اگر تم اپنے جیسے چند اور جوان بھی میرے سامنے لے آؤ۔ تو میں بے ضرر پانی کی طرح کھ گال کر رکھ دوں گا۔ سنو تم دونوں نے اگر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی تو میں تم دونوں کی حالت شام سویرے گھپ اندھیرے اس راہ جیسی کروں گا جس کی کوئی منزل نہ ہو۔ سنو مجھ پر حملہ آور ہو کر دیکھ لو۔ اگر میں نے تم دونوں کی حالت شہر فسون کے بے صورت و صدا الفاظ جیسی کر کے نہ رکھ دی۔ چرواہا نہیں چرواہے کا کتا کہنا۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو سے ماریٹوں اور ہلدائن کسی قدر خوفزدہ ہوئے تھے۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ چرواہا کوئی عام چرواہا نہیں اور اگر ان دونوں بھائیوں نے اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ان دونوں کو چھتے کی طرح چڑ پھاڑ کھائے۔ لہذا اس موقع پر ہلدائن رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ چرواہے تو کچھ کم عقل بھی لگتا ہے تو ابھی تک کھل اوڑھے اس چٹان پر بیٹھا رہا ہے اور اپنے ارد گرد شاید نگاہ نہیں دوڑائی۔ اس پر رقیم بن خلاط اس کی بات کا نٹے ہوئے ہوا۔ میں ارد گرد نگاہ پہلے ہی دوڑا چکا ہوں۔ میں جانتا ہوں میرے ارد گرد تمہارے ساتھی کھڑے ہیں۔ اس پر ماریٹوں بولا پھر بھی ہمیں تم پر دھمکی دیتے ہو کہ ہم دونوں بھائی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمارا ایک اشارہ پاتے ہی ہمارے مسلح جوان آگے بڑھیں گے اور تمہاری تکا بونی کر کے رکھ دیں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط کا چہرہ مارے غصے کے آگ کی تپتی ہوئی بھٹی کی طرح ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا ترسول فضا میں بلند کرتے ہوئے زوردار تکبیر بلند کی اس تکبیر کا بلند ہونا تھا کہ رقیم بن خلاط کے اطراف میں پھیلے ماریٹوں اور ہلدائن کے آدمیوں کے پیچھے رقیم بن خلاط کے ان گنت مسلح لشکری نمودار ہوئے۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط نے ایک بھر پور وحشی قبچہہ لگایا پھر وہ ماریٹوں اور ہلدائن دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سنو، چہلوں اور ٹھنھوں میں مجھ سے گفتگو کرنے والو گندہ جنت کے احق متااشیو،

نکلوا جائیں گے اور اگر ہم دونوں بھائیوں نے مل کر اس چرواہے کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو میرے خیال میں اس کے ساتھیوں میں بددی پھیل جائے گی اور وہ ہمارے مسلح جوانوں سے مقابلہ کرنے سے گریز کرتے ہوئے پیچھے ہٹ جائیں گے اس طرح ہم اپنا مقصد اور مدعا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اس پر ہلدائن نے خدشہ ظاہر کیا۔

کیا ایسا ممکن نہیں کہ یہ جو اس کا پڑاؤ ہے اس کے اندر اس کے اور بھی بے شمار ساتھی ہوں۔ اس پر ماریئوس کہنے لگا تمہارا اندازہ درست ہے اس کا خاتمہ کرنے کے بعد ہم دونوں بھاگ کھڑے ہوں گے اور شور کرنا شروع کر دیں گے کہ چرواہے نصرانی نہیں مسلمان ہیں اس طرح ان کا ہسپانیہ کی سرزمین سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ ماریئوس کی اس تجویز پر ہلدائن نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

میرے بھائی! تیرا اندازہ تیری تجویز ہے تو ٹھیک پر ذرا اس چرواہے کی بھی طرف دیکھ اس کے ہاتھ میں جو ترسول ہے وہ مجھے موت اور مرگ کا ترسول لگتا ہے اس کے چہرے پر دیکھ کیسی وحشت اور درندگی ہے بالکل اس جیسے جو اپنے شکار پر حملہ آور ہونے کو آگے بڑھتا ہو اور دیکھ پھر ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنے اوپر سے اپنا کبل بھی اتار پھینکا ہے لگا ہے وہ ہم سے دودو ہاتھ کرنے کے لئے تیار ہے اس پر ماریئوس ہلدائن کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

سن ہلدائن میرے بھائی! جی مت چھوڑ بس دل کو مضبوط رکھ آدوئوں بھائی اس کا مقابلہ کریں اور اسے اپنے سامنے مغلوب کریں اس کے علاوہ اس سے بچنے یا اپنی حفاظت کا اور کوئی سامان ہمارے پاس نہیں ہے ماریئوس کی تجویز سے ہلدائن نے اتفاق کیا پھر وہ دونوں اپنی ڈھالیں اور تلوار لے کر آگے بڑھنے لگے تھے اس موقع پر ہلدائن کہنے لگا سن چرواہے ہم تم پر حملہ آور ہونے لگے ہیں بچ سکتا ہے تو بچ دکھا ماریئوس کی اس گفتگو سے رقیم بن خلاط کے چہرے پر طنز یہی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اپنا ترسول اس نے اپنے سامنے لہرایا۔ ڈھال پر گرفت مضبوط کی پھر کھولتے ہوئے لہجے میں کہا۔

سنو دونوں وحشی کوتا! میں تو کب سے اس انتظار میں ہوں کہ تم آگے بڑھو مجھ پر حملہ آور ہو اور پھر اس حملے کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ اس کے ساتھ ہی اپنا ترسول لہراتا ہوا رقیم بن خلاط خود بھی آگے بڑھا تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے بھی رقیم بن خلاط کی طرف بڑھنے کی اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔

اس موقع پر رقیم بن خلاط کے چاروں طرف کھڑے اس کے ساتھیوں میں سے کچھ نے آگے بڑھ کر ان دونوں بھائیوں پر حملہ آور ہونا چاہا تھا لیکن اپنا ترسول فضا میں بلند کرتے

اضطراب و کذب کے رفیقو! اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑاؤ۔ کیا تمہارے اطراف میں رات کے آخری پہررت جگوں کا سادرد اور ہجر کی شب ویران میں پت جھڑ کا مقدر نہیں پھیلا کر رکھ دیا۔ اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑاؤ جو مسلح جوان تم نے میری خاطر میرے چاروں طرف پھیلائے ہیں ان کے پیچھے دیکھو کون کھڑے ہیں۔ تمہارے ایک ایک مسلح جوان کے ساتھ میرے اس وقت تین تین جوان کھڑے ہیں اور تمہارے مسلح ساتھیوں کی ٹکا بونی کر کے رکھ دیں گے۔

سنو مجھے احمق چرواہا کہنے والے دونوں بھائیو! اپنے اوپر سے گمان کی تیرگی، سنہری شالوں کی ردا اتار کر میرے اطراف و اکناف پر نگاہ دوڑاؤ۔ اداس خاموشی میں میں نے تمہارے چاروں طرف زندگی کی کھیتوں کو ویران کر دینے والی موت پھیلا کر رکھ دی ہے اب بولو۔ تمہارا کیا رد عمل ہے۔

ماریئوس اور ہلدائن نے جب دیکھا کہ ان کے اطراف میں ان کے مسلح جوانوں کے پیچھے رقیم بن خلاط کے مسلح جوان بھی آن کھڑے ہوئے ہیں۔ تو ان کے چہروں کی ساری طراوت سرخوشی آسودگی جاتی رہی۔ دونوں کی حالت جیون کے تاریک دنوں روح کی پاگل ویران بستیوں اور تمازتوں کی طویل اندھی مسافت میں بے ثمر ساعتوں کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس موقع پر ماریئوس اپنے بھائی ہلدائن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ہلدائن میرے بھائی! تھوڑی دیر پہلے تو نے یقیناً سنا ہو گا کہ اس چرواہے نے مسلمانوں جیسی اللہ و اکبر جیسی تکبیر بلند کی تھی جبکہ میں دیکھتا ہوں اس کے گلے میں سنہری صلیب ہے۔ یہ چرواہا یہ بنجارہ مجھے کوئی بہت بڑا دھوکے باز اور فریبی لگتا ہے۔ اس کا ہماری سرائے کے پشتی حصے سے مسلمان لڑکیوں کو نکالنا کوئی یوں ہی بے فائدہ اور بے مقصد کام نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ سوچی سمجھی تدبیر کے تحت کر رہا ہے۔ دیکھ ہلدائن میرے بھائی میرا دل میرا ضمیر کہتا ہے کہ یہ چرواہا نصرانی نہیں مسلمان ہے۔

اس پر ہلدائن نے جواب دیا ماریئوس میرے بھائی! میرا بھی یہی اندازہ ہے۔ لیکن اب کیا کریں ہم یہاں آ کر دونوں بھائی بے بس اور مجبور ہو گئے ہیں۔ نہ ہم کسی کو اپنی مدد کے لئے پکار سکتے ہیں۔ نہ کسی پر یہ انکشاف کر سکتے ہیں لوگو یہ چرواہا اور اس کے ساتھی نصرانی نہیں مسلمان ہیں اور یہ ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکہ ہے اور فریب کر رہے ہیں۔ اس پر ماریئوس نے تجویز پیش کی۔

دیکھ ہلدائن میرے بھائی! ایسا کرتے ہیں ایک ساتھ آگے بڑھ کر اس چرواہے پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ ہمیں حملہ آور ہوتے دیکھ کر ہمارے ساتھی بھی اس چرواہے کے ساتھیوں سے

ہوئے انہیں رقیم بن غلاط نے پیچھے ہی رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک وہ دونوں بھائی بھاگ کر آگے بڑھے اور رقیم بن غلاط پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ رقیم بن غلاط نے ایک کی تلوار کو اپنی ڈھال پر اور دوسرے کی تلوار کو اپنے ترسول پر روکا تھا۔ پھر برق کے کوندے کی طرح اپنا ترسول اس نے علیحدہ کیا اس قدر پیچھے ہٹا کہ اگر اس پر وہ دونوں اپنی تلواres برساں تو اس تک نہ پہنچ سکیں پھر اپنا لمبا آہنی ترسول اس نے ان میں سے ایک کے دل میں گھونپ دیا تھا۔ فضاؤں میں ایک کر بناک چیخ بلند ہوئی اور ہلدائن خون میں لت پت زمین پر گر گیا تھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ رقیم بن غلاط نے اس کی چھاتی سے اپنا ترسول نکال لیا تھا۔

اپنے بھائی ہلدائن کو اپنے سامنے خون میں لت پت مرتے دیکھتے ہوئے ماریوں کے چہرے پر موت و مرگ کے سائے کھیل گئے تھے۔ اس کا جسم کپکپا کے رہ گیا تھا اور ہاتھ پاؤں پر ایک طرح سے عرشہ طاری ہونے لگا تھا۔ رقیم بن غلاط نے اس کی اس حالت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش کھڑا رہا اور ماریوں پر حملہ آور نہیں ہوا۔ پھر ماریوں کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دیکھ ماریوں! میں جانتا ہوں تجھے اپنے بھائی کے مرنے پر افسوس ہے۔ میں تجھے سنبھلنے کا موقع دیتا ہوں۔ اس کے بعد تم پر حملہ آور ہوتا ہوں اس پر ماریوں فوراً سنبھل گیا۔ اپنے بھائی کی موت کا انتقام لینے کے لئے وہ کسی زخمی وحشی اور بھوکے ریچھ کی طرح رقیم بن غلاط کی طرف بڑھا اور اس پر حملہ آور ہوا۔ ایک ساتھ اس نے رقیم بن غلاط پر اپنی تلوار اور ڈھال برسائی تھی۔ رقیم بن غلاط نے اس کی ڈھال کو اپنی ڈھال پر اور تلوار کو اپنے ترسول پر روکا۔ پھر پوری قوت سے رقیم بن غلاط نے اپنا ترسول اس کے منہ پر مارا تو ترسول کو اس نے اپنی تلوار پر روکنا چاہا۔ ترسول چونکہ کافی لمبا تھا اس کا ایک حصہ ماریوں کی تلوار سے دوسرا حصہ ماریوں کے بازو میں جا لگا تھا۔ بازو پر اس کے آہنی ترسول کی ایسی ضرب لگی تھی کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی تھی بس اسی لمحہ رقیم بن غلاط نے اپنا ترسول اس کے جسم میں گھونپ دیا تھا۔ فضاؤں میں دوسری کر بناک چیخ بلند ہوئی اس کے بعد ماریوں بھی لاش کی صورت میں زمین پر گر گیا تھا۔

آگے بڑھ کر رقیم بن غلاط نے ماریوں کے لباس سے اپنا آہنی ترسول صاف کیا۔ پھر اس نے اپنا ترسول فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ اس کے جواب میں وہ فوراً حرکت میں آئے۔ حملہ آور ہو کر انہوں نے ہلدائن اور ماریوں کے سارے ساتھیوں کا صفایا کر دیا تھا۔

اس موقع پر ایک کوہستانی چٹان کی اوٹ سے منذر بن طریف بھاگتا ہوا آیا اور بڑی سرگوشی اور اطمینان میں وہ رقیم بن غلاط کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ امیر محترم! میں

ماریوں اور ہلدائن کے خلاف آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ آپ نے وہ معرکہ سر کیا ہے قسم خداوند قدوس کی کہ عام آدمی نہیں کر سکتا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں امیر محترم! کہ آپ کی اس کارگزاری کی تعریف کر سکوں۔ رقیم بن غلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ منذر میرے بھائی! تمہیں میری تعریف کوئی کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھ میری کارگزاری تیری کارگزاری۔ تیری کارگزاری میری کارگزاری ہے۔ ہم دونوں ایک ہیں۔ دیکھ اب ایک کام کر میرے بھائی اس سمندر کے کنارے کوئی بہت بڑا گڑھا کھدواؤ اور یہ ساری لاشیں اس میں ڈال کر اس جگہ کو برابر کر دو۔ گڑھا ایسی جگہ کھدواؤ جہاں وقفے وقفے سے سمندر کا پانی چڑھتا رہے تاکہ وہ جگہ برابر ہو جائے اور کسی کو خبر تک نہ ہو کہ ہم نے سب کو مار کر یہاں دفن کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ماریوں اور ہلدائن کے ساتھیوں کے اس جگہ مرنے سے جو خون کے نشانات ہیں وہ سب بھی مٹا کر رکھ دو۔

رقیم بن غلاط کا یہ حکم سنتے ہی منذر بن طریف فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے کچھ ساتھی اس نے جمع کرتے ہوئے سمندر کے کنارے کئی گڑھے کھودے اور لاشوں کو ان گڑھوں میں ڈال کر اوپر سے ریت برابر کر دی گئی۔ چونکہ سمندر کا پانی وہاں تک آ جا رہا تھا ان گڑھوں کی ریت سمندر کے پانی نے خود برابر کر دی تھی۔ اس کے بعد رقیم بن غلاط کے ساتھیوں نے طوفان کی طرح سمندر سے پانی لے لے کر خون کے وہ دھبے دھو ڈالے تھے جہاں ماریوں، ہلدائن اور ان کے ساتھیوں کا قتل عام کیا گیا تھا۔ اس کے بعد منذر بن طریف کے ساتھ اپنے پڑاؤ کی طرف جاتے ہوئے رقیم بن غلاط اسے کہنے لگا۔

منذر میرے بھائی! ہم ابھی اور اسی وقت یہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھانے کے بعد اپنے مسکن کی طرف کوچ کریں گے۔ منصور بن نعمان کے لئے شاہین کے ذریعے پیغام بھیجا دو کہ ہم تین دن بعد شام کے قریب اپنے مسکن میں داخل ہوں گے۔ اس پر منذر بن طریف فوراً حرکت میں آیا۔ اس نے ایک پیغام لکھا اور ایک شاہین کے پاؤں کے ساتھ باندھ کر اس نے شاہین کو فضا میں اڑا دیا تھا۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد رقیم بن غلاط اپنے لشکر اور ریوڑ کے ساتھ لقت کی اس بندرگاہ سے اپنے مسکن کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

ہے یا امیر رقیم بن خلاط کی ذات سے ہے۔ اس پر جابر بن بکر بولا۔ نہیں اس کا تعلق امیر کی ذات سے ہے۔ جابر کے ان الفاظ پر روطہ اور زیادہ متفکر اور پریشان ہو گئی تھی۔ اس پر فوراً جابر بن بکر کو مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگی۔ میرے عزیز! میں پوچھ سکتی ہوں کہ امیر رقیم بن خلاط کی ذات سے وابستہ وہ راز کیا ہے۔ دیکھ جابر میرے بھائی میری ماں سوزان اس وقت یہیں بیٹھی ہے اور وہ مجھے امیر رقیم بن خلاط سے منسوب کر چکی ہے۔ خود امیر بھی مجھے اپنی زندگی کا ساتھی جن جگہ ہیں اور حالات بھی مجھے امیر رقیم بن خلاط کے سپرد کر چکے ہیں۔ لہذا میری ذات سے متعلق جو بھی راز ہے وہ میں جاننے اور سننے کا حق رکھتی ہوں۔ اس پر جابر بن بکر پھر بولا۔

روطہ میری بہن! جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ ایسی نہیں کہ امیر بن خلاط سے سرزد ہوئی ہو۔ بلکہ آپ سے آپ امیر کی ذات سے وابستہ ہو رہی ہے۔ روطہ بے چاری بے حد تجسس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

سنو روطہ میری بہن! گزشتہ مہم میں جب امیر رقیم بن خلاط نے دریائے کبیر کے کنارے فرولندہ کی بہن نوریہ اور ملکہ ازایلا کی بہن اربونہ کے کاروان پر حملہ کیا تھا تو اس وقت یہی تاثر دیا گیا تھا۔ کہ دونوں شہزادیوں کے کاروانوں پر بالدی گوتھ نے حملہ کیا ہے اور یہ کہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف نے بالدی گوتھ کے ساتھیوں کا قتل عام کر کے ان دونوں کی جان بچائی ہے۔

اسی تاثر کے تحت امیر اور منذر بن طریف دونوں شہزادیوں کو لے گئے تھے اور وہاں اس کارگزاری پر فرولندہ اور اس کی ملکہ ازایلا نے امیر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کی بڑی قدر دانی کی تھی۔

دیکھ روطہ میری بہن! اس مہم کے جواب میں ایک رد عمل بھی سامنے آیا اور وہ یہ کہ فرولندہ کی بہن نوریہ امیر بن خلاط کو پسند کرنے لگی۔ جبکہ ازایلا کی بہن اربونہ جو تمہاری بھی بہن ہے وہ منذر بن طریف کو چاہنے لگی۔ جن دونوں رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف نے اپنے ریوڑ اور لشکر کا پڑاؤ قریب کے نواح میں کر رکھا تھا ان دونوں یہ دونوں شہزادیاں ان سے ملنے بھی آتی رہیں۔ پھر ان دونوں نے مجھ سے اپنی محبت اور چاہت کا اظہار بھی کیا۔ لیکن یہ اظہار وہ دونوں رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے نہ کر سکیں۔ مجھ سے انہوں نے التماس کی کہ میں ان کی محبت کا اظہار فرولندہ اور ملکہ ازایلا سے کروں۔

اس دوران تک نوریہ، اربونہ امیر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے درمیان کچھ ملاقاتیں ہوئیں اور امیر اپنے ریوڑ اور لشکر کو لے کر غرناطہ کی طرف کوچ کر آئے بعد میں میں

ایک روز سہ پہر کے قریب جبل النج کی چوٹی پر رقیم بن خلاط کے چڑے کے خیمے میں منصور بن نعمان، اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون، روطہ اور قاضی عقبہ بن مغیرہ بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ کہ رابع یولویجس جس کا اصل نام جابر بن بکر تھا خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ پھر وہ وحشی سی آواز میں منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ امیر محترم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔

اس پر منصور بن نعمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور بڑے احترام سے وہ جابر بن بکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا جابر میرے بھائی تم ہمارے مسکن کے اثاثہ ہو مجھ سے ملنے کے لئے تمہیں اس طرح اجازت لینے کی ضرورت نہیں آؤ۔ بلا جھجھک اندر آؤ۔ اس پر جابر بن بکر آگے بڑھا اور منصور بن نعمان کے قریب جا کر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد جابر بن بکر کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! میں کافی دن سے ایک مہم پر قریب سے نکلا ہوا تھا۔ قریب کا حکمران فرولندہ یہی جانتا ہے کہ اس کا مقرب اور محترم رابع یولویجس غرناطہ کے اندر جس قدر عیسائی آباد ہیں اور کلیسا ہیں ان کی دیکھ بھال اور ان کا جائزہ لینے کے لئے نکلا ہوا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ میں یولویجس کے بھیس میں جابر بن بکر ہوں اور امیر رقیم بن خلاط کا ایک اونی خادم ہوں۔

امیر میں اب واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن کئی ماہ سے میرے دل پر ایک بوجھ ہے میں وہ اتارنا چاہتا ہوں۔ یوں جانیں کہ میرے پاس ایک راز ہے جس کا انکشاف کرتے ہوئے میں اب تک ہچکچاتا رہا ہوں۔ لیکن اب میں اسے ایک بوجھ محسوس کرنے لگا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ اس بوجھ کو اتار پھینکوں۔ میں اپنے اندر اب تک اتنی ہمت نہیں پاتا تھا۔ کہ اس راز کا انکشاف میں اپنے امیر محترم رقیم بن خلاط سے کروں۔ جابر بن بکر کی اس گفتگو پر روطہ انتہائی فکر مند اور پریشان ہو گئی تھی۔ منصور بن نعمان کے چہرے پر بھی تفکرات کے آثار دیکھے جاسکتے تھے۔ پھر منصور بن نعمان جابر بن بکر کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

دیکھ جابر میرے بھائی! جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔ تمہاری گفتگو نے مجھے ایک طرح سے پریشان میں مبتلا کر کے رکھ دیا ہے۔ جس راز سے تم پردہ اٹھانا چاہتے ہو اس کا تعلق مسکن

فرواندہ اور ملکہ ازایلا کے سامنے پیش ہوا اور نویرہ اور اربونہ کی ولی چاہت کا ذکر ان سے کیا۔ جواب میں فرواندہ اور ازایلا نے نویرہ اور اربونہ کو طلب کیا۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے اپنی چاہت اور محبت کا اظہار کر دیا۔ جس پر فرواندہ اور ملکہ ازایلا نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد نویرہ کو امیر رقیم بن خلاط سے اور اربونہ کو منذر بن طریف سے محبت کرنے اور شادی تک کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جابر بن بکر لے بھر کے لئے رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ میری بہن! مسکن میں داخل ہوتے ہی میں اس بات کا انکشاف امیر سے کرنا چاہتا تھا لیکن نہیں کر سکا اس لئے کہ جوئی میں مسکن میں داخل ہوا مجھے پتہ چلا کہ تمہیں تمہاری ماں نے امیر رقیم بن خلاط سے منسوب کر دیا ہے اور یہ کہ امیر بھی تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی جن چکے ہیں۔ لہذا میں یہ انکشاف کر کے بد مزگی نہیں پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اب جبکہ میں یہاں سے رخصت ہونا چاہتا ہوں تو رخصتی سے پہلے میں یہ بوجھ اپنے دل اور ضمیر سے اتارنا چاہتا ہوں تاکہ آنے والے اور رونما ہونے والے حالات سے آپ اور امیر رقیم بن خلاط دونوں محتاط رہیں۔

قبل اس کے کہ روطہ اپنے خیالات کا اظہار کرتی منصور بن نعمان بول پڑا۔ دیکھ جابر بن بکر تمہارے اس انکشاف پر مجھے کچھ زیادہ پریشانی اور فکر مندی نہیں ہوئی۔ نویرہ اور اربونہ اگر امیر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کو چاہنے لگی ہیں تو میں جانتا ہوں کہ یہ چاہت زیادہ عرصے تک جاری نہیں رہے گی۔ اس لئے کہ حالات دن بدن خراب سے خراب تر اور بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ امیر رقیم بن خلاط کو اپنی موجودہ روش ترک کرتے ہوئے میں سمجھتا ہوں اپنے مسکن میں مستقل طور پر رہنا ہو گا اور وہ وقت عنقریب آئے گا کہ فرواندہ کو بھی ہمارے مسلمان ہونے کا پتہ چل جائے گا۔ لہذا امیر رقیم بن خلاط اپنے ریوڑ کے ساتھ ہسپانیہ میں گھوم نہ سکیں گے۔ ایسی صورت میں امیر رقیم بن خلاط کو اپنے مسکن میں رہتے ہوئے اپنے مسکن کے استحکام کو دھیان دینا ہو گا۔

دیکھ جابر میرے بھائی! جب نویرہ اور اربونہ کو خبر ہوگی کہ امیر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف نصرانی نہیں مسلمان ہیں تو آپ سے آپ دونوں کی ساری محبت نفرت میں تبدیل ہو کر رہ جائے گی۔ اس پر جابر بن بکر سوالیہ سے انداز میں منصور بن نعمان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

دیکھئے امیر منصور! آپ کا کہنا درست ہے۔ لیکن یہ انکشاف ہونے کے باوجود بھی اگر نویرہ

اور اربونہ نے امیر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے اپنی محبت اور چاہت کو جاری رکھا جب ان کی والہانہ سپردگی کو دیکھتے ہوئے میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ اگر ان دونوں پر یہ انکشاف ہو جائے کہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں مسلمان ہیں تب بھی میرے خیال میں وہ اپنی محبت کو ترک نہیں کریں گی۔ امیر اور منذر بن طریف کے لئے وہ اپنا سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ ہو جائیں گی۔

اس بار منصور بن نعمان کی جگہ روطہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

جابر میرے بھائی! جس وقت تم نے اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا تھا اس وقت میں بڑی فکر مند اور پریشان تھی کہ آپ امیر رقیم بن خلاط سے متعلق کیا کہنا چاہتے ہیں۔ میں یہ بھی کہوں گی کہ امیر رقیم بن خلاط کی شخصیت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ مجھے اس بات کا بھی فخر ہے کہ فرواندہ کی بہن نویرہ امیر سے محبت کرنے لگی ہے اور میری سوتیلی بہن اربونہ میرے بھائی منذر بن طریف کو چاہتی ہے۔ دیکھ جابر میرے بھائی! یہ انکشاف میرے لئے پریشانی اور دکھ کا باعث نہیں۔ قسم خداوند قدوس کی میں فخر محسوس کروں گی کہ فرواندہ کی بہن نویرہ امیر کو پسند کرے اور اگر امیر کی محبت کی خاطر نویرہ نے نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا اور امیر کی زوجیت میں داخل ہونا چاہا تو وقت بتائے گا کہ میں بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نویرہ کو امیر رقیم بن خلاط کی زوجیت میں خوش آمدید کہوں گی۔ میں امیر رقیم بن خلاط کو اس بات کی بھی اجازت دے دوں گی کہ میرے علاوہ وہ نویرہ کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنالیں اور اگر امیر رقیم بن خلاط کے مسلمان ہونے کی بناء پر نویرہ نے اپنی محبت کو نفرت میں بدل لیا تو جابر میرے بھائی! اس کی نفرت میرے یا امیر کے لئے کسی قسم کے نقصان کا باعث نہیں بنے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد روطہ جب خاموش ہوئی تو جابر بن بکر پھر بولا روطہ میری بہن! تم بڑی فراخ دل ہو۔ میں نے اس سے پہلے امیر کے سامنے یا تم سے اس بات کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ میرے اس انکشاف سے آپ دونوں کے دل میں بد مزگی پیدا ہوگی۔ لیکن اب مجھے پتہ چلا کہ معاملہ اتنا اہم اور پر تشویش نہیں جتنا میں خیال کرتا تھا۔ اب میں بلا جھجک اس کا اظہار امیر سے بھی کر سکتا ہوں۔ اس پر روطہ فوراً کہہ اٹھی۔

اب تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس سلسلے میں خود ہی امیر رقیم بن خلاط سے گفتگو کر لوں گی۔ اس پر جابر بن بکر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور منصور بن نعمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر منصور! اگر اس بات کا ذکر میری بہن روطہ خود ہی امیر رقیم بن خلاط سے کر دے گی تو

ہنے کا تم پوری طرح حق رکھتی ہو۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط کا وہ پیغام منصور نے چپ پ روٹ کو تھما دیا تھا۔ روطہ نے وہ پیغام پڑھا اور پیغام پڑھنے کے بعد اس کے چہرے پر شیاں اور گہری ہونٹیں تھیں۔ پھر اس نے منصور بن نعمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع یا۔

منصور میرے بھائی! امیر نے اپنی زندگی کا ایک اور کمال کر دکھایا ہے۔ انہوں نے یونس اور ہلدائن کے علاوہ سرائے کے مالک شلوٹ اور رزمیر کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے انہوں نے جن مسلمان لڑکیوں کو اسیر بنا رکھا تھا انہیں بھی وہ چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ امیر رقیم بن خلاط کی یہ ایک اور بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس پر منصور ہنہ لگا۔ روطہ میری بہن! امیر کی زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جس وقت وہ اس سے روانہ ہوئے تھے اس وقت ہی مجھے یقین تھا کہ امیر ہر صورت میں ماریونس، ہلدائن لوط اور رزمیر کا کام تمام کر کے رہیں گے اور مسلمان لڑکیوں کو اسیری سے چھڑا لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ آؤ میری بہن نیچے چلیں۔ اس پر روطہ پھر کہنے لگی آپ چلیں میں امیر، خیمے کی صفائی سٹرائی کرتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی منصور، قاضی عقبہ بن مغیرہ اور عروسہ احمد بن نیچے چلے گئے تھے۔ جبکہ روطہ رقیم بن خلاط کے خیمے کی صفائی سٹرائی کرنے لگی تھی۔

○

تیسرے روز جب سورج غروب ہو گیا اور چاروں طرف شام چھا گئی تو روطہ اپنی رہائش میں شام کا کھانا تیار کرنے میں بری طرح مصروف تھی کہ مطبخ سے نکلے ہوئے وہ چونک سی لی اس لئے کہ عین اسی وقت رقیم بن خلاط اندر داخل ہوا تھا اور کمروں کے سامنے جو چھوٹا سا مدہ تھا وہاں آن رکھا تھا۔

رقیم بن خلاط کو وہاں اچانک دیکھتے ہوئے روطہ بے چاری کی حالت خوشی میں ایسی ہو گئی جیسے صاف خوشنما بے داغ ماتھے پر رکے ہوئے شفاف قطرے، جیسے چشم تخلیق کے اسے میں بت خانہ جمال کے نقوش، جیسے سورج کی پہلی سرخ کرنوں نے نزول کیا ہو جیسے بابائے شجر کے چھن چھن کر آتی روشنی پیغام محروم دینے لگی ہو۔

رقیم بن خلاط کو اچانک وہاں دیکھتے ہوئے روطہ کی کیفیت عجیب سے عجیب تر ہو گئی تھی۔ جگہ پر کھڑی کھڑی وہ نیلگوں فلک پر اڑتے سفید طیور کی طرح خیالوں میں پرواز کر رہی تھی اس کے جگمگاتے موتیوں جیسے دانت اس کے حسن اس کے جمال میں بے پناہ اضافہ کر رہے تھے۔ اس موقع پر اپنی جگہ کھڑے ہی کھڑے رقیم بن خلاط روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ روطہ، روطہ! مجھے تمہاری ماں کے مرنے کا بے حد غم اور افسوس ہے۔ کاش جس وقت

پھر میں آج ہی یہاں سے کوچ کروں گا۔ اس لئے کہ میں غرناطہ اور اس کے نواح میں ساری عیسائی بستیوں اور کلیساؤں کا جائزہ لے چکا ہوں۔ اب مجھے واپس جا کے جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کا جائزہ فرواندہ کو پیش کرنا ہو گا اس کے علاوہ بھی فرواندہ بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ وہ روز اپنے مشیروں سے پوچھتا ہو گا کہ یہ راہب یو لو جیس اب تک کیوں نہیں لوٹا۔ لہذا اب مجھے اجازت دیجئے میں کوچ کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی منصور بن نعمان اور قاضی عقبہ بن مغیرہ خیمے سے باہر آئے۔ جابر بن بکر باری باری دونوں سے بغلگیر ہو کر ملا اس کے بعد وہ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ منصور بن نعمان قاضی عقبہ بن مغیرہ پھر پہلے کی طرح خیمے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ جابر بن بکر کو گئے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک مسلح جوان بھاگتا ہوا اس خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ جس میں روطہ، عروسہ بنت حمدون اور منصور بن نعمان اور قاضی عقبہ بن مغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس مسلح جوان کو خیمے کے دروازے پر دیکھتے ہی منصور بن نعمان پریشان سا ہو کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے سے باہر آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے قاضی عقبہ بن مغیرہ، عروسہ اور روطہ بھی باہر آ گئیں تھیں۔ منصور بن نعمان کے خیمے سے باہر آنے پر وہ مسلح جوان ایک تہہ شدہ کاغذ منصور بن نعمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر منصور! ابھی ابھی امیر رقیم بن خلاط کی طرف سے یہ پیغام آیا ہے۔ تین دن بعد وہ اپنے لشکر اور ریوڑ کے ساتھ پڑاؤ میں داخل ہوں گے۔ منصور بن نعمان نے اس مسلح جوان سے کاغذ لے لیا اور کاغذ پڑھنے لگا جبکہ وہ جوان جس سمت سے بھاگا ہوا آیا تھا اسی سمت چلا گیا۔

رقیم بن خلاط کی آمد کا سن کر روطہ کی حالت سورج کی کرنوں کے بکھراؤ، ساون بھادول کے رنگوں، بگیا بگیا گل، صحرا پھولوں کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔

گلتا تھا اس کے سپنوں کے نگر میں ان کہے خواب قریہ جان کے بیٹے لمحوں کی خوشیاں بکھ گئی ہوں اور یہ کہ اس کی تمناؤں کے شہر میں صندل جیسی خوشبو، ساون کی پہلی بارش کے سنگ رباب دل کے تار بج اٹھے ہوں۔ تھوڑی دیر روطہ ان فردوس منظر خیالات اور اپنی زندگی کے خوش آئند تصورات کے گنبد میں کسوٹی رہی۔ اتنی دیر تک منصور بن نعمان رقیم بن خلاط کے پیغام کو پڑھ چکا تھا۔ پھر روطہ بڑے پیارے انداز میں بے پناہ خوشیوں کا اظہار کرتے ہوئے منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

منصور میرے بھائی کیا میں بھی امیر کا پیغام پڑھ سکتی ہوں۔ اس پر منصور بن نعمان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ میری بہن! تم امیر رقیم بن خلاط کی ذات کا ایک حصہ ہو۔ لہذا اس کا ہر پٹا

تمہاری ماں نے دم توڑا اس وقت میں یہاں ہوتا۔ دکھ اور غم میں رقیم بن خلاط اس سے آگے اور کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی گردن جھک گئی تھی۔ روطہ جہاں رقیم بن خلاط کے آنے پر بے پناہ خوشیاں اور مسرتیں محسوس کر رہی تھی وہاں اپنی ماں کی موت کے متعلق رقیم بن خلاط کے الفاظ سنتے ہی اس کی حالت کچھ اس طرح ہو گئی تھی جسے تخیل کے سینے پر ڈکھ کی چٹائیں رکھ دی گئی ہوں۔ جیسے پھولوں کی دلیلیز پر اندھی آگ اور رباب کے تاروں پر مضرب الم کی چوٹ پڑنے لگی ہو۔ وہ بے چاری اپنی ماں کے مرنے کے دکھ کے باعث شام شفق کی سرخ کرنوں، ماضی کے حسین ایام کی یادوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک اپنی جگہ پر کھڑی ہو کر وہ زمین کو دیکھتی رہی۔ بالکل طوفانوں کی ماری ہوئی اس فاختہ کی مانند جس کی ذات کو گردوغبار میں اڑا کر رکھ دیا گیا ہو۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط پھر روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ روطہ! وادی زیت کی ان پُر خار راہگزر پر میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ زندگی کے سائبان میں میں تمہیں نالہ شب کی طرح اکیلا نہیں رہنے دوں گا۔ میں تمہیں تمہاری ماں کے بغیر جیسی راہوں میں گم نہیں ہونے دوں گا۔ رقیم بن خلاط کے ان الفاظ سے روطہ بے جا رک ایسی متاثر ہوئی کہ بھاگ کر وہ آگے بڑھی اور رقیم بن خلاط سے ملے ہوئے اس نے جی ڈر کے کسی گرتے ہوئے ٹیلے کی طرح اپنا سر رقیم بن خلاط کے شانے پر رکھ دیا تھا۔

رقیم بن خلاط کے شانے پر رکھے ہی رکھے تھوڑی دیر تک روطہ بے چاری سسک کر رہا۔ رقیم بن خلاط اس کے سر اس کے شانوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تسلی اور تشفی د رہا۔ یہاں تک کہ روطہ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ پھر وہ علیحدہ ہوئی اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ امیر محترم! آپ یقیناً اپنے مسکن کے لوگوں اور اپنے لشکریوں کے لئے شجر سایہ دار کی مانند ہیں جو اپنی ٹھنڈی چھاؤں کا سر ہر راہگیر کو پلاتا ہے۔ امیر محترم! میں ا ماں کی بے حد ممنون اور شکرگزار ہوں۔ کہ اس نے مجھے آپ سے منسوب کیا۔ امیر محترم! آپ ہی میرے من کی جوت میری منزل کی روشنی کی مانند ہیں۔ آپ ہی اب میرے آئینوں میں کھلتے ستاروں اور لوریاں گاتے پرندوں جیسے ہیں۔ آپ یقیناً مجھ جیسی اکیلی تنہا بے بس لڑکی کی گیلی سانسوں میں آنے والے زمانوں کی خوشبو اور جذب و کشش کی لہروں مانند ہیں۔

اس بار رقیم بن خلاط نے گفتگو کا موضوع بدلا اور روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ یہ تم میں کیا کر رہی تھیں۔ روطہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ میں آپ کے لئے اپنے لئے کھانا تیار کر رہی تھی۔ مجھے پیغام مل چکا تھا کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ آج شام وقت مسکن میں داخل ہوں گے۔ لہذا میں سہ پہر ہی سے آپ کی پسند کے کھانے تیار کر

میں مصروف ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے بڑے غور سے روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ تم کھانوں میں کیا تیار کر رہی ہو۔ اس پر روطہ نے جھپکتے ہوئے خوشوائی میں کہا۔ جس وقت میں آپ کے سامنے کھانے لگاؤں گی اس وقت آپ دیکھ لیجئے گا۔ کہ میں نے آپ کے لئے کیا تیار کیا ہے۔ عین اس موقع پر منصور بن نعمان کھانا ہوا اندر داخل ہوا۔ رقیم بن خلاط فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا قریب آ کر منصور کہنے لگا۔

امیر محترم! سلطان ابوالحسن، ان کا بھائی الزغل اور ان کے طلائیہ گردستوں کا سالار احمد بن عطاش کو ہستانی سلسلے میں آپ کے خیمے میں بڑی بے چینی سے آپ کے خیمہ میں۔ وہ کسی انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ جونہی رقیم بن خلاط وہاں سے ہٹے لگا روطہ نے فوراً آگے بڑھ کر رقیم بن خلاط کا بازو پکڑ لیا۔

امیر محترم! میں نہیں جانتی سلطان ابوالحسن اور ان کے بھائی الزغل آپ سے کیا گفتگو کریں گے لیکن میں آپ کو یہ بتا دوں کہ کھانا آپ نے میرے پاس آ کر کھانا ہے۔ رقیم بن خلاط کے بولنے سے پہلے ہی منصور بن نعمان کہہ اٹھا۔ روطہ میری بہن! امیر یقیناً یہیں آ کر کھانا کھائیں گے۔ کہیں جانا بھی چاہیں تو میں نہیں جانے دوں گا۔ ہاتھ پکڑ کر یہاں لاؤں گا پر یہ تو کہو کہ کھانا آج امیر اکیلے کھائیں گے یا کسی اور کو بھی یہاں کھانے کا موقع ملے گا۔ اس پر روطہ جواب میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک مطبخ سے منصور بن نعمان کی بیوی عروسہ بنت حمدون بھی نکل آئی اور وہ بھی کہنے لگی نہیں آج بہت سے لوگ یہاں کھانا کھائیں گے۔ ان بہت سے لوگوں میں امیر اور آپ کے علاوہ ہمارے بھائی منذر بن طریف اور قاضی عقبہ بن مغیرہ بھی شامل ہوں گے۔ کھانے کے بعد میں اپنے بھائی اور امیر محترم رقیم بن خلاط سے ایک اہم موضوع پر بات کرنا بھی پسند کروں گی۔

تھوڑی دیر بعد رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں کو ہستانی سلسلے کے اوپر خیمے میں داخل ہوئے۔ خیمے میں کئی مشعلیں تھیں جنہوں نے خیمے کے سارے کمروں کو روشن کر رکھا تھا۔ سامنے والے کمرے میں سلطان ابوالحسن کے علاوہ ان کا بھائی الزغل، طلائیہ گردستوں کا سالار احمد بن عطاش قاضی عقبہ بن مغیرہ اور منذر بن طریف بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی منصور بن نعمان کے ساتھ رقیم بن خلاط خیمے میں داخل ہوا۔ سلطان ابوالحسن ان کا بھائی الزغل باری باری آگے بڑھے اور رقیم بن خلاط کو گلے لگا کر ملے۔ جب سب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب سلطان ابوالحسن رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

رقیم میرے بیٹے! دیکھ تمہاری آمد سے پہلے منذر بن طریف سارے حالات مجھے تفصیل

رقیم بن خلاط پھر کہنے لگا۔ سلطان محترم! آپ بے فکر رہئے۔ مجھے امید ہے کہ ہم ان چاروں لشکروں پر خداوند نے چاہا تو وہ ضرب لگائیں گے کہ ان کو جبال الشریقہ میں بھاگنے کی کوئی راہ نصب نہ ہوگی۔ اس لشکر کی آمد سے پہلے ہی پہلے ہم اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ جا کر جبال الشریقہ میں گھات میں بیٹھ جائیں گے۔ پھر جو عذاب دشمن کا لشکر جبال الشریقہ میں دیکھے گا وہ اس سے پہلے کسی لشکر نے نہ دیکھا ہوگا۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو کے جواب میں سلطان ابوالحسن کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس موقع پر منصور بن نعمان سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! اگر آپ برانہ منائیں تو میں آپ، آپ کے بھائی ازغل اور احمد بن عطاش سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ذرا میرے ساتھ خیمے کے دوسرے دروازے کی طرف آئیں۔ اس پر سلطان ابوالحسن اور ازغل نے ایک ساتھ عجیب سے انداز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا۔ رقیم بن خلاط کے چہرے پر بھی جستجو اور سوالیہ انداز تھا۔ وہ بھی منصور بن نعمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس پر منصور بن نعمان بولا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ امیر! آپ برانہ منائیے گا بس موضوع ہی ایسا ہے کہ اس پر سلطان کے ساتھ بات کرنے اور فیصلہ کرنے کے بعد میں آپ سے گفتگو کروں گا۔ اس پر سلطان ابوالحسن، ازغل اور احمد بن عطاش اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اس کے بعد منصور بن نعمان قاضی عقبہ بن مغیرہ اور منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ آپ دونوں بھی میرے ساتھ آئیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور سب ساتھ والے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔ جبکہ رقیم بن خلاط وہاں اکیلا بیٹھا رہ گیا تھا۔

دوسرے کمرے میں جانے کے بعد ازغل منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ منصور میرے عزیز! یہ حرکت ہم نے اچھی نہیں کی دیکھ میرے عزیز رقیم بن خلاط اس ممکن کا امیر اعلیٰ ہے۔ ہمیں کسی بھی موضوع پر اس سے علیحدہ ہو کر گفتگو نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہم ایسا کر سکتے ہیں اور نہ ہمیں ایسا کرنا چاہئے۔ یہ رقیم بن خلاط کی اہانت نہیں بلکہ یہ میں اپنی ذات کی بھی اہانت خیال کرتا ہوں۔ منصور نے جواباً کہا۔

ازغل میرے بھائی آپ کے خیالات کی مکمل طور پر میں تائید کرتا ہوں میں اپنے امیر رقیم بن خلاط سے علیحدہ کوئی گفتگو کرنے کی جرات اور ہمت بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن جس موضوع پر میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ یہ گفتگو امیر کے سامنے نہ کی جائے۔ یہاں تک کہ کہنے کے بعد منصور بن نعمان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ سلطان ابوالحسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

کے ساتھ بتا چکا ہے۔ میں تمہاری کامیابی اور تمہاری کامرانی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے جس طریقے سے ماریٹوس ہلدائن کو ہلاک کیا۔ جس دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تم نے سرائے میں شلوٹ اور زمر پر مرگ طاری کی دیکھ میرے عزیز یہ کام تم ہی کر سکتے ہو۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اس مہم کی تکمیل نہ کر سکتا۔ قسم خداوند قدوس کی تم نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو غرناطہ کا طوفان ثابت کر دیا ہے۔ دیکھ اب میں اور میرا بھائی ازغل ایک اور انتہائی اہم کام کے سلسلے میں تمہاری طرف آئے ہیں تاکہ ہم اپنے آنے والی مہم کو آخری شکل دے سکیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سن غرناطہ کے چوپان! میرے جاسوس یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ چند دن تک فرولندہ اور جیمی اول کا ایک متحدہ لشکر مالقہ پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر رہا ہے۔ بس اس سلسلے میں میں اور ازغل تم سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ سلطان محترم! یہ حملہ کب تک متوقع ہے۔ اس پر سلطان ابوالحسن کہنے لگا۔ چند ہی یوم تک رقیم بن خلاط نے پھر پوچھا آپ کب تک اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔ جواب میں سلطان کہہ رہا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ پرسوں تک ہم بھی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں اور جو جگہ اور جو وادی ہم نے پہلے سے طے کی تھی وہاں ہم دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے گھات میں بیٹھ جائیں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا سلطان محترم میں آپ کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ اس پر سلطان ابوالحسن بتانے لگا۔

دیکھ غرناطہ کے چوپان! جو اطلاعات مجھے فراہم کی گئی ہیں۔ ان کے مطابق فرولندہ اور جیمی کا متحدہ لشکر اس وقت فرولندہ کے شہر البقرہ میں جمع ہو چکا ہے۔ اس متحدہ لشکر کا کماندار فرولندہ کا نائب سپہ سالار گیرل ہے۔ اس کے علاوہ قادس شہر کا مارکونیس بھی ایک لشکر لئے ہوئے ہے اور والئی شہت یا قوہ کا بھی ایک لشکر ہے اور ہولی برادر ہڈ ہیں جو اپنے سپہ سالار رگون سالو کی سرکردگی میں کام کریں گے۔

میرے جاسوسوں نے یہ بھی خبر دی ہے کہ لشکر چار حصوں میں تقسیم ہو کر پیش قدمی کرے گا۔ فرولندہ اور جیمی کا بڑا لشکر جیلر کی سرکردگی میں ہوگا دوسرے نمبر پر ہولی برادر ہڈ کا لشکر اپنے سالار رگون سالو کے تحت ہوگا۔ تیسرا لشکر قادس کے مارکونیس کا اور چوتھا والئی شہت یا قوہ کا۔ یہ عسا کر اپنے اپنے کمانداروں کی ماتحتی میں ہمارے ساتھ علیحدہ علیحدہ اپنی جنگ کی ابتدا کریں گے۔

سلطان محترم! آپ جانتے ہیں روطہ کی ماں سوزان فوت ہو چکی ہے اب روطہ بالکل اکیلی اور تنہا ہے اس کا اس طرح تنہائی کی زندگی بسر کرنا ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس طرح وہ اپنی ماں کا غم فراموش نہ کر سکے گی۔ منذر بن طریف میرا بھائی تو امیر کے ساتھ ہم پر گیا ہوا تھا۔ ان کی غیر موجودگی میں میں اور قاضی عقبہ بن مغیرہ نے لوگوں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ امیر رقیم بن خلاط کی شادی روطہ سے کر دی جائے اور یہ شادی ایک دو دن میں جو جانی چاہئے۔ اس سلسلے میں میری بیوی نے روطہ سے بھی بات کر لی ہے اور روطہ بھی اس بات پر آمادہ ہے۔ کہ اس کی شادی امیر سے کر دی جائے۔ بس اس سلسلے میں آپ دونوں بھائیوں سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا تھا کہ آپ اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہیں اس پر سلطان ابوالحسن اور الزغل دونوں کے چہروں پر بے پناہ خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ پھر سلطان ابوالحسن نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

منصور میرے عزیز! یہ موضوع واقعی ایسا ہے کہ اس پر رقیم بن خلاط سے علیحدہ ہو کر ہی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ بہر حال مجھے یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ تم رقیم بن خلاط اور روطہ کی شادی کے درپے ہو اور یہ کہ روطہ بھی اس پر آمادہ اور تیار ہے۔ اگر میری رائے جانا چاہو تو میرا خیال ہے کہ آنے والی ہم پر روانگی سے پہلے ہی پہلے روطہ اور رقیم بن خلاط کو ازدواجی بندھن میں باندھ دینا چاہئے۔ میرے خیال میں کل رات کے وقت روطہ اور رقیم بن خلاط کی شادی کا اہتمام کیا جائے۔ اس شادی پر جس قدر اخراجات انھیں گے وہ میں خود برداشت کروں گا۔ اس کے علاوہ اس شادی کی خوشی میں اس مسکن میں جس قدر لوگ اور لشکری رہتے ہیں ان سب کے کھانے کا اہتمام بھی میرے ہی اخراجات پر ہوگا۔ ابوالحسن جب خاموش ہوا تب الزغل نے گفتگو کا آغاز کیا۔

منصور میرے بھائی! یہ بہت اچھا ارادہ ہے ہم دونوں بھائی رقیم بن خلاط اور روطہ کی شادی میں شامل ہوں گے اور یہ شادی پورے تزک و احتشام کے ساتھ ہوگی تاکہ روطہ کو یہ احساس نہ ہو کہ وہ ارغون کے شاہی محل سے نکل کر کسی جنگل میں آن بستی ہے۔ میرے خیال میں آداب واپس دوسرے کمرے میں چلتے ہیں اور اس موضوع پر رقیم بن خلاط سے بات کرتے ہیں۔ دیکھتے ہیں وہ اس سلسلے میں کیا کہتا ہے اس کے ساتھ ہی سب اس کمرے سے نکل کر پھر رقیم بن خلاط کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد الزغل رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

رقیم میرے بھائی! یہ جو ہم نے علیحدگی سے گفتگو کی ہے تم نے یقیناً اس کا برا مانا ہوگا۔ اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا نہیں الزغل میرے بھائی ہرگز نہیں۔ میں جانتا ہوں

منصور نے جو بھی گفتگو کی ہوگی وہ مسکن کی بہتری اور بھلائی کے لئے ہی ہوگی میں، منصور، منذر بن طریف اور قاضی عقبہ بن مغیرہ کے ایثار اور خلوص کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اس پر الزغل مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

رقیم میرے بھائی! جس موضوع پر ہم نے دوسرے کمرے میں جا کر علیحدگی میں گفتگو کی ہے وہ موضوع یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کل رات کو تمہاری اور روطہ کی شادی کر دی جائے دیکھ میرے عزیز بھائی! روطہ کی ماں سوزان مر چکی ہے روطہ اب اکیلی ہے اس کا اکیلے رہنا اچھا نہیں۔ بس اسی موضوع پر علیحدگی میں جا کر منصور بن نعمان نے ہمارے ساتھ گفتگو کی ہے میں اور سلطان محترم اس بات پر متفق اور آمادہ ہیں کہ آنے والی شب تمہاری اور روطہ کی شادی کر دی جائے۔ سلطان محترم یہ بھی اعلان کر چکے ہیں کہ ہم دونوں بھائی اس شادی میں شرکت کریں گے۔ شادی پر جس قدر اخراجات ہوں گے وہ ہماری طرف سے ہوں گے۔ اس کے علاوہ جس قدر مسکن میں تمہارے لوگ بستے ہیں اور تمہارے لشکریوں کا بھی کھانا ہمارے اخراجات پر ہوگا۔

اس انکشاف پر رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہنے لگا الزغل میرے بھائی اگر آپ سب لوگ یہ فیصلہ کر ہی چکے ہیں تو میں اس فیصلے سے روگردانی نہیں کروں گا۔ روطہ کی ماں روطہ کو میرے ساتھ منسوب کر چکی تھی۔ آج نہیں تو کل مجھے روطہ کو اپنانا ہی تھا اس لئے کہ میں خود بھی اسے اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر قبول کر چکا ہوں۔ رقیم بن خلاط کا یہ فیصلہ سن کر سب کے چہروں پر خوشیاں بکھر گئی تھیں اس کے بعد سلطان ابوالحسن اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ رقیم میرے بیٹے! اب جبکہ تم ہمارے فیصلے سے اتفاق کر چکے ہو تو لائحہ عمل یہ ہوگا کہ کل رات کے وقت بڑے شایان شان طریقے سے تمہاری اور روطہ کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ میں اور الزغل اس شادی میں شریک ہوں گے۔ کھانے کا سارا انتظام و انصرام ہماری طرف سے ہوگا۔ دو دن شادی کے بعد تم روطہ کے ساتھ گزارو گے اس کے بعد تیسرے روز ہم سب اپنے لشکریوں کے ساتھ فرولندہ کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کے لئے جبال الشریقہ کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ابوالحسن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور دوبارہ کہنے لگا۔

دیکھ غرناطہ کے چوپان! میں اور الزغل اب جاتے ہیں خداوند نے چاہا تو کل تمہارے مسکن میں ہی تمہارے ساتھ خوش کن ماحول میں گفتگو ہوگی۔ اس پر سب کھڑے ہو گئے خیمے سے باہر آئے پھر ایک ساتھ وہ کوہستانی سلسلے سے نیچے اترے اور جہاں منصور بن نعمان کی رہائش

آواز میں بولا امیر رقیم بن خلاط آئے کھانا تیار ہے۔ منصور بن نعمان کی اس پکار پر روط نے فوراً اپنے آپ کو سنبھالا۔ پھر وہ عروس کے پہلو میں آن کھڑی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد منصور بن نعمان کے ساتھ رقیم بن خلاط، قاضی عقبہ بن مغیرہ اور منذر بن طریف آئے اور سامنے والے کمرے میں بیٹھ گئے۔ ان کی آمد کے بعد روط اور عروس کھانے کے برتن جمائے لگیں تھیں پھر بڑے خوش کن ماحول میں سب بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

دوسرے روز پوری شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ رقیم بن خلاط اور روط کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیا گیا تھا۔ سلطان ابو الحسن اور الزغل کے علاوہ احمد بن عطاش نے بھی اس شادی میں شرکت کی شادی میں سلطان ابو الحسن اور الزغل کی طرف سے روط اور رقیم بن خلاط کو بے شمار اور انتہائی قیمتی تحائف بھی پیش کئے گئے۔ اس کے علاوہ سارے مسکن کے لوگوں کو کھانا بھی سلطان ابو الحسن کی طرف سے دیا گیا۔ مسکن میں شادی کی اس رات شام سے لے کر صبح تک جشن جیسا سماں تھا۔

شادی کے بعد رقیم بن خلاط، روط کی رہائش گاہ میں منتقل ہو گیا تھا۔ دونوں میاں بیوی نے شادی کے دو دن اکٹھے گزارے۔ تیسرے روز رقیم بن خلاط نے لشکر کا ایک حصہ اپنے مسکن میں چھوڑا۔ منذر بن طریف کو مسکن میں رہنے دیا گیا جبکہ لشکر کے باقی حصوں کے ساتھ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان سلطان ابو الحسن سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق جبال الشریقہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ دوسری طرف سلطان ابو الحسن، ان کا بھائی الزغل اور سپہ سالار الزجری بھی ایک لشکر کے ساتھ غرناطہ سے نکلے تھے راستے ہی میں رقیم بن خلاط اور سلطان کے لشکر ایک دوسرے سے مل گئے پھر یہ متحدہ لشکر بڑی تیزی سے دشمن کی راہ روکنے کے لئے جبال الشریقہ کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ پہلے فیصلہ یہ ہوا تھا کہ سلطان غرناطہ میں رہے گا اور جنگ میں حصہ نہ لے گا۔ لیکن بعد میں تبدیلی کرتے ہوئے سلطان ابو الحسن خود بھی لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔

☆.....☆

گاہ تھی وہاں کچھ لشکری سلطان ابو الحسن، الزغل اور احمد بن عطاش کے گھوڑے پکڑے کھڑے تھے۔ وہ تینوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے ساتھ ہی منصور بن نعمان رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! آپ صرف تھوڑی دیر کے لئے منذر بن طریف اور قاضی عقبہ بن مغیرہ کے ساتھ یہاں کھڑے رہنے میں روط کی طرف جاتا ہوں جب میں آپ کو آواز دوں تب آپ آنا اس کے ساتھ ہی منصور بن نعمان بھاگتا ہوا چلا گیا تھا جبکہ رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

منصور بن نعمان بھاگتا ہوا روط کی رہائش گاہ میں داخل ہوا اندر روط اور عروس دونوں بہنیں کھانا تیار کر چکی تھیں اور ایک کمرے میں بیٹھی شاید رقیم بن خلاط اور دوسرے لوگوں کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ جونہی منصور بن نعمان اکیلا داخل ہوا روط اور عروس دونوں فکر مندی سے اٹھ کھڑی ہوئیں پھر روط پریشانی سے منصور بن نعمان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

منصور میرے بھائی! امیر کیا سلطان ابو الحسن اور ان کے بھائی الزغل کے ساتھ تو نہیں چلے گئے آپ اکیلے کیوں آئے ہیں۔ اس پر منصور بن نعمان بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

روط میری بہن! بس ابھی ابھی تھوڑی دیر تک امیر، منذر بن طریف اور عقبہ بن مغیرہ کے ساتھ آنے والے ہیں۔ بس ان کی آمد سے پہلے میں تمہیں ایک خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ دیکھ میری قابل عزت بہن! سلطان ابو الحسن، ان کے بھائی الزغل اور احمد بن عطاش کی موجودگی میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ کل رات کے وقت انتہائی شان و شوکت کے ساتھ تمہاری اور امیر رقیم بن خلاط کی شادی کر دی جائے۔ اپنی شادی کا سنتے ہی روط کا چہرہ شرم اور لاج کے مارے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ منہ دوسری طرف کر کے کھڑی ہو گئی تھی منصور بن نعمان پھر کہہ رہا تھا۔

دیکھ روط میری بہن! تمہاری شادی میں سلطان ابو الحسن ان کے بھائی الزغل بھی شامل ہوں گے شادی پر جتنے اخراجات انھیں گے وہ سلطان ابو الحسن برداشت کریں گے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ شادی شاہی رسم و رواج کے مطابق ہوگی اس کے علاوہ سلطان ابو الحسن نے یہ بھی کہا ہے کہ کل رات ہمارے مسکن میں جس قدر لوگ رہتے ہیں اور جس قدر لشکری ہیں ان کے کھانے کے اخراجات بھی سلا ان کے ہی ذمہ ہوں گے۔ روط میری بہن امیر رقیم بن خلاط سے بھی اس سلسلے میں گفتگو ہو چکی ہے اور وہ بھی کل تم سے شادی کرنے پر آمادہ ہیں۔

پھر روط کے جواب کا انتظار کئے بغیر منصور بن نعمان وہاں سے ہٹا دروازے پر آیا اور بلند

جبال الشریقہ میں داخل ہونے کے بعد سلطان ابو الحسن نے اپنے لشکر کو ان وادیوں کے قریب رک جانے کا حکم دیا تھا۔ جن وادیوں کے بیچ و بیچ مالتہ کی بندرگاہ کی طرف جانے والی شاہراہ گزرتی تھی۔

تھوڑی دیر تک اپنے سارے سالاروں کے ساتھ سلطان ابو الحسن نے صلاح و مشورہ کیا اس کے بعد لشکر کو پھر کوچ کا حکم دیا تھا۔ اب یہ لشکر شاہراہ کے دونوں طرف کو ہستانی سلسلے میں دور دور تک وادیوں میں پھیل گیا تھا اور مسلمانوں کی بستیوں کے پاس آن رکھا تھا۔ یہاں سلطان ابو الحسن نے دو دن تک قیام کیا اور ان بستیوں کے کینوں کو وہاں سے نکال کر سلطان نے محفوظ جگہ پہنچا دیا تھا۔

اس کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کی تقسیم شروع کی۔ اپنے حصے کے لشکر کو سلطان نے تین برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا۔ دوسرے حصے کو اپنے بھائی الزغل کی کمانداری میں دیا اور تیسرا حصہ سلطان نے اپنے بہترین جرنیل الزجری کی ماتحتی میں رکھا تھا۔ سلطان اپنے بھائی الزغل کے ساتھ اپنے دو حصوں کے لشکر کے ساتھ وادی کے جنوبی حصوں میں کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں بیٹھ گیا تھا۔ ان وادیوں کے شرقی حصے میں الزجری کو اس کے حصے کے ساتھ گھات میں بٹھا دیا گیا تھا۔ جبکہ ان وادیوں کے مغربی کوہستانی سلسلوں کے اندر رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا چکے تھے۔

ادھر فروندہ اور جیمی کا متحدہ لشکر فروندہ کے نائب سپہ سالار گیلر کی سرکردگی میں الفیرہ شہر سے کوچ کر کے بڑی تیزی سے جبال الشریقہ کے راستے مالتہ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ غرناطہ کی سلطنت کی حدود میں داخل ہونے کے بعد جو بستی بھی کوہستانی سلسلے میں سامنے آئی گیلر کے حکم پر اسے آگ لگا کر لوٹ لیا گیا۔

جب یہ متحدہ لشکر جبال الشریقہ کی ان وادیوں میں داخل ہوا جہاں ان کے سامنے دور دور تک بہت سی بستیاں پھیلی ہوئی تھیں جن کے اطراف میں سلطان ابو الحسن اور رقیم بن خلاط کا لشکر گھات میں بیٹھا ہوا تھا تب فروندہ اور جیمی اول کے لشکر کا سالار اعلیٰ گیلر بڑا خوش ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ خوراک اور حرب و ضرب کا وہ سامان جو وہ اپنے ساتھ لے کر چلا ہے وہ

محفوظ ہی رہے اور راستے میں وہ مسلمانوں کے قبضوں، بستیوں اور شہروں کو لوٹا ہوا اپنے سامان میں مزید اضافہ کرتا ہوا مالتہ پہنچے۔ تاکہ مالتہ کے محاصرے میں اگر اسے زیادہ دن لگ جائیں تو اسے خوراک کی کمی محسوس نہ ہو۔

لہذا جبال الشریقہ کی وادیوں میں داخل ہونے کے بعد جب اس نے اپنے سامنے بستیوں کو دیکھا تو اس کا دل لپکایا۔ اس وقت سورج مغرب میں غروب ہو رہا تھا۔ گیلر نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر ان ساری بستیوں کو لوٹ لیں اور ان کے کینوں کو گرفتار کر کے اسیر بنالیں۔

گیلر کا حکم سنتے ہی نصرانی سپاہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح ان بستیوں میں داخل ہوئے۔ ان بستیوں میں داخل ہونے کے بعد جب انہیں وہاں نہ تو کوئی فرد نظر آیا نہ کوئی سامان ملا تو وہ بڑے غضبناک ہوئے۔ انہوں نے بستیوں کو آگ لگانی شروع کر دی تھی۔ عشاء تک نصرانی لشکر نے ساری بستیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ پھر گیلر کے حکم پر لشکر نے انہی وادیوں کے اندر پڑاؤ کر لیا تھا۔ گیلر کے لشکر کی نہیں جانتے تھے کہ ان وادیوں میں نزول ہونے والی شب ان کی زندگی کی آخری شب ہوگی اور یہ کہ اس شب کی صبح بھی ان کے لئے خون آلود موت کا پیغام لے کر آئے گی۔

دوسرے روز صبح ہی صبح مالتہ کی طرف کوچ کرنے کے لئے گیلر نے اپنے متحدہ لشکر کو پڑاؤ ختم کر کے کوچ کا حکم دیا تھا۔ جس وقت نصرانی سپاہی کوچ کرنے کے لئے اپنے سامان کو سمیٹ رہے تھے عین اسی وقت سامنے کی طرف سے سلطان ابو الحسن اور اس کا بھائی الزغل اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ دکھ کے عفریت، کڑے موسموں کی زرد رتوں اور تیزی سے پھیلتے ہوئے الجھنوں سے دھوئیں کی طرح گھات سے نمودار ہوئے اور گیلر کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

سلطان ابو الحسن اور اس کے بھائی الزغل کا یہ حملہ ایسا زور دار اور خوفناک تھا کہ حملے کے شروع میں سلطان ابو الحسن اور الزغل نے ان گنت نصرانیوں کو اپنے سامنے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اس وقت تک گیلر اور اس کے نائب سالاروں نے اپنے لشکر کو سنبھالا۔ اپنی تنظیم کی پھر وہ سلطان ابو الحسن اور الزغل پر جوابی حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

جس وقت گیلر اور اس کے نائبین نے سلطان ابو الحسن اور الزغل پر جارحیت اختیار کرنے والے تھے عین اسی وقت مشرق کی طرف سے الزجری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور نصرانیوں کے متحدہ لشکر پر وہ پچلتی موجوں، بخرغم کے خطرناک طوفان اور موج در موج پھیلتے ٹہنک کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اب گیلر کے لشکر کے لئے بہ یک وقت دو محاذ کھل گئے تھے۔ سامنے کی طرف سے سلطان ابو الحسن اور الزغل ان پر موت کی ضربیں لگا رہے تھے۔ جبکہ مشرق کی طرف سے الزجری نے خونی سمندر کی طرح ان کو ٹھٹھا شروع کر دیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے گیلر نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ آدھے کو اس نے سلطان ابو الحسن اور الزغل پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ دوسرے آدھے کو اس نے الزجری پر ضرب لگانے کے احکامات جاری کئے تھے۔ عین اسی موقع جس وقت نصرانی لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو کر افراتفری کا شکار تھا مغرب کی طرف سے رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور نفرت کے زہر، ہجر گزیدہ شام اور رقص مقدور کی طرح وہ مغرب کی طرف سے گیلر کے لشکریوں پر ضرب لگانے لگا تھا۔ چونکہ نصرانی لشکر پہلے دو حصوں میں تقسیم ہو کر سلطان ابو الحسن اور الزجری کے ساتھ مصروف پیکار تھا۔ لہذا مغرب کی طرف سے منصور بن نعمان کے ساتھ نمودار ہو کر رقیم بن خلاط نے جب نصرانیوں کی پشت کی طرف سے حملہ کیا تو رقیم بن خلاط نے ان کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو کاٹ کر ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

رقیم بن خلاط کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی جنگ اپنے شباب اور اپنے عروج پر آگئی تھی۔ گیلر کو اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرتے کرتے دیر لگی تھی۔ اتنی دیر تک رقیم بن خلاط نے اس کے لشکر کے کافی بڑے حصوں کو خون خون کر کے رکھ دیا تھا۔

جبال الشریقہ کی ان وادیوں میں دھرتی کے کھلے سینے پر خون بہنے لگا تھا۔ بل کھاتی پگڈنڈیاں خون خون ہو کر رہ گئی تھیں۔ گیلر کے لشکر کا تین طرف سے قتل عام ہونے پر اس کی حالت زرد چوئوں کی زیت، آگ میں جلتے انسان جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ گیلر اور اس کے ماتحت کام کرنے والے دوسرے سالاروں نے اپنے بچے کچھے لشکروں کو میدان کی ان دھنناک وادیوں اور جبر کے ان شکنجوں سے نکالنے کی بڑی کوشش کی لیکن اب کافی دیر ہو چکی تھی۔ ایک بار گیلر نے زور زور سے اپنے لشکریوں کو پکارتے ہوئے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرنے کا حکم دیا۔ گیلر کا یہ حکم سنتے ہی بچے کچھے نصرانی لشکر نے زور دار حملے کئے تھے لیکن ان کا کوئی خاص اثر نہ ہوا تھا۔ جس کے باعث بچے کچھے لشکر کی ناامیدیوں کے صحرائیں خوف و بے چارگی کا شکار ہو گئے تھے۔ بڑی تیزی سے ان کی حالت اجڑے قاتلوں اور مجروح پتے کاروانوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

گیلر نے جب دیکھا کہ اب کسی بھی صورت قتل عام سے نہیں بچا جاسکتا تو اس نے شکست تسلیم کرتے ہوئے اپنے بچے کچھے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دیا۔ جو بھی گیلر کا لشکر پسپا ہو کر بھاگا تو سلطان ابو الحسن، الزغل، رقیم بن خلاط اور الزجری نے بڑی خونخواری سے ان کا

غائب کیا۔ بھاگنے والوں میں سے اکثر کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ گیلر، قادس کا مارکوس، شدت کا مکران یا قوہ اور ہولی برادر ہڈ کا کماندار گون سالود اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے اور سرحد پار کر کے وہ اقصیٰ شہر کی طرف چلے گئے۔ یہ وہی شہر تھا جہاں جمع ہو کر انہوں نے اس حملے کی ابتدا کی تھی۔ اس فتح مندی کے نتیجے میں سلطان ابو الحسن کے ہاتھ دشمن کے متحدہ لشکر کے پڑاؤ سے خوراک کے بہت بڑے ذخائر اور حرب و ضرب کا بہت سامان ہاتھ لگا تھا۔ چند دن تک سلطان ابو الحسن نے انہی وادیوں میں قیام کیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ ان وادیوں میں جن لوگوں کے مکانات کو گیلر کے لشکر نے آگ لگا کر خاکستر کر دیا تھا ان کے لئے نئے مکانات تعمیر کئے گئے۔ جن لوگوں کو سلطان نے ان بستیوں سے نکالا تھا انہیں پھر وہاں آباد کیا گیا۔ اس کے بعد سلطان ابو الحسن فتح مندی کے شادیانے بجاتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ غرناطہ کی طرف جا رہا تھا جبکہ رقیم بن خلاط اپنے لشکر کو لے کر اپنے مسکن کا رخ کر رہا تھا۔

○

حاکم تھسالیہ فرولندہ قرطبہ شہر میں اپنے قصر کی خوابگاہ میں بڑی بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا کہ اتنے میں قصر کے اس کمرے میں تھسالیہ کی ملکہ ازایلا داخل ہوئی۔ فرولندہ کو اس قدر بے چینی اور بے تابی سے اس کمرے میں ٹھہلا دیکھ کر ازایلا نے کچھ سوچا پھر وہ فکر مند سے لہجے میں فرولندہ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

کیا آپ کو کوئی فکر یا پریشانی لاحق ہے۔ یا آپ بے چینی سے کسی کے منتظر ہیں اس پر فرولندہ نے غور سے اپنی بیوی اور ملکہ ازایلا کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا مجھے کوئی فکر اور پریشانی لاحق نہیں۔ تاہم مجھے کسی کا بڑی بے چینی سے انتظار ضرور ہے۔ اس پر ازایلا نے تیز نگاہوں سے فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

کون ہے جس کا آپ کو انتظار ہے اور جس سے ملنے کے لئے آپ اس قدر بے چین ہو رہے ہیں۔ اس پر فرولندہ کہنے لگا۔ جس سے میں ملنے کے لئے بے چین ہوں وہ الحمہ کا قیدی ہے۔

ازایلا نے تعجب سے کہا الحمہ کا قیدی پر وہ کون اور آپ اس کے انتظار میں اس قدر بے چین کیوں ہو رہے ہیں۔ اس پر فرولندہ کہنے لگا۔ الحمہ کا وہ قیدی ہے تو مسلمان پر اس کے خاندان کے ساتھ ہمارے پرانے اور قدیم تعلقات ہیں۔ نام اس کا جبرین بن حمدون ہے۔ اور میں اس مسلمان بن حمدون سے ایک بہت بڑا کام لینے کا ارادہ کر چکا ہوں۔

دیکھ ازایلا غرناطہ کے سلطان ابو الحسن کی دو بیویاں ہیں ایک عائشہ جو ابو الحسن کی رشتے دار

ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے اور دوسری ضرایہ جو ایک نصرانی خاتون ہے۔ دونوں سے زینہ اولاد ہے لیکن عائشہ کا بیٹا ابو عبد اللہ ابوالحسن کی اولاد سب سے نمایاں اور قابل امتیاز ہے۔ ابو عبد اللہ کو یہ وہم پیدا ہو گیا ہے کہ اس کا باپ ابوالحسن اس کے بجائے اس کی سوتیلی ماں ضرایہ کے لڑکوں میں سے کسی کو دلی عہد بنا دے گا اس لئے کہ اپنی بیوی عائشہ کی نسبت ابوالحسن اپنی دوسری بیوی ضرایہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔

دیکھ ازابیلا اس کے علاوہ ہسپانیہ کے دو بڑے مسلمان قبیلے بنو زجر اور بنو سراج بھی آپس میں بٹے ہوئے ہیں۔ بنو زجر عائشہ اور اس کے بیٹے ابو عبد اللہ کے ساتھ ہے جبکہ بنو سراج ابوالحسن کی نصرانی بیوی ضرایہ اور اس کے لڑکوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔

سن ازابیلا جس طرح دفاعی جنگ کر کے ابوالحسن ہمارے خلاف فتوحات حاصل کرتا جا رہا ہے یہ کسی بھی لمحہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اپنی دفاعی جنگ میں اب تک ابوالحسن پوری طرح کامیاب اور فاتح کی حیثیت سے ابھرا ہے اور اگر کسی موقع پر اس نے دفاع کا نقاب اور خول اتار کر جارحیت پر اترنا پسند کیا تو اس جارحیت کے نتیجے میں کسی موقع پر اسے فتح نصیب ہوگی۔ تو وہ ہمیں ہی نہیں ارغون کے حکمران جیمی اول کے پنجے بھی اکھاڑ پھینے گا۔ بلکہ ہسپانیہ سے وہ نصرانیوں کا نام و نشان مٹا کر رکھ دے گا۔

گزشتہ چند جنگوں میں میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ غرناطہ کے سلطان ابوالحسن کو زیر کرنا کوئی اتنا آسان کام نہیں اور پھر ابوالحسن کے علاوہ اس کا بھائی الزغل بے پناہ قوتوں کا مالک ہے وہ پکا مسلمان ہے، شجاع ہے، دلیر ہے اور وطن اور دین کی خاطر اپنا سر تک کٹوانے کا جذبہ رکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی چال چلی جائے کہ ابوالحسن کے خاندان میں پھوٹ پڑ جائے اور اس کی سلطنت تقسیم ہو جائے اس طرح غرناطہ کی سلطنت کمزور ہو جائے گی اور میں آہستہ آہستہ تدریجی انداز میں اسے فتح کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس پر ازابیلا نے بڑے شوق اور بڑے تجسس سے فرولندہ سے پوچھا۔

پر یہ کام آپ کیسے اور کس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر فرولندہ کہنے لگا۔ دیکھ، جس لمحہ کے قیدی کا میں نے ذکر کیا ہے جس کا نام میں نے جزیر بن حمدون بتایا ہے اس کا تعلق بنو زجر سے ہے۔ یہ وہی قبیلہ ہے جو ابوالحسن کی بیوی عائشہ اور اس کے بیٹے ابو عبد اللہ کا ہمنوا ہے اس جزیر بن حمدون کے ابو عبد اللہ کے ساتھ بہترین تعلقات رہے ہیں اور یہ لمحہ کے سرکردہ لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

چونکہ اس کے ساتھ ہمارے خاندان کے پرانے مراسم تھے لہذا جس وقت میں نے اپنے لشکر کو لمحہ پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا اس سے پہلے ہی میں نے جزیر بن حمدون کو اس کے اہل

خانہ کے ساتھ اپنے خاص آدمیوں کے ذریعہ نکال کر یہاں قرطبہ میں بلوایا ہے اب وہ یہاں ظاہری طور پر ایک مہمان کی حیثیت سے ٹھہرا ہوا ہے لیکن باطنی طور پر اس کی حیثیت لمحہ کے ایک قیدی سے زیادہ نہیں۔

دیکھ ازابیلا جو کام میں اس سے لینا چاہتا ہوں اگر وہ کام کرنے پر آمادہ ہو گیا تو پھر میں اس کی قدر دانی کروں گا اسے آزادی بھی دے دوں گا اور اگر اس نے وہ کام کرنے سے انکار کر دیا تو میں اس کی اور اس کے اہل خانہ کی گردن بھی کاٹ سکتا ہوں اس پر ازابیلا نے بڑی بے چینی سے پوچھا آپ اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ اس پر فرولندہ پھر کہہ رہا تھا۔

دیکھ ازابیلا میں اس جزیر بن حمدون سے ایسا کام لوں گا جس کے ذریعے میں غرناطہ کی سلطنت کو تخت لخت کر کے رکھ سکتا ہوں اس جزیر بن حمدون کے ساتھ کام کرنے کے لئے میں نے ایک لڑکی کا بھی چناؤ کیا ہوا ہے۔ وہ لڑکی اس وقت ساتھ والے کمرے میں بیٹھی ہوئی ہے۔ پر ابھی تم اس سے ملو گی نہیں جب تک جزیر بن حمدون آ نہیں جاتا۔ لڑکی جس کا میں نے چناؤ کیا ہے وہ جزیر بن حمدون کے ساتھ کام کرے گی اس کا نام روزان ہے۔ یہ ایک انتہا درجہ کی خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ نصرانیت کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کا جذبہ بھی رکھتی ہے۔ جزیر بن حمدون کو میں روزان کے ساتھ غرناطہ ابو عبد اللہ کی طرف روانہ کروں گا۔ جزیر بن حمدون روزان کو اپنی بیٹی بتائے گا۔ ابو عبد اللہ کے پاس حاضر ہو کے یہ اسے مصنوعی کہانی بتائے گا کہ جس وقت نصرانیوں نے لمحہ پر حملہ کیا وہ اپنی بیٹی روزان کے ساتھ بڑی مشکل کے ساتھ لمحہ سے بھاگا اور مختلف شہروں اور قصبوں میں دھکے کھانے کے بعد وہ غرناطہ شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا ہے۔

ظاہر ہے کہ ابو عبد اللہ کے چونکہ جزیر بن حمدون کے ساتھ پرانے مراسم ہیں لہذا ابو عبد اللہ ضرور جزیر بن حمدون اور روزان کو اپنے یہاں پناہ دے گا اور ان کی خبر گیری کرے گا۔ جب ابو عبد اللہ جزیر بن حمدون کو اپنے یہاں رکھے گا تو روزان کے ذمے میں نے یہ کام لگایا ہے کہ وہاں غرناطہ میں رہتے ہوئے اپنے حسن اپنی خوبصورتی کو استعمال کرتے ہوئے ابو عبد اللہ پر دُور سے ڈالے اور اسے اپنے قریب لانے کی کوشش کرے اس کے بعد میں ایک بہت بڑا قدم اٹھاؤں گا اور یہ کہ میں غرناطہ کی سرحدوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کروں گا۔ ظاہر ہے کہ ابوالحسن اور اس کا بھائی الزغل میرا مقابلہ کرنے کے لئے آئیں گے۔ اس لئے کہ گزشتہ جنگوں میں یہ دونوں بھائی لڑتے رہے ابو عبد اللہ کو غرناطہ ہی میں رکھا جاتا رہا ہے جس وقت ابوالحسن اور الزغل دونوں بھائی مجھ سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ کی طرف آئیں گے ان دونوں کی غیر موجودگی میں جزیر بن حمدون اور روزان ابو عبد اللہ کو اس بات پر اکسائیں گے

جریر بن حمدون اور ملکہ ازایلا دونوں نے چونک کر اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ دروازے پر ساون کی گھٹاؤں میں اڑتے جگنو، تیلیوں اور لہلہاتے کھیتوں کے اندر پھول اور خوشبو کی طرح نمودار ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا روزان نام کی وہ لڑکی منزلوں اور کاروانوں کے متلاشی موسوں کے پرندوں جیسی پر جمال تھی۔ اس کا جسم اس کا رنگ ایسے تھا جیسے لحوں کے آئینوں کو اجالوں کے سنہری پیکر میں ڈھال دیا گیا ہو۔ پھر وہ رنگوں کی پُر کیف فضا میں لالہ و گل کی مہک کی طرح آگے بڑھی اور جریر بن حمدون کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی تھی۔

روزان جب نشست پر بیٹھ گئی تب فرواندہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔ سنو ابن حمدون! تم آج ہی روزان کے ساتھ غرناطہ کی طرف کوچ کر جاؤ۔ تمہارے سارے اہل خانہ قرطبہ میں میری نگرانی میں رہیں گے اور شاہی افراد جیسی ان کی دیکھ بھال کی جائے گی غرناطہ کی طرف جانے کے لئے تمہیں اور روزان کو خاصی بڑی رقم بھی مہیا کی جائے گی۔ تم دونوں یہاں سے میرے مہیا کردہ گھوڑوں پر سوار ہو گے اور اشبیلہ کے راستے غرناطہ کی طرف جاؤ گے۔ دیکھ ابن حمدون غرناطہ کے سلطان ابو الحسن کا بیٹا ابو عبد اللہ تیرا خوب جاننے والا ہے۔ تو عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا روزان کو اپنی بیٹی بنانا اور اسے کہنا کہ میرے سارے اہل خانہ الحمہ کی جنگ میں مارے گئے اور یہ روزان نام کی بیٹی اکیلی ہی بچی ہے۔ تو اسے بتانا کہ جس وقت فرواندہ کے لشکر نے الحمہ پر حملہ کیا تو تمہارے سارے اہل خانہ تو قتل کر دیئے گئے لیکن تم اپنی بیٹی روزان کے ساتھ کسی نہ کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ کچھ عرصہ تم ادھر ادھر مارے مارے پھرتے رہے۔ پھر تم ایک سرحدی شہر میں اپنے کسی جاننے والے کے یہاں پناہ گزین ہوئے اور وہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد تم غرناطہ آئے ہوتا کہ ابو عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے مدد کی درخواست کر سکو۔

دیکھ ابن حمدون میں جانتا ہوں کہ ابو الحسن کا بیٹا ابو عبد اللہ انتہا درجے کا حسن پرست ہے۔ وہ یقیناً روزان کی خوبصورتی، اس کے جمال سے متاثر ہوگا اور جب تم اس پر انکشاف کرو گے کہ روزان تمہاری بیٹی ہے تو مجھے امید ہے کہ ابو عبد اللہ تمہیں اور روزان دونوں کو اپنے یہاں رکھنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

سنو ابن حمدون ابو عبد اللہ کے ساتھ رہتے ہوئے تم اور روزان دونوں نے ایک کام کرنا ہے۔ جب تم دونوں کو وہاں قیام کئے ہوئے چند ماہ گزر جائیں گے تو پھر ایک کام کی ابتداء کی جائے گی۔ ان چند ماہ میں تم دونوں پوری طرح ابو عبد اللہ پر حاوی ہو جانا۔ پھر میں غرناطہ کے سلطان ابو الحسن پر حملہ آور ہونے کے لئے قرطبہ سے نکلوں گا۔ ظاہر ہے کہ ابو الحسن میرا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے لشکر کو لے کر غرناطہ سے نکلے گا اور ماضی میں جس طرح وہ صرف اپنے

کہ وہ ابو الحسن کی غیر موجودگی میں بغاوت کا اعلان کرتے ہوئے غرناطہ میں اپنی خود مختار سلطنت کا اعلان کر دے۔ وہ اسے یہ سمجھائیں گے کہ آج اگر اس نے ایسا نہ کیا تو کل وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ ابو الحسن اس کے بجائے اس کی سوتیلی ماں کے بیٹوں یا اس کے چچا الزغل کو اپنا دلی عہد مقرر کر دے گا اور پھر اس وقت اس کے پاس سوائے تاسف اور افسوس کے کچھ نہ رہے گا۔

دیکھ ازایلا میں جانتا ہوں ابو عبد اللہ ایک متلون مزاج انسان ہے حسن پرست بھی ہے۔ خوبصورت لڑکیوں کا شوقین بھی ہے۔ وہ روزان اور جریر بن حمدون کی بات ماننے پر تیار ہو جائے گا اور جب وہ ابو الحسن کے خلاف غرناطہ میں بغاوت کر دے گا تو دیکھنا کہ میں غرناطہ کی سلطنت پر کس طرح قبضہ کرتا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرواندہ جب خاموش ہوا تو ملکہ ازایلا نے اسے تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ دیکھ فرواندہ میرے محبوب یہ تجویز جو تم نے مرتب کی ہے میں سمجھتی ہوں اگر کامیاب ہوگی تو غرناطہ آپ سے آپ کے ہوئے پھل کی طرح ہمارے قدموں میں آن کرے گا۔ جواب میں فرواندہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وحلی ہوئی عمر کا ایک شخص اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور فرواندہ کو مخاطب کر کے پوچھا آقا آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ اسے دیکھتے ہی فرواندہ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ آگے بڑھ کر استقبال کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔ آؤ جریر بن حمدون مجھے بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار تھا۔ یہ میری ملکہ ازایلا ہیں ان سے ملو۔ یقیناً تم انہیں جانتے ہو۔ جریر بن حمدون نے نصرائیوں کی طرح جھک کر ملکہ ازایلا کو سلام کیا۔ اس کے بعد وہ کمرے میں داخل ہوا۔ تینوں کمرے میں نشستوں پر بیٹھ گئے پھر فرواندہ جریر بن حمدون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ ابن حمدون تیرے اور میرے خاندان کے جو قدیم اور پرانے تعلقات ہیں تو ان سے خوب واقف ہے۔ ان تعلقات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے تمہیں الحمہ سے نکالا۔ حالانکہ تو جانتا ہے کہ الحمہ کی ساری مسلم آبادی کو تمہہ تیغ کر دیا گیا تھا۔ صرف تم اپنے اہل خانہ کے ساتھ بچے اب میں تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔ تمہارا تعلق بنو زجر سے ہے اور بنو زجر غرناطہ کے سلطان ابو الحسن کی بیوی عائشہ اور اس کے بیٹے ابو عبد اللہ کے حامی اور ناصر ہیں۔ دیکھ جریر بن حمدون میں چاہتا ہوں کہ تو آج ہی ایک لڑکی کے ساتھ غرناطہ روانہ ہو جا۔ جو لڑکی تیرے ساتھ جائے گی وہ بڑی حسین نہایت خوبصورت ہے نام اس کا روزان ہے۔ اس کے ساتھ ہی بات کا رخ بدلتے ہوئے فرواندہ زور زور سے روزان کو پکارنے لگا جس کے جواب میں ساتھ والے کمرے سے ایک لڑکی نمودار ہوئی اور دروازے پر آن کھڑی ہوئی۔

بھائی الزغل کو ہی اپنے ساتھ رکھتا رہا ہے مجھے امید ہے کہ آنے والی جنگ میں بھی وہ ابو عبد اللہ کو غرناطہ ہی میں رہنے دے گا اور اپنے بھائی الزغل کو اپنے ساتھ رکھے گا۔

دیکھ جریہ بن حمدون جب ایسا ہوتا تھا تو تیرا کام یہ ہوگا کہ تم ابو الحسن اور الزغل کی غیر موجودگی میں ابو عبد اللہ کو بغاوت پر اکسائو۔ اگر ابو الحسن اور الزغل کی موجودگی میں ابو عبد اللہ نے غرناطہ میں بغاوت کا علم کھڑا کرتے ہوئے خود مختاری کا اعلان کر دیا تو میرے سارے کام آسان ہو جائیں گے۔ اس طرح غرناطہ کی حکومت دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ اس میں ضعف اور کمزوری کے آثار پیدا ہوں گے اور مجھے اس پر قبضہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ بس یہی کام ہے جو میں تمہارے ذمے لگانا چاہتا ہوں۔ تمہیں ابو عبد اللہ کو ابو الحسن اور الزغل کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا ہے اور اس کام میں سب سے زیادہ کردار روزان ادا کرے گی اس کو اپنے کام کی ابتدا کیسے کرنی ہے یہ روزان کو پہلے ہی سمجھا دیا گیا ہے۔ بس تمہیں ابو عبد اللہ کے یہاں روزان کے باپ کی حیثیت سے قیام کرنا ہے۔ امید ہے کہ تم میری اس تجویز سے اتفاق کرو گے۔

فروندہ کے اس انکشاف پر جریہ بن حمدون اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانیوں قص کرنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ فروندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے آقا میں جانتا ہوں آپ کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ نے مجھے اور میرے اہل خانہ کو انجھ کے دوزخ سے نکالا اور جس کام پر آپ مجھے مقرر کر رہے ہیں کیا اس سے متعلق آخری فیصلہ کرنے کے لئے آپ مجھے چند دن سوچنے کی مہلت نہیں دیں گے۔ اس پر فروندہ نے کسی قدر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیکھ ابن حمدون اس سلسلے میں سوچنے اور غور و فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ فکر مند وہ شخص ہوتا ہے جسے فیصلہ کرنے میں کچھ دشواری ہو۔ جبکہ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ تم نے روزان کے ساتھ آج ہی قرطبہ سے غرناطہ کی طرف روانہ ہونا ہے۔ دیکھ ابن حمدون اگر تم نے اس سلسلے میں پس و پیش کی تو یاد رکھنا میں سارے رشتے سارے مراسم فراموش کر دوں گا۔ اگر تم نے میری خواہش کے مطابق ابو عبد اللہ کے یہاں قیام کر کے روزان کی مدد سے ابو عبد اللہ کو بغاوت پر نہ اکسایا تو یاد رکھو تمہاری بیوی تمہارے بچے اور دیگر اہل خانہ میرے پاس قرطبہ میں ہوں گے اور میں تمہاری حکم عدلی کی وجہ سے ان سب کا خاتمہ بھی کر سکتا ہوں۔

فروندہ کے ان الفاظ نے جریہ بن حمدون کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ عجیب سی بے بسی میں فروندہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے آپ پر قابو پایا اور کہنے لگا۔ آقا آپ دور چلے گئے ہیں۔ سوچ بچار کے لئے وقت طلب کرنے سے میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ میں آپ کا کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر آپ کی یہی رائے ہے کہ مجھے آج ہی روزان

کے ساتھ قرطبہ سے غرناطہ کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے تو میں آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ میں آج ہی روزان کے ساتھ روانہ ہونے کے لئے تیار ہوں۔

جریر بن حمدون کا یہ جواب سن کر فروندہ اور ملکہ از ایلا دونوں خوش ہو گئے تھے۔ پھر فروندہ کہنے لگا دیکھ ابن حمدون تیرے جواب نے مجھے خوش کر دیا ہے اب تم اور روزان دونوں میرے ساتھ آؤ۔ اس پر جریہ بن حمدون اور روزان دونوں ایک دوسرے کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھتے ہوئے فروندہ اور از ایلا کے ساتھ ہو لئے۔ فروندہ اور از ایلا دونوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد جریہ بن حمدون اور روزان کو خاصی بڑی نقدی کی تھیلیاں دیں۔ شاہی اصطبل سے ان دونوں کو گھوڑے مہیا کئے گئے۔ اس کے بعد فروندہ کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے جریہ بن حمدون اور روزان اشبیلہ کے راستے غرناطہ جانے کے لئے قرطبہ سے کوچ کر گئے تھے۔

○

ایک روز جبکہ غرناطہ میں زوردار بارش ہو رہی تھی۔ ابو الحسن کا بیٹا ابو عبد اللہ اور اس کی ماں نصر اللہ کے اپنے خاص کمرے میں بیٹھے بلہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک پہریدار اندر آیا اور ابو عبد اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آقا ایک شخص جس کے ساتھ ایک حسین و جمیل لڑکی بھی ہے آپ سے ملاقات کرنے کا خواہشمند ہے۔ ابو عبد اللہ کی ماں عائشہ بولی اور محافظ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی کیا تو نے آنے والے کا نام نہیں پوچھا۔ اس پر محافظ کہنے لگا میں نے اس سے پوری تفصیل حاصل کی ہے ملکہ عالیہ آنے والے کا حلق بنوز جریہ بن حمدون اپنا نام جریہ بن حمدون بتاتا ہے اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی جو اس کی بیٹی ہے اس کا نام روزان ہے۔ اس محافظ کے انکشاف پر ملکہ عائشہ اپنی جگہ پر چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی وہ محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

تو نے جریہ بن حمدون کو باہر کیوں روک دیا۔ تو جانتا ہے جریہ بن حمدون بنوز جریہ کے بہترین اور ہمارے انتہائی وفادار سرداروں میں سے ایک ہے۔ اس کی رہائش الحماہ میں تھی میں تو یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ نصرانیوں کے حملے کی وجہ سے جریہ بن حمدون مارا گیا ہوگا لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ زندہ ہے۔ تم فوراً جاؤ اور اسے اور اس کی بیٹی کو لے کر یہاں آؤ اس کے ساتھ ہی وہ محافظ نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سلطان ابو الحسن کے بیٹے ابو عبد اللہ کا وہ محافظ لوٹا اس کے ساتھ جریہ بن حمدون اور روزان بھی تھی۔ جب وہ دونوں پہریدار کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تو ابو عبد اللہ اور اس کی ماں عائشہ دونوں اپنی نشستوں پر اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑے احترام اور بڑی

سے کام کرو۔ یہ سارا معاملہ چونکہ فرولندہ کی تجویز کے مطابق رونما ہو رہا تھا لہذا ابن حمدون اور وزان نے ایک دوسرے کی طرف غور سے دیکھا اس موقع پر دونوں کے چہروں پر اطمینان نقل مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ جواب میں جریر بن حمدون کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ابو عبد اللہ نے ایک بار بھر پور نگاہ روزان کے مرمی سر پایا پر ڈالی۔ پھر وہ کہنے لگا۔

ابن حمدون میری ماں درست کہتی ہے۔ اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ روزان کے ہمراہ تم یہیں رہو گے۔ دیکھ قصر الحما کا وہ حصہ جو میری ماں عائشہ کے لئے مختص ہے اس میں کچھ کمرے تمہارے اور تمہاری بیٹی روزان کے استعمال کے لئے دے دیئے جائیں گے اور یہاں تم پوری شاہی عزت اور تکریم کے ساتھ رہ سکو گے۔ تمہاری حیثیت میرے بہترین مشیروں میں سے ہوگی۔ میں جانتا ہوں تم بنو زجر کے ان سرداروں میں سے ہو جنہوں نے ہمیشہ ہماری طرفداری کی ہے۔ لہذا تمہاری تجویز تمہارے صلاح و مشوروں پر عمل کرنا میں اپنے لئے باعث فخر جانوں گا۔ ابو عبد اللہ کی اس گفتگو پر روزان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی تھی اور وہ عجیب سی مسکراہٹ میں جریر بن حمدون اور کبھی ابو عبد اللہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی یہ مسکراہٹ ابو عبد اللہ کے لئے یقیناً قاتل ثابت ہو رہی تھی۔

بہر حال جریر بن حمدون اور روزان ابو عبد اللہ اور اس کی ماں عائشہ کے یہاں اپنا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ قصر الحما ہی میں انہوں نے رہائش اختیار کر لی اور پھر دونوں مل کر ابو عبد اللہ پر ڈورے ڈالنے لگے تھے۔ ابو عبد اللہ ایک حسن پرست جوان تھا۔ جلد ہی وہ روزان کے دام حسن کا گرفتار ہو گیا۔ یہاں تک کہ روزان کو اس نے اپنے حرم میں داخل کر لیا پھر روزان ابن حمدون کے مشورے پر سلطان ابو الحسن کے بیٹے ابو عبد اللہ کو اپنے اشاروں پر نچانے لگی تھی۔ دوسری طرف حاکم تھمالیہ فرولندہ کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ ابو عبد اللہ نے روزان کو اپنے حرم میں داخل کر لیا ہے اور یہ کہ اگر وہ ابو الحسن کی مملکت پر حملہ آور ہوتا ہے تو ابن حمدون اور روزان دونوں مل کر ابو عبد اللہ کو بغاوت پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر فرولندہ نے ارغون کے حاکم اور ازیلا کے باپ جیمی اول کو بھی مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی اس طرح ایک متحدہ لشکر تیار کیا گیا اس لشکر میں فرولندہ اور جیمی بہ نفس نفیس شریک تھے۔ پھر یہ متحدہ لشکر سلطان ابو الحسن کے شہر لوشہ کی طرف بڑھاتا کہ اس شہر پر حملہ آور ہو کر اسے مسلمانوں سے چھین لیا جائے۔ یہ شہر دریائے شنیل کے جنوب میں واقع تھا تاہم سلطان ابو الحسن نے اس کے استحکامات پر کافی توجہ دے رکھی تھی۔

عزت کے ساتھ انہوں نے جریر بن حمدون کا استقبال کیا۔ سب سے پہلے ابو عبد اللہ آگے بڑھا اور جریر بن حمدون کو گلے لگا کر ملا اس کے بعد وہ سوالیہ سے انداز میں جریر بن حمدون کے پہلو میں کھڑی روزان کی طرف دیکھنے لگا۔ اس موقع پر جریر بن حمدون ابو عبد اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

غریب کے دلی عہد یہ میری بیٹی روزان ہے۔ جریر بن حمدون کے ان الفاظ پر جہاں ابو عبد اللہ کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی وہاں روزان نے بھی اپنے خوبصورت چہرے پر مسکراہٹ بکھیر لی تھی۔ اس دوران ملکہ عائشہ آگے بڑھی اور روزان کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کیا تھا۔

پھر چاروں نشستوں پر بیٹھ گئے اور ملکہ عائشہ بولی اور جریر بن حمدون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ابن حمدون! میں اور ابو عبد اللہ بھی بلکہ یوں جانو کہ خود سلطان ابو الحسن بھی تمہارے متعلق پریشان اور فکر مند تھے۔ اتنے عرصے بعد جو تمہارا پیہ نہیں چلا تو میں یہ سمجھ رہی تھی کہ تم الحمہ شہر میں دشمن کی تلواروں کا شکار ہو گئے ہو۔ لیکن خداوند قدوس کا شکر کہ میں تمہیں اور تمہاری بیٹی کو اپنے سامنے دیکھ رہی ہوں۔ یہ تو کہو کہ تم پر کیا ہتی۔ اس پر جریر بن حمدون مصنوعی پریشانی اور فکر مندی میں کہہ رہا تھا۔

ملکہ محترم! جب فرولندہ کا لشکر الحمہ پر حملہ آور ہوا تو میرے اہل خانہ میں سے اکثر کٹ مرے۔ میں اپنی بیٹی روزان کے ساتھ کسی نہ کسی طرح رات کی تاریکی میں الحمہ شہر سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر قصبہ قصبہ جگہ جگہ دھکے کھاتا رہا اور اپنے جانے والوں کے یہاں دن گزارتا رہا۔ آخر میں نے قسمت آزمائی کی خاطر آپ لوگوں کی جانب رخ کیا۔ اس پر ملکہ عائشہ فوراً بولی۔ یہاں قسمت آزمائی کی ضرورت نہیں۔ ہمارے یہاں جو تمہاری عزت تمہارا احترام ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ دیکھو ابن حمدون تم جو قصبہ قصبہ بستی بستی دھکے کھاتے رہے یہ تم نے زیادتی کی۔ الحمہ سے نکلنے کے بعد تمہیں چاہئے تھا کہ سیدھے ہماری طرف رخ کرتے پھر دیکھتے ہم تمہیں کیسی عزت اور کیا احترام دیتے۔

یہاں تک کہتے کہتے عائشہ ذرا کی پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ دیکھ ابن حمدون مجھے تمہارے آنے پر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ میں جانتی ہوں بنو زجر کے تم ان سرداروں میں سے ہو جنہوں نے ہمیشہ میری اور میرے بیٹے ابو عبد اللہ کی طرف داری کی۔ اب جبکہ تم اپنی بیٹی روزان کے ساتھ اکیلے رہ گئے ہو میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی۔ میں چاہتی ہوں تم اسی قصر میں روزان کے ساتھ رہو اور میرے بیٹے ابو عبد اللہ کے مشیر کی حیثیت

شادی کے بعد رقیم بن خلاط نے مسکن بنی مین روطہ کے پاس قیام کر رکھا تھا جبکہ ریوڑ اور لشکر کے ایک حصے کو لے کر منصور بن نعمان اور منذر بن طریف مسکن سے نکل کر ہسپانیہ کے وسطی حصوں کی طرف جا چکے تھے۔

ایک رات رقیم بن خلاط اور روطہ دونوں میاں بیوی اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھے باہم کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ انہیں فضاؤں میں شاہین کی تیز آوازیں سنائی دیں۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور فضاؤں میں اندھیرا کافی گہرا ہو کر چاروں طرف پھیل چکا تھا۔ شاہین کی آواز سن کر رقیم بن خلاط اور روطہ دونوں چونک پڑے تھے پھر دونوں میاں بیوی بھاگتے ہوئے باہر آئے تھے ان کے دیکھتے ہی دیکھتے فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا ایک شاہین اس چوٹی بنجر کے پاس آ بیٹھا تھا جس میں شاہین رکھے جاتے تھے۔

جونہی شاہین اس بنجر کے پر اترا روطہ آگے بڑھی اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ امیر آپ یہیں رکیں میں دیکھتی ہوں یہ شاہین کیا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی روطہ بڑی تیزی سے سبز ہریاں چڑھی اور جو شاہین آیا تھا اس کے پاؤں سے بندھا ہوا پیغام اس نے اتارا اور شاہین کو بنجر کے میں بند کر کے اس کے آگے خوراک ڈال دی تھی۔ پھر اس نے باریک کپڑے میں بند پیغام کا جائزہ لیا اس میں سے کاغذ نکالا اور اس کی تہہ کھولنے لگی۔ اس کے بعد اس نے وہ کاغذ جس پر کوئی پیغام لکھا تھا رقیم بن خلاط کو تھما دیا خود وہ بھاگتی ہوئی کہنے لگی میں مشعل لے کر آتی ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا اور کہنے لگا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آؤ کمرے میں بیٹھ کر یہ پیغام پڑھتے ہیں۔

اس پر دونوں میاں بیوی کمرے میں آئے۔ مشعل کی روشنی میں وہ پیغام پڑھنے لگے تھے۔ جو شاہین لایا تھا۔ دونوں میاں بیوی پیغام پڑھنے سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے اور اس پیغام سے متعلق کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ دروازے پر تیز دستک ہوئی۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط اور روطہ دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھا۔ پھر رقیم بن خلاط نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ روطہ کو تھماتے ہوئے کہا تم یہیں رکو۔ میں دیکھتا ہوں باہر کس نے دستک دی ہے۔ پھر رقیم بن خلاط تیزی سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

جب وہ دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا دروازے پر ابو الحسن کے طلائیہ گردستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن عطاش کھڑا تھا اس کے ساتھ رقیم بن خلاط کے کچھ لشکری بھی تھے۔ ان لشکریوں میں سے ایک نے احمد بن عطاش کے گھوڑے کی باگ پکڑی ہوئی تھی۔

احمد بن عطاش کو اپنے گھر کے دروازے پر دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آگے بڑھ کر وہ احمد بن عطاش سے بغلیں ہوا پھر علیحدہ ہوتے ہوئے اپنے ایک لشکری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تم احمد بن عطاش کے گھوڑے کو ہاندھو اور اس کے دانے چارے کا بندوبست کرو۔ اس کے ساتھ ہی احمد بن عطاش کو لے کر رقیم بن خلاط اپنے گھر میں داخل ہوا تھا۔

دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں روطہ تھی روطہ کو دیکھتے ہی انتہائی مودبانہ انداز میں احمد بن عطاش نے سلام کیا۔ وہ دونوں آمنے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گئے۔ ذرا فاصلے پر روطہ بھی بیٹھ گئی تھی۔ قبل اس کے کہ رقیم بن خلاط احمد بن عطاش سے آنے کی وجہ پوچھتا۔ احمد بن عطاش خود ہی بول پڑا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ امیر رقیم بن خلاط! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور اس کام کے لئے مجھے سلطان ابو الحسن اور ان کے بھائی الزغل نے صلاۃ و مشورے کے بعد بھیجا ہے۔ احمد بن عطاش کی اس گفتگو پر رقیم بن خلاط کسی قدر متشکر ہوا پھر وہ پوچھنے لگا خیریت تو ہے۔ تم کس کام کے سلسلے میں آئے ہو۔ اس پر احمد بن عطاش پھر کہہ رہا تھا۔

امیر رقیم بن خلاط! ہسپانیہ کی ساری ریاستوں کا ایک علیحدہ لشکر عنقریب ہمارے سرحدی شہر لوشہ پر حملہ آور ہوگا۔ میرے طلائیہ گردوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ جس لشکر کے ساتھ نصرانی حملہ آور ہوں گے اس لشکر میں تھنالیہ اور ارغون کے حکمران فرواندہ اور جیمی بہ نفس نفیس شامل ہیں۔ یہ لشکر پہلے قرطبہ شہر میں جمع ہوا پھر قرطبہ شہر سے کوچ کر چکا ہے۔ آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے یہ شہر لوشہ کی طرف بڑھے گا۔ اس کی پیش قدمی کا یہ طریقہ ہے کہ وہ دن کے وقت قیام کرتے ہیں اور پھر رات کی تاریکی میں سفر کرتے ہیں۔ تاکہ اس حملے اور ان کی اس پیش قدمی کی ہمیں اطلاع نہ ہو۔ لیکن ہمارے جاسوس بروقت اس کی اطلاع دے چکے ہیں۔

لوشہ کی حفاظت کے لئے فرواندہ اور اس کے اتحادیوں سے جنگ کرنے کے لئے سلطان ابو الحسن اور الزغل نے ایک لشکر بھی ترتیب دے دیا ہے۔ اب وہ چاہتے ہیں۔ کہ آپ بھی اس لشکر میں شامل ہوں تاکہ متحد ہو کر سارے اندلس کی نصرانی طاقتوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ یہاں تک کہ کہنے کے بعد جب احمد بن عطاش خاموش ہوا تو رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

احمد بن عطاش میرے بھائی، میرے عزیز، میرے رفیق! یہ کیسے ممکن ہے کہ لوشہ پر نصرانی

قوتیں حملہ آور ہوں اور میں سلطان اور ان کے بھائی الزغل کا ساتھ نہ دوں۔ ایسا ممکن ہی نہیں میرے بھائی ابھی ابھی ایک پیغام مجھے منصور بن نعمان کی طرف سے بھی ملا ہے تمہیں یاد ہوگا شادی کے بعد میں نے مسکن ہی میں قیام کر رکھا ہے جبکہ ریوڑ اور لشکر کے ایک حصے کو لے کر منصور بن نعمان اور منذر بن طریف اندلس کے وسطی حصوں کی طرف جا چکے ہیں۔ اب منصور بن نعمان نے پیغام بھیجا ہے کہ جس وقت وہ اپنے ریوڑ اور لشکر کے ساتھ دریائے کبیر کے کنارے پڑاؤ کئے ہوئے تھا تو دریائے کبیر کے کنارے ایک قلعے مرکیش کے حاکم لیوٹش نے ایک نازیبا حرکت کی وہ ہمارے پڑاؤ کے ایک حصے پر حملہ آور ہوا اور ریوڑ کے بہت سے جانوروں کے علاوہ ہمارے کچھ ساتھیوں کو بھی پرغال بنا کر اپنے مرکیش نام کے قلعے میں چلا گیا ہے۔

منصور بن نعمان نے اپنے پیغام میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے اور منذر بن طریف نے بھرپور کوشش کی کہ لیوٹش ہمارے ریوڑ کے جانور اور ہمارے جوان واپس کر دے لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ میرے خیال میں یہ پیغام ملنے کے بعد میں فی الفور یہاں سے روانہ ہونا چاہتا تھا کہ تم آگئے۔ بہر حال تمہاری آمد میرے لئے سودمند ثابت ہوئی۔ میں ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کروں گا۔ اور مرکیش کا رخ کروں گا وہاں منصور بن نعمان اور منذر بن طریف سے مل کر صورتحال کا جائزہ لوں گا۔ وہاں سے منصور بن نعمان کو میں واپس مسکن میں روانہ کر دوں گا۔ جبکہ مرکیش کے حاکم لیوٹش سے میں خود ہی نیٹ لوں گا۔ لیوٹش سے نپٹنے کے بعد میں دریائے کبیر ہی کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن رہوں گا اور جب فرواندہ اور جیمی لوشہ پر حملہ آور ہونے کے لئے آئیں گے تو میں ایک مناسب جگہ گھات میں بیٹھ جاؤں گا۔ سن احمد بن عطاش میرے بھائی! میری طرف سے تم سلطان ابوالحسن اور الزغل سے کہنا کہ وہ بلا جھجک فرواندہ، جیمی اور ان کی اتحادی قوتوں کے سامنے آئیں۔ جس وقت جنگ اپنے عروج پر ہوگی میں اپنی گھات سے نکل کر دشمن کی پشت یا اس کے ایک پہلو پر حملہ آور ہوں گا۔ اس موقع پر اگر سلطان ابوالحسن اور الزغل بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر لیں تو مجھے امید ہے کہ فرواندہ اور اس کے اتحادیوں کو ہم بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں احمد بن عطاش میرے بھائی میری طرف سے اتنا ہی جواب کافی ہے۔

اس پر احمد بن عطاش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ رقیم بن خلاط میرے بھائی، میرے رفیق! آپ کو بھی کوچ کرنے میں جلدی ہے۔ قسم خداوند قدوس کی جس جواب کی توقع میں آپ سے رکھتا تھا، وہ توقع وہ امید آپ نے پوری کر دی۔ میں بھی اب جاتا ہوں اور آپ کا پیغام سلطان اور ان کے بھائی الزغل تک پہنچاتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط اور احمد بن عطاش باہر آئے۔ احمد بن عطاش کو رخصت کرنے کے بعد رقیم بن خلاط واپس آیا اور کوچ

کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ روط بے چاری اداس اداس اور غمگین غمگین رقیم بن خلاط کے گھوڑے کی زین سے ضرورت کی ساری چیزیں باندھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد رقیم بن خلاط بھی رات کی تاریکی میں اپنے مسکن سے دریائے کبیر کے کنارے مرکیش کے قلعے کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

ایک روز شام سے تھوڑی دیر قبل دریائے کبیر کے کنارے رقیم بن خلاط اس جگہ نمودار ہوا جہاں منصور بن نعمان اور منذر بن طریف دونوں نے اپنے ریوڑ اور لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا رقیم بن خلاط پڑاؤ میں داخل ہوا اس کی آمد پر اس کے لشکریوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پھیل گیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا رقیم بن خلاط اس خیمے کے سامنے آن رکا جہاں اس کا خیمہ نصب کیا جاتا تھا۔ جونہی وہ اپنے گھوڑے سے اترا خیمے کے اندر منصور بن نعمان اور منذر بن طریف تقریباً بھاگتے ہوئے نکلے دونوں باری باری رقیم بن خلاط سے گلے ملے۔ پھر منذر بن طریف نے رقیم بن خلاط کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط نے منصور بن نعمان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ منصور میرے بھائی! یہ مرکیش کے حاکم لیوٹش سے تمہارا کیا جھگڑا ہوا اور وہ ہمارے ریوڑ کے جانور اور ہمارے جوان چھوڑنے کے لئے کیا شرائط پیش کرتا ہے۔ اس پر منصور بن نعمان بولا وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی مجھ سے اور منذر بن طریف سے بات کر کے گیا ہے وہ ایک بھاری رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ میرے خیال میں ابھی وہ اپنے قلعے میں نہیں گیا ہوگا راستے ہی میں ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو میں اسے واپس بلاؤں۔

اس پر منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

منذر میرے بھائی! تم میرے گھوڑے پر بیٹھو اور اسے واپس بلاؤ میں اس سے تفصیل کے ساتھ بات کرتا ہوں۔ منذر فوراً رقیم بن خلاط کے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ منصور بن نعمان اور رقیم بن خلاط دونوں خیمے میں آ کر بیٹھ گئے تھے۔ پھر رقیم بن خلاط نے منصور بن نعمان کو مخاطب کر کے پوچھا۔ میرے بھائی مرکیش کے حاکم لیوٹش نے کیوں ہمارے جانوروں پر حملہ کیا کیوں ہمارے جوان اس نے پرغال بنائے اور کس بناء پر اس نے ہمارے ریوڑ اور لشکر پر شتون مارا۔ اس پر منصور بن نعمان کہنے لگا۔

امیر محترم! مرکیش کے شمال میں کچھ چراگاہیں جو لیوٹش نے اپنے قلعے کے ریوڑوں کے لئے مختص کر رکھی ہیں۔ ہمیں اس کا علم نہیں تھا اس لئے ان چراگاہوں کے اندر ہم نے اپنے ریوڑ کے جانوروں کو چراایا۔ اس پر مرکیش حرکت میں آیا۔ رات کے وقت اس نے ہم پر شتون

مارا اور اس شجون کے نتیجے میں وہ ہمارے کچھ جانور اور کچھ جوان یرغمال بنا کر لے گیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس شجون کے نتیجے میں ہمارے کچھ جوان بھی کام آ گئے۔

منصور بن نعمان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ کہنے لگا۔ اس شجون کے بعد میں نے لیوتش سے گفتگو کی۔ وہ ہمارے آدمی اور جانور چھوڑنے کے لئے ایک بھاری رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو میں نے پوری کرنے سے انکار کر دیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ پھر میرے اور منذر بن طریف کے پاس آیا تھا اور یہاں بھی اس نے اسی رقم کا مطالبہ کیا جو وہ پہلے ہم سے مطالبہ کر چکا ہے۔ اب جبکہ منذر بن طریف اسے لینے گیا ہے تو میرے خیال میں آپ خود ہی اس سے گفتگو کر لیں۔

منصور بن نعمان کے اس انکشاف پر رقیم بن خلاط کی حالت بد سے بدتر ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں دشمن سناٹوں، رہزن تنہائیوں اور سینے میں سلگتے نشانات جیسی خاموش طاری رہی۔ اس دوران رقیم بن خلاط کی حالت بڑی تیزی سے بدلتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں صبر و ایثار کے مرحلوں پر ظلم و بیداری کے سلسلے بیدار ہونے لگے تھے۔ اور اس کی حالت سوختہ بستیوں میں تشدد کی یلغار، تنگ و تاریک گلیوں میں لاشوں کے انبار اور سنان راہوں پر سسکتی ہواؤں جیسی ہونے لگی تھی۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد رقیم بن خلاط انتہائی غضبناک آواز میں کہنے لگا۔ منصور میرے بھائی، میرے عزیز! شاید مرکیش کا حاکم لیوتش اپنے شہر اپنی گلی ہر کوچے ہر بازار کو خونی دلدل میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ شاید اسے خبر نہیں کہ ہم چرواہے جب کسی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اس کی حالت لمحوں کے اندر پیاسی آب جو ہر اس قافلوں اور نوحہ گر رسم جفا جیسی بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ رقیم بن خلاط یہیں تک کہنے پایا تھا کہ منذر بن طریف مرکیش کے حاکم لیوتش کو لے کر خیمہ میں داخل ہوا۔ پھر ان دونوں کو دیکھتے ہی رقیم بن خلاط اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ منصور بن نعمان بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر رقیم بن خلاط نے آگے بڑھ کر منذر بن طریف کے ساتھ آنے والے مرکیش کے حاکم لیوتش سے پر جوش مصافحہ کیا تھا۔

مصافحہ کرنے کے بعد رقیم بن خلاط بولا اور لیوتش کو مخاطب کر کے کہنے لگا میرا نام ایرولیس ہے اور میں اس ریوڑ کا کماندار اول ہوں۔ میں اپنے ریوڑ کے لئے نئی چراگاہوں کی تلاش میں شمالی حصوں کی طرف گیا ہوا تھا۔ میرے ساتھی نے مجھے خبر کی کہ تمہارے قلعے کے قریب ناخوشگوار حادثہ پیش آیا ہے کہ تم نے ہمارے پڑاؤ پر شب خون مارا ہمارے کچھ جانور اپنے قلعے میں لے گئے اور ہمارے کچھ ساتھیوں کو تم نے یرغمال بھی بنا لیا۔ میری تم سے استدعا ہے کہ تم ہمارے جانور اور یرغمال بنائے جانے والے جوان بغیر کسی شرط کے واپس کر دو اس پر لیوتش

بڑے جاہلانہ سے انداز میں کہنے لگا۔

دیکھ ایرولیس میرا نام لیوتش ہے میں کسی کے سامنے جھکنے کا فن نہیں جانتا اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے تمہارے ریوڑ کے جانوروں پر قبضہ کیا ہے تمہارے کچھ جانوروں کو موت کے گھاٹ اتارا کچھ کو میں نے یرغمال بنا لیا ہے۔ جانور اور یرغالیوں کو واپس کرنے کے لئے میں نے ایک رقم کا مطالبہ کیا ہے اور وہ رقم شاید سیانکو اور بوریلی تمہارے ساتھیوں نے بتادی ہوگی میں اب بھی تم سے وہی کہتا ہوں کہ تم میری مطلوبہ رقم ادا کر دو اس کے بعد میں تم لوگوں کو تمہارے جانور بھی لوٹا دوں گا اور تمہارے یرغمال بھی تمہیں واپس کر دوں گا۔

لیوتش کی یہ گفتگو سن کر رقیم بن خلاط ایک طرح سے آپے سے باہر ہونے لگا تھا۔ لیکن اس نے اپنے آپ پر قابو پایا پھر وہ بڑے نرم لہجے میں لیوتش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مجھے تھوڑی دیر کی مہالت دو کہ میں اپنے ان دونوں ساتھیوں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد کوئی قدم اٹھا سکوں کیا ایسا ممکن نہیں کہ رات کے وقت میں تمہارے قلعے میں داخل ہوں اور اس سلسلے میں تم سے گفتگو کروں اس پر لیوتش کہنے لگا ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں۔ تم جب چاہو رات کے وقت مجھ سے ملنے کے لئے قلعے میں آ سکتے ہو اس پر رقیم بن خلاط بولا اگر ایسا ہے تو اپنے قلعے کے شرقی دروازے کے محافظوں کو کہنا کہ رات کے وقت وہ میرے لئے دروازہ کھولیں تاکہ میں تمہارے ساتھ گنگو کر سکوں۔ اس پر لیوتش پھر کہنے لگا۔

میں دروازے کے محافظوں کو تمہاری آمد سے متعلق آگاہ کروں گا لیکن زیادہ رات گئے مت آنا ایسی صورت میں نہ میں تم سے گفتگو کرنا پسند کروں گا اور نا ہی میرے قلعے کے شرقی دروازے کے محافظ تمہارے لئے دروازہ کھولیں گے۔ اب میں جاتا ہوں اور بڑی بے چینی سے تمہارے جواب کا انتظار کروں گا اس کے ساتھ ہی لیوتش خیمے سے نکل کر چلا گیا تھا۔

لیوتش کے جانے کے بعد رقیم بن خلاط انتہائی غضبناکی اور انتہائی غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ لیوتش لگتا ہے آنے والی رات تیری زندگی کی آخری رات ہوگی۔ جس انداز جس پیرائے جس اسلوب میں تو نے میرے ساتھ گفتگو کی ہے ایسا اسلوب تو میں سننے کا عادی نہیں ہوں۔ آج رات کے وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ ہم چرواہوں سے ٹکرانا موت کے دروازے پر دستک دینے کے متراف ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ منصور اور منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

منصور اور منذر میرے بھائی! میرا لائحہ عمل غور سے سنو میں مرکیش کے حاکم لیوتش پر حملہ آور ہونے کی ٹھان چکا ہوں اور جب میں حملہ آور ہوں گا تو مرکیش کے ساتھ قلعے کے ہر فرد کو تہ تیغ کر کے قلعے کی ہر چیز پر قبضہ کر لوں گا اور جگہ جگہ بالدی گوتھ کے نام کے خنجر پھینک دوں

گا تاکہ ہم پر کسی قسم کا کوئی شک ہی نہ کرے۔

تھوڑی دیر رکنے کے بعد رقیم بن خلاط پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سنو میرے دونوں ساتھیو! جب شام رات میں ڈھلنے لگے تب میں اپنے چند محافظوں کے ساتھ مرکیش شہر کی طرف جاؤں گا اور اس کے شرقی دروازے پر دستک دوں گا۔ تم دونوں میں سے منذر بن طریف پڑاؤ اور ریوڑ ہی میں رہے گا اور اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کا سامان کرے گا۔ جبکہ منصور میرے بھائی تم ریوڑ کے اندر موجود آدھے لشکر کے ساتھ شرقی دروازے سے گھات میں بیٹھ جانا جب شرقی دروازے کے محافظ میرے لئے دروازہ کھولیں گے تو جو محافظ میں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا ان کی مدد سے میں بڑے رازدارانہ انداز میں ان محافظوں کا خاتمہ کر کے وہاں اپنے محافظ مقرر کروں گا۔ ایسا کرنے کے بعد میں قلعے سے باہر جلتے ہوئے پروں کا تیر چلاؤں گا جو تمہارے لئے کام شروع کرنے کا اشارہ ہوگا۔

جلتے ہوئے پروں کا تیر دیکھتے ہی تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ فوراً حرکت میں آنا اور بڑے رازدارانہ انداز میں شہر میں داخل ہونا پھر آہستہ آہستہ ہم شہر کے اندر حرکت میں آتے ہوئے شہر کے دوسرے دروازے کے محافظوں کا بھی خاتمہ کر کے ان پر قابض ہو جائیں گے اور اس کے بعد فصیل کے اوپر چڑھ کر جس قدر لیوٹش کے محافظ ہیں ان کا بھی قتل عام کر کے فصیل پر قبضہ کر لیں گے اس کے بعد میں لیوٹش سے گفتگو کروں گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب منصور بن نعمان کہنے لگا۔

امیر محترم! قسم خداوند قدس کی لیوٹش کو سزا دینے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ اور لیوٹش ہے بھی اسی قابل کہ اسے ایسی ہی دردناک اور بولناک سزا دی جائے امیر محترم! آپ بے فکر رہیں میں ابھی آدھے لشکر کو علیحدہ کرتا ہوں اور شرقی دروازے سے ذرا فاصلے پر رات کی تاریکی میں گھات پر بیٹھ جاؤں گا۔ اس پر رقیم بن خلاط نے مشورہ دیا اگر ایسا ہے تو جاؤ ابھی اپنے انتظامات کو آخری شکل دو اس کے ساتھ ہی منصور بن نعمان خیمے سے نکل گیا تھا۔ جبکہ رقیم بن خلاط خیمے میں بیٹھ کر منذر بن طریف کے ساتھ گفتگو کرنے لگا تھا۔

○

شام جب ڈھل کر رات میں اتر گئی تب رقیم بن خلاط اپنے چند محافظوں کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے نکلا اور مرکیش کی طرف روانہ ہوا مرکیش کے قلعے کے اور شہر کے مرکزی دروازے پر آیا اور زوردار دستک دی۔ دستک کے تھوڑی ہی دیر بعد اندر سے کسی کی بلند آواز سنائی دی۔ کون ہے؟ اور کس غرض سے دروازے پر دستک دی ہے جواب میں فوراً رقیم بن خلاط کہنے لگا میرا نام ایرو لیس ہے تمہارے قلعے کے قریب ہی جس ریوڑ نے پڑاؤ کر رکھا ہے میں اس ریوڑ

کا مالک اور سربراہ ہوں۔ دن کے وقت میری بات چیت تمہارے قلعہ دار لیوٹش سے ہوئی تھی۔ اس نے مجھے اجازت دی تھی کہ رات کے وقت آؤں اور اس سے گفتگو کروں میرے خیال میں اس نے تم لوگوں کو ہدایات جاری کر رکھی ہوں گی کہ رات کے وقت جب میں آؤں تو میرے لئے دروازہ کھولا جائے اس پر اسی محافظ نے جواب دیا۔

تمہارا اندازہ درست ہے یقیناً قلعہ دار نے ہمیں حکم دیا ہے کہ بڑے چرواہے ایرو لیس کے لئے دروازہ کھولا جائے اس کے ساتھ ہی شرقی دروازہ کھول دیا تھا رقیم بن خلاط اپنے محافظوں کے ساتھ اندر داخل ہوا پھر وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر اس کے ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر گئے تھے پھر رقیم بن خلاط نے محافظوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میرے بھائیو! کیا تم میں سے کوئی میرے ساتھ چلے گا اور مجھے لیوٹش کی رہائش گاہ تک لے جائے گا تاکہ میں لیوٹش سے ملوں اور جس سلسلے میں ہمارا اور اس کا جھگڑا چل رہا ہے اس سے متعلق میں اس سے گفتگو کروں اور احسن طریقے سے اس کے ساتھ معاملہ نمٹا سکوں۔ اس پر ایک محافظ کہنے لگا۔ ہاں یقیناً ہمارا ایک ساتھی تمہیں حاکم قلعہ تک لے جائے گا۔

عین اسی موقع پر رقیم بن خلاط نے رات کی تاریکی میں دروازے کے آس پاس جلتی مشعلوں کی روشنی میں اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ دیا۔ یہ اشارہ ملتا تھا کہ رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھی قلعے کے محافظوں پر ٹوٹ پڑے آن کی آن میں بڑی رازداری کے ساتھ انہوں نے محافظوں کا خاتمہ کر دیا اور مرکیش کے شرقی قلعے پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی لمحہ بھر کے لئے رقیم بن خلاط قلعے کے دروازے سے باہر نکلا اور جلتے ہوئے پروں کا تیر اس نے فضا میں چلا دیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد منصور بن نعمان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی رازداری کے ساتھ مرکیش کے شرقی دروازے پر نمودار ہوا اور پھر شہر میں داخل ہوا۔ جب سارے چرواہے شہر میں داخل ہو گئے تب رقیم بن خلاط کے حکم پر شہر کا شرقی دروازہ بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں حرکت میں آئے۔ یکے بعد دیگرے بڑی رازداری کے ساتھ حرکت کرتے ہوئے انہوں نے شہر کے چاروں دروازوں کے محافظوں کا خاتمہ کر کے وہاں اپنے محافظ مقرر کر دیئے تھے اس کے بعد وہ فصیل پر چڑھ گئے تھے اور انتہائی تیزی کے ساتھ وہ حملہ آور ہوئے اتنی دیر تک فصیل کے محافظوں کو علم ہو گیا تھا کہ شہر میں کوئی داخل ہوا ہے اور ان پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ پر اب دیر ہو چکی تھی رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دو مختلف سمتوں سے ان پر حملہ آور ہوئے تھے اور انہوں کے اندر ان کا خاتمہ کر کے انہوں نے فصیل پر قبضہ کر لیا تھا۔ فصیل کے اندر گو جنگ تھوڑی ہی دیر کے لئے جاری رہی تھی اور رقیم بن خلاط اور منصور

دیا تھا۔ شہر کو آگ لگا دی گئی اور جگہ جگہ بالذی گوتھ کے نام کے خنجر بھینک دیئے گئے تھے۔ انکی معرقتیم بن خلاط اپنے ریوڑ میں آرام کر رہا تھا جبکہ منصور بن نعمان واپس مسکن کی طرف چلا گیا تھا۔

○

فرواندہ اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ یلغار کرتا ہوا دریائے شلیل سے دس میل کے فاصلے پر آن رکھا تھا۔ دوسری طرف سلطان ابوالحسن، الزغل اور ان کا سالار الزجری بھی ایک متحدہ لشکر کے ساتھ دریائے شلیل کو عبور کرنے کے بعد دریا سے پانچ میل کے فاصلے پر آؤ کر چکے تھے۔ فرواندہ نے دریا سے دس میل دور اپنا پڑاؤ قائم کیا لشکر کی ہر چیز اس میں منتقل کی اس کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ پانچ میل آگے بڑھا اور سلطان ابوالحسن کے لشکر کے سامنے اس نے اپنا پڑاؤ کر لیا تھا۔

دوسرے روز میدان کا رزار گرم کرنے کے لئے دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کرنا شروع کی تھیں۔ دریائے شلیل سے پانچ میل کے فاصلے پر کھلے میدانوں میں گھوڑوں کے ہنہانے اور انسانوں کے شور کرنے کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جب دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر چکے تو فرواندہ کے لشکر میں جنگ کے طبل بجنے لگے تھے جو اس بات کی علامت تھی کہ فرواندہ جنگ کی ابتدا کرنے لگا ہے۔

فرواندہ نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصہ جسے قلب لشکر کہا جاسکتا تھا اس نے اپنی کمانداری میں رکھا دائیں طرف اس نے ارغون کے حکمران اور ملکہ ازایلا کے باپ جیمی کو اس کے لشکر کے ساتھ متعین کیا جبکہ بائیں جانب میسرہ کے طور پر فرواندہ نے ہولی برادر ہڈ اور سیون سسز لشکروں کو رکھا۔ ہولی برادر ہڈ اپنے سالار گون سالود کے تحت تھے جبکہ سیون سسز اپنے کماندار شالیب کی ماتحتی میں تھے اور یہ دونوں لشکر متحدہ طور پر فرواندہ کے سپہ سالار اعلیٰ آگیار کی سرکردگی اور ماتحتی میں کام کر رہے تھے۔

دوسری طرف سلطان ابوالحسن نے بھی فرواندہ کو دیکھتے ہوئے اپنے لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ وسطی حصہ سلطان ابوالحسن نے اپنے پاس رکھا۔ دائیں جانب اپنے بھائی الزغل کو اور بائیں جانب اپنے بہترین سپہ سالار الزجری کو رکھا تھا۔ یہ ساری ترتیب ہو چکنے کے بعد فرواندہ نے جنگ کی ابتداء کی تھی۔

فرواندہ اپنے لشکر کے وسطی حصے کے ساتھ قرن باقرن کی دھشتناکی، ویران اور لوق و دوق محرم میں ہجری اندھی کالی رات اور دھرتی پر پھینے ظلم کے قصے کی طرح آگے بڑھ کر سلطان ابو الحسن کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ فرواندہ کی طرف دیکھتے ہوئے ارغون کا حکمران جیمی اول بھی

بن نعمان نے سارے محافظوں کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن اس تھوڑی سی دیر کی جنگ نے بھی مرکیش شہر کے بایسوں کو چونکا کے رکھ دیا تھا۔ شہر میں آن کی آن میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ کوئی قلعے پر حملہ آور ہوا ہے اور فسیل پر چھا گیا ہے۔ یہ خبر جب قلعہ کے حاکم یوتش کو ملی تو وہ اپنی رہائش گاہ سے نکلا اور بھاگتا ہوا قلعے کے شرقی دروازے کی طرف آیا اتنی دیر تک رقیم بن خلاط بھی منصور بن نعمان کے ساتھ ساری فسیل پر قبضہ کرنے کے بعد شہر کے شرقی دروازے پر آن کھڑا ہوا تھا۔ اس لئے کہ اسے امید تھی حاکم مرکیش ضرور قلعہ کے شرقی دروازے کی طرف آئے گا۔ یوتش جب دروازے کے قریب آیا تو اس نے دیکھا دروازے کے قریب رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں کھڑے تھے اس پر یوتش نے تھوڑی دیر کے لئے بڑے فکر مند انداز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا پھر پوچھا کیا تم اپنے اس نائب کے ساتھ مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہو اس پر رقیم بن خلاط بڑے غضبناک انداز میں کہنے لگا۔

دیکھ یوتش تم جیسے پلید انسان سے میں ملنا پسند نہیں کرتا۔ تو نے ناحق میرے ریوڑ پر شب خون مارا میرے کچھ جوانوں کو تو نے قتل کیا لیکن کچھ کو یرغمال بنایا اور کچھ میرے ریوڑ کے جانوروں پر بھی تو نے قبضہ کیا۔ یاد رکھنا ایسا معاملہ کبھی بھی کسی نے میرے ریوڑ اور میرے لشکریوں کے ساتھ نہیں کیا۔ چونکہ اس برے فعل کی ابتداء تو نے کی ہے لہذا جس وقت مجھ سے ملنے کے بعد تو واپس لوٹا اسی وقت ہی میں نے تجھے سزا دینے کا عزم کر لیا تھا۔ دیکھ یوتش رات کی اس تاریکی میں تجھے سرکش اونٹ کی طرح ماروں گا اس پر یوتش بے پناہ غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ چرواہے تو اپنی حدود سے بڑھ کر گفتگو کر رہا ہے۔ تیری یہ کیسے مجال ہوئی کہ تو میرے ہی شہر میں میرے خلاف بولے اور مجھے جان سے مار دینے کی دھمکی دے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ دیکھ بد بخت انسان یہ شہر اب تیرا نہیں میرا ہے۔ اس وقت تیرے اس قلعے کے چاروں دروازوں پر میرے محافظ قابض ہو چکے ہیں قلعے کی فسیل پر بھی میں نے اپنے لشکر کی بٹھا دی ہے یہ اب تھوڑی دیر تک میں تیرا اور قلعے کے بایسوں کا جب قتل عام کروں گا تو تجھے خبر ہوگی کہ یہ قلعہ اب تیرا نہیں میرا ہے۔

اس کے بعد رقیم بن خلاط اپنی کواں لہراتا ہوا آگے بڑھا اور ایک ہی وار میں اس نے یوتش کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ پھر رقیم بن خلاط نے اپنے لشکریوں کو شہر پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ رات کی تاریکی میں رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں کی سرکردگی میں چرواہے مرکیش شہر پر حملہ آور ہوئے شہر کے ہر باسی کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔ رات کی تاریکی میں ہی شہر کا سارا سامان لوٹ کر رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان نے اپنے ریوڑ میں منتقل کر

انداز میں گویا وہ اپنی تاریخ کے ان گنت اوراق کو ٹٹولنے کی خاطر پیش قدمی کرنے لگا۔ پھر سلطان ابوالحسن اپنے قلب لشکر کے سامنے جس ارتقاء آدم اور صحرا کی دہشت کی طرح فرولندہ کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

جس وقت سلطان ابوالحسن لگا تار اللہ و اکبر کی تکبیریں بلند کرتا ہوا دفاع سے جارحیت پر اترتا تھا تو سلطان ابوالحسن کو دیکھتے ہوئے الزغل اور الزجری بھی عظمتوں اور رفعتوں کے دائروں کی طرح حرکت میں آئے پھر وہ بھی دفاع سے نکل کر خوف کے پہرے بھرغم کے رحل دل پر ترے غذاہوں کے صیغوں کی طرح جارحیت اختیار کر چکے تھے۔

دریائے شہیل سے پانچ میل دور میدان جنگ اجڑتے رضوان و خیابان بابل و نینوا کی باہیوں کے آثار کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ چاروں طرف خونیں لمحے اپنی کندہ کاری کرنے لگے تھے۔ دھرتی کے سب درپن ٹوٹنے، گولے گرد و خون آلود اور انسان ریزہ ریزہ ہونے لگا۔ فائے کران وادیاں خون آلود سفاک مرمی پوشیں لہو لہو ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ موت ہر شے کو چاٹنے لگی تھی۔ چاروں طرف مرگ و زیت کا خونیں تماشہ شروع ہو گیا تھا۔

عین اس موقع پر جبکہ میدان جنگ میں ہولناکی اور موت کا کھیل اپنے عروج اپنے شباب پر آگیا تھا قریبی کوہستانی سلسلے سے رقیم بن غلاط اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ رقیم بن غلاط در اس کے سارے ساتھی اپنے چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ گھات سے نکلنے کے بعد رقیم بن غلاط نے اپنے لشکر کے ساتھ فرولندہ کے پڑاؤ کا رخ کیا پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح پڑاؤ پر حملہ آور ہوا۔ فرولندہ نے اپنے پڑاؤ میں جس قدر لشکر مقرر کئے تھے۔ رقیم بن غلاط نے انھوں کے اندر انہیں کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ پھر بائیں طرف سے چکر کاٹنے ہوئے رقیم بن غلاط آگے بڑھا تا کہ دشمن کے پہلو پر ضرب لگائے۔

میدان جنگ کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہوئے اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے رقیم بن غلاط اپنے خداوند کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

اے خداوند! عشق کا ہر طور حسن کا ہر انداز نجد کی تنہائیوں میں قیس کی آواز صحرا کی ہر بھولی مالی خواہش اور ول سے انتقامت کا ہر چھینٹا میرے اللہ تیری مشیت کا غلام ہے۔

اے اللہ! ارتقا کی باندی بلوغت کی ہر دلیلیز تیرے دست قدرت میں ہے آسمان کی جھلملاتی بگلوں گود میں تو گھنے بادلوں نارسائی کے ہر سمندر میں تو بجھتے تاروں، ڈوبتے چاند، نہیروں کے بیکراں سلسلوں میں تو۔

اے اللہ! جس طرح تو اندھیروں کے اندر نور سویرے کو نکالتا ہے۔ جس طرح تو کلیوں کو بول بناتا ہے اس طرح ضرورت کے اس وقت میری مدد میری نصرت فرما۔ اے خداوند برتر!

حرکت میں آیا اور وہ بھی دشت دل کی اسیری سے نجات پانے والی خونی داستانوں اور زمین کی تہہ میں کھولتی خرابیوں کی طرح الزغل پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ پھر بائیں طرف سپہ سالار اعلیٰ آگیلا رہولی برادر ہڈ اور سیون سسر کے ساتھ مل کر اپنی دلاوری اور اپنی خود پروری کو سامنے رکھتے ہوئے الزجری پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان ابوالحسن، الزغل اور الزجری نے اپنے آپ کو صرف دفاع تک محدود رکھا اور انہوں نے بہترین جراتندی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرولندہ جیسی اور آگیلا کے حملوں کو روک دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک ایسی ہی حالت رہی پھر سلطان ابوالحسن اپنے لشکر کے وسط میں آیا۔ اس کے بعد گھوڑے کی ذین پر اس کی گردن جھک گئی اور انتہائی انکساری اور عاجزی میں وہ اپنے خداوند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے دعا یہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

اے میرے رب کریم! تیری نصرت تیری مدد کے بغیر ہم لوگ کرم خوردہ میت کی طرح ہیں۔ اے ہمارے مالک، ہمارے آقا! تو ہمارے کردہ ناکردہ گناہوں پر نہ جا۔ ہمارے اعمال کے دھبوں کو نہ دیکھ ہمارے گم گشتہ ماہ و سال کے گناہوں سے چشم پوشی فرما۔ اے اللہ! زندگی کے خرابوں میں تیری نصرت ہی ہمارے لئے جس حرف کن کی تفسیر ہے۔ اے اللہ! اس کا گارہ عمل میں میرے اظہار کا پیمانہ جہان محدود ہے وہاں تیری قوت کے سارے کرشمے لامحدود ہیں۔

میرے اللہ! تو بے سراغ صدیوں کو سراغ عطا کرنے والا ہے۔ تو ہی غم کی بستیوں کو بے لوث ریاضت کے چراغوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ میرے اللہ! تیرے ہی حکم پر کاغذ کی دلکش سطور کے حروف بولتے ہیں۔ تیرے ہی حکم پر دل کے شفاف آئینوں پر فکر کی ازائیں حرکت میں آتی ہیں۔ میرے اللہ! تو ہی طائروں کی منقار میں تو ہی لبوں کے حرف دعا میں اپنی حمد کی سطور بھرتا ہے۔

میرے اللہ، میرے مالک! تو میری بدنصیبی کے دنوں کی بے ثمری کو میرے مقدر کی پت جھڑ کو ارتقا کے کناروں آگے کے نشانوں اور حلقہ در حلقہ ارتقا کی کامرانیوں میں تبدیل کر دے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن نے اپنی گردن سیدھی کی پھر عجیب سے انداز میں اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر سلطان ابوالحسن کی آنکھوں میں آنسو تھے پھر اپنی ذہنیاتی آنکھوں میں وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ مولائے کریم! دشمن کے سمندر جیسے لشکر کے مقابلے میں بندہ پرتقصیر نا چیز کی مدد فرما۔ میں تیری ہی مدد تیری ہی نصرت کے سہارے جنگ کے اس بحر بے کراں میں اترنے لگا ہوں۔

اس کے بعد سلطان ابوالحسن نے ایک عجیب سی شان کے ساتھ اپنے گھوڑے کو مہینز لگائی پھر وہ رمز آشنائے سحر کی طرح حرکت میں آیا اپنے قلب لشکر کو اس نے آگے بڑھایا کچھ اس

تو مجھے اشک تریدہ سے حصار دشت جاں بلب حروف سے زندگی کی حسین صداقتوں کا بہرہ مند بنا۔

اے اللہ! میری روح کی گہرائی کے سناٹوں سے نکلنے والی ٹوٹی پھوٹی آوازوں اور کرچی کرچی صداؤں جیسی دعاؤں کو قبول فرما۔ اے اللہ! یہ زمین و آسمان تیری قدرت کا کمال، بحر و بر تیری فطرت کا جلال ہیں۔ اے اللہ! تو اپنے کمال اپنے جلال کے صدقے میں دشمن کے مقابلے میں مجھے سرخرو و فتح مند رکھنا۔

یہاں تک کہتے کہتے رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے پہلو میں پہنچ گیا۔ پھر دشمن کے دائیں پہلو پر اس نے آندھیوں کی خوفناک کروٹ اور خزاؤں کی بے اعتنائیوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کی صفیں کی صفیں لٹا ہوا اس خنجر کی طرح گھستا چلا گیا تھا جو کسی نے غصے میں آکر تر بوز میں گھونپ دیا ہو۔

فرواندہ، جیسی اور آگیلار پہلے ہی بڑی مشکل سے سلطان ابو الحسن، الزغل اور الزجری کے حملوں کی روک تھام کر رہے تھے اب جو پہلو کی طرف سے رقیم بن خلاط بھی حملہ آور ہوا تو فرواندہ، جیسی اور آگیلار کے لشکروں کی ساری تنظیم درہم برہم اور افراتفری کا شکار ہو گئی اور اپنی جان بچانے کے لئے ان کے لشکری ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے۔ فرواندہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو وہ کوئی فیصلہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ اتنی دیر میں کچھ نجی اس کے لشکر میں داخل ہوئے انہوں نے یہ اطلاع دی کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے حملہ آور ہو کر اس سارے لشکر کو تہ تیغ کر دیا ہے جو پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا گیا تھا۔ یہ خبر آن کی آن میں فرواندہ، جیسی اور آگیلار کے لشکروں میں پھیل گئی اور اس خبر کے پھیلنے سے ان کے لشکریوں میں اور زیادہ افراتفری اور بددلی پھیل گئی تھی۔ اب فرواندہ، جیسی اور آگیلار کا ہر لشکری جنگ سے جی چرانے لگا تھا۔ فرواندہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اپنی شکست کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے متحدہ لشکر کو پسا ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی فرواندہ، جیسی اور آگیلار کے لشکری سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان ابو الحسن، الزغل، الزجری اور رقیم بن خلاط نے پوری قوت اور خونخواری سے بھاگتے ہوئے لشکریوں کا تعاقب کیا۔ یہ تعاقب کافی دور تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان ابو الحسن نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ فرواندہ کے لشکر کے آدھے سے زیادہ لشکریوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ پھر ایک جگہ فرواندہ کی حدود میں داخل ہونے کے بعد سلطان ابو الحسن نے اپنے لشکر کو روک جانے کا حکم دیا اور اپنے لشکر کے ساتھ سلطان ابو الحسن اس جگہ آیا جہاں فرواندہ کا پڑاؤ تھا۔ سب سے پہلے سلطان ابو الحسن نے فرواندہ کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا۔ پھر اس نے الزغل،

الزجری اور رقیم بن خلاط کو اپنے پاس بلایا جب وہ تینوں اس کے سامنے آئے تب ابو الحسن نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔

میرے عزیزو، میرے فرزندو! خداوند قدوس کے فضل و کرم سے ہم نے فرواندہ اور اس کے اتحادیوں کو بدترین شکست دی ہے۔ تم کہو ہمارا اب اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ اس پر الزغل فوراً بولا اور کہنے لگا۔

برادر محترم! میری تجویز یہ ہے کہ فرواندہ اور جیسی کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اس میدان جنگ میں انہیں شکست دے کر ایک طرح سے ہم نے ان کی طاقت اور قوت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ فرواندہ کے اس پڑاؤ کی ہر چیز کو سینے کے بعد ہمیں اپنے لشکر کو نئے سرے سے ترتیب دے کر قریب کا رخ کرنا چاہئے۔ اس وقت لوہا گرم ہے اس پر ہم ضرب لگا کر اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ سلطان محترم! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہم اپنے اس متحدہ لشکر کے ساتھ قریب پر حملہ آور ہوں تو کوئی قوت ہمیں قریبہ پر قبضہ کرنے سے نہیں روک سکتی اور اگر ہم ایک بار قریبہ پر قابض ہو گئے تو پھر جیسی کی ارغون کی سلطنت چند ہی دنوں میں ہمارے سامنے سرنگوں ہو جائے گی۔ اس طرح ہم سارے اندلس پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے آباؤ اجداد کی عظمت اور ثروت کو بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابو الحسن کا بھائی الزغل جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر تک سلطان ابو الحسن تحسین آمیز انداز میں اپنے دلیر اور شجاع بھائی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر باری باری رقیم بن خلاط اور الزجری کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان ابو الحسن نے پوچھا۔ میرے دونوں فرزندو! الزغل، اپنی تجویز پیش کر چکا ہے۔ تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط اور الزجری نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

سلطان محترم! میں اور الزجری بھی اپنے محترم الزغل کی تجویز سے پورا پورا اتفاق کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں قریبہ پر حملہ آور ہونے کا اس سے بہتر ہمیں کوئی موقع نہیں ملے گا۔ فرواندہ اور جیسی کی قوت کو ہم نے پہلے ہی توڑ دیا ہے۔ اگر فرواندہ قریبہ کے باہر کوئی نیا لشکر لے کر آیا تب بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس لشکر کو لکھنوں کے اندر کاٹ کر رکھ دیں گے۔ سلطان محترم! میں سمجھتا ہوں ہمیں اس سبھی موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ فرواندہ کے اس پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر ہمیں فی الفور قریبہ کا رخ کرنا چاہئے اس طرح ہم اندلس کے اندر اپنی کھوئی اور کم گشتہ حکومت کو بحال کر سکتے ہیں۔

رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب سلطان ابو الحسن کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل

گئی۔ وہ کہنے لگا۔

سنو میرے فرزند! میں خود بھی تمہاری تجویز سے پورا اتفاق کرتا ہوں سنو فرزندہ کے پڑاؤ کی ہر چیز کو ایک قرینے کے ساتھ سنبھالو۔ ان ساری اشیاء کو ہم جنگ کے دوران اپنے کام میں لائیں گے۔ اس کے بعد یہاں سے ہم قرطبہ کی طرف کوچ کریں گے۔ سلطان ابوالحسن یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایک سوار اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا ان کے قریب آ کر رکا وہ بڑی بدحواسی میں تھا اپنے گھوڑے سے اترا اور تقریباً بھاگتا ہوا سلطان ابوالحسن کے قریب آیا۔ اپنے سر کو خم کرتے ہوئے اس نے سلطان ابوالحسن کو تعظیم پیش کی پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا اور پوچھائی ہوئی اور غمزہ آواز میں ابوالحسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! میں ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں۔ سلطان محترم! جہاں آپ نے فرولندہ کو بدترین شکست دی ہے وہاں ایک حادثے نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اس قاصد اس جاسوس کے ان الفاظ پر الزغل، رقیم بن خلاط اور الزجری چونک سے پڑے۔ ان کے چہروں پر پریشانیاں بکھر گئیں۔ سلطان ابوالحسن نے بھی تھوڑی دیر تک اس قاصد کو عجیب سے انداز میں دیکھا پھر کہا۔

کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر وہ قاصد پھر کہہ رہا تھا۔ سلطان محترم! آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے بیٹے ابو عبد اللہ نے اپنا ایک بہترین لشکر تیار کیا اور اس نے آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے غرناطہ میں اپنی خود مختار سلطنت قائم کر لی ہے۔ اس نے بستہ اور المریہ شہروں پر بھی قبضہ کر لیا ہے اس طرح غرناطہ کے علاوہ بستہ اور المریہ کو ساتھ ملا کر ابو عبد اللہ نے اپنی خود مختار سلطنت کا اعلان کرتے ہوئے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

یہ روح فرسا خبر سن کر سلطان ابوالحسن کی حالت زندگی کے بے شمار استوں اور دکھ میں بدلتے ہوئے سکھ جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس خبر نے سلطان ابوالحسن پر ایسا اثر کیا کہ لگتا تھا اس وقت زمانے بھر کے غموں کی دھول اس کے چہرے پر اڑنے لگی ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن شاید ناکام رہا۔ اس کے بدن پر رعشہ سا طاری ہو گیا تھا۔ ہاتھ کا پینے لگے تھے پھر اچانک اس نے اپنے سر کو تھام لیا اور عجیب سی حالت میں سلطان ابوالحسن زمین پر بیٹھ گیا۔ الزغل، رقیم بن خلاط اور الزجری فوراً آگے بڑھے اور سلطان ابوالحسن کو سنبھالنے لگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد سلطان ابوالحسن نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر وہ پہلے کی طرح اٹھ کھڑا ہوا اور انتہائی پریشانی اور مغموم آواز میں وہ اپنے بیٹے ابو عبد اللہ کو خیالوں میں ہی مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ابو عبد اللہ! میں نہیں جانتا تھا کہ تو نفرت و بغاوت کا فرعون ثابت ہوگا۔ میں اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تو ایک روز حرمت و تقدس کا دشمن بن کر نمودار ہوگا۔ ابو عبد اللہ فرولندہ کے ہاتھ اس جنگ میں اگر مجھے شکست ہو جاتی تو قسم خداوند قدوس کی مجھے اس کا اتنا دکھ اور غم نہ دتا جتنا دکھ اور غم مجھے تیری بغاوت کا ہوا ہے۔ تو نے میرے سینے میں نہیں بلکہ اپنی ملت کی کمر ل خنجر گھونپا ہے۔ تو نے غرناطہ کی مملکت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اپنی مسلم قوم کو ضعف اور کمزوری کا شکار بنا کر رکھ دیا ہے۔ دیکھ ابو عبد اللہ فرولندہ اور جیمی جنہیں تھوڑی دیر پہلے میرے تھوں بدترین شکست ہوئی ہے وہ ہمارے خلاف شیر ہو جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رولندہ ہی کی کوئی سازش ہے کہ اس نے تمہیں میرے خلاف بھڑکا کر بغاوت اور سرکشی پر آمادہ لیا ہے۔ ابو عبد اللہ! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تو بڑا ہو کر ڈس لینے والا سانپ نکلے گا تو قسم خداوند کی اس شرع ہی میں تیرا گلا گھونٹ کر خاتمہ کر چکا ہوتا۔

دیکھ ابو عبد اللہ! میرے خلاف بغاوت کر کے میرے خلاف سرکشی کا علم کھڑا کر کے تو نے برے تن پر درد کی خلعت سجا کر رکھ دی ہے۔ ابو عبد اللہ! اگر مجھ سے کوئی سات بجر کے حسین دلی چھین لیتا اگر مجھے کوئی ساری کانوں کے جواہر سے محروم کر دیتا تو قسم خداوند قدوس کی نشتہ اتنا دکھ اور غم نہ ہوتا جتنا تیری بغاوت اور سرکشی کا ہوا ہے۔

ابو عبد اللہ! تو نے میری لوح عقیدت پر آسیب کی پستیاں ڈال دی ہیں۔ میری شفقت بردارنہ کے چاند شہر میں زمانے کے غموں سے مزین رسوائیاں بھر دی ہیں۔

ابو عبد اللہ! کاش ستاروں کی حشر سامانی میں تو گہنایا ہوا چاند، کلشن کی تازگی میں خزاں قوں کا خونی بگولہ ثابت ہوتا۔ کاش تو میرے خیالوں کے ارتقاء میں سراپوں کا فریب اور باروں کی داستانوں میں زرد موسموں کا جھکڑ بن کر نہ اٹھتا۔ کاش میرے تصور کے آئینے میں تو نرا رول کا اختلاء اور میرے سویروں کی ابتداء میں تو سازشوں کا انت بن کر نمودار نہ ہوتا۔ سن

ابو عبد اللہ اب جبکہ میرے خلاف تو سرکشی کر چکا ہے تو ہسپانیہ کے ہر اڑتے پتے پر تیرا نام خدا کی حیثیت سے پہچانا جائے گا۔ ابو عبد اللہ! تو نے میرے سر پر تھکن راستوں کی خاک ڈال دی ہے۔ میرے مقدر کی انتہائی کوتاہی نے بے حسی کی ناؤ میں ڈال کر رکھ دیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابوالحسن خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی گردن جھک گئی تھی اور وہ گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ اس کے ارد گرد کھڑے الزغل، رقیم بن خلاط اور الزجری بھی پریشان اور مغموم تھے۔ ان کی بھی گردنیں عجیب بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں جھکی ہوئی تھیں۔ سلطان ابوالحسن تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اپنے بھائی الزغل کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

الزغل میرے بھائی! جس وقت ابو عبد اللہ نے میرے خلاف بغاوت اور سازش نہ کی تھی اس وقت بھی مجھے اپنے سامنے تو ہی نظر آتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میرے بعد تو ہی وہ ہستی ہے جو غرناطہ کی سلطنت کے لئے ایک ستون اور سہارا ثابت ہو سکتی ہے۔ میرے بھائی میں جانتا ہوں تو دلیر، شجاع اور مخلص دیانتدار اور امانت دار ہے پر میں کیا کروں ابو عبد اللہ میرے خلاف بغاوت کر چکا ہے۔ دیکھ میرے بھائی میں تمہیں آزاد چھوڑتا ہوں۔ چاہے ابو عبد اللہ کا ساتھ دو چاہے ماضی کی طرح میرے ساتھ رہو۔

سلطان ابوالحسن کے ان الفاظ پر الزغل کی حالت عجیب ہو گئی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں تھیں۔ وہ بری طرح ہونٹ کاٹ رہا تھا پھر اچانک اسے نہ جانے کیا ہوا وہ بھاگا اور ایک دم ابوالحسن سے لپٹ کر اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر بلک بلک کر رونے لگا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط اور الزجری بھی سسک پڑے تھے۔ الزغل تھوڑی دیر تک اپنے بھائی ابوالحسن سے لپٹ کر روتا رہا۔ اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں نے سلطان ابوالحسن کی عبا کے پشتی حصے کو تر کر دیا تھا۔ ابوالحسن اس دوران برابر کبھی الزغل کے سر پر ہاتھ پھیرتا کبھی اس کی پیٹھ تھپتھپاتا پھر الزغل علیحدہ ہوا۔ اپنی عبا کے پہلو سے اس نے اپنی آنکھیں خشک کیں۔ پھر وہ ابوالحسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

برادر محترم! ابو عبد اللہ کے ساتھ میرا رشتہ آپ کے حوالے سے تھا۔ جب ابو عبد اللہ نے باپ ہی کے خلاف بغاوت اور سرکشی کر دی تو میرا اس کے ساتھ کیا رشتہ رہا۔ میرا وہ بھتیجا صرف آپ کے ساتھ رشتے کی وجہ سے تھا۔ جب اس نے آپ کے ساتھ سارے رشتوں کو منقطع کر لیا تو میرا اس سے کیا واسطہ کیا تعلق؟ سلطان محترم! میرا نام الزغل ہے۔ میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں۔ قسم خداوند قدوس کی آپ کی انا آپ کی عزت اور عظمت کی خاطر اگر مجھے اپنے جسم کا سارا خون بھی بہانا پڑا تو آپ دیکھیں گے الزغل ایسا کرنے سے دریغ نہیں کرے

گا۔ برادر محترم! میں ماضی میں بھی آپ کے ساتھ تھا، حال میں بھی اور مستقبل میں بھی اس وقت تک آپ کا ساتھ دوں گا جب تک موت مجھے اپنی قبر میں نہیں اتار دیتی۔

سلطان ابوالحسن اپنے بھائی کی اس گفتگو سے ایسا متاثر ہوا تھا کہ اس کی آنکھیں بھیک گئیں آگے بڑھ کر الزغل کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور لگاتار وہ اس کی پیشانی چومنے لگا تھا۔ پھر دونوں بھائی علیحدہ ہوئے تھوڑی دیر مزید خاموشی رہی پھر اس کے بعد سلطان ابوالحسن نے رقیم بن خلاط اور الزجری دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

رقیم بن خلاط اور الزجری میرے بیٹو! ماضی میں جو تم نے میرا ساتھ دیا مجھے تمہارے اس ساتھ پر فخر ہے۔ تم نے جو میرے ساتھ خلوص کا اظہار کیا قسم خداوند قدوس کی میں تمہارے اس خلوص کو بھی اپنے لئے ایک سعادت خیال کرتا ہوں۔ اب جبکہ غرناطہ کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے میں تم دونوں کو آزادی دیتا ہوں چاہے میرا ساتھ دو، چاہے ابو عبد اللہ کا۔ اگر تم دونوں میں سے کوئی ابو عبد اللہ کا ساتھ دینا چاہے تو قسم خداوند کی مجھے اس کے خلاف کوئی شکوہ کوئی شکایت نہ ہوگی۔

سلطان ابوالحسن کے ان الفاظ پر رقیم بن خلاط اور الزجری دونوں نے تڑپ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر رقیم بن خلاط ابوالحسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! میں کسی ابو عبد اللہ کو نہیں جانتا نہ اس سے میرا تعارف ہے۔ ابو عبد اللہ کی میں اگر عزت کر سکتا تو وہ آپ کے حوالے سے تھی اور اس رشتے کی بنا پر ہوتی کہ آپ کا بیٹا تھا لیکن اب جبکہ وہ آپ سے سارے رشتے منقطع کر چکا ہے تو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سلطان محترم! میں ابو عبد اللہ کو غرناطہ کا سلطان ماننے سے انکار کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ جب تک رقیم بن خلاط کے جسم میں خون کی آخری بوند ہے میں اپنا تن من دھن سب کچھ آپ پر قربان کرتا رہوں گا۔ میرے خیال میں الزجری بھی میرے خیالات کی تائید کرے گا۔ اس موقع پر الزجری فوراً کہنے لگا۔

سلطان محترم! جو کچھ امیر رقیم بن خلاط نے کہا ہے تو یہ جانیں یہ میرے دل کی آواز ہے۔ قسم خداوند قدوس کی ہزاروں ابو عبد اللہ ایک طرف ہوں اور آپ کی ذات ایک طرف تو بھی میں آپ کی ذات پر فخر کروں گا اور ہزاروں ابو عبد اللہ پر آپ کو ترجیح دوں گا۔

رقیم بن خلاط اور الزجری کے جواب سے سلطان ابوالحسن کو تقویت ہوئی باری باری آگے بڑھ کر الزغل کی طرح انہوں نے رقیم بن خلاط اور الزجری کی بھی پیشانی چومی پھر سلطان ابوالحسن پیچھے ہٹا اور کہنے لگا۔

الزغل میرے بھائی! رقیم بن خلاط اور الزجری میرے بیٹو! اب جبکہ تم میرا ساتھ دینے کا

عہد کر چکے ہو۔ اب غرناطہ جانا ہمارے لئے ممکن نہیں رہا۔ اگر میں ابو عبد اللہ کے خلاف سرکشی کرتا ہوں تو یاد رکھو دونوں طرف سے مسلمانوں کا قتل عام ہوگا اس کا فائدہ نصرانی حکومتوں کو ہوگا میں مالقہ کو اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بناؤں گا اور نصرانیوں کی جو بھی قوت مسلمان علاقوں پر بری نگاہ ڈالے گی۔ اس کے راستے میں میں چٹان اور دیوار بن کر کھڑا ہو جاؤں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابو الحسن تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوا کچھ سوچا پھر وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

رقیم میرے بیٹے! گزشتہ جنگ میں تمہاری کارگزاری سب سے عمدہ اور اچھی رہی ہے۔ تم نے جو فرواندہ کے محافل قتل عام کیا اس کے بعد دشمنوں کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوئے تو اس سے تم نے دشمن کی شکست کو یقینی بنادیا۔

رقیم میرے بیٹے! تو جانتا ہے کہ فرواندہ کے پڑاؤ سے خوراک اور سامان حرب کی صورت میں ہمیں بہت کچھ ملا ہے۔ اس سامان سے جو کچھ بھی تولینا چاہے لے لے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں تو ضرورت مند ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

سلطان محترم! اب جبکہ آپ غرناطہ کے بجائے مالقہ کو اپنی قوت کا مرکز بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو نئے مرکز میں آپ کو نہ صرف یہ کہ خوراک اور سامان حرب کی ضرورت ہوگی بلکہ آپ کو نقدی کی بھی ضرورت پڑے گی لہذا سلطان محترم فرواندہ کے پڑاؤ سے جو کچھ بھی ملا ہے اس کی ہر شے سے دستبردار ہوتا ہوں۔ وہ سب سلطان محترم آپ کی ملکیت ہے۔ وہ ساری چیزیں آپ مالقہ لے جائیں اور نئی سلطنت استوار کرنے میں وہ آپ کے کام آئیں گی۔

رقیم بن خلاط کے اس جواب سے سلطان ابو الحسن اور الزغل ایسے خوش ہوئے کہ دونوں بھائیوں نے آگے بڑھ کر باری باری رقیم بن خلاط کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ پھر سلطان ابو الحسن کہنے لگا۔ رقیم میرے بیٹے! میں جانتا ہوں تو یہاں سے نکل کر اپنے ریوڑ کی طرف جائے گا۔ میں الزغل اور الزجری اب اپنے لشکر اور سارے سامان کے ساتھ مالقہ کا رخ کریں گے۔ میرے بیٹے! ہمارے ساتھ رابطہ اور تعلق رکھنا میں بھی جب ضرورت پڑی تو تمہیں ضرور یاد کروں گا۔ اس پر رقیم بن خلاط بولا سلطان محترم! آپ بے فکر رہیں۔ یوں جانیں کہ جس طرح پانی کے بغیر پھل نہیں رہ سکتی اسی طرح میں بھی آپ لوگوں کے بغیر ہسپانیہ میں زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ سلطان محترم جب بھی آپ مجھے پکاریں گے میں آپ کی ہر پکار پر دشمن کے خلاف لیک کہوں گا۔

رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر سلطان ابو الحسن، الزغل اور الزجری تینوں خوش ہو گئے تھے۔ پھر سب نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اس کے بعد سلطان ابو الحسن، الزغل اور الزجری اپنے

لشکر اور سامان کو لے کر میدان جنگ سے مالقہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

رقیم بن خلاط وہیں کھڑا ہو کر انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ رقیم بن خلاط کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ تب رقیم بن خلاط مڑا اس کے پیچھے اس کا لشکر تھا۔ جونہی رقیم بن خلاط مڑا اس نے دیکھا ایک سوار گھوڑے کی باگ تھامے اس کی پشت کی طرف کھڑا شاید کچھ کہنے کا منتظر تھا۔

رقیم بن خلاط کے مڑتے ہی وہ سوار رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ امیر! میں پڑاؤ کی طرف سے آیا ہوں اور مجھے منذر بن طریف نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے اور میں آپ کے لئے ایک پیغام رکھتا ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے فکر مندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیسا پیغام؟ جواب میں وہ قاصد کہنے لگا۔

امیر محترم! فرواندہ کی بہن اویہ اور ازایلا کی بہن اربونہ اس وقت ہمارے ریوڑ میں موجود ہیں۔ منذر بن طریف نے ان دونوں کو آپ کے خیمے میں ٹھہرا رکھا ہے۔ اور وہ دونوں آپ سے ملنے کے لئے بے چین ہیں۔ لہذا منذر بن طریف نے آپ کو واپس پڑاؤ میں بلایا ہے۔ نویرہ اور اربونہ دونوں نے منذر بن طریف سے آپ کے متعلق پوچھا منذر بن طریف نے یہ بہانہ کر دیا کہ ایو لیس ہسپانیہ کے شمال مغربی حصوں کی طرف نئی نیا چراگاہوں کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ آپ پڑاؤ میں جا کے نویرہ اور اربونہ سے یہی بہانہ کریں گے۔

اس قاصد کا یہ پیغام سن کر رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی اس کا لشکر بڑی تیزی سے دریائے کبیر کے کنارے اپنے پڑاؤ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔

سلطنت غرناطہ کی حدود چھوڑنے سے پہلے رقیم بن خلاط نے اپنے ساتھیوں کو اپنی بیعت اپنا علیہ بدلنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی ان کی آن میں رقیم بن خلاط اور اس کے سارے لشکریوں نے اپنا جنگی لباس تبدیل کر کے چرواہوں جیسا لباس پہن لیا تھا۔ پھر رقیم بن خلاط نے کچھ اس رفتار سے آگے بڑھنا شروع کیا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ پوری رات سفر کرتا رہا یہاں تک کہ علی الصبح وہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے کبیر کے کنارے اپنے پڑاؤ میں داخل ہوا تھا۔

رقیم بن خلاط جب اپنے خیمے میں آیا تو خیمے کے سامنے اس کا استقبال کرنے کے لئے منذر بن طریف کے ساتھ نویرہ اور اربونہ کھڑی تھیں۔ خیمے سے قریب آ کر رقیم بن خلاط جونہی اپنے گھوڑے سے اترا ایک چرواہا بھاگتا ہوا آیا اور رقیم بن خلاط کے گھوڑے کی باگ اس نے پکڑ لی۔ پھر وہ گھوڑے کو ایک طرف لے گیا تھا۔ رقیم بن خلاط آہستہ آہستہ چلتا ہوا

انے کا انکشاف کرتے ہوئے عار اور شرم محسوس نہیں کرتی کہ میں آپ کو اور اربونہ آپ کے اچھی اور نائب بوریلی کو پسند کرنے لگی ہیں۔ میں اور اربونہ دونوں نے اپنی اس پسند اور محبت انکشاف اپنے بھائی فرولندہ اور ملکہ ازایلا پر بھی کیا تھا۔ میں آپ دونوں پر یہ بھی خوش آمد انکشاف کروں کہ میرے بھائی فرولندہ اور میری بھانج ازایلا دونوں نے مجھے آپ سے اور اربونہ کو آپ کے ساتھی بوریلی سے منسوب کر دیا ہے۔ اب اگر آپ دونوں نے بھی ہمارے ساتھ اپنی پسندیدگی، چاہت اور محبت کا اظہار کیا تو میرا بھائی جس وقت آپ چاہیں گے مجھے آپ سے اور اربونہ کو بوریلی سے بیاہ دے گا۔

نوریہ کے اس انکشاف پر رقیم بن خلاط کی گردن جھک گئی تھی۔ وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اس نے گردن سیدھی کی۔ لمحہ بھر کے لئے نوریہ اور اربونہ کی طرف دیکھا پھر وہ نوریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ قرطبہ کی بیٹی! میں ہی نہیں بلکہ میرا ساتھی بوریلی بھی اس بات پر فخر کرے گا کہ تم مجھ سے اور اربونہ بوریلی سے محبت کرتی ہیں۔ پر کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارے بھائی فرولندہ اور ہماری بھابی ازایلا نے تم دونوں کی تسلی اور تشفی کے لئے وقتی طور پر تم دونوں کو ہم سے منسوب کر دیا ہو اور بعد میں پھر وہ کسی وقت بھی تمہارا ہاتھ کسی اور کے ہاتھ میں دے دیں۔ پھر برے خیال میں کوئی بھی حکمران اپنی بہن کوئی ملکہ اپنی بیگم کو چرواہوں سے منسوب کرنا بند نہیں کرے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تو نوریہ بڑے عزم بڑی حوصلہ بندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ دیکھیں محترم ایرولیس! یہ ہرگز مذاق نہیں ہو سکتا۔ میں آپ سے اور اربونہ بوریلی سے سچی اور ستھری محبت کرتی ہے۔ اگر میرے بھائی فرولندہ یا میری بھانج ازایلا نے آنے والے دور میں ہماری آپ سے نسبت منقطع کرنے کی کوشش کی تو ادرکھے میں اور میری بہن اربونہ اس فیصلے کے خلاف بغاوت کریں گے۔ میں اور اربونہ دونوں ہی دل کی گہرائیوں سے آپ دونوں کو اپنی زندگی کا ساتھی چن چکی ہیں۔ لہذا کسی کی مجال نہیں کہ اس فیصلے میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ آخری فیصلہ ہے اور میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ہم دونوں ہمیشہ کسی کو اس میں تبدیلی کرنے کی اجازت نہیں دیں گی۔

اس بار رقیم بن خلاط نے بھی بڑے عزم اور بڑی جراتمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ دیکھ نوریہ! اگر تم مجھے پسند کرتی ہو اور اربونہ بوریلی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکی ہو تو ہم تم دونوں کا پورا پورا ساتھ دیں گے میں تم دونوں بہنوں کو یقین دلاتا ہوں کہ وقت

منذر بن طریف کے پاس آیا اور پھر پورا انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔ پھر وہ نوریہ اور اربونہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں کے پہنچنے کی خبر مجھے مل گئی تھی۔ میں شاید چند دن مزید اپنے پڑاؤ میں نہ لوٹا کہ منذر بن طریف نے جو قصد میری طرف روانہ کیا تھا اس کے ذریعے مجھے جب تم دونوں کے آنے کی اطلاع ملی تو میں فی الفور واپسی کا سفر طے کرتے ہوئے پڑاؤ میں پہنچ گیا دراصل میں اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ ہسپانیہ کے شمال مغربی حصوں کی طرف قابل استعمال چراگاہوں کی تلاش میں نکلا ہوا تھا۔ اس بار نوریہ بولی اور بڑی مٹھاس اور شیرینی میں رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ کو وضاحت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کوئی آپ سے جواب طلبی نہیں کر رہا۔ اس لئے کہ آپ خود اس قابل ہیں کہ اوروں اور دوسروں سے جواب طلبی کریں۔ اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے خیال میں خیمے میں چل کر بیٹھنا چاہئے۔ نوریہ اور اربونہ دونوں نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ چاروں خیمے میں داخل ہو گئے تھے۔ خیمے میں جا کر جب چاروں بیٹھ گئے تب نوریہ رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے چاہتوں اور محبت بھری آواز میں کہنے لگی۔

میں اور اربونہ بڑی بے چینی سے آپ ہی کا انتظار کر رہی تھیں۔ ہم دونوں بہنوں نے گزشتہ دو دنوں سے آپ کے پڑاؤ میں قیام کر رکھا ہے۔ شاید آپ یہ خیال کریں کہ کسی مطلب برادری کے لئے ہم دونوں بہنیں قرطبہ سے یہاں آکر بیٹھ گئی ہیں تو میں آپ پر واضح کر دوں کہ جس وقت میرا بھائی فرولندہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے نکلا تھا تو اس کے قرطبہ سے نکلنے سے پہلے ہی اس سے اور اپنی ملکہ بہن ازایلا سے آپ کی طرف آنے کی اجازت طلب کی تھی اور ان دونوں نے بخوشی مجھے اور اربونہ کو آپ اور بوریلی سے ملنے کی اجازت دے دی تھی۔ اجازت ملنے کے بعد ہی ہم دونوں بہنوں نے آپ کے پڑاؤ کا رخ کیا۔ دراصل میں اور اربونہ مل کر آپ اور بوریلی پر ایک بہت بڑا انکشاف کرنا چاہتی ہیں۔ نوریہ کے ان الفاظ پر رقیم بن خلاط نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں اس سے پوچھنے لگا۔

تم اور اربونہ مجھ پر اور بوریلی پر کیسا اور کس طرح کا انکشاف کرنا چاہتی ہو۔ اس پر نوریہ پھر کہہ رہی تھی۔

دیکھو محترم ایرولیس! یہ بات اب پورے اندلس میں روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ اور بوریلی نے میری اور میری بہن کی جان اور عصمت کی حفاظت کی میں آپ دونوں کے

مندى کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ملکہ عائشہ آتے ہی قہر مانی اور غضبناکی میں ابو عبد اللہ پر برس پڑی۔ ابو عبد اللہ! تو نے سلطان ابوالحسن کے خلاف بغاوت کر کے ایک باپ کی ساری شفقت اور ماں کی ساری مامتا کو پاؤں تلے روند دیا ہے۔ ابو عبد اللہ! آج تک دشمن کے مقابلے میں اپنے باپ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ ابو عبد اللہ! اپنے باپ کے خلاف بغاوت کر کے تو نے روشنی اور تقدس کے جزیروں سے نکل کر کانٹوں اور ببولوں کا راستہ اپنایا ہے۔ ابو عبد اللہ! تو نے ریشم کی پوشاک اتار کر نفرت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔

سن ابو عبد اللہ! جب تک تو اپنے باپ کے زیر سایہ تھا تو سلطان کی آنکھوں کی دیواروں میں محفوظ خوابوں کے آنگن کی مانند تھا۔ سلطان کے خلاف بغاوت اور سرکشی کر کے تو نے بھنور اور بادبان کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے۔

جب تک تو سلطان ابوالحسن کی شفقت پر: کے زیر سایہ تھا۔ خوشبو کی ساری کبکھائیں روز و شب کی رعنائیاں عروج حکمت دانش، زلف و رخسار کے آئینہ گویا ہر شے تیرے سامنے سرگوشی تھی۔ کوئی بھی آداب شاہی کو ملحوظ رکھے بغیر تم سے گفتگو نہ کرتا تھا۔ لوگ امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ اپنی نسلوں کا رہبر بن کر نکلے گا۔

لیکن سلطان کے خلاف بغاوت کر کے تو نے سرما کے بھنورے کا کردار اپنایا ہے۔ سن ابو عبد اللہ! اب ارض کے مجبور اور بے بس سینے پر تو زنجیر کی کڑیوں کی جھنکار کی طرح بے وقعت ہو کر رہ جائے گا۔ وہ دشمن جو اس سے پہلے سلطان ابوالحسن کی قوت اور طاقت کی وجہ سے دبے ہوئے تھے اب ظلم و ستم کے کوہ گراں خوئی وادیوں کی کاٹتی خاموشی اور مرگ آرزو کی شام کی طرح اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر تیرے سامنے آن کھڑے ہوں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ملکہ عائشہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر گہرے تفکرات تھے۔ چہرہ غم کے باعث پیلا ہو رہا تھا تھوڑی دیر دم لینے کے بعد ملکہ عائشہ پھر کہتی چلی گئی۔

دیکھ ابو عبد اللہ! سلطان ابوالحسن کے بغیر اب غرناطہ کی فضائے دل خار خار شجر و حجر دل گرفتہ لگتے ہیں۔ سلطان ابوالحسن کے بغیر اس سلطنت کی عزت کے سارے الفاظ جاں بلب، عظمت کے ہزاروں معانی منتشر اور عزت و عصمت کی کلیاں بے تنگ و نام ہو کر رہ جائیں گی سلطان ابوالحسن کے بغیر غرناطہ کی گلیوں میں بے وفائیں، ہجر کی گردنوں میں بائیں ڈال کر ناپائیدارگی۔ ملکہ عائشہ پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہی۔ اس کے بعد دوبارہ بولی۔ ابو عبد اللہ! کاش میرے بیٹے کی حیثیت سے تو نے اپنے باپ سلطان کے خلاف بغاوت نہ کی ہوتی۔ تو نے بغاوت کر کے مجھے بھی اس قابل نہیں رکھا کہ میں سلطان کے سامنے اپنا چہرہ لے کر جاؤں اس

کے اندھ چاہے کیسا ہی انقلاب رونما کیوں نہ ہو جائے میں اور بوریلی کسی بھی صورت تم دونوں کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ رفیق بن خلاط کا یہ جواب سن کر نوریہ اور اربوہ دونوں ہی مطمئن اور خوش ہو گئیں تھیں۔ پھر اس بار اربوہ کہنے لگی۔

ایرویس میرے بھائی! میرا اور نوریہ کا یہاں آنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ ہم دونوں بہنیں براہ راست آپ پر اپنی محبت کا اظہار کریں اور آپ سے یہ یقین دہانی حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ آپ دونوں بھی ہمیں اپنی زندگی کا ساٹھی بنانے کے لئے تیار ہیں اب جبکہ آپ دونوں نے ہمیں مثبت جواب دیا ہے تو میں اور نوریہ آج ہی واپس جائیں گی اور بڑی بے چینی سے آپ دونوں کا انتظار کریں گی۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ دونوں کبھی اپنے ریوڑ کے ساتھ قرطبہ کی طرف آئیں اور پھر آپ دونوں مجھے اور نوریہ کو فرولندہ اور ازایلا سے مانگ لیں۔ ایرویس میرے بھائی! میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ قرطبہ میں شاہی محل کے اندر زندگی بسر کرنے پر میں اور نوریہ دونوں بہنیں آپ اور بوریلی کی معیت میں اس ریوڑ کی زندگی کو ترجیح دیں گی اس پر رفیق بن خلاط فوراً بولا۔

دیکھ اربوہ میری بہن! میں تم دونوں کی ذات پر فخر کرتا ہوں کہ تم دونوں نے ہمارا ساتھ دینے کا عزم اور فیصلہ کیا ہے۔ بہت جلد میں قرطبہ کی طرف آؤں گا۔ ہم دونوں فرولندہ اور ازایلا سے ملیں گے تم دونوں کو اپنے لئے ان سے مانگیں گے اور پھر تم دونوں کو بیاہ کر اپنے ریوڑ میں لے آئیں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم چاروں بہترین ساتھیوں کی صورت میں زندگی بسر کر سکیں گے۔ اس کے ساتھ ہی رفیق بن خلاط نے منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بوریلی میرے بھائی صبح کے کھانے کا بندوبست کرو مجھے بھوک لگی ہے۔ منذر بن طریف فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ دو لشکر آئے وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ چاروں نے اس خیمے میں مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد نوریہ اور اربوہ جن خانہوں کے ساتھ قرطبہ آئی تھیں انہیں محافظوں کے ساتھ واپس قرطبہ کی طرف کوچ کر گئی تھیں۔

○

غرناطہ کے قصر الحمرا میں ابو عبد اللہ اپنی نئی نویلی بیوی روزان اور فرولندہ کے لئے کام کرنے والے اور بنو زجر کے سردار جریر بن حمدون کے ساتھ بیٹھا بات بات پر تہقہ لگا رہا تھا۔ اب وہ غرناطہ کا سلطان تھا اس نے گویا برسوں سے اٹکڑائیاں لیتی اپنی آرزو پوری کر لی تھی۔ تینوں گفتگو کرتے ہوئے بار بار تہقہ لگا رہے تھے کہ قصر الحمرا کے اس کمرے میں آگ کے شعلوں اور بگولوں کی طرح ملکہ عائشہ داخل ہوئی۔

ملکہ کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے ابو عبد اللہ کے علاوہ جریر بن حمدون اور روزان بھی فکر

لئے کہ سلطان ضرور اس غلط فہمی میں مبتلا ہو چکے ہوں گے کہ تجھے بغاوت پر اکسانے والی میں ہی ہوں۔ مجھے یہ بھی خبر مل گئی ہے کہ سلطان نے فروندہ اور اس کے حواریوں کو بدترین شکست دی ہے۔ وہ چاہتے تو اپنا لشکر لے کر غرناطہ پر چڑھ دوڑتے۔ تیری ساری بغاوت کو فرو کرتے تیرے حواریوں کی گردنیں کاٹتے اور تجھے زندان میں ڈال دیتے۔ لیکن دیکھ ابو الحسن ایک شریف اور محبت کرنے والا باپ ثابت ہوا۔ اپنے لشکر کے ساتھ غرناطہ کا رخ کرنے کے بجائے میں نے سنا ہے وہ اپنے بھائی الزغل کو لے کر مالقہ کی طرف چلے گئے ہیں۔

ابو عبد اللہ! کاش تو نے میرے شوہر کے ساتھ بغاوت نہ کی ہوئی۔ ابو عبد اللہ! کاش تو نے غرناطہ کے سلطان ابو الحسن کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کیا ہوتا۔ یہاں تک کہنے کے بعد جب ملکہ خاموش ہوئی تو ابو عبد اللہ مدہم سی دھیمی آواز میں ملکہ عائشہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مادر محترم! میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنی اور آپ کی بہتری کے لئے ہی کیا ہے۔ اگر ایسا نہ کرتا تو یقیناً جانے سلطان میری جگہ آپ کی بوت ضرایہ کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو اپنا ولی عہد بنا دیتے۔ ایسی صورت میں کیا آپ پسند کرتیں کہ آپ کی سوت ضرایہ کے بیٹے حکمرانی کرتے اور آپ اپنی سوت ضرایہ کے سامنے بے بس اور مجبور رہ کر زندگی بسر کرتیں۔ اس پر عائشہ پھر برس پڑی اور کہنے لگی۔

سن ابو عبد اللہ! یہ سب تمہاری خرافات تمہاری غلط فہمیاں، تمہارا دھوکہ اور تمہارا فریب ہے۔ میں جانتی ہوں سلطان ابو الحسن کسی بھی صورت میں میری سوت ضرایہ کے بیٹوں میں سے کسی کو بھی اپنا ولی عہد چننے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ تمہیں بھی اپنا عہد نہ بنانا چاہتے تھے۔ بلکہ وہ یہ عزم کر چکے تھے کہ اپنے بھائی الزغل کو اپنا جانشین اور اپنا ولی عہد چنیں گے۔ سنو ابو عبد اللہ! تم بھی جانتے ہو مجھے بھی خبر ہے کہ تم دونوں بھائی اور میری سوت ضرایہ کے سارے بیٹے الزغل کی دلیری، اس کی شجاعت، اس کے ایثار، اس کی سرفروشی، اس کی ہمت اور اس کی جوانمردی کے سامنے پیچ پست اور ذلیل ہو۔ الزغل وہ باہمت جوان ہے جو میدان جنگ کے بیچ میں کھڑے ہو کر تکبیریں بلند کر کے دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا فن جانتا ہے الزغل ہسپانیہ کے مسلمانوں کا وہ غر اور جاٹار سپہت ہے جس نے کبھی بھی کسی موقع پر دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔ ہمیشہ چھاتی تان کر دشمن کا مقابلہ کیا ہے اور فتح مند ہی رہا ہے۔ تم سب کی نسبت یقیناً الزغل اس قابل ہے کہ اسے سلطان ابو الحسن اپنا ولی عہد اور اپنا جانشین مقرر کریں۔ ابو عبد اللہ! اتنا بڑا قدم اٹھانے سے قبل کاش تم نے جریر بن حمدون سے ہی مشورہ کر لیا ہوتا۔ اس پر ابو عبد اللہ فوراً پھر کہنے لگا۔

مادر محترم! آپ یقیناً جانتے یہ بڑا قدم میں نے ابن حمدون سے مشورہ کرنے کے بعد ہی

اٹھایا ہے۔ اس پر ملکہ عائشہ نے تیز نگاہوں سے جریر بن حمدون کی طرف دیکھا اور جواب طلبی کے انداز میں پوچھا اے ابن حمدون کیا تو نے بھی ابو عبد اللہ کو ایسا ہی مشورہ دیا۔ اس پر ابن حمدون نے اپنے دونوں ہاتھ چھاتی پر باندھ لئے اور سر کو خم کیا پھر بڑے تعظیمی انداز میں کہنے لگا۔

ملکہ محترم! یقیناً میں نے ہی ایسا مشورہ دیا تھا اس لئے کہ مجھے خبر دینے والوں نے یہ خبر دی تھی کہ عنقریب سلطان ابو الحسن آپ کی سوت ضرایہ کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو اپنا ولی عہد بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ملکہ عائشہ نے ابن حمدون کو اپنی بات مکمل نہ کرنے دی اور بری طرح برس پڑی۔

سن ابن حمدون تم نے یقیناً غلط مشورہ دیا۔ جس شخص نے تمہیں یہ خبر دی کہ سلطان ضرایہ کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو اپنا ولی عہد مقرر کر لے گا، جھٹکے ہیں اس نے تم سے جھوٹ اور کذب کیا۔ اس نے تم سب کو دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی دھوکے اور فریب میں تم نے سلطان کے خلاف بغاوت کرنے کی لعنت مول لے لی۔ اس موضوع پر چند ہفتے قبل سلطان کے ساتھ میری گفتگو ہو چکی تھی سلطان اپنے بھائی الزغل کو اپنا ولی عہد بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ابو عبد اللہ تو نے بغاوت کر کے میری ساری عظمت سارے وقار کو خاک میں ملادیا ہے۔ اس پر ابو عبد اللہ کہنے لگا۔

مادر محترم! آپ کی عزت و وقار میں کمی نہیں ہوئی۔ آپ پہلے صرف غرناطہ کی ملکہ تھیں اب آپ غرناطہ کی مادر ملکہ ہیں۔ اس لحاظ سے پہلے کی نسبت آپ کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ اس پر ملکہ عائشہ نے بری طرح ابو عبد اللہ کو جھڑکتے ہوئے کہا ایسے اضافے پر میں لعنت بھیجتی ہوں۔ ابو عبد اللہ! اب بھی اگر تم چاہو تو سلطان سے معافی مانگ کر اپنا معاملہ صاف کر لو۔ میں بھی تمہیں معاف کر دوں گی سمجھوں گی کہ غلطی ہوئی ہی نہیں۔ اس پر ابو عبد اللہ اپنے سر کو خم کرتے ہوئے کہنے لگا۔

مادر محترم! اگر آپ کا یہی مشورہ اور یہی حکم ہے تو میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ میں چند یوم تک اپنے چند محافظ دستوں کو لے کر مالقہ کی طرف جاؤں گا اور اپنا سر اپنے والد محترم ابو الحسن کے قدموں میں ڈال دوں گا اور جو بغاوت اور سرکشی میں نے ان کے خلاف کی ہے اس کی معافی مانگ لوں گا۔ ابو عبد اللہ کے اس جواب پر ملکہ عائشہ خوش ہو گئی تھی۔ آگے بڑھ کر ماما کے بھر پور جذبے میں ابو عبد اللہ کے سر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ اس کمرے سے نکل گئی تھی۔ ملکہ عائشہ کے جانے کے بعد جریر بن حمدون ابو عبد اللہ کے قریب آیا اور راز دارانہ انداز میں پوچھا۔

ابو عبد اللہ! آپ نے کیا کہہ دیا۔ آپ کیسے چند دستوں کے ساتھ مالعہ جائیں گے اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لیں گے۔ ابو عبد اللہ! یاد رکھنا اگر سلطان کی خدمت میں تم حاضر ہوئے اور سلطان نے تمہیں معاف بھی کر دیا تو الزغل ایسا دلیر، شجاع اور منہ زور ہے کہ وہ کسی بھی صورت تمہاری لغزش کو معاف نہیں کرے گا بلکہ تم پر حملہ آور ہو کر تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دے گا۔ جریر بن حمدون کے ان الفاظ پر ابو عبد اللہ نے کراہت آمیز ایک بھرپور اور بلند قہقہہ لگایا پھر وہ ابن حمدون کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن حمدون تم بھی سادہ لوح سردار ہو۔ کون کافر سلطان ابو الحسن کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگے گا۔ اس وقت میں غرناطہ کا سلطان ہوں اور کوئی بھی شخص بادشاہ اور سلطان بننے کے بعد اپنی سلطنت اور اپنی بادشاہت سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔ میں سمجھتا ہوں مجھے جو عظمت اور بلندی ملی ہے یہ تمہاری اور روزانہ کی وجہ سے ہے۔ اگر تم دونوں مجھے مشورہ نہ دیتے تو میں کبھی بھی سلطان کے خلاف بغاوت اور سرکشی کرنے کی ہمت نہ کرتا۔ اب میں ایسا کروں گا کہ چند روز تک ایک بہت بڑا لشکر ترتیب دوں گا۔ اپنی مادر ملکہ کو میں یہ فریب دوں گا کہ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگنے کے لئے مالعہ جا رہا ہوں۔ روانگی سے ایک دن پہلے ہی میں لشکر کے بڑے حصے کو غرناطہ شہر سے نکال دوں گا پھر چند دستوں کے ساتھ دوسرے روز میں غرناطہ سے نکلوں گا اور سلطان سے معافی مانگوں گا بلکہ مالعہ پر حملہ آور ہوں گا اور مالعہ کو بھی سلطان سے چھیننے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ اگر میری اور والد محترم کی جنگ ہوئی تو میں اس جنگ میں کامیاب رہوں گا اور اگر اس میں میں نے سلطان اور ان کے بھائی الزغل کو گرفتار کر لیا تو میں انہیں افریقہ روانہ کر دوں گا۔ اس کے بعد میں بلا شرکت غیرے غرناطہ کے حکمران کی حیثیت سے اپنی من مانی کروں گا۔ کہو ابن حمدون یہ تجویز اور یہ تدبیر کیسی ہے۔

قبل اس کے کہ ابن حمدون اپنے خیالات کا اظہار کرتا اس سے پہلے ہی روزانہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں آگے بڑھی اپنا گداز خوبصورت ہاتھ اس عبد اللہ کے شانے پر رکھا اور مٹھاس بھری آواز میں کہنے لگی۔

ابو عبد اللہ، میرے محبوب! آپ کا یہ فیصلہ آپ کی یہ تجویز اس قابل ہے کہ اسے سونے اور موتیوں میں تول دیا جائے۔ میں سمجھتی ہوں یہ فیصلہ انتہا درجے کی دانشمندی اور فراست پر مبنی ہے۔ اب میں بڑی بے چینی سے اس دن کا انتظار کروں گی جب لشکر کے ساتھ آپ غرناطہ سے روانہ ہو کر مالعہ پر حملہ کرنے کیلئے کوچ کریں گے۔ روزانہ کے بعد ابن حمدون نے بھی ابو عبد اللہ کے اس فیصلے اور اس ارادے کی تعریف کی اس کے بعد وہ تینوں اس کمرے سے نکل کر

کل کے دوسرے حصے کی طرف چل دیئے تھے۔

○

سلطان ابو الحسن اور الزغل ایک روز دونوں بھائی قصر کے ایک کمرے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ابو الحسن کے طلایہ گرد دستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن عطاش اس کمرے میں داخل ہوا۔ سلطان نے ہاتھ کے اشارے سے احمد بن عطاش کو اپنے قریب بیٹھنے کو کہا۔ احمد بن عطاش آگے بڑھا۔ بیٹھنے سے قبل اس نے سلطان کو تعظیم دی۔ پھر کہنے لگا سلطان محترم! میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔ اس پر سلطان مایوسی میں کہنے لگا۔ اب میرے لئے اس سے بری خبر اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرے بیٹے نے میرے خلاف بغاوت کر رکھی ہے۔ تم بیٹھو جو کچھ کہنا چاہتے ہو بیٹھ کر کہو۔ احمد بن عطاش نے محسوس کیا سلطان ابو الحسن کی آواز میں انتہا درجے کی مایوسی اور ناامیدی تھی۔

تھوڑی دیر تک اس کمرے میں کاٹ کھانے والی خاموش طاری رہی پھر احمد بن عطاش کہہ رہا تھا۔ سلطان محترم! میرے ساتھ کام کرنے والے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ چند یوم تک ابو عبد اللہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ غرناطہ سے نکلے گا اور مالعہ پر حملہ آور ہو گا اس کا ارادہ یہ ہے کہ آپ دونوں بھائیوں کو شکست دے کر آپ کو گرفتار کرے اور پھر افریقہ کی طرف ملک بدر کرے غرناطہ کی سلطنت میں اپنی من مانی کرے۔

احمد بن عطاش کے اس انکشاف پر سلطان ابو الحسن کے چہرے پر مغموم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر انتہائی مایوسی اور پریشانی میں سلطان ابو الحسن کہنے لگا۔

یہ ابو عبد اللہ ہسپانیہ میں عالم اسلام کے آسمان پر منحوس ستارہ، گرے ہوئے برج کا گنبد، بدترین اذیت، خود غرض اور حریص قسمت آزمائے انسان ثابت ہوا ہے۔ یہاں تک کہ کہنے کے بعد سلطان لمحہ بھر کے لئے خاموش ہوا اس کے بعد اس کی آواز جاڑے کی ٹھٹھرتی لمبی رات میں تانت کے روتے باجے اور فریاد کرنے والی شہنائی جیسی سنائی دی۔ سلطان کہہ رہا تھا۔

ابو عبد اللہ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے لئے تباہی کی آگ، مایوسی کا اندھیرا، موت کی منڈی، قضا کا ریلہ، فنا کی تحریر، سنگین رات کی کھوکھلی آواز ثابت ہوا ہے۔ اس نے اپنے کردار اپنی بد دینائی سے ہمیں زندگی کے منجھار تباہی کی آگ اور مایوسی کی گھٹاؤں میں لا کھڑا کیا ہے۔

کاش ابو عبد اللہ خاردار درختوں کی آبیاری کرنے کے بجائے میرے لئے حیات بخش آکھ کا تارہ ثابت ہوتا۔ میرا مضبوط بازو بنتا، نجات دہندہ نور کا روشن دھارا ثابت ہوتا۔ ابو عبد اللہ میں سمجھوں گا تیری صورت میں ہسپانیہ میں ایک اور فرولندہ پیدا ہو گیا ہے۔

سلطان تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے نگاہ اونچی کی اور عجیب سے

انداز میں اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے بھائی الزغل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ الزغل اب تم ہی میرے بھائی بھی ہو میرے بیٹے بھی۔ میرے سامنے اب تم ہی قوم کی آخری تلوار، مایوسی کی آندھیوں میں روشنی کا مینار اور ملت کی کشتی کے پروفا ناخدا ہو، سلطان ابو الحسن کی اس مایوسانہ گفتگو سے خود الزغل بھی اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اپنے چہرے پر اس نے مسکراہٹ بکھیری۔ پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

برادر محترم! میرے علاوہ ایک اور بھی مجاہد ہے جو بھٹکے ہوئے قاتلوں کا ناخدا ہے۔ جو دشمن کو جانوروں کی طرح ہانک کر شکار کرنے کا فن خوب جانتا ہے۔ جو جنگ میں تیزی سے کاوا کاٹ کر ملت کے دشمنوں کو بیابانوں کے دشتوں کی طرح بھگانے کی مہارت رکھتا ہے۔ برادر محترم! قوم کا وہ گم نام مجاہد رقیم بن خلاط ہے جو آکاش کی نیلا بنوں میں رہنما، مایوسی اور ندامت کے آنسوؤں میں سرخ شعلوں کا رقص اور کانٹے دار جھاڑیوں میں تباہی کی آگ بن کر نمودار ہو سکتا ہے۔ سلطان محترم! رقیم بن خلاط وہ ساتھی وہ رفیق ہے جس پر بد سے بدترین حالات میں بھی اعتماد اور بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

الزغل کے ان الفاظ سے سلطان ابو الحسن کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ ناامیدی اور خوشی ملی جلی آواز میں کہنے لگا۔

الزغل میرے بھائی تم ٹھیک کہتے ہو۔ ویرانہ نور رقیم بن خلاط اپنے بھولے بسرے ساتھیوں کے ساتھ ایک ایسی قوت ایک ایسی طاقت ہے جو ملت کی ذوقی کشتی کے ساحل، سہمی سہمی فضاؤں کو رشتوں کی زنجیروں میں جکڑ سکتی ہے۔ الزغل میرے بھائی رقیم بن خلاط ہمارے لئے تقدیر کا ایک نوشتہ ہے۔ ہمارے لئے وہ اونگھتے انسانوں میں انفرادی شجاعت ثابت ہو سکتا ہے۔ الزغل میرے بھائی مجھے رقیم بن خلاط کی سادگی اور متانت اس کی حیات بخش قوت ارادی اور ہمارے دشمنوں کے خلاف اس کی ولولہ انگیزی پر فخر اور ناز ہے۔

سلطان ابو الحسن جب خاموش ہوا تو احمد بن عطاش اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم جو خبر میں نے آپ کو دی ہے یہ خبر میرے جاسوسوں کو رقیم بن خلاط کے جاسوسوں نے ہی مہیا کی تھی۔ اس کی تصدیق کرنے کے لئے پہلے میں رقیم بن خلاط کے مسکن گیا۔ وہاں میری ملاقات مسکن کے نائب امیر منصور بن نعمان سے ہوئی اس کے ساتھ میں نے تفصیل سے گفتگو کی ہے اس نے بھی اس خبر کی تصدیق کی ہے۔ اس لئے کہ منصور بن نعمان نے اپنے امیر رقیم بن خلاط کے کہنے پر غرناطہ اور ابو عبد اللہ کے دوسرے شہروں میں جاسوس پھیلا رکھے ہیں جو انہیں پل پل کی خبروں سے آگاہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہی خبر دی

تھی کہ ابو عبد اللہ چند روز تک مالقہ پر حملہ آور ہونے کے لئے غرناطہ سے نکلے گا۔

سلطان محترم! میں آپ کو ایک اچھی خبر سناؤں اور یہ کہ یہ خبر ملتے ہی منصور بن نعمان نے رقیم بن خلاط کی طرف پیغام بھجوادیا ہے۔ اور اس نے رہنمائی حاصل کی ہے کہ اس سلسلے میں انہیں کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ جس روز شاہین کے ذریعے منصور بن نعمان نے پیغام بھجوایا تھا اسی روز اسے اس کا جواب بھی مل گیا تھا۔ رقیم بن خلاط نے لکھا تھا کہ باغی ابو عبد اللہ کے سامنے وہ اپنے محترم سلطان اور الزغل کو ترجیح دیتا ہے اور انہیں تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ منصور بن نعمان کا کہنا تھا کہ رقیم بن خلاط ایک دو روز تک اپنے ریوڑ اور لشکر کو لے کر مسکن میں داخل ہو جائے گا۔ اس پر سلطان ابو الحسن گہرے سکون اور اطمینان میں کہنے لگا۔

احمد بن عطاش یہ رقیم بن خلاط ہمارے دشمنوں کے لئے یقیناً بجلی کا گہوارہ، کروٹیں لیتا طوفان اور قبر گمنامی سے نکلا طوفانوں کا وہ سایہ ہے جو ہمارے دشمنوں کو یقیناً نادیدہ و ناشیدہ ٹکست و ریخت سے دو چار کر سکتا ہے۔ میرے عزیز میرے فرزند! مایوسی کے اندھیروں میں یقیناً یہ رقیم بن خلاط ہسپانیہ میں عالم اسلام کے لئے روشنی کا مینار اور روشن تارہ ثابت ہو سکتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابو الحسن تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے بھائی الزغل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

الزغل میرے بھائی! ہم دونوں بھائیوں کو بھی ابھی اور اسی وقت سے بد سے بدترین حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری شروع کر لینی چاہئے۔ یہ خبر ہم دونوں بھائیوں کے لیے یقیناً حوصلہ افزا ہے کہ رقیم بن خلاط ابو عبد اللہ کے مقابلہ میں ہماری مدد کے درپے ہے۔ اس کے باوجود میرے بھائی ابو عبد اللہ کے اچانک حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں فی الفور اپنی تیاریاں شروع کر لینی چاہئے۔ میرے بھائی! تم اور احمد بن عطاش میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ابو الحسن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ الزغل اور احمد بن عطاش کو لے کر اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

ایک روز آدھی رات کے قریب رقیم بن خلاط اپنے ریوڑ اور لشکر کے ساتھ اپنے مسکن میں داخل ہوا۔ جونہی وہ مسکن میں داخل ہوا مسکن کے اندر دور و نزدیک سب جگہوں میں رقیم بن خلاط کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا جانے لگا تھا۔ مسکن کے اندر جگہ جگہ مشعلیں روشن کر دی گئیں تھیں اور مسکن کے لوگ جوق در جوق اپنے ریوڑ اور اپنے لشکر کا استقبال کرنے کے لئے رات کی تاریکی میں اند پڑے تھے۔ رات چونکہ آدھی جا چکی تھی لہذا رقیم بن خلاط نے لوگوں کو اپنے کمروں میں جا کر آرام کرنے کا مشورہ دیا اور منذر بن طریف کو اس نے حکم دیا کہ لشکریوں کو

اپنے اپنے برجوں میں جا کر آرام کرنے کا حکم دے دے۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلط اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

رقیم بن خلط تھوڑا سا بی اگے گیا ہو گا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ رات کی تاریکی میں رقیم بن خلط نے چونک کر دیکھا اس کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی اور نہیں بلکہ اس کی اپنی بیوی روطہ تھی۔ روطہ نے رقیم بن خلط کے ہاتھ کو ایک طویل بوسہ دیا اور بڑی مٹھاس، بڑی چاہت اور شیرینی میں کہنے لگی آپ کیسے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلط رات کی تاریکی میں روطہ کو اپنے ساتھ لپیٹتے ہوئے کہنے لگا دیکھ روطہ جس شخص کی تم جیسی بیوی ہو میرے خیال میں اسے دنیا کا کوئی دکھ زمانے کا کوئی غم پریشان اور غمزدہ نہیں کر سکتا۔ اس پر روطہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ یہ آپ حقیقت کہہ رہے ہیں یا میرا دل رکھنے کے لئے میری تعریف کر رہے ہیں۔

رات کی تاریکی میں رقیم بن خلط نے دیکھا روطہ جب مسکرائی تو اس کے سفید چمکتے ہوئے دانت اندھیروں میں روشنی بکھیر گئے۔ و فور محبت میں ایک بار پھر روطہ کو رقیم بن خلط نے لپٹا لیا۔ پھر وہ کہنے لگا دیکھ روطہ تو جانتی ہے میں یوں تعریف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ دیکھ روطہ تو یقیناً میرے لئے پھولوں کی مہک، آبشاروں کا ترنم ہے۔ میری زندگی کے افق کی تو آخری امید روطہ، روطہ تو میرے لئے پھول برساتی موسم بہار کی دلکشی سے بھی زیادہ پرکشش ہے۔ رقیم بن خلط کے ان الفاظ پر روطہ نے بری طرح رقیم بن خلط کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر وہ رس برساتی آواز میں کہنے لگی۔

آپ بھی میری لطیف و خوشگوار دھڑکن ہیں۔ میری زندگی کی منزلوں میں آپ امید کی نئی روشنی اور میری داستان کے بکھرے اوراق میں حسین سپنوں کی تعبیر ہیں۔ میں خیال کرتی ہوں کہ آپ ازل سے میرے دل میں بس رہے تھے۔ اس لئے کہ میں آپ کے لئے ہی پیدا ہوئی تھی۔ آپ وہ ہستی ہیں جسے میں نے بارہا آس کے آسمان کے ستاروں میں دیکھا۔ آپ کی سلامتی میری زندگی کا مقصد بن کر رہ گیا ہے۔ میں آپ جیسے شوہر پر ہمیشہ فخر کرتی رہوں گی۔ اس کے بعد روطہ بڑے پیار سے رقیم بن خلط کا ہاتھ تھامے گھر لے جا رہی تھی۔

☆.....☆

رقیم بن خلط نے صرف ایک ہفتہ روطہ کے ساتھ اپنے مسکن میں قیام کیا اور پھر جس روز ابو عبد اللہ نے مالمقہ پر حملہ آور ہونے کے لئے غرناطہ سے کوچ کرنا تھا اس سے صرف ایک روز پہلے رقیم بن خلط اپنے لشکر کے ساتھ شام کے وقت اپنے مسکن سے نکلا۔ مسکن کی حفاظت کے لئے منصور بن نعمان کو چھوڑا گیا۔ جبکہ منذر بن طریف کو رقیم بن خلط نے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ رات بھر رقیم بن خلط نے ایسی برق رفتاری سے سفر کیا کہ صبح ہونے سے پہلے ہی پہلے وہ مالمقہ شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔

جس وقت رقیم بن خلط اپنے لشکر کے ساتھ مالمقہ شہر کے نواح میں پہنچا تو مالمقہ شہر اور اس کی نواحی بستیوں میں فحش کی اذائیں ہو رہی تھیں۔ یہ سارا علاقہ رقیم بن خلط اور منذر بن طریف کا جانا پہچانا تھا۔ لہذا اپنے لشکر کے ساتھ رقیم بن خلط دریائے قرشی کے کنارے ایسی جگہ خیمہ زن ہوا تھا جہاں جبل النحمہ اور جبال الشرقیہ پس میں ملتے تھے۔ جبکہ ان دونوں کے دائیں جانب جبل الفارہ رہ جاتا تھا۔

جہاں رقیم بن خلط نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔ وہاں ایک طرف دریائے قرشی تھا۔ شمال میں مالمقہ کی مشہور و معروف نمک کی جھیل تھی۔ جس کے آس پاس لوہے اور سیسے کی ان گنت کانیں تھیں۔ دائیں طرف المدینہ نام کی ایک ندی تھی جو مالمقہ شہر کے شمال میں جبل الفارہ پر الفارہ نام کے قلعے کے پاس سے گزرتی ہوئی مالمقہ شہر کی طرف جاتی تھی۔ ان سارے کوہستانی سلسلوں کے اوپر کھجی کے ان گنت اور بے شمار باغات تھے۔ یہ انجیر ایسا شیریں اور خوش ذائقہ ہوتا تھا کہ یہ ہندوستان، عراق شام اور مصر تک کو روانہ کیا جاتا تھا۔ اس کی اعلیٰ قسم کی وجہ سے اس انجیر کو ربی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

دریائے قرشی کے کنارے خیمہ زن ہونے کے بعد رقیم بن خلط کے لشکر نے سب سے پہلے فجر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رقیم بن خلط اور منذر بن طریف نے اپنے سارے پڑاؤ کا چکر لگایا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد رقیم بن خلط نے اپنے لشکر میں صبح کا کھانا تیار کرنے کے لئے حکم دیا تھا اس کے بعد جب رقیم بن خلط منذر بن طریف کے ساتھ اپنے خیمے میں آیا تو ایک دم وہ دونوں گھوڑوں سے اتر پڑے اس لئے کہ رقیم

بن غلاط کے خیمے سے باہر سلطان ابوالحسن کے طلاچیہ گروستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن عطاش اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا اور اس کے گرد رقیم بن غلاط کے کچھ لشکری بھی کھڑے تھے۔ قریب آ کر رقیم بن غلاط اور منذر بن طریف جب اپنے گھوڑوں سے اترے تو احمد بن عطاش بھاگ کر آگے بڑھا اور باری باری دونوں سے بغلگیر ہوا۔ اتنی دیر تک رقیم بن غلاط کے وہ لشکری جو وہاں جمع ہو گئے تھے تینوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر ایک طرف لے گئے تھے۔ اس کے بعد رقیم بن غلاط احمد بن عطاش کو لے کر خیمے میں داخل ہوا۔ پھر تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے تب احمد بن عطاش نے رقیم بن غلاط کو مخاطب کیا اور کہنا شروع کیا۔

امیر محترم! جس وقت آپ اپنے مسکن سے کوچ کر رہے تھے اسی وقت ہمارے جاسوسوں نے آپ کی پیش قدمی کی اطلاع کر دی تھی۔ سلطان ابوالحسن کا ارادہ یہ تھا کہ آج صبح کا کھانا آپ ان کے ساتھ قصر میں کھاتے۔ لیکن میں اور ولی عہد الزغل نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ محترم الزغل نے مشورہ دیا تھا کہ رقیم بن غلاط، اس کے نایوں یا لشکریوں کو مالقہ کے لوگوں کے سامنے عیاں نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اس طرح آپ کا راز فاش ہو جائے گا اور آپ ہسپانیہ کے اندر اپنے ریوز کے ساتھ آسانی سے پھر نہ سکیں گے۔

سلطان ابوالحسن نے ہماری بات کو تسلیم کیا اور اب تھوڑی دیر تک سلطان ابوالحسن بذات خود اپنے بھائی الزغل کے ساتھ آپ سے ملنے کے لئے آئیں گے۔ اس پر رقیم بن غلاط نے تشکر آمیز انداز میں احمد بن عطاش کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

احمد میرے بھائی! تم نے سلطان کو اچھا اور مناسب مشورہ دیا۔ میرا مالقہ شہر میں داخل ہونا اچھا نہیں اور اگر میں اپنا چہرہ ڈھانپ کر بھی مالقہ شہر میں داخل ہوں تو شہر کے لوگوں میں میرے حوالے سے ایک تجسس ابھرے گا اور لوگ جاننے کی کوشش کریں گے کہ وہ شخص جس نے چہرہ ڈھانپ رکھا ہے کون ہے اور لوگ میرا احوال جاننے کے تجسس میں پڑ جائیں گے اور ایک روز میرا راز فاش ہو کر رہ جاتا۔ لہذا تم اور محترم الزغل نے سلطان کو یہ مشورہ دے کر ایک طرح سے میری ذات پر احسان کیا ہے۔

رقیم بن غلاط کی اس گفتگو کا جواب احمد بن عطاش دینا ہی چاہتا تھا کہ رقیم بن غلاط چونکہ کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے احمد بن عطاش اور منذر بن طریف کھڑے ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ خیمے کے باہر سلطان ابوالحسن اور الزغل نے اپنے گھوڑوں روکا تھا۔

رقیم بن غلاط کے لشکری تیزی سے آگے بڑھے اور سلطان اور الزغل دونوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر ایک طرف لے گئے۔ اتنی دیر تک رقیم بن غلاط، احمد بن عطاش اور منذر بن طریف

خیمے سے باہر نکل آئے تھے۔ والہانہ انداز میں رقیم بن غلاط نے سلطان کا استقبال کیا۔ سلطان اور الزغل باری باری آگے بڑھ کر رقیم بن غلاط اور منذر بن طریف سے بغلگیر ہوئے پھر سب خیمے میں داخل ہوئے تھے۔

نشستوں پر بیٹھنے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر سلطان نے رقیم بن غلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

رقیم میرے بیٹے! غریب میں زندگی بسر کرتے ہوئے میں پچھلے پہر چاند کی مدھم روشنی اور تاروں بھری رات میں گرتی شبنم کے اندر کھڑا ہو کر اکثر دعائیں مانگا کرتا تھا کہ خدا مجھے اس قابل بنائے کہ میں ہسپانیہ کے اندر نصرانی قوتوں سے نبرد آزما ہو کر مسلمانوں کے آنسوؤں کا حساب چکا سکوں۔ رقیم میرے بیٹے، میرے فرزند! میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے بیٹوں کو آسان پر امید کے ستاروں کی طرح خیال کرتا تھا لیکن انہوں نے مجھے مایوس کیا ہے۔ مجھے امید نہ تھی کہ یہ ابو عبد اللہ فنا کی تحریر وحشت اور بربریت کی ستم آرائی بن کر خود میرے ہی سامنے آن کھڑا ہو گا اور میرے مقاصد کو آتشناک بنا کر رکھ دے گا۔

سلطان ابوالحسن تھوڑی دیر دم لینے کے لئے رکا۔ اس کا لہجہ گلوگیر سا ہو گیا تھا۔ آواز بیٹھ گئی تھی۔ آنکھیں غمناک ہو گئیں تھیں۔ تھوڑی دیر تک سلطان خاموش رہا اس کے بعد دوبارہ بولا۔

دیکھ ابن غلاط میں اور میرا بھائی الزغل دونوں ہی تمہارے ممنون اور مشکور ہیں ضرورت کے وقت تم ہمارے کام آ رہے ہو اور آتے رہو گے۔ میں اب تمہیں اپنا فرزند اور بیٹا کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ تم میرے ان بیٹوں سے بھی بہتر ثابت ہوئے ہو جو خود میرے ہی نسب سے ہیں۔ دیکھ فرزند میں تیرے جیسے جوانوں پر فخر کرتا ہوں جو ملت اور قوم کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کرتے۔ اس پر رقیم بن غلاط جواب دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم! آزادی کی تاریخ ہمیشہ گناہ سپاہی ہی اپنے خون سے لکھتے ہیں۔ سلطان محترم! آپ کا ساتھ دے کر میں آپ پر کوئی احسان نہیں کر رہا۔ یہ میرا فرض عین ہے جس طرح آپ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی سرزمین کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں اسی طرح مجھ پر بھی اس کی حفاظت کا فرض عائد ہوتا ہے۔ سلطان محترم! ہسپانیہ میں آپ ہمارے رہبر ہمارے رہنما ہیں آپ کی منزل اب ہماری منزل ہے۔ سلطان محترم! میں مالقہ کو مسلمانوں کے دفاع کا آخری بند سمجھ کر آپ کا ساتھ دیتا رہوں گا۔

سلطان محترم! میں رقیم بن غلاط آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ستاروں کی چھاؤں ہو یا تیروں

اس موقع پر احمد بن عطاء عجیب سے انداز میں رقیم بن خلائط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ امیر رقیم بن خلائط! آپ کی اطلاعات واقعی حیرت انگیز ہیں۔ کم از کم میرے جاسوس یہ ساری خبریں حاصل نہیں کر سکے۔ جو اطلاعات ہمیں ملی ہیں ان کے مطابق ابو عبد اللہ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے اس کے لشکر کی تعداد ہمارے لشکر سے بھی زیادہ ہے۔ میرے مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ بنو جر تو پہلے ہی ابو عبد اللہ کا ساتھ دے رہے تھے وہ بڑھ چڑھ کر اس کے لشکر میں شامل ہوئے ہیں لیکن مجھے یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ بنو سراج جو ماضی میں ابو عبد اللہ کے خلاف تھے انہیں بھی ابو عبد اللہ نے رام کر لیا ہے اور بڑی تعداد میں انہیں بھی اپنے لشکر میں اس نے شامل کیا ہے۔ اس طرح ابو عبد اللہ کی عسکری طاقت میں بڑا اضافہ ہوا ہے۔ جواب میں رقیم بن خلائط کہنے لگا۔

احمد بن عطاء میرے بھائی! تمہارے مخبروں نے تمہیں صحیح بتایا ہے۔ یہ اطلاعات میرے طلایہ گرساھیوں نے بھی مجھے فراہم کی ہیں۔ بہر حال ابو عبد اللہ کا لشکر ہم سے بڑی ہی سہی لیکن مجھے امید ہے کہ ہم بڑی آسانی سے مالقہ کے شمالی کوہستانی سلسلوں کے اندر اسے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس نے جو گھات میں اپنے تیر انداز بٹھا کر کامیابی حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس کی اس تدبیر کو ہم ناکام بنا دیں گے۔

سلطان محترم! آج جب ابو عبد اللہ غرناطہ سے اس طرف کوچ کرے گا تو سائے کی طرح اس کے لشکر کے آس پاس رہیں گے۔ اور اس کی ایک ایک نقل و حرکت کی اطلاعات مجھے ملتی رہیں گی۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ آج کسی بھی وقت اپنے لشکر کے ساتھ نمکین پانی کی جھیل کے دائیں طرف کھلے میدانوں میں پڑاؤ کر لیں۔ ظاہر ہے جب ان میدانوں کو ابو عبد اللہ جنگ کا میدان بنانے کا ارادہ کر چکا ہے تو وہ عین آپ کے لشکر کے سامنے آ کر خیمہ زن ہوگا۔ میں آج ابو عبد اللہ کی آمد سے پہلے ہی پہلے اپنے اس موجودہ پڑاؤ کو ختم کر دوں گا اور دائیں جانب جبل الحمہ اور جبال الشرقیہ کے سنگم کے پاس گھات میں بیٹھ جاؤں گا۔ چونکہ ابو عبد اللہ کو میرے متعلق خبر نہیں کہ میں بھی کوئی عسکری قوت رکھتا ہوں لہذا وہ توقع اور امید نہیں کرے گا کہ آپ اور الزغل کے علاوہ کوئی اور قوت اس پر حملہ آور ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں سے کوچ کرتے وقت میں ارد گرد میلوں کے علاقے میں اپنے مسلح جوان پھیلاؤں گا جو ہر مشکوک شخص کا خاتمہ کرنے چلے جائیں گے۔ سلطان محترم! اس وقت جہاں میرے لشکر کا پڑاؤ ہے اس پڑاؤ کے ارد گرد بھی میرے مسلح جوان پھیلے ہوئے ہیں اور کسی کو خبر تک نہیں ہو سکتی کہ میں رقیم بن خلائط وہی چرواہا ہوں جو ہسپانیہ کے اندر ایک نصرانی کے بھیس میں بنجاروں کی طرح گھومتا پھرتا ہے اور یہ کہ جبل الحہ میں میرا اپنا ایک مسکن ہے۔

کی بارش، برف باری ہو یا بے روک آندھی ہو یا بے تحاشہ طوفان، میں خداوند نے چاہا تو اندھے ریگستانوں اور بیابانوں کے وحشیوں کی طرح آپ کے دشمنوں پر ضربیں لگاتا رہوں گا۔ اس کے لئے چاہے مجھے اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ بھی کیوں نہ داؤ پر لگانا پڑے۔ رقیم بن خلائط کے ان الفاظ پر سلطان ابو الحسن اور اس کے بھائی الزغل دونوں نے بڑی ممنونیت سے رقیم بن خلائط کی طرف دیکھا اس موقع پر الزغل کچھ کہنا چاہتا ہی تھا کہ رقیم بن خلائط پہلے ہی بول پڑا۔

الزغل میرے بھائی! میرے ان الفاظ سے متاثر ہو کر آپ ممنونیت کے جذبول کے تحت کچھ نہ کہنے گا۔ اس لئے کہ آپ کا ساتھ دینا میرے فرائض میں شامل ہے۔ میرے خیال میں اب ہمیں ابو عبد اللہ کے متوقع حملے سے پنپنے کے متعلق اپنا لاشعہ عمل مرتب کرنا چاہئے۔ اس موقع پر سلطان ابو الحسن نے پوچھا۔ رقیم میرے بیٹے میرے فرزند! اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

اس پر رقیم جواب دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سلطان محترم! ابو عبد اللہ کو ابھی میرے متعلق کچھ پتہ نہیں۔ نہ وہ جبل الحہ کے اندر میرے مسکن ہی سے واقفیت رکھتا ہے۔ لہذا اس لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنے لشکر کے ساتھ گنہمی میں ہی رہوں گا۔ جہاں تک میرے جاسوسوں نے اطلاع فراہم کی ہے اس کے مطابق آج کسی بھی وقت ابو عبد اللہ اپنے لشکر کے ساتھ غرناطہ سے روانہ ہوگا اور جس جگہ اس وقت میں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا ہے اس کے شمال میں جو نمکین پانی کی جھیل ہے اس کے دائیں طرف کے میدانوں اور وادیوں کو ابو عبد اللہ میدان جنگ بنانے کا عزم کئے ہوئے ہے۔

سلطان محترم! جس طرح میرے جاسوسوں نے اطلاعات فراہم کی ہیں ان کے مطابق ابو عبد اللہ نے جن وادیوں کو میدان جنگ بنانے کا عزم کیا ہے ان کے شمال میں جو کوہستانی سلسلہ ہے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر وہ گھات میں اپنے تیر انداز بیٹھا دے گا۔ پھر میدان جنگ میں وہ آپ اور الزغل کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرے گا۔ تھوڑی دیر تک جنگ کرنے کے بعد وہ پسپا ہوتے ہوئے پیچھے ہٹنا شروع کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کوہستانی سلسلے کے دامن میں آپ کو لے جائے گا جس پر اس کے تیر انداز بیٹھے ہوں گے اور پھر اچانک آپ کے لشکر پر وہ تیر انداز تیر برساؤں گے اور جب آپ کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا تب تیر اندازی رک جائے گی اور ابو عبد اللہ اندھا دھند آپ پر حملہ کر کے آپ اور الزغل دونوں بھائیوں کو زیر اور مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا۔

رقیم بن خلط کے خاموش ہونے پر سلطان ابوالحسن نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

رقیم میرے بیٹے، میرے فرزند! میں تمہاری تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں میں اور الزغل ابھی تھوڑی دیر تک مالتھ شہر واپس جائیں گے۔ جس قدر لشکر اس وقت مالتھ شہر میں ہمارے پاس ہے اس کے تین حصے کریں گے۔ ایک حصہ میں اپنے جرنیل الزجری کی کمانداری میں مالتھ شہر ہی میں رکھوں گا۔ اس لئے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ابو عبد اللہ کسی طرف سے نکل کر مالتھ شہر پر حملہ آور ہو جائے اس صورت میں الزجری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مالتھ شہر کا دفاع کر سکے گا۔

لشکر کے باقی دو حصوں کے ساتھ میں اور میرا بھائی الزغل مالتھ شہر کے مشرق میں نمک کے پانی کی جھیل کے قریب میدانوں میں خیمہ زن ہو جائیں گے۔ میرے عزیز میرے فرزند! اپنی تجویز کے مطابق تم جبل الحمہ اور جبال الشریقہ پر گھات میں بیٹھ جانا۔ جب تم دیکھو کہ تمہارا میدان جنگ میں کودنے کا وقت آگیا ہے کسی بھی سمت سے ابو عبد اللہ کے لشکر پر حملہ کر دینا۔ اس پر رقیم بن خلط اپنی تجویز کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم! میں گھات سے نکل کر سب سے پہلے اس کوہستانی سلسلے کا رخ کروں گا جس کے اوپر ابو عبد اللہ اپنے تیر اندازوں کو گھات میں بٹھائے گا۔ سلطان محترم! سب سے پہلے ان تیر اندازوں کا خاتمہ کروں گا اس کے بعد میں ابو عبد اللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوں گا۔ اس لئے کہ ان تیر اندازوں کی موجودگی میں اگر میں ابو عبد اللہ پر حملہ آور ہوتا ہوں تو وہ تیر انداز میرے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہذا ان تیر اندازوں کا پہلے خاتمہ انتہائی ضروری ہے اس کے بعد میں ابو عبد اللہ کے لشکر پر ضرب لگاؤں گا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان ابوالحسن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ بس میرے بیٹے یہ لائحہ عمل آخری ہے۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے ہم ابو عبد اللہ سے ٹپٹیں گے۔ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے الزغل اور احمد بن عطاش بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے بعد سلطان پھر کہنے لگا۔

دیکھ رقیم میرے بیٹے! میں اب الزغل اور احمد بن عطاش کے ساتھ جاؤں گا اور آج دوپہر سے پہلے ہی پہلے اپنے لشکر کے ساتھ ابو عبد اللہ کے زیر تجویز میدان جنگ میں پڑاؤ کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی سب باہر آئے پھر سلطان ابوالحسن الزغل اور احمد بن عطاش اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور مالتھ شہر کی طرف چلے گئے تھے جبکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد اپنے لشکریوں کے لئے صبح کے کھانے کا انتظام کرنے کے بعد رقیم بن خلط نے بھی اپنا پڑاؤ وہاں سے اٹھایا اور وہ جبل الحمہ اور جبال الشریقہ کے سنگم پر گھات میں بیٹھ گیا تھا۔ جس جگہ وہ گھات میں بیٹھا ہوا

تھا اس کے اطراف میں میلوں دور تک اس نے اپنے مسلح جوان اپنی حفاظت کے لئے پھیلا دیئے تھے۔

○

اسی روز سورج غروب ہونے کے قریب ابو عبد اللہ اپنے لشکر کے ساتھ ان میدانوں میں داخل ہوا اور اپنے باپ سلطان ابوالحسن کے سامنے اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوا۔ رات بھر دونوں لشکروں میں سکون رہا۔ تاہم دونوں طرف کے لشکری مستعد ہو کر پہرہ دیتے رہے کہ کوئی دوسرے پر شجوں نہ مارے۔ رات ہی کی تاریکی سے کام لیتے ہوئے ابو عبد اللہ نے اپنے تیر اندازوں کو اپنی پشت کے کوہستانی سلسلے کے اوپر گھات میں بٹھا دیا تھا۔ دوسرے روز صبح سویرے ہی سویرے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کرنا شروع کی تھیں۔

سلطان ابوالحسن نے اپنے لشکر کو صرف دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ انہوں نے اپنی کمانداری میں رکھا۔ دوسرا حصہ سلطان نے اپنے بھائی الزغل کی ماتحتی میں رکھا تھا۔ سلطان ابو الحسن کی طرف دیکھتے ہوئے ابو عبد اللہ نے بھی اپنے لشکر کو دو ہی حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ ابو عبد اللہ نے اپنے پاس رکھا۔ اس جنگ میں ابو عبد اللہ کی نئی ٹولی بیوی اور فرزند کی کارکن روزان بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ابو عبد اللہ کے لشکر میں نقاروں کی گونج سنائی دینے لگی جو اس بات کی علامت تھی کہ اب ابو عبد اللہ جنگ کی ابتدا کرنے والا ہے۔ پھر ابو عبد اللہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور ہمہ سوز سوم، اعانت مجرمانہ اور شام کی غالب آتی سیاہی کی طرح وہ سلطان ابوالحسن کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ ابو عبد اللہ کے ساتھ ساتھ جریر بن حمدون بھی اپنے لشکر کے ساتھ صحرا میں اٹھنے والی آندھیوں، وقت کے طوفانوں کے غبار اور شرار برق کی طرح سلطان کے بھائی الزغل کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

ادھر سلطان ابوالحسن اور اس کا بھائی الزغل بھی مستعد اور تیار تھے۔ جونہی ابو عبد اللہ اور جریر بن حمدون نے جنگ کی ابتدا کی ابوالحسن اور الزغل بھی قدرت کی تنبیہ، تقدیر کے ترشک کے آخری تیر اور انقلاب زمانہ کی طرح آگے بڑھے، الزغل سیلاب کے ریلے، بے چین شراروں کے خروش اور رخ بستہ اداسی میں یورش افلاس کی طرح جریر بن حمدون پر حملہ آور ہوا تھا۔ جبکہ سلطان ابوالحسن نے مغموم آوازوں میں ہواؤں کے نوحوں، فنا کی تحریروں اور آسمان سے آگ کی طرح ابو عبد اللہ کے لشکر پر نزول کرتے ہوئے ناقابل برداشت ضرب لگانی شروع کی تھی۔ ابو عبد اللہ کا یہ لائحہ عمل تھا کہ تھوڑی دیر تک جم کر لڑنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ پسپا ہونا شروع ہو گا۔ اور سلطان ابوالحسن اور الزغل دونوں بھائیوں کو اپنی پشت کے اس کوہستانی سلسلے

کے قریب لے آئے گا۔ جہاں اس نے گھات میں اپنے تیر انداز بٹھائے ہیں۔ تاکہ وہ تیر انداز سلطان ابوالحسن اور الزغل کے لشکر پر تیر اندازی کر کے ان کی شکست کو یقینی بنا دیں۔ چونکہ سلطان ابوالحسن اور الزغل اس سازش سے پہلے ہی آگاہ تھے لہذا تھوڑی دیر تک بڑھ چڑھ کر حملہ آور نہ ہونے کے بعد سلطان ابوالحسن اور الزغل نے طے شدہ تجویز کے مطابق پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا۔ سلطان ابوالحسن اور الزغل کا یہ اقدام واقعی ابو عبد اللہ اور جریر بن حمدون کے لئے پریشان کن تھا۔ وہ تو خود پیچھے ہٹنے والے تھے تاکہ سلطان ابوالحسن اور الزغل ان پر دباؤ ڈالتے ہوئے آگے بڑھیں اور انہیں اپنی کمین گاہ کی طرف لے جا سکیں۔ لیکن معاملہ الٹ ہو رہا تھا۔ سلطان ابوالحسن اور الزغل نے پیچھے ہٹنا شروع کیا تھا۔ ابو عبد اللہ اور جریر بن حمدون کے لشکر کی بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگے تھے۔ اس موقع پر ابو عبد اللہ اور جریر بن حمدون اس پوزیشن میں بھی نہیں تھے کہ اپنے لشکریوں کو آگے بڑھنے سے روک سکیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطان ابوالحسن اور الزغل ابو عبد اللہ اور جریر بن حمدون کے لشکر کو اس کو ہستانی سلسلے سے کافی دور لے گئے تھے۔ جس پر ابو عبد اللہ نے اپنے تیر انداز گھات میں بٹھائے تھے۔

در اصل ایسا کرنے سے سلطان ابوالحسن پشت کی طرف سے رقیم بن خلاط کو حملہ آور ہونے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا۔ جب سلطان ابوالحسن اور الزغل ابو عبد اللہ اور جریر بن حمدون کو میدان جنگ میں کچھ دور لے گئے تب رقیم بن خلاط کسی شعلہ بے باک، طوفانی پورش اور داستانوں کے بکھرے اور اق جمع کرنے والے فطرت کے خونخوار عناصر کی طرح اپنی گھات سے نکلا۔ پشت کی طرف سے قضا بن کروہ ان تیر اندازوں کی طرف پہنچا۔ جو گھات میں بیٹھے ہوئے تھے پھر ان کے سروں پر موت بن کر کھیل گیا۔ آندھل جھپٹ کر وہ ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ آن کی آن، ساعت کی ساعت میں ان کا قتل عام شروع کر دیا اور اس قتل عام میں بڑے بڑے شوریدہ پشت جنگجوؤں کو رقیم بن خلاط نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اپنے اس خونخوار حملے میں رقیم بن خلاط نے گھات میں بیٹھے ہوئے سارے تیر اندازوں کا خاتمہ کر دیا اور ان کے سارے سامان حرب و ضرب پر قبضہ کرنے کے بعد وہ دائیں طرف کے کوہستانی سلسلوں کے اندر ہی اندر آگے بڑھتا کہ ابو عبد اللہ کے لشکر کے پہلو پر ضرب لگا سکے۔

کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر بڑھتے ہوئے رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں دونوں لشکر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے۔ پھر کوہستانی سلسلے سے نکل کر اچانک رقیم بن خلاط آگ و خون کے بیجان، آتش و آہن کے سیلاب، ماحول کے تپتے صحرا کی طرح ابو عبد اللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا اور کئی صفوں کو اس نے ماضی کے دھند لکوں کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔ رقیم بن خلاط کے یوں اچانک حملہ آور ہونے کی وجہ سے میدان جنگ کی

حالت اندیشہ ہائے خون گشت، درد میں ڈوبی صداؤں اور ساز حیات کے خاموش تاروں پر اچانک پڑنے والی ضرب کی آوازوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

ابو عبد اللہ اور جریر بن حمدون پہلے ہی بڑی مشکل سے سلطان ابوالحسن اور الزغل کے حملوں کی روک تھام کر رہے تھے جب پہلو کی طرف سے اپنی پوری خونخواری کے ساتھ رقیم بن خلاط نے حملہ آور ہونا شروع کیا تو ابو عبد اللہ کے لشکریوں کی رہی سہی سکت بھی جاتی رہی اور ان کے اندر پسائی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ رقیم بن خلاط نے بری طرح ان کا قتل عام شروع کیا تھا۔

ابو عبد اللہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو وہ کوئی فیصلہ کرنے والا تھا کہ پشت کی طرف سے کچھ زخمی سپاہی آئے اور انہوں نے یہ اطلاع دی کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر جو گھات میں تیر انداز بٹھائے گئے تھے ایک نئے لشکر نے گھات سے نکل کر ان سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔

یہ خبر ابو عبد اللہ، جریر بن حمدون اور ان کے لشکریوں پر بجلی بن کر گری تھی۔ اس خبر کے ساتھ ہی ابو عبد اللہ نے اپنے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی ابو عبد اللہ کے سارے لشکر کی میدان جنگ سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا شروع ہو گئے تھے۔ سلطان ابوالحسن نے اپنے بھائی الزغل اور رقیم بن خلاط کو تعاقب کرنے سے منع کر دیا تھا۔ شاید ایسا کر کے سلطان مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سلطان ابوالحسن نے شکست خوردہ اپنے بیٹے ابو عبد اللہ کو بھاگ جانے کا موقع دے دیا تھا۔

ابو عبد اللہ کے غرناطہ پہنچنے سے قبل ہی غرناطہ میں سلطان ابوالحسن کے ہاتھوں اس شکست کی خبریں پہنچ چکی تھیں۔ لہذا اس شکست سے غرناطہ میں ابو عبد اللہ کے حامیوں کے اندر صرف ماتم بچھ گئی تھی۔ ابو عبد اللہ اس رفتار سے سفر کرتا رہا کہ وہ ایک روز رات کی تاریکی میں غرناطہ شہر میں داخل ہو گیا۔ لوگوں کا سامنا کرتے ہوئے اسے شکست کی شرمندگی کا احساس نہ اٹھانا پڑے۔ جس وقت وہ ابن حمدون اور روزان کے ساتھ قصر الحمرا کے اپنے کمرہ خاص میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھا تو اس نے دیکھا کمرہ خاص کے سامنے اس کی ماں پریشان اور فکر مند کھڑی تھی۔

جونہی ابو عبد اللہ قریب گیا ابو عبد اللہ کی ماں عائشہ آگے بڑھی اور بڑی فکر مندی سے اس نے ابو عبد اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

ابو عبد اللہ میرے بیٹے! تیری سلطان کے ساتھ جنگ کا مجھے از حد افسوس ہے جنگ میں تجھے بدترین شکست ہوئی اور تیرے بہت سے حامی اس جنگ میں مارے گئے۔ اس پر ابو عبد اللہ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے ملکہ عائشہ سے کہہ رہا تھا

مادر محترم! آپ جانتی ہیں میں تو سلطان کی خدمت میں معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ لیکن موافقت تو بہت دور کی بات، میں اپنے محافظ دستوں کے ساتھ مالقہ کے قریب شمالی حصے میں جو نمکین جمیل ہے اس کے قریب پہنچا تو سلطان کو پہلے ہی شاید میرے مالقہ کی طرف کوچ کرنے کی خبر ہو گئی تھی لہذا سلطان اور ان کے بھائی الزغل نے مجھ پر حملہ کیا۔ میرے ساتھ چونکہ چند حفاظتی دستے تھے لہذا ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور مجھے شکست ہوئی اور یہ شکست اٹھا کر مجھے سلطان سے معافی مانگنے بغیر غرناطہ کا رخ کرنا پڑا۔

ابو عبد اللہ کے خاموش ہونے پر لگتا تھا ملکہ عائشہ سے کسی نے اس کی زبان چھین لی ہو تھوڑی دیر تک چپ اور ساکت رہ کر وہ کچھ سوچتی رہی اس کے بعد خلاؤں میں گھورتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی ابو الحسن تم نے بہت برا کیا۔ بیٹے کو معاف کرنے کے بجائے تم نے اس پر حملہ آور ہو کر مجرمانہ فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ ابو الحسن تم نے مصلحت اندیشی کے بجائے آتش زنی اور خونریزی کی ہے۔ تم نے امن و آشتی کے بجائے تلخ حقائق کے سامنے رکھتے ہوئے بیٹے پر حملہ کیا۔ ابو الحسن تو نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ اب میں تیرے سامنے آؤں۔ یہاں تک کہنے کے بعد ملکہ عائشہ خاموش ہوئی پھر ابو عبد اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ابو عبد اللہ میرے بیٹے! تم دونوں میاں بیوی آرام کرو میں بھی جاتی ہوں۔ اس کے بعد ملکہ عائشہ اپنی خوابگاہ کی طرف چلی گئی۔ جریر بن حمدون بھی وہاں سے ہٹنے لگا۔ ابو عبد اللہ نے اسے آواز دے کر اپنے قریب بلایا۔ جریر بن حمدون جب اس کے قریب آیا تو ابو عبد اللہ بڑی رازداری میں جریر بن حمدون سے کہہ رہا تھا۔

ابن حمدون میرے عزیز! میرے محترم! میری ایک بات بڑے غور سے سنو اور اس پر جلد از جلد عمل کرنے کی کوشش کرنا۔ ابن حمدون میرے عزیز! تو جانتا ہے کہ میں اور تم سلطان ابو الحسن اور الزغل سے نبرد آزما تھے۔ تو سلطان کا حامی ایک تیسرا لشکر کوہستانی سلسلے کے اندر سے نمودار ہوا پہلے اس لشکر نے میرے گھات میں بٹھائے ہوئے سارے تیر اندازوں کا خاتمہ کیا۔ اس کے بعد پہلو کی طرف سے میرے لشکر پر حملہ آور ہو کر میری اور تیری شکست کو یقینی بنایا۔

دیکھ ابن حمدون اپنے کچھ جاسوس اپنے کچھ خاص آدمی اس کام پر لگاؤ اور وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ وہ تیسرا کماندار کون تھا جو کوہستانی سلسلے سے نکل کر مجھ پر حملہ آور ہوا تھا اور میری فتح کو اس نے یقینی شکست میں بدل دیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ کوئی نئی اور تیسری قوت ہے جو سلطان ابو الحسن کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہوئی ہے اس قوت کا مقابلہ کرنے کے لئے پہلے ہمیں اس قوت کے محل وقوع اور پھر اس کے تعلق کو جاننا ہوگا اس کے بعد میں اس قوت کا ضرور خاتمہ کر کے رہوں گا۔ جواب میں ابن حمدون نے اپنی گردن خم کر دی تھی اس کے بعد ابو عبد اللہ

روزان کے ساتھ اپنی خوابگاہ میں داخل ہو گیا جبکہ جریر بن حمدون بھی قصر الحمرا کے اندر اپنی رہائش گاہ کی طرف چلا گیا تھا۔

○

ایک روز روطہ اپنی رہائش گاہ میں آدھی رات کے وقت بیٹھی نیند سو رہی تھی کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ روطہ اپنے بستر سے اٹھی مکان کے صدر دروازے کے قریب آئی اور بلند آواز میں اس نے پوچھا کون ہے۔ روطہ کے اس استفسار کے جواب میں کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ روطہ دروازے کے قریب آن کھڑی ہوئی اور پہلے کی نسبت اس نے دھیمی آواز میں پوچھا کون ہے۔ باہر سے کسی نے تحکمانہ زوردار اور کرخت آواز سنائی دی دروازہ کھولو۔ روطہ بے چاری پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالا دوبارہ کہنے لگی۔ تم کون ہو اور کیوں اس انداز میں مجھ سے گفتگو کر رہے ہو۔ اس پر باہر سے کسی نے پھر اسی لہجے میں کہا میں کہتا ہوں دروازہ کھولو ورنہ مفت میں میرے ہاتھوں ماری جاؤ گی۔ اس پر روطہ غضبناک ہو گئی اور غصے میں کہنے لگی ابھی میں تمہیں بتاتی ہوں کہ اس انداز میں کیسے گفتگو کی جانی ہے۔ عین اسی موقع پر باہر سے پھر آواز سنائی دی لیکن اس بار آواز نرم پیار بھری اور چاہت آمیز تھی۔ روطہ، روطہ، دروازہ کھولو۔

یہ آواز سنتے ہی روطہ کے معصوم، دلکش اور حسین نقوش پر سازنود، نعمات کی برسات، جیسی خوشیاں بکھر گئیں تھیں۔ لگتا تھا اس کے دل میں خوابیدہ انگلیں، انگلیں شام میں لہروں کی تڑپ کی طرح گانہیں ہوں۔ وہ آواز سن کر روطہ کنوارے کی مہک، پراسرار تنہائی میں گیتوں کی دھیمی دھیمی آوازوں میں پرکشش ہو کر رہ گئی تھی اس لئے کہ روطہ اس آواز کو پہچان گئی تھی۔ وہ آواز رقیم بن خلاط کی تھی۔ اس کے اپنے رقیم بن خلاط کی پھر روطہ پر ایک جنون سا سوار ہو گیا تھا۔ بھاگ کر وہ آگے بڑھی اور بے مہابا دروازہ اس نے کھول دیا تھا۔

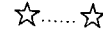
اس نے دیکھا دروازے پر رقیم بن خلاط کھڑا مسکرا رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں تھوڑی دیر تک روطہ بڑی چاہت اور محبت میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ مخاطب ہوئی اس کی آواز میں ایک طرح کی شوخی اور شرارت نمایاں تھی۔

تو اس کا مطلب ہے آپ مختلف قسم کی آوازیں نکال کر دوسروں کو ڈرانے کا فن بھی خوب جانتے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے ہلکے ہلکے قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔ دیکھو روطہ تم نے میری آواز ہی نہیں پہچانی۔ جس وقت تم نے مجھے یہ دھمکی دی کہ ابھی بتاتی ہوں اس وقت تم کیا کرنے لگی تھیں اس پر روطہ نے بھی ہلکے ہلکے قہقہے میں کہا۔

میں دو کام کرنے لگی تھی ایک تو میں اپنے کمرے سے اپنی تلوار لانے لگی تھی۔ دوسرے میں

دیوار کے پاس کھڑی ہو کر منصور بھائی کو آواز دینے لگی تھی۔ اس پر رقیم بن خلاط نے روط کا بازو پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ ذرا باہر آؤ۔ روط جب باہر آئی تو اس نے دیکھا۔ بائیں طرف قریب ہی منصور اور عروسہ دونوں میاں بیوی کھڑے تھے۔ اس پر روط بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ اس کا مطلب ہے یہ دونوں میاں بیوی بھی آپ کے ساتھ مجھے ڈرانے کی سازش میں شریک ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان اور عروسہ نے ایک ساتھ ہنسنے لگے۔ پھر منصور، رقیم بن خلاط کو کہنے لگی۔

امیر محترم! رات کافی جا چکی ہے میرے خیال میں اب آپ آرام کریں۔ اس کے ساتھ منصور اور عروسہ اپنے گھر چلے گئے تھے۔ جبکہ روط رقیم بن خلاط کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان میں لے گئی تھی۔



سلطان ابوالحسن کے ہاتھوں بدترین شکست کھانے کے بعد ابو عبد اللہ بڑی بے چینی اور تنہائی کا شکار ہو گیا تھا۔ اسے یہ فکر لگ گئی تھی کہ سلطان کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد کہیں غرناطہ شہر کے لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور سلطان کے حق میں بغاوت نہ کر دیں۔ لہذا سلطان کے ہاتھوں اپنی شکست کا داغ دھونے کے لئے اس نے فرولندہ کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا اس طرح وہ دونوں ایک وقت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اول یہ کہ وہ فرولندہ کے علاقوں میں فتوحات حاصل کر کے اہل غرناطہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہونا چاہتا تھا اور دوسرے یہ کہ سلطان ابوالحسن کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اس کے لشکریوں میں جو بد دلی پھیلی تھی وہ اس کا بھی ازالہ کرنا چاہتا تھا۔ جریر بن حمدون اور روزان دونوں نے ابو عبد اللہ کو بار بار منع کیا کہ وہ فرولندہ کے علاقوں پر حملہ آور نہ ہو اس طرح اپنے لئے خطرات کی بنیاد ڈال دے گا جریر بن حمدون اور روزان چونکہ فرولندہ کے لئے کام کر رہے تھے لہذا انہوں نے ابو عبد اللہ کو کئی بار منع کیا۔ تاہم وہ اس پر زیادہ زور نہیں ڈال سکتے تھے کہ کہیں ابو عبد اللہ ہی ان کے خلاف نہ ہو جائے۔ ابو عبد اللہ نے ان کی ایک نہ مانی اور اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد اس نے فرولندہ کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے غرناطہ سے کوچ کیا۔

ابو عبد اللہ فرولندہ کے علاقوں میں شہاب ثاقب کی سی تیزی سے داخل ہوا اور ہر طرف اس نے جہاں سوزی اور تباہ کاری اور صاعقہ آسمان جیسی بربادی پھیلانا شروع کر دی تھی۔ گریزو بچاؤ کا کھیل کھیلتے ہوئے وہ ہر بستی ہر قصبہ اور راستے میں پڑنے والے ہر شہر میں داخل ہوتا اس پر حملہ آور ہو کر اسے لوٹا اور آگ لگاتا چلا گیا اس طرح وہ فرولندہ کے ہر شہر میں کچھ اس طرح داخل ہوا جس طرح بھوکے بھڑیے لومڑیوں کے بھٹ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

ابو عبد اللہ اپنے لشکر کے ساتھ فرولندہ کی سرزمین میں کئی میل تک آگے چلا گیا تھا۔ دوسری طرف فرولندہ کو بھی ابو عبد اللہ کے اس حملے کی اطلاع ہو چکی تھی۔ اس نے یکے بعد دیگرے اپنے کئی سالاروں کو ابو عبد اللہ کو روکنے اور اسے مار بھگانے کے لئے روانہ کیا لیکن ابو عبد اللہ پر انتقام اور اپنی حیثیت بحال کرنے کا ایسا بھوت سوار تھا کہ فرولندہ کا جو بھی لشکر ابو عبد اللہ کے

دیا تھا ابو عبد اللہ فرولندہ اور اس کے سپہ سالار آگیلار کے خلاف کسی زنجی درندے کی طرح کئی روز تک جنگ کرتا رہا آخر اس جنگ میں ابو عبد اللہ کو شکست ہوئی فرولندہ نے ابو عبد اللہ کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ لے جا کر اس نے ابو عبد اللہ کو اپنے شاہی محل کے کمرے میں نظر بند کر دیا تھا۔

نظر بندی کے چند ہی روز بعد فرولندہ اور اس کی ملکہ ازایلا اپنے کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تھے کہ باہر کھڑے محافظ نے فرولندہ کو اس کے سپہ سالار آگیلار اور نائب سپہ سالار گیلر کے آنے کی اطلاع دی اس پر فرولندہ نے اس محافظ کو حکم دیا کہ وہ فوراً آگیلار اور گیلر کو اندر بھیجے تھوڑی دیر بعد آگیلار اور گیلر دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے فرولندہ کے اشارہ کرنے پر وہ اس کے سامنے بیٹھ گئے پھر آگیلار نے فرولندہ کو مخاطب کیا۔

آقا میں اور گیلر ایک مشورہ کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور ابو عبد اللہ کے متعلق آپ کے سامنے ایک گزارش پیش کرنا چاہتے ہیں اس پر فرولندہ اور اس کی ملکہ ازایلا دونوں نے تھوڑی دیر کے لئے آگیلار اور گیلر کو تیز نگاہوں سے دیکھا پھر فرولندہ نے پوچھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو جواب میں آگیلار پھر کہہ رہا تھا۔

آقا ہم نہیں چاہتے کہ سلطان ابو الحسن کے بیٹے ابو عبد اللہ کو یوں زیادہ دن تک نظر بند رکھا جائے اس نے اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے علاقے میں گھس کر چاروں طرف تباہی مچائی ہمارے کئی شہروں قبضوں اور بستیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا لہذا دونوں کا مشورہ ہے کہ جلد از جلد ابو عبد اللہ کی گردن کاٹ کر اس کا خاتمہ کیا جائے۔ اسی طرح ہمارے انتقام کی پیاس بجھ سکتی ہے۔

آگیلار کے ان الفاظ سے فرولندہ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے پھر وہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

آگیلار اور گیلر! تم دونوں مجھے جھٹکتے ہو۔ کیا سمجھتے ہو ابو عبد اللہ کو قتل کرنے سے تمہارے انتقام کی پیاس بجھ جائے گی اور یہ کہ اس کے قتل سے تمہاری طاقت اور قوت خوب بھڑک اٹھے گی، ہرگز نہیں۔ ابو عبد اللہ کے قتل سے ہم لوگوں کو وہ نقصان اٹھانا پڑے گا جس کا شاید ہم زندگی بھر خمیازہ نہ ادا کر سکیں۔ اس بار گیلر نے بڑے محسوس سے فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

آقا ابو عبد اللہ کے قتل سے کیا مصیبت ہم پر ٹوٹ پڑے گی۔ آخر وہ ہمارا قیدی ہے ہم جو چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں۔ ہسپانیہ میں کوئی ایسی طاقت اور قوت نہیں جو ہم سے ابو عبد اللہ کے قتل عام کا انتقام لے سکے۔ اس پر فرولندہ بیزارگی کے اظہار میں کہنے لگا۔

سنو حماقت کا ثبوت مت دو۔ اگر ہم ابو عبد اللہ کو قتل کر دیتے ہیں تو سلطان ابو الحسن جو

سامنے آیا ابو عبد اللہ نے اسے بدترین شکست دی اور اس کا خوب قتل عام کیا۔ اس طرح ابو عبد اللہ تیز رفتار مسگ گھوڑے کی طرح فتوحات حاصل کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ وہ اور اس کے لشکر کی اپنی خون آشام تلواریں سے جگہ جگہ جوالا کبھی کے دھانے اور آتش گری کی خون ریزی کھڑی کرتے رہے۔ لگتا تھا ابو عبد اللہ نے آزادی کے ہر سانس کی قیمت وصول کرنے اور اپنے دامن کی سیاہی دھونے کا عزم کر لیا ہو۔

فرولندہ نے جب یہ دیکھا کہ ابو عبد اللہ انتقامی کاروائی پر اتر آیا ہے اور جو بھی لشکر اس نے اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا اسے بدترین شکست ہوئی ہے تب فرولندہ بڑا فکر مند ہوا۔ اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ ابو عبد اللہ نے اگر اسی طرح اپنی پیش قدمی جاری رکھی تو چند ہی یوم تک وہ قریب شہر کی فصیلوں کے پاس نمودار ہوگا اور پھر ہو سکتا ہے فرولندہ اس کے سامنے اپنا دفاع نہ کر سکے۔ فرولندہ جانتا تھا کہ اپنے باپ ابو الحسن کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ابو الحسن زنجی سانپ کی طرح انتقامی ہو چکا ہے اور وہ اپنی حیثیت بحال کرنے پر تلا ہوا ہے لہذا فرولندہ ہر صورت میں ابو عبد اللہ پر قابو پا کر اسے اپنی سلطنت سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا اگر ایسا نہ کیا جاتا تو خود فرولندہ کی حیثیت اپنی سلطنت میں ختم ہو جانے کے درپے ہو گئی تھی۔

اس صورتحال میں ابو عبد اللہ سے نہننے کے لئے فرولندہ نے دو بڑے بڑے لشکر تیار کئے ایک لشکر اس نے اپنی کمانداری میں رکھا اور دوسرا لشکر اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کی سرکردگی میں دیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ فرولندہ ابو عبد اللہ کی راہ روکنے کے لئے آیا فرولندہ کہیں بھی جرم کر ابو عبد اللہ کے ساتھ نہیں لڑا وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے میدان میں خیمہ زن ہو کر ابو عبد اللہ کو لکارا اور جنگ کی ابتداء کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ابو عبد اللہ اسے بدترین شکست دے اور قریب تک اس کا تعاقب کرتا چلا جائے۔

اس ذلت سے بچنے کے لئے فرولندہ نے گریز اور بچاؤ کا طریقہ کار استعمال کیا کبھی وہ ابو عبد اللہ کے لشکر پر شب خون مارتا کبھی رات کے وقت سامنے آتا اور حملہ آور ہوتا ایسا کر کے وہ ابو عبد اللہ کی پیش قدمی کو روکنا چاہتا تھا اور اس مقصد میں فرولندہ کافی کامیاب بھی رہا تھا۔ اس دوران فرولندہ کا سپہ سالار آگیلار بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک لمبا چکر کاٹ رہا تھا۔ ابو عبد اللہ کے لشکر کی پشت پر آیا اور پھر پشت کی طرف سے اس نے ابو عبد اللہ پر حملہ کر دیا۔ فرولندہ کو جب خبر ہوئی کہ پشت کی طرف سے آگیلار نے حملہ کر دیا ہے اور ابو عبد اللہ مڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوا تو سامنے کی طرف سے فرولندہ بھی اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ابو عبد اللہ پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اس دو طرفہ حملہ نے دشمن کی سرزمین کے اندر ابو عبد اللہ کی حیثیت کو ایک خطرے میں ڈالا

ماضی میں پے در پے ہمیں شکستیں دیتا رہا ہے وہ پھر غرناطہ پر قابض ہو کر پہلے کی طرح اپنی طاقت اور قوت کو استوار کر لے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو یاد رکھنا وہ دن دور نہیں جب وہ قرطبہ ہم لوگوں سے جھین لے گا پھر وہ اپنی فتح پر فتح حاصل کرتا ہوا فرانس کی حدود تک ہر نصرانی قوت کو پکٹتا چلا جائے گا۔ کیا تم چاہتے ہو ابو عبد اللہ کو قتل کرنے کے بعد ہم سب سلطان ابو الحسن کے ہاتھوں اپنی موت کو دعوت دیں۔

فرواندہ کے خاموش ہونے پر آگیلار نے پوچھا۔

آقا اگر یہ معاملہ ہے تو آپ کے خیال میں ہمیں فی الفور کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ اس پر فرواندہ پھر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔

سنو آگیلار اور گیلر ہم فی الوقت ایک بہت بڑا قدم اٹھائیں گے۔ اگر اس میں کامیاب ہوئے تو پھر ہم اس کے بعد بلا جھجک ابو عبد اللہ کو قتل کر سکتے ہیں اور اگر ہم اپنے اس مشن میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر ہم اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے دوسرا طریقہ استعمال کریں گے اور دوسرا طریقہ یہ ہوگا کہ ابو عبد اللہ کو رہا کر دیا جائے گا۔

سنو آگیلار اور گیلر اگر تم تھوڑی دیر تک نہ آتے تو میں خود تم دونوں کو طلب کرنے والا تھا۔ دیکھو چند دن بعد اپنے لشکر کے ساتھ ہم یہاں سے روانہ ہوں گے۔ میں خود بہ نفس نفیس اس لشکر میں شامل ہوں گا۔ برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے ہم غرناطہ کی طرف کوچ کریں گے۔ غرناطہ اس وقت خالی ہے اس لئے کہ غرناطہ کا حکمران ابو عبد اللہ اس وقت ہماری قید میں ہے۔ لہذا ہم غرناطہ پر حملہ آور ہوں گے۔ اگر ہم نے غرناطہ پر قبضہ کر لیا تو وہاں اپنی حالت کو مستحکم کریں گے اور پھر ابو عبد اللہ کو قتل کر دیں گے۔ اس کے بعد سلطان ابو الحسن اور الزغل پر قابو پا ہمارے لئے مشکل نہ رہے گا اس طرح ہم بہت جلد مسلمانوں کو ہسپانیہ سے نکال باہر کریں گے۔ اور اگر ہم غرناطہ پر قبضہ کرنے میں ناکام ہوئے اور ہمیں شکست ہوئی تو واپس آئیں گے۔ میں ابو عبد اللہ سے ساز باز کروں گا اسے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کروں گا اسے آزاد کروں گا پھر اس کی مدد سے غرناطہ کی سلطنت پر قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ کہو تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔

اس پر آگیلار اور گیلر دونوں کی تھوڑی دیر کے لئے گردنیں جھکی رہیں پھر انہوں نے دزدیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کے بعد گیلر کہنے لگا۔

آقا آپ کی تجویز بہترین تجویز ہے۔ اگر ابو عبد اللہ ہمیں نظر بند رہے اور ہم غرناطہ پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری زندگیوں کا سب سے بڑا معرکہ ہوگا

غرناطہ پر قبضہ کرنے کے بعد ہم ابو عبد اللہ کو قتل کر دیں گے اس کے بعد ابو الحسن اور الزغل دونوں ہی ہمارے سامنے سید بس ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لئے کہ ان دونوں کے پاس مالقہ شہر رہ جائے گا۔ جس پر قبضہ کرنا غرناطہ کے بعد ہمارے لئے آسان ہو جائے گا۔ اس لئے کہ خشکی کے راستے ہم غرناطہ سے نکل کر مالقہ پر حملہ آور ہوں گے اور اپنے بحری بیڑے کو بھی بڑی حفاظت کے ساتھ مالقہ کے ساحل پر لے جائیں گے۔ اس طرح بحرو برد دونوں طرف سے حملہ آور ہو کر ہم ہسپانیہ میں مسلمانوں کے اس آخری نشان پر بھی قبضہ کر لیں گے۔

گیلر کے خاموش ہونے پر فرواندہ کہنے لگا لیکن اس سلسلے میں ہمیں کوئی بڑی امید بھی نہیں رکھنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے ہمیں اس مقصد میں ناکامی بھی ہو۔ یا غرناطہ کی متوقع جنگ میں ہمیں شکست کا سامنا بھی کرنا پڑے۔ اس پر گیلر نے فوراً پوچھ لیا آقا ہمیں کون شکست دے گا اس پر فرواندہ پھر کہہ رہا تھا۔

سنو میرے دونوں عزیزو، غرناطہ اس وقت بے یار و مددگار نہیں ہوگا۔ اس لئے ابو عبد اللہ اب اپنے سارے لشکروں کو لے کر ہمارے علاقوں میں نہیں گھسا ہوگا اس نے اپنے لشکر کا کچھ حصہ غرناطہ کی حفاظت کے لئے بھی چھوڑا ہوگا۔ لہذا وہ لشکر غرناطہ کا دفاع کرے گا۔ اس کے علاوہ ابو الحسن اور اس کا بھائی الزغل بھی مالقہ سے نکل کر غرناطہ کی مدد کے لئے آ سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے لئے مشکلات اٹھ سکتی ہیں۔ بہر حال ہم بڑی رازداری سے غرناطہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ دن کے وقت ہم پڑاؤ کریں گے رات کے وقت کوچ کریں گے اور اس طرح غرناطہ کے قریب جا کر رات کے وقت ہم غرناطہ پر شب خون مارتے ہوئے اس کی فصیلوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ ایسا کر کے ہم کامیابی حاصل کریں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرواندہ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ سنو آگیلار اور گیلر میں نے ابو عبد اللہ کو شاہی محل کے چند کمروں میں نظر بند کر دیا ہے۔ جریر بن حمدون اور روزان گو دونوں میرے کارکن ہیں لیکن انہیں بھی میں نے ابو عبد اللہ کے ساتھ ہی رکھا ہے تاکہ وہ اس کی دلجوئی کا سبب بنیں اور حوصلہ دیتے رہیں۔ تم اب دونوں جاؤ لشکر کی تیاری کرو۔ آگیلار تم میرے لشکر میں شامل ہو گے جبکہ گیلر یہیں قرطبہ کی حفاظت کے لئے رہے گا۔ فرواندہ کا یہ حکم پا کر آگیلار اور گیلر دونوں اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

○

مالقہ شہر کے قصر میں سلطان ابو الحسن کی حالت دن بدن بگڑتی جا رہی تھی۔ اس کے بھائی الزغل اور سالار الزجری نے دن رات سلطان کے پاس بیٹھ کر سلطان کی دیکھ بھال کی جس روز

سلطان نے موت سے بے تکلیف ہونا تھا اس روز اشارے سے سلطان نے الزغل اور الزجری دونوں کو اپنے قریب بلایا۔ جب دونوں سلطان کے قریب ہوئے تب سلطان نے اپنے بھائی الزغل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الزغل میرے بھائی میرے رفیق! میں جانتا ہوں تو ایک بہادر باپ کا خون ہے۔ میرا ایسا بھائی ہے جس پر میں نے زندگی کے ہر معاملے میں اعتبار اور بھروسہ کیا۔ الزغل میرے بھائی! جب میں ماضی کے نقاب سے نکل کر حال میں داخل ہوتا ہوں تو صرف تم ہی میرے سامنے ایک اہم ترین حصار اور دفاع کا آخری بند دکھائی دیتے ہو۔ میرے عزیز بھائی! تم ہمیشہ میرے لئے ایک تاریک فن پر روشنی کا مینار اور تلخ حقائق میں قانون فطرت کے بند عناصر کی طرح مطیع اور فرمانبردار بن کر رہے۔

الزغل میرے بھائی! میں جانتا ہوں تو ایک آفاق گیر بھائی ہے۔ تو اپنے دشمنوں کو لوہے کی لگا میں چڑھانا جانتا ہے۔ وقت کی بدترین آندھیوں میں بھی تو مسکرا دینے والا بھائی ہے۔ دیکھ الزغل میری زندگی اب ڈوبتے سورج کی آخری بھلک کی مانند ہے۔ طویل صبر آزمائی زندگی دم توڑ رہی ہے دیکھ الزغل میرے بعد ابو عبد اللہ تیرے خلاف تلوار ہی نہیں دغا اور چالاکی سے بھی کام لے گا۔ خدا اس ابو عبد اللہ کو سمجھے۔

یہاں تک کہتے کہتے ابو الحسن خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کبھی غصے کبھی تفکرات کے آثار نمایاں ہونے لگتے تھے۔ لگتا تھا اس کے ذہن و دل کی ستیزہ کاری سینے کے طوفانی تلاطم میں تبدیل ہو گئی ہو۔ پھر وہ بڑی مشکل سے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

الزغل میرے بھائی! ابو عبد اللہ ہسپانیہ کے لئے مسلمانوں کے منزل خوں بار، گرد کا منحوس بادل اور اداس دو پہر ثابت ہوا ہے۔ میرے بھائی! جب یہ تم سے ٹکرائے تو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تو فطرت کی پراسرار قوت، بیکراں آرزوؤں کا سرسام بن کر اس پر حملہ آور ہونا۔ الوہیت کے مظہر عذاب اور قبر مانیہ کے اظہار جیسی اذیت کی طرح اس کے سامنے آنا۔ مقدّر کا نگہبان بن کر اور خشکی عناصر کی طرح میرے بھائی اس پر ضرب لگانا۔ میرے بھائی! اپنے تیز حملوں سے تو اس ابو عبد اللہ کی حالت تقدیر کے پامال راستوں اور زندگی نچوڑتی موت کی خاموشی جیسی کرنا اس لئے کہ اسے احساس ہو کہ باپ اور انصاف سے بغاوت کرنے کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابو الحسن پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوا۔ اس کے بعد عجیب و غریب اور بین و آہ وزاری کرتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

الزغل میرے بھائی میرے حبیب! میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو ہمیشہ میرے دشمنوں کے خلاف جنگجو اور حرب آزمایا رہا۔ میری خاطر تو دشمنوں کے خلاف گولوں کا برج بنا رہا۔ تیرے

انہی کارگزار یوں کو سامنے رکھتے ہوئے تجھے نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ میرے بھائی جب ابو عبد اللہ تیرے منہ آئے تجھ سے جنگ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے گنگناہ ضمیر پر زہر آلود بحر بکراں کی طرح چھا جانا اور جب فرولندہ تجھے اپنے سامنے ابو عبد اللہ کے ساتھ مل کر زیر کرنے کی کوشش کرے تو میرے بھائی اس کے تنفس کی تاریکیوں میں نور کا متلاشی بن کر گم ہو جانا۔ یہاں تک کہتے کہتے سلطان ابو الحسن کی زبان غوطہ کھانے لگی تھی۔ بڑی مشکل سے سلطان نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الزغل میرے بھائی! میں جانتا ہوں میرے بعد تم پر خشکیاں بے لگام لمحات نزول کریں گے زندگی کی تاریک گہرائیاں تجھے گھیرنے کی کوشش کریں گی۔ دشمن اپنی ساری سفاکی اور ذلت کے ساتھ تجھ پر حملہ آور ہوں گے اور دیکھ میرے بھائی تو قنوطیت اور منکریت کے ہر علبردار کے ساتھ ابدی اضطراب اور ازلی امتہاب کے ساتھ چھا جانا۔

ن میرے بھائی میں تجھے ایک آخری اور سودمند وصیت اور نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ میرے بعد غرناطہ کے چوپان رقیم بن خلاط کے ساتھ اپنے تعلقات برادرانہ رکھنا۔ وہ ماضی میں بھی ہمارے خوب کام آیا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ مستقبل میں بھی تیرا راست باز و بن کر رہے گا۔ میرے بھائی! یہ رقیم بن خلاط بھی اپنی طرز کا واحد نو جوان ہے۔ وہ تقدیر کو مات اور افلاک کو تسخیر کر دینے والے جذبات رکھتا ہے۔ وہ جب اپنے دشمنوں پر داستانوں کے ہماز صحر اور گردش رطل گراں کی طرح حملہ آور ہوتا ہے تو اس پر آفاق تنگ کر کے اس کی حالت ماتم گسار جیسی بنا کر رکھ دیتا ہے دیکھ الزغل میرے بھائی اگر تو آنے والے دور میں فرولندہ اور ابو عبد اللہ کے خلاف رقیم بن خلاط کو اپنے ساتھ ملا کر رکھے تو میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ فرولندہ اور ابو عبد اللہ کے خلاف تیرے لئے ایک بہترین حصار ثابت ہوگا۔ الزغل میرے بھائی! میری سانس کی ذوری بڑی تیزی سے ٹوٹی چلی جا رہی ہے میں تجھے اپنا دلی عہد اور ہسپانیہ میں مسلمانوں کی سلطنت کا سلطان مقرر کرتا ہوں الزجری تو گواہ رہنا۔ آج سے الزغل سلطان ہے۔ الزجری گواہ رہنا میرا بھائی الزغل اب سلطان ہے یہاں تک کہتے کہتے سلطان ابو الحسن کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ الزغل تڑپ کر آگے بڑھا۔ اپنے دونوں ہاتھوں میں سلطان کا چہرہ لیا پھر روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ مین کرتی ہوئی کپکپاتی ہوئی آواز میں وہ سلطان کو پکارنے لگا تھا۔ سلطان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے الزجری اپنی آنکھیں خشک کرتا ہوا کمرے سے باہر گیا تھوڑی ہی دیر بعد وہ طبیب کو لے آیا۔ طبیب بھاگا بھاگا کمرے میں داخل ہوا۔ سلطان ابو الحسن کی نبض پر ہاتھ رکھا پھر نبض کو چھوڑ دیا۔ اس کی گردن جھک گئی اور الزغل کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے

لگا۔ الزغل محترم! اب یہاں کچھ نہیں رکھا۔ سلطان دم توڑ چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی الزغل اور الزجری دونوں کی گردنیں جھک گئیں تھیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ سلطان ابو الحسن کی موت سے مالمقہ شہر میں صف ماتم بچھ گئی۔ لوگ سلطان کو یاد کر کے دھاڑیں مارتے ہوئے روتے تھے۔ اس لئے کہ دشمنوں کے مقابلے میں وہ مسلمانوں کا ایک بہترین ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا تھا۔ شام کے قریب سلطان ابو الحسن کو فتن کر دیا گیا۔ مالمقہ کے سارے زعماء اور سرکردہ لوگوں کا ایک اجلاس ہوا اور الزغل کو باقاعدہ سلطان تسلیم کر لیا گیا تھا۔ دوسرے روز غرناطہ کے سرکردہ لوگوں کا ایک وفد مالمقہ میں الزغل کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وفد نے الزغل سے التماس کی کہ ابو عبد اللہ کو جنگ میں شکست دے کر گرفتار کر لیا گیا ہے غرناطہ کی اس وقت دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ لہذا مالمقہ کے ساتھ اہل غرناطہ بھی الزغل کو اپنا سلطان تسلیم کرتے ہیں۔ ہم الزغل سے گزارش کرتے ہیں کہ فرولندہ کے سامنے غرناطہ کی حفاظت کا سامان کریں۔

اہل غرناطہ کے سربراہ آوردہ لوگوں کی اس پیشکش اور بلاوے پر سلطان الزغل نے لبیک کہا۔ مالمقہ میں جس قدر اس کے پاس لشکر تھا اسے اس نے اپنے ساتھ لیا اور اسی روز برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے سلطان الزغل رات کی تاریکی میں غرناطہ پہنچ گیا۔ اب ایک بار پھر مالمقہ کے بجائے غرناطہ دارالسلطنت قرار دے دیا گیا اور سلطان کی حیثیت سے الزغل نے غرناطہ میں دفاعی امور کو بڑی تیزی سے مکمل کرنا شروع کر دیا تھا۔

○

رقیم بن خلاط ایک رات اپنے گھر میں منصور بن نعمان، منذر بن طریف، قاضی عقبہ بن مغیرہ، روطہ اور عروسہ کے ساتھ بیٹھا ہوا سلطان ابو الحسن کی موت پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کے ایک جاسوس نے تھوڑی دیر پہلے اسے سلطان کے مرنے اور الزغل کے سلطان ہو کر غرناطہ پہنچنے کی خبر دی تھی۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ اس پر رقیم بن خلاط اپنی جگہ سے اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ منصور بن نعمان اٹھا اور کہنے لگا۔

امیر محترم! آپ بیٹھیں میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے۔ منصور بن نعمان بڑی تیزی سے نکلا اور صدر دروازے کے پاس آ کر جب اس نے دروازہ کھولا تو اس نے صدر دروازے پر سلطان الزغل، سالار الزجری اور طلائعہ گروستوں کا سالار اعلیٰ احمد بن عطاف کھڑے تھے اور ان کے پیچھے مسکن کے کچھ لشکری ان تینوں کے گھوڑوں کی باگیں پکڑے۔ منصور بن نعمان نے آگے بڑھ کر جو شیلے انداز میں ان تینوں سے مصافحہ کیا۔ پھر اس نے دروازہ پورا کھولتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم آپ اندر آئیں۔ اس پر سلطان الزغل بڑی تیزی سے

میں منصور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کیا رقیم بن خلاط گھر پر ہے؟ اس پر منصور بن نعمان کسی قدر اپنے سر کو جھکاتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم! آپ تشریف لائیں۔ امیر اس وقت اپنے گھر پر ہیں۔ اس پر سلطان الزغل، الزجری اور احمد بن عطاف اندر داخل ہوئے۔ منصور بن نعمان نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو ایک طرف لے جا کر باندھ دیں۔ پھر وہ سلطان کو اس کمرے میں لایا جس میں رقیم بن خلاط بیٹھا ہوا تھا۔

سلطان، الزجری اور احمد بن عطاف کو دیکھتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ رقیم بن خلاط بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ بڑے پر جوش انداز میں وہ سب سے بغلیگیر ہوا۔ پھر جس نشست پر وہ بیٹھا ہوا تھا الزغل کو بٹھایا پھر اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے تاسفانہ انداز میں کہنے لگا۔ سلطان محترم! مجھے بڑا دکھ ہوا کہ ہمیں سلطان ابو الحسن کی موت کی خبر بھی نہیں دی گئی۔ اس پر الزغل نے بڑے تاسفانہ انداز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

رقیم میرے بھائی! تمہارا دکھ اور افسوس بجا ہے۔ لیکن میرے بھائی کی موت بھی اچانک ہوئی۔ پھر ان کی موت کے بعد جو ذمہ داریاں مجھ پر آن پڑیں ان کی وجہ سے میں تمہیں مالمقہ بلانا چاہتا تھا۔ ان کی موت کے روز ہی اہل مالمقہ نے مجھے اپنا سلطان تسلیم کیا۔ اس کے دوسرے روز غرناطہ کے سرکردہ لوگوں کا ایک وفد مجھے ملا انہوں نے بھی مجھے غرناطہ کا سلطان تسلیم کیا اور مجھ سے التجا کی کہ مالمقہ کے بجائے غرناطہ جاؤں اور فرولندہ کے مقابلے میں غرناطہ کے دفاع کو مضبوط بناؤں۔ لہذا میرے بھائی میں اپنے لشکر اور دفاع کے سارے ساز و سامان کے ساتھ مالمقہ سے غرناطہ آ گیا ہوں اور اب ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنے تمہارے پاس آیا ہوں۔

اس پر رقیم بن خلاط بڑی عاجزی اور انکساری سے کہنے لگا۔

سلطان محترم! اگر کوئی ایسا معاملہ تھا تو آپ نے مجھے غرناطہ میں قصر الحمراء میں طلب کر لیا ہوتا۔ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اس پر سلطان الزغل رقیم بن خلاط کی پیٹھ پر بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

رقیم میرے بھائی! میں تمہاری عاجزی اور انکساری کا بے حد ممنون ہوں۔ فی الحال میں تمہیں غرناطہ مصلحتاً نہیں بلانا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شخصیت ابھی راز میں ہی رہے اور تم ایک نصرانی چرواہے کی حیثیت سے سارے ہسپانیہ میں چکر لگا کر اپنے مقاصد حاصل کرتے رہو۔ میرے بھائی! اگر میں نے غرناطہ میں تمہیں گفتگو کے لئے بلانا شروع کر دیا تو لوگ تمہارے متعلق چھان جائیں گے اور آن کی آن میں یہ راز کھل جائے گا کہ تم نصرانی نہیں مسلمان ہو اور انج کے مسکن کے امیر بھی ہو۔ پھر تم ایک چرواہے کی حیثیت سے ہسپانیہ میں

کھل کر اپنی کاروائیاں نہ کر سکو گے۔ لہذا میرا تمہارے پاس چل کر آنا ہی سودمند ہے۔

دیکھ رقیم بن خلاط میرے بھائی میرے عزیز! میں اس مقصد کے تحت تمہارے پاس آ ہوں کہ احمد بن عطا ش کے جاسوس دستوں نے اطلاع دی ہے کہ عقیب فرولندہ ایک بہر بڑے لشکر کے ساتھ غرناطہ پر حملہ آور ہو گا تم جانتے ہو ابو عبد اللہ کو اس نے اسیر بنا رکھا ہے اس کی اسیری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرولندہ غرناطہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے پر میں اس ارادوں کو پورا نہیں ہونے دوں گا۔ بس میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم کسی بھی وقت میرے بھائی جنگ کے لئے تیار رہنا۔ اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں جس طرح ماضی میں تم میرے بھائی ابو الحسن کا دست راست تھے اسی طرح مجھے بھی تمہاری حمایت، تعاون اور طاقت حاصل ہو اس پر رقیم بن خلاط نے چھاتی تانتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم! آپ کو یہ بات کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جس وقت بھی فرولندہ آپ کے خلاف نبرد آزما ہوا آپ دیکھیں گے کہ رقیم بن خلاط اپنی پوری قوت کے ساتھ آپ کے ہاتھ میں کھڑا ہوگا۔ اور آپ کے دفاع میں فرولندہ کے خلاف اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کر دے گا۔ رقیم بن خلاط کے ان الفاظ سے سلطان الزغل ایسا متاثر ہوا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس رقیم بن خلاط کی پیشانی چوم لی تھی۔ سلطان جب بیٹھا تو رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ سلطان محترم! اس مقصد کے لئے میں آنے والی صبح اپنے ریوڑ اور لشکر کو لے کر مسکن نکل جاؤں گا۔ میں دریائے شنیل اور دریائے کبر کے سنگم پر پڑاؤ کروں گا۔ اپنے جاسوس چاروں طرف پھیلا دوں گا۔ وہ فرولندہ اور اس کے لشکریوں کی پیش قدمی پر کڑی نگاہ رکھ گے۔ ظاہر ہے غرناطہ پر حملہ آور ہونے کے لئے فرولندہ یا تو دریائے حدار کی طرف سے آئے یا دریائے شنیل کی طرف سے جس سمت سے بھی آئے آپ سامنے کی طرف سے اس کا دھوکہ کریں پشت کی طرف سے میں اس پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ سلطان محترم! اس ضرب کو برسوں بھلا نہ سکے گا۔

○

فرولندہ اپنے کمرہ خاص میں اپنی ملکہ ازبیلہ اپنی بہن نوریہ اور ازبیلہ کی بہن ارہونہ ساتھ بیٹھا آپس میں خوش گپیوں میں مصروف تھا کہ کمرے سے باہر پہرہ دینے والا ایک محافظ دروازے پر نمودار ہوا۔ اپنے سر کو خم کرتے ہوئے اس نے فرولندہ کو تعظیم پیش کی۔ پھر فرولندہ مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

آقائے محترم! روزان نام کی لڑکی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ میں نے اسے روکا کہ وقت آقا اہل خانہ کے ساتھ کسی انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں لہذا تم بعد میں

وقت مل لو۔ اس کا کہنا ہے کہ آقا فرولندہ نے اسے ایک انتہائی اہم کام پر مامور کیا ہے لہذا اسی اہم کام کے سلسلے میں اسے ابھی اور اسی وقت ملنا ہے۔

وہ محافظ شاید مزید کچھ کہنا کہ فرولندہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ تیزی اور کسی قدر ناپسندیدہ سے لہجے میں اس نے محافظ کو حکم دیا روزان نام کی اس لڑکی کو فی الفور اندر لاؤ۔ آئندہ بھی جب کبھی یہ مجھے عام لوگوں میں یا تنہائی میں ملنا چاہے تو ہرگز نہ روکا جائے۔ وہ کسی بھی وقت میرے پاس آ سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذمے میں نے جو کام لگا رکھا ہے اس کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ اسے روکا نہیں جاسکتا۔ فرولندہ کا یہ حکم سن کر وہ محافظ سہا سہا ڈرا ڈرا سا باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حسین و خوبصورت روزان اس کمرے میں داخل ہوئی فرولندہ اور ملکہ ازبیلہ کو اس نے تعظیم پیش کی پھر فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولی۔ آقا! میں آپ سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ یہ ایک انتہائی اہم موضوع ہے۔ اس پر فرولندہ مسکرایا اور بولا۔

یہاں اس وقت کوئی پر اپنا نہیں بیٹھا ہوا۔ دیکھ سوزان میرے ساتھ میری ملکہ ازبیلہ ہے میرے دائیں جانب میری بہن نوریہ اور اس کے ساتھ میری ملکہ کی بہن ارہونہ بیٹھی ہوئی ہے۔ تم جو کہنا چاہتی ہو بلا جھجک ان کی موجودگی میں کہو۔ میرا ان سے کوئی پردہ کوئی راز نہیں ہے۔ اس پر فرولندہ کے اشارے پر روزان پہلے ایک نشست پر بیٹھ گئی پھر وہ اپنی گفتگو کا آغاز کر رہی تھی۔ آقائے محترم! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ایرولیس اور بورلی نام کے وہ چرواہے جن کے ساتھ آپ نے اپنی بہن نوریہ اور ملکہ ازبیلہ کی بہن ارہونہ کو منسوب کیا ہے وہ نصرانی نہیں بلکہ حقیقی طور پر وہ مسلمان ہیں بس ابھی بدل کر وہ ہسپانیہ کے ایک شہر سے دوسرے شہر اور سارے علاقوں میں گھومتے ہیں اور آپ کے خلاف سلطان ابو الحسن کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔ اتنا کہنے کے بعد روزان لمحہ بھر کے لئے رکی پھر کہتی چلی گئی۔

آقائے محترم! ایرولیس کا اصل نام رقیم بن خلاط ہے اور بورلی کا اصل نام منذر بن طریف ہے۔ انہوں نے اپنا ایک گروہ بنا رکھا ہے اور اس گروہ کے ساتھ وہ جبل الجبل میں رہتے ہیں جسے یہ اپنا مسکن کہہ کر پکارتے ہیں۔ رقیم بن خلاط جو ایرولیس کے بھیس میں ہسپانیہ کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں اپنے ریوڑ کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے یہ اس مسکن کا امیر اعلیٰ ہے جبکہ منذر بن طریف امیر سونم ہے۔

روزان کے اس انکشاف پر فرولندہ اور ملکہ ازبیلہ دونوں کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔ پھر فرولندہ روزان کی طرف دیکھتے ہوئے بکھری بکھری سی آواز میں کہہ رہا تھا۔

ہیں کے بعد فرولندہ اپنا آخری فیصلہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

آگیلار اور گیلر میری بات غور سے سنو، غور کیا۔ پر حملہ آور ہونے سے پہلے ان چرواہوں کا معاملہ نپٹانا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔ تم دونوں خاصے بڑے لشکروں کے ساتھ ابھی اور اسی وقت جبل رندہ کی طرف جاؤ۔ وہاں اس وقت ایرولیس اور بورلی جن کے اصل نام رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف ہیں اپنے ریوڑ کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہیں ان پر حملہ آور ہو اور ان دونوں کو گرفتار کر کے میرے پاس لے کر آؤ۔ اگر وہ اور ان کے ساتھی مزاحمت کریں تو ان کے سارے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دو تاہم ان دونوں کو زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لانے کی کوشش کرنا۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرولندہ رکا اس کے بعد وہ یوڈلیس اور سیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ یوڈلیس اور سیکا تم ابھی اور اسی وقت ایک اہم کام کرو اور وہ یہ کہ لوہے کی ایک مضبوط بھی تیار کراؤ۔ اس کے اندر نرمادہ دو بھوکے شیروں کو بند کرو۔ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف جب بھی گرفتار ہو کر میرے سامنے آئیں گے تو ان دونوں کا معاملہ نپٹانے کے لئے میں ان دونوں کو بھوکے شیروں کے ایک کمرے میں بند کر دوں گا۔ اب تم جاؤ اور اپنے اپنے کام کی ابتدا کرو۔ عین اس موقع پر روزان پھر بولی۔

آقا رقیم بن خلاط کے متعلق میں آپ پر چند انکشاف اور کردوں۔ اول یہ کہ ملکہ ازایلا کی بہن روطہ اور اس کی سوتیلی ماں سوزان کو البارس کے قلعے سے رقیم بن خلاط ہی نے بھگایا تھا۔ اور اب روطہ رقیم بن خلاط کی بیوی ہے جبکہ اس کی ماں سوزان مر چکی ہے۔

آقا رقیم بن خلاط سے متعلق مزید انکشاف یہ کہ ہسپانیہ کی سرزمین میں بالدی گوٹھ کے نام سے جتنی بھی وارداتیں ہوتی ہیں یہ سب رقیم بن خلاط ہی کرتا ہے۔ آپ کے باغی سردار بالدی گوٹھ کو اس رقیم بن خلاط نے شروع ہی میں ختم کر دیا تھا اس کے بعد جتنی بھی وارداتیں ہوئیں یہ رقیم بن خلاط ہی کرتا رہا اور بالدی گوٹھ کے نام کے خنجر ہر واردات میں یہ چھوڑتا رہا۔

یہاں تک کہنے کے بعد روزان کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی اب میں جانی ہوں پھر فرولندہ کا اشارہ پا کر نکل گئی تھی۔ فرولندہ کے حکم پر آگیلار، گیلر، یوڈلیس اور سیکا بھی وہاں سے نکل گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک نویریہ اور اربونہ وہاں بیٹھی رہیں پھر وہ دونوں بہنیں بھی وہاں سے نکل گئیں تھیں۔ اسی روز شام کے وقت آگیلار اور گیلر دو بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کو زندہ گرفتار کرنے کے لئے قرطبہ سے کوچ کر گئے تھے۔

دیکھ روزان مجھے کیسے پتہ چلا کہ ایرولیس اور بورلی نصرانی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ مسلمان ہیں۔ اس پر روزان پھر کہہ رہی تھی۔

آقا جس وقت ابو عبد اللہ شہر کے نواح میں اپنے باپ سلطان ابو الحسن پر حملہ آور ہوا تو اس جنگ کے دوران ایک نیا لشکر پہلو کی طرف سے ابو عبد اللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا اور وہی لشکر ابو عبد اللہ کی شکست کا باعث بن گیا تھا۔ ابو عبد اللہ اس نئے لشکر کے سلسلے میں کسب میں بہت ہو گیا لہذا جریر بن حمدون کو اس نے فوراً حکم دیا کہ اس نئے لشکر کے متعلق معلومات حاصل جائیں کہ وہ کون ہے۔ جریر بن حمدون نے اپنے دو خاص آدمیوں کو اس کام پر مقرر کیا تھا جریر بن حمدون کے وہ دونوں آدمی آج محل میں داخل ہو کر جریر بن حمدون سے ملے ہیں اور انہوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ جس لشکر کی وجہ سے مالقہ کے نواح میں ابو عبد اللہ کو شکست ہوئی تھی لشکر رقیم بن خلاط کا تھا اور ابو عبد اللہ پر رقیم بن خلاط ہی حملہ آور ہوا تھا۔ محترم! یہ بھی کہوں رقیم بن خلاط اس وقت اپنے لشکر اور ریوڑ کے ساتھ جبل رندہ میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ آپ کوشش کریں تو جبل رندہ میں آپ اس کا گھیراؤ کر کے اسے گرفتار کر سکتے ہیں اور۔ یہاں بلا کر حقیقت حال سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

روزان کے اس انکشاف پر نویریہ بے چاری کی حالت ماضی کے کھنڈرات، تار تار دا اور زندگی کے افق پر ڈوبی آخری امیدوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی اربونہ کی بھی حالت اس موقع کسی بھی صورت نویریہ سے مختلف نہ تھی۔ دونوں کے چہروں پر خستگی و بے چارگی، اضمحلال و پشیمانی کے آنسوؤں جیسی کیفیت طاری تھی۔ دوسری طرف فرولندہ اور اس کی ازایلا کی حالت بھی اس انکشاف پر اعضا شکنی، خار صہرا اور، یران موسموں جیسی ہر روہ گئی پھر فرولندہ حرکت میں آیا اور اپنے قریب پڑی ہوئی لکڑی کی ہتھوڑی اٹھائی اور پہلو میں پیتل کے طشت پر دے ماری تھی۔

طشت پر ضرب پڑنے سے کمرے میں ایک آواز گونجی جس کے جواب میں ایک محافظ بھاگا اندر آیا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ فرولندہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کھولتے ہو لہجے میں کہا۔ ابھی جاؤ آگیلار، گیلر، یوڈلیس اور سیکا کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ یہ حکم سننے وہ محافظ مڑا اور بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فرولندہ کا سپہ سالار اعلیٰ آگیلار، نائب سپہ سالار گیلر، فرولندہ کے دستوں کا سالار اعلیٰ یوڈلیس اور فرولندہ کا درباری پہلوان سیکا اس کمرے میں داخل ہو اور فرولندہ کے کہنے پر خالی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ان چاروں کو فرولندہ نے رفا کے بتائے ہوئے انکشاف سے آگاہ کیا تھا۔ اس انکشاف پر وہ چاروں بھی دنگ رہ گئے۔

حسین و جلیل نویرہ قرطبہ کے محل میں اپنے کمرے کے اندر اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ ارہونہ آہستہ آہستہ اس کمرے میں داخل ہوئی اس نے دیکھا نویرہ بے حد اداس، پریشان، طول اور غمگین تھی۔ آہستہ آہستہ ارہونہ آگے بڑھی اور نویرہ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ پھر نویرہ کی طرف دیکھتے ہوئے ارہونہ نے پوچھا۔

نویرہ میری بہن ایک بات پوچھتی ہوں۔ جھوٹ مت کہنا۔ کیا اب بھی تو اس ہستی سے محبت کرتی ہو۔ اسے پسند کرتی ہو۔ جو ایرولیس سے رقیم بن خلاط میں تبدیل ہو چکی ہے۔ دیکھ نویرہ جھوٹ مت کہنا۔ اپنے دل کی بات مجھ سے چھپانا مت۔ تم جانتی ہو میں ہر معاملے میں تمہارا ساتھ دیتی ہوں دیتی رہوں گی۔ اور تمہاری رازدار بن کر رہوں گی۔ اس پر نویرہ نے تھوڑی دیر کے لئے تیز نگاہوں سے ارہونہ کی طرف دیکھا پھر اس نے جواب دیا۔

دیکھ ارہونہ میری بہن، جہاں تک ایرولیس یا رقیم بن خلاط کا تعلق ہے تو میں اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی، کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی۔ دیکھ میری بہن، محبت زندگی کا خون ہے۔ محبت گیتوں کی صداؤں کا راستہ، صداقت کی آواز ہے۔ محبت مٹھا اور سہانا نغمہ اور حیات بخش جبلت ہے۔ یہ کوئی ناپسندیدہ لمباہ نہیں۔ جسے وقت کے ساتھ ساتھ اتار کر پھینک دیا جائے۔ سن ارہونہ میری بہن رقیم بن خلاط جہاں اپنوں کے لئے رحم و محبت کا پیکر، حسین سپنوں کا تعبیر وہاں وہ اپنے دشمنوں اور اغیار کے لئے ظلم کا سینہ چیرتا اعضا شکن بخار، بحر زخار اور آگ و خون کا پیغام ہے۔

سن ارہونہ رقیم بن خلاط میری زندگی کی تاریک راتوں کا سحر تھا اور ہے۔ وہ میری محبت کا جنت موعود ہے۔ میری کارگاہ زیست میں عقیدتوں کا کاروان ہے۔ دیکھ ارہونہ خاموش فضاؤں کے اشاروں، رات کے سینے کے دیران گوشوں، موسم بہار کے پرندوں کی دلکش آوازوں میں نے ہمیشہ اپنے اس محبوب ہی کا نام سنا ہے۔ دیکھ ارہونہ رقیم بن خلاط وہ ہستی ہے جسے میں نے ہمیشہ آسمان کے ستاروں میں دیکھا۔ میرے لئے وہ جوان رات کے سینے پر چاندنی سفید آنچل اور میرے دل کی لطیف و خوشگوار دھڑکن ہے۔ اس کے بغیر رہنے، اس کے بڑھ جینے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔

سن ارہونہ میری بہن! میں نے کسی نام سے محبت نہیں کی۔ نہ ہی کسی نام پر میں نے اپنی چاہت نچھاور کی ہے۔ نہ مجھے ایرولیس نام سے اور نہ ہی مجھے رقیم بن خلاط سے محبت تھی نہ ہے بلکہ مجھے اس ہستی سے پیار اس ہستی سے چاہت ہے جس کا نام پہلے ایرولیس اور اب رقیم بن خلاط ہے۔ دیکھ ارہونہ میں نے رقیم بن خلاط سے اس لئے محبت نہ کی تھی کہ وہ نصرانی ہے۔ بلکہ میں نے تو اس کی ذات کو چاہا تھا۔ پہلے بھی مجھے اس کی ذات سے پیار تھا، اب بھی مجھے اس کی ذات سے پیار ہے اور جب تک میری زندگی کی آخری سانس چلتی ہے اس وقت تک میں اسی کو چاہتی رہوں گی اسی سے پیار کرتی رہوں گی۔ اسے اپنی زندگی کا نصب العین اسے اپنے جسم کا مالک اور اسے ہی اپنی حیات کا مقصد عین سمجھتی رہوں گی۔

سن ارہونہ میری بہن! اگر یہ ایرولیس رقیم بن خلاط میں تبدیل ہو گیا ہے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ میں نے تو اس کی ذات سے محبت کی ہے۔ لوگ اس پر الزام لگا رہے ہیں کہ وہ نصرانی نہیں بلکہ مسلمان ہے۔ میری چاہت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لوگ اس پر الزام لگا رہے ہیں کہ اس نے بالدی گوٹھ کے نام پر ہسپانیہ میں وارداتیں کیں اس سے میری محبت میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ اب میں اسے زیادہ چاہنے لگی ہوں اس لئے کہ اس نے ایسی وارداتیں کر کے بڑے بڑے سرکشوں کو اپنے سامنے زیر کیا اور ایسا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ دیکھ میری بہن! لوگ اس پر الزام لگاتے ہیں کہ اس نے ہسپانیہ میں قتل عام کیا لیکن اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔ نویرہ جب خاموش ہوئی تو ارہونہ پھر بولی اور نیا انکشاف کرنے لگی۔

دیکھ نویرہ میری بہن! یہ تو سوچو کہ وہ روزانہ یہ بھی انکشاف کر چکی ہے کہ البارس کے قلعے سے میری سوتیلی بہن روطہ اور اس کی ماں سوزان کو رقیم بن خلاط ہی نے نکالا تھا اور یہ کہ روطہ اب اس کی بیوی ہے۔ اس پر نویرہ فوراً کہنے لگی۔ رقیم بن خلاط کو ایسا ضرور کرنا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ وہ بنیادی طور پر مسلمان تھا اور اپنے گلے میں صلیب ڈال کر اپنی قوم اور ملت کے لئے کام کر رہا تھا۔ سوزان اور روطہ چونکہ دونوں اسلام قبول کر چکیں تھیں لہذا یہ رقیم بن خلاط کا فرض عین بنتا تھا کہ ان دونوں ماں بیٹی کو زندان سے نکالے۔ دیکھ جب سے میں نے یہ خبر سنی ہے کہ البارس کے قلعے سے سوزان اور روطہ کو رقیم بن خلاط نے نکالا تھا قسم آسمانوں کے مالک کی میری نگاہوں اور میرے دل میں رقیم بن خلاط کی عزت اور عقیدت اور بڑھ گئی ہے۔

رہی یہ بات کہ رقیم بن خلاط نے روطہ سے شادی کر لی ہے تو اس میں بھی ارہونہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ روطہ کو تم بھی اچھی طرح جانتی ہو میں بھی اس سے خوب واقف ہوں اور وہ مجھے بھی اچھی طرح جانتی ہے۔ وہ ایک انتہائی خوبصورت اور وفادار لڑکی ہے۔ میں سمجھتی ہوں وہ یقیناً اس قابل تھی کہ رقیم بن خلاط کی بیوی بنتی۔ دیکھ ارہونہ میرا آخری فیصلہ سن جب بھی

روانہ ہوئے ہیں ان کے ساتھ وہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کو گرفتار نہیں کر سکیں گے۔ وہ دونوں میرا خیال ہے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں گے اور میرا دل کہتا ہے کہ وہ ان دونوں کو بدترین شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو میں زمین اور آسمان کے مالک کا شکر یہ ادا کروں گی اور اگر وہ گرفتار ہو بھی گئے تو سن اربونہ میں اپنی جان پر کھیل کر ان دونوں کو رہائی کا سامان کروں گی۔ اس پر اربونہ نویرہ کو گلے لگاتے ہوئے کہنے لگی۔ اس کام میں نویرہ میری بہن تم اکیلی نہیں ہوگی میں پوری طرح تمہارے ساتھ ہوں گی۔

پھر اربونہ نے بات کا رخ بدلا اور نویرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ہمارا یہاں زیادہ دیر بیٹھ کر رازداری میں گفتگو کرنا ہمارے متعلق فرواندہ اور ازایلا دونوں کو مشکوک کر دے گا۔ آؤ ہماری گھوڑ دوڑ کا وقت ہو گیا ہے۔ اصطبل کی طرف چلیں اس کے ساتھ ہی نویرہ اٹھ کھڑی ہوئی دونوں نے لباس تبدیل کئے اور پھر وہ گھوڑ دوڑ کے لئے شاہی محل سے نکل کر میدان کی طرف جارہی تھیں۔

①

رقیم بن خلاط نے سلطان الزغل کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ فرواندہ کے خلاف جنگ میں سلطان الزغل کا پورا ساتھ دے گا اور یہ بھی کہا تھا کہ جنگ سے پہلے وہ جبل رندہ میں جا کر اپنے لشکر اور پڑاؤ کے ساتھ قیام کرے گا اور وہیں سے اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نکل کر فرواندہ کے لشکر پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہوگا اور اس کی شکست کو یقینی بنائے گا۔ اسی وعدے کے مطابق رقیم بن خلاط اپنے مسکن سے نکلا اپنے ریوڑ کو چراتا ہوا وہ شمال مشرق کی طرف بڑھا اور دریا کے کنارے کبیر کو عبور کر کے وہ جبل رندہ کی سرسبز وادیوں میں خیمہ زن ہو گیا تھا۔

اسی پڑاؤ کے دوران ایک روز سورج غروب ہونے کے بعد جبکہ چاروں طرف شام پھیلنا شروع ہو گئی تھی راہب یولویس اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا رقیم بن خلاط کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ وہ گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتا ہوا رقیم بن خلاط کے خیمے کے قریب آ رہا۔ لحد بہ لحد چھپتی اور گہری ہوتی تاریکی میں رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف اس وقت خیمے کے باہر آگ کے جلنے الاؤ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے جب راہب یولویس کو گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اپنے قریب دیکھا تو وہ دونوں اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریب آ کر راہب یولویس اپنے گھوڑے سے اترا۔ گھوڑے کو اس نے آگ کے الاؤ کے قریب ہی کھڑا کر دیا۔ پھر وہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے پاس آتے ہوئے بدحواسی اور پھولی ہوئی مائل میں کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! آپ فوراً بلکہ ابھی اور اسی وقت اپنا پڑاؤ یہاں سے اٹھائیں اور فوراً دریا

مجھے موقع ملا میں یہاں سے بھاگ نکلوں گی اور رقیم بن خلاط کے پاس چلی جاؤں گی۔ میں اس سے استدعا کروں گی کہ وہ روط کے ساتھ ساتھ مجھے بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنالے اور مجھے امید ہے کہ روط بھی میرے آڑے نہیں آئے گی۔ اور جس طرح وہ رقیم بن خلاط کی زندگی کی ساتھی ہے اسی طرح وہ میرے لئے بھی جگہ پیدا کرے گی۔ اس طرح میں اور روط دونوں مل کر رقیم بن خلاط کی بیویوں کی حیثیت سے بہتر طور پر اس کی خدمت کر سکیں گی۔ اب بولہ اربونہ تمہارا کیا خیال تمہارا کیا ارادہ ہے۔

ارونہ بڑی حوصلہ مندی میں کہنے لگی کہ نویرہ! قسم زمین اور آسمان کے پیدا کرنے والے کی۔ جن خیالات کا اظہار تم نے کیا ہے ویسے ہی خیالات میرے منذر بن طریف سے متعلق ہیں۔ دنیا ادھر کی ادھر ہو سکتی ہے پر میں اربونہ کسی بھی طور پر منذر بن طریف کو نہ چھوڑ سکتی ہوں اور نہ اسے بھول سکتی ہوں۔ نہ اسے فراموش کر سکتی ہوں اس لئے کہ تمہاری طرح میں نے بھی اس سے اس کی ذات سے محبت کی ہے تاکہ نام سے۔ لہذا میرا بھی آخری فیصلہ اربونہ جس وقت تو یہاں سے رقیم بن خلاط کے پاس جانے کے لئے بھاگے گی تو میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ اس لئے کہ جس طرح تم اب رقیم بن خلاط کے بغیر نہیں رہ سکتیں اسی طرح میں بھی اپنی زندگی منذر بن طریف کے بغیر نہیں کر سکتی۔

ارونہ کے ان خیالات سے نویرہ ایسی خوش ہوئی کہ وہ ایک دم آگے بڑھی اور پوری طاقت اور قوت سے اربونہ کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس کا منہ اس کے گال چوم لئے تھے پھر پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نویرہ نے کہا۔ سن اربونہ میری بہن اب جو کچھ میرے اور تیرے دل میں ہے اسے راز ہی رہنا چاہئے ابھی تک میرے بھائی فرواندہ اور تمہاری بہن ازایلا ہم دونوں سے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے متعلق گفتگو نہیں کی۔ میرے خیال میں اب دونوں کی گرفتاری کا انتظار کر رہے ہیں۔ گرفتاری کے بعد یہ لوگ ان سے پوچھ گچھ کر گئے ہوں اگر یہ بات واضح ہو گئی کہ اربولیس رقیم بن خلاط اور بوریلی منذر بن طریف ہیں تو شاید میرے بھائی فرواندہ اور تمہاری بہن ازایلا ہم دونوں کے رشتے کہیں اور کرنے کی کو

کر رہیں گے۔ اس پر اربونہ بڑی فکر مندی میں بولی۔
دیکھ نویرہ! میری بہن! جبکہ میرے اور تمہارے درمیان یہ بات طے شدہ ہے کہ رقیم بن خلاط کے ساتھ تمہاری اور منذر بن طریف کے ساتھ میری محبت میں کوئی فرق نہیں آیا اب تم سے یہ پوچھتی ہوں کہ اگر ان دونوں کو گرفتار کر کے یہاں لایا گیا تو ہمارا کیا رد عمل ہوگا اس پر نویرہ فوراً کہہ اٹھی۔

سن اربونہ میری بہن اول تو مجھے امید ہے کہ آگیا اور گیلر دونوں جن لشکروں کو۔

دوڑا دیا تھا۔
جابر بن بکر کے جانے کے بعد رقیم بن خلاط نے بڑے غور سے منذر بن طریف کی طرف دیکھا پھر کہا۔

منذر میرے بھائی حالات واقعی ہمارے خلاف ہو گئے ہیں۔ سب سے پہلے منصور بن نعمان کے نام پیغام لکھ کر بھیجاؤ اور اسے ساری صورتحال سے آگاہ کرو۔ اس کے بعد یہاں سے فوراً کوچ کا حکم دو۔ ہم یہاں سے بڑی تیزی کے ساتھ دریائے کبیر اور دریائے شتیل کے سنگم کی طرف کوچ کریں گے۔ تم پہلے پیغام رساں شاہین کو روانہ کرو اس کے بعد میں تفصیل سے تمہارے ساتھ لاکھ عمل طے کرتا ہوں۔ ساتھ ہی تم لشکر کو کوچ کا حکم بھی دو۔

رقیم بن خلاط کا یہ حکم ملتے ہی منذر بن طریف فوراً حرکت میں آیا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے لشکر اور ریوڑ کو کوچ کا حکم دیا۔ جلدی جلدی اس نے ساری صورتحال ایک کاغذ پر لکھی۔ کاغذ تہہ کر کے ایک شاہین کے پاؤں میں باندھا پھر اسے فضا میں چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد جب وہ رقیم بن خلاط کے پاس آیا تو رقیم بن خلاط اسے کہنے لگا۔

دیکھ منذر میرے بھائی! پڑاؤ میں اس وقت جس قدر لشکر ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ تم اپنے پاس رکھو اور ریوڑ کو لے کر بڑی تیزی سے گمنام راستوں کے ذریعے دریائے کبیر اور دریائے شتیل کے سنگم کی طرف کوچ کرو۔ دوسرا آدھا لشکر میں اپنے پاس رکھوں گا اور تمہارے بائیں طرف یعنی جس طرف قرطبہ شہر پڑتا ہے۔ اس جانب میں کوہستانی سلسلوں کو گھات بناتے ہوئے تمہارے ساتھ آگے بڑھوں گا اور جب آگیاں اور گیلر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آئیں گے تو میں ان کی راہ روکوں گا تاکہ تمہیں باخفاقت دونوں دریاؤں کے سنگم تک پہنچنے کی مہلت مل جائے۔ میں انہیں روکے رکھوں گا۔ ان کے ساتھ گریز اور بچاؤ کا کھیل کھیلوں گا اور رات کی تاریکی میں انہیں جل دیتا ہوں خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ دونوں دریاؤں کے سنگم کی طرف بڑھتا ہوں گا۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد دونوں نے پڑاؤ کے اندر جس قدر لشکر تھا اس کو آدھا آدھا تقسیم کیا پھر وہ فوراً وہاں سے کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر دریائے کبیر اور دریائے شتیل کے سنگم کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○

گھڑ دوڑ کے بعد فوراً اور اربونہ سستانے کے لئے قرطبہ کے شاہی محل میں ایک کمرے میں گہری سوچوں میں غرق بیٹھی تھیں۔ دونوں اداس اور پریشان حال لگتی تھیں ایسے میں شاہی محل کا ایک محافظ اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور دونوں کے سامنے آ کر اپنے سر کو جھکا کر تعظیم دینے کے بعد وہ کہنے لگا آپ دونوں کو فرواندہ نے طلب کیا ہے۔

کبیر اور دریائے شتیل کو عبور کر کے غریب کی مملکت کی حدود میں داخل ہو جائیں۔ اس پر رقیم بن خلاط نے راہب یوہو جس کا اصل نام جابر بن بکر تھا اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا دیکھ جابر میرے بھائی! کیا ہوا تو اتنا بدحواس کیوں ہے تیری سانسیں اکھڑی کیوں ہیں؟ اس پر جابر بن بکر کہنے لگا۔

امیر محترم! غضب ہو گیا۔ فرواندہ اور اس کے سالاروں کو خبر ہو گئی ہے کہ آپ نصرانی نہیں مسلمان ہیں۔ آپ ابرو لیس نہیں رقیم بن خلاط ہیں اور یورپی منذر بن طریف ہے اور یہ کہ جبل الجبل میں آپ کا مسکن ہے اور جس کے آپ امیر ہیں اور یہ نصرانی بھی ہیں میں آپ ہسپانیہ کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک وارداتیں کرتے ہیں اور یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ بالدی گوتھ کے بھی میں آپ ہی ساری وارداتیں کرتے ہیں اور بالدی گوتھ کو قتل کرنے کے بعد جہاں بھی آپ نے وارداتیں کیں اس کے نام کے خنجر پھینکے۔ لہذا فرواندہ نے آگیاں اور اپنے نائب سپہ سالار گیلر کو دو بڑے لشکر دے کر آپ کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ آپ کے لشکریوں کو تہہ تیغ کر کے آپ دونوں کو زندہ گرفتار کر کے فرواندہ کے سامنے پیش کیا جائے۔

امیر محترم! فرواندہ نے اپنے محافظ دستوں کے سالار اور اپنے دربار کے پہلوان یوہو لیس اور سیدکا کو لوہے کی ایک گھسی تیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس بند گھسی میں دو نرمادہ بھوکے شیروں کو رکھیں اور جب آپ اور منذر بن طریف کو گرفتار کر لیا جائے تو فرواندہ چاہتا ہے کہ آپ دونوں کو ان بھوکے شیروں کے سامنے پھینکا جائے۔ امیر محترم! ان حالات میں میری آپ سے گزارش ہے کہ فوراً اپنا پڑاؤ اٹھائیں اور یہاں سے کوچ کر جائیں۔ آگیاں اور گیلر دونوں اپنے لشکر کے ساتھ غنقریب آپ پر حملہ آور ہونے کے لئے جبل رندہ میں داخل ہوں گے میں بڑی مشکل سے سب کی نظریں بچا کر اٹلے سیدھے راستوں سے اس طرف آیا ہوں تاکہ مجھے کوئی دیکھ نہ لے۔

امیر محترم! میں یہ بھی نہیں جان سکا کہ کس نے فرواندہ کو خبر دی ہے کہ آپ ابرو لیس نہیں رقیم بن خلاط ہیں اور منذر بن طریف یورپی نہیں۔ بہر حال میں یہ بھی جاننے کی کوشش کروں گا کہ اس راز سے کس نے پردہ اٹھایا ہے۔ فی الفور آپ یہاں سے کوچ کریں۔ میں جاتا ہوں اس لئے کہ قرطبہ میں میری اس موقع پر غیر حاضری میری ذات کو مشکوک بنا دے گی۔ اس پر رقیم بن خلاط فوراً بول اٹھا۔

جابر میرے بھائی! تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں تمہارا لشکر گزار اور ممنون ہوں کہ تم نے نئی صورتحال سے مجھے آگاہ کیا۔ تم جاؤ میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی جابر بن بکر دوبارہ اپنے چھوڑے پر سوار ہوا اسے ایڑا لگا کر رات کی تاریکی میں سر پہ

محافظ کے ان الفاظ پر نوریہ اور اربونہ چونک سی پڑی تھیں۔ نوریہ کہنے لگی تم جاؤ میں اور اربونہ ابھی آتے ہیں۔ اس محافظ نے پھر ایک بار سر کو خم کرتے ہوئے دونوں کو تعظیم دی اور پھر وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس محافظ کے جانے کے بعد اربونہ نے نوریہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ نوریہ میری بہن تمہارے بھائی اور میرے بہنوئی فرواندہ نے ہمیں کیوں طلب کیا ہے۔ اس پر نوریہ خلاؤں میں کھوی گئی پھر کمرے میں اس کی مدھم، دھیمی اور گہری افسردگیوں میں ڈوبی ہوئی آواز راہدارانہ انداز میں بلند ہوئی۔

دیکھ اربونہ میری بہن! جہاں تک میرا اندازہ ہے میرے بھائی فرواندہ نے ہم دونوں کو اس لئے طلب کیا ہے تاکہ وہ ہم دونوں سے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے متعلق نئے صورتحال کا جائزہ لیں اس پر اربونہ نے فوراً پوچھ لیا۔

دیکھ میری بہن! اگر ہم سے یہ پوچھا گیا کہ اب رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے متعلق ہمارے کیا خیالات ہیں تو کیا جواب دینا چاہئے۔ اس پر تھوڑی دیر سر جھکا کر نوریہ۔ کچھ سوچا پھر اس نے اپنا فیصلہ کیا۔

سن اربونہ میری بہن! رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے متعلق میرے اور تمہارے جذبات، احساسات اور ارادے ہیں انہیں ہمیں بھی راز ہی میں رکھنا چاہئے کسی پر عیاں نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تو سننا میرے اور تمہارے دونوں کے لئے برا ہوگا۔ میں جانتی ہوں کہ ہمیں بلا کر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے متعلق سوالات کئے جائیں گے۔ اگر سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے متعلق ہمارے کیا خیالات ہیں؟ تو ہمارا یہی جواب ہوگا کہ ان کے آنے کے بعد اگر یہ سچ ہوا کہ اربوئیس رقیم بن خلاط ہے اور بلی منذر بن طریف ہے اور یہ کہ نصرانی ہونے کے بجائے وہ مسلمان ہیں تو جس قدر کہ ہم نے ان سے محبت کی ہے اس سے بڑھ کر ہم ان سے نفرت کریں گے اربونہ تیرا میرا الحال یہی جواب ہونا چاہئے۔ اندر ہی اندر ہمیں کیا کرتا ہے یہ میں بھی جانتی ہوں تو بھی اسے واقف ہے۔ میرے خیال میں چل اب چل کر دیکھتے ہیں وہاں کون ہے اور ہمیں کیا بلایا ہے۔ اس پر اربونہ نوریہ کے مزید قریب ہوئی اور رازداری میں کہنے لگی۔

دیکھ نوریہ میری بہن! ہمیں یونہی بے کار پڑے رہ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کو گرفتار کر لیا گیا اور ہم دونوں انہیں رہانہ کرا سکیں تو پھر خود کشی کر لوں گی۔ نوریہ فوراً بولی اور فیصلہ دیا کہ اربونہ میں بھی تم سے مختلف نہیں رہوں گی۔ میرا دل کہتا ہے کہ یہ گیلر اور آگیلا دونوں انہیں گرفتار نہیں کر سکیں گے۔ اور وہ دونوں آپ کو مع اپنے ریوڑ اور لشکر کو بچا کر نکل جائیں گے۔ اس پر اربونہ خوشی کا اظہار کرنے لگی۔

نوریہ میری بہن! تیری زبان مبارک ہو۔ خداوند کرے ایسا ہی ہو۔ اگر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف آگیلا اور گیلر کے ہاتھوں قتل کر نکل جاتے ہیں تو پھر نوریہ میری بہن! ہم دونوں کو بھی یہاں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ جب ہمارے پاس یہ اطلاع پہنچتی ہے کہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف بحفاظت غرناطہ کی سلطنت میں داخل ہو گئے ہیں تو ہمیں بھی یہاں سے نکلنے کا سامان کرنا چاہئے۔ نوریہ نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

دیکھ اربونہ میری بہن! تیرے خیالات درست ہیں۔ ایک بار ہمیں رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے متعلق اطلاع مل جائے پھر ہم یہاں سے بھاگنے کی ضرورت کو شش کریں گے۔ اس پر اربونہ نے نئے خدشات کا اظہار کیا۔

سن نوریہ میری بہن! ہم دونوں اکیلی ہی قرطبہ سے نکل کر غرناطہ کی طرف بھاگ نہیں سکتیں۔ ایسا کرنے کے لئے ہمیں کسی کو اپنا رازدار بنانا ہوگا۔ جو بحفاظت ہمیں قرطبہ سے نکال کر غرناطہ پہنچانے کا کام سرانجام دے۔ اربونہ کے استفسار پر نوریہ بے چاری سر جھکا کر ایک بار پھر گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ پھر اس کی دکھی پریشان کن سی آواز دھمے دھمے لہجے میں سنائی دی۔

اربونہ میری بہن! کون ہے ایسا جسے ہم دونوں ہمیں اپنا رازدار بنا سکیں اور جو ہمیں بحفاظت قرطبہ سے نکال کر غرناطہ پہنچا دے۔ اگر ہم نے کسی کو رازدار بنانے کی کوشش کی اور اس نے اس کی اطلاع میرے بھائی فرواندہ کو کر دی تو یاد رکھنا ہم دونوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس پر اربونہ کی کسی قدر امیدوں بھری آواز سنائی دی۔

نوریہ میری بہن! ایک شخص ایسا ہے جس پر اس سلسلے میں میرے خیال میں ہم دونوں ہمیں بھروسہ کر سکتی ہیں۔ اس پر نوریہ نے چونک کر اربونہ کی طرف دیکھا پھر پوچھا وہ کون ہے۔ جس کی طرف تم اشارہ کرنا چاہتی ہو۔ جواب میں اربونہ کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی پھر اس نے کہا۔

دیکھ نوریہ میری بہن! میرا دل کہتا ہے کہ اس سلسلے میں راہب یولوحیس پر اعتماد اور بھروسہ کر سکتے ہیں۔ تم جانتی ہو راہب یولوحیس کے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے بڑے گہرے اور دوستانہ تعلقات ہیں۔ اس کا ان دونوں کے پاس اٹھنا بیٹھا ہے۔ کھانا پینا بھی ان کے ساتھ ہے میرا دل کہتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں ضرور ہماری مدد کر سکتا ہے۔ اربونہ کے اس انکشاف پر نوریہ بھی آنکھوں میں خوشی اور ویران ملی جلی کیفیت دکھائی دی۔ پھر اس نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا اربونہ میری بہن! میں تمہارے خیالات تمہاری تجویز کی داد دیتی ہوں۔ تم نے بہترین اور انتہائی مناسب شخص کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے راہب یولوحیس کا تو خیال ہی نہ رہا

تھا۔ اس کا واقعی رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے پاس خوب اٹھنا بیٹھنا ہے۔ میرے خیال میں ہم دونوں ہمیں اگر اسے راز میں لے کر اپنا کام نکلوانے کی کوشش کریں تو راہب یولو جیسے انکار نہیں کرے گا اور پھر مزید یہ کہ میرے بھائی فرولندہ نے راہب یولو جیسے کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ جب کبھی بھی چاہے غرناطہ جا کر وہاں کے نصرانی اور کلیساؤں کے انتظام اور انصرام کا بھی جائزہ لے سکتا ہے۔ لہذا اگر راہب یولو جیسے چاہے تو کسی نہ کسی طرح ہمیں وہ قرطبہ سے نکال کر غرناطہ پہنچا سکتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نویرہ تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ دیکھ اربونہ ابھی تو اٹھ کر چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ بھائی فرولندہ ہم سے کب سوالات کرتا ہے یا کیا فیصلہ کرتا ہے۔ میرے خیال میں کل تک رقیم بن خلاط کے متعلق آخری خبریں قرطبہ پہنچ جائیں گی اس کے بعد ہم راہب یولو جیسے کو بلا کر اس پر اپنا عندیہ یا ارادہ ظاہر کریں گی۔ آؤ اب چلتے ہیں زیادہ دیر کی صورت میں ہم پر شک کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی نویرہ اور اربونہ انھیں اور اس کمرے سے نکل گئیں تھیں۔

فرولندہ اور اس کی ملکہ ازابیلا دونوں قرطبہ کے شاہی محل کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کمرے کے دروازے پر نویرہ اور اربونہ دونوں نمودار ہوئیں۔ انہیں دیکھتے ہی ملکہ ازابیلا نے بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ آؤ میرے پاس آ کر بیٹھو۔ ساتھ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پہلو میں نشستوں کی طرف اشارہ بھی کیا تھا۔ نویرہ اور اربونہ چپ چاپ آگے بڑھیں پھر وہ ملکہ ازابیلا کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئیں تھیں۔ تھوڑی

تک کمرے میں خاموشی رہی اس کے بعد فرولندہ نے سلسلہ کلام شروع کیا اور پوچھا۔ نویرہ اور اربونہ میری دونوں بہنو! اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے تم کو ایرولیس بورلی سے منسوب کیا تھا وہ دونوں چرواہے مجھے بے حد پسند تھے اور تم دونوں کی پسند کا ذخیرہ رکھتے ہوئے میں نے تمہیں ان سے منسوب کیا تھا۔ اب ایرولیس ایرولیس نہیں رہا رقیم خلاط بن چکا ہے اور بورلی حقیقت میں منذر بن طریف ہے۔ وہ نصرانی نہیں مسلمان ہیں میرے دوست نہیں دشمن ہیں۔ ان حالات میں میں تم دونوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ صورت حال میں تم دونوں کے کیا خیالات اور ارادے ہیں۔

فرولندہ کے اس سوال پر نویرہ نے مصنوعی سے انداز میں اربونہ کی طرف دیکھا۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ وہ اربونہ کا عندیہ اور ارادہ لینا چاہتی ہے۔ تھوڑی دیر تک نویرہ اربونہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں پھر نویرہ فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

برادر محترم! اس میں شک نہیں کہ میں نے ایرولیس کو اور اربونہ نے بورلی کو پسند کیا

برادر محترم ابھی میں اور اربونہ اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کہیں گی ابھی آپ نے اپنے سپہ سالار آگیلا اور گیلر دونوں کو ایرولیس اور بورلی کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ جب وہ دونوں گرفتار ہو کر یہاں آتے ہیں اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ایرولیس حقیقت میں رقیم بن خلاط اور بورلی منذر بن طریف ہے تو برادر محترم آپ مجھے اور اربونہ کو دیکھیں گے کہ جس قدر ہم نے ان دونوں سے محبت کی تھی اس سے دس گنا بڑھ کر ہم ان دونوں سے نفرت کریں گے۔ نویرہ کا یہ جواب سن کر فرولندہ اور ازابیلا دونوں کے چہروں پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئیں تھیں۔ تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد اس بار ملکہ ازابیلا نے اپنی چھوٹی بہن اربونہ کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

اربونہ اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ اربونہ فوراً کہہ اٹھی۔ ازابیلا میری بہن میرے خیالات بھی نویرہ سے مختلف نہیں اگر ثابت ہو گیا کہ بورلی منذر بن طریف ہے تو آپ دیکھیں گی میں اس سے نفرت کرنے میں سب سے پیش پیش ہوں گی۔ اس پر فرولندہ نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا سنو میری دونوں بہنو! میں نے تم دونوں کو اسی خاطر بلایا تھا۔ اب تم جاؤ جا کر آرام کرو۔

نویرہ اور اربونہ اپنے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق فرولندہ اور ازابیلا کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گئیں لہذا دزدیدہ سی نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ فرولندہ اور ازابیلا کو تعظیم دیتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھیں۔

○

بڑی تیزی سے گہری ہوتی رات زمین پر بچھتی شبنم کو چومتی بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ بیتابی سے محروم تاریکیاں آسمان سے زمین کی وسعت اور زمین کی سرد پائتاں تک اترتی چلی گئی تھیں۔ ہر شے پر ستور زباں بندی جیسی خاموشی تھی۔ اوگھتے انسان، ماضی کے کھنڈرات، تہذیب کے کھر درے ہاتھ، جنگل صحرا کوہستان، وادیاں ہر شے چپ اور خاموش تھی۔

ایسے میں منذر بن طریف اپنے حصے کے لشکر اور ریوڑ کو لئے جبل رندہ کے اندر ہی اندر پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس کے بائیں طرف پہلو بہ پہلو رقیم بن خلاط بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے شلیل اور دریائے کبیر کے سنگم کا رخ کر رہا تھا دونوں ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے ہوئے بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے چلے جا رہے تھے۔

رات آدھی کے قریب گزری ہوگی کہ رقیم بن خلاط نے فوراً اپنے لشکر کو روک لیا تھا۔ اس لئے کہ دور شمال مشرق کی طرف سے اسے کچھ روشنیاں دکھائی دیں تھیں۔ اپنے لشکر کو روکنے کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سر پٹ دوڑاتا ہوا ریوڑ کی طرف آیا۔ پھر

ریوڑ کے آگے وہ منذر بن طریف کے قریب آیا۔ رقیم بن خلاط کو یوں اپنی طرف آتے دیکھ کر منذر بن طریف نے ریوڑ اور لشکر کو روک جانے کا حکم دیا۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا۔ رقیم بن خلاط منذر بن طریف کے قریب آیا اور اسے بڑی فکر مندی میں کہنے لگا۔ منذر میرے بھائی مختار رہنا۔ میں نے اپنے لشکر کو روک دیا ہے۔ میں نے فضاؤں میں کچھ روشنیاں دیکھی ہیں میرا دل کہتا ہے قرطبہ کی طرف سے جو لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آگیا اور گیلری کی سرکردگی میں روانہ کئے گئے ہیں وہ نزدیک پہنچ چکے ہیں۔ جو روشنیاں میں نے فضا میں دیکھی ہیں وہ انہی لشکروں کی ہو سکتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ مشعلیں روشن کر کے رات کی تاریکی میں ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ میرے بھائی دیکھ زندگی میں میرے اور تیرے لئے ایسا کڑا وقت آیا ہے۔ میں نے تو نصرائیوں کی قید میں اس سے بھی کڑے وقت دیکھتے ہیں پر سن میرے بھائی ہمت نہ ہارنا۔ میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔ جو تلوار تجھ پر گرے گی پہلے وہ میرا حلقوم کاٹ کر تیری طرف آئے گی۔

رقیم بن خلاط کے ان الفاظ سے منذر بن طریف ایسا متاثر ہوا گھوڑے کو وہ قریب لایا اور بڑی عقیدت میں اس نے رقیم بن خلاط کا گھٹنا پکڑتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ امیر محترم! آپ کیسی بات کرتے ہیں۔ منذر بن طریف اپنے آپ کو آپ کا ایک ادنیٰ خادم سمجھتا ہے۔ قسم خداوند قدوس کی آپ کی طرف اٹھنے والے ہاتھوں کو میں کاٹ دوں گا۔ اور جو ہاتھ آپ پر اٹھیں گے وہ میری لاش کے اوپر سے گزر کر جا میں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سن منذر میرے بھائی! تم اپنے حصے کے لشکر اور ریوڑ کو لے کر پہلی رفتار سے آگے بڑھتے رہو۔ جو لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے میں اس کی راہ روکنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم مت رکنا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم وقت ضائع کئے بغیر آنے والی صبح کو دونوں دریاؤں کے سنگم پہنچ جاؤ۔ دیکھو جب تم سنگم پر پہنچ جاؤ اور دیکھو کہ میں پیچھے سے نہیں آیا تو منذر بن طریف نے دارمیرا انتظار نہیں کرنا تم بلا جھجک اپنے ریوڑ اور لشکر کو لے کر دریاؤں کا سنگم پار کر کے غرناطہ کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کرنا۔ اتنی دیر تک ہو سکتا ہے منصور بن نعمان کو بھی ہمارا پیغام پہنچ جائے اور وہ بھی تمہاری مدد کو پہنچ جائے۔ میں کسی نہ کسی طرح دشمن سے الچھتا ہوا ضرور دونوں دریاؤں کے سنگم کو عبور کر کے غرناطہ کی سلطنت میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔

منذر بن طریف نے کہنا چاہتا تھا کہ رقیم بن خلاط اس سے پہلے بول پڑا۔ دیکھ منذر میرے بھائی اب کچھ مت کہنا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اور کر رہا ہوں اس میں تیری اور میری دونوں ہی کی بہتری ہے۔ تم اپنے لشکر کے ساتھ اپنی پوری رفتار سے دریاؤں کے سنگم کی طرف

بڑھو میں واپس جاتا ہوں اور حملہ آور لشکر کو اپنے ساتھ ابھرا کر تمہیں دونوں دریاؤں کے سنگم کی طرف نکل جانے کا موقع فراہم کرتا ہوں۔ اس کے بعد منذر بن طریف سے کوئی مزید گفتگو کے بغیر رقیم بن خلاط نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور پھر ایڑنگا کر اسے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ منذر بن طریف رقیم بن خلاط کے حکم پر پھر بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا تھا۔

واپس آ کر رقیم بن خلاط نے وقت ضائع کئے بغیر انتہائی تیزی اور پھرتی سے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصے کو رقیم بن خلاط نے اس شاہراہ کے کنارے گھات میں بٹھا دیا تھا۔ جس شاہراہ پر تعاقب کرنے والا لشکر بڑھتا چلا آ رہا تھا جبکہ خود رقیم بن خلاط لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ ذرا آگے جا کر گھات میں جا بیٹھا تھا۔

تعاقب کرنے والا لشکر جس کے اگلے سوار ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں اٹھائے تھے۔ جب لشکر بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتا ہوا اس جگہ کے پاس سے گزرنے لگا جہاں رقیم بن خلاط نے اپنے لشکر کی گھات میں بٹھائے تھے۔ تو رقیم بن خلاط کے لشکریوں نے ایسی تیز ایسی تند اور ایسی موسلا دھار قسم کی تیر اندازی کی کہ تعاقب کرنے والے لشکر کی اگلی کئی صفیں زمین بوس ہو کے رہ گئی تھیں۔ عین اسی موقع پر جبکہ رقیم بن خلاط کے لشکریوں نے دشمن کی اگلی صفوں کو مکمل طور پر درہم برہم کر دیا تھا۔ ایک پہلو کی طرف سے رقیم بن خلاط کے لشکریوں کے تیر نہیں پہنچتے تھے۔ خود رقیم بن خلاط تعاقب کرنے والے لشکر پر بھوکے درندوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

رقیم بن خلاط کا یہ حملہ ایسا زور دار ایسا خونخوار اور ایسا اچانک تھا کہ دشمن کے ان گنت لشکریوں کو کاٹا ہوا وہ دشمن کے لشکر کے وسط تک چلا گیا تھا۔ ایک تو رقیم بن خلاط کے پہلے حصے کے لشکریوں کی تیر اندازی سے ہی تعاقب کرنے والوں میں کھلبلی اور افراتفری کا عالم برپا تھا اب جو رقیم بن خلاط نے ایک طرف سے ان پر قضا ثابت ہونے والا خون مارا تو تعاقب کرنے والے اپنی ساری پیش قدمی اور اپنی منزل کے سارے ہی راستے فراموش کر بیٹھے تھے۔ کچھ دیر تک اندر گھس کر رقیم بن خلاط نے تعاقب کرنے والے دشمنوں کے لشکر کو کاٹنا رہا پھر اپنے لشکر کو سمیٹا ہوا وہاں سے ہٹ گیا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کا وہ حصہ جو تیر اندازی کے لئے گھات میں بٹھایا تھا۔ اسے بھی اس نے ساتھ ملایا اور آگے بڑھ گیا تھا۔

تعاقب کرنے والے لشکر نے تھوڑی دیر بعد اپنے آپ کو سنبھالا پھر پھوٹک پھوٹک کر قدم رکھتے ہوئے پیش قدمی شروع کرنی شروع کی اس کے بعد آگے جا کر ایک بار پھر رقیم بن خلاط نے ان پر جان لیوا شب خون مارا اس طرح رقیم بن خلاط وقفے وقفے سے اس لشکر پر کبھی دائیں کبھی بائیں کبھی آگے کبھی پیچھے سے ہوتا ہوا شب خون مارتے ہوئے اسے اپنے ساتھ

ساتھ الجھائے دریائے کبیر اور دریائے شنیل کے سنگم کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

اگلے روز کا جب سورج طلوع ہوا تو منذر بن طریف اپنے لشکر اور ریوڑ کے ساتھ دریائے شنیل اور دریائے کبیر کے سنگم کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ لیکن اچانک بدلتی ہوئی صورتحال دیکھتے ہوئے اس نے اپنے لشکر اور ریوڑ کو رک جانے کا حکم دیا اور پڑاؤ کر لیا تھا۔ اس لئے کہ دونوں دریاؤں کے سنگم سے پہلے ہی ایک بہت بڑا لشکر منذر بن طریف کی راہ روکے کھڑا تھا۔ یہ لشکر فرولندہ کے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کا لشکر تھا۔ منذر بن طریف رک کر پڑاؤ کر ہی رہا تھا کہ پچھلی سمت سے بھی دشمن کا ایک بہت بڑا لشکر نمودار ہوا اور اس لشکر کی کمانداری فرولندہ کا نائب سپہ سالار گیلر کر رہا تھا۔

منذر بن طریف کے لئے اب صورتحال انتہائی خطرناک ہو گئی تھی۔ اسے اپنے مخبروں کے ذریعے پتہ چل گیا تھا کہ سامنے کی طرف سے فرولندہ کے سپہ سالار آگیلار نے راہ روک لی ہے اور پیچھے کی طرف سے حملہ آور ہونے کے لئے فرولندہ کا نائب سپہ سالار گیلر پہنچ چکا ہے۔ اور یہ کہ ان کے لشکر کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر سارے چرواہے بھی مل جائیں اور انہیں ضرب دیں تب بھی فرولندہ کے اس لشکر کی تعداد زیادہ تھی۔

اس صورتحال سے منذر بن طریف بڑا پریشان تھا۔ نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ اس نے جو کچھ تھا اسی پر اکتفا کرنے کا عہد کیا۔ چھوٹا سا جو لشکر اس کے پاس تھا اسے اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ آدھے حصے کے ساتھ سامنے والے لشکر سے اور دوسرے آدھے کے ساتھ تعاقب کرنے والے لشکر سے اپنے ریوڑ اور اپنے چرواہوں کا دفاع کرے گا۔ منذر بن طریف جانتا تھا کہ دشمن کے دونوں لشکروں کے سامنے اس کے لشکریوں کی تعداد نہ ہونے برابر ہے اور وہ لحوں کے اندر اسے پیس کے رکھ دیں گے تاہم اسے بہر حال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ منذر بن طریف جانتا تھا کہ موت و قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے اور یہ کہ اس کے لشکر کی چند لحوں تک بھی سامنے کی طرف سے آگیلار اور پشت کی طرف سے گیلر کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اور یہ کہ دونوں لشکروں کے اندر ان کا قتل عام کر دیں گے۔ تاہم اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ منذر بن طریف اس لحاظ سے بھی زیادہ فکر مند اور پریشان تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے رقیم بن خلاط کے متعلق بھی کوئی خبر نہ دی تھی اور ہر مخبر رقیم بن خلاط اور اس کے لشکریوں کے متعلق لاعلمی کا اظہار کر رہا تھا۔ تاہم منذر بن طریف سامنے اور پشت کی طرف سے جھانکتی ہوئی موت اور قضا کا سامنا کرنے کے لئے تیاری کرنے لگا تھا۔

جس وقت منذر بن طریف فرولندہ کے لشکر کے دونوں حصوں کے سامنے اپنے دفاع کی فوری تیاریوں میں مصروف تھا۔ دائیں طرف کے کوہستانی سلسلوں کے اندر سے ایک سوار اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا نمودار ہوا۔ بری طرح کام میں مصروف منذر بن طریف تک پڑا تھا۔ اور خود بھی اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا وہ اس سوار کی طرف بڑھا تھا۔ وہ سوار زربن طریف کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے خوشی کی ملی جلی آواز میں کہنے لگا۔

اے امیر! میں آپ کے لئے ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ میں جانتا ہوں آپ دشمن کے وں لشکروں کے سامنے انتہائی پریشان اور فکر مند ہوں گے۔ پر ایسا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ابن طریف مجھے امیر رقیم بن خلاط نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ رات کی بجلی میں جس وقت امیر نے آپ کو دونوں دریاؤں کے سنگم کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ وہ ت کے وقت تعاقب کرنے والے لشکر سے الجھ گئے تھے۔ امیر آہستہ آہستہ دریاؤں کے سنگم اطراف بڑھتے ہوئے اس لشکر کو الجھاتے ہوئے اس پر شب خون مارتے رہے یہاں تک کہ ان تک امیر نے تعاقب کرنے والے اس لشکر کے ایک ایک سپاہی کو چن چن کر قتل کر دیا تھا۔ یہ تعاقب کرنے والے اس لشکر کا مکمل طور پر خاتمہ ہو چکا ہے۔

ابن طریف میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ فرولندہ نے آگیلار اور گیلر کی سرکردگی میں جو ہم ملہ آور ہونے کے لئے لشکر بھیجا تھا اس کو راستے میں آگیلار نے تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ حصہ وہ جسے رات کی تاریکی میں امیر محترم نے ختم کر دیا ہے اور دو حصے یہ آپ کے سامنے پیچھے پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔

ابن طریف! آپ کی تسلی و تشفی کے لیے یہ بھی کہوں کہ رات کی تاریکی میں امیر محترم اور مسور بن نعمان کا بھی آپس میں جاسوسوں کے ذریعے رابطہ ہو گیا تھا۔ منصور بن نعمان بھی خاصے بڑے لشکر کے ساتھ مسکن سے نکل کر ہماری مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں اور امیر کے اہل و عیال کی تاریکی میں انہوں نے دریائے شنیل کو عبور کیا ہے اور امیر سے جاملے اب درتحال یہ ہے کہ جو لشکر آپ کی پشت کی طرف ہے اس کی طرف سے آپ بالکل بے فکر ہوئیں اس لشکر کی پشت پر خود امیر محترم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھے ہوئے

ہیں اور جس کو ہستانی سلسلے سے نکل کر میں آ رہا ہوں اس طرف منصور بن نعمان اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا چکا ہے۔

ابن طریف! آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ صرف سامنے والے لشکر پر حملہ آور ہوں گے جو لشکر آپ کی پشت کی طرف ہے اس کی پشت پر خود امیر رقیم بن خلاط حملہ آور ہوں گے جبکہ منصور بن نعمان کو ہستانی سلسلے سے نکل کر جس سمت آپ ہیں اس سمت سے پشت والے لشکر پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ امیر رقیم بن خلاط پیچھے سے آنے والے لشکر کا جنازہ نکال کر رکھ دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سوار لہجہ بھر کے لئے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ابن طریف آپ یقیناً فکر مند ہوں گے کہ امیر رقیم بن خلاط نے آپ اکیلے کو سامنے والے لشکر سے ٹکرانے کا حکم دیا ہے پر آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنے ریوڑ سے آگے نکل کر اس لشکر سے ٹکرائیں اس لشکر کی پشت پر سلطان محترم الزغل کا بہترین سپہ سالار الزجری بھی ایک لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا ہے جو نبی آپ سامنے والے لشکر پر حملہ آور ہوں گے الزجری پشت کی طرف سے اس لشکر پر ٹوٹ پڑے گا۔ اور اس کی بھی حالت پشت والے لشکر سے مختلف نہیں ہوگی۔

ابن طریف! میں آپ سے یہ کہوں کہ جس وقت جبل رند سے کوچ کرتے وقت آپ نے منصور کے نام پیغام بھجوایا تھا تو پیغام ملتے ہی منصور بن نعمان نے سلطان الزغل سے رابطہ قائم کیا لہذا الزجری کی کمانداری میں سلطان الزغل نے ایک لشکر فوراً منصور بن نعمان کے ساتھ کر دیا تھا۔ اب الزجری کا لشکر درائے کبیر کی طرف ہے اور وہ سامنے والے لشکر کی پشت پر خوب ضرب لگائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سوار جب خاموش ہوا تب منذر بن طریف بڑی عقیدت مندی بڑی ارادتمندی میں کہہ رہا تھا۔ امیر رقیم بن خلاط تھوڑی دیر پہلے میں بڑا پریشان اور فکر مند تھا لیکن آپ نے یہ قاصد بھیج کر میری ساری ناامیدیوں کو امید میں بدل دیا ہے۔ امیر محترم! آپ یقیناً قوم کی آخری امید، چٹانوں پر چلتا ہوا اللہ اور تاریک افق پر امید کی کرن ہیں۔ آپ یقیناً عالم اسلام کے وہ فرزند ہیں جو دشمن پر ماضی کے غبار اور روز حساب کے انتظار کی طرح چھا جانے کا فن جانتے ہیں۔ آپ یقیناً وہ مجاہد ہیں جو اپنے دشمنوں کو لوہے کی لگام پہنانے اور گریبان چاک کرنے کا فن جانتے ہیں۔ اب ہم اس بد باطن، خود سر اور منتقم مزاج دشمن کو بتائیں گے کہ ہم کیسے طوفانوں کے سایوں کی طرح اس پر چھاتے ہوئے اس کی ساری کچی درست کرتے ہیں۔

تھوڑی دیر پہلے تک جہاں منذر بن طریف بڑا پریشان اور افسردہ تھا اب وہاں اس کے تھکے ہارے چہرے پر ساز حیات کے خاموش تاروں اور تبسم آفریں تاثرات کو دیکھا جاسکتا تھا۔ پھر رقیم بن خلاط کے حکم کے مطابق اس نے اپنے سارے لشکر کو جمع کیا اس کی صفیں درست کیں پھر اس کے بعد وہ بے روک آندھیوں، بے تحاش طوفانوں، سلگتے رازوں کی طرح حرکت میں آیا اور ستم خوردہ اوبار اور خوفناکی مرئیہ خواں روحوں کی طرح وہ اپنے سامنے آگیا لار کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

عین اسی موقع پر پشت والے لشکر کے پیچھے سے شعلہ بے باک سرکش و بغاوت کے گیتوں اور جنوں عشق کے نشوں کی طرح رقیم بن خلاط اور اس کے لشکریوں نے تکبیریں بلند کیں اس کے بعد رقیم بن خلاط پشت والے لشکر پر یورش افلاس رسم انقطاع اور سرخ شعلوں کے رقص کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ رقیم بن خلاط کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی دائیں جانب کو ہستانی سلسلے کے اندر بھی تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئیں پھر وہاں سے منصور بن نعمان اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور تقدیر کے بدترین نوشتے، موت و حیات کے راز اور دہشت و بربریت کی ستم آرائیوں کی طرح وہ پشت والے لشکر کے سامنے والے حصے سے اس پر حملہ آور ہوا تھا۔

اب سامنے کی طرف سے یہ کیفیت تھی کہ جس وقت منذر بن طریف سامنے والے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا اس کے تھوڑی ہی دیر بعد سامنے والے لشکر کی پشت کی طرف سے سلطان الزغل کا سپہ سالار الزجری کف اڑاتی موجوں اور گرم صحرا سے اٹھتے سرخ ریت کے غبار کی طرح حرکت میں آیا اور وہ سامنے والے لشکر کی پشت کی طرف سے شام کے سایوں سے اچھتے دشت کے خارزاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دریائے کبیر کے کنارے کھلے میدانوں میں میدان جنگ بہت جلد جنونی کیفیت شگستگی اور خشکی کی صورتحال اختیار کر گیا تھا۔ چاروں طرف انسانیت کش جہاں سوزی اور تباہ کاری رقص کرنے لگی تھی۔ زمین کا سینہ انسانی خون سے افق کے لال گوں درپچوں جیسا ہو گیا تھا۔ ساز حیات بڑی تیزی سے ٹوٹنے لگے تھے اور مصاف زندگی منقطع ہونا شروع ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک گھسان کارن پڑا۔ اس دوران فرواندہ کے سپہ سالار اعلیٰ اور نائب سپہ سالار نے پوری طرح اندازہ لگالیا تھا کہ ان کے لشکر کے دو حصوں پر مختلف سمتوں سے چار لشکر حملہ آور ہو گئے ہیں اور بڑی تیزی سے ان کے لشکریوں کو کاٹنے لگے ہیں۔ آگیا لار اور گیلر دونوں اپنے اپنے لشکروں کے وسط میں یہ نظر غائر اپنے لشکروں کا جنازہ لے رہے تھے انہوں نے دیکھا تھوڑی ہی دیر کی جنگ میں حملہ آوروں نے ان کے لشکر کے بہت بڑے حصے کو کاٹ کر رکھ دیا تھا اور کاٹ چھانٹ کا یہ سلسلہ بڑی تیزی سے ابھی تک جاری تھا۔ انہوں نے یہ بھی

اندازہ لگایا تھا کہ ان کے لشکری بدول ہیں اور بخوشی جنگ کرنے کے لئے اگلی صفوں کی طرف نہیں لپکتے بلکہ پچھلی صفوں میں جان چراتے پھرتے ہیں۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے آگیلار نے فیصلہ کیا کہ اگر یہ جنگ مزید جاری رہی تو اس کے سارے لشکر کا کھل طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔ لہذا اس نے پسپائی کے بگل بجادیے اور اپنے لشکر کے ساتھ دائیں طرف سے ہوتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔ ادھر نائب سپہ سالار گیلر نے جب دیکھا کہ آگیلار شکست کھا کر بھاگے تو فکر مند ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر آگیلار بھاگ گیا تو جو لشکری اس کے ساتھ برسرِ پیکار تھے وہ بھی اس پر ٹوٹ پڑیں گے لہذا اس نے بھی پسپائی کے بگل بجوا دیے اور آگیلار کے ساتھ ساتھ وہ بھی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط فوراً حرکت میں آیا۔ منذر بن طریف کو اس نے پڑاؤ کی حفاظت پر ہی چھوڑا۔ منصور بن نعمان اور الزجری کو اس نے اپنے ساتھ لیا اور اپنے سامنے بھاگتے ہوئے آگیلار اور گیلر کے لشکروں کا بدترین انداز میں تعاقب کیا تھوڑی دور تک یہ تعاقب جاری رہا۔ اس تعاقب میں رقیم بن خلاط نے آگیلار اور گیلر کے لشکریوں کو مار مار کر ان کی تعداد کافی کم کر دی تھی۔ پھر رقیم بن خلاط واپس مڑا اور اپنے پڑاؤ میں آن رکھا تھا۔ دشمن کے دونوں پڑاؤ سے رقیم بن خلاط کو کافی تعداد میں خوراک اور لڑائی میں کام آنے والا سامان ہاتھ لگا تھا۔ سارا سامان سمیٹنے کے بعد رقیم بن خلاط نے وہاں سے اپنا پڑاؤ ختم کیا دونوں دریاؤں کے سنگم سے آگے جا کر دریائے کبیر کو اس نے عبور کیا پھر وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھتا ہوا غرناطہ کی حدود میں داخل ہوا تھا۔

جس وقت یہ متحدہ لشکر غرناطہ کے پاس سے گزرا تو سلطان الزغل نے شہر سے باہر نکل کر متحدہ لشکر کا استقبال کیا اس فتح مندی پر سلطان الزغل نے رقیم بن خلاط، منذر بن طریف، منصور بن نعمان اور الزجری کو بہترین انداز میں مبارکباد دی۔ رات کا کھانا سارے لشکریوں کو سلطان الزغل کی طرف سے پیش کیا گیا تھا اس کے بعد الزجری اور سلطان الزغل غرناطہ میں داخل ہوئے تھے جبکہ رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ اپنے مسکن میں داخل ہوئے۔ مسکن میں بھی اس فتح کی خبر پہنچ چکی تھی۔ لہذا وہ جوئی مسکن میں داخل ہوئے مسکن کے لوگ فتح مندی کے گیت گاتے ہوئے استقبال کو نکل آئے تھے۔ فتح مندی کے گیت گانے والے ان لوگوں میں مسکن کی ساری عورتیں بھی شامل تھیں۔ جن میں روطہ بھی تھی۔ مسکن میں کافی رات گئے تک فتح کا یہ جشن جاری رہا۔ پھر لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔ رقیم بن خلاط کو بھی روطہ اپنے ساتھ گھلے جا رہی تھی۔

فروئلندہ، ملکہ ازایلا، نوریہ اور اربونہ قرطبہ کے قصر شاہی میں ایک کمرے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ فروئلندہ کا حاجب دروازے پر نمودار ہوا۔ اس نے سر کو جھکا کر تعظیم پیش کی اور کہنے لگا۔

آقا سپہ سالار اعلیٰ آگیلار اور گیلر دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ قرطبہ لوٹ آئے ہیں۔ اس وقت وہ باہر کھڑے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ اس حاجب کی اس گفتگو سے فروئلندہ کا ماتھا ٹھکا۔ اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا اس کے بعد اس کی آواز بلند ہوئی۔

یہ آگیلار اور گیلر اجنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہیں۔ تمہاری وساطت سے انہوں نے اندر آنے کے لئے اجازت کیوں طلب کی ہے۔ یہ اس بات کی غمازی ہے کہ ان دونوں کو رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے مقابلے میں شکست ہوئی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ فتح کے تمنے لگائے تم سے پوچھتے بغیر کمرے میں آن داخل ہوتے۔ انہیں یقیناً شکست ہوئی ہے اگر فتح ہوتی تو یقیناً وہ اپنے قاصدوں اور جاسوسوں کے ذریعے اپنی آمد سے پہلے ہی مجھے اس کی اطلاع کر چکے ہوتے۔ بہر حال تم جاؤ اور ان دونوں کو اندر بھیجو۔

حاجب کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد اس کمرے میں آگیلار اور گیلر دونوں داخل ہوئے فروئلندہ کے سامنے آکر وہ اپنی گردنیں جھکا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک فروئلندہ انہیں انتہائی غصے اور غضبناکی کی حالت میں دیکھتا رہا پھر اس کی آواز، جس میں زخم ہی زخم اور غصہ ہی غصہ تھا، کمرے میں بلند ہوئی۔

تم دونوں کی حالت سے لگتا ہے کہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے مقابلے میں تم دونوں کو شکست ہوئی ہے۔ اگر تم فتح مند رہتے تو یقیناً میدان جنگ سے نکلنے کے ساتھ ہی فتح مندی کی اطلاع اپنے قاصدوں کے ذریعے مجھے پہنچا دیتے۔ تمہیں شکست ہوئی ہے جیسی مجھے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ کہو تم کیا بتی۔ اس پر آگیلار کچلے کچلے سے لہجے میں کہنے لگا۔

آقا نے محترم! میں اور گیلر دونوں اپنے لشکروں کو لے کر یہاں سے روانہ ہوئے۔ تھوڑا سا آگے جا کر ہم نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ ہم نے رقیم بن خلاط اور

منذر بن طریف کے پیچھے لگا دیا تھا جبکہ دو حصوں کو لے کر میں اور گیلر دریاؤں کے سنگم تک پہنچ گئے تھے ہمارا ارادہ تھا ہمارا تیسرا حصہ رات کی تاریکی میں رقیم بن غلاط اور منذر بن طریف کے ریوڑ پر حملہ آور ہو کر اسے کاٹنا رہے اور رات کی تاریکی میں لمحہ بہ لمحہ ان کی تعداد کم کرتا رہے گا اور جو ان کے ساتھی بچے کھچے بھاگتے ہوئے دریائے کبیر اور دریائے شیل کے سنگم تک پہنچیں گے ان کا قتل عام کر کے ان کا ہم خاتمہ کر دیں گے۔

لیکن آقائے محترم! یہ رقیم بن غلاط خصوصیت کے ساتھ انتہائی خطرناک انسان ثابت ہوا۔ ہم نے جو اندازہ لگایا ہے۔ اس شخص کے حواس جانوروں کی طرح تیز ہیں۔ ہماری آمد سے پہلے ہی شاید اسے خبر ہو گئی تھی کہ ہم نے اپنے لشکروں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے لہذا رات کی تاریکی میں وہ حصہ جسے ہم نے اس کے پیچھے لگایا تھا وہ اس پر گندھک اور کونلے کے دھماکوں کی طرح ٹوٹ پڑا اور رات کی تاریکی میں ہمارے اس سارے لشکر کا قتل عام کر کے اس رقیم بن غلاط نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

دوسری طرف آقائے محترم! منذر بن طریف اپنے ریوڑ کو لے کر دونوں دریاؤں کے سنگم تک پہنچ گیا۔ اس سنگم پر میں پہلے ہی اپنے لشکر کے ساتھ کھڑا تھا لہذا میں اس کی راہ روک کھڑا ہوا اور اس کی پشت پر گیلر اپنے لشکر کے ساتھ جانمو دار ہوا۔ ہم نے ارادہ کیا کہ دونوں طرف سے حملہ آور ہو کر ان چرواہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور منذر بن طریف کو زندہ گرفتار کر لیں گے۔ لیکن آقائے محترم! ہماری ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔

صبح کے وقت جب ہم چرواہوں کے ریوڑ کو گھیرے ہوئے تھے۔ گیلر کی پشت کی طرف سے رقیم بن غلاط کالی صدیوں کی خونخواری کی طرح حملہ آور ہوا۔ اس نے ہمارا ہر اہم ترین دفاعی حصار توڑا۔ ہمارے لشکریوں کو اس نے آگ کا ایندھن بنایا۔ چاروں طرف سے اس نے میدان جنگ میں آگ و خون کا پیغام اور مایوسی کی گھنٹوں اور حوصلہ شکن غبار کھڑا کر کے رکھ دیا تھا۔

آقائے محترم! میں اس موقع پر جبکہ گیلر رقیم بن غلاط پر حملہ آور ہوا تھا مجھ پر سامنے کی طرف سے منذر بن طریف اور پشت کی طرف سے کوئی گم نام لشکر سیلاب کے ریلے اور بحر ذخار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا اور میرے لشکر کو انہوں نے بری طرح دو طرفہ حملے سے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ آقائے محترم! یہ رقیم بن غلاط کوئی معمولی چرواہا نہیں۔ جہاں تک ہم نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ تخریب کے پیا سے کسی سیاہ شیطان کی طرح ہے۔ آقائے محترم! اس نے میرے اور گیلر کے لشکر کو بری طرح کاٹا۔ ہم نے میدان جنگ اس وقت چھوڑا جب ہم دونوں کے لشکروں کا قتل عام شروع ہو چکا تھا اور ہمارے لشکروں کی تعداد آدھی کے قریب رہ گئی تھی۔

لہذا ہم نے پسپائی کے بلکل بجائے اور میدان جنگ چھوڑ کر قرطبہ کی طرف بھاگ آئے۔ یہاں تک کہ کہنے کے بعد فرولندہ کا سپہ سالار آگیلار خاموش ہو گیا تھا۔ ساری گفتگو سننے ہوئے غصے اور غضبناکی میں سارا خون اس کے چہرے پر جمع ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک بری طرح اپنے ہونٹ کاٹنا رہا پھر انتہائی غضبناک آواز میں کہنے لگا۔

آگیلار جو کچھ تم نے کہا ہے یہ بچوں کی سی گفتگو ہے۔ حیرت ہے فرولندہ کا سپہ سالار اعلیٰ درجہ کا سپہ سالار ایک چرواہے کے مقابلے میں پسپا ہوئے کیا میں یہ سمجھوں کہ میں نے دہائیوں کو درندوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا۔ مجھے امید تک نہ تھی کہ تم دونوں اس طرح غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرو گے۔ میرے خیال میں جو لشکر تمہارے ساتھ تھا اس کی تعداد رقیم بن غلاط اور منذر بن طریف کے چرواہوں اور اس کے جانوروں سے بھی زیادہ ہوگی۔ ہر یہ کیونکر ممکن ہوا کہ رقیم بن غلاط اور منذر بن طریف دونوں نے دریائے کبیر اور دریائے نیل کے سنگم کے قریب بدترین اور ذلت آمیز شکست دی۔ فرولندہ کے اس استفسار کے جواب میں گیلر کہنے لگا۔

آقائے محترم! جس وقت ہم قرطبہ سے نکلے تھے اور پندرہ میل کے لگ بھگ آگئے تھے تو میں کچھ راہب ملے تھے۔ جو غرناطہ کی سرحدوں کی طرف سے آرہے تھے انہوں نے ہم پر انکشاف کیا تھا کہ سلطنت غرناطہ کا سلطان ابوالحسن مرچکا ہے اس کی جگہ اب اس کا بھائی الزغل سلطان ہے اور الزغل نے مالقہ سے اٹھ کر غرناطہ پر قبضہ کر لیا ہے خود غرناطہ کے عمائدین باللہ بن الزغل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ لہذا اس وقت الزغل اپنے نگر کے ساتھ غرناطہ میں موجود ہے۔ میرے خیال میں ہم پر جو یہ افتاد اور شکست نازل ہوئی ہے اس میں سلطان الزغل کا ہاتھ بھی ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ رقیم بن غلاط اور منذر بن طریف کی مدد الزغل کے لشکریوں نے بھی کی ہے۔ گیلر کے اس انکشاف پر فرولندہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر وہ تاسف کے انداز میں کہہ رہا تھا۔

اگر سلطان ابوالحسن فوت ہو چکا ہے اور اس کی جگہ الزغل بادشاہ بنا ہے تو یہ بہت برا ہے۔ سلطان ابوالحسن بوڑھا ہو چکا تھا اس پر کسی نہ کسی طرح قابو پایا جاسکتا تھا۔ لیکن یہ الزغل ابھی دان ہے، باہمت ہے، جنگجو ہے۔ مذہب اور وطن کی حفاظت اور خدمت کا جذبہ بھی رکھتا ہے۔ لہذا یہ ہمارے لئے اپنے بھائی ابوالحسن سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔

یہاں تک کہ کہنے کے بعد فرولندہ تھوڑی دیر کے لئے رکا اپنے آپ پر اس نے قابو پایا پھر نرم لہجے میں وہ آگیلار اور گیلر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ تم دونوں جاؤ میں سمجھتا ہوں تم دونوں نے مباحث ادا کر دیا ہے۔ اب میں تم سے ناراض یا خفا نہیں ہوں۔ شکست اور فتح ہر لشکر کا قدر

دیکھ اربونہ! آج میں تم سے ایک ایسی بات کہتی ہوں جو میں تم سے چھپاتی رہی ہوں۔ اب اس بات کے اظہار کا وقت آگیا ہے چاہے تم راضی ہو یا ناراض میں اپنے دل کا حال تم سے کہہ کر رہوں گی۔ سن اربونہ جس وقت میرے بھائی فروندہ نے آگیلا اور گیلر کو لشکر دے کر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا اسی رات میں نے اپنے خداوند کے رو بہ ذکر گزارا کر دعا مانگی تھی اور ایک عہد کیا تھا اربونہ فوراً نویریہ کی بات کاٹنے ہوئے پوچھنے لگی۔

میری عزیز بہن! تو نے کیا دعا مانگی تھی تو نے کیا عہد کیا تھا۔ اس پر نویریہ پھر کہنے لگی۔ سن اربونہ! میں نے دعا مانگی تھی کہ اے خداوند اگر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں آگیلا کے ہاتھوں بحفاظت غرناطہ کی سلطنت میں داخل ہو گئے تو میں سچے دل سے نیک نیتی کے ساتھ اسلام قبول کر لوں گی۔ سن اربونہ چونکہ میری دعا قبول ہوئی ہے لہذا آج میں تمہیں اور عائشانہ طور پر اپنے خداوند کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں نصرانیت سے منحرف ہوئی ہوں۔ اسلام قبول کرتی ہوں۔ سن اربونہ رقیم بن خلاط صرف چرواہا ہی نہیں وہ جبل الجبل کے مسکن کا امیر اعلیٰ ہے۔ جبکہ منذر بن طریف امیر سوئم ہے۔ وہ دونوں چوپان اور گڈریوں کے بھیس میں ضرور رہے ہیں۔ لیکن وہ ہمارے سپہ سالاروں سے کہیں اعلیٰ اور افضل ہیں۔ سن اربونہ میری بہن! رقیم بن خلاط میری نگاہوں کا تہور، میرے دل کی لطیف دھڑکن، میرے دفاع کی آخری تلوار اور میری بقاء کی آخری امید ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میں اس کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ سن اربونہ دنیا ادھر ہو جائے یا ادھر اب چونکہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں لہذا ہر صورت میں رقیم بن خلاط کے پاس جا کر رہوں گی۔ چاہے ایسا کرنے میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اس پر اربونہ فوراً نویریہ کی بات کاٹنے ہوئے کہنے لگی۔

سن نویریہ میری بہن جو تیرے خیالات رقیم بن خلاط سے متعلق ہیں وہی میرے منذر بن طریف سے متعلق ہیں۔ اگر تو نصرانیت سے منحرف ہو کر اسلام قبول کرتی ہے تو میرا بھی فیصلہ کن میں بھی تیرے پیچھے پیچھے نیک نیتی کے ساتھ اسلام قبول کرتی ہوں۔ اگر تو ہر صورت میں رقیم بن خلاط کے پاس جا کر رہے گی تو میں بھی منذر بن طریف کے پاس جانے کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔ سن اربونہ کا جواب سن کر نویریہ خوش ہو گئی تھی۔ وہ بڑی رازداری اور دھیمی آواز میں کہنے لگی۔

سن اربونہ میری بہن ہمیں یہاں سے چلے جانے کے بعد ابھی سے کچھ نہ کچھ کر لینا چاہئے۔ میرے خیال میں چلو گھڑ دوڑ کے لئے اچھی سے چلتے ہیں اور راستے میں راہب یولو جیس کی خانقاہ کے پاس رکیں گے اور اسے بھی اپنے ساتھ لیتے جائیں گے۔ اس پر اربونہ بولی اور

ہوتا ہے۔ میرے خیال میں تمہاری اس شکست میں یقیناً سلطان الزغل کا بھی ہاتھ ہوگا۔ اب میں اس الزغل پر ابو عبد اللہ کے ذریعے قابو پاؤں گا جو اس وقت میری قید اور اسیری میں ہے اس کے ساتھ ہی گیلر اور آگیلا دونوں اس کمرے سے نکل گئے تھے پھر فروندہ نے نویریہ اور اربونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میری دونوں بہنوں بھی آرام کرو۔ میں اب گیلر اور آگیلا کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ابو عبد اللہ سے ساز باز کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی نویریہ اور اربونہ بھی اپنی جگہ سے اٹھیں اور کمرے سے نکل گئی تھیں۔

نویریہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ اربونہ بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کمرے میں آگئی تھی۔ کمرے میں چند قدم آگے بڑھ کر نویریہ نے پیچھے دیکھا پھر بڑی آہستہ اور دھیمی آواز میں کہا اربونہ میری بہن دروازہ بند کر دو۔ اربونہ مڑی اور دروازہ اس نے بند کر دیا تھا۔ پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتی سامنے والی نشستوں میں سے دونشتوں پر جا کر بیٹھ گئی تھیں۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد اربونہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ نویریہ میری بہن میں تمہیں دلی مبارک باد دیتی ہوں کہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں کامیابی سے اپنا دفاع کرتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ کر گئے ہیں۔ اس پر نویریہ نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔ اربونہ میری بہن ایسی ہی مبارکباد میں تمہیں پیش کرتی ہوں۔ اس پر اربونہ پھر بولی۔

دیکھ نویریہ میری بہن! رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر رکھنے والے آگیلا اور گیلر کو جو بدترین شکست دے کر سلطان غرناطہ کی طرف نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ کوئی عام چوپان، چرواہے یا گڈریے نہیں ہیں۔ آگیلا اور گیلر کو شکست دے کر نکلنا اتنا آسان کام نہ تھا جبکہ ان دونوں نے انہیں گھیر لیا تھا۔ میں سمجھتی ہوں وہ دونوں نادیدہ اشیاء کی طرح سرمدی وجود کا اسرار رکھنے والے جوان ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ آگیلا اور گیلر کی نسبت وہ کہیں زیادہ علم و ہمتی، محنت کشی کے پیکر اور شوریہ سر جنگجو ہیں۔ اس پر نویریہ نے تیز اور چاہت آمیز نگاہوں سے اربونہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

دیکھ اربونہ میری بہن! اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم ان دونوں سے محبت کیوں کرتیں اور کیوں ان دونوں پر اپنی چاہتیں ٹاٹا کرتیں۔ اب وہ دونوں ہمارے لئے بادلوں کے تاریک ٹکڑوں میں طبع آفتاب کی طرح دلکش ہیں۔ وہ دونوں اب میرے اور تیرے لئے بے نفسی اور بے غرضی میں فطرت کا حسین گیت ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد نویریہ لمحہ بھر کے لئے رکی۔ کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ اربونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

مشورہ دیا۔

نہیں نویرہ میری بہن! ایسے ٹھیک نہیں، گھڑ دوڑ کے دوران راہب یولو جیس سے اپنے مطلب کی بات کرنا درست نہیں ہے۔ کسی کو بھیج کر اسے یہاں بلااتے ہیں اور اسی بند کمرے میں رازداری کے ساتھ اس سے بات کرتے ہیں۔ اس پر نویرہ کہنے لگی اگر ایسا ہے تو جاؤ تم کسی خادم کو بھیجو کہ وہ راہب یولو جیس کو بلا کر لائے۔ اس پر اربونہ جواب میں کچھ کہے بغیر اٹھ کر چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی نویرہ کے سامنے بیٹھی اور پھر کہنے لگی۔ میں نے ایک خادم کو بھیجا ہے وہ ابھی راہب یولو جیس کو بلا کر لاتا ہے اس کے آنے تک ہمیں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنا چاہئے۔ نویرہ نے اربونہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر موضوع بدل کر دونوں بہنیں آپس میں گفتگو کرنے لگی تھیں۔

جس وقت فرواندہ کے کمرے سے نویرہ اور اربونہ اٹھ کر باہر آگئیں تھیں اس کے تھوڑی ہی دیر بعد فرواندہ نے اپنے پہلو میں پڑی ہوئی لکڑی کی خوبصورت اور چھوٹی سی تھوڑی اٹھائی اور اپنے قریب ہی تانبے کے ٹکٹے ہوئے ایک طشت پر دے ماری۔ ضرب لگتے ہی کمرے میں ایک ارتعاش انگیز آواز بلند ہوئی اس کے ساتھ ہی فرواندہ کا حاجب بڑی تیزی سے اندر آیا اور سر کو جھکاتے ہوئے تعظیم دی اور فرواندہ کے حکم کا منتظر کھڑا ہو گیا۔ فرواندہ نے اس کی طرف غور سے دیکھا کچھ سوچا پھر کہا۔

ابھی جاؤ اور جریر بن حمدوں اور روزان کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ اس پر حاجب نے جھک کر تعظیم دی اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد کمرے میں جریر بن حمدوں اور روزان داخل ہوئے۔ ہاتھ کے اشارے سے فرواندہ نے انہیں بیٹھنے کو کہا۔ روزان آگے بڑھ کر ازایلا کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی جبکہ جریر بن حمدوں فرواندہ کے قریب ہو بیٹھا تھا۔

چند لمحوں تک کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد فرواندہ نے گفتگو کا آغاز کیا۔ دیکھ جریر بن حمدوں تو ابھی جا کر میری طرف سے ابو عبد اللہ سے بات کر۔ اس سے کہہ کہ اگر وہ آنے والے دور میں میرا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہے تو میں اس کے لئے مالقہ کی حکومت حاصل کر سکتا ہوں۔ یہ خبر شاید تمہارے اور ابو عبد اللہ کے لئے نئی ہو کہ ابو عبد اللہ کی گرفتاری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غرناطہ کی سلطنت پر الزغل نے قبضہ کر لیا ہے۔ ابو عبد اللہ کا باپ ابو الحسن مرچکا ہے۔ اب غرناطہ کی سلطنت کا بادشاہ اور سلطان الزغل ہے۔

دیکھ جریر بن حمدوں ابو عبد اللہ سے بات کر کہ اگر وہ آنے والے دور میں میرا مطیع اور فرمانبردار رہنا پسند کرے تو پھر تم اور روزان آج ہی مالقہ کی طرف جاؤ۔ مالقہ میں رہتے ہوئے تم ابو عبد اللہ کے حامی اور الزغل کے باغی عناصر سے ساز باز کرو۔ اندر ہی اندر سازش تیار

کرتے رہو۔ یہاں تک کہ ایسا ماحول پیدا ہو جائے کہ مالقہ پر آسانی سے ابو عبد اللہ کا قبضہ ہو جائے۔ جب ایسا ہو گا تو ابو عبد اللہ چونکہ میرے ساتھ ہو گا لہذا ایک طرح سے مالقہ ہماری قوت کا مرکز بن جائے گا۔ اس کے بعد ہم الزغل پر دو طرفہ حملہ کریں گے ایک مالقہ کی طرف سے دوسرا قرطبہ کی طرف سے۔ اس طرح میرے خیال میں بہت جلد ہم غرناطہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سنو جریر بن حمدوں اب ایک دوسری قوت بھی سامنے آ رہی ہے اور وہ جبل النج کا مسکن ہے۔ کہتے ہیں اس مسکن کے اندران مہاجرین نے اقامت اختیار کر رکھی ہے۔ جوان شہروں سے نکالے گئے تھے جن پر ہم نے ماضی میں قبضہ کیا تھا۔ کہتے ہیں یہ لوگ بڑے جنگجو ہیں اور لڑائی کا ہر انداز خوب جانتے ہیں۔ ان کا امیر ایک شخص رقیم بن خلاط ہے۔ نائب امیر منصور بن نعمان اور تیسرے درجے کا امیر منذر بن طریف ہے۔ جس وقت ہم غرناطہ پر قبضہ کرنے کے لئے سلطان الزغل پر حملہ آور ہوں گے تو اس رقیم بن خلاط سے بچنے کے لئے کچھ اور عساکر تیار کرنا پڑیں گے۔ جو اسے علیحدہ طور پر جنگ میں مصروف رکھیں گے۔

سنو جریر بن حمدوں یہ ساری گفتگو ابو عبد اللہ سے کر د پھر مجھے اس کے خیالات سے آگاہ کرو۔ اگر وہ اس پر رضامند ہوتا ہے تو تم دونوں آج ہی مالقہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں ابو عبد اللہ کے حق میں زمین ہموار کرنے کی کوشش کرو میں بھی چند روز تک جنگ کی تیاری کروں گا اس کے بعد میں یہاں سے نکلوں گا اور غرناطہ پر براہ راست ضرب لگانے کی کوشش کروں گا۔ اگر میں اس جنگ میں سلطان الزغل اور اس کے حامی رقیم بن خلاط کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تو پھر میں ابو عبد اللہ کی کسی بھی طور پر ضرورت محسوس نہیں کروں گا بلکہ میں اس کی گردن کاٹ کے رہوں گا تاکہ نہ رہے بانس نہ بچے بانسری اور اگر مجھے اس جنگ میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر میں ابو عبد اللہ کو اپنے ساتھ ملا کر ساز بازی سے کام لیتے ہوئے مالقہ پر اس کی قوت بحال کر دوں گا۔ پھر اس کے ذریعے غرناطہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ اب تم جاؤ جو کچھ میں نے کہا ہے تفصیل کے ساتھ اس پر ابو عبد اللہ سے گفتگو کرو اس پر جریر بن حمدوں اور روزان دونوں اٹھ کر کمرے سے نکل گئے تھے۔

○

نویرہ اور اربونہ دونوں بہنیں اسی کمرے میں بیٹھ کر بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھیں کہ اس کمرے کے دروازے پر کھٹکا ہوا اس پر اربونہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی بھاگی ہوئی وہ دروازے کے قریب گئی۔ دروازہ جب اس نے کھولا تو دیکھا راہب یولو جیس دروازے پر کھڑا تھا۔ اربونہ کو دیکھتے ہی راہب یولو جیس نے بڑی عاجزی اور انکساری میں پوچھا۔ شہزادی کیا

آپ نے مجھے طلب کیا۔ اس پر نوریہ جو اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے قریب آ چکی تھی کہنے لگی۔

محترم اور مقدس باپ! ہم آپ کو طلب کرنے کی جرات کر سکتی ہیں۔ بس میں سمجھتی ہوں کہ آپ کا ہمارے کمرے میں آنا ہم دونوں بہنوں کے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہے آپ اندر تشریف لائیں میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں اس کے ساتھ ہی راہب یولوحیس کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے بعد اربونہ نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ راہب یولوحیس کو لے کر دونوں بہنیں انہی نشستوں پر جا کر بیٹھ گئیں جہاں سے اٹھ کر وہ دروازے کی طرف آئی تھیں۔

کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی اس کے بعد نوریہ نے گفتگو کا آغاز کیا۔

راہب یولوحیس اگر آپ ہماری گفتگو کو راز میں رکھیں کسی اور سے نہ کہنے کا عہد کریں تو پھر میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ یوں جانیں جس موضوع پر میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں اس میں میری اور میری بہن اربونہ کی زندگی کا سوال ہے۔ اس پر راہب یولوحیس نے عجیب سے انداز میں ایک بار باری باری نوریہ اور اربونہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

نوریہ اور اربونہ میری بیٹیو! تم لوگوں نے ایسی گفتگو کر کے مجھے تحسب اور پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ کہو تم کیا چاہتی ہو۔ اس پر نوریہ بولی۔

نہیں مقدس باپ! یوں نہیں پہلے آپ عہد کریں اس پر یولوحیس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ بیٹی یہ عہد میں کیسے اور کس طرح کروں۔ اس پر نوریہ اپنی جگہ سے اٹھی ایک طرف سے وہ بائبل اٹھا لائی۔ بائبل کو اس نے راہب یولوحیس کے سامنے رکھا اور کہنے لگی۔

مقدس باپ! اس مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر ہم سے عہد کریں کہ جو کچھ گفتگو ہمارے اور آپ کے درمیان ہوگی آپ اس کا کسی سے اظہار نہیں کریں گے اور اگر آپ کے بس میں ہوا تو آپ اس سلسلے میں ہماری پوری مدد بھی کریں گے۔ اس پر راہب یولوحیس نے جس کا اصل نام جابر بن بکر تھا کچھ سوچا اس کے بعد بے دھڑک ہو کر اس نے اپنا دایاں ہاتھ بائبل پر رکھا اور پھر وہ کہنے لگا۔

دیکھ نوریہ میری بیٹی! میں اس بائبل پر ہاتھ رکھ کر تم دونوں بہنوں سے عہد کرتا ہوں کہ جو کچھ گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہوگی اسے میں ناصرف راز رکھوں گا بلکہ اس گفتگو کے تحت جس قدر مجھ سے ہو سکا تم دونوں بہنوں کی مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس پر نوریہ نے بائبل اٹھا لی اسے پھر اپنی جگہ پر رکھ آئی۔ دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھی اس کے بعد وہ کہہ رہی

تھی۔

دیکھ مقدس باپ! آپ جانتے ہیں کہ میں رقیم بن خلاط سے اور اربونہ منذر بن طریف سے محبت کرتی ہیں۔ ہم دونوں بہنوں نے اس محبت کا اظہار آپ سے بھی کیا تھا اور اس کا ذکر آپ نے فرولندہ اور ازابیلا سے کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں فرولندہ اور ازابیلا نے مجھے رقیم بن خلاط سے اور اربونہ کو منذر بن طریف سے منسوب کر دیا تھا۔

مقدس باپ! یہ علیحدہ بات ہے کہ اس وقت رقیم بن خلاط ایرولیس تھا اور منذر بن طریف بورلی تھا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مقدس باپ! ہم نے ان دونوں کے ناموں سے محبت نہ کی تھی نہ ان کے مذہب سے محبت کی تھی بلکہ ہم نے ان کی ذات سے محبت کی تھی ان کی ذات اب ایرولیس اور بورلی ہے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کی صورت میں نکل آئی ہے لہذا ان کے ساتھ ہماری محبت پہلے جیسی ہے اور اسی طرح دائمی طور پر برقرار رہے گی۔

دیکھ راہب یولوحیس ہمارے مقدس باپ! میں اور اربونہ دونوں جانتی ہیں کہ آپ کے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے ساتھ پرانے تعلقات اور مراسم ہیں اور جب بھی وہ قریب آتے رہے ہیں آپ ان سے ملتے رہے ہیں۔ ان کے ہاں قیام بھی کرتے رہے ہیں بس اسی ناطے اس حوالے اس تعلق اور اسی رابطے کو سامنے رکھتے ہوئے میں اور اربونہ آپ سے گزارش کرنا چاہتی ہیں اور وہ یہ کہ آپ کسی نہ کسی طرح مجھے اور اربونہ کو رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف تک پہنچائیں ہم ان دونوں سے ملنا چاہتی ہیں کہ ہم اپنی باقی زندگی ان دونوں کے ساتھ ان کی بیویوں کی حیثیت سے بسر کرنا چاہتی ہیں۔ آپ بتائیں اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ اور ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں۔

نوریہ جب خاموش ہوئی تو راہب یولوحیس تھوڑی دیر تک اپنے سر کو پکڑے رہا۔ اور مصنوعی انداز میں وہ ایک طرح کا تاسف اور افسوس ظاہر کرنے لگا تھا کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ راہب یولوحیس عجیب طرح کے دکھ اور افسوس میں کہنے لگا۔ نوریہ میری بیٹی اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اور اربونہ مجھے بیٹیوں کی طرح عزیز ہو۔ اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ ایرولیس اور بورلی کے ساتھ میرے بہت اچھے تعلقات ہیں اور میں ان دونوں کو بھی اپنا بیٹا خیال کرتا تھا اسی بناء پر تمہاری محبت کا ذکر نہ صرف یہ کہ ایرولیس اور بورلی سے کیا بلکہ تمہارے بھائی فرولندہ سے بھی بات کی۔ جس کے نتیجے میں تم دونوں کے ساتھ منسوب کر دیا۔

سنو میری دونوں بیٹیو! مجھے بھی اس بات کا سخت دکھ اور افسوس ہے کہ ایرولیس اور بورلی حقیقت میں نصرانی نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نام رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف ہیں۔ سنو میری بیٹیو! کوئی بھی نصرانی یہ پسند نہیں کرے گا کہ ان کی بیٹیاں کسی مسلمان

صلاح و مشورہ کرنے کے بعد آپ سے التجا کی ہے کہ آپ ہمیں یہاں سے غرناطہ پہنچائیں۔ دوسرے الفاظ میں میں یوں بھی کہہ سکتی ہوں کہ پوری تھنالیہ سلطنت میں میری اور اربونہ کی نگاہ صرف آپ پر پڑی تھی کہ آپ ہی ہمارے اعتماد اور بھروسہ کے آدمی ہیں اور آپ ہمارے اعتماد کو دھوکہ نہیں دیں گے۔ لہذا میری آپ سے پھر گزارش ہے کہ آپ ہمارے اعتماد کو دھوکہ نہیں دیں گے۔ لہذا میری آپ سے پھر گزارش ہے۔ کہ آپ اس کام سے انکار نہ کیجئے گا اس پر راہب یولوچیس نے جواب دیا۔

نورہ میری بیٹی! تو میری بات غور سے سنو میں تم دونوں کا ساتھ ضرور دوں گا۔ اس سلسلے میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اس پر اربونہ فوراً کہنے لگی مقدس باپ! خدا نہ کرے ایسا ہو۔ ہم اپنی جان کے ساتھ ساتھ آپ کی جان کی بھی حفاظت کریں گے۔ آپ کہنے کیا کہنا چاہتے ہیں۔ راہب یولوچیس پھر بولا۔

میری دونوں بیٹیو! تمہارا یہاں سے نکالنے کا ایک آسان اور محفوظ طریقہ ہے اور وہ یہ کہ چند دن تک فرولندہ اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ سے نکلے گا وہ غرناطہ پر حملہ آور ہوتا چاہتا ہے خود ملکہ ازایلا بھی فرولندہ سے کہہ کر اس حملہ آور ہونے والے لشکر میں شمولیت اختیار کر رہی ہے میں تم دونوں کو مشورہ دوں گا کہ تم ازایلا سے ملو اور اس سے اجازت حاصل کر لو کہ تم بھی لشکر میں شامل ہوگی۔ اگر تم اس لشکر میں شامل ہو جاؤ جو چند یوم تک غرناطہ پر حملہ کرنے کے لئے فرولندہ لے کر جائے گا تو میں سمجھتا ہوں تمہاری ساری ہی مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

دیکھو میری بیٹیو! میری بیٹیو! یہ بات عیاں اور ظاہر ہے کہ فرولندہ جب غرناطہ میں سلطان الزغل پر حملہ آور ہو گا تو قریم بن خلاط اور منذر بن طریف پوری طرح اس کا ساتھ دیں گے۔ اب ان کا بھید کھل چکا ہے وہ ظاہر ہو چکے ہیں لہذا اب وہ ہر میدان میں کھل کر سامنے آئیں گے اور یہ جنگ فرولندہ اور غرناطہ کی سلطنت کے درمیان یقیناً دریائے شنیل ہی کے کنارے ہو گی۔ اگر تم لشکر میں شامل ہو جاؤ تو میں تم دونوں کو قریم بن خلاط اور منذر بن طریف کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔ اس پر نورہ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

پر راہب یولوچیس یہ کام آپ کیسے کریں گے۔ اس پر یولوچیس غور سے نورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سن میری بیٹی! اب تو تفصیل میں نہ جا۔ جب تم دونوں نہیں مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کر چکی ہو اور میں تمہارا کام کرنے کا وعدہ بھی کر چکا ہوں تو پھر تم دیکھتی جاؤ تمہارا یہ کام میں کیسے کرتا ہوں۔ لیکن میری ایک شرط ہے کہ اس کام کی خبر کسی کو کانوں کان نہ ہو۔ یاد رکھنا اگر کسی کو خبر ہوئی تو مجھ پر جو بیعت کی سو بیعت کی تم بھی فرولندہ اور ازایلا سے نہ بچ سکو گی۔ اس پر نورہ کہنے

کے پاس جائیں اور اس کے پاس رہ کر اس کی بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کریں۔ راہب یولوچیس مزید کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ نورہ درمیان میں بول پڑی۔

مقدس باپ! آپ کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہماری کوئی مدد نہ کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ آپ کو مدد کے لئے پکارنا ہم دونوں بہنوں کی غلطی تھی یا میں آپ سے یہ کہوں کہ مدد کے لئے غلط شخصیت کا انتخاب کیا ہے۔ اس پر راہب یولوچیس پھر بول پڑا۔ دیکھو نورہ میری بیٹی! تم نے یقیناً غلط انتخاب تو نہیں کیا پر یہ تو سوچو اگر میں تم دونوں کو یہاں سے نکال کر قریم بن خلاط اور منذر بن طریف کے پاس پہنچاتا ہوں تو میری کیا حیثیت رہ جائے گی۔ جب فرولندہ کو یہ پتہ چلے گا کہ نورہ اور اربونہ کو قرطبہ سے غرناطہ پہنچانے والا میں ہوں تو کیا تم سمجھتی ہو مجھے جھوڑ دیا جائے گا۔ یہ لوگ مجھے صلیب پر چڑھا کر چھوڑیں گے۔ اس پر نورہ نے تسلی دینے کے انداز میں کہنا شروع کیا۔

دیکھو مقدس باپ! تمہارا کہنا درست اور سچا ہے۔ جب ہمارے یہاں کے لوگوں کو خبر ہوگی کہ ہم دونوں بہنوں کو آپ نے قرطبہ سے نکال کر غرناطہ پہنچایا ہے تو بے شک ہر کوئی آپ کا دشمن ہو گا اور پادری اور راہب مذہبی عدالتوں سے آپ کو مصلوب کئے جانے کی سفارش کریں گے۔ اس صورت حال میں میں آپ کو یہ مشورہ دوں گی کہ میں اور اربونہ آپ کو بھی اپنے ساتھ وہیں رکھ لیں گے۔ اس طرح آپ بھی ہمارے ساتھ رہتے ہوئے محفوظ اور پرسکون زندگی بسر کر سکیں گے۔ اس پر راہب یولوچیس خدشہ ظاہرہ کرنے لگا۔

نورہ سن میری بیٹی! میں یہ تو جانتا ہوں کہ قریم بن خلاط کو تم دیوانگی کی حد تک چاہتی ہو۔ وہ بھی تمہیں پسند کرتا ہو گا۔ یہی حال اربونہ اور منذر بن طریف کا بھی ہو گا۔ وہ دونوں تم دونوں کو قبول کر لیں گے تمہاری حیثیت ان کے یہاں ہر دلعزیز اور پسندیدہ بیویوں کی سی ہو گی پر مجھ جیسے کٹر نصرانی راہب کو وہ کیونکر اپنے یہاں جگہ دیں گے۔ اس پر نورہ نے پھر تسلی دی۔

مقدس باپ! آپ کوئی فکر نہ کریں آپ کے وہاں آرام، سکون اور قیام کا بندوبست کرنا آپ کی بیٹی نورہ کے ذمے ہے۔ میں آپ کو ضمانت دیتی ہوں بس ایک بار ہمیں آپ غرناطہ پہنچانے کی ذمہ داری لیں۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ تینوں میں سے کوئی بھی نہ بولا اس کے بعد نورہ اپنی گفتگو کا آغاز کر رہی تھی۔

مقدس باپ! میں سمجھتی ہوں کہ تھنالیہ کی سلطنت میں اس وقت آپ ہی ہیں جو ہمارے ساتھ پدرانہ شفقت اور رحم لانہ جذبہ رکھتے ہو۔ اسی بناء پر میں اور اربونہ نے آپس میں کافی

لگی مقدس باپ آپ بالکل بے فکر رہیں آپ جس طرح چاہیں گے ہم کریں گے۔ یولو جیس پھر کہنے لگا۔ تو پھر سب سے پہلے تم یہ کام کرو کہ از ایلا سے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت حاصل کرو۔ میں خود بھی اس لشکر میں شامل ہوں گا۔ تم دونوں بہنوں سے گاہے گاہے ملتا رہوں گا اور پھر دیکھنا میں کیسے تمہارا کام کرتا ہوں۔ اب مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی راہب یولو جیس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

راہب یولو جیس کی طرف دیکھتے ہوئے نویرہ اور اربونہ بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد نویرہ پھر کہنے لگی۔ مقدس باپ! میں اور اربونہ تہہ دل سے آپ کی شکر گزار ہیں۔ اب آپ ہی ہماری ڈمگ لگی اور ڈوبتی شستی کے ناخدا ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد میں اور اربونہ ملکہ از ایلا کی خدمت میں حاضر ہوں گی اور جنگ میں شامل ہونے کی اجازت حاصل کریں گی۔ اس پر راہب یولو جیس رازداری میں کہنے لگا اگر تم دونوں بہنیں ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو سنو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔ اس کے ساتھ ہی راہب یولو جیس اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے نویرہ اور اربونہ بھی کمرے سے نکل گئی تھیں۔

○

تھوڑی ہی دیر بعد نویرہ اور اربونہ دونوں بہنیں ملکہ از ایلا کے کمرہ خاص میں داخل ہوئیں اس وقت ملکہ از ایلا اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ نویرہ اور اربونہ کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ نویرہ اور اربونہ نے آگے بڑھ کر ملکہ کو تعظیم دی اس کے بعد ملکہ از ایلا نے ہاتھ کے اشارے سے ان دونوں کو اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ دونوں بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد نویرہ نے گفتگو کا آغاز کیا۔

یہ لگا (بھانج) میں اور اربونہ ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ہم دونوں بہنوں کو مایوس نہیں کریں گی۔ نویرہ کی اس گفتگو سے از ایلا کے چہرے پر ہلکی ہلکی دلفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے جواب دیا۔

نویرہ میری بہن! اس سے پہلے بھی میں نے تمہیں اور اربونہ کو کبھی کسی کام کے سلسلے میں مایوس کیا ہے۔ نویرہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ یہ لگا! اسی یقین پر تو میں اپنے بھائی فرولندہ کے پاس جانے کی بجائے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرتا چاہتی ہوں کہ بھائی فرولندہ چند یوم تک جو لشکر لے کر غرناطہ جانا چاہتے ہیں اس میں آپ بھی شامل ہو رہی ہیں۔ میری اور اربونہ دونوں بہنوں کی یہ دلی خواہش ہے۔ کہ اس لشکر میں ہم دونوں بہنیں بھی شامل ہوں۔ اس پر از ایلا نے نویرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم دونوں جنگ میں حصہ لے کر کیا کرو گی اور پھر تم دونوں کس لئے لشکر میں شامل ہو گی۔ اس پر نویرہ جھٹ بولی۔

یہ لگا! آپ کس حیثیت سے لشکر میں شامل ہوں گی۔ اس پر از ایلا نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگی میں تمہارے بھائی فرولندہ کی بیوی اور تختالیہ کی ملکہ کی حیثیت سے لشکر میں شمولیت اختیار کروں گی۔ میرے شامل ہونے سے جہاں تمہارے بھائی کے حوصلے بلند ہوں گے وہاں لشکر بھی میری شمولیت سے اپنے حوصلوں کو بلند رکھیں گے۔ اس پر نویرہ پھر کہنے لگی۔ یہ لگا! اگر آپ میرے بھائی فرولندہ کی بیوی کی حیثیت سے لشکر میں شامل ہونا چاہتی ہیں تو میں اور اربونہ دونوں بہنیں بھی فرولندہ کی بہنوں کی حیثیت سے لشکر میں شامل ہونا چاہتی ہیں اور یہ ہم دونوں بہنوں کی دلی خواہش ہے امید ہے آپ ہماری دل شکنی نہیں کریں گی۔ اس پر از ایلا نے پھر قہقہہ لگایا اور بڑی فراخ دلی سے پھر کہنے لگی نویرہ اور اربونہ میری دونوں بہنوں! اس سے پہلے کیا بھی میں نے تمہاری دل شکنی کی ہے لہذا تم دونوں مطمئن رہو تمہیں لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیتی ہوں۔ اطمینان رکھو جب لشکر یہاں سے کوچ کرے گا تو تم دونوں میرے ساتھ ہو گی۔ اس کے ساتھ ہی نویرہ اور اربونہ ایک دوسرے کی طرف مخصوص اشارہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پھر نویرہ کہنے لگی۔

یہ لگا! آپ کی بڑی مہربانی آپ کا بڑا شکر یہ آپ نے ہماری دل شکنی نہیں کی۔ اب ہمیں اجازت دیں ہم دونوں بہنیں جائیں گی۔ اس کے بعد ملکہ از ایلا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ جواب میں نویرہ اور اربونہ ملکہ از ایلا کے اس کمرے سے نکل گئیں تھیں۔

☆.....☆

سنو میری دونوں بیٹیو! جب جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے کل دونوں لشکروں کے سامنے صف آراء ہوں تو تم دونوں اپنے گھوڑوں کو تیار کر لینا اور پڑاؤ ہی میں اپنا قیام رکھنا میں بھی جنگ کے دوران پڑاؤ ہی میں رہوں گا اور سنو میں تم سے مزید کہتا ہوں کہ میں نے اپنا ایک خاص آدمی رقیم بن خلاط کی طرف روانہ کیا ہے اور اسے مطلع کر دیا ہے کہ اربونہ اور نویرہ تم دونوں کے پاس آنے کے لئے بے چین ہیں۔ وہ اس وقت میدان کنگ کے پیچھے پڑاؤ کے اندر موجود ہیں اور یہاں سے نکل کر تمہارے پاس آنا چاہتی ہیں۔ میں نے رقیم بن خلاط کو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے پڑاؤ کے اندر سے نویرہ اور اربونہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ مجھے امید ہے کہ رقیم بن خلاط ہر صورت میں ایسا کرے گا۔

اتنا کہنے کے بعد راہب یولوچیس لمحہ بھر کے لئے رکا بڑے غور اور انتہاک سے اس نے اربونہ اور نویرہ کی طرف دیکھا پھر وہ چونکا دینے والے انداز میں کہنے لگا۔

نویرہ میری بیٹی! میں نے رقیم بن خلاط کو یہ بھی کہلوا دیا ہے کہ نویرہ اور اربونہ دونوں نے نصراہت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ تمہاری اور منذر بن طریف کی زوجیت میں آنا چاہتی ہیں۔ کہو میری بیٹی! کیا میں نے غلط پیغام بھجوایا ہے۔ اس پر نویرہ اور اربونہ نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف بڑے تعجب خیز انداز میں دیکھا پھر نویرہ کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ پیدا ہوئی اور وہ کہنے لگی۔

مقدس باپ! قسم خداوند قدوس کی آپ نے یقیناً میرے اور اربونہ کے دل کی بات کی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ نصراہت ہوتے ہوئے دنیا کے آخری کونے میں بھی آپ جیسا ہمدرد مرنی اور محسن ہمیں نصیب نہیں ہو سکتا۔ جو ایک راہب ہونے کے باوجود ہم جیسی لڑکیوں کی مدد کرے۔ اس پر راہب یولوچیس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا میری دونوں بیٹیو! اب میں جاتا ہوں بہر حال میں پڑاؤ کے اندر ہی رہوں گا۔ جنگ میں حصہ نہیں لوں گا اور جس وقت جنگ اپنے عروج پر آئے تم دونوں اپنے گھوڑوں کو تیار رکھنا مجھے امید ہے کہ کل شام تک تم رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے پاس ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی راہب یولوچیس خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔

دوسرے روز دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوئے۔ دونوں لشکروں میں جنگ کے طبل اور نقارے بجنے لگے۔ فرولندہ نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا اور دوسرے حصے کو اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کی کمانداری میں رکھا تھا۔ فرولندہ کے لشکر میں سیون سسر اور ہولی برادر ہڈ کے علاوہ اور بہت سے مذہبی جنگجو گروہ شامل تھے۔ دونوں لشکروں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات عیاں ہوتی تھی کہ فرولندہ کے

چند روز کی تیاری کے بعد فرولندہ نے ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کے ساتھ قرطبہ سے کوچ کیا اور غرناطہ پر حملہ آور ہونے کے لئے جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کی تھی۔ دوسری طرف سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کو بھی فرولندہ کی اس پیش قدمی کی اطلاع ہو چکی تھی۔ لہذا دونوں نے مل کر ایک متحدہ لشکر تیار کیا۔ دریائے شلیل کو انہوں نے عبور کیا اور عین فرولندہ کی سرحدوں کے قریب آ کر انہوں نے لشکروں کا پڑاؤ کر لیا تھا۔ جس وقت فرولندہ وہاں پہنچا اس کی آمد سے پہلے ہی سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط اپنے لشکروں کے ساتھ اس کی راہ روکنے کے لئے خیمہ زن ہو چکے تھے۔ ان کے عین سامنے فرولندہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوا تھا۔

جس روز دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانا تھا اس سے ایک روز پہلے رات کی تاریکی میں راہب یولوچیس اپنے لشکریوں کے ایک ایک خیمے میں جاتا اور سب کے لیے فتح مندی کی دعا دیتا تھا۔ یہ دعا دینے کے لئے وہ فرولندہ اور ازایلا کے علاوہ وہ ان کے دوسرے سالاروں اور جرنیلوں کے بھی خیموں میں گیا تھا پھر چونکہ خیمے خیمے میں جائے دعا دینے سے راہب یولوچیس کا ایک خاص مقصد تھا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ آخر میں ازایلا کے پہلو میں اس خیمے کے اندر داخل ہوا۔ جس میں نویرہ اور اربونہ کا قیام تھا۔

جس وقت راہب یولوچیس خیمے میں داخل ہوا نویرہ اور اربونہ دونوں اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہو گئیں۔ ہاتھ کے اشارے سے راہب یولوچیس نے ان دونوں کو نیہنے کے لئے کہا۔ جب وہ دونوں بیٹھ گئیں تو راہب یولوچیس بھی آگے بڑھ کر ان کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ پھر خیمے کے دروازے کے قریب چوکنے اور احتیاطی انداز میں دیکھنے کے بعد وہ بڑی رازداری میں کہنے لگا۔

سنو میری دونوں بیٹیو! اب کل جنگ کی ابتدا ہوگی اور جنگ کے دوران بھاگ کے رقیم بن خلاط کے لشکر میں جانے کے لئے تمہارے لئے سنہری مواقع ہیں۔ نویرہ نے بڑی پریشان کن آواز میں راہب یولوچیس کو مخاطب کر کے پوچھا۔ مقدس باپ! ہم دونوں کس طرح بھاگ کر رقیم بن خلاط کے لشکر میں جا سکیں گے۔ اس پر یولوچیس کہہ رہا تھا۔

لشکر کی تعداد سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی۔

دوسری طرف فرولندہ کے لشکر کو دیکھتے ہوئے سلطان الزغل نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اپنا لشکر اس نے اپنی کماندار میں رکھا۔ الزجری کو اس نے اپنا نائب مقرر کیا۔ رقیم بن خلاط کا لشکر رقیم بن خلاط کی سرکردگی میں رہا۔ جبکہ منصور بن نعمان اور منذر بن طریف دونوں رقیم بن خلاط کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ رقیم بن خلاط بیک وقت اپنے دونوں نائبین کے ساتھ موجود تھا۔

جنگ کی ابتداء فرولندہ نے کی۔ فرولندہ سب سے پہلے سنگین رات، گرد آلود جہزوں اور غبار آلود رات کی طرح آگے بڑھا تھا پھر وہ تباہ کن طوفانی عناصر، فاصلوں کی زنجیریں توڑتی وقت کی دھول اور قضا کے بندھن کھول دینے والے طوفانوں کی شدت کی طرح سلطان الزغل کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے بھی بہت بڑا قدم اٹھایا۔ اس نے اپنے آپ کو دھارے تک محدود نہیں رکھا بلکہ پہلے مرحلے میں ہی اس نے جارحیت اختیار کر لی تھی جس وقت فرولندہ سلطان الزغل پر حملہ آور ہوا تھا۔ سلطان نے بھی جوابی حملہ کیا اور وہ بھی فرولندہ اور اس کے لشکریوں پر پھٹ پڑنے والے آتش فشاں، صحرا کی وسعت، سمندر کی گہرائی کو لرزادینے والے نجات دہندہ اور فضا کی تاریکی میں طوفانوں کی شدت کی طرح فرولندہ اور اس کے لشکریوں پر نزول کرنے لگا تھا۔

فرولندہ کے حملہ آور ہونے کے بعد فرولندہ کا سپہ سالار آگیلار بھی حرکت میں آیا اور آگے بڑھتے ہوئے پردہ تاریکی میں ملفوف بیزارى واداسی، فادکش کی سیمائی کیفیت و تخریب کے پیاسے کرناک درد کی طرح رقیم بن خلاط کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

ادھر رقیم بن خلاط بھی آگیلار کی ایک ایک حرکت میں نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ جس وقت آگیلار نے پیش قدمی کی تھی اس وقت رقیم بن خلاط کے لشکر میں بھی اس کے اشارے پر درندوں کی طرح دھاڑتے طوفانوں جیسے انداز میں تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئیں تھیں۔ تکبیریں بلند کرتا ہوا رقیم بن خلاط اپنے لشکریوں کے ساتھ ہجوم شوق میں کسی فرزند ازل انقلاب آفریں پیغام رکھنے والے باجبروت مجاہد کی طرح آگے بڑھا اور چاک کر دینے والے کوزہ گر، سمندر کے اعضائے بدن پر موت کا وجد آفرین رقص طاری کرنے والے فطرت کے کارکنوں کی طرح وہ آگیلار اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

فرولندہ اور اس کے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کا یہ خیال اور گمان تھا کہ ان کے لشکریوں کی تعداد چونکہ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے متحدہ لشکر سے کئی گنا زیادہ ہے۔ لہذا

دریائے شلیل کے اس پار کے میدانوں میں بڑی آسانی کے ساتھ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کو شکست دے کر اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

دوسری امید فرولندہ کو یہ بھی تھی کہ چونکہ سلطان الزغل نیا نیا غرناطہ میں داخل ہوا ہے لہذا غرناطہ کے لوگ پوری طرح اس سے تعاون نہیں کریں گے اور وہ دل جمعی کے ساتھ ان کے خلاف جنگ نہیں کر سکے گا۔ لیکن وقت نے فرولندہ کی ہر امید کو راکھ کی طرح فضا میں اڑا کر رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد فرولندہ اور آگیلار کی ساری امیدوں پر پانی پھرنے لگا تھا۔ سلطان الزغل، الزجری، رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کے جان لیوا حملوں سے ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے ان سب نے مل کر فرولندہ اور آگیلار کے لشکریوں کا قتل عام شروع کر دیا ہو۔ تھوڑی ہی دیر بعد فرولندہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے لشکر کی حالت لمحہ بہ لمحہ ذہنی قبرستان میں دفن ہوتی لاشوں، تار تار دامن سکتے آسیب اور پھٹے خرقہ سالوس جیسی ہونا شروع ہو گئی ہے۔

عین اس موقع پر جبکہ جنگ اپنے عروج پر تھی۔ فرولندہ اور آگیلار کے لشکروں کی اگلی کئی صفیں ادھڑ چکی تھیں۔ پچھلی صفوں کے اندر ایک کہرام اور افراتفری کا عالم برپا تھا اور فرولندہ کے لشکری آگے بڑھ کر جنگ کرنے سے گریز کر رہے تھے۔ پھر رقیم بن خلاط کے حکم پر منصور بن نعمان حرکت میں آیا۔

لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہ علیحدہ ہوا دائیں طرف سے اس نے ایک لمبا چکر کاٹا فرولندہ کے لشکر کی پشت پر نمودار ہوا اور پھر اس نے اس کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ بڑا زور دار حملہ تھا۔ جس وقت منصور بن نعمان نے حملہ کیا تھا راہب یولوبیس نے پڑاؤ سے باہر نکل کر منصور بن نعمان سے رابطہ قائم کیا۔ منصور بن نعمان نے راہب یولوبیس کو اپنے ساتھ لیا۔ پڑاؤ کے اندر جس قدر لشکری تھے ان سب کا اس نے قتل عام کیا۔ صرف راہب یولوبیس کو اس نے زندہ رہنے دیا۔ راہب یولوبیس پڑاؤ سے نکل کر فرولندہ کے لشکر کی طرف بھاگ گیا۔ جاتے جاتے منصور بن نعمان سے اس نے نویرہ اور اربونہ کا تعارف کروا دیا تھا۔ سارے لشکریوں کا قتل عام کرنے کے بعد منصور بن نعمان نے پڑاؤ کی ہر چیز کے ساتھ نویرہ اور اربونہ کو بھی اپنے ساتھ لیا اور جس راستے سے آیا تھا اسی راستے سے واپس ہوتا ہوا اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

میدان جنگ میں ابھی تک بری طرح خون آلود شور مچا ہوا تھا۔ فرولندہ اور آگیلار کے لشکریوں میں بد نظمی افراتفری اور بے ترتیبی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ فرولندہ نے جب اندازہ لگایا کہ تھوڑی دیر تک اگر ایسی حالت رہی تو اس کی شکست یقینی ہو جائے گی لہذا اس نے اپنے

لشکر کے وسط میں کھڑے ہوتے ہوئے زور زور سے اپنے لشکریوں کو لکارا اور پوری طاقت اور قوت سے حملہ آور ہونے کی انہیں ترغیب دی۔

فرواندہ کی اس پکار اس کی اس لکار پر اس کے لشکری ایک طرح سے پھر تازہ دم ہو کر اپنی سامنے نظر آتی ہوئی پسپائی کو اپنے غلبے میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

ادھر سلطان الزغل رقیم بن خلاط، الزجری، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف بھی لکار لکار کر اپنے لشکریوں کو اپنے حلوں میں تیزی پیدا کرنے کی ترغیب دینے لگے تھے۔ ان کا ایسا کرنا تھا کہ سلطان اور رقیم بن خلاط کے لشکر میں لگا تار تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئیں پھر سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے لشکری دشت کے کارزاروں میں نظمیتوں کے نزول، خاموشی کے صحرائیں کروٹیں بدلتے ہوئے طوفانوں اور فضا کی تاریکیوں میں سرخ برق کے گہواروں کی طرح نزول کرنے لگے تھے ان کے حلوں سے یوں لگتا تھا جیسے بھولے بسرے انسان رات کی مسافرت کا لبادہ اتار کر زہریلی جنگجوؤں اور شمالی بیابانوں کے وحشیوں کا لبادہ اوڑھ کر اپنے مقاصد کی آخری ضرب لگانے لگے ہوں۔

تھوڑی دیر تک ایک بار پھر گھمسان کی جنگ ہوئی فرواندہ کے لشکریوں نے اندازہ لگالیا کہ مسلمانوں نے پہلے سے ہی گنا بڑھ کر اپنے حلوں میں زور اور خونخواری پیدا کر لی ہے۔ ان کی ساری امیدیں ناامیدیوں میں تبدیل ہو گئیں تھیں اور پھر جس وقت سلطان الزغل رقیم بن خلاط کے لشکروں نے پوری قوت سے حملہ کیا تو اس حملے کے نتیجے میں انہوں نے فرواندہ کے لشکر کی اگلی کئی صفوں کا صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔ جس کی بناء پر پچھلی صفوں کے ان بھی دور دور تک بد نظمی بکھر کر رہ گئی تھی اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط نے اپنے لشکروں کے ساتھ فرواندہ اور آگیلار کے لشکر کے اندر گھس کر ان قتل عام کرنا شروع کر دیا تھا۔

فرواندہ کو اب سو فیصد یقین ہو گیا تھا کہ اس کے ہتھکڑیوں میں شکست لکھی جا چکی ہے جسے کسی بھی صورت میں نال نہیں سکتا۔ اس صورتحال میں اس نے مزید اپنے لشکر کا نقصان کر کے بجائے شکست تسلیم کرتے ہوئے پسپائی میں ہی اپنی بہتری خیال کی لہذا آگیلار کی طرف پیغام بھیجوا یا اور خود بھی اس نے پسپائی کے نکل بجا دیئے تھے۔ ایسا ہوتا تھا کہ فرواندہ اور آگیلار کے لشکر ایک ساتھ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط نے تک فرواندہ اور آگیلار کا تعاقب کیا اور ان کے لشکریوں کا خوب قتل عام کیا پھر وہ میدان جنگ میں آگئے تھے۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط سے مشورہ کرنے کے بعد سلطان الزغل نے دونوں لشکروں کو وہاں خیمے نصب کرنے اور پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جس وقت خیمے نصب کئے جا رہے تھے اس وقت سلطان الزغل، رقیم بن خلاط، الزجری، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف ایک جگہ جمع ہوئے پھر سلطان الزغل سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! میرے رفیقو! میرے بھائیو! فرواندہ کے متحدہ لشکر کو شکست دے کر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم انسانیت کا منہ نوچنے والے پاگل کتوں سے پنپنا جانتے ہیں۔ ہمارے لشکریوں نے اپنی بہترین جنگجو یا نہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایسے رجال عظیم ہیں جو زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہم نے اور ہمارے لشکریوں نے فرواندہ اور اس کے لشکروں پر عیاں کر دیا ہے کہ عقابوں کے نشیمن میں گدھ، بھیڑیوں کے بھٹ میں لومڑیاں اور انسانیت کے دشمن باؤلے کتے زیادہ دیر تک من مانی نہیں کر سکتے۔ اس جنگ میں ہمارے لشکریوں نے اپنی عسکری مہارت، اپنی سرفروشی اپنی جانثاری سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ قافلہ ارتقاء انسانی میں عقابی نگاہ جیسے بیدار ہیں۔ اور یہ کہ تقدس کو تمدن کا فریب دینے والوں سے پنپنا خوب جانتے ہیں۔

سنو میرے بھائیو! خداوند قدوس کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس میدان جنگ میں ہم نے فرواندہ کو بدترین شکست دی ہے۔ میرا اب یہ ارادہ ہے کہ چند روز تک ہم یہیں پڑاؤ کر کے حالات کا جائزہ لیں اس کے بعد واپس غرناطہ جائیں اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کریں اور پھر خود حرکت میں آئیں اس لئے کہ اب تک فرواندہ ہم پر حملہ آور ہوتا رہا ہے اور ہم دفاعی جنگ لڑتے رہے ہیں اب ہم دفاع سے نکل کر جارحیت پر اتریں۔ اسے اور اپنے علاقوں سے نکل کر فرواندہ کی مملکت پر حملہ آور ہوں گے میرے خیال میں اگر ہم اس طرح اتفاق و تعاون سے کام لیں تو میں آپ سب کو یقین دلاتا ہوں کہ بہت جلد ہم فرواندہ سے نہ صرف قرطبہ بلکہ ہسپانیہ کے سارے چھینے ہوئے علاقے واپس لے سکتے ہیں۔ سنو اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوئے تو یاد رکھنا ہمیں خداوند قدوس کی پوری رضامندی حاصل ہوگی۔

اس موقع پر سلطان الزغل مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ منصور بن نعمان اس کے قریب گیا سلطان کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اس نے کچھ کہا جسے سنتے ہوئے سلطان الزغل کے چہرے پر ہلکی اور خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر سلطان اپنے سامنے کھڑے رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

رقیم میرے عزیز میرے بھائی! تم جلدی سے اپنے خیمے میں جاؤ وہاں تم سے کوئی ملنا چاہتا ہے۔ جواب میں رقیم بن خلاط بولتے ہوئے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ سلطان نے اس بار اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ رقیم میرے بھائی! جواب میں کچھ نہ پوچھنا۔ نہ کوئی سوال کرنا۔

تھوڑی دیر تک ایسا ہی ساں رہا۔ نوریہ رقیم سے علیحدہ ہوئی رقیم سے بغلیگر ہونے کے بعد اس کا سارا خون اس کے گالوں میں سمٹ آیا تھا۔ اس کی ساری حیا تحلیل ہو کر اس کی آنکھوں میں سا گئی تھی۔ اس سے وہ اپنی خوبصورتی اپنے جمال اپنی کشش میں عروج پر تھی۔ تھوڑی دیر تک مزید خاموشی خیمے کے اندر رہی۔ اس کے بعد رس برساتی آواز میں نوریہ کہنے لگی۔

آپ نے مجھے محبت اور چاہت سے ہمکنار کر کے زمانے اور دنیا بھر کی خوشیاں دے دی ہیں۔ آپ نے میری جھولی میرے دامن میں وہ کچھ بھر دیا ہے جس کی میں توقع کرتی تھی۔ آج سے آپ میرا اثاثہ البیت میرے اجالے کا تارا۔ قہقروں کی جلتنگ، میری محبت کے حروف ارقام، میری نواؤں کے مقدس شہر، میری امیدوں کی روشنی، میرے محسن، میرے آقا ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نہیں نوریہ نہ میں تمہارا محسن ہوں نہ تمہارا آقا، آج سے ہم ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ بلکہ یوں جانو آج کے بعد میرے ساتھی کی حیثیت سے تم میرے لئے پھولوں کی مہک، آبشاروں کا ترنم اور ابدیت کی گہرائی میں ستاروں کی روشنی ہو۔ اب ہماری منزل ایک ہمارا سود و زیاں ایک ہے۔

رقیم بن خلاط کے ان الفاظ سے نوریہ کے چہرے پر بے پناہ خوشیوں کا ہجوم رقص کر گیا تھا۔ اس سے اس کی آنکھوں کی سحر کاری میں صحرا کا اچھوتا حسن تھا اور اس کے چہرے اور اس کے دیکھنے کے انداز سے لگتا تھا۔ جیسے وہ سیال خوشبو بن کر رقیم بن خلاط کے جذبات میں بس جائے گی۔ اس سے اس کی آواز خواب انگیز ہو گئی تھی اور اس کی سانوں سے خیمے کے اندر سونگنی مہک سی بھر گئی تھی۔ چند لمحوں تک خیمے میں پھر خاموشی رہی۔ اس کے بعد نوریہ نے نیا موضوع چھیڑا۔

اب جبکہ آپ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کر چکے ہیں تو میں یہ پوچھوں گی کہ کیا میرے اور آپ کے اس نئے رشتے پر میری بہن روطہ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس پر رقیم بن خلاط نے فوراً جواب دیا۔

دیکھ نوریہ روطہ میری وہ بیوی ہے جس پر میں جس قدر بھی فخر کروں کم ہے۔ اس نے میری زندگی کے خشک صحراؤں میں محبت بھری طرہات بھر کر رکھ دی ہے۔ سن نوریہ، روطہ کو یہ بھی خبر ہے کہ تم مجھے پسند کرتی ہو اور اربونہ منذر بن طریف سے محبت کرتی ہے۔ دیکھ نوریہ! روطہ پہلے ہی تیار ہے کہ تم میری زندگی کا ساتھی بنو۔ بلکہ وہ تو یہاں تک کہہ چکی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہوگا کہ میں اور نوریہ دونوں آپ کی ساتھی کی حیثیت سے آپ کی خدمت کریں۔ لہذا تم دونوں کو اپنی زندگی کا ساتھی رکھتے ہوئے میں ہمیشہ خوشی اور سکون محسوس کروں گا۔ جواب میں

بس یوں جانو کہ یہ میرا حکم ہے۔ تم فی الفور اور اسی وقت اپنے خیمے میں جاؤ۔ اس پر رقیم بن خلاط نے عجیب سی بے بسی میں سلطان کی طرف دیکھا پھر وہ مڑا اور اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔ رقیم بن خلاط جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا خیمے کے سامنے والے کمرے میں آگ کے جلتے ہوئے ایک جھوٹے سے الاؤ کے پاس نوریہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جونہی نوریہ نے خیمے میں رقیم بن خلاط کو داخل ہوتے دیکھا۔ وہ فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اسے خیمے میں دیکھ کر رقیم بن خلاط بھی عجیب سے انداز میں اسے دیکھنے لگا تھا۔ اور ایک جگہ رک گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد نوریہ بے چاری سر جھکائی ہوئی مجروح سے ترنم میں کہنے لگی۔

ابن خلاط! شاید آپ ناراض ہوں کہ میں آپ سے آپ خود بھاگ کر آپ کے پاس کیوں آ گئی۔ میں نے بہر حال اپنے ضمیر کے مطابق بہتر اور درست ہی فیصلہ کیا ہے۔ قریبہ میں میرے سامنے کچھ بھی نہ تھا۔ خدا معلوم وہاں میرا انجام کیا ہوتا اس لئے کہ میں وہاں اسلام قبول کر چکی تھی۔ اپنے آپ کو بھیڑیوں کی شکار گاہ میں قید نہ تھی۔ میں خداوند قدوس کا شکر یہ ادا کرتی ہوں کہ بھیڑیوں کی شکار گاہ سے نکل کر وہاں آ گئی ہوں جہاں انسانوں کی حکومت ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد نوریہ تھوڑی دیر کے لئے رکی اس کے بعد وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

میں نہیں جانتی اب آپ کا میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ پر میں کہوں کہ اب آپ ہی میرے مقدر کے سمیری بوجھل ویران زندگی کی منزل، میری نسوانیت کا وقار، میرا شیر گز سکون ہیں۔ اب سارا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے تو مجھ سے نفرت کر کے یا ٹھکرا کر تحویل کی کھولی آوازوں کی اڑان اور زہر بھرے معاندانہ جہنمی ماحول میں پھینک دیں چاہتے گلے لگا کر محبت کی بازگشت، حاصل حیات اور چاہت و عقیدت سے ہمکنار کر دیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد نوریہ خاموش ہو گئی تھی۔ رقیم بن خلاط بھی خاموش تھا اس نے نوہ کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔ پھر نوریہ نے نگاہیں اوپر اٹھا کر دیکھا اس کی پیٹا نگاہوں میں جیتو تھی۔ اس کا گلابی گلابی جوان جسم کانپ رہا تھا۔ اس کے جھرنے جیسے معصوم چہرے پر دور دور تک سوالات ہی سوالات تھے اور اس کی غزل خواں نگاہوں کی زمرہ رچکلیں بار بار جھپک رہی تھیں۔ نوریہ کے دیکھتے ہی دیکھتے رقیم بن خلاط نے نوریہ کو گلے لگا کے لئے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے تھے۔ رقیم بن خلاط کی اس حرکت سے نوریہ ایسی خوش ہوئی کہ محبت میں اس کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ شرار برق کی طرح بھاگتی ہوئی وہ آگے بڑھی اور پورے زور پوری قوت کے ساتھ وہ رقیم بن خلاط سے لپٹ گئی تھی۔

بڑی نرمی میں سلطان کہنے لگا۔

میری دونوں بہنوں! اب تم قرطبہ میں نہیں بلکہ اپنے مسلمان بہن بھائیوں کے اندر ہو۔ اس طرح سر جھکا کر تمہیں کسی کو تعظیم پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور میری بہن! مزید سنو۔ میں تم دونوں بہنوں کو قرطبہ سے نکل کر یہاں آنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور میں اس بات پر بھی تم دونوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم دونوں اسلام قبول کر چکی ہو۔ اس کے علاوہ میں تم دونوں کو خوشخبری بھی سناتا ہوں کہ عنقریب واپس جا کر تم دونوں کی شادی رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے کر دی جائے گی۔ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دو نوجوان میرے بھائی ہیں ان کی شادیوں پر جس قدر اخراجات انھیں گے خود برداشت کروں گا اب جبکہ رقیم بن خلاط کا راز راز نہیں رہا پتہ چل چکا ہے کہ یہ نصرانی نہیں مسلمان ہے اپنے مسکن کا امیر اعلیٰ ہے تو اب میں بلا جھجک دن کی روشنی میں اس کے پاس آ سکتا ہوں اور یہ بھی جب چاہے غرناطہ میں آ کر مجھ سے مل سکتا ہے۔ لہذا میں بڑے پر جوش انداز میں تم دونوں کی شادی میں شرکت کروں گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے الزغل رکا پھر رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

رقیم میرے بھائی! میرے عزیز! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سب آج تمہارے خیمے میں اکٹھا ہو کر کھانا کھائیں گے بولو اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط مکرراتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم آپ کیسی بات کرتے ہیں۔ آپ کا میرے خیمے میں آنا میرے لئے باعث برکت اور باعث سعادت ہے۔ تم خداوند قدوس کی آپ جب میرے خیمے میں آتے ہیں۔ یا میرے ساتھ اس طرح کی گفتگو کرتے ہیں تو میرا خون کئی گنا بڑھتا ہے اور میں اپنے اندر ایک نیا حوصلہ اور ولولہ پاتا ہوں۔ سلطان محترم! آپ تشریف لائیں۔ میں ابھی کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔ اس کے بعد سلطان اور باقی سب لوگ بھی خیمے میں داخل ہو گئے تھے۔

انتہائی خوشگوار ماحول میں سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط نے اپنے لشکروں کے ساتھ چند روز تک میدان جنگ ہی میں قیام رکھا اس کے بعد وہ وہاں سے واپسی کے لئے کوچ کر گیا تھا۔

○

جس وقت فرواندہ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد میدان جنگ سے قرطبہ کی طرف بھاگا اس وقت اسے کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔ جب سلطان اور رقیم بن خلاط نے یہ تعاقب ترک کیا تب فرواندہ کو کسی قدر ہوش آیا۔ اس نے اپنے پورے لشکر کو پوری رفتار سے سرپٹ دوڑانا بند کر دیا۔ بلکہ رفتار اس نے دھیمی کر لی۔ اس موقع پر اسے

نور یہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ خاموش رہی اس لئے کہ خیمے کے دروازے کے قریب منذر بن طریف اور اربونہ نمودار ہوئے تھے وہ دونوں بہت مطمئن تھے۔ خیمے کے دروازے کے پاس آ کر منذر بن طریف کھکارا پھر دھیمی سی آواز میں پوچھا۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اس پر رقیم بن خلاط پلٹا اور فوراً بولا اس کے لئے تمہیں اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ رقیم بن خلاط کے ان الفاظ پر منذر بن طریف اور اربونہ دونوں مسکراتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے تھے۔ رقیم بن خلاط کے قریب آ کر منذر بن طریف کہنے لگا۔

امیر محترم! آپ کو آپ کے خیمے کی طرف بھیجنے کے بعد منصور نے مجھے بھی میرے خیمے کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ وہاں میری ملاقات اربونہ سے ہوئی اور آپس میں گفتگو کرنے کے بعد میں اور اربونہ اپنے آپ کو ایک دوسرے کا ساتھی بنانے کا عہد کر چکے ہیں۔ میں آپ دونوں کے ردعمل سے بھی واقف ہو سکتا ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط کے بجائے نور یہ چمکتی ہوئی آؤ میں کہنے لگی۔

منذر میرے بھائی جو عہد آپ اور میری بہن اربونہ آپس میں کر چکے ہیں وہی عہد میں امیر محترم بھی آپس میں کر چکے ہیں۔ بے انتہا خوشی اور مسرت ہے کہ وہ مقصد وہ منزل اور سوچیں لے کر میں اور اربونہ دونوں ہمیں قرطبہ سے نکل کر روانہ ہوئی تھیں وہ سب کچھ ہمیں گیا ہے۔ آپ دونوں کا شکر گزار ہونے کے علاوہ ہم دونوں ہمیں راہب یولویس کی شکر گزار ہیں جس نے ہم دونوں کو آپ کے پاس پہنچانے کے لئے خطروں سے بھرپور جدوجہد کی۔ اس کے رقیم بن خلاط یا منذر بن طریف میں سے کوئی نور یہ کی اس گفتگو کا جواب دیا۔ سارے چونک پڑے چونکہ اس لمحے خیمے کے دروازے کے سامنے سلطان الزغل، الزجری منصور بن نعمان آتے دکھائی دینے لگے۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط فوراً بولا اور نور یہ اور اربونہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

نور یہ اور بہن اربونہ دروازے کی طرف دیکھو، سلطان الزغل، ان کے سپہ سالار الز اور میرا نائب منصور بن نعمان آ رہے ہیں یہ وہی منصور بن نعمان ہے جو تم دونوں کو تمہارا بھائی فرواندہ کے پڑاؤ سے اٹھا کر میرے لشکر میں لانے میں کامیاب ہوا۔ آؤ خیمے سے نکل کر سلطان کا استقبال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی منذر بن طریف، نور یہ اور اربونہ بن خلاط کے ساتھ خیمے سے باہر نکلے تھے۔

اتنی دیر تک سلطان الزغل بھی قریب آ گئے تھے۔ نور یہ اور اربونہ دونوں نے ایک اپنے سروں کو خم کرتے ہوئے سلطان الزغل کو تعظیم پیش کی۔ اس موقع پر سلطان الزغل بڑھے باری باری شفقت آمیز انداز میں انہوں نے نور یہ اور اربونہ کے سر پر ہاتھ رکھا

اچانک کوئی خیال گزرا اور اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار اپنی ملکہ ازبیلہ کی طرف دیکھتے۔ اس نے پوچھا۔

ازبیلہ! شکست کھانے کے بعد بھاگ بھاگ میں نہ مجھے اور نہ تمہیں خیال آیا کہ نور اور بونہ دونوں کہاں اور کس حال میں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں کو اپنے ساتھ لا نے غلطی کی ہے۔ اس پر ازبیلہ متفکر انداز میں جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔
اب جبکہ دشمن نے ہمارا تعاقب ترک کر دیا ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ لشکر کو روک کر نور اور بونہ سے متعلق معلومات حاصل کی جائیں۔ فرواندہ کو شاید اپنی ملکہ ازبیلہ کی یہ تجویز پر تھی لہذا اس نے لشکر کو روکنے کا حکم دے دیا تھا۔

فرواندہ کا حکم ملتے ہی اس کا لشکر رک گیا تھا۔ پھر فرواندہ کے حکم پر کئی چھوٹے لشکر کے اندر پھیل گئے تھے تاکہ نور اور بونہ کو تلاش کیا جائے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر لوٹ آئے اور فرواندہ پر یہ انکشاف کیا کہ نور اور بونہ دونوں ہی اس وقت لشکر میں نہیں ہیں۔ اس انکشاف پر ازبیلہ نے بڑی فکر مندی سے فرواندہ کی طرف دیکھتے ہوئے ایسا تو ممکن نہیں جس وقت جنگ کے دوران دشمن کے لشکر کے ایک حصے نے ہمارے حملہ کیا تھا تو پڑاؤ کے محافظوں کے ساتھ نور اور بونہ کو بھی قتل کر دیا گیا ہو۔ قبل اس فرواندہ جواب میں کچھ کہتا ایک طرف سے راہب یولوچیس اپنا گھوڑا سر پٹ دوڑاتا ہوا فرواندہ اور ملکہ ازبیلہ کے قریب آکر وہ رکا۔ اسے دیکھتے ہی فرواندہ اور ملکہ ازبیلہ کے پر اطمینان آئیز مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور فرواندہ کہنے لگا۔ محترم باپ! مجھے خوشی اور ہے کہ آپ زندہ ہیں ورنہ میں تو یہ سمجھ چکا تھا کہ مسلمانوں نے پڑاؤ کے لشکریوں کا جو قتل کیا تھا اس میں آپ بھی مارے گئے ہوں گے اس لئے کہ میں نے آپ کو پڑاؤ کے اچھوڑا تھا۔ مقدس باپ! نور اور بونہ نہیں مل رہی ہیں۔ کیا آپ ان دونوں کے متعاقب جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ کیا حملہ آور مسلمانوں نے ان دونوں کو بھی قتل کر دیا ہے یا اٹھا کر انہیں اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس پر راہب یولوچیس فوراً بول پڑا۔

دیکھ آقا! جس وقت مسلمانوں نے پڑاؤ پر حملہ کیا تھا اس وقت تک میں پڑاؤ میں تھا۔ وہ مجھ پر بھی حملہ آور ہوئے تھے لیکن میں نے انہیں کہا کہ میں تو ایک راہب ہوں۔ ہوں مجھ پر ہاتھ اٹھا کے مجھے قتل کر کے تم لوگوں کو کیا ملے گا۔ میرے ان الفاظ کا ان خواہ اثر ہوا لہذا انہوں نے اپنے ہاتھ روکے اور مجھے قتل نہیں کیا۔ دیکھ آقا! جہاں تک نور اور بونہ کا تعلق ہے تو ان دونوں کے رویے سے مجھے سخت صدمہ اور افسوس ہوا ہے۔ ازبیلہ نے بڑے حسد سے راہب یولوچیس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

مقدس باپ! نور اور بونہ نے کیا کیا جو آپ کو دکھ ہوا۔ اس پر راہب یولوچیس فوراً بول پڑا۔

دیکھ ملکہ! نور اور بونہ اپنی مرضی سے حملہ آور مسلمانوں کے ساتھ گئیں ہیں۔ اگر آپ دونوں برائے نامیں تو میں یہ بھی کہوں گا کہ نور اور بونہ کسی سوچی سمجھی سازش ہی کے تحت لشکر میں شامل ہوئی تھیں۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بھی معرکے کی بھی جنگ میں وہ کبھی بھی لشکر میں شامل نہ ہوئیں اور اس بار وہ زور دے کر لشکر میں شامل ہوئی تھیں اور یہ کام انہوں نے بڑی سوچی سمجھی تدبیر کے تحت کیا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد راہب یولوچیس تھوڑی دیر کے لیے رکا اس کے بعد وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سنو میرے آقا فرواندہ اور ملکہ ازبیلہ! جہاں تک میں نے دیکھا ہے میرا اپنا اندازہ ہے کہ نور اور بونہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق حملہ آور مسلمانوں کے ساتھ گئی ہیں اس لئے کہ جس وقت مسلمان حملہ آور ہوئے تھے اس وقت ہمارے پڑاؤ کے محافظوں ہی میں سے کچھ لشکری حملہ آور مسلمانوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ جس سے میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ہمارے پڑاؤ کے اندر ہمارے ہی لشکری حقیقت میں مسلمانوں کے جاسوس تھے میرے خیال میں انہی جاسوسوں کے ذریعے نور اور بونہ نے مسلمانوں کو پڑاؤ کے اندر اپنی موجودگی سے آگاہ کر دیا اور یہ آگاہی ہوتے ہی مسلمانوں نے پڑاؤ پر حملہ کر دیا۔

راہب یولوچیس لمحہ بھر کے لیے رکا اس کے بعد وہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ جس وقت مسلمان حملہ آور ہوئے تھے تو ہمارے پڑاؤ ہی کے کچھ لشکری حملہ آوروں کے سالار کی رہنمائی کر رہے تھے۔ ملکہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے حملہ آوروں کے رہنما کے ساتھ ہمارے لشکریوں نے جو دراصل مسلمانوں کے جاسوس تھے نور اور بونہ کا باقاعدہ تعارف کروایا اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا نور اور بونہ دونوں حملہ آوروں کے ساتھ اپنی مرضی سے گھوڑوں پر بیٹھ کر بھاگ گئی تھیں۔

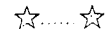
راہب یولوچیس کے اس انکشاف پر فرواندہ اور ازبیلہ دونوں کی گردنیں جھک گئی تھیں تھوڑی دیر تک وہ اس تاسف اور دکھ کی حالت میں کھڑے رہے اس کے بعد فرواندہ نے یولوچیس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

مقدس باپ! آپ کا کہنا یقیناً درست ہے بے شک نور اور بونہ دونوں اپنی مرضی اور خواہش پر ہی حملہ آور مسلمانوں کے ساتھ بھاگی ہوں گی اس لئے کہ وہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے محبت کرتی تھیں اور ان کے ساتھ رہنا چاہتی تھیں۔ مقدس باپ آپ کا یہ

اندازہ بھی درست ہے کہ اس سے پہلے انہوں نے کسی جنگ میں شرکت نہیں کی۔ اس میں انہوں نے شرکت کھنص رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے ساتھ جانے کے لیے کہ مقدس باپ آپ کا یہ بھی کہنا درست ہے کہ ہمارے بڑاؤ کے اندر مسلمانوں کے ہر تھے میرے خیال میں انہی جاسوسوں کے ذریعے نویرہ اور اربونہ نے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے رابطہ قائم کیا ہوگا اور انہی جاسوسوں کے ذریعے رقیم بن خلاط کے کسی سالار ہمارے بڑاؤ پر حملہ کیا اور نویرہ اور اربونہ کے بلانے پر وہ حملہ آور ہوئے اور دونوں اتر ساتھ چلی گئیں۔

فرواندہ کے خاموش ہونے پر ازایلا نے تاسف کا اظہار کیا۔ کاش میں نے نوم اربونہ کو لشکر میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی ہوتی کاش اجازت دینے سے پہلے میں چکی ہوتی کہ ہمارے لشکر کے اندر ہی مسلمانوں کے جاسوس ہیں جن کے ساتھ نویرہ اور کارابطہ اور تعلق ہے اور یہ کہ انہیں کے ذریعے وہ بھاگنا چاہتی ہیں۔ اس پر فرواندہ نے کن اور غصے کی حالت میں کہا۔

اب اپنے فیصلے پر ڈکھ اور تاسف کیوں کرتی ہو۔ ان دونوں نے بھاگنا تھا سو وہ گئیں اب افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم اگر وہ پکڑی جاتیں تو میں ان دو مصلوب ضرور کرتا۔ اب چونکہ وہ یہاں سے دفع ہو چکی ہیں لہذا ان کے بھاگنے پر نہیں۔ میرے خیال میں اب وہ نصرا نیت ترک کر کے اسلام قبول کر چکی ہوں گی۔ فر شاید اس موضوع پر بیزاری محسوس کرنے لگا تھا لہذا کہنے لگا اب اس موضوع پر مزید گفتگو گی اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور ایک بار پھر وہ بڑی تیز و قریبہ کی طرف جا رہا تھا۔



رقیم بن خلاط جس وقت اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مسکن میں داخل ہوا تو ہوا سا آگے جانے کے بعد وہ رک گیا اس کے پہلو میں نویرہ، اربونہ اور منذر بن طریف نے بھی اپنے گھوڑوں کو روک دیا تھا۔ پھر اشارے سے رقیم بن خلاط نے منصور بن نعمان کو اپنی طرف بلایا۔ منصور بن نعمان جب اس کے قریب آیا تب مسکراتے ہوئے رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

دیکھ منصور میرے بھائی! حسب سابق ہماری کامیابی اور فتح کی خوشی میں مسکن کے سارے لوگ ہمارا استقبال کرنے کے لیے نکلیں گے۔ ان میں یقیناً روطہ بھی شامل ہوگی۔ میں نویرہ اور اربونہ کے معاملے میں روطہ کو ایک بحسن میں ڈالنا چاہتا ہوں اور اسے ایک نہایت خوش کن تاثر دینا چاہتا ہوں تم ایسا کرو کہ نویرہ اور اربونہ کو لے کر میری قیام گاہ کی طرف چلے جاؤ۔ جب تم وہاں پہنچو گے تو یقیناً روطہ میرا استقبال کرنے کے لیے باہر نکل چکی ہوگی۔ جب وہ ایسا کرے تو تم نویرہ اور اربونہ کو میری قیام گاہ میں بٹھا دینا پھر میری طرف آنا اور یہ اطلاع کرنا کہ کچھ مہمان جن میں کچھ لڑکیاں بھی ہیں وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ لہذا میں روطہ کو لے کر اپنی قیام گاہ کی طرف جاؤں گا۔ اور نویرہ اور اربونہ سے ملاقات کا اسے خوشگوار تاثر دوں گا۔

رقیم بن خلاط کی اس تجویز پر نویرہ اور اربونہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ منذر بن طریف اور منصور بن نعمان کے چہروں پر بھی خوشیاں بکھری ہوئی تھیں پھر رقیم بن خلاط کا کہا مانتے ہوئے، منصور بن نعمان نویرہ اور اربونہ کو وہاں سے لے گیا تھا جبکہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف لشکر کو لے کر آگے بڑھے تھے۔

رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف اپنے لشکر کے ساتھ مسکن میں تھوڑا سا آگے گئے ہوں گے کہ مسکن کے سارے مکین باہر نکل آئے اور ڈھول باجے اور دفین بجاتے ہوئے بے پناہ خوشی کا اظہار کر کے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کا استقبال کر رہے تھے اسی دوران لوگوں کے ہجوم سے روطہ نکلی بھاگ کر وہ رقیم بن خلاط کے قریب آئی اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اپنے چہرے پر زبد شمن مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے انتہائی شیریں آواز میں کہنے لگی۔ میں آپ کو فرواندہ کے مقابلے میں شاندار فتح اور کامیابی پر مبارکباد دیتی ہوں۔ رقیم بن خلاط اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور بڑے پیارے انداز میں وہ روطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ روٹ! جب کبھی بھی فتح مند ہو کر میں آتا ہوں تو تمہیں مبارکباد دینے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ میری فتح میری کامیابی یقیناً تمہاری فتح اور تمہاری کامیابی ہوتی ہے۔ روٹ پہلے سے بھی زیادہ خوشگوار تاثر دیتے ہوئے کہنے لگی۔

یہ درست ہے۔ اس لئے کہ اب آپ میرے جسم کا ایک حصہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میرا دل کہتا ہے کہ جب بھی آپ فاتح کی حیثیت سے مسکن میں داخل ہوں میں اپنی ساری خوشیاں اپنے سارے تاثرات و جذبات آپ پر پھرا کر دوں۔ جواب میں رقیم بن خلاط کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک طرف سے منصور بن نعمان بھاگتا ہوا آیا اور رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم آپ سے ملنے کے لیے کچھ مہمان آئے ہیں اور کچھ لڑکیاں بھی ہیں میں انہیں آپ کی رہائش گاہ پر بٹھا آیا ہوں۔ منصور بن نعمان کے اس انکشاف پر روٹ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

منصور بھائی! وہ مہمان کہاں سے آگئے ہیں تو ابھی ابھی گھر سے آ رہی ہوں۔ اس پر منصور کہنے لگا میری بہن میں بھی تیرے سامنے ابھی جنگ سے لوٹا ہوں۔ جونہی میں گھر داخل ہوا تو مجھے تمہاری بہن عروس نے اطلاع دی ہے کہ کچھ مہمان آئے ہیں جنہیں اس نے امیر کی قیام گاہ میں بٹھا دیا ہے میں نے ان مہمانوں کو دیکھا ہے۔ ان میں کچھ لڑکیاں بھی ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط منصور بن نعمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ منصور میرے بھائی! تم لشکریوں کو ان کی رہائش گاہ کی طرف بھیجو پھر تم اور منذر بھی میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ اس کے بعد روٹ کی طرف دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ آؤ روٹ چلیں اور دیکھیں کون آیا ہے۔ اس پر روٹ جواب دینے بغیر خوشی میں لہراتی چپ چاپ رقیم بن خلاط کے ساتھ ہوئی تھی۔

رقیم بن خلاط روٹ کو لے کر اپنے گھر میں داخل ہوا۔ سامنے والے کمرے میں نویرہ اور اربونہ بیٹھی ہوئی تھیں جونہی اس کمرے کے دروازے پر رقیم بن خلاط کے ساتھ روٹ آئی وہ دنگ رہ گئی اس کی خوبصورت شوخ آنکھوں میں ستاروں کی سرگوشیوں اور حسین سپنوں کی تعبیریں جیسا سماں برپا ہو گیا تھا۔ جبکہ اس کے نسیم سحر کی لطافت جیسے خوبصورت گل و یاسمین کی طروات جیسے حسین چہرے پر منور طاق اور کوکب شب جیسی خوشگوار کی بکھر گئی تھی پھر وہ اچانک بھاگی اور باری باری نویرہ اور اربونہ کو اپنے ساتھ لپٹا کر ان کا چہرہ ان کی پیشانی چوم لی تھی۔

اربونہ بولی اور بڑے پیار بڑی چاہت میں وہ اپنی بہن روٹ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
روٹ روٹ میری عزیز بہن! تو خوش قسمت ہے کہ تو اس وقت مسلمان ہے اور رقیم بن خلاط کی بیوی کی حیثیت سے ان کے مسکن میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ روٹ دیکھ میں تجھ سے

کہوں کہ تجھے اور تیری ماں سوزان کو قید اور اسیری میں ڈالنے کے بعد ہمارے باپ اکثر پریشانی اور غم کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اس پر روٹ نے کوئی اثر لیے بغیر کہا۔

دیکھ اربونہ میری بہن! اب میرا اس باپ سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اگر اسے مجھ سے کوئی محبت ہوتی تو پھر مجھے اور میری ماں کو زندان میں کیوں ڈالتا۔ مذہب کی تبدیلی کا معاملہ میری ماں اور میرا ذاتی معاملہ تھا اس کی بناء پر میرے باپ کو ہم دونوں ماں بیٹی کو عرصہ ناقص کی طرح اپنے آپ سے علیحدہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

دیکھ اربونہ میری بہن! تیرے اور نویرہ کے آنے سے مجھے بے پناہ خوشی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ میں پہلے سے جانتی ہوں کہ نویرہ امیر رقیم بن خلاط کو اور تم میرے بھائی منذر بن طریف کو پسند کرتی ہو۔ دیکھ میری بہن! اب میں مسلمان ہوں میرا اب میرے باپ جیسی سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ مسکن ہی میرا گھر ہے اور اب اس دنیا میں میرے لئے سب کچھ میرے شوہر رقیم بن خلاط ہی ہیں۔ یہ تو کہو تم دونوں بہنیں کب اور کس وقت یہاں آگئیں میں تھوڑی دیر پہلے ہی تو یہاں سے نکل کر گئی ہوں یہ تو کہو تم قرطبہ سے کیسے نکلیں اور یہاں کیسے پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں اس پر جواب میں اس بار نویرہ کہنے لگی۔

سن روٹ میری بہن! تم پر یہ انکشاف کروں کہ قرطبہ میں رہتے ہوئے ہی میں نے اور اربونہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ پھر اس سلسلے میں ہم وہاں سے نکل کر یہاں آنے کے لئے جتن کرتی رہیں پھر ایسا ہوا کہ میرے بھائی فروندہ نے غرناطہ پر حملہ آور ہونے کی ٹھانی اور ہم نے اسے موقع غنیمت جانا اور از ایلا سے بات کر کے ہم دونوں بہنیں لشکر میں شامل ہو گئیں۔ اس سلسلے میں قرطبہ کے راہب یولویس نے ہماری بڑی مدد کی۔ اس سے ہم نے مقدس انجیل پر ہاتھ رکھ کر قسم لے لی تھی کہ وہ ہمارا راز کسی پر فاش نہیں کرے گا۔ اس نے ہمیں بتا دیا تھا کہ ہم قرطبہ سے نکل کر امیر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ لہذا جنگ سے پہلے جس وقت ہم پڑاؤ میں تھے راہب یولویس نے اس کی اطلاع رقیم بن خلاط کو کر دی۔ جنگ کے عین دوران منصور بن نعمان پر حملہ آور ہوئے اور ہم دونوں بہنوں کو نکال کر اپنے لشکر میں لے آئے پھر ہم مسکن میں داخل ہوئے۔

یہاں آ کر امیر محترم نے ہمیں منصور بن نعمان کے ساتھ دوسرے راستے سے اس رہائش گاہ کی طرف بھجوا دیا اور کہا کہ روٹ ضرور استقبال کرنے کے لیے باہر نکلے گی اس کی غیر موجودگی میں ہم دونوں کو یہاں بٹھا دیا جائے۔ پھر امیر میری بہن تمہیں لے کر آئیں گے امیر تمہیں ایک خوشگوار تاثر دینا چاہتے تھے۔ روٹ نے اس پر گھور کر رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا اور نہ سمجھ سکی۔ ساری شرات آپ کی ہے۔ آپ نے مجھے وہیں کیوں نہ بتا دیا کہ آپ نویرہ

اور اربونہ کو اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں۔ مجھے یہ تاثر دینے کی کیا ضرورت تھی کہ کچھ مہماں ملنے کے لئے آئے ہیں اور ان میں لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط فوراً کہنے لگا۔ تمہیں یہاں آکر اچانک جو خوشی ملی ہے اس کی کوئی قیمت کوئی مول نہیں لگایا جاسکتا۔ اب تو یہ دونوں بہنوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے قبل اس کے روطہ کچھ کہتی منصور بن نعمان کی بیوی عروسہ، روطہ کے قریب آئی اور اس کے کان میں کہنے لگی۔

سن روطہ میری بہن! کل سلطان الزغل بھی یہاں آئیں گے اور وہ کل کے دن کو امیر رقیم بن خلاط نویریہ۔ منذر بن طریف اور اربونہ کی شادی کا دن قرار دے چکے ہیں۔ کیا تمہیں اس معاملے پر کوئی اعتراض ہے۔ اس پر روطہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عروسہ کے کان میں رازداری میں کہنے لگی۔

عروسہ میری بہن! قسم خداوند قدوس کی اس خبر نے میری خوشیوں میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔ سن عروسہ! مجھے سب سے زیادہ خوشی تو اس بات کی ہے کہ نویریہ اور اربونہ دونوں اسلام قبول کر چکی ہیں اور دوسری خوشی جو سب سے زیادہ مجھے عزیز ہوگی وہ یہ کہ اب نویریہ بھی میری طرح امیر کی بیوی بنے گی اور اس طرح میں اور نویریہ دونوں مل کر امیر کی بہتر طور پر خدمت کر سکیں گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد روطہ علیحدہ ہوئی پھر وہ رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر! نویریہ اور اربونہ کے یہاں آنے پر جو خوشی مجھے ہوئی ہے وہ میرے بیان سے باہر ہے۔ ان دونوں کا اسلام قبول کرنا اور پھر یہاں آنا یوں جانے کے میرے جسم کو وہ اور بازو مل گئے ہیں جن کی قوت کی بناء پر میں اپنے کاموں کی تکمیل کر سکتی ہوں۔ امیر محترم! کل میں اپنے ہاتھوں سے اپنی بہن نویریہ کو آپ کی دکن بناؤں گی اور اپنی دوسری بہن اربونہ کو اپنے بھائی منذر بن طریف کی دکن بناؤں گی۔ قسم خداوند قدوس کی ان دونوں کامسکن میں آنا اور میرے ساتھ اس طرح کا رشتہ قائم ہونا میرے لئے انتہائی باعث فخر و سعادت ہے۔

روطہ کی اس گفتگو پر نویریہ اور اربونہ نے ایک ساتھ عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کیا پھر دونوں بھاگ کر آگے بڑھیں اور ایک ساتھ روطہ سے لپٹ کر اس کا چہرہ اس کے ہونٹ اس کے منہ اس کی پیشانی اس کی ٹھوڑی اور اس کی گردن بڑی تیزی سے چومنے لگیں تھیں پھر علیحدہ ہوئیں اور نویریہ کہنے لگی۔ روطہ میری بہن تم واقعی عظیم ہو۔ میں تمہاری عظمت تمہاری فراخ دلی کو سلام کرتی ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا بھئی یہ سلام ولام اب چھوڑو۔ بھوک لگی ہے اب چونکہ یہ گھر تمہارا ہے لہذا فوراً تم دونوں ہمیں حرکت میں آؤ اور کھانے کی تیاری کرو۔ اس لئے کہ باقی

لوگ اربونہ سمیت سب تمہارے مہماں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی روطہ حرکت میں آئی نویریہ، اربونہ اور عروسہ کو اس نے اپنے ساتھ لیا اور کھانے کی تیاری میں لگ گئی تھیں۔ جبکہ رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور منصور بن نعمان وہیں پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ دوسرے روز سلطان الزغل کی موجودگی میں رقیم بن خلاط اور نویریہ، منذر بن طریف اور اربونہ کی شادی کر دی گئی تھی۔ شادی کے سارے اخراجات اور مسکن کے کھانے کے انتظامات سلطان الزغل نے اپنی جیب خاص سے ادا کئے تھے۔

○

دریائے شنیل کے کنارے سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے ہاتھوں شکست کھانے کے تقریباً چند ہفتے بعد ایک روز فرولندہ اور ملکہ ازایلا اپنے کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تھے کہ فرولندہ ملکہ ازایلا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ ازایلا نویریہ اور اربونہ کا یہاں سے بھاگ کر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے مسکن میں چلا جانا ہمارے لئے انتہائی بے عزتی اور ذلت کا باعث بنا ہے۔ جس وقت مجھ پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ یورپی اور ایدولیس دونوں مسلمان ہیں میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا تھا کہ میں اپنی بہن نویریہ کو اپنے محافظ دستوں کے سالار اعلیٰ یودلیس اور اربونہ کو اپنے درباری پہلوان اور بیچ زن سیریکا سے بیاہ دوں گا اور اس معاملے کا ذکر میں نے ان دونوں سے بھی کر دیا تھا۔ وہ دونوں بے حد خوش تھے۔ اس لئے کہ اب تک وہ میرے ساتھ انتہائی وفادار اور جاثار رہے ہیں۔ اب نویریہ اور اربونہ کے بھاگ جانے پر انہیں بھی بڑا دکھ اور غم ہوا ہے۔ کاش ہم نے نویریہ اور اربونہ پر نگاہ رکھی ہوتی۔ یہ ہماری بھی کمزوری ہے کہ ہم ان کے دل کا حال نہ جان سکے اور وہ اندر ہی اندر یہاں سے بھاگ جانے کے منصوبے بناتی رہیں۔

فرولندہ جب خاموش ہوا تو ملکہ ازایلا بولی۔ دیکھ فرولندہ نویریہ اور اربونہ کا یہاں سے بھاگ کر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے پاس چلا جانا اتنا حیرت انگیز نہیں جتنا حیرت انگیز یہ انکشاف ہے کہ ہمارے لشکر میں کچھ لوگ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے لیے کام کرتے ہیں۔ دیکھ فرولندہ نویریہ اور اربونہ تو رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف سے محبت کرتی تھیں۔ ان کا یہاں سے بھاگ کر ان کے پاس جانا ایک وجہ اور ایک تاثر کی بنا پر ہے۔ لیکن یہ ہماری کتنی سستی اور لا پرواہی ہے کہ ہمارے لشکر میں ایسے لوگ بھی ہیں جو رقیم بن خلاط کے لیے کام کرتے ہیں اس پر فرولندہ کہنے لگا دیکھ ازایلا تو فکر مند نہ ہو میں نے اس کا بھی انتظام کر لیا ہے۔ میں نے یودلیس کی سرکردگی میں کچھ لوگوں کے ذمہ یہ کام لگایا ہے کہ وہ لشکر اندازہ لگائیں کہ کون لوگ ہمارے دشمنوں کے لیے جاسوسی کرتے ہیں۔

جواب میں ملکہ ازایلا کچھ کہتا ہی چاہتی تھی کہ فرواندہ کا حاجب اندر داخل ہوا اپنے سر کو جھکا کر پہلے اس نے تعظیم دی پھر کہنے لگا۔

آقا! مائقہ سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ اسے آپ کے کارکن جریر بن حمدون اور روزان نے روانہ کیا ہے۔ اس پر فرواندہ اپنی جگہ پر اچھل پڑا اور کہنے لگا۔ اسے ضرور جریر بن حمدون اور روزان نے کوئی اچھی خبر دے کر روانہ کیا ہوگا اسے فوراً میرے پاس لے کر آؤ۔ اس پر حاجب باہر نکلا تھوڑی دیر بعد وہ ایک شخص کو لے کر آیا وہ شخص جب اندر آیا تو سر جھکا کر اس نے تعظیم دی اور فرواندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آقا! میں آپ کے دست راست جریر بن حمدون کا قاصد ہوں اور مجھے اس نے مائقہ سے آپ کی طرف ایک انتہائی اہم اور اچھی خبر اور پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اس پر فرواندہ نے اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔ کہو اس نے کیا پیغام بھیجا ہے؟ اس پر وہ قاصد کہنے لگا۔

آقا! مائقہ شہر میں جریر بن حمدون اور روزان دونوں نے مل کر بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جریر بن حمدون نے روزان کو ابو عبد اللہ کی بیوی کی حیثیت سے بڑے بڑے سرداروں سے ملوایا روزان کے حسن نے وہاں کام کیا اور بڑے بڑے سرداروں کو اس نے سلطان الزغل کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر لیا ہے اب مجھے جریر بن حمدون اور روزان نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ وقت ضائع کئے بغیر ابو عبد اللہ کو مائقہ بھیج دیا جائے اس وقت اگر ابو عبد اللہ مائقہ پہنچ جائے تو مائقہ کے سب سردار اور سرکردہ لوگ ابو عبد اللہ کے حق میں الزغل کے خلاف بغاوت کر دیں گے۔ اس طرح ایک بار پھر غرناطہ کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ جائے گی۔ بس میرے آقا یہی تھا وہ پیغام جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے۔

فرواندہ نے قریب پڑے ہوئے لکڑی کے صندوق سے نقدی کی ایک چھوٹی سی تھیلی نکالی وہ اس نے اس قاصد کو تھمائی اور کہنے لگا اب تم جاؤ۔ واپس جریر بن حمدون کی طرف چلے جاؤ۔ یہ پیغام پہنچانے پر میں تمہارا شکر یہ ادا کرتا ہوں اس کے بعد اس قاصد نے ایک بار پھر جھک کر تعظیم دی اور کمرے سے نکل گیا تھا۔

اس قاصد کے جانے کے بعد ملکہ ازایلا تھوڑی دیر تک بڑے غور سے فرواندہ کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میں سمجھتی ہوں یہ بہترین موقع ہے۔ ابو عبد اللہ کو آزاد کر کے مائقہ کی طرف روانہ کر دیا جائے تاکہ یہ وہاں جا کے اپنی خود مختار حکومت اور سلطنت کا اعلان کر دے اس طرح سلطنت غرناطہ کو بانٹنے کا جو ہم نے خواب دیکھا تھا اس کی تکمیل ہو جائے گی۔

تھوڑی دیر کے لیے ملکہ ازایلا رکی پھر سلسلہ کلام اس نے جاری رکھا وہ کہہ رہی تھی۔

چونکہ ابو عبد اللہ اس وقت ہماری اسیری میں ہے اور ہم اگر اسے قید سے نکال کر آزاد کرتے ہیں اور اسے مائقہ جانے کی اجازت دیتے ہیں اور مائقہ جا کر اسے حکومت و سلطنت ملتی ہے تو میں سمجھتی ہوں وہ ہمیشہ کے لیے ہمارا مطیع و فرمانبردار رہے گا۔ اس پر فرواندہ نے تیز ننگا ہوں سے ملکہ ازایلا کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے ہاتھ ہوا میں نچاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نہیں ازایلا میں سمجھتا ہوں تمہارا فیصلہ درست نہیں ہے۔ ابو عبد اللہ ابھی میری قید اور اسیری ہی میں رہے گا۔ میں سمجھتا ہوں ابھی وقت نہیں آیا کہ ابو عبد اللہ کو اسیری سے نکال کر مائقہ روانہ کر دیا جائے ابھی میں خود ایک بہت بڑا معرکہ سر کرنا چاہتا ہوں۔ سلطان الزغل اور رفیم بن خلاط کے ہاتھوں مجھے جو شکست ہوئی ہے۔ میں اس کا ہولناک اور بدترین انتقام لینا چاہتا ہوں۔ سنو ازایلا اگر میں انتقام لینے میں کامیاب رہا جو میری خواہش ہے الزغل اور رفیم بن خلاط کو اپنے سامنے میں نے زیر کر لیا۔ تب میں ابو عبد اللہ کی ضرورت محسوس نہیں کروں گا اور اس کی گردن کاٹ کے رکھ دوں گا۔

بفرض محال اگر مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو پھر جو کام میں خود نہیں کر سکا وہ میں ابو عبد اللہ سے لوں گا اسے آزاد کر کے مائقہ روانہ کروں گا۔ اس شرط پر کہ آنے والے دور میں یہ مکمل طور پر میرا مطیع و فرمانبردار رہے گا۔ میرے خیال میں ایسا کر کے جو کام میں خود نہیں سکوں گا۔ وہ میں ابو عبد اللہ سے کروالوں گا۔ پر ایسا کرنے سے پہلے میں ایک بار پھر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے فتح اور غلبہ نصیب ہوا تو میں سمجھتا ہوں ابو عبد اللہ میرے لیے بے کار ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی فرواندہ نے قریب ہی رکھی ہوئی لکڑی کی چھوٹی سی تھوڑی اٹھائی اور اپنے پہلو میں لٹکتے ہوئے پیتل کے طشت پر دے ماری تھی۔

پیتل کے طشت پر ضرب لگنے سے کمرے میں ایک آواز گونجی تھی جسے سنتے ہی فرواندہ کا حاجب بھاگا بھاگا اندر آیا۔ فرواندہ کے سامنے کھڑا ہوا پھر تعظیم سے سر جھکا کر ذرا سادہ راہو گیا تھا۔ فرواندہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ابھی جاؤ اور فی الفور آگیار، گیلر، ہولی برادر ہڈ کے سپہ سالار گون سالود اور سیون سسز کے سپہ سالار شالیب کو بلا کر میرے پاس لاؤ فرواندہ کا یہ حکم سن کر حاجب مڑا اور بڑی تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک ساتھ آگیار، گیلر، گون سالود اور شالیب اس کمرے میں داخل ہوئے۔ فرواندہ اور اس کی ملکہ ازایلا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان چاروں کا استقبال کیا پھر لو کہا جب وہ بیٹھ گئے تب فرواندہ انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

سنو میرے رفیقان کار! اس میں شک نہیں کہ چند ماہ پہلے ہمیں غرناطہ کے سلطان الزغل اور اس کے حامی و جان نثار رقیم بن خلاط کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن میں نے دلی اور اخلاقی طور پر ہرگز اپنی اس شکست کو تسلیم نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ اتفاق اور حادثاتی فتح و غلبہ ہے جو وقتی طور پر مسلمانوں کو حاصل ہوا ہے بالکل ایسے ہی جس طرح موت سے پہلے بیمار کو چند دنوں کے لئے اس کی بیماری چھوڑ دیتی ہے۔ میرے پاس یہ حربہ ہے کہ میں ابو عبد اللہ کو رہائی دے کر مالدہ روانہ کروں اور وہاں وہ جا کر میرے کہنے پر اپنی سلطنت کا اعلان کر دے اس طرح غرناطہ کی سلطنت دو حصوں میں بٹ کر کمزور ہو جائے اور میں دونوں کمزور حصوں پر باری باری ضرب لگا کر ان پر قبضہ کر لوں۔

لیکن یہ فعل اور عمل دیر پا اور وقت طلب ہے اور میں آخری امید کے طور پر اسے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ فی الحال میں ابو عبد اللہ کو اسیری اور قید میں ہی رکھوں گا۔ میں تمہیں تیاری کے لیے صرف دو ہفتے دیتا ہوں اس کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ مالدہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہوں گا۔ سنو میرے عزیز سالارو! مالدہ سے باہر یعنی صوبہ مالدہ کے قرب و جوار میں تین بڑے بڑے قلعے ہیں ایک کا نام بقوان، دوسرے کا نام رندہ اور تیسرے کا نام مثلین ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم پہلے حملہ آور ہو کر ان تینوں قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد ان کے اندر ہی اپنی عسکری طاقت و قوت کو خوب مضبوط کر لیں پھر ان قلعوں کو اپنے لیے استعمال کریں اور انہی سے نکل کر ہم پہلے مالدہ پر ضرب لگائیں اور مالدہ کو فتح کرنے کے بعد ان تینوں قلعوں کے علاوہ مالدہ کو بھی اپنا مرکز قرار دیں اور وہیں سے نکل کر ہم غرناطہ پر آخری ضرب لگاتے ہوئے اسے اپنے سامنے گھسنے کیلئے پر مجبور کر دیں۔

یہاں تک کہتے کہتے فرواندہ چند لمحوں کے لیے رکا باری باری اس نے اپنے سامنے بیٹھے آگیلار، گیلر، گون سالود اور شالیب کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد اس کمرے میں دوبارہ اس کی آواز گونجی۔ اس نے ان چاروں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

میرے سالارو! میں نے جو تمہارے سامنے تجویز پیش کی ہے اس سے متعلق تم چاروں کا کیا خیال ہے۔ اس پر آگیلار، گیلر، گون سالود اور شالیب نے تھوڑی دیر کے لیے آپس میں صلاح و مشورہ کیا اس کے بعد آگیلار سب کی ترجمانی کرتے ہوئے کہنے لگا۔ آقا یہ ایک بہترین تجویز ہے۔ بشرطیکہ اس پر تنظیم کے تحت عمل کیا جائے اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو یقیناً ہمارا انجام وہی ہو گا جو اس سے پہلے سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے سامنے ہوا ہے اس پر فرواندہ نے پوچھ لیا۔

دیکھ آگیلار تنظیم سے تمہارا کیا مطلب ہے اس پر آگیلار فوراً بول پڑا۔

آقا میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ یہاں سے ہم ایک متحدہ لشکر کے ساتھ کوچ کریں ان قلعوں سے قریب جا کر ہم اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیں ایک حصے کو تو ہم گھات میں بٹھادیں اور باقی دو حصے جو ہیں وہ حرکت میں آئیں ان میں سے ایک حصہ قلعہ مثلین پر حملہ آور ہو اور دوسرا بقوان پر حملہ آور ہو۔ اگر ان دونوں قلعوں میں ہمیں کامیابی حاصل ہو تو پھر ہمارے لئے بہت اچھا ہے۔ تیسرے قلعے کو ہم بغیر کسی مزاحمت کے خود ہی فتح کر لیں گے اور تینوں میں اپنی عسکری قوت کو مضبوط کرنا شروع کر دیں گے۔

اور اگر ہمیں مثلین اور بقوان دونوں قلعوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو ہمارا تیسرا لشکر جو گھات میں پڑا ہو گا۔ وہ فوراً اپنی گھات سے نکل کر رندہ نام کے قلعے پر حملہ آور ہو جائے اور اسے ہر صورت میں فتح کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح رندہ پر قبضہ کر کے بھی ہم اپنے لیے بہت سے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ جواب میں فرواندہ کہنے لگا۔

دیکھ آگیلار! تمہاری تجویز ایک بہترین تجویز ہے لیکن میں تمہارے اسائحہ عمل میں ایک تبدیلی کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں تم چاروں بھی اس تبدیلی کو پسند کرو گے۔ اس پر آگیلار، گیلر، گون سالود اور شالیب سوالیہ سے انداز میں فرواندہ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ جواب میں فرواندہ نے کچھ دیر سوچا اس کے بعد وہ دوبارہ سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سنو میرے رفیقان کار! یہ امر طے شدہ ہے کہ یہاں سے روانہ ہونے کے بعد ہم اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے۔ دو حصے ہم منظر عام پر لائیں گے اور تیسرا حصہ گھات میں رہے گا اور اس کی نقل و حرکت کا کسی کو علم اور کسی کو خبر نہ ہوگی۔

ظاہری طور پر جو دو لشکر حرکت کریں گے ان میں سے ایک میرے تحت ہو گا۔ ایک آگیلار کے تحت۔ گون سالود بولی برادر ہڈ کے ساتھ، میرے ساتھ رہے گا جبکہ سیون سسر کے ساتھ شالیب آگیلار کی ماتحتی میں کام کرے گا۔ تیسرا لشکر گیلر کی سرکردگی میں ہو گا جو گھات میں ہو گا۔

جو تبدیلی میں اب پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں مثلین کے قلعے پر حملہ آور ہوں گا جبکہ آگیلار اور شالیب دونوں بقوان کے قلعے پر ضرب لگائیں گے اگر مثلین اور بقوان دونوں پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ اور ہم فتح مند رہے تو پھر رندہ نام کا وہ قلعہ آپ ہی آپ ہماری گود میں آ کرے گا۔ اور اگر مثلین اور بقوان دونوں میں سے کسی قلعے میں ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑے مثلاً میں اگر مثلین کی طرف جاتا ہوں اور آگیلار بقوان کی طرف مثلین میں اگر مجھے کامیابی ہوتی ہے اور آگیلار کو بقوان میں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو میں اپنے فتح مند

کے قلعے کے باہر جا کے خیمہ زن ہوا جبکہ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان اپنے لشکروں کو لے کر بقوان شہر کے باہر خیمہ زن ہوئے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ میں روطہ اور نویرہ نے اپنے شوہر رقیم بن خلاط کا ساتھ دیا جبکہ منصور بن نعمان کی بیوی عروسہ بنت حمدون بھی منصور بن نعمان کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھی۔

فرواندہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے قلعہ مثلیں کی طرف بڑھا۔ یہاں اس کا مقابلہ کرنے کے لیے سلطان الزغل اکیلا تھا۔ اس لیے کہ سلطان نے اپنے جرنیل الزجری کو غرناطہ کی حفاظت پر چھوڑ دیا تھا۔ دوسری طرف آگیلا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ برق رفتاری کے ساتھ قلعہ بقوان کا رخ کر رہا تھا۔ جہاں رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان اس کا خونی استقبال کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھے۔ مثلیں پہنچتے ہی فرواندہ نے دم لیے بغیر مثلیں کے باہر خیمہ زن سلطان کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ سلطان اس حملے کے لیے پوری طرح تیار تھا اور جونہی اسے خبر ملی کہ فرواندہ مثلیں کے قلعے کے نزدیک پہنچ رہا ہے تو سلطان نے اپنے لشکر کو استوار کر کے اس کی صفیں درست کر لی تھیں۔ وہاں پہنچتے ہی فرواندہ اپنے لشکر کے ساتھ صحرا کے ریزاروں میں دائم خانہ بدوش بھڑوں، خاموش کے آسمان پر مایوسی کا اندھیرا پھیلاتے ہوئے، نڈی دل کی یلغار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

فرواندہ کو پوری طرح امید تھی چونکہ سلطان الزغل کے مقابلے میں اس کے لشکر کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ لہذا وہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ اپنے پہلے ہی حملے اور ہلے میں وہ سلطان الزغل کو ہلا کے رکھ دے گا اسے شکست دے گا اور مثلیں کے قلعے پر قابض ہو جائے گا لیکن فرواندہ کی امیدوں کے برخلاف سلطان الزغل اس کے لیے تلوار کی نوک سے زیادہ خطرناک اور تابنے سے زیادہ سخت جان ثابت ہوا فرواندہ کا حملہ روکنے کے بعد درویش خصلت الزغل دھیلی روشنیوں کے سیلاب، پراسرار اشاریت میں رقص کرتے شعلوں کی طرح فرواندہ پر حملہ کر چکا تھا جس کے جواب میں مثلیں قلعے کے باہر دونوں لشکروں کی جنگ اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی اور ہر طرف شور اور خون و دلا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

فرواندہ کی طرح آگیلا نے بھی وہی کام کیا جو فرواندہ کر چکا تھا۔ بقوان قلعے کے پاس پہنچتے ہی وہ ویران تپتے صحرا میں گرم دو پہر، چمکی چمکی رکی رکی فضاؤں میں مہیب سناٹوں میں زمستانی بھڑوں کی طرح رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان پر حملہ آور ہوا تھا لیکن آگیلا جانتا تھا کہ وہ دونوں ایسے مجاہد تھے جو ہر طرح کی سختی ہر طرح کے ناقابل برداشت ماحول سے نکلنے کا فن جانتے ہیں۔ آگیلا کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان بھی ایک ساتھ سمندر کے شور کی دھشتاکی، دہکتے پراسرار اور صدیوں کے شعلے اٹھاتے طوفان

ہونے کے بعد آگیلا کی مدد کے لیے بقوان پہنچ جاؤں گا۔

اور اگر بقوان کے مقام پر آگیلا کو شکست ہوتی ہے اور مجھے طویل محاصرے کا سامنا کرنا پڑتا ہے تب بھی آگیلا اپنے لشکر کے ساتھ میرے ساتھ آئے گا تاکہ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ کیا جائے۔ اور اسے ہر حالت میں فتح کیا جائے۔ ایسی صورت میں میں اور آگیلا تو مثلیں کا محاصرہ کر لیں گے کہ گیلر اپنے لشکر کے ساتھ گھات سے نکل کر روندہ پر حملہ آور ہو جائے گا۔ اس لئے کہ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط جب دیکھیں گے کہ ہمارے دو ہی لشکر ہیں تو وہ بقوان اور مثلیں ہی کی حفاظت پر مشغول رہیں گے۔ جبکہ روندہ کی طرف کوئی دھیان نہیں دے گا۔ اس طرح روندہ پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔ وہاں گیلر اپنی صورت حال مستحکم کر لے گا۔ جبکہ میں اور آگیلا دونوں مل کر ہر صورت میں مثلیں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تیسرا قلعہ بقوان ہمارے لیے فتح کرنا انتہائی آسان ہو جائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرواندہ جب خاموش ہوا تو آگیلا، گیلر، گون سالود اور شالیب نے پھر ایک دوسرے سے صلح و مشورہ کیا اس کے بعد آگیلا فرواندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ آقا! آپ نے جو تجویز پیش کی ہے وہ یقیناً ہماری تجویز سے کہیں بہتر ہے لہذا یہ امر اب طے شدہ ہے کہ آپ کی تجویز کے مطابق دشمن پر ضرب لگائی جائے گی۔ اس پر فرواندہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اگر یہ معاملہ ہے تو پھر اٹھ کھڑے ہوا اپنی تیاری کرو۔ لشکروں کو ہر چیز سے لیس کر دتا کہ بہت جلد یہاں سے کوچ کیا جائے اس کے ساتھ ہی آگیلا، گیلر، گون سالود اور شالیب فرواندہ اور ازابیلا کے کمرے سے نکل گئے تھے۔ چند ہی دن بعد فرواندہ اور اس کے سالار دو لشکروں کے ساتھ صوبہ مالقہ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔

○

ادھر سلطان الزغل کے علاقے گریستوں نے بھی سلطان کو فرواندہ کی پیش قدمی کی اطلاع کر دی تھی۔ سلطان کو یہی خبر ملی تھی کہ فرواندہ کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک حصہ مثلیں پر حملہ آور ہو گا اور دوسرا بقوان پر۔ تاہم سلطان الزغل کے علاقے گریستوں کو فرواندہ کے تیسرے لشکر کی پیش قدمی کی خبر نہ ہو سکی تھی۔ اس لیے تیسرا لشکر جو گیلر کی سرکردگی میں تھا۔ وہ صوبہ مالقہ میں گھس کر ایک مناسب جگہ گھات میں بیٹھ گیا تھا۔

سلطان الزغل کو جب فرواندہ کی اس پیش قدمی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے رقیم بن خلاط کو بھی طلب کیا۔ اس طرح سلطان اپنے لشکر کے ساتھ مثلیں

قلعے کے قریب پہنچا اس وقت تک سلطان الزغل نے فرواندہ کو مکمل شکست دے دی تھی لہذا فرواندہ بھاگ کھڑا ہوا جبکہ سلطان الزغل اس کے تعاقب میں لگ گیا۔ آگیلار کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ فرواندہ کو سلطان الزغل کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے لہذا وہ فرواندہ سے آن ملا۔ اب دونوں کا متحدہ لشکر سلطان الزغل، رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ کچھ دور تک یہ تعاقب جاری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان الزغل نے اپنے اور رقیم بن خلاط کے لشکر کو رک جانے کا حکم دے دیا تھا۔

شام تک فرواندہ کا سالار دوم گیلر جو ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا تھا حرکت میں آیا۔ اپنی گھات سے وہ نکلا اور ورنہ کے قلعے پر حملہ آور ہوا۔ اس قلعہ کی حفاظت اور مدافعت کے لیے کوئی لشکر موجود نہ تھا لہذا گیلر نے با آسانی مسلمانوں کے قلعہ ورنہ پر قبضہ کر لیا۔ جس وقت فرواندہ اور آگیلار سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بھاگ رہے تھے تو راستے ہی میں ان کے جاسوسوں نے انہیں خبر دی کہ گیلر نے ورنہ کے قلعے پر قبضہ کر لیا ہے۔

یہ خبر فرواندہ اور آگیلار دونوں کے لیے حوصلہ افزا ثابت ہوئی لہذا قرطبہ کی جانب بھاگنے کے بجائے انہوں نے ورنہ کا رخ کیا۔ آگیلار فرواندہ کے حکم پر قلعے کے اندر داخل ہو کر گیلر سے جاملے جبکہ خود فرواندہ نے ورنہ نام کے قلعے کے نواح میں پڑاؤ کر لیا تھا وہ ایک طرح سے گھات میں چلا گیا تھا۔ تاکہ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط اگر تعاقب کرتے ہوئے ادھر آئیں اور ورنہ نام کا قلعہ واپس لینے کے لیے اگر محاصرہ کرنا چاہیں تو قلعے کے اندر سے آگیلار اور گیلر مدافعت کریں جبکہ باہر سے وقفے وقفے سے سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط پر شب خون مار کر انہیں محاصرہ اٹھانے اور بھاگ جانے پر مجبور کرے۔

سلطان الزغل نے فرواندہ اور آگیلار کا تعاقب کر کے جب اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا تو رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے سلطان کی طرف بولے جب وہ سلطان کے لشکر کے اگلے حصے میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطان کے لشکر کے رکے ہوئے تھے سلطان اپنے لشکر کے سامنے قبلہ روئی زمین کی پیٹھ پر بچہ کئے ہوئے تھا۔ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان اپنے گھوڑوں سے اتر کر سلطان کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ سجدے میں گرے ہی گرے سلطان الزغل روتی کپکپاتی ہوئی آواز میں دعائیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

اے میرے اللہ تو ہی خالی سیپ کو گوہر عصمت عطا کرتا ہے۔ تو ہی پتھر یوں پر شبنم کے طروں کو قدام عطا فرما۔ میرے اللہ تو ہی عہد تاریک کو ضیاء انگیزی، الفاظ کی رفعت کو

آتش کی طرح آگیلار کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔ جس وقت رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان اور آگیلار کے درمیان جنگ اپنے عروج پر تھی رقیم بن خلاط نے منصور بن نعمان کو کوئی مخصوص اشارہ کیا یہ اشارہ ملتے ہی منصور بن نعمان ایک حصے کے لشکر کے ساتھ تھوڑا سا پیچھے ہٹا پھر دائیں طرف بڑھتا ہوا وہ عجیب سے انداز میں آگیلار کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوا تھا۔ منصور بن نعمان کا یہ حملہ ایسا خوفناک تھا کہ آگیلار یہ سمجھا کہ شاید رقیم بن خلاط کو کمک پہنچ گئی ہے لہذا اس صورتحال میں اس کے لشکر کی جی چھوڑ بیٹھے اور پیچھے ہٹنے لگے۔

اس نئی صورتحال سے رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان نے پورا فائدہ اٹھایا اپنے تیز حملوں سے انہوں نے آگیلار اور اس کے لشکریوں کی حالت کاغذی محل، ریت کے گھر وندوں اور کچے دھاگوں جیسی بنا کے رکھ دی تھی پر جلد ہی آگیلار نے محسوس کر لیا کہ اگر جنگ تھوڑی دیر مزید جاری رہی تو یا تو اس کے لشکر کو بدترین شکست ہوگی یا اس سمیت اس کے لشکر کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے گا۔ یہ جائزہ لیتے ہوئے آگیلار نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے پسپائی کے بغل بجا دیئے پھر آگیلار اپنے بچے بچے لشکر کو لے کر فرواندہ سے جا ملنے کے لیے مثلین کے قلعے کی طرف بھاگا تھا۔

رقیم بن خلاط نے اسے یوں نہیں چھوڑا بلکہ پوری تندی سے اس کا تعاقب کیا آگیلار اپنے لشکر کے ساتھ آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ جبکہ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ یہ تعاقب مثلین کے قلعے تک جاری رہا اور رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان نے آگیلار کے کافی لشکریوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔

ادھر اس وقت تک سلطان الزغل نے فرواندہ پر انتہائی سرفروشی اور جانبازی سے حملے کرتے ہوئے اس کے دل کو تجسس اس کے ذہن کے خیر، روح کو کلپنا اور آنکھوں کو حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔ جنگ کے شروع میں گو فرواندہ کے لشکر کی تعداد سلطان الزغل کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی لیکن جنگ جس وقت پوری طرح بھڑک اٹھی تھی تو سلطان الزغل نے فرواندہ کے لشکر کا ایک خاصہ بڑا حصہ کاٹ کر فرواندہ کے لشکر کی تعداد کافی کم کر چکا تھا۔ اس قتل عام سے فرواندہ کے لشکریوں میں ایک خوف و ڈر کی لہر پھیل گئی تھی۔ وہ اب بھی دیکھ رہے تھے کہ سلطان الزغل بار بار اور لگاتار، زور دار آوازوں میں تکبیریں بلند کرتا ہوا خود بھی حملہ آور ہو رہا تھا اور ایک انوکھے سے انداز میں اپنے لشکریوں کو پہلے سے بھی زیادہ خوف ناک انداز میں حملہ آور ہونے کے لیے اکسار رہا تھا۔ سلطان الزغل کا یہ کردار فرواندہ اور اس کے لشکریوں کے دلوں میں خوف اور وحشت بھرتا چلا جا رہا تھا۔

جس وقت آگیلار، رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان کے آگے آگے بھاگتا ہوا مثلین کے

قبولیت عطا کرتا ہے میرے اللہ تو ہسپانیہ میں مجھے بھی سنان و ثولیدہ ماحول کے اندر کامیابیاں عطا فرماتے رہنا۔

یا اللہ تو ہی میرے مقدر کا نگہبان اور مالک ہے۔ دشمن کے جو رستہ ادا اس کی پر عذاب خواہشوں کے سامنے میری مدد فرماتے رہنا۔ اے اللہ تو مبدائے فیض ہے۔ لوح و قلم کا مالک ہے۔ میری آوارہ زمزموں جیسی دعاؤں کو قبولیت اور راحت منزل عطا فرما۔ یا اللہ ہسپانیہ کے اندر اٹھتے عذابوں میں تو مجھے محرومی کے درد کے اندر نیا وجدان نیا عرفان عطا فرما۔ یا اللہ تو مجھے ہر ابتلا و امتحان میں سرخرو بنا کے نکالنا۔

اے اللہ اے صاحب الطاف و عطا! تو مجھے ہمت عطا فرما کہ میں ہسپانیہ کے اندر مسلمانوں کی سالوں کی کسک مہینوں کی تڑپ کو نفیوں کا سرور دوں۔ راتوں کی جلن دلوں کی دھڑکن کو نگاہوں کے خمار میں تبدیل کروں اور ان کی دل آشتی اور شکستگی و انہدام کو سطوت و تمکنت میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہوں۔ دنیا کے اندر مسلمانوں کے دشمن قہر مذلت سے نکلنے والے آزار کی طرح مسلمانوں پر نزول کر کے غلام شب کے سناٹوں میں زمیں بوس کرنا چاہتے ہیں۔ میرے اللہ میری درد میں ڈوبی ہوئی دعا ہے کہ تو ہسپانیہ کے مسلمانوں کو خود شناسی اور خود نگہداشت عطا فرما۔ میرے اللہ! مجھے اس قابل بنا کے میں سینہ سپر ہو کر ہسپانیہ کے اندر مسلمانوں کے مفاد کا نگہبان بن سکوں اور دشمن کے سامنے ان کی عزت اور ان کی حفاظت کا چوپان اور نگہبان بن سکوں۔

اس سے آگے سلطان الزغل کچھ نہ کہہ سکا تھا۔ اس لیے کہ اس کی آواز سسکیوں اور ہچکچوں میں ڈوب کر رہ گئی تھی۔ سلطان کی پشت پر کھڑے رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کی بھی عجیب حالت تھی۔ سلطان کے دعائیہ الفاظ سننے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے سلطان الزغل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اپنی عبا کے پلو سے سلطان نے اپنی بھیگی آنکھیں خشک کیں۔ اتنی دیر تک رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان بھی اپنی آنکھیں خشک کر چکے تھے۔ لمحہ بھر کے لیے سلطان الزغل نے عجیب سے انداز میں رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کی طرف دیکھا۔ پھر سلطان نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ چہرے پر زبردستی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف میرے بھائیو! میرے عزیزو! تم دونوں نے میرا آنکھوں میں جو آنسو دیکھے ہیں یہ خداوند قدوس کے سامنے عاجزی اور انکساری کے علاوہ شک اور خوشی کے آنسو ہیں کہ اس نے فرولندہ جیسی قوت کے سامنے ہم جیسے گنہگار بندوں کو فتح اور غلبہ عطا فرمایا۔ میری خداوند قدوس سے دعا ہے کہ آئندہ بھی وہ ہمیں ایسی ہی کامیابی عطا

فرمائے اور ہسپانیہ کے اندر مسلمانوں کے مفادات کا نگہبان بنا کر کھڑا کرے۔

سنو! میرے دونوں بھائیو! میرا ارادہ ہے کہ چند دن تک یہیں قیام کر کے فرولندہ پر نگاہ رکھی جائے کہ وہ آئندہ کیا قدم اٹھاتا ہے اس کے بعد ہم کوئی نیا قدم اٹھائیں گے۔ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان نے سلطان الزغل کی اس تجویز سے اتفاق کیا اس کے بعد سلطان نے دونوں لشکروں کو وہاں خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

جب خیمے نصب ہو چکے اور رقیم بن خلاط اپنے خیمے کے پاس آیا تو خیمے کے دروازے پر روطہ اور نویرہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑی تھیں۔ ان دونوں کے خوبصورت اور پری جمال چہروں پر مسکراہٹ اور خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ رقیم بن خلاط جب اپنے خیمے کے دروازے کے قریب آیا تو روطہ اور نویرہ ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھتی ہوئی آگے بڑھیں۔ روطہ نے رقیم بن خلاط کا دایاں اور نویرہ نے بائیں ہاتھ اپنے گداز اور مرمریں ہاتھ میں لیا پھر وہ رقیم بن خلاط کو خیمے میں لے گئی تھیں۔

خیمے میں لے چا کر سب سے پہلے نویرہ بولی اور رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

میں آپ کو ہسپانیہ کے حکمران فرولندہ کے مقابلے میں آپ کی فتح اور کامیابی پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ میری خداوند سے دعا ہے کہ وہ آپ کو آئندہ بھی مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف اس سے زیادہ اور بہتر کامیابیاں اور کامرانیوں عطا کرتا رہے۔ اس پر رقیم بن خلاط احتجاجی انداز میں کہنے لگا۔

دیکھ نویرہ تو نے فرولندہ کو اپنا بھائی نہیں کہا ہسپانیہ کا حکمران کہا ہے۔ اس پر نویرہ فوراً کہنے لگی۔

میرا فرولندہ سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ وہ میرا بھائی رہا ہے۔ اس لیے کہ میں اب مسلمانوں کے امیر رقیم بن خلاط کی بیوی ہوں اور خداوند قدوس کے فضل و کرم سے خود بھی مسلمان ہوں لہذا ایک مسلمان لڑکی کی حیثیت سے میں خیال کرتی ہوں اب فرولندہ یا اس کی بیوی از ایلا سے میرا کوئی تعلق کوئی رشتہ نہیں رہا۔ میرا اب صرف آپ سے اور اپنی مسلم قوم سے رابطہ ہے۔ فرولندہ اگر آپ کا اور مسلم قوم کا دشمن ہے تو قسم خداوند قدوس کی وہ میرا بھی بدترین دشمن ہے اور اگر کبھی جنگ میں میرا اور اس کا سامنا ہو جائے تو میں اپنے جذبات کا اظہار یوں کر سکتی ہوں۔ ”قسم خداوند قدوس کی میں اپنی تلوار برسا کر اس کا سر بھی قلم کر سکتی ہوں۔“

نویرہ کی اس گفتگو سے رقیم بن خلاط ایسا متاثر ہوا کہ اس نے فخریہ انداز میں نویرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نورہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں تمہارا اور روطہ دونوں کا شوہر ہوں۔ مجھے اس بات پر بھی فخر ہے کہ مجھے تم دونوں جیسی حسین اور پرائیڈ بیویاں نصیب ہوئیں۔ میں سمجھتا ہوں میری زندگی کی یہ میرے لیے سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔

اس بار نورہ کے بجائے روطہ کہنے لگی۔ امیر محترم! اگر آپ ہم دونوں بیویوں پر فخر کرتے ہیں تو قسم خداوند کی مجھے اور نورہ کو بھی اس بات پر فخر ہے کہ ہم دونوں امیر رفیم بن خلاط کی بیویاں ہیں آپ کی زندگی کا رفیق ہونا میں سمجھتی ہوں آپ کی نسبت ہمارے لیے زیادہ قابل فخر ہے۔ اس پر رفیم بن خلاط نے ہلکا ہلکا تہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ بس یوں جانو کہ ہم تینوں ہی ایک دوسرے کے لیے قابل فخر ہیں۔ اب مجھے بھوک لگی ہے میں کھانا منگاتا ہوں اس کے بعد رفیم بن خلاط باہر نکلا اور لشکری کو اس نے کھانا لانے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لشکری کھانا لے کر آیا اور وہ تینوں میاں بیوی پر سکون ماحول میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

سلطان الزغل اور رفیم بن خلاط نے چند یوم تک اپنے لشکروں کے ساتھ اس جگہ قیام کیا۔ اس کے بعد سلطان اور رفیم بن خلاط کے چاسوسوں نے خبر دی کہ فرولندہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس قرطبہ چلا گیا ہے لہذا سلطان اور رفیم بن خلاط نے بھی وہاں سے کوچ کیا۔ سلطان غرناطہ کی طرف چلا گیا جبکہ رفیم بن خلاط اپنے مسکن کی طرف چلا گیا تھا۔

☆.....☆

تختالیہ کا نصرانی حکمران فرولندہ ملکہ ازایلا کے ساتھ اپنے کمرہ خاص میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اسے کوئی خیال گزرا۔ اپنے دائیں پہلو میں پڑی ہوئی لکڑی کی چھوٹی سی ہتھوڑی اس نے اٹھائی اور اپنے دائیں پہلو ہی میں لٹکتے ہوئے طشت پر اس نے ہتھوڑی زور سے دے ماری تھی۔ ہتھوڑی کی ضرب پڑتے ہی طشت سے آواز گونجی۔ اس آواز کی بازگشت پر فرولندہ کا حاجب بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور فرولندہ کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ چند ثانیوں تک فرولندہ نے اپنے اس حاجب کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔

ابھی جاؤ۔ چند محافظ بھی اپنے ساتھ لے لو اور ابو عبد اللہ کو میرے پاس لاؤ۔ اس پر اس حاجب نے ایک بار پھر اور زیادہ تعظیماً سر کو جھکا یا پھر وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ حاجب ابو عبد اللہ کو لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

جونہی ابو عبد اللہ اس کمرے میں داخل ہوا فرولندہ اور اس کی ملکہ ازایلا دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑی فراخ دلی اور خوش طبعی سے ابو عبد اللہ کا استقبال کیا۔ پھر دونوں نے آگے بڑھ کر بڑے پر جوش انداز میں ابو عبد اللہ سے مصافحہ کیا پھر ہاتھ پکڑ کر سامنے والی نشستوں پر لے گیا تھا۔ تینوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے تھے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی کے بعد فرولندہ ابو عبد اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سنو ابو عبد اللہ! جس وقت تم نے غرناطہ سے نکل کر میرے علاقوں پر یلغار کی تھی اور میرے ساتھ جنگ کے نتیجے میں تم اسیر ہو کر میرے پاس آئے تو میرے سارے سرداروں اور سالاروں نے مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ تمہاری گردن کاٹ دی جائے اس طرح تمہارے ہاتھوں نصرانیوں کے قتل کا وہ انتقام تمہارے قتل سے لینا چاہتے تھے۔ پر دیکھو ابو عبد اللہ میں نے ایسا نہیں ہونے دیا میں چاہتا تو جس وقت تم گرفتار ہوئے تھے اسی وقت تمہاری گردن کاٹ دیتا اور یہ میرے لیے بڑا آسان بھی تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔

سن ابو عبد اللہ! میں قتل اور غارتگری کا شوقین اور دلدادہ نہیں ہوں۔ نہ ہی میں جنگوں کی ابتدا کرنے والا ہوں۔ تمہیں خبر ہوگی کہ غرناطہ اور تختالیہ کی مملکتوں کے درمیان جو جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس کی ابتدا تمہارے باپ ابو الحسن نے ہی کی تھی۔ سنو ابو عبد اللہ تم میرے

پاس اتنی لمبی اسیری میں رہے ہو۔ اس دور میں غرناطہ اور مالقہ میں انقلاب رونما ہو چکے ہیں۔ جن کے متعلق تمہیں آگاہ کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

فرواندہ لمحہ بھر کے لیے رکا پھر وہ کہتا چلا گیا۔

سنو ابو عبد اللہ! مالقہ میں تمہارا باپ ابو الحسن مرچکا ہے۔ جس وقت تم میرے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اسیر ہوئے تھے اس وقت ابو الحسن پر فاج کا حملہ ہوا پھر اس کی بیٹا جاتی رہی اس کے بعد موت نے اسے اپنے ساتھ بغلیں کر لیا۔ کہتے ہیں مرنے سے پہلے تمہارے باپ ابو الحسن نے اپنے بھائی الزغل کو اپنا ولی عہد نامہ دے کر دیا تھا۔

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ابو الحسن کے بعد جب مالقہ میں الزغل سلطان بنا تو مالقہ میں پناہ خوشی کا اظہار کیا گیا بلکہ کہتے ہیں کہ غرناطہ سے بھی کچھ سرکردہ لوگوں کا وفد مالقہ میں سلطان الزغل کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس وفد کی وجہ سے الزغل حوصلہ بڑھا۔ لہذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ مالقہ سے وہ غرناطہ آیا اور اب غرناطہ کی سلطنت کا بلا شرکت غیرے بادشاہ ہے اور غرناطہ ہی میں اس کا قیام ہے۔

دیکھ ابو عبد اللہ! یہ ساری باتیں میں نے تم سے اس لیے کی ہیں تاکہ تمہیں موجودہ حالات سے آگاہی اور خبر ہو۔ اس وقت الزغل غرناطہ کی سلطنت کا سلطان ہے اور اگر تم یہاں رہا ہاں پانے کے بعد غرناطہ گئے تو یاد رکھنا الزغل تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دے گا۔ تاہم یہاں رہتے ہوئے مجھے چونکہ تمہارے ساتھ ایک لگاؤ اور ہمدردی ہو چکی ہے اس لیے میں تمہاری واپسی کا انتظام کیا ہے۔ اس پر ابو عبد اللہ نے چونک کر پوچھا۔ کیسا انتظام۔ جواب میں فرواندہ کہنے لگا۔

تمہاری اسیری کے دوران میں نے جریر بن حمدون اور تمہاری بیوی روزان کو مالقہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس پر ابو عبد اللہ بیچ میں ہوتے ہوئے کہنے لگا ہاں میں جانتا ہوں وہ دونوں بے یار و مددگار مالقہ کی طرف گئے تھے۔ فرواندہ پھر بولا۔

مالقہ سے جریر بن حمدون اور تمہاری بیوی روزان نے ایک قاصد روانہ کیا تھا اس قاصد نے آ کر خبر دی تھی کہ مالقہ میں حالات ابو عبد اللہ کے حق میں ہیں۔ یہاں میں تمہیں یہ بھی چلوں کہ جریر بن حمدون اور روزان کو یہاں سے مالقہ کی طرف روانہ کرتے وقت میں وصیت کی تھی کہ وہ دونوں وہاں کے سرکردہ لوگوں سے ملیں۔ پوری تدبیر سے انہیں تمہارے طرفدار بنانے کی کوشش کریں۔ اس لیے میری وصیت اور نصیحت کے مطابق جریر بن حمدون اور تمہاری بیوی روزان نے یہاں بہترین کام کیا انہوں نے حالات مالقہ میں تمہارے حق کر دیئے۔ اب مالقہ کے تقریباً سبھی سرکردہ لوگ بڑی بے چینی سے تمہارے منتظر ہیں۔

الزغل کی جگہ تمہیں اپنا سلطان بنانا چاہتے ہیں۔ یہی خبر وہ قاصد چند دن پہلے لے کر آیا تھا جسے جریر بن حمدون اور روزان نے روانہ کیا تھا۔

دیکھ ابو عبد اللہ جریر بن حمدون اور روزان کے اس پیغام کی روشنی میں میں تمہیں آزاد کر دینا چاہتا ہوں تاکہ تم یہاں سے نکل کر مالقہ جاؤ اور وہاں اپنی خود مختار بادشاہت اور سلطنت کا اعلان کر دو لیکن ایسا کرنے کے لیے میری ایک شرط ہے۔ اس پر ابو عبد اللہ نے چونک کر پوچھا کیسی شرط۔

دیکھ ابو عبد اللہ تمہاری رہائی کوئی معمولی رہائی نہیں ہے۔ میں نے جنگ کے دوران تمہیں گرفتار کیا تھا اور اس گرفتاری سے میں جیسا چاہتا ویسا فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن تو جانتا ہے میں نے ایسا نہیں کیا۔ دیکھ ابو عبد اللہ میں تجھے آزاد کرتا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ جب تو مالقہ جائے اور اپنی سلطنت کا اعلان کرے تو آئندہ کے لیے میرا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہنے کا اعلان کرے۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرواندہ لمحہ بھر کے لیے رکا پھر وہ اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ دیکھ ابو عبد اللہ زندگی کا جو لطف امن اور آشتی میں ہے وہ جنگ اور بد امنی میں نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مالقہ کے سلطان بن کر اور میرے ساتھ بہتر تعلقات رکھتے ہوئے پر امن طور پر حکومت کرو اور اگر آنے والے دنوں میں الزغل اپنی جنگجو یا نہ طبیعت کا اظہار کرتے ہوئے مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے تو تم اس کے خلاف میری مدد کرو گے اور اگر الزغل تم پر حملہ آور ہوتا ہے تو میں تمہیں عہد دیتا ہوں کہ میں الزغل کے مقابلے میں اپنی پوری قوت سے تمہاری حمایت کروں گا اور تمہاری مدد کروں گا اور تمہارے دفاع کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔

فرواندہ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ابو عبد اللہ فوراً بول پڑا۔ دیکھ فرواندہ میں جانتا ہوں تو ایک بڑا صاحب حیثیت اور طاقتور حکمران ہے اگر مجھے آزاد کرنے کی تیری صرف یہی شرط ہے کہ آنے والے دور میں میں تیرا مطیع اور فرمانبردار ہوں تو قسم خداوند قدوس کی اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں میں ابھی تمہارے اور تمہاری ملکہ ازبیلہ کے سامنے نیک نیتی سے عہد کرتا ہوں کہ آنے والے دور میں مکمل طور پر تمہارا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا اور اگر میرے چچا الزغل نے کبھی تمہاری حکومت کے ساتھ جنگ کا آغاز کیا تو میں تمہاری طرفداری کروں گا اس میں آنے والے دور میں کسی قسم کا کوئی شبہ یا شکایت سر نہیں اٹھائے گی۔

ابو عبد اللہ کا یہ جواب سن کر فرواندہ اور ملکہ ازبیلہ دونوں کے چہروں پر خوشگوار مسکراہٹ بکھر گئی تھی اور وہ بڑی ممنونیت کا مصنوعی اظہار کرتے ہوئے ابو عبد اللہ کی طرف دیکھ رہے تھے لہذا ان کی ہاں میں ہاں مل چلائی، دعا بازی اور فریب کو نہ سمجھ پا رہا تھا۔ لہذا ان کی ہاں میں ہاں

ذاکر زنی اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ جہاں بھی لوٹ مار کرتا وہاں بالدی گوتھ کے نام کا خنجر بھیجتا تاکہ اس کے اوپر کوئی شک و شبہ نہ کے۔ بہر حال میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بھی ایک ایسی خطرناک قوت ہے جس پر تمہیں نگاہ رکھنی ہوگی۔

اس پر ابو عبد اللہ بڑی منونیت سے فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ شفیق فرولندہ! جس بات کا انکشاف تم نے کیا ہے اس کی خبر مجھے پہلے ہی ابن حمدون اور روزان بتا چکے ہیں۔ میں نے ہی ابن حمدون کو حکم دیا تاکہ وہ اپنے کچھ جاسوس لگائے اور پتہ کرے کہ تیسری قوت کون ہے اور ان لوگوں نے اسے تلاش کر لیا اور مجھے بتایا کہ یہ وہی چرواہا ہے جو ہسپانیہ کے اندر چکر لگاتا رہتا ہے۔ بظاہر نصرانیت کا بھیس بدلا ہوا ہے۔ لیکن باطن وہ مسلمان ہے۔ فرولندہ تم مطمئن اور دل جمعی رکھو۔ میں اس رقیم بن خلاط کے خلاف بھی ایسے حرکت میں آؤں گا کہ یا تو اس کا خاتمہ کر دوں گا۔ اس پر فرولندہ ابو عبد اللہ کی باتوں سے ایسا متاثر ہوا کہ ابو عبد اللہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا کندھا زور سے دباتے ہوئے کہنے لگا۔ ابو عبد اللہ قسم یسوع مسیح کی مجھے تم جیسے مہربان سے ایسے ہی جواب کی امید تھی۔ فرولندہ کی اس گفتگو سے ابو عبد اللہ کی چھاتی کسی قدر تن گئی تھی پھر وہ خوشی کے اظہار میں مزید کہنے لگا۔

فرولندہ! جہاں تک میرے چچا الزغل کا تعلق ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مالتھ پینچے ہی میں اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتا رہوں گا۔ اگر الزغل نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی تو میں اپنا پورا دفاع کروں گا۔ اس پر فرولندہ بولا اور اگر الزغل اور رقیم بن خلاط نے مل کر تم پر حملہ کر دیا تو پھر؟ اس پر ابو عبد اللہ غور سے فرولندہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ پھر میری نگاہیں آپ کی طرف اٹھیں گی اور مجھے امید ہے کہ ان دونوں کے مقابلے میں تم میری ضرورت مند کرو گے۔ اس پر فرولندہ کہنے لگا۔

کیوں نہیں ابو عبد اللہ اب تم میرے لیے میرے بیٹوں کی مانند ہو اور میں ہر صورت میں تمہاری مدد کروں گا۔ پردیکھو الزغل کو اپنے سامنے زیر کرنے کے لیے میں تمہیں پہلے سے ایک تدبیر بھی بتا سکتا ہوں۔ اس پر ابو عبد اللہ نے چونک کر پوچھا کیسی تدبیر فرولندہ کہنے لگا۔

دیکھ ابو عبد اللہ! یہاں سے جانے کے بعد تو مالتھ میں اپنا لشکر ترتیب دینے کے بعد لوٹہ شہر پر حملہ آور ہونا تمہاری اس حرکت سے الزغل اور رقیم بن خلاط یقیناً تمہارے خلاف حرکت میں آئیں گے اور لوٹہ کی طرف بڑھیں گے تاکہ تمہیں لوٹہ پر قبضہ نہ کرنے دیا جائے۔ ایسے موقع پر تم رقیم بن خلاط اور الزغل دونوں کو صلح کی گفت و شنید کے سلسلے میں اپنے ساتھ مصروف رکھنا اور وقت گزارنے کی کوشش کرنا۔ اس پر ابو عبد اللہ پوچھنے لگا۔ لیکن میں صلح کی کیسی شرائط طے کر

ملاتا چلا جا رہا تھا۔ ابو عبد اللہ کا مثبت جواب سننے کے بعد فرولندہ نے اپنا دوسرا تیر چلایا کہنے لگا۔

سن ابو عبد اللہ یہ بات طے شدہ اور پتھر پر لکیر کی مانند ہے کہ جو نبی تم یہاں سے مالتھ واپس جا کر اپنی بادشاہت کا اعلان کرو گے الزغل ضرور تمہارے خلاف حرکت میں آئے گا۔ پوری طاقت اور قوت سے تمہارے ساتھ نکلے گا اور تمہیں ہر صورت میں مغلوب کر کے یا تو گرفتار کر کے تمہارا خاتمہ کر دے گا یا مالتھ سے چلنا کرے گا۔

سن ابو عبد اللہ اس وقت سلطان الزغل کے پاس بے پناہ قوت ہے۔ اس لیے کہ ایک اور طاقت جو جنگ کی مہارت میں اپنا کوئی جواب نہیں رکھتی سلطان الزغل کے ساتھ ہے۔ اس پر ابو عبد اللہ نے چونک کر پوچھا وہ کونسی طاقت اور قوت ہے فرولندہ کہنے لگا۔

دیکھ ابو عبد اللہ تمہیں یاد ہو گا جس وقت تم نے غریب سے نکل کر اپنے باپ اور چچا سے جنگ کا ارادہ کیا تھا اور تمہیں شکست ہوئی تھی تو اس شکست کا باعث ایک تیسری قوت تھی جو کوہستانی سلسلے سے نکل کر نہ صرف یہ کہ تمہارے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوئی تھی بلکہ جو تیر انداز تم نے گھات میں بٹھا دیئے تھے ان کا بھی اس نے خاتمہ کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے تمہیر بدترین شکست ہوئی تھی۔ اس تیسری قوت کا نام رقیم بن خلاط ہے یہ بڑا دھوکے باز بڑا فریب دہا اعیار انسان ہے۔ کبھی یہ نصرانیت کے بھیس میں ہسپانیہ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک چرواہوں کے بھیس میں چکر لگایا کرتا تھا تم اسے ضرور جانتے ہو گے۔ پھر اس کا راز کھل گیا میرے جاسوسوں نے خبر دے دی کہ وہ نصرانی نہیں مسلمان ہے اور جبل اراج میں اس نے اپنا ایک مسکن بنا رکھا ہے اور در پردہ اور خفیہ طور پر وہ سلطان ابو الحسن اور الزغل کا ساتھ دے رہا تھا۔

یہ انکشاف ہوتے ہی میں نے اپنے سپہ سالار آگیلار اور نابیت سپہ سالار گیلر کو اس کے سرکوبی کے لیے روانہ کیا اس وقت وہ جبل رندہ میں اپنے ریوڑ اور لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا لیکن یہ ایسا خونخوار ایسا انوکھا سا تنج زن ہے کہ عجیب و غریب طریقے سے اس نے میرے سپہ سالار آگیلار اور گیلر کو بدترین شکست دی اور اپنے ریوڑ اور لشکر کو لے کر بڑی تیز رفتاری کے ساتھ غریب کی حدود میں چلا گیا۔

سن ابو عبد اللہ میں تم سے یہ بھی کہوں کہ میرا ایک باغی سردار تھا جس کا نام بالدی گوتھ تھا اس نے میرے خلاف بغاوت کر کے جگہ جگہ ذاکر زنی اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ رقیم بن خلاط جو بظاہر نصرانی بنا ہوا تھا اور اپنے گلے میں صلیب لٹکائے رہتا تھا۔ اس نے بالدی گوتھ پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کر دیا اور پھر خود بالدی گوتھ کی حیثیت سے جگہ جگہ

وں گا۔ اس پر فروندہ مشورہ دینے لگا۔

تم کوئی بھی شرائط طے کر سکتے ہو۔ وقت گزارنے کے لیے تم الزغل سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اگر وہ اپنے شاہانہ اعلان سے تمہیں لوشہ کا والی مقرر کر دے تو پھر تم آنے والے دور میں اس کے مطیع اور فرمانبردار بن کے رہو گے اور میرے یعنی فروندہ کے خلاف ہمیشہ ان کی مدد کرو گے۔ اس طرح تم اسے صلح کی گفت و شنید میں مصروف رکھنا اسی دوران میں حرکت میں آ چکا ہوں گا۔

میں دو لشکر تشکیل دوں گا۔ ایک لشکر میرے سپہ سالار آگیلار کی سرکردگی میں ہو گا اور دوسرا نائب سپہ سالار گیلر کی سرکردگی میں ہو گا۔ جس وقت تم لوشہ شہر سے باہر الزغل اور رقیم بن خلاط کے ساتھ صلح کی گفت و شنید کرنے میں مصروف ہو گے آگیلار پشت کی طرف سے شہر پر قابض ہو جائے گا۔ اس کے بعد تم سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے ساتھ گفت و شنید ترک کر دینا اور لوشہ شہر کی فصیلوں کے قریب ہٹ آنا اور اگر سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط تم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو شہر کی فصیل کے اوپر سے میرا سپہ سالار آگیلار تمہاری اور تمہارے لشکریوں کی حفاظت کرے گا۔

دیکھ ابو عبد اللہ! جہاں تک میرے دوسرے لشکر کا تعلق ہے۔ اس کی کمانداری میرا نائب سپہ سالار اعلیٰ گیلر کرے گا۔ لشکر کے اس حصے کے ساتھ گیلر البیرہ، مثلیں اور منت فرید قلعوں پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کرے گا۔ اس طرح غرناطہ کے گرد ہم اپنا گھیرانگ سے تنگ کرتے جائیں گے۔ گیلر جب البیرہ، مثلیں اور منت فرید کو فتح کر لے گا تو پھر وہ محصرہ شہر کا محاصرہ کرے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ محصرہ شہر کو فتح کر لے گا اس لیے کہ اس وقت تک سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط دونوں کی عسکری طاقت لوشہ، البیرہ، مثلیں، منت فرید اور محصرہ میں تقسیم ہو کر بالکل کمزور اور ناکارہ ہو چکی ہوگی اور پھر ہم اپنی مرضی کے مطابق ان پر ضرب لگا سکیں گے۔

سن ابو عبد اللہ! محصرہ شہر فتح ہو جائے گا تو پھر ہم محصرہ کے علاوہ لوشہ، منت فرید اور البیرہ کو اپنی طاقت کا مرکز بنائیں گے۔ وہاں بہترین لشکر جمع کریں گے اس کے بعد میں اور تم دونوں مل کر غرناطہ پر حملہ آور ہوں گے۔ الزغل اور رقیم بن خلاط دونوں کو شکست دیں گے اور غرناطہ فتح کر کے میں تمہیں وہاں تخت نشین کر دوں گا۔ اس طرح سن ابو عبد اللہ! میں الزغل کی طرح تمہیں غرناطہ کا سلطان بنا کے تمہارے ساتھ اپنا حق بمسائگی ادا کرنا چاہتا ہوں۔ کہو ابو عبد اللہ کیا تمہیں میری یہ تجویز قبول اور منظور ہے۔

ابو عبد اللہ وقت ضائع کئے بغیر فوراً بول پڑا۔

دیکھ فروندہ! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ میری بہتری اور بھلائی کے لیے ہے پھر بھلا!

تجویز کو کیوں تسلیم نہیں کروں گا۔ میں تمہارے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ یہاں سے جاتے ہی میں سب سے پہلے اپنے لشکر کو مالقہ میں درست کروں گا۔ اس کے بعد لوشہ پر حملہ آور ہوں گا اس کے بعد جو کچھ ہم نے کرنا ہے۔ وہ میرے اور تمہارے درمیان گفتگو میں طے ہو گیا ہے۔ فروندہ نے اس اطمینان کا اظہار کیا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا اگر ایسا ہے تو میرے ساتھ آؤ تاکہ میں یہاں سے تمہارے کوچ کا انتظام کروں۔ میرے محافظ تمہیں مالقہ تک چھوڑیں گے۔ ابو عبد اللہ خوشی خوشی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ فروندہ اور ملکہ ازایلا کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ابو عبد اللہ فروندہ کے محافظوں کے ساتھ مالقہ شہر کا رخ کر رہا تھا۔

○

فروندہ کے کارکن جریر بن حمدون اور روزان پہلے ہی مالقہ میں فروندہ کی ہدایت کے مطابق سرکردہ لوگوں سے مل کر انہیں ابو عبد اللہ کا طرہ دار بنا چکے تھے اور وہ الزغل کے بجائے ابو عبد اللہ کو سلطان بنانے پر تیار تھے۔ یہ مالقہ کے لوگوں کی انتہائی نا عاقبت اندیشی بے وقوفی تھی کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں تقسیم کرنے پر تے ہوئے تھے۔ بہر حال فروندہ کے محافظوں کے ساتھ ابو عبد اللہ جب مالقہ پہنچا تو مالقہ کے سرکردہ لوگوں نے ابو عبد اللہ کو ہاتھ لیا اور پھر مالقہ کے تخت پر ابو عبد اللہ کو بٹھا دیا گیا اس طرح ایک بار پھر غرناطہ کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی ایک حصہ الزغل کے پاس جس کا مرکز شہر غرناطہ تھا۔ دوسرا حصہ ابو عبد اللہ کے پاس جس کا مرکز شہر مالقہ تھا۔ مالقہ میں اپنے لشکر کو درست اور استوار کرنے میں ابو عبد اللہ نے زیادہ دن صرف نہیں کئے۔ لشکر جو اس نے ترتیب دیا وہ اس نے تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے جریر بن حمدون کی سرکردگی میں دیا۔ جسے اس نے مالقہ کی حفاظت پر چھوڑا۔ روزان کو بھی اس نے مالقہ ہی میں رکھا اور خود ابو عبد اللہ دو حصوں کے ساتھ لوشہ پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی تیزی سے کوچ کر گیا تھا۔

ادھر سلطان الزغل کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ابو عبد اللہ پہنچ چکا ہے اور یہ کہ لوشہ کے لوگوں نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے ابو عبد اللہ کو اپنا سلطان تسلیم کر لیا ہے اور یہ کہ اب ابو عبد اللہ لوشہ پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی تیزی سے لوشہ کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ اس خبر پر سلطان الزغل بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔

رقیم بن خلاط کو بھی سلطان الزغل نے اپنی مدد کے لیے طلب کیا۔ رقیم بن خلاط نے اس بار منصور بن نعمان کو مسکن کی حفاظت پر چھوڑا۔ ایک لشکر بھی اس کی کمانداری میں دیا اور لشکر کے ساتھ وہ منذر بن طریف کے ساتھ سلطان کی پکار پر غرناطہ پہنچ گیا تھا۔ سلطان

الزغل اپنے اور رقیم بن خلاط کے مشترکہ لشکر کے ساتھ برق رفتاری سے لوشہ شہر کی طرف بڑھا تھا۔ غرناطہ کی حفاظت کے لیے سلطان الزغل نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ الجزائر کی طرف بڑھا چھوڑ دیا تھا۔

جس وقت سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط متحدہ لشکر کے ساتھ لوشہ کے قریب پہنچے تو ان کی آمد سے پہلے ہی ابو عبد اللہ اپنے لشکر کے ساتھ لوشہ کے باہر خیمہ زن ہو چکا تھا۔ ابو عبد اللہ شہر سے اتنے فاصلے پر تھا کہ اگر لوشہ شہر کی تفصیل کے اوپر سے تیر اندازی کی جائے تو اس کے پڑاؤ میں تیر نہ پہنچ سکیں۔ اس لیے کہ لوشہ شہر میں چھوٹا سا ایک حفاظتی لشکر تھا جو حملہ آوروں کے سامنے مدافعت ضرور کر سکتا تھا۔

سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط اپنے لشکروں کے ساتھ رات کے قریب لوشہ کے قریب پہنچے تھے۔ لہذا وہ ابو عبد اللہ کے لشکر کے سامنے خیمہ زن ہوئے تھے۔ صبح ہوتے ہی ابو عبد اللہ کے منادوں نے جگہ جگہ گھوم پھر کر اپنے اور الزغل کے لشکر میں یہ بات پھیلانا شروع کر دی تھی۔ کہ ابو عبد اللہ اپنے چچا سلطان الزغل کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتا اور یہ کہ صلح پر آمادہ ہے اور گفتگو کرنے کے لیے وہ ایک وفد کو ترتیب دے رہا ہے۔

سلطان الزغل کو جب یہ خبریں ملیں تو اس نے جنگ سے ہاتھ کھینچ رکھا۔ اس طرح دونوں لشکر دو تین دن تک ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے۔ پھر صلح کی گفت و شنید کا آغاز ہوا دونوں لشکروں کی طرف سے وفد مقرر کیے گئے۔ جنہوں نے گفتگو شروع کی اور صلح کی شرائط طے کرنا چاہیں۔ فرواندہ کی ہدایت کے مطابق ابو عبد اللہ نے سلطان الزغل کو یہ شرط پیش کی کہ اگر ابو عبد اللہ کو لوشہ یا کسی اور بڑے شہر کا حاکم مقرر کر دیا جائے تو وہ سلطان الزغل کے خلاف جنگ نہیں کرے گا۔

اور اگر یہ شرط منظور ہو گئی تو ابو عبد اللہ سلطان الزغل کی مدد کرتے ہوئے فرواندہ کے خلاف برسر پیکار ہو جائے گا۔

ابھی یہ گفت و شنید کی بات جاری تھی کہ پشت کی جانب سے رات کی تاریکی میں فرواندہ اپنے سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا۔ شہر کے اندر حفاظتی لشکر تھے وہ اپنی پوری توجہ سے شہر کی تفصیل کی اس سمت سمٹے ہوئے تھے جس سمت ابو عبد اللہ نے پڑاؤ کر رکھا تھا تاکہ ابو عبد اللہ اگر بددیانتی کر کے حملہ آور ہو تو دفاع کیا جاسکے۔

آگیلار نے اس چیز سے فائدہ اٹھایا اور مخالف سمت سے حملہ آور ہوا۔ رات کی تاریکی میں اس کے لشکری بڑی تیزی سے تفصیل پر چڑھ گئے۔ تفصیل پر جس قدر محافظ تھے ان کا قتل عام کیا۔ اس کے بعد آگیلار تفصیل سے شہر میں داخل ہوا۔ لوشہ شہر کے اندر جس کسی نے

مزاحمت کی آگیلار نے ان سب کا قتل عام کرتے ہوئے شہر پر قبضہ کر لیا تھا اور پھر اس قبضے کی اطلاع ابو عبد اللہ کو بھی کر دی گئی تھی۔ جب ابو عبد اللہ کو اطلاع دی گئی کہ پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر آگیلار نے لوشہ پر قبضہ کر لیا ہے تب ابو عبد اللہ نے اپنے چچا الزغل کے ساتھ صلح کی گفت و شنید ختم کر دی۔ اس کا جو وفد سلطان کے وفد کے ساتھ صلح کی بات چیت کے لیے گیا ہوا تھا اسے اس نے واپس بلا لیا۔ پھر رات کی تاریکی میں ابو عبد اللہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

دوسرے روز سلطان کو جب صورتحال کی خبر ہوئی تو اسے ابو عبد اللہ پر سخت افسوس کے علاوہ بے حد غصہ آیا۔ لیکن اب معاملہ ختم ہو چکا تھا۔ لوشہ شہر پر فرواندہ کا لشکر قابض ہو گیا تھا۔ ابو عبد اللہ بھی لوشہ شہر میں فرواندہ کے لشکر سے جا ملا تھا۔ اب سلطان اور رقیم بن خلاط کے لیے صورتحال بہت دشوار اور سنگین ہو کر رہ گئی تھی۔

اگلے روز صبح سویرے ہی سلطان الزغل نے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کو اپنے خیمے میں طلب کیا۔ جب وہ دونوں سلطان کے خیمے میں آئے تو سلطان بہت متشکر اور پریشان بیٹھا ہوا تھا۔ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف دونوں سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ سلطان غزدہ سی آواز میں ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میرے دونوں عزیزو! ابو عبد اللہ نے پھر ایک بار ہمارے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے نہ جانے یہ شخص کس مٹی کا بنا ہوا ہے کہ ہمیشہ سے ہی دھوکے پر دھوکہ دیتا رہا۔ پہلے اپنے باپ کو دھوکہ دیا۔ مجھے دھوکہ دیا اور پھر پوری مسلم قوم کو دھوکہ دے دیا ہے۔

سنو میرے دونوں بھائیو! اس ابو عبد اللہ نے ہمیں صلح کی گفتگو میں مصروف رکھا اور فرواندہ سے ساز باز کر کے پشت کی طرف سے فرواندہ کے لشکر کو حملہ آور ہونے کا موقع دیا اور لوشہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ مسلم قوم کے ساتھ اس کی سب سے بڑی بددیانتی اور مکاری ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ لوشہ شہر پر حملہ آور ہو کر فرواندہ کے سپہ سالار آگیلار دونوں کو سخت ترین سزا دی جائے۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

سلطان محترم! میں آپ سے کلی طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ میرے خیال میں ابھی اور اسی وقت حملے کی ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ حملہ دو طرفہ ہونا چاہئے۔ ایک طرف سے آپ حملہ کریں دوسری طرف سے میں اس لوشہ شہر کی ہم اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گے۔ شہر کے اندر آگیلار اور ابو عبد اللہ کا جو لشکر ہے ان سب کو ہم روند کر رکھ دیں گے۔

جواب میں سلطان الزغل کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سلطان کا ایک حاجب اندر آیا اور سلطان کے ایک جاسوس کے آنے کی اطلاع کی۔ سلطان نے فوراً اس کو طلب کیا جس پر وہ حاجب

اس کو اندر لے آیا۔ وہ سلطان کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور بڑی بد دلی میں کہنے لگا سلطان محترم! میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔ اس پر سلطان نے کسی قدر تشویشناک انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تم کیسی بری خبر لائے ہو۔ جواب میں جاسوس پھر کہہ رہا تھا۔ سلطان محترم! فرولندہ کے نائب سپہ سالار گیلر نے پہلے ہمارے قلعہ البیرہ پر حملہ کیا پھر وہ مشلین پر حملہ آور ہوا اسے بھی فتح کیا اس کے بعد وہ منت فرید قلعے پر حملہ آور ہوا اسے بھی وہ فتح کر چکا ہے اب وہ منت فرید نام کے قلعے سے نکل کر صحرہ شہر کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا ہے۔ صحرہ شہر کو آپ کے بھائی سلطان ابوالحسن نے فتح کیا اور گیلر کا ارادہ ہے کہ صحرہ شہر کو فتح کر کے وہ مسلمانوں سے باضی کا انتقام لے گا۔

یہ خبر سن کر سلطان الزغل ویران اور اداس ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر وہ رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سن رقیم بن خلاط میرے بھائی! اب حالات یکسر تبدیل ہو گئے ہیں اس ابو عبد اللہ نے ہمارے ساتھ بڑا فریب کیا ہے۔ ہمیں صلح کی گفتگو میں مصروف رکھ کر ایک طرف اس نے گیلر کو حملہ آور ہونے کا موقع فراہم کیا دوسری طرف آگیلا کے ذریعے لوشہ شہر پر قبضہ کر لیا۔ دیکھ میرے بھائی! میں اب اپنے فیصلے کو تبدیل کرتا ہوں۔ لوشہ جس حال میں ہے اسے اسی حالت میں رہنے دو۔ اب ہمیں البیرہ، مشلین، منت فرید اور صحرہ شہر کی فکر کرنی چاہئے۔

سن میرے! بھائی میری تجویز یہ ہے کہ دو شہروں پر حملہ آور ہوں دو پر تم حملہ آور ہو اس طرح ہم چاروں شہروں کو فرولندہ کے قبضے سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط فوراً کہنے لگا۔

سلطان محترم! البیرہ اور مشلین پر گیلر ضرور قبضہ کر کے اپنے لشکر کے حصے کو حفاظت کے لیے مقرر کر چکا ہوگا آپ البیرہ اور مشلین پر حملہ آور ہوں۔ میں پہلے منت فرید کی طرف جاتا ہوں۔ میرے خیال میں میرے وہاں پہنچنے سے پہلے تک گیلر منت فرید سے الصحرہ شہر کی طرف کوچ کر گیا ہوگا۔ لہذا میں اس منت فرید پر قبضہ کرنے کے بعد الصحرہ شہر پر گیلر سے ٹکراؤں گا اور مجھے امید ہے کہ میں اسے بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس پر سلطان الزغل نے اپنی خوشنودی اور رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ دیکھ رقیم بن خلاط میرے بھائی ان حالات میں میں تمہاری تجویز سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ آؤ اب یہاں سے کوچ کریں لیکن کوچ کرنے سے پہلے اپنے جاسوسوں کے ذریعے چاروں طرف یہ خبریں پھیلا دیں کہ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط دھوکے سے لوشہ شہر پر قبضہ کرنے کے لیے اپنا پڑاؤ اٹھا کر چلے گئے ہیں اور اچانک کسی بھی وقت وہ رات کی تاریکی میں یا مناسب وقت پر لوشہ شہر پر حملہ آور

ہوں گے اور اسے فتح کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس قسم کی افواہیں پھیلانے سے ابو عبد اللہ اور آگیلا لوشہ شہر سے باہر نہیں نکلیں گے اور ہمیں اپنی کارروائی کرنے کا موقع مل جائے گا۔ رقیم بن خلاط نے سلطان الزغل کی اس تجویز سے پورا اتفاق کیا اس کے بعد وہ تینوں خیمے سے باہر آئے اور تھوڑی دیر بعد سلطان الزغل اپنے لشکر کے ساتھ البیرہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ جبکہ رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے منت فرید کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔



وہ البیرہ، مثلیں اور منت فرید اور الصخرہ کو نشانہ بنانے کے لیے کوچ کر چکے ہیں۔

ان حالات میں ابو عبد اللہ تو اپنے لشکر کے ساتھ لوشہ شہر ہی میں قیام کئے رہا جبکہ آگیلاز اپنے لشکر کے ساتھ برق رفتاری سے الصخرہ شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا تا کہ رقیم بن خلاط کے مقابلے میں وہ اپنے نائب سپہ سالار گیلر کی مدد کر سکے۔

رقیم بن خلاط کو ابھی تک یہ خبر نہیں ہوئی تھی کہ الصخرہ شہر سے باہر گیلر کے ساتھ اس کا سپہ سالار اعلیٰ آگیلاز بھی آ کے مل چکا ہے اور یہ کہ وہاں دشمن کی قوت پہلے کی نسبت دوگنی ہو چکی ہے۔ رقیم بن خلاط کچھ اس رفتار سے الصخرہ شہر کی طرف بڑھا کہ وہ رات کے وقت الصخرہ پہنچا۔ آتے ہی اس نے شہر کے باہر دشمن کے لشکر پر روز حساب کے انتقام، جنونی کیفیت کے شرار برق اور کفارہ ادا کرتے ہوا کے جھکڑوں کے خروش کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف آگیلاز اور گیلر دونوں خوش تھے کہ ان دونوں کے مشترک لشکر پر رقیم بن خلاط نے حملہ کیا تھا۔ لہذا آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے یہ لائحہ عمل تیار کیا کہ سامنے کی طرف سے گیلر رقیم بن خلاط کا مقابلہ کرتا رہا جبکہ آگیلاز لڑتے لڑتے پہلو کی طرف سے ہوتا ہوا رقیم بن خلاط کے لشکر کی پشت کی طرف چلا جائے اور پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر ایک نیا محاذ کھولے اس دو طرفہ حملے سے رقیم بن خلاط اور اس کے لشکریوں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا جائے۔

لیکن زندہ بیدار قدرت کو شاید ایسا منظور نہیں تھا۔ جس وقت آگیلاز اور گیلر دونوں رقیم بن خلاط کا خاتمہ کرنے کے لیے اپنی تجویز کے مطابق حرکت میں آ رہے تھے کہ عین اس وقت ان کی پشت کی طرف سے سلطان الزغل مادرائی عناصر کی نادیہ یلغار، کدورت بھرے اجنبی صحرا اور تقدیر کے راستوں کو پامال کرتی مسکور قوت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

آگیلاز اور گیلر سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سلطان الزغل اتنی تیزی اور برق رفتاری سے البیرہ اور مثلیں پر قبضہ کرنے کے بعد رات کی تاریکی ہی میں رقیم بن خلاط کی مدد کے لیے پہنچ جائے گا اور پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر ان کی ساری امیدوں کو الٹا کر کے رکھ دے گا۔

رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ رات کی تاریکی میں سلطان الزغل نے الصخرہ پہنچ کر دشمن کی پشت کی طرف سے اس پر ضرب لگا دی ہے۔ بہدا انہوں نے بھی اپنے حملوں میں پہلے کی نسبت تیزی پیدا کر لی تھی۔

گیلر اور آگیلاز نے اپنی طرف سے پوری طرح کوشش کی کہ اس دو طرفہ حملے سے بچ کر نئے انداز سے جوابی حملہ کریں اور سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں۔ لیکن ان کا ہر جتن ناکام اور نامراد رہا۔ پشت کی طرف سے سلطان الزغل اور

لوشہ شہر سے کوچ کرنے کے بعد سلطان الزغل سب سے پہلے البیرہ کی طرف بڑھا۔ اس شہر کو فتح کرنے کے بعد فرولندہ کے نائب سپہ سالار گیلر نے اپنا چھوٹا سا ایک لشکر شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑا تھا اور خود وہاں سے جا چکا تھا۔ سلطان الزغل غصے اور انتقام میں اس شہر پر سنان رات میں بے چین شراروں خروش، دشت امید میں اذیت کوشی اور شکستہ کواڑوں پر دستک دیتی برہم آندھی کی طرح حملہ آور ہوا تھا اور زیادہ وقت لیے بغیر سلطان نے اس شہر کو فتح کر لیا۔ شہر کے اندر جس قدر فرولندہ کا حفاظتی لشکر تھا اسے سلطان نے تہ تیغ کر دیا۔ سلطان نے شہر کا نظم و نسق درست کیا اور اس کے بعد البیرہ سے سلطان نے بڑی برق رفتاری سے دوسرے قلعے مثلیں کا رخ کیا۔

مثلیں پر بھی سلطان رات کی تاریکی میں آگ میں کھپتی خون میں نہائی شب، صحرا کی رات کی گہری خاموشی اور اچانک ابھرتے شام کے ماتمی سایوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ یہاں پر بھی فرولندہ کا جو لشکر تھا وہ زیادہ دیر تک مزاحمت نہ کر سکا۔ سلطان نے مثلیں کو بھی فتح کر لیا یہاں بھی فرولندہ کا جو حفاظتی لشکر تھا اسے بھی تہ تیغ کرنے کے بعد سلطان مثلیں کا بھی نیا نظم و نسق مرتب کرنے لگا تھا۔

ادھر رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف بھی لوشہ شہر کے باہر سے کوچ کرنے کے بعد منت فرید شہر کی طرف بڑھے۔ سلطان ہی کی طرح وہ بھی رات کی تاریکی میں شہر پر لاوا ابلتے آتش فشاں، لامحدود قہرمانیت کے جذباتی ہیجان اور افق کے درپجوں سے اٹھتے شعلہ بے باک کی طرح حملہ آور ہوئے۔ سلطان ہی کی طرح انہوں نے منت فرید کو فتح کرنے میں زیادہ دیر نہ لگائی شہر کو فتح کرنے کے بعد انہوں نے سلطان ہی کی طرح گیلر نے جو وہاں اپنا حفاظتی لشکر مقرر کیا تھا اسے تہ تیغ کر دیا اس کے بعد رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف اپنے لشکر کے بعد الصخرہ شہر کا رخ کر رہے تھے۔

دوسری طرف ابو عبد اللہ اور فرولندہ کے سپہ سالار اعلیٰ آگیلاز کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ سلطان اور رقیم بن خلاط نے جھوٹی خبریں پھیلا کر انہیں ایک طرح سے دھوکے اور فریب میں رکھا ہے۔ انہیں یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ سلطان اور رقیم بن خلاط شہر پر حملہ آور نہیں ہونا چاہتے بلکہ

سامنے کی طرف سے رقیم بن خلاط ان پر ناقابل برداشت ضربیں لگا رہے تھے اور لمحہ بہ لمحہ ان کے لشکر کی تعداد کم کرتے چلے جا رہے تھے۔ پھر رات کی تاریکی میں آہستہ آہستہ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط دشمن پر غالب آتے دکھائی دینے لگے تھے۔ ان کے سامنے آگیلار اور گیلر کے لشکریوں کی حالت غم و الم کے مجسمے، ذہنی مفلسی اور بے کل باطن جیسی ہو گئی تھی۔

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا تو گیلر اور آگیلار نے دیکھا کہ ان دونوں کے لشکروں کی تعداد رات بھر کی جنگ میں کافی کم ہو چکی تھی۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے انہوں نے اپنے لشکر کا مزید نقصان نہ کرنا چاہا اور آگیلار کے حکم پر لشکر میں پسپائی کے بگل بجا دیئے گئے تھے۔ بگل بجتے ہی آگیلار اور گیلر کے لشکر سر پر پاؤں رکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط نے دور تک دشمن کا تعاقب کیا اور انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ پھر سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط دشمن کے پڑاؤ میں آئے۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز انہوں نے سمیٹی اور الصخرہ شہر سے باہر انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

جس وقت دونوں لشکروں کے خیمے نصب ہو رہے تھے اس وقت سلطان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف کے ساتھ دشمن کے پڑاؤ کی چیزوں کا جائزہ لے رہے تھے ایک جگہ سلطان الزغل رک گیا۔ پھر وہ رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

رقیم میرے بھائی! ایک بار قدرت نے پھر ہمارا ساتھ دیا ہے اور فروندہ کے اتنے بڑے لشکر کے خلاف ہمیں بہترین فتح حاصل ہوئی ہے۔ سن رقیم بن خلاط میرے بھائی! آگیلار اور گیلر دونوں چاہتے تھے کہ الصخرہ شہر کو فتح کر کے اس فتح کا انتقام لیں جو میرے بھائی ابو الحسن نے حاصل کی تھی۔ لیکن قدرت کو ایسا منظور نہیں تھا۔ میں خداوند قدوس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اور تمہیں ہمت دی کہ ہم نے مل کر گیلر اور آگیلار دونوں کو یہاں سے مار بھگایا۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان الزغل لمحہ بھر کے لیے رکا اس کے بعد وہ اپنی گفتگو کو پھر جاری کئے ہوئے تھا۔

سنو رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف میرے دونوں بھائیو! اب اس وقت صورتحال یہ ہے کہ آگیلار اور گیلر دونوں بھاگ کر قرطبہ کی طرف بھا چکے ہیں۔ ان کا دست راست اور شیرا بھتیجا ابو عبد اللہ اس وقت لوشہ شہر میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے ہے۔ میری ذاتی رائے ہے کہ لوشہ پر اب ہمیں حملہ آور نہیں ہونا چاہئے۔ اس لیے کہ آگیلار اور گیلر لوشہ سے نکل چکے ہیں۔ پہلے میں واقعی لوشہ شہر پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا پر اب نہیں اب لوشہ شہر میں ابو عبد اللہ ہی ہے۔ اس حالت میں اگر ہم لوشہ شہر پر حملہ آور ہوتے ہیں تو دونوں طرف سے

مسلمانوں ہی کا قتل عام ہو گا لہذا میں نہیں چاہتا کہ ہم لوشہ شہر کا محاصرہ کر کے ابو عبد اللہ کے لشکر پر حملہ کریں۔

میرے دونوں بھائیو! میری تجویز یہ ہے کہ اب ہمیں یہاں سے غرناطہ کی طرف کوچ کرنا چاہئے۔ ہمیں غرناطہ اور مالقہ دونوں شہروں کے سرکردہ لوگوں اور مذہبی رہنماؤں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد ابو عبد اللہ کے خلاف کوئی قیام اٹھانا چاہئے۔ تاکہ آنے والے دور میں یہ پھر قوم کے ساتھ بددیانتی نہ کر سکے۔ بولو میرے بھائیو! اس میں تمہارا کیا خیال ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ ہمارے مشورے پر نہ جائیے۔ میں نے تو عہد کر رکھا ہے کہ میں آنکھیں بند کر کے آپ کا ساتھ دوں گا۔ سلطان محترم! میں جانتا ہوں کہ جو بھی آپ فیصلہ کریں گے اس میں قوم کی بہتری اور ملت کی بھلائی ہوگی۔ لہذا میں رقیم بن خلاط آپ کے اس فیصلے سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ ہمیں اب وقت ضائع کئے بغیر غرناطہ کی طرف کوچ کرنا چاہئے اور غرناطہ کے علاوہ مالقہ کے سرکردہ لوگوں اور رہنماؤں سے بات چیت کر کے ابو عبد اللہ کے عمل و فعل کے متعلق فیصلہ کرنا چاہئے۔ رقیم بن خلاط کی تائید کرتے ہوئے سلطان الزغل نے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ سلطان اور رقیم بن خلاط اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ الصخرہ شہر کے نواح سے غرناطہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○

ابو عبد اللہ نے چونکہ دوسری بار مسلمانوں کے مفاد اور حکومت سے سرکشی اور بغاوت کی تھی لہذا اس سلسلے میں غرناطہ پہنچ کر سلطان الزغل نے مالقہ کے سرکردہ لوگوں اور علماء سے مشورہ کیا اور ابو عبد اللہ کا معاملہ ان کے سامنے پیش کیا۔

ابو عبد اللہ کی بغاوت کا یہ معاملہ مالقہ کے لوگوں کے سامنے اس لیے پیش کیا گیا کہ مالقہ کے لوگوں نے ہی دوبارہ ابو عبد اللہ کو اپنا حکمران تسلیم کیا تھا۔ جب یہ معاملہ مالقہ کے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو مالقہ کے سرکردہ امراء اور علماء نے ابو عبد اللہ کا ساتھ چھوڑ کر سلطان الزغل کا ساتھ دینے کا عہد کیا۔ اس کے علاوہ مالقہ کے سارے علماء نے متفقہ طور پر ابو عبد اللہ کے خلاف فتویٰ دیا اور یہ تحریر جاری کی کہ جو بھی ہسپانیہ میں ابو عبد اللہ کا ساتھ دے گا وہ جہنمی ہے اور ایسے سب لوگوں کے مقابلے میں جہاد اور سرفروشی سے کام لیا جائے گا۔

مالقہ کے امراء اور علماء سے ابو عبد اللہ کے خلاف فتویٰ جاری کرانا سلطان الزغل کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ سلطان الزغل چاہتا تھا کہ ایک بار پھر غرناطہ اسی طرح متحد اور منظم ہو جائے جس طرح ابو عبد اللہ کی بغاوت اور سرکشی سے پہلے اس کے بھائی ابو الحسن کی سربراہی میں تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اگر غرناطہ تقسیم رہا تو فرولندہ بہت جلد ایک شہر کے بعد دوسرا شہر ایک قلعے کے بعد دوسرا قلعہ فتح کرتے ہوئے غرناطہ کی پوری سلطنت پر قبضہ کر لے گا اور مسلمانوں کا قتل عام کرے گا۔ لہذا وہ سلطنت کو متحد رکھنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھا۔

تاہم الزغل کے ان تمام اقدامات کے باوجود ابو عبد اللہ نے سلطان الزغل کے خلاف بغاوت کو جاری رکھا اس نے اپنے کچھ سرکردہ سرداروں کو مالقہ کی طرف روانہ کیا اور مالقہ کے امراء کو اپنے لیے ہموار کرنا چاہا۔ لیکن سب نے ہی ابو عبد اللہ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ سلطان الزغل نے مالقہ کو اپنا ہموار بنانے کے بعد طاقت میں بھی ایک بہت بڑا قدم اٹھایا۔

وہ اس طرح کہ اس نے تمام صوبیداروں اور جاگیرداروں کو غرناطہ طلب کیا اور ان سے حلفی عہد لیا کہ وہ سب یک دل ہو کر فرولندہ کے خلاف جہاد کریں گے اور جب تک ان کے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہے وہ غرناطہ کی سلطنت کی فرولندہ کے سامنے حفاظت کریں گے۔

سارے لوگوں نے الزغل کی پکار پر بڑے پر جوش انداز میں لبیک کہا۔

ابو عبد اللہ نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تک لوشہ ہی میں قیام کر رکھا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ مالقہ کے علاوہ غرناطہ کے سارے لوگوں نے بھی سلطان کا ساتھ دینے کا عہد کیا ہے اور یہ کہ انہوں نے یہ بھی عہد کیا ہے کہ وہ غرناطہ کی حفاظت کے لیے فرولندہ اور ابو عبد اللہ کے خلاف جنگ کریں گے تب ابو عبد اللہ بڑا سخت پاپا ہوا۔ اسی غضبناکی میں اس نے دو قدم اٹھائے۔ پہلا کام ابو عبد اللہ نے یہ کیا اپنا ایک اپنی اس نے فی الفور فرولندہ کی طرف روانہ کیا اور الزغل کے مقابلے میں اس نے فرولندہ سے مدد طلب کی۔ دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ کچھ سرکردہ لوگوں کو غرناطہ کی طرف بھجوا دیا تاکہ وہ غرناطہ کے سرکردہ لوگوں سے گفتگو کر کے انہیں سلطان الزغل کے خلاف ابھارنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو ابو عبد اللہ کے حق میں کریں۔ یہ دونوں کام کرنے کے بعد ابو عبد اللہ حالات کی فنی کروٹ کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ادھر سلطان الزغل نے بھی حفاظتی اقدام کرنا شروع کر دیئے تھے۔ غرناطہ میں اس نے خود قیام کیا۔ الزجری کو لشکر کا ایک حصہ دے کر اس نے مالقہ کی حفاظت پر مقرر کر دیا جبکہ رونما ہونے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اس نے رقیم بن خلاط کو بھی چوکنا کر دیا تھا۔

جب ابو عبد اللہ کا اپنی فرولندہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابو عبد اللہ کی طرف سے مدد کی درخواست کی تو فرولندہ اس پر فوراً آمادہ ہو گیا۔ وہ شاید پہلے ہی اس کا منتظر تھا۔ ان قاصدوں کے جواب میں فرولندہ نے ابو عبد اللہ کو کہلا بھیجا کہ وہ خود دو لشکر ترتیب دے گا ایک لشکر جس کے ساتھ بحری بیڑہ بھی ہو گا وہ مالقہ پر حملہ آور ہو گا۔ فرولندہ نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس کا دوسرا لشکر رقیم بن خلاط پر حملہ آور ہو گا تاکہ مالقہ کے فتح کرنے میں آسانی ہو اس لیے کہ جب رقیم

بن خلاط پر حملہ آور ہو گا تو وہ مالقہ کی مدد کے لیے سلطان الزغل کے ساتھ نہیں جاسکے گا۔ فرولندہ نے ابو عبد اللہ کو مزید یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ جوئی اس کا لشکر اور بحری بیڑہ مالقہ پر حملہ آور ہو اور سلطان الزغل غرناطہ سے نکل کر مالقہ کی حفاظت کے لیے جائے تو ابو عبد اللہ کو چاہئے کہ وہ فوراً لوشہ سے نکلے اور اپنے لشکر کے ساتھ غرناطہ میں داخل ہو اور غرناطہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے سلطان ہونے کا اعلان کر دے۔ ابو عبد اللہ نے فرولندہ کے ان سارے اقدامات کی توثیق کر دی تھی۔ اس کے بعد فرولندہ نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کو بحری بیڑہ اور لشکر دے کر مالقہ کی طرف روانہ کر دیا تھا جبکہ دوسرے لشکر کا سپہ سالار اس نے اپنے نائب سپہ سالار اعلیٰ گیلر کو بنایا تھا اور اس لشکر کو اس نے رقیم بن خلاط کے مسکن پر حملہ آور ہونے کے لیے بھیج دیا تھا۔

○

ایک روز سلطان الزغل قصر الحمر میں اپنے ذاتی کمرے کے اندر تنہا اور اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کمرے میں رقیم بن خلاط داخل ہوا۔ اندر آتے ہی رقیم بن خلاط نے بڑی عقیدت اور ارادتمندی میں سلطان الزغل کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ سلطان محترم! آپ نے مجھے طلب کیا۔ اس پر سلطان الزغل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا آگے بڑھا رقیم بن خلاط کو اس نے گلے لگایا جس نشست پر سلطان بیٹھا ہوا تھا اس نشست پر ہی اپنے ساتھ رقیم بن خلاط کو جا بٹھایا۔ اس کے بعد سلطان رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ ابن خلاط میرے بھائی! میرے عزیز! تو جانتا ہے ہمارے لیے بڑا مشکل وقت آرہا ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ فرولندہ نے ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے دو لشکر روانہ کیے ہیں ایک لشکر جس کے ساتھ بحری بیڑہ بھی ہے وہ اس کے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کی کمانداری میں ہے اور یہ بحری بیڑہ اور لشکر مالقہ پر حملہ آور ہو گا۔

دیکھ ابن خلاط! دوسرا لشکر فرولندہ نے اپنے نائب سپہ سالار اعلیٰ گیلر کی سرکردگی میں تمہارے مسکن پر حملہ آور ہونے کے لیے بھیجا ہے۔ شاید اس طرح وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ جنگ میں مصروف کر کے میری مدد کو پہنچنے سے روک دیا جائے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے جواب دیا۔

سلطان محترم! فرولندہ چاہے جیسا بھی حربہ اور جتن استعمال کرتا رہے بہر حال میں آپ کی مدد کو پہنچوں گا میں کسی بھی صورت آپ کو دشمن کے مقابلے میں تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ سلطان محترم! اگر فرولندہ کا بحری بیڑہ اور لشکر مالقہ پر حملہ آور ہو رہا ہے تو میں آپ کے ساتھ مل کر آپ کے شانے سے شانہ ملا کر مالقہ کا دفاع کروں گا۔ اس پر سلطان الزغل نے استغفار کیا

سے انداز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیکھ ابن خلاط، میرے بھائی! میرے عزیز! میں تمہارے جذبے تمہاری سرفروشی تمہاری جانثاری کی قدر کرتا ہوں۔ پر یہ تو کہو اگر تم اپنے لشکر کے ساتھ مالقہ کا دفاع کرنے کے لیے میرے ساتھ روانہ ہو گئے تو تمہارے مسکن کے دفاع کا کیا بنے گا۔ جس پر گیلر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

سلطان محترم! جس وقت آپ غرناطہ سے مالقہ کی طرف کوچ کریں گے اس وقت میں اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کروں گا۔ ایک حصہ میں منصور بن نعمان کی سرکردگی میں مسکن کے اندر ہی رہنے دوں گا اور منذر بن طریف کو بھی اس کی مدد کے لیے چھوڑوں گا۔ جبکہ دوسرے آدھے لشکر کے ساتھ میں آپ کے ساتھ مالقہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ ہم مالقہ شہر کو فرولندہ کے سامنے زیر نہیں ہونے دیں گے۔ اس پر سلطان الزغل نے بڑے غور سے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

سن ابن خلاط! کیا تمہیں یقین ہے کہ فرولندہ کے نائب سپہ سالار گیلر کے سامنے منصور بن نعمان اور منذر بن طریف آدھے لشکر کے ساتھ اپنے مسکن کا دفاع کر سکیں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم! مجھے پورا یقین ہے کہ منصور بن نعمان اور منذر بن طریف دونوں گیلر کو بدترین شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔ سلطان محترم! اگر ضرورت پڑی تو منصور بن نعمان اور منذر بن طریف میری غیر موجودگی میں اپنے لشکر میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں اس لیے کہ میرے مسکن کی ہر عورت بھی ایک جنگجو مجاہد جیسی ہے اور میں نے انہیں بہترین جنگی تربیت دے رکھی ہے۔

رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تب سلطان نے کسی قدر پرسکون انداز میں کہا۔

سن ابن خلاط میرے بھائی! اگر یہ معاملہ ہے تو پھر سنو حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں یہاں غرناطہ سے کوچ کروں گا۔ تم بھی میرے ساتھ ہو گے۔ غرناطہ شر کی حفاظت کے لیے میں چھوٹا سا ایک لشکر چھوڑتا جاؤں گا۔ جو کسی بھی ناگہانی صورتحال سے نپٹ سکے۔ اگر ہم مالقہ کے باہر کھلے میدانوں میں فرولندہ کے لشکر اور مالقہ کے ساحل پر فرولندہ کے بحری بیڑے کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو مجھے امید ہے اس طرح ہم ایک بار پھر فرولندہ کے مقابلے میں پوری غرناطہ کی سلطنت کی حفاظت کرنے میں کامیاب رہیں گے۔

اس پر رقیم بن خلاط اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم! مجھے اب اجازت دیں میں اب جاتا ہوں تاکہ میں بھی اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہو جاؤں اور آپ کے ساتھ مل کر مالقہ کا دفاع کر سکیں۔ اس پر سلطان الزغل نے

اپنا ہاتھ آگے بڑھایا رقیم بن خلاط کا بازو کھینچ کر اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے بڑے پیار بڑی شفقت میں کہا۔ رقیم بن خلاط، میرے بھائی، میرے عزیز! آج شام کا کھانا تم اور تمہارے سارے محافظ جو تمہارے ساتھ آئے ہیں میرے ساتھ کھا کے جائیں گے۔ رقیم بن خلاط اس پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اس روز شام کا کھانا اس نے سلطان الزغل کے ساتھ کھایا پھر وہ اپنے مسکن کی طرف چلا گیا تھا۔

○

چند ہی روز بعد اپنے طے شدہ لائحہ عمل کے بعد سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط اپنے لشکروں کو لے کر مالقہ کی طرف بڑھے تھے۔ جس روز سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط، الزجری کی مدد کے لیے مالقہ پہنچے اس کے تین روز بعد فرولندہ کا سپہ سالار اعلیٰ آگیلار بھی اپنے بحری بیڑے اور لشکر کے ساتھ پہنچا پھر اس نے مالقہ شہر پر دو طرفہ حملہ کیا۔

پہلا حملہ اس نے خشکی کی طرف سے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ کیا۔ دوسرا حملہ اس نے اپنے بحری بیڑے کی مدد سے سمندر کی جانب سے کیا۔ سب سے پہلے آگیلار نے اپنے خشکی کے لشکر کو حرکت دی اور مالقہ پر حملہ آور ہوا لیکن مالقہ کے قریب ہی سلطان الزغل آگیلار کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔

آگیلار خود اپنے لشکر کی کمانداری کر رہا تھا لہذا وہ سلطان کے لشکر پر رات کے سردیران اندھیرے اور روحوں کو بے چین کر دینے والی کرہنا کی اور پتھر پیلے ساحلوں سے نگرانی اذیت آشنا لہروں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس دوران تک رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ گھات ہی میں بیٹھا رہا۔ فرولندہ کے سپہ سالار آگیلار کے حملہ کے جواب میں سلطان الزغل بھی حملہ کرتے ہوئے ہیجان کے عالم میں جذبوں کی رقابت اور صدیوں کے خونی بوجھ کی طرح آگیلار کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

جس وقت مالقہ شہر کے نواح میں آگیلار اور سلطان الزغل کے درمیان جنگ اپنے عروج پر آئی تو سمندر کی جانب جو کہ ہستانی سلسلہ تھا اس کی چٹانوں سے اچانک رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور آگیلار کے لشکر کی پشت کی طرف سے فنا کی پکار، یاس و قنوط کی زرد بگولوں کی برہمی اور موجوں کے کھولتے شور کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس دو طرفہ حملہ سے آگیلار کی ساری تنظیم درہم برہم اور لشکر کی ساری صفیں افراتفری کا شکار ہو گئی تھیں۔ اس صورتحال میں آگیلار زیادہ دیر تک سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے دو طرفہ حملوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور اپنے لشکر کو بچاتا ہوا اپنی شکست تسلیم کر کے میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

ادھر فرواندہ کے بحری بیڑے کے جوان اپنے بحری جہازوں سے اتر کر مالدھ شہر کے جنوبی حصے پر دوزخ کی سی درندگی، کراہٹ و فاقہ کشتی اور عجیب سی خونى حدت میں حملہ آور ہو گئے تھے۔ سلطان الزغل کی ہدایت پر الزجری مالدھ شہر کے اندر محصور رہ کر ان کا مقابلہ کرتا رہا۔ فرواندہ کے بحری بیڑے کو ابھی تک خبر نہیں ہوئی تھی کہ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کے ہاتھوں آگیلا ر کے لشکر کی حالت کیا ہوئی ہے لہذا سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط نے آگیلا ر کو شکست دے کر کچھ دور تک اس کا تعاقب کر کے اس کے لشکر کا خوب قتل عام کیا اس کے بعد وہ فرواندہ کے بحری بیڑے کے جوانوں کی پشت سے حملہ آور ہو گئے تھے۔

اب بحری بیڑے کے نو جوان ایک عجیب سی حالت میں بھٹس گئے تھے۔ ان کے سامنے مالدھ شہر تھا جس کی تفصیل پر الزجری کی کمانداری میں ان پر مینہ کی طرح زہریلے تیر برسائے جا رہے تھے اور پشت کی طرف سے سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط حملہ آور ہو چکے تھے۔ اب نہ وہ آگے بڑھتے ہوئے مالدھ کی تفصیل کے قریب جاسکتے تھے اس لیے کہ سامنے کی طرف سے بری طرح تیر اندازی ہوتی تھی۔ نہ واپس پھرتے ہوئے اپنے بحری جہازوں میں بیٹھ کر بھاگ سکتے تھے۔

اسی شش و پنج کی حالت میں پشت کی طرف سے سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط نے بار بار حملہ آور ہوتے ہوئے فرواندہ کے بحری بیڑے کے جوانوں کا خوب قتل عام کیا۔ بہت کم جوان دائیں طرف سے لمبا چکر کانتے ہوئے اپنے بحری جہازوں میں سوار ہوئے اور بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔

دوسری طرف فرواندہ کا نائب سپہ سالار اپنی دھن میں مست رقیم بن خلاط پر حملہ آور ہونے کے لیے جبل الجبل کی وادیوں میں اندر تک بڑھتا چلا گیا تھا۔ یہ گیلر کی بہت بڑی حفاظت تھی اس لیے کہ وہ جبل الجبل کے کوہستانی سلسلے کی پرچ وادیوں اس کے دروں اور اس کے غاروں سے آگاہ نہیں تھا۔ چونکہ اس کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر تھا اور اس نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اس کے لشکر کی تعداد رقیم بن خلاط کے لشکر کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے لہذا جہاں کہیں بھی اس کا سامنا رقیم بن خلاط سے ہوا وہ اسے بدترین شکست دے گا۔ اسی گمان میں وہ آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔

دوسری طرف منصور بن نعمان اور منذر بن طریف نے بھی بڑی بیدار مغزی کا ثبوت دیا۔ ایک کھلی وادی میں انہوں نے گیلر کو اپنے لشکر کے ساتھ آنے دیا۔ پھر اچانک وادیوں کے ایک طرف سے خود منصور بن نعمان عجیب سے تہور، بہادری، مردانگی اور سرسبز التا شیر زہر کی طرز حملہ آور ہوا وادی کے دوسری جانب سے منذر بن طریف تخریب و ویرانی اور ولولوں کے ہتھوڑ کی طرح گیلر کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اس وسیع وادی میں منصور بن نعمان اور منذر بن طریف نے اپنے چھوٹے چھوٹے لشکروں کے ساتھ گیلر کے ایک بہت بڑے لشکر کو ایک طرح سے گھیر لیا تھا۔ تھوڑی دیر کے قتل عام ہی کے بعد گیلر کے لشکر کی حالت زندگی کی آخری سرحدوں کی نا آسودگی، لامحدود کم مائیگی و بے زری اور بد حال و رنجیدہ اہلقتی آنکھوں جیسی ہو گئی تھی۔ ان وادیوں میں سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کی طرح منصور بن نعمان اور منذر بن طریف نے بھی گیلر کے لشکر کا خوب قتل عام کیا۔ گیلر کو بدترین شکست ہوئی وہ اپنے بچے کچھ لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس طرح شہر مالدھ کے باہر آگیلا ر کو اور جبل الجبل کی وادیوں میں گیلر کو بدترین شکست ہوئی تھی۔

○

دوسری طرف ابو عبد اللہ کو بہر حال کامیابی نصیب ہوئی۔ اس نے جب دیکھا کہ سلطان الزغل اپنے لشکر کو لے کر مالدھ کی حفاظت کے لیے جا چکا ہے اور یہ کہ گیلر نے جبل الجبل میں رقیم بن خلاط کے مسکن پر حملہ کر دیا ہے۔ تو وہ لوشہ شہر سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلا۔ اس نے پہلے ہی اپنے کچھ سرکردہ سرداروں کو غرناطہ شہر کی طرف روانہ کر رکھا تھا۔ جو اندر ہی اندر ساز باز کرتے ہوئے غرناطہ کے سرکردہ لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہے تھے اور لگتا تھا اس میں وہ خاطر خواہ کامیاب بھی ہوئے ہیں۔

سلطان الزغل کے مالدھ چلے جانے کے بعد ابو عبد اللہ کے غدار سرداروں نے غرناطہ شہر میں اپنا رنگ خوب دکھایا۔ وہ ان غیر سرداروں سے ملتے رہے جو ان جیسی طبیعت، ان جیسا مزاج رکھتے تھے۔ پھر ان کے کہنے پر ابو عبد اللہ کو غرناطہ شہر بلایا گیا اور سلطان تسلیم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ اس پکار پر ابو عبد اللہ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ لوشہ شہر سے نکلا۔ رات کی تاریکی میں وہ غرناطہ شہر کے پاس نمودار ہوا۔ غرناطہ شہر کے جن سرداروں نے ابو عبد اللہ کے سرداروں سے ساز باز کر رکھی تھی رات کی تاریکی میں انہوں نے غرناطہ کے دروازے کھول دیئے۔ ابو عبد اللہ اپنے لشکر کے ساتھ غرناطہ شہر میں داخل ہوا اور شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔

غرناطہ شہر کے لوگوں کو دوسرے دن جب خبر ہوئی کہ ابو عبد اللہ شہر میں داخل ہو کر اپنی سلطنت کا اعلان کر چکا ہے تو وہ دنگ رہ گئے لیکن وہ بے بس اور مجبور تھے کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ سلطان الزغل نے غرناطہ کی حفاظت کے لیے جو چھوٹا سا لشکر چھوڑا تھا۔ اس پر ابو عبد اللہ نے فوراً قابو پا لیا۔ اس طرح غرناطہ پر قبضہ کرنے کے بعد ابو عبد اللہ نے غرناطہ میں اپنے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ یوں ابو عبد اللہ ایک بار پھر اپنی قوم کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کا کٹہہ گار ہو گیا تھا۔

○

ادھر سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کو ابھی تک خبر نہ ہوئی تھی کہ غرناطہ پر ابو عبد اللہ قابض ہو چکا ہے۔ مالتہ شہر سے باہر آگیا رکو بدترین شکست دینے اور فرولندہ کے بحری بیڑے کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان الزغل نے لشکر کا ایک حصہ مالتہ شہر میں الزجری کی کمانداری میں چھوڑا۔ مالتہ کی حفاظت سلطان نے الزجری کے ذمے لگائی اور خود سلطان رقیم بن خلاط کے ساتھ متحدہ لشکر کو لے کر غرناطہ کی طرف بڑھا تھا۔

سلطان اور رقیم بن خلاط ابھی مالتہ اور غرناطہ کے درمیانی حصہ میں ہی تھے کہ غرناطہ کی طرف سے احمد بن عطاش اپنے چند جوانوں کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا اسے دیکھتے ہی رقیم بن خلاط کی طرف سلطان الزغل نے عجیب سے انداز میں دیکھا۔ پھر سلطان نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا اور اپنا گھوڑا بھی انہوں نے روک لیا تھا۔ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچے ہوئے اسے روک لیا تھا۔

اتنی دیر تک احمد بن عطاش اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا قریب آیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ پریشان اور حواس باختہ تھا۔ سلطان کے قریب آکر وہ ٹوٹی بکھری اور روتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم! میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے مالتہ کے نواح میں فرولندہ کے سپہ سالار آگیا رکو بدترین شکست دی ہے لیکن غرناطہ کے سلسلہ میں سلطان محترم میرے پاس ایک بری خبر ہے۔

جواب میں سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کچھ پوچھنا ہی چاہتے تھے کہ احمد بن عطاش اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سلطان محترم! ہسپانیہ میں مسلمانوں کی بد قسمتی کہ غرناطہ میں آپ کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابو عبد اللہ نے ایک بار پھر مسلم قوم کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا ہے۔ آپ کے غرناطہ سے نکلنے کے بعد ابو عبد اللہ لوشہ سے نکلا اس نے غرناطہ کے کچھ غیر ذمہ دار اور غدار سرداروں سے ساز باز کر رکھی تھی جن کی مدد سے وہ رات کو تاریکی میں غرناطہ شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ غرناطہ میں جو ہمارا چھوٹا سا لشکر تھا۔ اس کا ابو عبد اللہ نے خاتمہ کر دیا۔ غرناطہ شہر پر اس نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور اپنے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ سلطان محترم! اب آپ کا غرناطہ کی طرف جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر ہم غرناطہ پر حملہ بھی کرتے ہیں تو دونوں طرف سے مسلمانوں کا ہی خون بہے گا یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن عطاش خاموش ہو گیا تھا۔

احمد بن عطاش کے اس انکشاف پر سلطان الزغل کی حالت بدل کے رہ گئی تھی اس کا چہرہ پتلا آنکھیں نمناک ہو کر رہ گئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ نہ کہہ سکا اس کی گردن جھک گئی تھی۔

لگتا تھا اس کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہی ختم ہو گیا ہو۔ کچھ دیر تک گردن جھکا کر سلطان الزغل سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے چہرہ اوپر اٹھایا۔ انتہائی دکھی اور غمگین لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔

”ابو عبد اللہ کا ش تو ہسپانیہ کی سر زمین میں مسلمانوں کے دفاع کا آخری بند ثابت ہوتا تو ان سرزمینوں میں بیش بہا کھجینہ اور متاع بے بہا کی طرح قیمتی اور ہر دلعزیز ہوتا۔ ابو عبد اللہ تیرا باپ کو ہستانی پتھروں جیسا مضبوط اور پر قوت تھا اور مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف سوختہ جان موت کی طرح سینہ پر ہونے کی جرات اور قوت بھی رکھتا تھا۔

آہ! ابو عبد اللہ تو ہسپانیہ میں ٹوٹی کشتی کا اندھا ناخدا، آوارہ وطن سنگین رات، لومڑیوں سے اتحاد کرنے والا بزدل بھیڑیا ثابت ہوا۔

ابو عبد اللہ تو نہیں جانتا تیرے فرولندہ کے ساتھ اتحاد کے باعث آنے والے دنوں میں مسلمانوں کے لیے ہسپانیہ میں قیامت مچے گی۔ حشر برپا رہے گا۔ فرولندہ کبھی بھی تیرا ساتھ نہیں دے گا۔ ایک نہ ایک روز وہ ہماری طرح تم پر بھی ضرب لگائے گا اس روز تم اپنے آپ کو کھجور کے اکیلے درخت جیسا تنہا اور تشنیک پسند پتھریلی آنکھ جیسا بے بس سمجھو گے۔ ابو عبد اللہ تم عملاً ہسپانیہ میں مسلمانوں کے لیے زہر پلے سیاہ ناگ سے بھی بدتر ثابت ہوئے ہو۔“

یہاں تک کہتے کہتے سلطان الزغل کی رگیں کھینچ گئیں تھیں۔ چہرہ تانبا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر سلطان نے سوچا اس کے بعد سلطان کی آواز پھر بلند ہوئی۔

ابو عبد اللہ کا دشمنوں کے لیے رحم و محبت کا پیکر بننے کے بجائے تو مسلمانوں کے حق میں ان کے لیے تیروں کی سنناٹ، خون آشام تلوار اور مردانہ وار جنگ و پیکار کی حکایت بن سکتا۔ ابو عبد اللہ دنیا کی یہ زندگی رات بھر کا آلاؤ ہے۔ ظالم قیامت کے روز خداوند کو کیا منہ دکھائے گا۔ یہاں تک کہتے کہتے سلطان الزغل کا لہجہ زخم خوردہ ہو گیا تھا اور ان کی آواز مکمل طور پر آنسوؤں میں ڈوب کر رہ گئی تھی۔

سلطان الزغل کی آنکھوں سے آنسو بہتے اس کی روتی بین کرتی آواز نے رقیم بن خلاط اور احمد بن عطاش پر ایسا اثر کیا کہ احمد بن عطاش بے چارہ منہ دوسری طرف کر کے اپنی عبا کے پلو سے اپنے آنسو پونجھ رہا تھا۔ رقیم بن خلاط کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کی حالت کچھ اس طرح تھی جیسے اس پر خود فراموشی طاری ہو گئی ہو۔ حلق کڑوا ہو گیا ہو اور زبان کا ذائقہ تلخ ہوا ہو۔ اس کی بند آنکھوں سے چشموں کے دھاروں کی طرح آنسو بہہ کر اس کے دامن پر گر رہے تھے۔

سلطان الزغل نے ایک نگاہ ان دونوں پر ڈالی پھر وہ پہلے کی طرح روتی اور بین کرتی آواز میں کہنے لگا۔ سنو میرے ساتھیو! میرے رفیقو! قسم خداوند قدوس کی مسلم قوم، اپنے دین اور اس کے لئے میں طوفان سے لڑ سکتا ہوں بجلیوں سے کھیل سکتا ہوں۔

انسانیت کش نظام سے دست و گریبان ہو سکتا ہوں۔ سمندر کی گہرائیوں میں پکارتی قضا سامنا کر سکتا ہوں۔ پر اپنے بھائیوں پر تلوار اٹھانا میرے ضمیر کی پکار کے خلاف ہے۔ میں نہ چاہتا کہ ابو عبد اللہ کے روبرو آؤں۔ اس پر حملہ آور ہوں اور مسلمان ایک دوسرے کا حلقہ کاٹتے ہوئے اپنی طاقت و قوت کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے کمزور کریں۔

یہاں تک کہتے کہتے سلطان الزغل تھوڑی دیر کے لیے رکا تھا اس کے بعد اس نے عجب بے بسی کے عالم میں آسمان کی طرف دیکھا اپنے دونوں ہاتھ بھی دعائے انداز میں بلند کئے خاصی اونچی آواز میں سلطان کہہ رہا تھا۔

”اے اللہ! تو ہی میرا سرمایہ توکل ہے۔ تو ہماری نوید شفا ہے۔ اے اللہ! تو ہی جیسا جلیل ہے تو ہی مجید و مفکر ہے میرے اللہ تو ہی منع مجد و غرور و علا ہے۔

اے اللہ! تو نے ہی دعائے خلیل کو قبولیت عطا کی۔ تو نے ہی مژدہ ابن مریم کو تجبیر کی۔ اے اللہ تو قاب و قوسین یسین و ط اپنے رؤف و رحیم اور نون و القلم کے صدقے اے اللہ! تو مولائے سدرہ مقام امام انام، حبیب خدا اور رسول عربی کی شرافت و نجابت طفیل ہماری رہبری اور رہنمائی فرما۔ ہمیں اس قابل کر کہ ہم پوری یحییٰ اتفاق و اتحاد کے ہسپانیہ کی سر زمین میں اسلام دشمن قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی حفاظت کر سکیں اے اللہ! ان حالات میں ہماری مدد فرما۔ تو بہترین ناصر ہے تو سب سے عمدہ حمایت کرنے والا ہے۔“ یہاں سے آگے سلطان کچھ نہ کہہ سکا اس کی آواز ہچکیوں میں ڈوب گئی اس موقع پر سلطان کے دعائے الفاظ نے رقیم بن خلط بن رقیم پر ایسا اثر کیا کہ وہ بے آنکھیں بند کئے ٹھٹھوں کے بل زمین پر گر گیا اور ہچکیوں اور سسکیوں میں رو رہا تھا۔ رقیم بن خلط کی یہ حالت دیکھتے ہوئے احمد بن عطاش بھی اس سے لپٹ کر آنسو بہا رہا تھا۔

تھوڑی دیر ایسا ہی سماں رہا۔ سلطان الزغل آنکھیں بند کئے کھڑا رہا۔ اس کے سامنے رقیم بن خلط اور احمد بن عطاش دونوں اپنے آنسوؤں سے اپنے دامن بھگوتے رہے۔ پھر سلطان سنبھلا اپنی آنکھیں اس نے خشک کیں آگے بڑھا ہاتھ سے پکڑ کر اس نے رقیم بن خلط کو اٹھایا۔ رقیم بن خلط نے سلطان کی طرف دیکھا۔ اپنی آنکھیں اس نے بھی خشک کیں۔ آپ کو اس نے بھی کسی قدر سنبھالا۔ اس موقع پر سلطان پھر رقیم بن خلط کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ رقیم میرے بھائی! میں نے ایک فیصلہ کیا ہے میں اپنے لشکر کے ساتھ غرناطہ نہیں کروں گا۔ اگر میں غرناطہ جاتا ہوں تو ظاہر ہے مجھے ابو عبد اللہ سے ٹکرانا ہوگا۔ غرناطہ حملہ کرنا ہوگا وہاں مسلمانوں کا خون کر کے ہی میں دوبارہ غرناطہ پر قابض ہو سکتا ہوں میرے بھائی! میں ایسا نہیں چاہتا خدا کرے اس ابو عبد اللہ کا سویا ہوا ضمیر جاگ اٹھے۔

نقدیر اور قسمت اس پر ایسی ضرب لگائے کہ یہ چیخ اٹھے اور دھوکے اور فریب سے نکل کر یہ اپنے اندر اپنوں اور دشمن کی پہچان اور تمیز پیدا کرے۔

سن رقیم میرے بھائی! میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے وادی آتش کا رخ کروں گا۔ وادی آتش میں کوہستانی سلسلے ہیں چھوٹے بڑے شہر بھی ہیں وہاں ہی میں اپنی حالت کو مستحکم بنانے کی کوشش کروں گا۔ اس موقع پر رقیم بن خلط جو اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم اگر آپ ابو عبد اللہ کے خلاف برسر پیکر نہیں ہونا چاہتے۔ حالات سے آپ اس قدر مایوس ہیں تو پھر وادی آتش کے بجائے دو جگہوں کا رخ کیجئے۔ اول تو آپ میرے ساتھ مسکن چلے وہاں آپ مسکن کے سربراہ کی حیثیت سے ہماری رہنمائی کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو پھر آپ مالقہ جائیں اور وہاں آپ اپنی طاقت و قوت کو مستحکم کریں تاکہ آنے والے دنوں میں ہم فرواندہ اور ابو عبد اللہ کی متحدہ طاقت و قوت کا مقابلہ کر سکیں۔

اس پر سلطان الزغل کہنے لگا۔ رقیم بن خلط میرے بھائی! تمہارا مشورہ تمہاری پیشکش بہت اچھی ہے اور اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار بھی ہوں لیکن میں تمہارے مسکن میں نہیں رہوں گا اور نہ ہی میں مالقہ میں قیام کروں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے مسکن کی حفاظت تم خود کر سکتے ہو اور اپنے دفاع کے علاوہ اپنے دشمن پر ضرب لگانے کی ہمت اور جرات بھی رکھتے ہو۔ مالقہ میں اس لیے نہیں جاؤں گا کہ وہاں میں اور الزجری اکٹھے ہو جائیں گے اور اس طرح ہماری قوت اور طاقت ایک جگہ مجتمع ہو جائے گی میں چاہتا ہوں کہ میں وادی آتش جا کر دشمن کے لیے ایک اور محاذ کھڑا کروں۔ اگر فرواندہ یا ابو عبد اللہ ہمارے خلاف حرکت میں آتے ہیں تو وہ ہمارے لیے ایک محاذ نہیں کھولیں گے۔ دیکھ میرے بھائی! اگر وہ مجھ پر تم پر یا الزجری پر مالقہ میں یا کسی ایک پر حملہ آور ہوتے ہیں تو باقی دو اپنی پوری طاقت اور قوت سے اس کی مدد کر سکتے ہیں اگر وہ ہم سب پر حملہ آور ہونا چاہیں گے تو پھر اپنے سارے لشکروں کو وہ تین حصوں میں تقسیم کریں گے۔ اس طرح ہم ان کے ساتھ دفاع کا ٹھیل کھیلنے ہوئے ان کی طاقت و قوت کو بھی مختلف حصوں میں بانٹ کر کمزور کر دیں گے۔ اس طرح ہم ان کے سامنے زیادہ عرصہ تک اپنا دفاع کرتے ہوئے اپنی قوت بحال کر سکتے ہیں۔ اور پھر اگر خدا نے چاہا تو ہم ان کے خلاف جارحیت بھی اختیار کر سکتے ہیں۔

سلطان الزغل جب خاموش ہوا تو رقیم بن خلط جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! میں آپ کے ان خیالات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں خدا کرے آپ وادی آتش میں اپنا دفاع کر سکیں۔ قوت کو مستحکم اور مزید مضبوط بنانے میں کامیاب رہیں اس موقع پر احمد

بن عطاش کہنے لگا۔ سلطان محترم! میں آپ اور رقیم بن خلاط کو اچھی خبر بتانا بھول گیا تھا اور یہ کہ فرولندہ کے نائب سپہ سالار گیلر نے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ایک بڑے لشکر لے کر منصور بن نعمان اور منذر بن طریف پر حملہ کیا تھا لیکن انہوں نے بڑی ذہانت بڑے دانشمندی کا ثبوت دیا۔ انہوں نے گیلر کو اپنے مسکن میں خوب آگے بڑھنے کا موقع فراہم کر گیلر یہ سمجھا کہ اس کے لشکر کی پیش قدمی کا سن کر رقیم بن خلاط کسی اور طرف بھاگ گیا، لیکن اس کے دائیں بائیں منصور بن نعمان اور منذر بن طریف اپنے اپنے حصے کے ساتھ گھات میں تھے اور ساتھ ہی ساتھ آگے پیش قدمی کر رہے تھے پھر کوہستان آج کے اندر ج گیلر اپنے لشکر کے ساتھ ایک کھلی وادی میں داخل ہوا۔ تب اس پر قیامت برپا ہو گئی۔

ایک طرف سے منصور بن نعمان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دوسری طرف سے منذر بن طریف اپنے لشکر کو لے کر گیلر پر ٹوٹ پڑے تھے۔ دونوں نے اس تیزی اور خونخواری مردانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملے کے گیلر کے لشکر کی اکثریت کو دونوں نے تہ تیغ کر گیلر بڑی مشکل سے بچے کچے لشکر کو لے کر بھاگا۔ دریائے حدار کو پار کر کے وہ قرطاف طرف چلا گیا۔

سلطان محترم! یوں جس طرح آپ نے مالقہ شہر سے باہر آگیلار کو شکست دی ہے اس بھی بدترین شکست منصور بن نعمان اور منذر بن طریف نے گیلر کو کوہستان آج کی داد دی ہے۔ سلطان محترم! ایک بار پھر ہم دشمن پر ضرب لگا کر اسے بھاگنے پر مجبور کر چکے دشمن بار بار اب ہم پر حملہ آور ہوگا۔ لہذا ہمیں بھی احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے بڑی سے اپنی طاقت و قوت میں اضافہ کرنا ہوگا۔

احمد بن عطاش کی اس خبر پر سلطان الزغل کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔ رقیم میرے بھائی! میرے عزیز! میں تمہیں منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ یقیناً تم نے اپنے مسکن کی حفاظت اور دفاع کے خوب اتر کر رکھے ہیں۔ دیکھ میرے بھائی! اب میں وادی آتش کی طرف جاتا ہوں۔ تو اپنے طرف کوچ کر۔ میرے تیرے اور مالقہ میں الزجری کے درمیان احمد بن عطاش اور طلاہیر دستوں کے ذریعے رابطہ اور تعلق قائم رہے گا۔ رقیم بن خلاط نے سلطان کی سے اتفاق کیا پھر سلطان الزغل اور احمد بن عطاش اپنے لشکر کو لے کر وادی آتش کی طرف گئے تھے۔ جبکہ رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مسکن کا رخ کر رہا تھا۔

ابو عبد اللہ جریر بن حمدون اور روزان غرناطہ کی مملکت دوبارہ مل جانے پر بے حد خوش اور شادمان تھے ایک روز ابو عبد اللہ، جریر بن حمدون اور روزان کے ساتھ اپنے کمرہ خاص میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابو عبد اللہ کا حاجب اندر آیا۔ سر کو جھکا کر نصرائیوں کی طرح اس نے ابو عبد اللہ کو تعظیم دی اس کے بعد ابو عبد اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ آقا! قرطبہ کا ایک معزز محترم شخص فرولندہ کے قاصد کی حیثیت سے آیا ہے اور وہ فی الفور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ یہ پیغام سن کر ابو عبد اللہ فوراً بولا۔

اگر ایسا ہے تو پھر اسے باہر کیوں روکا گیا ہے۔ اسے فوراً لے کے میرے پاس آؤ۔ اس کے ساتھ ہی حاجب باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فرولندہ کے ہولی برادر ہڈ کے سالار اعلیٰ گون سالود کو لے کر اندر آیا۔ گون سالود کو دیکھتے ہی ابو عبد اللہ، جریر بن حمدون اور روزان اپنی نشستوں پر اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے آگے بڑھ کر گون سالود کا استقبال کیا۔ پھر ابو عبد اللہ گون سالود کا بازو پکڑ کر نشستوں کی طرف آیا اور سب وہاں بیٹھ گئے تھے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد ابو عبد اللہ نے گون سالود کو مخاطب کر کے پوچھا۔ محترم گون سالود! کیا تم میرے لئے فرولندہ کا کوئی خاص اور اہم پیغام لے کر آئے ہو۔ اس پر گون سالود کہنے لگا۔

ابو عبد اللہ آپ کا اندازہ درست ہے میں واقعی ہی اپنے آقا کی طرف سے ایک انتہائی اہم پیغام لے کر آپ کی طرف آیا ہوں۔ میرا آنا ہی اس پیغام کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے ورنہ اگر کوئی عام پیغام ہوتا تو اس کے لیے کسی عام قاصد کو روانہ کیا جاسکتا تھا۔

ابو عبد اللہ پہلی بات تو یہ کہ میں آپ کو غرناطہ کا نیا سلطان بننے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ آپ کے نام فرولندہ کا پیغام یہ ہے کہ اب ہمارے آقا فرولندہ نے اپنی عسکری طاقت کو نہ صرف بحال کر لیا ہے بلکہ اس میں کئی گنا اضافہ کر لیا ہے۔ آپ کو غرناطہ کی ساری مملکت کا سلطان بنانے کے لیے ہمارے آقا فرولندہ نے انتظامات کیے ہیں اور اس کے لیے ایک لائحہ عمل بھی تیار کیا ہے اس پر ابو عبد اللہ نے فوراً پوچھ لیا۔

وہ لائحہ عمل کیا ہے جس کی بناء پر میں غرناطہ کی ساری مملکت کا بلا شرکت غیرے سلطان بن

سکتا ہوں۔ جواب میں گون سالود کہنے لگا۔

محترم ابو عبد اللہ! آقا فرزندہ نے آپ کے نام پیغام دیا ہے کہ عنقریب وہ لگ بھگ دلاکھ کے لشکر کے ساتھ نکلیں گے۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ اپنا بحری بیڑا بھی ہوگا۔ ایک لاکھ کا لشکر اور بحری بیڑا ہمارا آقا فرزندہ لے کر خود مالتہ پر حملہ آور ہوگا۔ ایک لاکھ کا جودور لشکر ہوگا وہ پچاس پچاس ہزار کے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ آگیلار کے پاس رہے گا۔ دوسرا حصہ گیلر کے پاس اور یہ دونوں مختلف سمتوں سے جبل ارج میں رقیم بن خلا کے ممکن پر حملہ آور ہوں گے۔

اب باقی تیسری قوت رہ جاتی ہے۔ سلطان الزغل جو ان دنوں وادی آتش میں اپنی طاقت کو مزید مضبوط کر رہا ہے۔ آقا فرزندہ کا آپ کے نام پیغام ہے کہ جب آقا فرزندہ مالتہ محاصرے میں مصروف ہوں گے اور آگیلار اور گیلر رقیم بن خلاط کے ممکن پر، تو الزغل وادی آتش سے نکل کر مالتہ میں الزجری کی مدد کو آئے گا یا وہ رقیم بن خلاط کی مدد کرنے لیے کوہستان ارج کا رخ کرے گا۔ ایسی صورت میں آپ غرناطہ سے اپنے لشکر کے ساتھ کر الزغل کو روکیں اور اس پر حملہ آور ہو جائیں اور ہر حالت میں اسے پسپا کر کے وادی آتش طرف جانے پر مجبور کریں۔

آقا فرزندہ کا کہنا ہے کہ اگر آپ الزغل کو مار بھگا کر وادی آتش کی طرف جانے کریں تو پھر اگر مالتہ میں انہیں زیادہ عرصے تک بھی محاصرہ کرنا پڑا تو وہ محاصرہ رکھیں گے مالتہ کو فتح کر کے دوسری طرف آگیلار اور گیلر بھی اپنے ساتھ خوراک کے ذخیرے اور سامان لا رہے ہیں۔ کہ وہ بھی کئی ماہ تک محاصرہ کرتے ہوئے رقیم بن خلاط کے ساتھ جاری رکھ سکتے ہیں۔

آقا فرزندہ کا کہنا ہے کہ ایک بار مالتہ اگر فتح ہو گیا تو پھر غرناطہ کی سلطنت کے دو حصوں پر قبضہ کرنا بالکل آسان ہو جائے گا۔ آقا فرزندہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس بار انہیں امید ہے کہ گیلر اور آگیلار دونوں مل کر رقیم بن خلاط کو مغلوب کر لیں گے اور اسے اپنے لشکر کے اس ممکن سے نکلنے پر مجبور کریں گے۔

آقا فرزندہ کا یہ بھی ارادہ ہے کہ اگر رقیم بن خلاط کو اس کے مقابلے میں شکست ہو بن خلاط اور اس کے سارے ساتھیوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں۔ بلکہ میں آپ سے کہوں کہ اگر اس جنگ میں رقیم بن خلاط گرفتار ہو تو آقا نے لوہے کی ایک کھجی تیار ہے جس کے اندر نرمہ مادہ دوشیر رکھے ہوئے ہیں آقا کا خیال ہے کہ اس رقیم بن خلاط کے دونوں نائیوں کو انہی نرمہ مادہ شیر کے پنجرے میں رکھا جائے گا اور اگر سلطان الزغل

معز کوں میں گرفتار ہوا تو آقا فرزندہ کا ارادہ ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے بلکہ اسے ہسپانیہ سے نکل کر افریقہ جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ہولی برادر ہڈ کے سپہ سالار گون سالود نے خاموشی اختیار کی تب ابو عبد اللہ نے تھوڑی دیر کے لیے کچھ سوچا پھر وہ جواب میں کہنے لگا تھا۔

دیکھ گون سالود، میرے محترم! فرزندہ جو تجویز پیش کی ہے وہ بہترین ہونے کے ساتھ قابل عمل بھی ہے۔ اگر مالتہ پر آخری ضرب لگائی جائے اور اسے فتح کر لیا جائے پھر میں سمجھتا ہوں سلطان الزغل کے پاؤں نہیں بھی نکلنے نہ پائیں گے۔ اس پر گون سالود پھر بولتے ہوئے کہنے لگا۔

ہمارے آقا فرزندہ کا اصل مقصد یہی ہے کہ ساری غرناطہ سلطنت کو فتح کر کے اس کا آپ کو سلطان بنا دیا جائے تاکہ آپ فرزندہ کے ایک پر امن ہمسائے کی حیثیت سے غرناطہ کی سلطنت پر حکومت کرتے رہیں۔ گون سالود کے ان الفاظ پر ابو عبد اللہ کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ کہہ رہا تھا۔

گون سالود! جو کچھ تمہارے آقا نے تجویز پیش کی ہے میں اسے دل کی گہرائیوں سے پسند کرتا ہوں۔ تم چند دن ہمارے یہاں مہمان رہو اس کے بعد واپس جا کر اپنے آقا فرزندہ سے کہنا کہ وہ بلا جھجک اپنے بحری بیڑے اور لشکر کے ساتھ مالتہ پر حملہ آور ہو۔ آگیلار اور گیلر بھی دونوں رقیم بن خلاط کا حصار کر کے اس پر حملہ آور ہوں اور اس موقع پر اگر الزغل نے مالتہ یا ارج میں سے کسی سمت میں بھی رخ کرنا چاہا تو میں غرناطہ سے نکل کر اس کی راہ روک کھڑا ہوں گا اور ہر صورت میں اسے وادی آتش کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دوں گا۔

تھوڑی دیر تک رک کر ابو عبد اللہ کہہ رہا تھا۔

دیکھ گون سالود اپنے آقا سے کہنا کہ یہ رقیم بن خلاط انتہائی تیز اور خطرناک انسان ہے۔ اب یہ رقیم بن خلاط ایک طرح سے سلطان الزغل سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو چکا ہے۔ اپنے آقا سے کہنا کہ آگیلار اور گیلر کو تاکید کی جائے کہ اگر وہ رقیم بن خلاط پر قابو پائیں تو اسے زیادہ دیر تک اپنا امیر بنا کر نہ رکھیں بلکہ جلد از جلد اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں اس لیے کہ یہ شخص اگر ایک بار پھر اسپری سے رہا ہو گیا تو دوبارہ یہ کسی نہ کسی طرح ہمارے لیے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔ یہ شخص جہاں بلا کا جنگجو اور ذہین ہے انتہا درجے کا عیار اور پر فریب بھی ہے۔ دیکھو یہ کتنا لمبا عرصہ تک ہسپانیہ کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک ایک غمرانی چرواہے کی حیثیت سے گھومتا پھرتا رہا پر کسی کو اس کی حقیقت کا علم نہ ہوا۔ کیا خوب انداز میں اس نے گلم میں صلیب لٹائی اور ہر ایک کی آنکھوں میں دھول جھونکی۔ اس پر گون

سالود بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ابو عبد اللہ آپ بے فکر ہیں۔ اس رقیم بن خلاط کے خلاف آقا فروندہ کے جذبات؟ آپ سے مختلف نہیں ہیں اور وہ اسے انتہائی بے دردی سے ذلت اور پستی کی موت مارے ارادہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ابو عبد اللہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ گ سالود میرے ساتھ آؤ میں تمہارے آرام کا اور خوراک کا انتظام کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ گون سالود بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ ابن حمدون اور روزان وہیں بیٹھے رہ گئے تھے۔ جبکہ عبد اللہ گون سالود کو باہر لے گیا تھا۔

گون سالود نے صرف دو روز تک غریب کے قصر الحمر میں شاہی مہمان کی حیثیت سے اکیا۔ پھر وہ ابو عبد اللہ کا مثبت جواب لے کر فروندہ کی طرف چلا گیا تھا۔

☆.....☆

مسلمانوں کے لیے ہسپانیہ میں اب حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ ابو عبد اللہ کی نادانی اور حماقتوں نے مسلمانوں کے اندر ناچاقی اور نا اتفاقی کے بیج بو دیئے تھے۔ بلکہ ان کے مستقبل میں اس نے کانٹے ہی کانٹے اور خار ہی خار بھر دیئے تھے۔ ابو عبد اللہ ہر وہ کام کرنے میں مصروف تھا جس میں مسلمانوں کا زیاں اور فروندہ کا فائدہ اور منفعت ہو۔

اپنے طور پر ابو عبد اللہ یہ سمجھا بیٹھا تھا کہ فروندہ ایک اچھے ہمسائے کی حیثیت سے اس کے ساتھ تعاون اور اس کی حمایت کر رہا ہے۔ لیکن اندر ہی اندر عیاری اور بد نیتی سے کام لیتے ہوئے فروندہ دن بدن اپنا جال پھیلاتا جا رہا تھا۔ ابو عبد اللہ اب تک فروندہ کی چال بازیوں کو نہ سمجھا تھا۔ وہ خیال کر رہا تھا کہ فروندہ کی مملکت کو اس کے چچا الزغل اور رقیم بن خلاط سے پاک کر کے سلطنت کسی طشت میں سجا کر ابو عبد اللہ کے سامنے پیش کر دے گا۔ پس یہی ابو عبد اللہ کی کم فہمی تھی ورنہ فروندہ عبد اللہ کو دھوکے اور فریب میں ڈال کر سراسر اپنے ہی مفاد کے لیے کام کر رہا تھا۔

ہسپانیہ میں مسلمانوں کے حالات یوں ابتر ہوتے دیکھ کر رقیم بن خلاط نے اپنے مسکن کی ساری عورتوں کو بھی عسکری تربیت دینا شروع کر دی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ابو عبد اللہ کا اپنے چچا کے ساتھ تعاون نہ کرنا اور ہر معاملے میں فروندہ پر بھروسہ کرنا مسلمانوں کے لیے تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہ لائے گا۔

ایک روز منصور بن نعمان اور منذر بن طریف مسکن کی عورتوں کی عسکری تربیت کی نگرانی کر رہا تھا۔ روطہ، نویرہ، اربونہ اور عروسہ بھی اس کام میں ان سے تعاون کر رہی تھیں کہ ایک طرف سے رقیم بن خلاط اپنے گھوڑے کو سر پیٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کے پاس آ کر ایک جست کے ساتھ رقیم بن خلاط اپنے گھوڑے سے اترا اور منصور بن نعمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ منصور میرے بھائی! میرے عزیز! جو عورتیں اس وقت زیر تربیت ہیں انہیں کہو کہ اپنی رہائش گاہوں کی طرف چلی جائیں۔ میں تم سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

منہ - نعمان فوراً حرکت میں آیا۔ جو عورتیں زیر تربیت تھیں انہیں اس نے اپنے

اپنے گھروں کی طرف بھیج دیا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے روطہ، نویرہ اور اربونہ اور عروسہ بھی رقیم بن غلاط کے گرد جمع ہو گئیں تھیں۔ انہوں نے دیکھا رقیم بن غلاط پریشان، افسردہ اور نکھر نکھرا سا تھا۔ اس موقع پر نویرہ اور روطہ دونوں قریب آئیں پھر دونوں تھوڑی دیر تک مٹھی مٹھی نگاہوں سے رقیم بن غلاط کی طرف دیکھتی رہیں اس کے بعد نویرہ نے انتہائی منہاس بھرے لہجے میں پوچھا۔

آپ پریشان اور افسردہ ہیں خیریت تو ہے۔ اس پر رقیم بن غلاط کہنے لگا۔ میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں کہ معاملہ کیا ہے۔ اس پر سب رقیم بن غلاط کے مزید قریب ہو گئے تھے اس کے بعد رقیم بن غلاط کہنے لگا۔

ابھی ابھی جابر بن بکر کی طرف سے ایک پیغام آیا ہے۔ اس نے یہ اطلاع دی ہے کہ فرواندہ مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑی کارروائی کرنے والا ہے اور اس کی ابتداء وہ چنہ ہی یوم میں کر دے گا۔ اس کا لائحہ عمل یہ ہے کہ ایک بہت بڑا لشکر جس کی تعداد لگ بھگ ایک لاکھ کے قریب ہوگی اور جس کے ساتھ بحری بیڑہ ہوگا وہ مالقہ پر حملہ آور ہوگا۔ ایک لاکھ مزید لشکر جو مزید دو حصوں میں تقسیم ہوگا اور جس کی کمانداری فرواندہ کے سپہ سالار آگیلار اور گیلر کر رہے ہیں وہ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ فرواندہ یہ چاہتا ہے کہ بہ یک وقت ہمیں اپنے مسکن سے محروم کر دیا جائے۔ مالقہ پر قبضہ کر لیا جائے اس کے بعد سلطان الزغل کو جلاوطن کر کے افریقہ کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ میرے منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کے متعلق فرواندہ کے یہ احکامات ہیں کہ جب ان تینوں میں سے کوئی گرفتار ہو تو انہیں بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دیا جائے۔ اس پر نویرہ بے چاری کا چہرہ سرخ اور غصے میں انتہائی غضبناکی اظہار کر رہا تھا۔ پھر وہ اپنے کھولتے ہوئے لہجے میں کہنے لگی۔

خداوند قدوس نے چاہا تو فرواندہ کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو سکے گی ہم لوگ سروں کفن باندھ کر اپنے مسکن کی حفاظت کریں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم اپنے فرائض میں ضرور کامیاب رہیں گے۔ اس پر روطہ دعائیہ انداز میں کہنے لگی۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد رقیم بن غلاط، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

منصور اور منذر بن طریف میرے دونوں بھائیو! مجھے غور سے سنو۔ فرواندہ اور اس کے سالاروں کے اس متوقع حملے کی اطلاعات الزجری کو مالقہ میں بھی کر دی گئی ہیں۔ وادی آثر میں سلطان الزغل کو بھی اس کی اطلاع کر دی گئی ہے۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں ابوعب اللہ بھی فرواندہ سے تعاون کرے گا۔ بہر حال اگر ابو عبد اللہ نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو اس سے بھی بچنا جائے گا ہمیں جو اہم کام کرنے ہیں اس کی میں نشاندہی کرتا ہوں۔

سنو میرے دونوں بھائیو! جابر بن بکر کی اطلاع کے مطابق آگیلار اور ہمارے مسکن کے شمالی دروں کی طرف سے حملہ آور ہوگا۔ جبکہ فرواندہ کا نائب سپہ سالار گیلر شمال مغربی دروں کی طرف سے ہمارے مسکن میں گھس کر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ وہ جنوب مشرق کی طرف سے ہم پر حملہ آور نہیں ہو رہے اس لیے کہ اس طرف سلطان الزغل ہے اور ہماری یہ جانب محفوظ ہے جنوب مغربی حصہ بھی ابھی تک ان کے لیے مالقہ کی وجہ سے رکا ہوا ہے اس لیے کہ الزجری مالقہ میں ہے۔ وہ کسی صورت انہیں ہماری طرف نہیں بڑھنے دے گا۔ لہذا فی الوقت میرے بھائیو! ہمیں اپنے شمالی دروں اور شمال مغرب کے ان راستوں کی حفاظت کرنا ہوگی جو ہمارے مسکن میں داخل ہوتے ہیں۔

سنو میرے عزیزو! اس کام کی ابتدا ہم آج ہی سے کریں گے۔ جو درے اور راستے شمال اور شمال مغرب کی سمت سے ہمارے مسکن میں داخل ہوتے ہیں ان کے اوپر جگہ جگہ پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں۔ اس مقصد کے لیے اگر سارے لشکر کو کام میں لگانا پڑے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے سارے راستوں اور دروں کے اوپر پتھروں کے ان گنت اور بڑے بڑے ڈھیر لگائیں اور یہی ڈھیر دشمن کے لیے تیروں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔

مزید یہ کہ اس وقت جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا اور میں شمال کے ان دروں کی حفاظت کروں گا جن کی طرف سے فرواندہ کا سپہ سالار اعلیٰ آئے گا۔ لشکر کا دوسرا حصہ منصور بن نعمان میرے بھائی تمہارے پاس ہوگا اور تم شمال مغرب کی سمت سے حملہ آور ہونے والے گیلر کی روک تھام کرو گے۔ لشکر کا تیسرا حصہ منذر بن طریف کی زیر کمان ہوگا اور یہ محفوظ دستے کے طور پر استعمال ہو گا۔ منذر بن طریف ہر وقت چوکنا اور تیار رہے گا اور کسی بھی ناگہانی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے پہنچ جائے گا۔ اگر دشمن کے مقابلے میں مجھے مدد کی ضرورت ہوگی تو میری مدد کرے گا اور اگر تم کو ضرورت محسوس ہوگی تو تمہارے ساتھ آئے یا مسکن کی کسی اور سمت دشمن کا حملہ متوقع ہوا تو منذر بن طریف وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب رقیم بن غلاط خاموش ہوا تو روطہ بولی اور بڑے پیار سے رقیم بن غلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

امیر محترم! ہم گزشتہ کئی ماہ سے مسکن کی عورتوں کو تربیت دے رہی ہیں ان میں سے بہت سی عورتیں تو عسکری تربیت سے فارغ ہو چکی ہیں اور جو اس وقت زیر تربیت ہیں وہ بھی اپنی تربیت مکمل کرنے کے قریب ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ دروں کے اوپر عورتوں کو بھی متعین کیا جائے اور وہ ہمارے مسکن میں گھسنے والے دشمنوں پر تیر اندازی کریں۔ رقیم بن غلاط کے کہنے

سے پہلے ہی نوریہ بول پڑی۔

میں بھی اپنی بہن روطہ سے مکمل طور پر متفق ہوں۔ جب ہم نے اپنی عورتوں کو عسکری تربیت دے رکھی ہے تو ہمیں انہیں عملی مظاہرے میں بھی حصہ لینے کا موقع دینا چاہئے۔ دروں کے اوپر عورتوں کو متعین کرتے ہیں تو ایک تو وہ دشمن سے محفوظ رہیں گی۔ دوسرے گھات اور آڑ میں بیٹھ کر دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکیں گی۔ اس طرح ہمارے لشکری دروں کے اوپر کے حصے سے مطمئن رہ کر دشمن پر بہتر انداز میں ضرب لگا سکیں گے۔

روطہ اور نوریہ کی اس گفتگو کے جواب میں رقیم بن خلاط نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا۔

منصور اور منذر میرے دونوں بھائیو! روطہ اور نوریہ کی تجویز قابل عمل اور بہت اچھی ہے۔ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میں تم سے ایک کام مزید کہوں اور وہ یہ کہ دروں اور راستوں کے اوپر کنارے کے ساتھ بڑے بڑے پتھر بھی کھڑے کر دو تاکہ انہی پتھروں کی اوٹ میں رہ کر ہماری تربیت یافتہ عورتیں دشمن پر پتھر اور تیر برسائیں۔ منصور اور منذر میرے بھائیو! اس کام کے لیے میں تمہیں صرف دو دن دیتا ہوں۔ دو دنوں کے اندر دروں کے کنارے کے اوپر تم پتھروں کے ڈھیر لگوا دو۔ اس کام میں تمہارا پورا ساتھ دوں گا۔ اگر کے بعد لشکر میں جتنی تربیت یافتہ عورتیں ہیں وہ دو حصوں میں تقسیم کی جائیں گی۔ آدھی عورتیں منصور تمہارے ساتھ کام کریں گی آدھی میرے ساتھ جو عورتیں منصور تمہارے ساتھ کام کریں گی ان کی کمانداری روطہ اور نوریہ کے ذمہ ہوگی ان ساری عورتوں کو جب پتھر کے ڈھیر لگ جائیں اور بڑے بڑے پتھر کھڑے کر دیئے جائیں تو باقاعدہ تربیت بھی دی جائے گی کہ وہ کس طرح پتھروں کے پیچھے کھڑی رہیں گی اور کس طرح تیر اندازی کریں گی اور کیسے وہ وقت ضرورت دشمن پر پتھر برسا کر اپنا اور اپنے مسکن کا دفاع کر سکیں گی۔

سنو میرے دونوں بھائیو! دشمن پر حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل کچھ اس طرح ہو گا کہ دشمن کو مسکن میں داخل ہونے والے دروں اور راستوں میں گھسنے دیا جائے گا۔ جب دشمن آگے بڑھتے چلا آئے تو پھر اس کے بعد ہم اپنے حملوں کی ابتدا کریں گے۔ جس جگہ عورتیں دروں کے اوپر بیٹھی ہوں گی اس کے قریب ہی ہر لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اس سے دشمن کے اگلے حصوں پر دائیں اور بائیں طرف سے حملہ آور ہوں گے۔ ایک سامنے کی طرف سے ان پر ضرب لگانے کے بعد اپنی گھات میں جانے کے لیے جب لشکر پلٹے گا تو دشمن ان کا تعاقب کرے گا تو اوپر بیٹھی ہوئی عورتیں زور دار انداز میں ان پر پتھر برسائیں گی اور تیر اندازی کریں گی اس طرح وہ تعاقب جاری نہیں رکھ سکیں گے بس اسی طرح ان کے ساتھ

چوہے ملی کا کھیل کھیلا جائے گا اور انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا کر ان کی پیش قدمی روکتے ہوئے انہیں واپس بھاگنے پر مجبور کیا جائے گا۔ دونوں عزیزو! ویسے تم مسکن میں ہونے والے سارے ہی دروں کے کنارے پتھروں کے ڈھیر لگا دو۔ لیکن جو بڑے درے ہیں ان پر پتھروں کے زیادہ ڈھیر لگاؤ اس لیے کہ فرولندہ کے لشکری کبھی بھی مختلف دروں سے داخل ہو کر ہمارے مسکن میں آنے کی حماقت نہیں کریں گے اس طرح وہ اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹ کر کمزور نہیں کرنا چاہیں گے۔ وہ بڑے دروں کے ذریعے اکٹھے مسکن میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے لہذا ہمیں زیادہ توجہ بڑے بڑے دروں ہی کی طرف دینا ہوگی۔ بھائیو! اس سلسلے میں ہمیں کام کی ابتدا آج سے ہی کرنی ہوگی۔ اس لیے کہ جابر بن بکر نے پیغام بھیجا ہے کہ چند روز تک فرولندہ اور اس کے سپہ سالار ضرب لگانے کے لیے قرطبہ سے روانہ ہوں گے۔ اتنا کہنے کے بعد جب رقیم بن خلاط خاموش ہوا تو روطہ پوچھنے لگی۔ امیر محترم! یہ جابر بن بکر کون ہے جس نے یہ قیمتی اطلاع فراہم کی ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے نوریہ اور اربونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا یہ جابر بن بکر کونویرہ اور اربونہ خوب جانتی ہیں اس پر نوریہ چونک پڑی اور کہنے لگی میں اور اربونہ جابر بن بکر کو نہیں جانتی۔ رقیم بن خلاط کہنے لگا تم دونوں یقیناً جانتی ہو۔ وہ تم دونوں سے قرطبہ شہر میں بھی مل چکا ہے اور تمہاری بہت سی مشکلیں بھی آسان کر چکا ہے۔ اس پر نوریہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کہنے لگی وہ کون ہے میں نے تو آج تک اس کا نام بھی نہیں سنا۔ اس پر رقیم بن خلاط ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔ یہ جابر بن بکر میرے بہترین جاسوسوں میں سے ایک ہے۔ اس کا اصل نام تو جابر بن بکر ہے لیکن قرطبہ میں یہ میرے جاسوس کی حیثیت سے راہب یولوبیس کے بھیس میں کام کرتا ہے۔

رقیم بن خلاط کے اس انکشاف پر نوریہ اور اربونہ دونوں دنگ رہ گئیں تھیں نوریہ خوش انداز میں کہنے لگی اب میں سمجھی راہب یولوبیس آپ اور میرے بھائی منذر بن طریف کے ساتھ اس قدر مہربان اور اس قدر روابط کیوں رکھتا ہے اور کیوں وہ اتنی آسانی کے ساتھ ہماری مدد کرنے سے آپ کے لیے خدمات کا انجام دے رہا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط مزید کہنے لگا۔

منصور اور منذر میرے دونوں بھائیو! تم میرے ساتھ آؤ۔ روطہ، نوریہ، اربونہ اور عروسہ گھروں کو جاتی ہیں انہیں کھانا وغیرہ تیار کرنا ہوگا۔ دیگر کاموں سے بھی پنہا ہوگا۔ ہم آج سے ہی اپنے کام کی ابتدا کرتے ہیں۔ اس پر منصور اور منذر بن طریف رقیم بن خلاط کے ساتھ ہو لئے تاکہ لشکریوں کو ساتھ لے کر پھر جمع کرنے کا کام کیا جاسکے۔ روطہ، نوریہ، اربونہ اور عروسہ

اپنے اپنے گھروں کو جا رہی تھیں۔

○

اپنے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق فرولندہ بہ یک وقت مالمقہ، رقیم بن خلاط کے مسکن اور سلطان الزغل پر ضرب لگانے کے لیے اپنے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قرطبہ سے روانہ ہوا۔ غرناطہ کی حدود تک اس لشکر نے متحدہ طور پر سفر کیا اس کے بعد لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ آدھے لشکر کو لے کر فرولندہ بذات خود مالمقہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ باقی دوسرے آدھے لشکر کے ساتھ آگیلار اور گیلر دونوں رقیم بن خلاط کے مسکن پر حملہ آور ہونے کے لیے کوچ آ گئے تھے۔ اس طرح ہر دو لشکر میں کم از کم ایک لاکھ لشکری تھے۔ اس طرح دو جرار لشکروں کے ساتھ فرولندہ بہ یک وقت اپنے لیے بہترین فوائد حاصل کرنے پر تیار ہوا تھا۔

دوسری طرف الزجری اور سلطان الزغل کو بھی ان حملوں کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی۔ الزجری نے مالمقہ کے اندر محصور رہ کر فرولندہ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

الزجری کا سلطان الزغل کے ساتھ باقاعدہ رابطہ اور تعلق تھا اور دونوں میں یہ طے پایا الزجری مالمقہ شہر کے اندر ہی رہ کر دفاع کرے گا جبکہ سلطان الزغل وادی آش سے نکل کر چھ ماہ جنگ کی ابتدا کرے گا۔ پچھلے درپے کبھی دن کے وقت کبھی رات کو وہ فرولندہ کے لشکر اس کے بحری بیڑے پر حملہ آور ہوگا اس طرح اسے محاصرہ ترک کر کے واپس جانے پر مجبور دے گا۔

اس تجویز پر عمل پیرا ہونے کے لیے سلطان الزغل نے اپنے لشکر کے ساتھ وادی آش سے قیام کیا تھا۔ سلطان الزغل چاہتا تھا کہ جب فرولندہ کا بحری بیڑہ مالمقہ کے ساحل پر پہنچے گا اور خود فرولندہ بھی مالمقہ کے نواح میں محاصرہ کر لے تب وہ رازداری کے ساتھ حرکت میں آئے گا اور فرولندہ کے لشکر کو اپنے ساتھ الجھا کر رکھ دے گا۔ ایک لحاظ سے الزجری اور سلطان الزغل کی یہ تجویز بہترین تھی۔ اس طرح اگر سلطان فرولندہ پر حملہ آور ہوتا اور فرولندہ سلطان کے تعاقب میں آگے بڑھتا تو شہر سے نکل کر الزجری فرولندہ کے لشکر کی پشت پر ضرب لگا اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بہر حال الزجری اور سلطان الزغل بڑی بے چینی فرولندہ کے بحری بیڑے اور اس کے لشکر کے پہنچنے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

یہ انتظار زیادہ طویل نہ رہا چند یوم تک فرولندہ کا بحری بیڑہ مالمقہ کے ساحل پر آ کر لنگر آہوا۔ اسی روز فرولندہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا اور مالمقہ شہر کے جنوب شمال اور مغر میں اپنے لشکر کو پھیلا کر محاصرہ کر لیا تھا۔

رقیم بن خلاط کا مسکن چونکہ مالمقہ شہر سے بہت قریب تھا۔ لہذا آگیلار اور گیلر دونوں ا

لشکر کے ساتھ فرولندہ سے پہلے رقیم بن خلاط کے مسکن کی طرف جا پہنچے۔ مسکن سے ذرا فاصلے پر انہوں نے اپنے حصے کے لشکر کو مزید دو حصوں میں رکن۔ ایک حصہ آگیلار نے اپنے پاس رکھا جبکہ دوسرے حصہ کو گیلر کی سرکردگی میں دیا گیا اس طرح آگیلار اور گیلر دونوں کے پاس تقریباً پچاس پچاس ہزار کا لشکر ہو گیا تھا۔ جسے لے کر وہ آگے بڑھے تھے۔

رقیم بن خلاط کے اندازے درست ثابت ہوئے تھے۔ آگیلار شمالی دروں کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا جبکہ گیلر نے شمال مغربی دروں کا رخ کرتے ہوئے حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی۔ رقیم بن خلاط کے اندازے کے مطابق آگیلار اور گیلر دونوں نے مختلف دروں میں اپنے لشکر کو پھیلا کر بڑھنا شروع نہیں کیا تھا بلکہ دونوں نے ان کے سامنے جو سب سے بڑا درہ تھا۔ اس کا انتخاب کیا اور پھر وہ اپنے لشکر کو یکجا کر کے اسی بڑے درے سے حملہ آور ہونے کے لیے بڑھے تھے۔ آگیلار شمال کے درے سے اور گیلر شمال مشرق کے سب سے بڑے درے میں سے آگے بڑھا تھا تاکہ رقیم بن خلاط کے مسکن پر حملہ آور ہو کر اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اور رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان بھی بڑی بے چینی سے ان کے حملوں کے منتظر تھے منصور بن نعمان شمال مشرق کے دروں کے آخری حصے میں گھات لگا چکا تھا۔ درے کے دونوں طرف اس نے پتھروں کے ان گنت ڈھیر لگا رکھے تھے۔ بڑے بڑے پتھر بھی جگہ جگہ کھڑے کر دیئے گئے تھے اور ان پتھروں کی اوٹ میں مسکن کی مسلح اور تربیت یافتہ عورتیں تیر اندازی کرنے اور پتھر برسانے کے لیے گھات میں بیٹھ چکیں تھیں۔ جبکہ رقیم بن خلاط کی تجویز کے مطابق منصور بن نعمان نے اپنے لشکر کو تین براہ حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ لشکر کے آخری سرے کے دائیں جانب دوسرا بائیں جانب اور تیسرے حصے کو وہ درے کے سامنے خود لے کر گھات میں بیٹھ گیا تھا۔

رقیم بن خلاط نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ درے کے آخری دو حصوں کے قریب دائیں بائیں گھات میں اس نے مسلح عورتیں بٹھادی تھیں ان کے پاس پتھروں اور تیروں کے ڈھیر لگا دیئے تھے اور درے سے تھوڑا آگے جا کر اس نے بھی لشکر کے دو حصے دائیں بائیں گھات میں بٹھائے تھے اور لشکر کے ایک حصے کو لے کر وہ سامنے خود گھات میں بیٹھ گیا تھا اور بڑی بے چینی سے آگیلار کا انتظار کرنے لگا تھا۔ یوں آگیلار اور گیلر دونوں ہی رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کی گھات سے بے خبر درے کے اندر بڑی تیزی سے آگے بڑھتے رہے۔ جبکہ منذر بن طریف بھی ایک حصے کے لشکر کے ساتھ مسکن میں بالکل تیار کھڑا تھا تاکہ جہاں کہیں بھی اس کی ضرورت پڑے وہ فوراً وہاں پہنچ سکے۔

پر اوپر گھات میں بیٹھی ہوئی عورتیں ایسی تیر اندازی کرتیں کہ انہیں لقمہ اجل بنا کے رکھ دیتیں اس طرح رقیم بن غلاط نے اپنے لشکریوں اور مسلح عورتوں کے ساتھ درہ کو آگیا کے لیے موت کا درہ بنا کے رکھ دیا تھا۔

دوسری طرف فرواندہ کا نائب سپہ سالار اعلیٰ گیلر جب درہ کے اندر کافی آگے بڑھ گیا تو منصور بن نعمان نے اپنا مخصوص اشارہ دیا۔ یہ اشارہ ملتے ہی دائیں بائیں گھات میں بیٹھے ہوئے اس کے لشکر کے دونوں حصے آتش ناک گرم روماتم گسار لہروں کی طرح نمودار ہوئے گیلر کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے عین اس موقع پر خود منصور بن نعمان بھی سوز دروں اور وحشت جنوں کی طرح نمودار ہوا اور وہ بھی گیلر کے لشکر پر سامنے کی طرف سے ٹوٹ پڑا تھا۔ اوپر گھات میں جو مسلح عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے تاک تاک کر دشمن کے سپاہیوں کو اپنے تیروں کا ہدف بنانا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح منصور بن نعمان نے بھی اپنی دلیری اور جراتمندی سے اس درے میں خاک و خون کا ایک کھیل کھڑا کر کے رکھ دیا تھا۔

گیلر زیادہ دیر تک منصور بن نعمان اور اس کے لشکریوں کی ضربوں کو برداشت نہ کر سکا اور پسپائی کے بگل بجاتا ہوا درے کے اندر بھاگ کھڑا ہوا منصور بن نعمان نے اپنے ہمارے لشکر کو یکجا کیا پھر وہ کسی طریق آشنا، منزل شناس اور سیاح دشت کی طرح گیلر کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے لشکریوں کا قتل عام کرنے لگا تھا۔

دوسری طرف رقیم بن غلاط بھی آگیا کو بدترین شکست دے چکا تھا اور وہ بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ درے کے اندر آگیا کا تعاقب کرتا چلا جا رہا تھا۔ جس وقت آگیا کے لشکر کا تعاقب کرتے ہوئے رقیم بن غلاط درے سے باہر نکلا اور ٹھوڑی ہی دور آگے گیا ہوگا کہ دائیں جانب سے اس نے دیکھا منذر بن طریف ایک دوسرے درے سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلا تھا۔ منذر بن طریف کو کوہستانی سلسلے سے نکلتے دیکھ کر رقیم بن غلاط چونکا ہوا گیا تھا۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے منصور بن نعمان بھی گیلر کے لشکر کا تعاقب کرتا چلا آ رہا تھا۔ اس موقع پر رقیم بن غلاط نے کچھ سوچا پھر پوری آواز سے اس نے نعرہ مارا۔ وہ زور سے پکارا تھا۔

علیک تو کلت۔

رقیم بن غلاط کا یہ جملہ کہنا تھا کہ اس کے لشکر میں بڑی تیزی سے ایک تبدیلی رونما ہوئی اس نعرے کے جواب میں لشکر آپ سے آپ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ایک حصہ آگے بھاگتے گیلر پر ضرب لگانے لگا تھا دوسرے حصے کو لے کر رقیم بن غلاط اپنی پشت کی طرف سے بھاگتے ہوئے گیلر کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ **علیک تو کلت** کے نعرے پر منذر بن طریف پر بھی خاصا اثر ہوا تھا۔ جس وقت رقیم بن غلاط نے یہ نعرہ بلند کیا تھا اسی وقت اس نے

فرواندہ کا سپہ سالار اعلیٰ جب اپنے پچاس ہزار کے لشکر کے ساتھ درے کے بیچ و بیچ رقیم بن غلاط کے مسکن میں آگے بڑھ آیا تب ایک انقلاب ایک خونی منظر نمودار ہوا۔ وہ اس طرح کہ درے کے دائیں بائیں جانب بیٹھے رقیم بن غلاط کے لشکر کے دو حصے جوئے نور، بے چین اور بیکل افتادگی، سفینہ کوہ سے اچانک پھوٹ پڑنے والے جذبوں کی طرح نمودار ہوئے اور آگیا کے لشکر کے اگلے حصے پر وہ جیتی چنگھاڑتی آندھیوں۔ ہر شے کو پیس ڈالنے والی آسیہ دہری کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے آگیا کے لشکر نے جب دیکھا کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر سے دو طرفہ انداز پر حملہ ہو گیا ہے تو انہوں نے فوراً اپنے آپ کو دو حصوں میں بانٹنے کی ٹھان لی۔ لیکن عین اس موقع کوہستانی سلسلوں کے اوپر بڑے بڑے پتھروں کی اوٹ میں بیٹھی ہوئی مسلح عورتیں موت کے تحفے۔ طغیان ذوق کی طرح حرکت میں آئیں بالکل طوفان بلاغی کی طرح انہوں نے تیر اندازی کر دی تھی۔ وہ اس طرح کہ ان کے سامنے مخالف سمت کی طرف جو آگیا کے لشکر ان کی طرف پیٹھ کئے رقیم بن غلاط کے لشکریوں سے ٹکرانے کی کوشش کر رہے تھے انہوں نے ان پر تیر برسائے اور مختلف سمت بیٹھی ہوئی عورتوں نے اپنی مخالف سمت میں آگیا کے لشکریوں کی پیٹھوں پر تیر برسائے شروع کر دیئے تھے۔

اس طرح آگیا کے وہ لشکر جو کوہستانی سلسلے کے اوپر سے اترنے والے رقیم بن غلاط کے لشکریوں کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے ان کی پشت کی طرف سے ا۔ پر تیروں کی بارش ہوئی تو ان میں سے اکثر موت کا لقمہ تر بن کر درہ میں ڈھیر ہو گئے تھے۔

عین موقع پر جبکہ موت کے اس درہ میں عورتوں کے تیر برسائے اور رقیم بن غلاط کے دو لشکروں کے دائیں بائیں سے حملہ آور ہونے سے موت کی افراتفری پیدا ہو گئی تھی۔ سامنے کی طرف سے رقیم بن غلاط بحر بہت ناک کی سکر وستی اور سمکروں کی شور انگیزی میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا پھر وہ خیالوں کی غفریت اور دھموں کے آسیب کی طرح آگیا کے لشکریوں پر سامنے کی طرف سے ٹوٹ پڑا تھا۔ اپنے تیز حملوں میں رقیم بن غلاط نے آگیا کے لشکریوں میں یاسیت کے بیکراں سلسلے کی طرح ان کے بوسیدہ اذہان میں ادھام کے جال پھیلا کے رکھ دیئے تھے۔

رقیم بن غلاط کے اس طرح حملہ آور ہونے سے اس درے کے اندر میدان جنگ ہول آفرین اندھیرے، بگڑنے سنورنے کی فصل، قمیر تخریب کے عمل کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ اب آگیا کے لشکر کی حالت لمحہ بہ لمحہ بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ دائیں بائیں جانب سے رقیم بن غلاط کے لشکر کے دونوں حصے موت بن کر وارد ہو رہے تھے اور جو لشکر اُدھر اُدھر بھاگنے کی کوشش کرتے یا چھپ کر مسلمانوں کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ان

طرف رقیم بن خلاط نے بھی اپنے سارے لشکریوں کو متحدہ کر لیا تھا اس کے بعد دریائے حدار تک یہ خونخوار تعاقب جاری رہا اور رقیم بن خلاط نے دشمن کا قتل عام کر کے ان کی تعداد کافی کم کر دی تھی آگیلار اور گیلر دونوں اپنے بچے کچے لشکر کو لے کر دریائے حدار پار کر کے بھاگ گئے تھے جبکہ رقیم بن خلاط اپنے لشکر کو لے کر اپنے مسکن کی طرف لوٹ گیا تھا۔

○

ادھر فرولندہ اپنے لشکر اور بحری بیڑے کے ساتھ مالتہ کے اطراف میں نمودار ہوا۔ مالتہ شہر کا اس نے محاصرہ کر لیا اور حملے شروع کر دیے۔ مالتہ اپنے دفاعی لحاظ سے خاصہ مضبوط تھا۔ اس کی دو سنگین فصیلیں بڑی مضبوط اور ناقابل تسخیر خیال کی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ دشمن کو روکنے کے لیے دیگر کئی اسباب بھی تھے۔ مثلاً مالتہ کے اطراف میں اونچے اونچے سنگلاخ پہاڑوں کا حلقہ تھا اس کو ہستانی حلقے کے اندر عالی شان اور نہایت پائیدار فصیلوں کی حفاظت میں مالتہ شہر تھا۔ شہر کے ایک پہلو میں انتہائی مضبوط اور سنگین قلعہ بھی تھا جس میں وقت ضرورت پناہ لی جاسکتی تھی۔ اس قلعے اور مالتہ شہر کی لوہا لاٹ فصیلوں کے اوپر سے جن کے اوپر مضبوط برج بنے ہوئے تھے بڑی آسانی کے ساتھ محاصرہ کرنے والوں پر آگ، لوہے، کھولتے ہوئے پانی اور پتھروں کا بھینہ برسایا جاسکتا تھا۔

مزید برآں مالتہ شہر کے اندر جو لشکر تھا اس کی کمنداری الزجری جیسا شیر دل اور شجاع سالار کر رہا تھا۔ الزجری بھی قلعہ رندہ کا حاکم ہوا کرتا تھا اور اس قلعے کی حفاظت کرتے ہوئے اسے نصرانیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا خوب تجربہ تھا۔ چند روز تک فرولندہ نے مالتہ پر بڑھ چڑھ کر حملے کئے لیکن الزجری نے بے پناہ قوت اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرولندہ کے ہر حملے کو ناکام بنادیا تھا۔

فرولندہ نے جب دیکھا کہ کسی بھی طرح الزجری اس کے قابو میں نہیں آتا اور جب کبھی وہ حملہ آور ہوتا ہے تو شہر اور قلعے کی فصیلوں کے اوپر سے الزجری کے حکم پر ان پر کھولتا ہوا پانی اور آگ کی بارش کی جاتی ہے اور اس کے لشکری بے پناہ نقصان اٹھا کر چیخے ہٹ جاتے ہیں تو فرولندہ نے عیاری اور بددیانتی سے مالتہ پر قبضہ کرنا چاہا۔

اس نے الزجری کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ جنگ نہیں کرنا چاہتا اور صلح کا متمنی ہے اور اس سلسلے میں صلح کی گفت و شنید کی جائے اس کے ساتھ اس نے کچھ قاصد بھی الزجری کی طرف روانہ کئے تاکہ صلح کی گفت و شنید کی جائے۔ ان قاصدوں کے ہاتھ فرولندہ نے سنہری سکوں کے بڑے بڑے تھیلے بھی روانہ کئے۔ یہ قاصد الزجری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے وہ

بھی اپنا مخصوص نعرہ بلند کیا۔ وحی الی عہدہ۔ بس اس کا یہ نعرہ بلند کرنا تھا کہ اس کا لشکر بھی دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک حصہ گیلر کے لشکر کے اگلے حصے پر اور دوسرا پشت کی جانب کے ایک پہلو سے ہجر و حرارت جیسے جوش و جذبے اور جاں کیف اور سرکش جذبوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جس وقت رقیم بن خلاط اور منذر بن طریف نے اپنے مخصوص نعرے بلند کئے ان سے ذرا فاصلے پر گیلر کا تعاقب کرنے والے منصور نے بھی اپنا مخصوص نعرہ بلند کیا اور وہ بھی ہکا۔ رضینا بالا سلام اس کا بھی یہ نعرہ بلند کرنا تھا کہ اس کا لشکر بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک حصہ برابر گیلر کے لشکر کے تعاقب میں تھا اور دوسرا بڑی تیزی سے بائیں سمت ہوتا ہوا گیلر کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس صورتحال سے یوں لگتا تھا جیسے رقیم بن خلاط کا نعرہ بلند کرنا اس کے دونوں نائبوں کے لیے کوئی پیغام تھا اور اس پیغام کو سنتے ہی انہوں نے بھی جوابی نعرے بلند کرتے ہوئے اپنے لشکروں کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔

اب صورتحال کچھ اس طرح واضح ہوئی تھی کہ آگے آگے اپنے لشکر کے ساتھ گیلر بھاگ رہا تھا اس کی پشت کی جانب سے رقیم بن خلاط کا ایک حصہ ضربیں لگا رہا تھا اس کے بائیں جانب کے پچھلے حصے سے منذر بن طریف کے لشکر کا ایک حصہ اور بائیں جانب ہی سے اگلے حصے پر منذر بن طریف کے لشکر کا دوسرا حصہ کوہ گراں بن کر ٹوٹ رہا تھا۔ پشت کی جانب گیلر کا لشکر بھاگتا ہوا آ رہا تھا اس کے سامنے کی طرف سے رقیم بن خلاط مڑ کر حملہ آور ہوا تھا۔ پشت کی جانب خود منصور بن نعمان ضربیں لگا رہا تھا اور اس کے لشکر کا دوسرا حصہ گیلر کے لشکر کے بائیں جانب کے اگلے حصے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

شکست اٹھا کر بھاگتے ہوئے آگیلار اور گیلر رقیم بن خلاط کے لشکر میں نعروں کے جواب میں اس طرح فی الفور اچانک پیدا ہونے والی تبدیلی اور انقلاب پر حیران اور دنگ رہ گئے تھے۔ ادھر رقیم بن خلاط کے لشکری سماوی خوشبو کی سی تازگی۔ روشنی کے گیتوں کی شادابی۔ یادوں کے سمندر کی کشش اور روحوں کو پامال کرتے جذبوں کی طرح اپنے دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے انہیں خون میں نہلاتے چلے جا رہے تھے۔ آگیلار اور گیلر کے لشکر میں چاروں طرف درد بھرے دل، کرب آشنا ذہن، چرماتے چہروں اور غم و حسد کے نقاب اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف نے اسی طرح دشمن کو مار دھاڑ کرتے ہوئے ان کی تعداد کم کی۔ گیلر کے لشکر پر چونکہ سامنے کی طرف سے رقیم بن خلاط نے حملہ کیا تھا لہذا گیلر اپنے بچے کچے لشکریوں کو بچانے کے لیے دائیں جانب بھاگا اور پھر اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے وہ آگیلار سے جا ملا۔ اس طرح دونوں لشکر متحدہ ہو گئے۔ دوسرے

کے دروازے کھول کر مالقہ ہمارے حوالے کر دے۔

لیکن الزجری کہنے والا جریل نہ تھا۔ اس نے بڑی الوہمتی اور شجاعت سے کام لیتے ہوئے فرواندہ کے قاصدوں کو نقدی سمیت ٹھکرا دیا اور دھکے دے کر شہر سے باہر نکال دیا۔ فرواندہ الزجری کی اس حرکت پر بڑا سنج پا ہوا۔ فرواندہ نے دوبارہ قاصد الزجری کی طرف بھجوائے اور کہا، بھیجا کہ صلح صفائی کے ساتھ شہر اس کے حوالے کر دیا جائے ورنہ شہر کا محاصرہ طول پکڑ جائے گا اور شہر کے لوگ فاقوں کا شکار ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ اہل شہر میں ایک طبقہ ایسا تھا جنہوں نے فرواندہ کی اس شرط کو قبول کر لیا۔ لیکن الزجری نے فرواندہ کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور قاصدوں سے کہا، بھیجا کہ جاؤ اپنے بادشاہ سے کہنا کہ میں شہر خالی نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں شہر کو تم لوگوں سے خالی رکھنے کے لیے تیار ہوں۔

جس وقت فرواندہ نے مالقہ کا محاصرہ کیا تھا اسی وقت ہی سلطان الزغل وادی آتش سے نکلا تاکہ مالقہ شہر کے نواح میں پھیلے ہوئے فرواندہ کے لشکر پر شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کر دے۔ لیکن بد بخت اور ناعاقبت اندیش ابو عبد اللہ جو غرناطہ سے نکل کر مالقہ اور وادی آتش کے درمیان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا تھا وہ اپنے چچا سلطان الزغل کی راہ روک کھڑا ہوا اس طرح مالقہ اور وادی آتش کے درمیان سلطان الزغل اور ابو عبد اللہ کے لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے۔ اس طرح ابو عبد اللہ کی بد دیانتی اور بے حمیت کی بنا پر مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں ہی کا حلقوم کاٹنے لگے تھے۔

ادھر فرواندہ نے مالقہ پر اپنے حملے تیز کر دیے تھے۔ اپنے محاصرے میں سختی پیدا کر دی تھی۔ باہر سے کھانے پینے کی کوئی بھی چیز اس نے اندر جانے سے روک رکھی تھی۔ ادھر ابو عبد اللہ نے سلطان الزغل کو مالقہ کی طرف بڑھنے سے روک دیا تھا اور اسے ایک نہ ختم ہونے والا جنگ میں الجھا دیا تھا۔ اس طرح مالقہ شہر کی خوراک کی حالت دن بدن سے بدتر ہونے لگی۔ باہر سے کھانے پینے کی کوئی چیز اندر نہیں آ رہی تھی۔ خوراک کا ذخیرہ جو شہر کے اندر تھا وہ ختم ہونے کو تھا۔ مستزاد یہ کہ فرواندہ دن بدن اپنے حملوں میں سختی پیدا کرتا چلا جا رہا تھا۔ پھر جب مالقہ شہر کے لوگوں کو خبر ہوئی کہ سلطان الزغل کو ابو عبد اللہ نے راستے ہی میں حملہ کر کے روک دے تو ان کی رہی سہی امیدیں بھی ختم ہو گئیں۔ رقیم بن خلاط بھی اہل مالقہ کی مدد کو نہ پہنچ سکا اس لیے کہ وہ اس وقت آگیلا اور گیلر سے جنگ کرنے میں مصروف تھا۔

مالقہ کے لوگ اب تک بڑی ہمت اور جراتمندی کا اظہار کر رہے تھے۔ انہیں امید تھی کہ باہر سے چند روز تک سلطان الزغل ضرور حملہ آور ہوگا اور فرواندہ کے لشکر پر شب خون مارا اسے بھاگ جانے پر مجبور کر دے گا۔ اس لیے وہ کچھ عرصے تک بڑی جراتمندی کا اظہار

کرتے رہے اور اپنے تن من دھن کو نچھاور کرتے ہوئے دشمن پر ضربیں لگاتے رہے لیکن جب یہ خبر پہنچی کہ سلطان الزغل کی راہ ابو عبد اللہ نے روک دی ہے اور سلطان الزغل کی طرف سے اب مدد کی کوئی امید نہیں رہی تو پھر لوگ بددلی کا شکار ہو کر الزجری کو مشورہ دینے لگے کہ ہر صورت میں فرواندہ سے صلح کر کے شہر اس کے حوالے کر دیا جائے۔

ادھر فرواندہ کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ مالقہ شہر کے اندر خوراک کے ذخیرے ختم ہو گئے ہیں لہذا اس نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی۔ ایک طرف سے اس نے سیونی سسٹرز کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا دوسری طرف سے ہولی برادر ہڈ کا لشکر ٹوٹ پڑا تیسری سمت سے فرواندہ خود اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔ یہ حملہ بڑے زور کا تھا۔ لیکن الزجری نے بڑی جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرواندہ کے اس سہ طرفہ حملے کو بھی ناکام بنا دیا۔ بار بار مالقہ پر حملہ آور ہو کر لگتا تھا فرواندہ مایوس ہوتا جا رہا تھا لہذا شہر کو فتح کرنے کے لیے اس نے آخری حربہ آزمایا۔ اس سے پہلے ہسپانیہ میں بارود کا استعمال نہ کیا گیا تھا۔ اس جنگ تک فرواندہ کے کچھ صناعتوں نے بارود ایجاد کر لیا تھا۔ لہذا فرواندہ نے بارود سے کام لے کر شہر کی فصیل کو اڑانے کا تہیہ کر لیا۔ رات کی تاریکی میں اس کے کچھ لشکری شہر پناہ کے نزدیک گئے اور گڑھے کھود کر ان میں بارود بھر اور آگ لگا دی۔

بارود سے فصیل کا ایک حصہ رات کی تاریکی میں اڑ گیا۔ لیکن الزجری نے ایسی شاندار جراتمندی کا مظاہرہ کیا کہ جس فصیل کا حصہ بارود سے اڑا تھا اور جہاں سے فرواندہ کے سپاہیوں نے اندر داخل ہو کر شہر میں قتل عام کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اس سارے لشکر کو الزجری نے حملہ آور ہو کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اپنے ان سارے حملہ آور ساتھیوں کا خاتمہ ہوتے دیکھ کر رات کی تاریکی میں فرواندہ کے دیگر سپاہی واپس بھاگ گئے اس موقع سے الزجری نے فائدہ اٹھایا اور رات کی تاریکی ہی میں فصیل کے ٹوٹے ہوئے حصے کی مرمت کر کے الزجری نے فصیل کے اس حصے کو پھر برابر کر دیا تھا۔

فرواندہ نے مالقہ کو فتح کرنے کا ہر جتن کیا لیکن الزجری کی سرکردگی میں محصور اسی طرح ثابت قدم اور غیر متزلزل رہے۔ مالقہ کے سلسلے میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہسپانیہ کی ایک طرح سے ساری قوت مالقہ کے گرد ٹوٹ پڑی تھی۔ لیکن الزجری کی شجاعت سے یہ ساری قوت پاش پاش ہو کر بکھری تھی۔ فرواندہ کو جب یقین ہو گیا کہ وہ کسی بھی طرح شہر کو فتح نہیں کر سکتا تو اس نے اس سلسلے میں ازبیللا سے مشورہ کیا۔ ازبیللا نے کہا وہ بے نفس اپنے لشکر کی اگلی صفوں میں آئے گی اور اس کے جانے سے لشکریوں میں ایک جوش اور جذبہ پیدا ہوگا اس طرح شہر فتح ہونے کا امید پوری ہو سکے گی۔

فروئلندہ اور ملکہ ازایلا جو اپنی جراتمندی سے شہر کو فتح نہ کر سکے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ آپ سے آپ قحط اور بھوک کی وجہ سے مالتھ شہر کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ فروئلندہ اور ملکہ ازایلا نے الوالعزم، دلیر، شجاع اور بہادر الزجری کے ساتھ کیا سلوک کیا اس کے متعلق کسی کو کوئی خبر نہیں۔ تاریخ الزجری کے متعلق خاموش ہے۔ فروئلندہ اور ازایلا نے ایسا قید کیا کہ جیسے جیتے جی نہ تو اسے رہائی نصیب ہوئی اور نہ کسی کو پیہ چلا کہ مالتھ کا دفاع کرنے والا الزجری کہاں ہے اور اس کا کیا انجام ہوا۔

الزجری نے جب مالتھ شہر اہل مالتھ کے مجبور کرنے پر فروئلندہ کے حوالے کیا اور شہر کے دروازے کھلے تو فروئلندہ اور ملکہ ازایلا بڑی تمکنت کے ساتھ مالتھ شہر میں داخل ہوئے۔ جونہی فروئلندہ کا لشکر شہر میں داخل ہوا شہر کے مسلمان جو کئی روز سے بھوکے پیاسے تھے۔ بڑی بے چینی اور بے قراری میں فروئلندہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور ان سے کھانے پینے کی اشیاء طلب کرنے لگے۔

جب فروئلندہ کا سارا لشکر شہر میں داخل ہو گیا تب فروئلندہ نے باشندگان شہر کو حکم دیا کہ وہ اپنا خون بہا ادا کر کے جہاں چاہے چلے جائیں۔ انہیں یہ بھی رعایت دی گئی کہ فی الوقت جو کچھ مال و متاع اور اثاث البیت ان کے پاس ہے وہ دے دیں باقی آٹھ ماہ کے عرصے کے بعد ادا کر دیں ورنہ ان سب کو غلام بنالیا جائے گا۔

چنانچہ مردم شماری اور خانہ تلاشی کے بعد مالتھ کے سارے مسلمانوں کو شہر سے نکال باہر کیا گیا۔ مالتھ کے باہر مسلمانوں کی بے بسی کا عجیب عالم تھا۔ قیامت کا ایک نمونہ تھا ایک بڑی جماعت ضعیف العمر فاقہ گیری سے ناتواں مردوں، بے کس اور بے پناہ عورتوں، نوجوان پردہ نشین لڑکیوں کی جن میں سے اکثر بڑے امیر و کبیر خاندانوں سے تھیں لئے ہوئے قافلے کی طرح اسباب سے گرانبار شکستہ حال بے نوا، برباد، جلاوطن شہر کے کوچہ بازار سے گزرتی ہوئی شہر کے نواح میں المقصبہ کے مقام پر جانے لگی تھیں۔ مالتھ جیسے عظیم الشان شہر کے ان رفیع المنزل مکانوں میں جن میں ان کو پھر قدم رکھنا نصیب نہ ہونا تھا وہ اس طرح کرب و بے قراری سے رخصت ہوتے تھے جس طرح روح جسم سے کھٹ افسوس ملتے اور آسمان کی طرف منکر کے نوحہ کرتے ہوئے رخصت ہوتی ہے کہ لوگ اکٹھے ہو کر اور نوحہ کرتے ہوئے مالتھ شہر سے نکل رہے تھے وہ کہہ رہے تھے۔

”الوداع الوداع اے عزیز مالتھ اے رشک فردوس ارم شہر تیری مشہور زمانہ شان و شوکت تیرے سنگین قلعوں کی وہ مغلوب نہ ہونے والی طاقت آج کہاں ہے تیرے سر بفلک کشید مینار آج خاک میں مل گئے تیرے ناز پروردہ فرزندان کو اب اپنے دامن شفقت میں کیوں

ایک روز ملکہ بے نفس نفیس اپنے لشکر کی اگلی صفوں میں آئی اس سے تمام فوجیوں اور افسروں میں ایک تازہ جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ اس نئے جذبے اور جوش کے تحت فروئلندہ کے سالاروں اور لشکریوں نے بڑے بڑے چوہی برج تیار کئے تاکہ ان مینار نما برجوں کو ملا کر فصیل کے قریب لے جایا جائے تاکہ ان کے ذریعے سے فصیل کے اوپر جا کر دشمن سے دست بدست جنگ کر کے فصیل کے کچھ برجوں پر قبضہ کیا جائے۔ جب یہ مینار نما برج تعمیر ہو گئے اور انہیں آگے بڑھا کر فصیل کے قریب لگایا گیا تو جہاں جہاں یہ برج آئے وہاں وہاں سے الزجری کی کمانداری میں ایسی بے مثال جوانمردی اور ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملے کئے گئے کہ ان میناروں کے اندر فروئلندہ کے جن لشکریوں نے بھی فصیل پر اترنے کی کوشش کی انہیں کاٹ کر رکھ دیا گیا اور لکڑی کے میناروں کے اوپر رال، گندھک اور دوسرا بھڑک اٹھنے والا مادہ پھینک کر انہیں آگ لگا کر ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

جوں جوں مالتھ شہر کا محاصرہ طول پکڑ رہا تھا۔ شہر کے اندر ایک گروہ ایسا بھی تیار ہو رہا تھا جو محاصرے کی سختیوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھا اور ہر صورت میں فروئلندہ سے صلح کر کے شہر کے دروازے اس کے لیے کھول دینا چاہتا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ شہر کے اندر اب خوراک کے ذخیرہ بالکل ختم ہو چکے تھے اور شہر کے اندر بری طرح قحط پھوٹ پڑا تھا۔ جب محاصرین کی دشمنی کا گرنہ ہوئی تب قحط نے اپنا رنگ دکھایا۔ شہر کے اکثر لوگ فاقوں کی شدت سے الزجری کی دلیرانہ صلاحیتوں کو چھوڑ کر ان لوگوں کی طرف جانے لگے جو شہر فروئلندہ کے حوالے کرنے پر آمادہ تھے۔

بھوک اور فاقے کی وجہ سے اکثر و بیشتر ایسے مواقع بھی دیکھنے میں آنے لگے تھے کہ مائیں اپنے بھوک کے باعث بچوں کو لا کر الزجری کے سامنے ڈھیر کر دیتیں اور چیخ و پکار کرتے ہوئے کہتیں کہ ان کے لیے خوراک مہیا کرو۔ اگر ایسا نہیں کہہ سکتے تو شہر فروئلندہ کے لیے کھول دو تاکہ موت سے بھلتے بچے دم توڑتے بچے اور بڑے لوگوں کو کم از کم کچھ کھانے کو ملے اور فاقے سے نجات ہو۔

یہ صورتحال الزجری کے لیے بڑی مایوس کن تھی۔ وہ کسی نہ کسی طرح جنگ کو طول دینا چاہتا تھا اور امید رکھتا تھا کہ شاید ابو عبد اللہ کو مار گرایا اسے شکست دے کر سلطان الغزل اس کی مدد کو پہنچ جائے یا جبل النعل میں رقیع بن خلائ یا اس کے ساتھی حملہ آوروں کو شکست دینے کے بعد مالتھ کی مدد کے لیے پہنچ جائیں لیکن جب ایسا نہ ہوا تو الزجری مایوس ہو گیا کیونکہ اس کے سامنے ان گنت لوگ جن میں بوڑھے، بچے، مرد بھی تھے فاقوں سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے الزجری نے شہر کے دروازے کھول دیئے۔

غریب میں ابو عبد اللہ کو جب خبر ہوئی کہ اس کے چچا الزغل نے وادی آش سے نکل کر بڑے زوردار انداز میں المریہ، جیان اور بسط شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں کے لوگ بڑے جوش و خروش میں سلطان الزغل کا ساتھ دے رہے ہیں اور یہ کہ سلطان اب بڑی تیزی سے اپنے علاقوں میں مستحکم چوکیاں قائم کر رہا ہے اس پر ابو عبد اللہ بڑا فکر مند ہوا۔

ابو عبد اللہ کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر اس کا چچا سلطان الزغل اسی طرح ایک شہر کے بعد دوسرے شہر پر قبضہ کرتا رہا اور اپنی قوت میں اضافہ اور استحکام پیدا کر تا رہا تو وہ دن دور نہیں جب سلطان الزغل غریب پر بھی حملہ آور ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ غریب کے لوگ سلطان الزغل کے حق میں بغاوت کر کے ابو عبد اللہ کو جان سے ہی مار دیں۔ ان خطرات کے پیش نظر ابو عبد اللہ نے ایک قاصد فوراً قریب شہر میں فرولندہ کی طرف بھجوا دیا۔

اس قاصد کے ذریعے ابو عبد اللہ نے فرولندہ سے التماس کی کہ وہ فوراً سلطان الزغل پر حملہ آور ہو کر اس سے المریہ، جیان اور بسط شہر خالی کرادے۔ ابو عبد اللہ نے فرولندہ کو یہ بھی پیشکش کی کہ المریہ، جیان اور بسط شہر فرولندہ اگر سلطان الزغل پر حملہ آور ہو کر ان شہروں کو خالی کرادے تو ابو عبد اللہ ان شہروں پر فرولندہ کا قبضہ قبول کر لے گا۔ ابو عبد اللہ کا انتہائی احتیاط اور ندرانہ فیصلہ تھا جو اس نے اپنے چچا سے انتقام لینے کے لیے کیا تھا۔

دوسری طرف فرولندہ بھی ابو عبد اللہ کی اس کمزوری اور خامی کو بھانپ رہا تھا وہ سمجھ گیا تھا کہ ابو عبد اللہ اپنے چچا الزغل کی روز افزوں بڑھتی اور پھیلتی ہوئی طاقت سے خوفزدہ تھا اور وہ چاہتا تھا کہ یہ شہر الزغل سے چھین کر الزغل کو کمزور کر دیا جائے۔ لہذا فرولندہ نے ابو عبد اللہ کے قاصد کے ہاتھ یہ شرط پیش کی کہ وہ ضرور المریہ، جیان، اور بسط شہر سلطان الزغل پر حملہ آور ہو کر اس سے چھین لے گا۔ لیکن اس کے جواب میں ابو عبد اللہ کو بھی فرولندہ کا ایک کام کرنا ہوگا اور وہ یہ کہ جب فرولندہ ان شہروں پر حملہ آور ہو کر انہیں فتح کر لے گا تو ابو عبد اللہ کو غریب شہر آپ ہی آپ فرولندہ کے حوالے کرنا ہوگا۔

احتمال، بے وقوف اور ناعاقبت اندیش ابو عبد اللہ اپنے چچا سے دشمنی اور انتقام میں اس قدر دور چاکا تھا کہ اس نے سوچ و بچار سے کوئی کام نہ لیا فوراً اس نے فرولندہ سے یہ معاہدہ کر لیا کہ اگر فرولندہ اس کے چچا الزغل پر حملہ آور ہو کر اس سے المریہ، جیان اور بسط شہر چھین لے تو فرولندہ کے اس کام کے سلسلے میں ابو عبد اللہ غریب شہر بھی اس کے حوالے کر دے گا۔ فرولندہ یہی چاہتا تھا۔ برسوں سے اس کی آرزو تھی کہ غریب پر اس کا قبضہ ہو جب ابو عبد اللہ نے یہ شرط قبول کر لی فرولندہ کو اپنی دیرینہ آرزو پوری ہوتی نظر آئی تھی لہذا اس نے تین بڑے بڑے لشکر تیار کئے اور المریہ، جیان اور بسط شہروں پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کئے۔

نہیں چھپاتی افسوس آج جلا وطن ہو کر وہ تجھ سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتے ہیں تاکہ غریب الوطن اور بے بس بن کر آپس میں ایک دوسرے کا ماتم کریں۔ افسوس آہ وزاری پر تپ دل سے اجنبی ناواقف لوگ حقارت سے نہیں گے۔

غرض اسی دلخراش حالات میں مالقہ کے تمام مسلمانوں کو شہر سے باہر نکال کر القصبہ کے مقام پر جمع کیا گیا پھر انہیں اشبیلہ شہر لے جایا گیا اور وہاں انہیں آباد کیا گیا۔ انہیں جو خون بہا ادا کرنے کی مدت دی گئی تھی جب وہ مدت مقررہ ختم ہوگئی تو کچھ لوگ تو خون بہا ادا کر کے افریقہ کی طرف چلے گئے لیکن ان لوگوں کی تعداد بہت کم تھی اور باقی مالقہ کے لوگ جنگی تعداد ان گنت تھی انہیں خون بہا ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نساء بعد نساء غلام بنالیا گیا۔ اس طرح فرولندہ کی ظالمانہ حکمت عملی سخت تشدد اور وحشیانہ جبر پر مالقہ میں ختم ہوئی۔

مالقہ کے فتح ہونے کے بعد فرولندہ اندلس کے تمام مغربی حصہ پر قابض ہو گیا تھا۔ مشہور قلعہ جات رندہ اور مالقہ پر بھی اب فرولندہ کے مسیح پھرے اڑنے لگے تھے اب صرف ایک غریب ہی باقی رہا تھا جس پر ابو عبد اللہ چند روزہ حکومت میں پھولا ہوا تھا۔ ابو عبد اللہ کی مزید بد قسمتی کہ جب فرولندہ نے مالقہ فتح کیا تو اس فتح پر ابو عبد اللہ نے فرولندہ کو مبارکباد دی۔

مسلمان اب ابو عبد اللہ کی حماقتوں اور اس کی غداریوں کو سمجھ اور جان چکے تھے لہذا اب ان کی ساری امیدیں سلطان الزغل سے وابستہ تھیں لیکن ابو عبد اللہ نے اپنی حماقتوں کے باعث سلطان الزغل کو بھی فرولندہ کے سامنے بے بس اور مجبور کر کے رکھ دیا تھا۔ اگر ابو عبد اللہ سلطان الزغل کی راہ نہ روکتا تو یقیناً سلطان الزغل ایسے انداز میں فرولندہ پر حملہ آور ہوتا کہ مالقہ فتح کرنا تو دور کی بات فرولندہ کو اپنی جان بچا کر بھاگنا نصیب نہ ہوتا۔ پر افسوس احمق ابو عبد اللہ نے سلطان الزغل کی راہ روک لی اور اسے اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھا جس سے فرولندہ نے فائدہ اٹھا کر مالقہ پر قبضہ کر لیا۔

جس وقت مالقہ پر قبضہ ہو گیا تو ابو عبد اللہ سلطان الزغل کے سامنے سے ہٹ کر واپس غریب چلا گیا تھا۔ سلطان الزغل چونکہ اہل مالقہ کی کوئی مدد نہ کر سکا تھا۔ مالقہ کے فتح ہونے اور الزجری کے گرفتار ہونے کا اسے اتنا دکھ اور صدمہ تھا کہ وہ انتقام پر اتر آیا وہی لشکر جسے وہ لے کر اہل مالقہ کی مدد کو آیا تھا اس کے ساتھ وہ وادی آش سے نکلا کیے بعد دیگرے وہ المریہ، جیان اور بسط شہر پر حملہ آور ہوا یہ شہر ابو عبد اللہ کی کمانداری میں تھے پر سلطان الزغل ایسے زور دار انداز میں ان شہروں پر حملہ آور ہوا کہ تینوں شہروں پر یکے بعد دیگرے اس نے قبضہ کر لیا تھا اس طرح سلطان الزغل نے ایک بار پھر اپنی حکومت وادی آش سے لے کر جیان تک پھیلا دی تھی پھر وہ اس سلطنت کے استحکام کے لیے بڑی تیزی سے سرگرم عمل ہو گیا تھا۔

ادھر سلطان الزغل کو بھی وادی آتش میں فرولندہ کی اس پیش قدمی کی اطلاع ہو چکی تھی۔ رقیم بن خلط کو بھی سلطان الزغل نے اطلاع کر دی اور فوراً بطن شہر پہنچنے کا پیغام دیا۔ سلطان الزغل کا پیغام سننے ہی رقیم بن خلط کے پاس جس قدر لشکر تھا اس کا تیسرا حصہ اس نے اپنے مسکن کی حفاظت پر چھوڑا اور مسکن کی کمانداری پر اس نے قاضی عقبہ بن مغیرہ کو رکھا جبکہ باقی لشکر کے ساتھ وہ منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کی ہمراہی میں بطن شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

جس وقت رقیم بن خلط منصور بن نعمان اور منذر بن طریف بطن پہنچے۔ سلطان اس سے پہلے ہی بطن شہر پہنچ کر شہر سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو چکا تھا۔ سلطان نے رقیم بن خلط اور اس کے لشکر کا بہترین استقبال کیا اور اپنے لشکر کے پہلو میں اسے خیمہ زن ہونے کا حکم دیا جب رقیم بن خلط کا لشکر خیمہ زن ہونے لگا تب سلطان الزغل، رقیم بن خلط، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف تینوں کو اپنے ساتھ اپنے خیمے میں لے گیا۔

سب خیمے میں بیٹھ گئے پھر سلطان نے ان تینوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

میرے صاحبو! ابو عبد اللہ نے جو کچھ ہسپانیہ کے مسلمانوں اپنے باپ اور میرے ساتھ کیا ہے وہ تم سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ تم خداوند قدوس کی جس روز مالتہ پر فرولندہ کا قبضہ ہوا تھا اس کے ایک ہفتہ بعد تک میں چین کی نیند نہیں سو سکا کاش اس ابو عبد اللہ نے میری راہ نہ روکی ہوتی تو میں کسی بھی صورت فرولندہ کو مالتہ شہر پر قبضہ نہ کرنے دیتا۔

الزجری جسے میں اپنے جسم کا ایک حصہ خیال کرتا تھا اس پر نہ جانے کیا بیتی۔ فرولندہ نے اس کا کیا حشر کیا۔ یہاں تک کہتے کہتے سلطان الزغل رک گیا کیونکہ اس کی آنکھیں بھیک گئی تھیں اور اس کی آواز ڈوب کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک سلطان الزغل اپنے آپ پر قابو پاتا رہا پھر دوبارہ بولا۔

کاش اس وقت ابو عبد اللہ نے مجھے اپنے ساتھ الجھائے نہ رکھا ہوتا تو میں بروقت مالتہ کی مدد کو پہنچ کر الزجری اور اس کے لشکر کو محفوظ کر لیتا۔ پر افسوس صد افسوس شاید قدرت کو ہسپانیہ میں ہماری تباہی اور بربادی ہی منظور ہے اور یہ سب کچھ قدرت کی طرف سے ظلم نہیں بلکہ ہم اپنے اعمال ہی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں اب سنا ہے اس ابو عبد اللہ نے ایک اور حماقت کی ہے۔ اس نے فرولندہ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر فرولندہ المریہ، جیان اور بطن شہر مجھ سے چھین لے تو ابو عبد اللہ غزنی لے آپ ہی آپ فرولندہ کے حوالے کر دے گا۔ اس طرح ابو عبد اللہ خود اپنی حماقتوں اور کوتاہ اندیشی سے ہسپانیہ کے اندر مسلمانوں کی صدیوں پرانی بساط لپیٹ رہا ہے۔ سنو میرے عزیزو! میرے صاحبو! جہاں تک میرا بس چلتا ہے میں سینہ تانے فرولندہ کی

ضربوں کو برداشت کرتا رہوں گا اور اس پر ضرر نہیں لگاتا رہوں گا۔ اب جبکہ ایک دو روز تک فرولندہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچنے والا ہے تو میں سمجھتا ہوں اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنا لاکھ عمل تیار کر لینا چاہئے۔

میرا ارادہ یہ ہے بلکہ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ فرولندہ اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرے گا۔ جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے اس کے مطابق فرولندہ تین بڑے بڑے لشکر لے کر بطن کی طرف آ رہا ہے اور وہ میرے خیال میں جنگ بھی تینوں حصوں کے ساتھ کرے گا۔ اگر وہ اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے تو میرے صاحبو! ہمارا طریقہ کار کچھ یوں ہوگا۔

ہم اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کریں گے وہ لشکر جو ہمیشہ رقیم بن خلط کی کمانداری میں لڑتا ہے وہ رقیم بن خلط کے پاس رہے گا اور رقیم بن خلط جنگ شروع ہوتے وقت پڑاؤ ہی میں قیام کئے رہے گا اور باقی لشکر کو ملا کر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ میرے پاس رہے گا میں قلب کے طور پر جنگ کروں گا۔ دوسرا حصہ منصور بن نعمان کی کمانداری میں ہوگا۔ یہ میرے دائیں جانب اور تیسرا حصہ منذر بن طریف کی کمانداری میں بائیں طرف رہے گا۔

ہمارے تینوں لشکر دشمن کے تینوں لشکروں کا مقابلہ کریں گے جس وقت جنگ اپنے عروج پر آئے گی تو رقیم بن خلط اپنے لشکر کے ساتھ ایک لمبا چکر کاٹتا ہوا دشمن کے دائیں جانب سے گزرتا ہوا اس کی پشت کی طرف جائے گا پہلے دشمن کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر پڑاؤ کے محافظوں کو قتل کرے گا اور پڑاؤ کو آگ لگا دے گا اس کے بعد دشمن کے لشکر پر کہیں بھی اپنی مرضی سے ضرب لگائے گا۔ رقیم بن خلط کی اس ضرب سے فرولندہ اور اس کے لشکر کی سمجھیں گے کہ ہمیں کمک مل گئی ہے دوسرے جب وہ اپنے پڑاؤ کو جلتا ہوا دیکھیں گے تو ضرور افراتفری کا شکار ہوں گے اسی افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے امید ہے کہ ہم فرولندہ کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں گے۔

اور اگر فرولندہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے تو ہم اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے۔ ایک حصہ پہلے کی طرح رقیم بن خلط کی سرکردگی میں پڑاؤ میں رہے گا باقی لشکر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک میرے پاس دوسرا منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کی کمانداری میں جائے گا اور حملہ آور ہونے کا طریقہ وہی ہو گا جو میں پہلے بیان کر چکا ہوا اب میرے صاحبو! تم میں سے میری اس تدبیر پر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بولو۔

سلطان الزغل کے اس استفسار پر رقیم بن خلط نے باری باری سوالیہ اور جواب طلب نگاہوں سے منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کی طرف دیکھا اس کے جواب میں ان دونوں

نے عقیدت مندانہ طور پر اپنے سروں کو خم کر دیا تب رقیم بن خلاط کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ سلطان الزعل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ کی پیش کردہ تجویز ہمارے لئے آخری ہے اس پر ہم تینوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہیں میں سمجھتا ہوں اگر ہم اسی تجویز پر عمل کرتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کریں تو میرے خیال میں ہماری فتح اور کامیابی یقینی ہے۔ اس پر سلطان الزغل مسکراتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھو جنگ کی تیاری کو آخری شکل دیں اور اپنے لشکریوں کے کھانے کا بھی انتظام کریں۔ اس کے ساتھ ہی چاروں خیمے سے نکل گئے تھے۔

دوسرے روز فروندہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ بسط شہر کے قریب نمودار ہوا۔ جس جگہ سلطان الزعل اور رقیم بن غلاط اپنے لشکریوں کے ساتھ خیمہ زن ہوئے تھے اس سے پانچ میل کے فاصلے پر فروندہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوا تھا۔

دوسرے روز دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ سے آگے جا کر صف آراء ہوئے تاکہ جنگ کی ابتداء کی جائے۔ سلطان الزغل کے اندازے کے مطابق فروندہ نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ وسط میں وہ خود رہا۔ دائیں طرف اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کو رکھا اور بائیں جانب کے لشکر کی کمانداری گیلر کر رہا تھا۔ سلطان نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا ایک حصے کے ساتھ رقیم بن غلاط پڑاؤ ہی میں رہا۔ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سلطان قلب میں دائیں طرف منصور بن نعمان اور بائیں طرف منذر بن طریف کو رکھا گیا تھا۔

جب دونوں لشکر اپنی اپنی صفیں درست کر چکے تو پھر فرواندہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ اس طرح لشکر کو لے کر آگے بڑھا جس طرح خونی پرندوں کے غول پر شکستہ چڑیوں پر جھپٹتے ہیں۔ جس طرح انسانیت کا شکار کرنے والے بھیڑیے غاروں سے چیختے ہوئے نکلتے ہیں اور جس طرح سوراہے باڑوں سے نکل کر محنتوں کا ثمر چاٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قریب آنے کے بعد خود فروغ و رقصاں و جولاں فریب و تزیین کی طرح سلطان التزلزل پر حملہ آور ہوا آگیا رشتن بد نہاد برہم و پریشان تارکیوں کی طرح منصور بن نعمان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ جبکہ گیلر عبدالعظیم اور حالات ناموافق کی طرح منذر بن طریف پر نزول کرنے لگا تھا۔

سلطان الوغل، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف نے پہلے فروانہ، آگیار اور گیلر کے حملوں کو روکا اس کے بعد سلطان نے جارحیت کا افتتاح کرنے کے لیے زور زور سے تکبیریں بلند کرنا شروع کیں۔ سلطان کی ان تکبیروں کے جواب میں ایک سرے سے لے کر دوسرے

سرے تک مسلمانوں کے پورے لشکر میں تکبیریں بلند ہونے لگیں۔ اور پھر انہی تکبیروں کے نعروں کی گونج میں سب سے پہلے الزغل حرکت میں آیا لاکارتے مہیب و پر ہول طوفان اور برسات آتش کی شب کی طرح سلطان نے فرولندہ پر جوابی حملہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف منصور بن نعمان آوازوں کے نوٹے اور فیضانِ سرمدی کی طرح آگیا۔ پر ٹوٹ پڑا تھا جبکہ منذر بن ملحوف ایک وحشت جنوں میں سوزشِ دروں کی طرح گیلر پر چھا گیا تھا۔

سلطان، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کے جوابی حملے کرتے ہی میدان جنگ اپنی پوری شدت کے ساتھ بھڑک اٹھا تھا۔ چاروں طرف سے زخمی گھوڑوں کے ہنہانے مرنے والے اور زخمی ہونے والے انسانوں کی چیخ و پکار اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ آہ وزاری کے بادل بڑی تیزی سے آسمان کی طرف اٹھنے لگے تھے۔ زمین کا سیدہ لہو لہو ہونا شروع ہو گیا تھا۔

تھوڑی دور تک جب گھمسان کی جنگ ہوئی تب رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ سے نکلا معشر خرمی اور مرگ آوارہ کی طرح وہ کچھ پیچھے ہٹا پھر ایک لمبا کاوا اور چکر کاٹا ہوا وہ فرواندہ کے لشکر کی پشت کی طرف آیا اور فرواندہ کے پڑاؤ پر اس نے ہجر و حرارت اور جذبات کی حدت کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ پڑاؤ کی حفاظت پر فرواندہ کے جس قدر لشکری تھے انہیں بڑی تیزی سے رقیم بن خلاط نے قتل کر دیا اور پھر فرواندہ کے پڑاؤ کو اس نے آگ لگا دی تھی۔

فروغندہ کے پڑاؤ سے رقیم بن غلاط اپنے لشکر کے ساتھ ہٹا۔ محرمیوں کے ساہوں اور گرم موجزن خون کی طرح وہ آگے بڑھا اور آگیار کے لشکر کے ایک پہلو پر اس نے سرکشیدہ پکیتے شعلوں، سمندری طوفان اور زائد اجل کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

رقیم بن غلط کے اس طرح حملہ آور ہونے سے آگیلار کے لشکر کا ایک حصہ پوری طرح کٹ گیا تھا۔ رقیم بن غلط کو ایک جانب سے حملہ آور ہوتے دیکھ کر سامنے کی طرف سے منصور بن نعمان نے بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی۔ اس طرح دونوں نے مل کر آگیلار کے لشکر کے دو تہائی حصے کا تقریباً صفایا کر دیا تھا۔

فروغندہ اور یگیلر نے جب دیکھا کہ آگیلار کے لشکر کا اکثر حصہ مسلمانوں نے تہ تیغ کر دیا ہے اور پھر ان کی نظر جب اپنی پشت پر پڑی اور انہوں نے اپنے پڑاؤ کو جلتے دیکھا تو ان کے حواس ٹھکانے نہ رہے۔ وہ یہ سمجھے کہ ان کی پشت کی طرف سے بھی کوئی مسلمانوں کا لشکر ہے جس نے ان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر پڑاؤ کے محافظوں کو قتل کر دیا ہے اور پڑاؤ کو آگ لگا دی ہے۔ ہلاکتی تھی کہ فروغندہ کے لشکر کے اندر ایک افراقی پھیل گئی تھی۔ اس افراقی

کے عالم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلطان الزغل، رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی پیدا کر دی تھی۔

سلطان اور اس کے ساتھیوں کے ان زوردار حملوں کو فرولندہ برداشت نہ کر سکا جلد ہی اس کے لشکر کے اندر پسپائی کے بگل بجے اور فرولندہ، آگیار اور گیلمر تینوں اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے سلطان، رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان اور منذر بن طریف چاروں نے مل کر دور تک اپنے آگے بھاگتے ہوئے فرولندہ کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے لشکر کی تعداد خوب کم کی اتنی دیر تک فرولندہ کا پڑاؤ جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔

پھر سلطان پلٹا اپنے سارے ساتھیوں کو اس نے فتح کی مبارکباد دی چند روز تک سلطان نے رقیم بن خلاط کے ساتھ بڑے شہر میں رک کر اس کے استحکامات کا جائزہ لیا پھر سلطان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وادی آس کی جانب اور رقیم بن خلاط اپنے مسکن کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☆.....☆

گو سلطان الزغل کے پاس چھوٹی سی ایک ساحلی پٹی تھی جس پر اب اس کی حکومت رہ گئی تھی لیکن بڑے شہر کے نواح میں فرولندہ جیسے طاقتور باہمی کو شکست دینے کے بعد سلطان نے اپنی بے مثل شجاعت اور قوت کا اظہار کیا تھا۔ اس موقع پر اگر سلطان کے پاس ایسے ذرائع ہوتے جنہیں استعمال کر کے وہ اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کر سکتا یا اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کا کام کر سکتا تو یقیناً وہ ہسپانیہ کے اندر ایک انقلاب برپا کر کے رکھ دیتے۔ لیکن ان کے ذرائع آمدنی انتہائی محدود اور نہ ہونے کے برابر تھے اس لیے کہ جن علاقوں پر ان کی حکومت تھی وہ زیادہ تر کوہستانی تھے۔ زراعت بھی کم ہی ہوتی تھی لہذا آمدنی کے ذرائع بھی اسی طرح محدود اور مفقود تھے۔ اسی بناء پر سلطان الزغل چھوٹا سا ایک لشکر رکھ سکتا تھا لیکن اس لشکر کی اس نے بڑے بہتر انداز میں تربیت کی تھی۔ جس کی بناء پر رقیم بن خلاط کے ساتھ مل کر اس نے فرولندہ کو بڑے شہر کے باہر بدترین شکست دی تھی۔

بڑے شہر کے باہر فرولندہ کو شکست دینے کے بعد سلطان الزغل اگر چاہتا تو غرناطہ پر حملہ آور ہو کر ابو عبد اللہ کے سارے ایوانہائے امارت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیتا اور غرناطہ پر قبضہ کر لیتا لیکن سلطان نے ایسا نہیں کیا۔ سلطان جانتا تھا کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو پھر مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا ہی خون بہے گا اور فرولندہ کے مقابلے میں مسلمان مزید کمزور ہو کر رہ جائیں گے۔ سلطان الزغل کو اب بھی امید تھی کہ شاید ابو عبد اللہ کوئی ایسی شوکر کھائے اور سنبھل کر فرولندہ کے سامنے اس کی طرح مسلمانوں کا دفاع کرے لیکن شاید ابو عبد اللہ کی قسمت میں ایسی نیکی ایسی سعادت نہ لکھی تھی۔

سلطان الزغل کا بڑے شہر سے باہر فرولندہ کو شکست دینے کے بعد غرناطہ پر حملہ آور نہ ہونا بھی سلطان الزغل کی ملت اور قوم پروری کا ایک بہت بڑا ثبوت ملتا ہے۔ جہاں سلطان الزغل کے ہاتھوں ہسپانیہ کے اکثر مسلمان خوش اور شادمان تھے وہاں ابو عبد اللہ کی کیفیت مختلف تھی۔ سلطان الزغل کے ہاتھوں فرولندہ کی شکست نے اسے مغموں اور طول کر کے رکھ دیا تھا۔

سلطان الزغل کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد فرولندہ نے پھر جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ چونکہ اس کے وسائل بے پناہ تھے لہذا جلد ہی اس نے ایک اور جرار لشکر تیار کیا

اور سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط سے جنگ کرنے کے لیے وہ قرطبہ سے روانہ ہوا۔ بڑے شہر کے باہر ایک بار پھر فرواندہ اور سلطان الزغل، رقیم بن خلاط کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں بھی سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط نے فرواندہ کو بدترین شکست دی اور فرواندہ پہلے کی طرح بھاگ کر قرطبہ کی طرف چلا گیا تھا۔ فرواندہ کی یہ شکست ابو عبد اللہ کے دل پر دکھ اور غم کی دوسری ضرب تھی۔

فرواندہ نے شاید اب یہ جائزہ لے لیا تھا کہ کسی بھی طرح کھلے میدانوں میں وہ سلطان الزغل اور رقیم بن خلاط کو شکست نہیں دے سکتا۔ لہذا وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح دغا اور چالاکی سے کام لیتے ہوئے سلطان الزغل کی طاقت اور قوت کو کمزور کر دیا جائے۔ پھر آہستہ آہستہ ایک کے بعد دوسرا شہر سلطان سے چھینے ہوئے سلطان کو ہسپانیہ سے نکل کر افریقہ کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا جائے۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے فرواندہ نے چند نئے دسے ترتیب دیئے اور اس نے ان کی خصوصی تربیت کا انتظام کیا۔ پھر جب بڑے سلطان الزغل کی مملکت کے دوسرے شہروں میں فصلیں پک کر کٹنے کے لیے تیار ہو گئیں تب فرواندہ نے اپنے جن خصوصی دستوں کو تربیت دی تھی ان کو وہ حرکت میں لایا۔ رات کی تاریکی میں سلطان الزغل کی سلطنت میں وہ جگہ جگہ سے داخل ہوئے اور پکی ہوئی فصلوں کو انہوں نے آگ لگا دی تھی۔ جس وقت بڑے شہر کے گرد و نواح اور دوسرے شہروں کے آس پاس ساری فصلیں جل کر تباہ ہو گئیں عین اسی وقت فرواندہ نے بڑے شہر پر اچانک حملہ کیا۔ سلطان الزغل چونکہ اس وقت رقیم بن خلاط کے ساتھ اپنے علاقوں کی جلی ہوئی فصلوں کا جائزہ لے رہا تھا اس لیے بڑے دفاع نہ کر سکا۔ اور بڑے پر فرواندہ نے قبضہ کر لیا۔

فصلوں کا جل جانا سلطان الزغل کے لیے بہت بڑا نقصان تھا۔ جس کی وہ کسی بھی طور پر تلافی نہ کر سکا۔ اس لیے کہ اس کے ذرائع آمدنی تو پہلے ہی انتہائی محدود تھے اب جو اسے فصلوں کے نقصان کو برداشت کرنا پڑا تو اس لحاظ سے معاشی طور پر سلطان الزغل کی ایک طرح سے کمزور کر رہ گئی تھی۔

آگ لگ جانے سے سلطان الزغل کی مملکت میں چاروں طرف بری طرح قحط نمودار ہوا جس کے باعث ہر شہر ہر قصبہ میں فاقہ کشی رقص کرنے لگی۔ ان حالات میں فرواندہ نے بڑے شہر کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد سلطان الزغل کے علاقوں میں مزید پیش قدمی کی چونکہ سلطان کی مالی حالت انتہائی خستہ ہو چکی تھی لہذا فرواندہ ایک کے بعد دوسرا شہر اور قصبہ اپنے قبضے میں کرتا چلا گیا۔

اسی طرح رفتہ رفتہ وہ قلعے جو البشارات کے تمام اندرونی اور محفوظ مقامات کی گویا کنجی تھے یکے بعد دیگرے فرواندہ کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ سلطان الزغل ایک دانشمند اور محنت انسان تھا یہ روز افزوں اپنا تنزل دیکھ کر سمجھا کہ خاتمے کا وقت قریب آیا ہے جسے کسی بھی صورت ٹالائیں جا سکتا لہذا اس نے ایک انتہائی تلخ فیصلہ کیا۔

سلطان الزغل جانتا تھا کہ فرواندہ پوری طرح حادی ہوتا جا رہا تھا اور چند شہروں اور قصبوں کے علاوہ باقی سارے علاقوں پر اس نے قبضہ کر لیا ہے اور یہ کہ ابو عبد اللہ بھی فرواندہ کی حمایت میں اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے لہذا سلطان الزغل نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا اور وہ یہ کہ جو چھوٹا سا علاقہ اس کے پاس رہ گیا ہے اس سے بھی دست بردار ہو کر اس نے افریقہ میں جلا وطن ہونے کا عزم کر لیا تھا۔

سلطان کا یہ فیصلہ ہرگز سلطان کی بزدلی نہیں تھا بلکہ سلطان مشیت ایزدی سے مجبور ہو کر یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ جس وقت سلطان کے پاس صرف المریہ شہر رہ گیا اس وقت ایک قاصد شام کے وقت رقیم بن خلاط کے مسکن میں داخل ہوا اور رقیم بن خلاط کی رہائش گاہ پر اس نے دستک دی۔

یہ دستک سن کر منصور بن نعمان اور منذر بن طریف بھی باہر آ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد رقیم بن خلاط نے جب دروازہ کھولا تو قاصد کہنے لگا۔ امیر محترم! میں سلطان الزغل کی طرف سے آیا ہوں اور آپ کے لیے ایک انتہائی اہم پیغام رکھتا ہوں۔

اس پر رقیم بن خلاط نے گھر کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا آؤ بیٹھو۔ سکون سے بیٹھ کر میرے ساتھ بات کرو۔ وہ قاصد بڑے دکھ اور پریشانی سے کہنے لگا۔

امیر محترم! میں جلدی میں ہوں بیٹھوں گا نہیں۔ سلطان الزغل کا آپ کے نام یہ پیغام ہے کہ آپ البشارات کے ساحل سمندر پر ان سے ملاقات کریں اس وقت سلطان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ساحل سمندر پر بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

اس قاصد کے اس پیغام پر رقیم بن خلاط کچھ پریشان ہو گیا تھا۔ منصور بن نعمان اور منذر بن طریف بھی افسردہ سے دکھائی دینے لگے تھے۔ پھر رقیم بن خلاط نے پوچھا۔ دیکھ میرے عزیز! میرے بھائی! خیریت تو ہے؟ سلطان الزغل اس وقت ساحل سمندر پر کیوں ہیں۔ اس پر قاصد بکھری ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! میں اس کی وجہ نہیں جانتا لیکن انہوں نے فی الفور آپ کو بلایا ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو ابھی میرے ساتھ سلطان الزغل سے ملنے کے لیے روانہ ہو جائیں اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔ اگر ایسا ہے تو رکو میں ابھی تمہارے ساتھ روانہ ہوں گا۔ اس پر منصور کہنے لگا۔

امیر محترم! میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا ہاں ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلو منذر بن طریف مسکن میں رہے گا۔ پر جلدی کرو۔ نہ جانے سلطان الزغل نے ہمیں کس سلسلے میں بلایا ہے اور ہاں منذر میرے بھائی تم چند دستوں کو بھی تیار کر دو جو ہمارے ساتھ ساحل سمندر کی طرف جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان اپنے گھروں میں داخل ہو گئے تھے قاصد وہیں کھڑا اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر انتظار کرنے لگا تھا جبکہ منذر بن طریف بھاگتا ہوا ایک سمت چلا گیا تھا۔

رقیم بن خلاط جب دوبارہ گھر میں داخل ہوا تو گھر کے صحن میں روطہ اور نوریہ دونوں پریشان سی کھڑی تھیں۔ رقیم بن خلاط گھر کا دروازہ بند کر کے ان کے پاس آیا تو نوریہ نے فوراً پوچھ لیا خیر تو ہے قاصد کیا کہہ رہا تھا اس پر رقیم بن خلاط بھی سی آواز میں کہنے لگا۔ یہ قاصد سلطان الزغل کی طرف سے آیا ہے۔ سلطان الزغل اس وقت البشارات کے سامنے والے ساحل سمندر پر ہیں اور مجھے انہوں نے فی الفور بلایا ہے۔ اس بار روطہ نے بکھری اور پریشان کن آواز میں کہا۔ خیریت تو ہے۔ سلطان نے پہلے تو کبھی بھی آپ کو اس جگہ نہیں بلایا۔ رقیم بن خلاط جواب میں کہنے لگا۔

سلطان کے بلانے پر میں اور منصور بن نعمان جا رہے ہیں۔ منذر بن طریف ہماری غیر موجودگی میں مسکن ہی میں رہے گا۔ میں اور منصور اپنے ساتھ چند حفاظتی دستے بھی لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط سامنے والے کمرے میں گیا اور اپنا وہ سادہ لباس اتار کر جنگی لباس پہننے لگا تھا۔

تھوڑی دیر تک رقیم بن خلاط دوبارہ صحن میں آیا۔ باری باری اس نے روطہ اور نوریہ پر ایک الوداعی نگاہ ڈالی۔ پھر وہ مکان سے باہر نکل گیا تھا۔ اتنی دیر تک منصور بن نعمان بھی تیار ہو کر اپنے مکان سے باہر کھڑا تھا۔ منذر بن طریف حفاظتی دستوں کو بھی لے آیا تھا۔ سامنے رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان کے گھوڑے کھڑے تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور سلطان الزغل کے قاصد اور حفاظتی دستوں کے ساتھ اپنے مسکن سے البشارات کے ساحل کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○

رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں جب سلطان الزغل کے قاصد کی رہنمائی میں حفاظتی دستوں کے ساتھ البشارات کے ساحل پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطان الزغل اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ساحل سمندر پر ایک چٹائی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی سمندر میں چند کشتیاں تھیں۔ اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے رقیم بن خلاط اور منصور بڑ

نعمان وہاں پہنچ کر اپنے گھوڑوں سے اترے تو سلطان الزغل اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اپنے گھوڑوں کی باگیں چھوڑتے ہوئے رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان آگے بڑھے اور باری باری سلطان الزغل اور اس کے ساتھیوں سے بغلیں ہوئے۔

سب سمندر کے کنارے پہنچی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ گئے پھر رقیم بن خلاط نے سلطان الزغل کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے پریشان اور افسردہ لہجے میں کہا۔

سلطان محترم! خیریت تو ہے مجھے آپ نے کیوں طلب کیا ہے۔ اس پر سلطان نے افسردہ بکھری بکھری ٹوٹی پھوٹی آواز میں کہا۔ سن رقیم بن خلاط میرے رفیق! میرے دوست! میرے بھائی! میرے محسن! میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ میں تمہارے آنے کے تھوڑی دیر بعد تک ہمیشہ کے لیے ہسپانیہ چھوڑ کر ایک جلاوطن کی حیثیت سے افریقہ روانہ ہو رہا ہوں۔

سلطان الزغل کا یہ جواب سن کر رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان دونوں دنگ اور پریشان رہ گئے۔ اس موقع پر رقیم بن خلاط کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ سلطان الزغل پھر بول پڑا۔

سنو میرے دونوں ساتھیو! ہسپانیہ کے اندر اب میں وہ مسافر ہوں جس کی ساری امیدیں ابدیت کی گہرائیوں میں سو گئی ہیں۔ میں وہ زندانی ہوں جس کے جسم میں اب خون کے صرف چند قطرے باقی رہ گئے ہیں اور انہیں بھی زہر آلود کر دیا گیا ہو۔ سن رقیم بن خلاط! ہسپانیہ کے اندر میں قعر گمانی اور نیچے اغیار میں پھنسا ہوا وہ ناخدا ہوں جس کی کشتی کے سارے ہی چوار توڑ دیئے گئے ہوں اور جس کے مقدر میں ایک طوفان کے بعد دوسرا طوفان اٹھ رہا ہے۔

سن رقیم میرے بھائی! میرے محسن! میرے عزیز! میں اب ہسپانیہ میں ڈوبتے سورج کی وہ نگاہ ہوں جس کے مقدر میں سحر نہیں لکھی گئی۔ میں ہسپانیہ کا وہ بد قسمت مسافر ہوں جو اب ہسپانیہ کی کو آئندہ کی پونجی کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ کاش میں عظیم مسلم قوم کی سطوت ثابت ہوتا۔ لیکن اپنوں کے گرد آلود جذبوں اور یورش بے جہتی نے مجھے کہیں کانہیں چھوڑا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں ہسپانیہ میں قافلہ آدم میں بہت پیچھے رہ گیا ہوں۔

رقیم بن خلاط، میرے بھائی! میں جانتا ہوں کہ ہسپانیہ کی سرزمین میں میرے آباؤ اجداد کے خوابوں کی طرح ہیں۔ اس کی آسودہ فضاؤں میں میرے آباؤ اجداد کی محبتوں کا لہو ہے۔ ناسے چھوڑنا میرے لیے کسی قدر گراں اور کسی قدر تکلیف دہ ہو گا۔ یہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ رقیم میرے بھائی! کبھی وہ بھی دور تھا کہ اپنے دشمن کے خلاف حرکت میں آنے کے لیے میں ستاروں کی رہنمائی میں سفر کرتا تھا تو نقاروں کی گونج میں میرا خون بڑھتا تھا۔ اب ایک بے نوا انسانیت کی حیثیت سے میرے حاشیہ خیال میں عزت نشینی اور گوشہ گیری کے سوا کچھ نہیں رہا۔

اور ابو عبد اللہ کی صورت میں دیکھے ہیں۔ سلطان محترم! میرا ماضی، حال اور مستقبل ایسے بھیڑیوں ایسے زہر آلود خجروں سے بھرا پڑا ہے۔ میں نے اپنا بچپن اپنی جوانی کی ابتدا زندان کے ایسے ماحول میں گزاری جہاں میرے لیے مصائب کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہتے کہتے رقیم بن خلاط کی آواز بکھر اور پھٹ سی گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا پھر وہ دوبارہ مغموم سی آواز میں کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم! میں ہسپانیہ میں مسلمانوں کی ذہنی کشتی کا ناخدا ہونے کا دعویدار تو نہیں تاہم میں یہ ضرور کہوں گا کہ جب تک میری جان میں جان ہے میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہے میں ایک سپاہیانہ وقار کے ساتھ ایسے ارادوں کی طرح جن میں پسپائی نہ ہو ایسی خاکستری چٹان کی طرح جس سے لہریں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں دشمن کے سامنے اس وقت تک کھڑا رہوں گا جب تک میرے جسم کا سارا خون نچوڑ کر میری قوم میری ملت کی آزادی کے لیے نچھاور نہیں کر دیا جاتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تو سلطان الزغل نے مغموم سی مسکراہٹ میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیکھ رقیم! میرے بھائی، میرے عزیز! میرے رفیق! قسم خداوند قدوس کی مجھے تمہاری طرف سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ دیکھ میرے بھائی یہ جو تو سمندر کے کنارے کشتیاں کھڑی دیکھتا ہے ان میں اب یہاں سے میں رخصت ہوں گا۔ ہو سکتا ہے تیرے ساتھ پھر کبھی میری ملاقات نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی سلطان الزغل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پھر سلطان باری باری رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان سے بغلیں ہوا اور آخر میں روتی اور آنسو بہاتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ رقیم بن خلاط اور منصور میرے دونوں بھائیو! اتنا عرصہ میں تمہارے ساتھ ملت کے دفاع میں رہا اس دوران مجھ سے اگر کوئی غلطی کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف کر دینا۔ اس سے آگے سلطان کچھ نہ کہہ سکا تھا اس کی آواز ٹوٹ کر بکھر گئی تھی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں پھر وہ اپنی عیالہراتا ہوا بڑھا اور کنارے پر کھڑی کشتیوں میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا تھا۔

پھر سلطان کے اشارے پر کشتیاں حرکت میں آئیں اور آہستہ آہستہ سمندر میں آگے بڑھتی ہوئیں ہولے کی صورت اختیار کرنے لگیں تھیں رقیم بن خلاط۔ منصور بن نعمان سمندر کے کنارے اپنے گھوڑوں کے پاس کھڑے فضا میں ہاتھ لہراتے ہوئے سلطان الزغل کو الوداع کہہ رہے تھے۔ دور مغرب میں سورج دن بھر زندگی کا سیلا پن لٹاتا ہوا اداس گیتوں کی طرح مغربی پناہ گاہوں میں غروب ہو رہا تھا جس کے باعث افق اور پورا سمندر لال گوں ہو گیا تھا۔

یہاں تک کہتے کہتے سلطان الزغل کی آنکھوں سے اس کے موتیوں جیسے آنسوؤں کے کئی قطرے اس کے دامن پر گرے۔ پھر سلطان الزغل آنسو میں بھیگی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ رقیم بن خلاط میری یہ بڑی آرزو اور خواہش تھی کہ میں ہسپانیہ کے مسلمانوں کی کشتی طوفانوں سے نکال کر ساحل پر لے جاؤں۔ لیکن میرے اپنوں اور خصوصیت سے میرے بھتیجے نے میری زندگی کی ٹہنی میں کانٹے ہی کانٹے اور دل کی بھتی میں خار ہی خار بھر دیئے۔

دیکھ رقیم بن خلاط! میرے بھائی! میں جانتا ہوں کہ تو اپنے حریت پسند ساتھیوں کے ساتھ کچھ عرصے تک آبدار خنجر کی طرح مسلم دشمن قوتوں کے سامنے ہمارے گالیکن آخر تک یہ فرواندہ اور ابو عبد اللہ مل کر تیرے سامنے گرنے کے کڑھے اور شدید ناامیدوں کے خونی ساگر کھڑے کریں گے۔ یہ ابو عبد اللہ بندہ دنیا و دام ہوس کار اور کوتاہ عمل ہے۔ میرے بھائی قبل اس کے کہ یہ دونوں سفالین ہسپانیہ میں تمہارے لیے ماحول کو نامساعد تمہاری اور تمہارے لواحقین کی زندگی کو برگ آوارہ سندان سا جگر جیسا بنا دیں میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہسپانیہ سے نکل کر بخیر و عافیت افریقہ کی طرف چلے جاؤ ورنہ یاد رکھنا مسلمانوں کے دشمن ہسپانیہ میں تمہارے ساتھ موت کا کھیل کھیلے ہوئے خون کی ندیاں بہا میں گئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان الزغل خاموش ہو گیا تھا۔ رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک سر جھکا کر کچھ سوچتا رہا اس کی آنکھوں میں گہری نمی تھی کچھ دیر وہ گہرے تفکر میں ڈوبا رہا پھر اس نے اپنی نم آلود آنکھوں سلطان کی آنکھوں میں ڈالیں پھر وہ کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم! میں جانتا ہوں آپ کی باتیں میرے لیے غلطی کا سامان فراہم کریں گی لیکن اس کے باوجود میں گزارش کروں کہ جو رزم گاہیں میں نے اپنے لیے منتخب کی ہیں ان میں ہمارا مقصد ہماری زندگی کی طرح عظیم ہے۔ سلطان محترم! میں جانتا ہوں جس شاہراہ حیات کے چوراہے پر میں اس وقت کھڑا ہوں وہاں سر پر کھیلی موت، دشت ناامیدی، مصائب برساتی آندھیوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سلطان محترم! میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اب فرواندہ اور ابو عبد اللہ کے سامنے مسلمانوں کی حیثیت ایک بکری سے بڑھ کر نہیں ہے اور بکری کا احتجاج کبھی بھی بھیڑیے کی خونیں بدل سکتا۔ پھر بھی سلطان محترم میں خون آلود تلواروں کی چمک، تیروں کی سنناہٹ گھوڑوں کی ٹاپوں میں کھڑا ہو کر اس خوبصورت صبح کا انتظار کروں گا جب مسلمان نوجوان انا البرق کہہ کر نقاروں کی صداؤں میں موت کے متلاشیوں کی طرح دشمن کے سامنے سینہ پر ہوں گے۔

سلطان محترم! ہسپانیہ کی سرزمین میں آپ نے صرف دو بھیڑیے دو زہر آلود خنجر فرواندہ

صورت اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ایک ایسا ناگ ہے جس نے ہر مسلمان کو ڈسا۔ وہ ایک ایسا بھیڑیا ہے جس نے اپنے باپ اور چچا ہی کو نہیں بلکہ مسلم قوم کے ہر پاسان کو دانت دکھائے۔ لہذا اس پر کسی بھی صورت بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ نہ اسے میں غرناطہ کا سلطان ہی ماننے کے لیے تیار ہوں۔ سن میرے بھائی! ابو عبد اللہ پہلے ہی فرواندہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے فرواندہ سلطان الزغل کو افریقہ سے نکالنے کے بعد ابو عبد اللہ سے غرناطہ کی واپسی کا تقاضہ کرے گا۔ اب ابو عبد اللہ کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔

اول یہ کہ وہ غرناطہ دینے سے انکار کرے اور فرواندہ کے خلاف لڑتا ہوا مارا جائے۔ دوم یہ کہ غرناطہ چپ چاپ فرواندہ کے حوالے کر کے خود کہیں جلا وطن ہو جائے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے ابو عبد اللہ فرواندہ سے جنگ نہیں کرے گا بلکہ چپ چاپ غرناطہ اس کے حوالے کر کے نکل جائے گا۔ اس طرح ان حالات میں فرواندہ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہم پر وارد ہوگا اور ہمیں اس کے ساتھ ایک ختم نہ ہونے والی چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کرنا ہوگی۔

منصور میرے بھائی! ان حالات میں میں چاہوں گا کہ اپنی عورتوں کو افریقہ بحفاظت پہنچا دیا جائے جہاں وہ پرسکون زندگی بسر کر سکیں۔ دیکھ منصور میرے بھائی جہاں تک میرا تعلق ہے میں اپنے خون کے آخری قطرے تک دشمن سے جنگ کروں گا اپنے مسکن کا دفاع کروں گا اور کسی بھی صورت جلا وطن ہونا پسند نہیں کروں گا۔ اس پر منصور بن نعمان فوراً، رقیم بن خلاطہ کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر محترم! ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے قدموں کے نشانات ہی ہمارے لیے راہبری اور راہنمائی کا سامان ہیں۔ یہ مت خیال کیجئے گا کہ ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ قسم خداوندی ہم اپنی جان کے نذرانے تک آپ کے لیے پیش کر دیں گے۔ رقیم بن خلاطہ فوراً منصور بن نعمان کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

سن منصور میرے بھائی! جو باتیں میں نے کہی ہیں وہ منذر بن طریف سے بھی جا کر کہہ دو خود بھی اور اس سے بھی کہو اپنی بیویوں سے مشورہ کرو۔ اگر وہ واقعی افریقہ جانا چاہیں تو ان کی روانگی کے آج ہی بندوبست کئے جائیں گے۔ میں بھی گھر جا کر روطہ اور نویرہ دونوں سے مشورہ کرتا ہوں۔ تم دونوں ایسا کرنا اپنی بیویوں سے بات کرنے کے بعد مسکن کے سارے لشکریوں اور ان کی عورتوں سے جا کر مشورہ کرنا۔ ان میں سے جو بھی یہاں سے نکل کر افریقہ جانا چاہے اس کی روانگی کا بندوبست کیا جائے گا۔ کسی کو میں زبردستی یہاں روکنا پسند نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ فرواندہ کے ساتھ چھاپہ مار اور گوریلا جنگوں میں ہمیں یقیناً بڑی تکلیف دہ زندگی بسر کرنا ہوگی۔ اور کسی بھی لمحہ موت مرگ کے سائے ہمیں اپنی طیلان میں لپیٹ سہ

پھر رقیم بن خلاطہ اور منصور بن نعمان کے دیکھتے ہی دیکھتے سلطان کی کشتیاں ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں۔ اس موقع پر رقیم بن خلاطہ اور منصور بن نعمان دونوں کی آنکھیں نمناک ہو گئیں تھیں۔ دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ اپنے مسکن کی طرف جا رہے تھے۔

○

فجر کی نماز رقیم بن خلاطہ اور منصور بن نعمان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے مسکن میں داخل ہوتے ہی ادا کر لی تھی۔ پھر جس وقت دور کہیں مشرقی افق پر کوہستانی سلسلوں کے پیچھے سے سورج نمودار ہو رہا تھا رقیم بن خلاطہ اور منصور بن نعمان دونوں اپنی رہائش گاہوں کے سامنے نمودار ہوئے۔

اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے منصور بن نعمان نے کچھ سوچا پھر نیچے اتر کر اور گھوڑے کی باگیں پکڑ کر رقیم بن خلاطہ کے سامنے آن کھڑا ہوا اور سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ رقیم بن خلاطہ نے تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچا پھر چند لمحوں تک بڑے غور اور انہماک سے منصور بن نعمان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔ منصور میرے بھائی سلطان کا ہسپانیہ کی سر زمین سے چلے جانا یہاں کے مسلمانوں کے لیے انتہائی نقصان دہ اور خطرے کی علامت ہے۔ سلطان الزغل کے بغیر ہسپانیہ کے مسلمان بے مہادر اونٹوں کے قافلوں کی مانند ہو کر رہ جائیں گے۔ سلطان ایک عملی مزاج سر پر موت بن کر کھیل جانے والا انسان تھا۔ سلطان کے بغیر اب مسلمان ہسپانیہ میں فرواندہ کے سامنے کمزور گھاس کے تنکوں کی مانند ثابت ہوں گے۔

تھوڑی دیر تک مزید رک کر رقیم بن خلاطہ نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ سن منصور میرے بھائی! ہسپانیہ میں سلطان روشنی کا ایک مینار، زندگی اور موت سے آشنا تھا۔ وہ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی دینی رفعت، آنکھ کا تارہ، نور کا دھارا تھا۔ وہ سرتا پاؤں مسلمانوں کے لیے غمگسار، غم خواری اور ہمدردی تھا۔ مسلمانوں کے لیے وہ یقیناً ان سرزمینوں میں یقیناً محبوب، پوشیدہ قوت، متاعِ پونجی اور اثاثہ تھا۔ اب ہم اس اثاثے سے محروم ہو گئے ہیں۔ سلطان نے اپنے آپ کو ہمیشہ ماضی کے دھندلکوں کے اندر جہد و عمل اور قوم کی ڈمگاتی خشکی کا نا خدا ثابت کیا۔ منصور میرے بھائی! سلطان الزغل سر پا امید و رجاء آس و ڈھارس، ولولہ و ترنگ تھا۔ وہ یقیناً مجسم تندہی اور کاوش سرگرمی اور جانفشانی تھا۔ اس کے بغیر اب ہسپانیہ میں مسلمان ایک بے اثر دوا، بے ثمر شجر، بے سحر رات، بے سرو سامان مسافر کی طرح ہو کر رہ جائیں گے۔ سن میرے بھائی سلطان کا تھپکا ابو عبد اللہ ایک ایسا شخص ہے جس پر کسی بھی

ہیں اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط اپنے گھر میں داخل ہو گیا تھا۔ منصور بن نعمان بھی وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

رقیم بن خلاط بکھرا بکھرا مغموم جب اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ دروازے کے قریب ہی روطہ اور نوریہ دونوں کھڑی تھیں وہ بھی پریشان سی دکھائی دے رہی تھیں۔ رقیم بن خلاط کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے روطہ بے چاری فوراً بولی اور پوچھنے لگی۔

آپ مکان سے باہر کیوں کھڑے ہو گئے تھے۔ آپ اندر آتے منصور بن نعمان کو بھی اندر لا کر بٹھاتے ہم لوگوں کو بھی پتہ چلتا کہ آپ کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ روطہ کی اس گفتگو کا رقیم بن خلاط نے کوئی جواب نہ دیا۔ ان دونوں کو وہ سلام کرتا ہوا سامنے والے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔

رقیم بن خلاط کے اس رویے نے روطہ اور نوریہ دونوں کو پریشان اور افسردہ کر کے رکھ دیا تھا۔ ان دونوں بے چاریوں نے بھی عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا دونوں کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ پھر دونوں رقیم بن خلاط کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ نوریہ بڑے پیارے اور چاہت آمیز انداز میں رقیم بن خلاط کے دونوں کندھے دبائے لگی تھیں جبکہ روطہ رقیم بن خلاط کے سامنے بیٹھ گئی اور بڑی ہمدردی اور پیار بھری آواز میں پوچھنے لگی۔

کیا بات ہے آپ اداس اور پریشان کیوں ہیں۔ ہم دونوں آخر آپ کی زندگی کی ساتھی ہیں ہمیں نہیں بتائیں گے تو کس پر انکشاف کریں گے۔ بتائیے آپ مکان سے باہر کھڑے ہو کر منصور بن نعمان سے کیا گفتگو کر رہے تھے۔ کس بات نے آپ کو پریشان اور افسردہ کر دیا ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کی باری باری اس نے روطہ اور نوریہ کی طرف دیکھا پھر بکھرے بکھرے سے لہجے میں کہنے لگا۔

سنو میری دونوں ساتھیو! میری دونوں رفیقو! سلطان الزغل ہسپانیہ سے جلاوطن ہو کر افریقہ جا چکے ہیں۔ وہ اپنے بھتیجے ابو عبد اللہ کے رویے سے بڑے نالاں اور تنگ تھے اور اسی کی وجہ سے انہوں نے ہسپانیہ کو خیر باد کیا ہے۔ دیکھو روطہ اور نوریہ! سلطان کے یہاں سے چلے جانے کے بعد ہو سکتا ہے ہسپانیہ میں مسلمانوں کے حالات دگرگوں ہو جائیں۔ ابو عبد اللہ پہلے ہی فرواندہ سے اتحاد کر چکا ہے اگر وہ نہ بھی کرے گا تو فرواندہ اسے غرناطہ سے نکال باہر کرے گا اور میرے خیال میں الزغل کی طرح اسے بھی ہسپانیہ سے جلاوطن ہو جانے پر مجبور کر دے گا۔

اس کے بعد ہم اکیلے فرواندہ کی طاقت اور قوت کا نشانہ نہیں گے۔ ان حالات میں فرواندہ کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کرنا ہوگی۔ میں تم دونوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان حالات میں میں اگر تم دونوں کو ممکن سے نکال کر افریقہ کی طرف

روانہ کر دوں تو تم دونوں کو اس پر اعتراض تو نہ ہوگا۔ ایسا میں تم دونوں کے آرام اور سکون، آسائش اور حفاظت کی خاطر کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھ روطہ اور نوریہ اب ممکن میں زندگی نہایت تلخ، دشوار اور تکلیف دہ ہو کر رہ جائے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط جب خاموش ہوا تو روطہ اور نوریہ نے ایک دوسرے کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں نمناک ہو گئیں تھیں۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں دونوں نے کوئی فیصلہ کیا اس کے بعد روطہ اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہنے لگی تھی۔

امیر محترم! میں اور نوریہ دونوں آپ کے بغیر ویرانہ حیات میں سنان گوشے کھنڈروں میں جلتے دیئے، صحرا میں پتے تنہا درخت اور کالی سردیوں میں سایہ ابرگریزاں کی طرح ہیں۔ آپ میرے اور نوریہ دونوں کے لیے جسموں میں زندگی کی حرارت، مسکراہٹ کی گھلاوٹ و گرمی، صحرا اور بیابان حمد کے گیت جیسے دلکش، وقت کے سرد منجمد لحوں میں غم کی آگ میں نیلے آسمان پر امید کا روشن ستارہ ہیں۔

امیر محترم! کبھی یہ بات اپنے دل میں نہ لائیے کہ میں اور نوریہ اپنی حفاظت اور اپنے سکون کی خاطر آپ کو چھوڑ کر افریقہ جانے پر رضا مند ہو جائیں گی۔ ہرگز نہیں۔ امن ہو یا جنگ۔ میں اور نوریہ دونوں بہنیں امتداد زمانہ میں نئی صبح و شام، زم زموں کا ارتعاش اور حدت احساس کی طرح رہیں گی۔

امیر محترم! اب ہم دونوں کا یہ فیصلہ ہے کہ آج کے بعد آپ جنگوں پر اکیلے نہیں نکلا کریں گے۔ میں اور نوریہ بھی جنگی لباس میں آپ کے پہلو بہ پہلو اپنے دشمنوں کے خلاف جنگ کریں گی اور آپ دیکھیں گے کہ جنگوں میں ہم دونوں بہنوں کی کارکردگی آپ کے لیے مایوسی کا باعث نہ ہوگی۔ امیر محترم! آج تو آپ نے یہ بات کہہ دی ہے خدا کے لیے آئندہ کبھی بھی ہمیں اپنے سے جدا کر کے افریقہ بھیجنے کی بات نہ کیجئے گا۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم دونوں کی لاشیں آپ اپنے سامنے تڑپتی ہوئی دیکھیں گے۔ امیر محترم! جس طرح انسان سانس لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس طرح دیا اور ندی نالے بارش کے بغیر سیراب نہیں ہو سکتے اس طرح میں اور نوریہ بھی آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ آج کے بعد میں اور نوریہ دونوں ہر دکھ ہر سکھ امن و سکون اور جنگ میں آپ کے ساتھ رہیں گی۔ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی ہم دونوں بہنیں پسند نہیں کریں گی۔

روطہ کا یہ جواب سن کر سوالیہ سے انداز میں رقیم بن خلاط نے اپنے پہلو میں کھڑی اور کندھے دبائی ہوئی نوریہ کی طرف دیکھا۔ نوریہ نے اپنے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ کھینچی۔ پھر اثبات میں اس نے سر ہلا دیا تھا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ روطہ کے جذبات اور خیالات

سے پوری طرح اتفاق رکھتی ہے۔ نویریہ کے اس اشارے پر رقیم بن خلاط کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا۔

روط اور نویریہ! تم دونوں کے خیالات تم دونوں کے جواب نے میرے حوصلوں میرے ولولوں میں مزید اضافہ کیا ہے۔ قسم اللہ پاک کی میں ہمیشہ تم دونوں جیسی بیویوں پر فخر اور ناز کرتا رہوں گا۔ تم دونوں میرے ولولوں کی دھڑکنوں کی سرگوشی میرے لیے حسین نغمہ آواز مونس تہائی اور زنجیون کا درخت ہو۔ میں سمجھتا ہوں ہم تینوں کا مرنا جینا ایک ساتھ لکھا ہے۔

اب جبکہ فیصلہ ہوتی چکا ہے تو پھر کھانا او مجھے بھوک لگی ہے۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو پر روط اور نویریہ نے ایک ساتھ خوشی آمیز قہقہہ لگایا۔ پھر نویریہ رقیم بن خلاط کے کندھے زور سے دباتے ہوئے کہنے لگی آج کھانا آپ کو گھر سے نہیں ملے گا۔ رقیم بن خلاط کے کندھے زور سے دباتے ہوئے پر روانہ ہوئے تھے تو منذر بھائی نے جس وقت آپ اور منصور بھائی سلطان الزغل کے بلانے پر روانہ ہوئے تھے تو منذر بھائی نے کہا تھا کہ جب امیر اور منصور بھائی واپس آئیں تو ان کا کھانا میرے یہاں ہو گا۔ صبح سے اربونہ کئی بار آپ کا پوچھ کر گئی ہے۔ اس لیے کہ وہ صبح سے ہم سب کے لیے کھانا تیار کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ عروسہ بھی اس سلسلے میں اس کی مدد کر رہی ہے میرے خیال میں اب ہم تینوں کو وہیں جا کر کھانا کھانا چاہئے۔ جواب میں رقیم بن خلاط کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ

دروازے پر دستک ہوئی اس پر رقیم بن خلاط اٹھا اور کہنے لگا۔ میں دیکھتا ہوں کون ہے۔

رقیم بن خلاط نے جب دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا دروازے پر منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کھڑے تھے۔ روط اور نویریہ نے بھی دیکھ لیا تھا لہذا وہ دروازے پر آن کھڑی ہوئی

تھیں۔ رقیم بن خلاط کو دیکھتے ہی منصور بولا امیر محترم! آپ کے حکم کے مطابق میں نے اپنی بیوی عروسہ سے بھی پوچھا۔ منذر بن طریف کو سارے حالات بتانے کے بعد اسے بھی اربونہ

سے پوچھنے کے لیے کہا۔ ان کا جواب یہی ہے کہ ہم اس مسکن میں کٹ مریں گی لیکن افریقہ سے نہیں جائیں گی۔ اس کے علاوہ میں اور منذر دونوں بھائی ابھی ابھی مسکن کے سارے لوگوں اور مسلح جوانوں کو جمع کر کے اپنا سوال پیش کر چکے ہیں ان کا بھی یہی جواب ہے کہ وہ اپنی

زندگی کی آخری سانسیں اسی مسکن میں گنیں گے اور کسی بھی صورت یہاں سے نکل کر افریقہ روانہ ہونا پسند نہیں کریں گے۔ اب بولیں امیر محترم! آپ کیا کہتے ہیں اس پر رقیم بن خلاط نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سنو میرے دون بھائیو! میں نے کیا کہنا ہے۔ قسم کعبہ کے رب کی مجھے اپنے ساتھیوں سے ایسے ہی جواب ملے تو قلعہ اور امید تھی۔ اس سلسلے میں میں تفصیل کے ساتھ روط اور نویریہ سے بھی گفتگو کر چکا ہوں۔ ان دونوں کا بھی یہی جواب ہے کہ ہم کٹ مریں گی اپنے مسکن کو نہیں

چھوڑیں گی۔ رقیم بن خلاط یہیں تک کہنے پایا تھا کہ دروازے کی اوٹ سے اچانک عروسہ اور اربونہ نمودار ہوئیں۔ اربونہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

رقیم میرے بھائی! آپ نے یہ کیسے پوچھ لیا کہ ہم یہاں رہنا چاہتے ہیں یا افریقہ میں۔ ہم سب وہاں رہیں گے جہاں آپ ہوں گے۔ اب آپ لوگ ہی ہمارے سب کچھ ہیں۔ نصرانیوں سے یا فرواندہ سے ہمارا کیا تعلق۔ خدا کی قسم مجھے فخر ہے میری بہن روط اور نویریہ نے بھی وہی جواب دیا جو عروسہ نے دیا۔ ہم آپ کے شانہ بشانہ دشمن سے جنگ کرتے ہوئے فخر اور سعادت محسوس کریں گی۔ اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اربونہ میری بہن! تیری باتوں کا بہت شکریہ بھوک لگی ہے کیا کھانا نہیں مل سکتا۔ اس پر سب ایک بار زوردار انداز میں ہنس پڑے۔ پھر منذر بن طریف اور اربونہ سب کو کھانا کھانے اپنے گھر لے جا رہے تھے۔

○

ادھر سلطان الزغل ہسپانیہ سے نکل کر افریقہ روانہ ہو چکا تھا۔ اس جیسا شیر دل جوان اور شجاع غیرت مند انسان کب گوارہ کر سکتا تھا کہ اس کی عزت اور عظمت برباد ہو جائے اور اسی ملک میں وہ شرمناک دست نگر کی زندگی بسر کرے۔

ہسپانیہ سے نکل کر سلطان الزغل نے افریقہ میں سلطان فاس کے یہاں پناہ طلب کی۔ بد بخت سلطان فاس نے سلطان الزغل سے سخت وحشیانہ برتاؤ کیا۔ اس کی آنکھیں نکلوادیں اور اسے اندھا کر دیا۔

افریقہ میں سلطان الزغل کی باقی ماندہ زندگی اس قدر مصیبت اور تنگدستی اور اس قدر ذلت اور خواری میں گزری کہ اس کو بیان کرتے ہوئے الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔

سلطان فاس نے سلطان الزغل کی آنکھیں نکال کر اس کی عبا پر لکھ دیا تھا۔

”میں ہوں اندلس کا بد نصیب بادشاہ مجھ سے عبرت لو۔“

جو شخص سلطان الزغل کو اس حالت کسمپرسی اور لباس گداگری میں دیکھتا اور پہچانتا وہ یقیناً اس کی حالت پر روتا۔ اس کی کہنہ اور بریدہ عبا کو دیکھتے ہوئے افریقہ میں رفیق القلب اور صاحب حیثیت لوگ کلیجہ تھام کر رہ جاتے تھے۔ بس سلطان الزغل افریقہ میں اندھا ہو کر یوں ہی در بدر کی زندگی بسر کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

بد قسمت اور بد نصیب ابو عبد اللہ ایک روز قصر الحمر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک قاصد سامنے آیا اور اسے سلطان الزغل کے سپانیہ سے نکل کر افریقہ کی طرف چلے جانے کی خبر ابو عبد اللہ اپنے دیرینہ حریف اور چچا کی معزولی اور جلا وطنی کی خبر سن کر پھولا نہ سایا تھا۔ ابو عبد اللہ قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے چلایا۔

اب کوئی مجھے بد نصیب نہ کہے کیونکہ قسمت نے پلٹا کھایا ہے۔

قاصد کو شاید ابو عبد اللہ کا یہ رویہ ہرگز پسند نہ آیا اور اس کے ان الفاظ کو بھی اس نے نا نگاہ سے دیکھا۔ وہ قاصد بھی ایسا جوانمرد ایسا دلیر اور ملت کا درد رکھنے والا تھا کہ اپنی جان میں ڈالتے ہوئے وہ ابو عبد اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”سلطان ہوا ہمیشہ ایک رخ پر۔ آج اگر اس طرف ہے تو کل ضرور اس طرف بھی ہوگی۔ بہتر ہے جہاں پناہ ان خوشیو بہتر اور زیادہ مطمئن حالت کے لیے اٹھا رکھیں۔“ اتنا کہنے کے بعد قاصد باہر نکل گیا تھا بد قسمت ابو عبد اللہ اپنے چچا الزغل دست و بابریدہ دیکھ کر امید موبوم پر تکیہ کئے ہو حالانکہ وہ اپنی حالت سے بھی ناواقف نہ تھا لوگ عموماً اس کو کفار کا خیر خواہ قوم و ملک کا مردود نام کہہ کر سر بار نفروین اور ملامت کرتے تھے۔

وہ اپنے ذہن میں یہ سمجھتا تھا کہ جب فرولندہ اور ملکہ ازایلا اس کی پشت پر ہیں تو بات کی فکر نہیں۔ وہ فرولندہ اور ازایلا کو اپنا حامی اپنا مددگار سمجھنے کی بھول اور دھوکے تھا۔ شاید وہ بھول گیا تھا کہ اس نے فرولندہ کو وعدہ دے رکھا ہے اگر اس نے الزغل کو المریہ، بسط اور دیگر شہروں سے نکال کر افریقہ جانے پر مجبور دیا تو آپ نے غریبا ان کے حوالے کر دے گا۔ شاید وہ غریبا کی خود بخود سپردگی کو فراموش کر چکا تھا پر ابو عبد اللہ کی یہ خود فراموشی زیادہ دن قائم نہ رہی اس لیے کہ الزغل سے فار کے بعد فرولندہ نے اپنے اس کوتاہ اندیش ابو عبد اللہ کو خواب خرگوش سے جگایا اور آ کے ذریعہ بطور یاد دہانی پیغام بھیجا کہ ہمارا تمہارے ساتھ وعدہ تھا کہ ہم الزغل کو بہ نکال باہر کریں تو تم آپ سے آپ غریبا تمہارے لیے خالی کر دو گے۔ سو ہم اپنی شر پوری کر چکے ہیں اب تم اپنا وعدہ پورا کرو اور غریبا کو جلد خالی کر دو۔

ابو عبد اللہ فرولندہ کا یہ پیغام سن کر کچھ دنوں تک لیت و لعل کرتا رہا مگر بے فائدہ فرولندہ نے دوبارہ صاف لکھ بھیجا کہ ایفاء وعدہ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ شہر خالی کرو ورنہ غریبا کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو اس سے پہلے مالتہ شہر کے لیے کیا جا چکا ہے۔

فرولندہ کا یہ جواب سن کر اب تو ابو عبد اللہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑے۔ وہ پریشان ہوا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ وہ اس شش و پنج میں تھا کہ غریبا فرولندہ کے حوالے کرے یا نہ کرے۔ غریبا کے لوگ بھی ابو عبد اللہ کی اس حالت کو دیکھ چکے تھے اور ابو عبد اللہ کی طرف سے مایوس ہو کر انہوں نے ایک انتہائی جنگجو اور دلیر غریبا کے فرزند عظیم موسیٰ کو اپنا رہبر اور رہنما بنالیا اور اسے اپنا سر کردہ بنانے کے بعد اپنے سارے معاملات اس کے حوالے کر دیے۔ ایسا ہونے کے بعد موسیٰ نے فرولندہ کو ایک خط لکھا جس میں اس نے تنبیہ کی۔

”اگر تم ہم سے ہتھیار چاہتے ہو تو آؤ اور آکر ہم سے لے لو۔“

موسیٰ کا یہ جواب سن کر کچھ ماہ تک فرولندہ خاموش رہا اور اندر ہی اندر جنگی تیاریاں کرتا رہا۔ پھر جب فصلوں کے پکنے کا موسم آیا اور غریبا کے ہر طرف کھیتیاں ہری بھری اور باغات میوہ جات سے لدے کھڑے تھے تو فرولندہ حرکت میں آیا اس لیے کہ الزغل اور ابو عبد اللہ کی باہم زور آزمائیوں سے جو سال گزشتہ میں فصلوں اور باغات کو نقصان پہنچا تھا دوسرے سال اس کی تلافی ہو گئی تھی ایک نہایت اعلیٰ درجے کی فصل کٹنے کا انتظار کر رہی تھی۔

فرولندہ نے اس موقع کو نہایت غنیمت جانا۔ ایک جہاز لشکر کو لے کر وہ قرطبہ سے نکلا اسے جگہ جگہ پھیلا دیا تھا۔ غریبا کے نواح میں اس نے ساری بستیوں اور قصبوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ فصلوں کو آگ لگانی شروع کر دی۔ جب خوب اچھی طرح لوٹ کھسوٹ کر کے اس نے غریبا کے اطراف کو چھیل میدان بنادیا تو چند ہفتوں تک کے لیے وہ واپس قرطبہ چلا گیا اور غریبا اور اس کے نواح میں قحط کے آثار نمودار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

ادھر ابو عبد اللہ یقیناً ہمت ہار چکا تھا اور چاہتا تھا کہ بغیر لڑے غریبا فرولندہ کے حوالے کر دے اس لیے کہ وہ اپنے لیے جان کا خطرہ بھی محسوس کرتا تھا لیکن غریبا کے لوگوں کی مردانہ ہمت سے ابو عبد اللہ کی ہمت بندھی۔ دوسرے یہ کہ قاعدہ یہ بھی تھا کہ حد درجہ کی مایوسی بھی انسان میں حد درجے کی دلیری بھی پیدا کر دیتی ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوئی کہ شیر دل موسیٰ نے ابو عبد اللہ کو اکسایا کہ وہ کھر ٹھونک کر فرولندہ کے سامنے آ جائے اور اس سے جنگ کرے اور اس سے کسی بھی صورت غریبا کو طشتری میں سجا کر فرولندہ کے سامنے پیش نہ کرے۔

شیر دل موسیٰ کی اس انگیزش پر ابو عبد اللہ کے حوصلے بڑھے۔ موسیٰ کو اس نے ساتھ لیا۔ اسے لشکر کے ساتھ وہ غریبا سے نکلا۔ بڑی برق رفتاری سے پیش قدمی کرتا ہوا ابو عبد اللہ

فرواندہ کی حدود میں داخل ہوا جس طرح فرواندہ نے چند ہفتے پہلے غرناطہ کے اطراف میں لوٹ مار، تباہی و بربادی اور آہ کا کھیل کھیلا تھا اسی طرح ابو عبد اللہ اور موسیٰ نے بھی فرواندہ مملکت میں دور دور تک تباہی و بربادی پھیلانی۔ جگہ جگہ قصبوں کو لوٹا آگ لگائی اور فصلیں کر رکھ کر دیں۔ یہ غرناطہ کے نواح کی تباہی و بربادی کا قصاص تھا۔

موسیٰ کے ساتھ مل کر ابو عبد اللہ کی اس کارروائی سے یہ محسوس ہونے لگا تھا گویا غرناطہ طاقت اور قوت ایک بار پھر عالم شباب پر آگئی ہے۔ لیکن افسوس ابو عبد اللہ کا یہ آخری سنبھالا وہ زیادہ دیر تک جرات مندی اور دلیری کا مظاہرہ نہ کر سکا ایسا ہی ثابت ہوا جس طرح غرناطہ وقت پہنچتا ہوا آفتاب فطرت کے بریدہ رنگ چہرے پر ایک آخری تیز جھلک ڈال کر دفعتاً کی تاریکی میں چھپ جایا کرتا ہے اسی طرح یہ جنگ بھی ابو عبد اللہ مسلمانوں کے لب آفتاب اقبال کا آخری پرتو ثابت ہوا۔

۱۳۹۱ء میں فرواندہ نے ہسپانیہ کے ہمارے چھوٹے بڑے عیسائی حکمرانوں کو غرناطہ پر آور ہونے کی دعوت دی۔ اس دعوت پر سب لوگوں نے لبیک کہا اور بے شمار لشکر اور فرواندہ کے پاس قرطبہ میں جمع ہو گئے۔ ان جرار لشکروں کو لے کر فرواندہ از ایبلا کے قرطبہ سے نکلا۔ اس بار اس نے عہد کیا کہ غرناطہ فتح کئے بغیر واپس نہیں لوٹے گا۔ اس قدر بڑے بڑے لشکر جب غرناطہ کے قریب پہنچے تو غرناطہ کے لوگ بڑے ہوئے۔ ابو عبد اللہ نے اپنے مشیروں کو جمع کیا اور فرواندہ کے اس حملے کے متعلق مشورہ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اتنے بڑے بڑے لشکروں سے جنگ کرنا بے سود ہے لہذا صلح جائے اور دشمن کی شرائط کو قبول کر لیا جائے۔ اس موقع پر غرناطہ کا نامور سالار اور جرنیل اپنی جگہ سے اٹھا اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کیا غرناطہ کو خود اپنے ہاتھوں سے دشمن کے حوالے کر کے ہم ناخلف اور تنگ قوم آگے نہیں یہ کبھی نہیں ہوگا۔ جب تک ہماری خون آشام تلواریں ہمارے ساتھ اور غرناطہ کے گھوڑے ہماری رانوں تلے ہیں واللہ ثم باللہ کہ ہاشمی خون صدمہ یاس سے ہرگز خشک نہ اگر آج دولت سے عزت بنی ہے تو بربکعب عزت سے پہلے جان پر بنے گی۔

یہ کہہ کر موسیٰ نے تلوار بے نیام کی اور صلح کے بجائے جہاد کرنے کا اعلان کیا۔ موسیٰ کی اس پراثر تقریر نے جس کا ہر لفظ نشتر طلسم تھا۔ غرناطہ کے تن بے جان تازہ روح پھونک دی اور تمام شہر کی کایا پلٹ دی تھی۔ ہر طرف بجز ہتھیاروں کی گھوڑوں کے نہنہانے اور ٹاپوں کی آواز کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔

ان حالات میں لشکر کی کمانداری موسیٰ کے سپرد کی گئی اور غرناطہ کی حفاظت بھی ا۔

دی گئی۔ جب فرواندہ اپنے لشکر کے ساتھ غرناطہ شہر کے قریب پہنچا تو اہل شہر نے غرناطہ کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ مگر موسیٰ نے سارے دروازوں کی کنجیاں خود لے لیں۔ اور سب سے پہلا کام اس نے جو کیا وہ یہ کہ شہر کے دروازے سارے اس نے کھلوا دیئے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

آج بجائے کواڑوں کے ہمارے جسم ان دروازوں کی حفاظت کریں گے اے عزت و حمیت والے اہل غرناطہ تم کیا سمجھتے ہو کہ ہم اندلس کے قبضے کے لیے لڑتے ہیں نہیں صرف ایک چپے بھر زمین کے لیے صرف اس قدر کہ اس پر ہم کھڑے ہو سکیں۔ افسوس اگر یہ بھی ہاتھ سے نکل گئی تو ہمارے اہل و عیال کہاں جائیں گے اور ہم کس چیز کو گھر کہہ سکیں گے۔

موسیٰ کی اس تقریر نے جلتی پرتیل کا کام کیا اور اہل شہر میں پوری طرح جذبہ جہاد بیدار ہو گیا۔ پھر موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ استوار ہوا باری باری مسلمان مجاہد اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نکلتے اور فرواندہ کے کیپ کے قریب آکر زور زور سے پکارتے۔ بے کوئی جوان تم میں سے جو مقابلے پر آئے۔

اس پکار پر فرواندہ کے بڑے بڑے نامور گلیڈیئٹر اور سوار مقابلے کے لیے میدان میں اترتے لیکن ایسے ہر مقابلے میں مسلمان مجاہدوں نے فرواندہ کے بڑے بڑے گلیڈیئٹروں اور سواروں کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا۔ فرواندہ نے جب دیکھا کہ تمام جنگ آزما اور بہادر گلیڈیئٹر بڑے بڑے جنگجو ایک ایک کر کے مسلمان مجاہد کے ہاتھوں موت کی نذر ہو گئے ہیں اور حاصل کچھ نہیں تو اس نے سختی سے منع کر دیا کہ آئندہ اگر کوئی مسلمان مجاہد انفرادی مقابلے کے لیے پکارے تو کوئی بھی اس کے مقابلے پر نہ جائے۔

مسلمان مجاہد اب بھی گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے باری باری نکلتے اور انفرادی مقابلے کے لیے فرواندہ کے گلیڈیئٹر اور سواروں کو پکارتے لیکن فرواندہ کے لشکر سے ڈرتے ہوئے کوئی بھی مقابلے کے لیے نہ نکلتا۔ آخر غرناطہ کا ایک زندہ دل جوان اور نڈر اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا فرواندہ کے لشکر کے قریب لے گیا اور اس زور سے اس نے اپنا برچھا مارا کہ اس کا برچھا فرواندہ کے خیمے میں جا پیوست ہوا اور فرواندہ کو اس نے مقابلے کے لیے لاکارا۔ اس جوان کی یہ جرات مندی اور شجاعت دیکھتے ہوئے فرواندہ اور اس کے لشکر پر سکتہ اور سکوت طاری ہو گیا تھا۔ فرواندہ سمیت اس کے لشکریوں میں سے کسی کو جرات نہ ہوئی کہ اپنے لشکر سے نکل کر اس مجاہد کا مقابلہ کرے۔ آخر وہ مجاہد اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا واپس چلا گیا۔ فرواندہ اب داؤ بیچ عیاری اور فریب کو کام میں لاتے ہوئے غرناطہ شہر پر قبضہ کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔

موسیٰ تو خود سر سے کفن باندھ کر نکلا تھا اور ہتھیلی پر جان لئے ہوئے پھرتا تھا اس کی آرزو نہ تھی کہ زیادہ دیر زندہ رہے اور تخت غرناطہ کو اپنی آنکھوں سے لٹتا ہوا دیکھے۔ وہ موت کی تلاش میں تھا۔ موت سے فرار نہیں چاہتا تھا۔

جب فرولندہ کے دس لشکریوں نے اس کی راہ روکی تو وہ انہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور انہیں پیام مبارزت دیا پھر ایسے خوفناک اور بے باکانہ انداز میں وہ اپنے ان دس دشمنوں پر حملہ آور ہوا کہ ان میں سے اکثر کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور کچھ کو زخمی کر دیا۔ اتنی دیر تک ان کے کچھ اور ساتھی بھی ان کی مدد کے لیے پہنچ گئے تھے۔ جنہوں نے اچانک موسیٰ پر حملہ کیا اور موسیٰ زخموں سے چور چور ہو کر اپنے گھوڑے کی زین سے زمین پر گر گیا تھا۔

اس موقع پر حملہ آور اس پر تلواریں برسا کر اس کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے کہ شیردل موسیٰ اٹھا۔ بڑے دلیرانہ انداز میں وہ حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا اور ان میں سے اکثر کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا باقی کو زخمی کر دیا۔ لیکن اتنی دیر تک وہ خود بھی زخموں سے چور چور ہو کر زیادہ حرکت کے قابل نہ رہا اور گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑا تھا۔

حملہ آوروں میں سے ابھی کچھ باقی تھے۔ مزید ان کے ساتھی پہنچتے جا رہے تھے۔ موسیٰ نے جب دیکھا کہ اس اکیلے کی ان کے سامنے پیش نہیں جاتی۔ جتنوں کو ٹل کرتا ہے اتنے مزید ساتھی وہاں پہنچتے جاتے ہیں تو بڑی مشکل سے وہ گھٹنوں کے بل حرکت میں آیا پھر اپنے وزنی ہتھیاروں سمیت اس نے اپنے آپ کو دریائے شنیل میں گرادیا تھا۔ کہتے ہیں چونکہ اس نے اپنے آپ کو کافی ہتھیاروں سے مسلح کر رکھا تھا۔ اور بری طرح زخمی تھا لہذا وہ تیر نہ سکا اور ڈوب کر فنا ہو گیا۔

موسیٰ کے غرناطہ سے نکل جانے کے بعد اہل شہر بڑے مایوس اور افسردہ ہوئے۔ ابو عبد اللہ کی حالت بھی ان سے مختلف نہ تھی وہ پہلے ہی غرناطہ شہر کو فرولندہ کے حوالے کرنے پر تیار ہوا تھا۔ بالا خرہ نومبر کے مہینے میں ابو عبد اللہ اور فرولندہ کے درمیان ایک عہد نامے پر دستخط ہوئے اور یہ شرط ٹھہری کہ ایک مدت معینہ کے لیے باہم مصلح رہے گی اس کے بعد شہر فرولندہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

ابو عبد اللہ اور غرناطہ کے مسلمانوں کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں اگر کوئی بیرونی مدد کہیں سے آگئی تو وہ شہر خالی کرنے سے بچ جائیں گے۔ ورنہ شہر سپرد کر کے چلے جائیں گے۔ اس دوران بد نصیب اہل غرناطہ نے ترکی کے سلطان کے علاوہ مصر کے بادشاہ کو بھی خطوط بھیجے اور مدد کے لیے التجائیں کیں۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ آخر معاہدے میں طے شدہ شرائط کے ساتھ ابو عبد اللہ نے غرناطہ شہر فرولندہ کے حوالے کر دیا جو شرائط معاہدے میں طے ہوئیں وہ کچھ یوں تھیں۔

فرولندہ نے جب دیکھا کہ محاصرے میں سختی کرنے کے باوجود بھی وہ غرناطہ پر قبضہ نہ کر سکا اور یہ کہ جنوبی وہ شہر کی فصل پر حملہ آور ہوتا ہے تو تیروں، کھولتے پانی اور آگ کے انگاروں کے ذریعہ اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اس نے یہ اقدام اٹھایا کہ اپنے لشکر کے ساتھ وہ رات کی تاریکی میں غرناطہ شہر کے اطراف میں دور دور پھیل گیا۔ کھانے پینے کی ساری اشیاء ساری بستیوں اور قصبوں سے اس نے لوٹ لی یا جلا کر اس نے خاکستر کر دیا تاکہ نواح سے بھی کوئی کھانے پینے کی چیز شہر میں داخل نہ ہو سکے۔ اس طرح فرولندہ غرناطہ شہر کو قحط اور بھوک میں مبتلا کر کے شہریوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

اس کے علاوہ فرولندہ نے اپنے بے شمار لشکریوں کو کام میں لاتے ہوئے غرناطہ شہر کے باہر ایک نیا قصبہ آباد کیا۔ اس قصبے کا نام اس نے سانشافیہ رکھا اور اس قصبے میں وہ اپنے لشکریوں اور سارے سامان حرب و ضرب کے ساتھ گھات میں بیٹھ کر قحط کے زور پکڑنے اور غرناطہ شہر کے لوگوں کے ہتھیار ڈالنے کا انتظار کرنے لگا۔

آخر فرولندہ کی امیدیں بر آئیں۔ غرناطہ شہر میں قحط اور بھوک نے زور پکڑنا شروع کیا اور لوگ فاقوں اور بھوک سے مجبور ہو کر ابو عبد اللہ کے پاس آنے لگے۔ صلح کی شرائط طے کرنے پر اصرار کرنے لگے۔ آخر بد نصیب اور بد قسمت ابو عبد اللہ کو لوگوں کے اس اصرار کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ مگر شیردل موسیٰ نے اس صلح میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اس آہٹوں میں ہاشمی خون جوش مار رہا تھا۔ دل اپنے غیور آباؤ اجداد کی یاد سے لبریز تھا۔ غم و غصہ حالت میں سر سے پاؤں تک اس نے اپنے آپ کو جنگی ہتھیاروں سے لیس کیا۔ وفادار گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا ہی شہر سے نکل گیا۔

موسیٰ کے غرناطہ شہر سے نکلنے کے بعد اس سے متعلق لوگ بہت پریشان ہوئے کہتے ہیں موسیٰ اکیلا ہی غرناطہ شہر سے نکل کر جب دریائے شنیل کے کنارے گیا تو وہاں اس کی مدد فرولندہ کے ان لشکریوں سے ہو گئی جو شہر کے اطراف میں لوٹ مار کی غرض سے پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ نے موسیٰ کو پہچان لیا اور اس کی راہ روک کھڑے ہوئے وہ تعداد دس تھے۔

نواح میں ساننا فیہ کا جو چھوٹا سا شہر فرواندہ نے آباد کیا تھا۔ وہاں سے نکل کر جوق در جوق غرناطہ کی طرف بڑھنے لگیں تھیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے غرناطہ کے گرد نواح میں ہسپانیہ بھر سے اکٹھے کئے ہوئے لشکر پھیل گئے تھے۔

بد نصیب مسلمان بھی اس عرصہ محشر میں دم بخود کھڑے زمانے کی نیرنگیوں کا متاثرہ دیکھ رہے تھے۔ ہر اول دستے کے بعد فرواندہ کے لشکر کے دوسرے حصے بھی غرناطہ شہر میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

اس موقع پر فرواندہ نے اپنے مذہبی پیشوا سے درخواست کی کہ وہ چند دستوں کے ساتھ غرناطہ شہر میں داخل ہو اور قلعہ الحمرا کے سب سے بلند برج پر جہاں ابھی تک مسلمانوں کا علم لہرا رہا تھا صلیب نصب کر دے۔

یہ حکم دینے کے بعد فرواندہ، ملکہ ازابیلا کے ہمراہ غرناطہ شہر میں داخل ہوا۔ ابو عبد اللہ نے جو فرواندہ اور ازابیلا کو شہر میں داخل ہوتے دیکھا تو اپنے پچاس امراء کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکل آیا۔

اس وقت کا سماں دیکھنے کے قابل تھا۔ شہر پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے دم میں دم نہ تھا۔ ان کے دل پر جو صدمہ گزر رہا تھا اس کا احاطہ تحریر میں لانا ہی ممکن نہیں تھا۔ ایک طرف مسلمان دم بخود حیران و پریشان کھڑے تھے۔ دوسری طرف فرواندہ کے لشکر میں نفارہ ہائے شادمانی کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ فرواندہ اور ازابیلا دونوں زرق برق لباس پہنے بڑی بے چینی سے الحمرا کے اس برج کی طرف دیکھ رہے تھے جس پر انہوں نے صلیب لہرانے کا حکم دیا تھا۔ آخر مسلمانوں کا پرچم قلعہ الحمرا سے ہٹا کر وہاں صلیب نصب کر دی گئی تھی۔

ابو عبد اللہ قلعہ الحمراء کے جس دروازے سے باہر نکلا تھا اس دروازے کو اس نے اپنے سامنے اس ڈر سے چنوا دیا تا کہ اس کے بعد کوئی دوسرا اس کے ذریعے اس قصر میں داخل نہ ہو سکے۔ کہتے ہیں یہ دروازہ اس وقت بھی اسی حالت میں کھڑا ہے اور اہل دنیا کے لیے ایک عبرت گاہ ہے۔

یہ دروازہ بند کروانے کے بعد ابو عبد اللہ سیدھا فرواندہ کی طرف آیا۔ فرواندہ نے فوراً گھوڑے سے اتر کر اسے گلے لگایا۔ ابو عبد اللہ نے قلعے کی کتھیاں فرواندہ کو دیتے ہوئے کہا۔ خدائے تعالیٰ نے تجھ کو فتح عطا فرمائی تھی چاہے اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ رحمہ لی اور شفقت سے پیش آئے۔

فرواندہ شاید اس موقع پر ابو عبد اللہ کو شفیق الفاظ کہنا چاہتا تھا پر ابو عبد اللہ کی ایسی بری حالت ہو رہی تھی کہ وہ مزید فرواندہ کے پاس نہیں رکا اور فرواندہ کے بعد وہ ملکہ ازابیلا سے ملتا

کسی مسلمان کی جان کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ جہاں وہ رہنا چاہیں گے انہیں آزادی ہوگی۔

مسلمانوں کے مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ ہی مذہبی فرائض کی ادائیگی میں مزاحمت کی جائے گی۔

ہسپانیہ کا کوئی بھی نصرانی مسلمانوں کی مسجد میں گھسنے نہ پائے گا۔ مساجد اور اوقاف بدستور قائم رہیں گے اور ان میں عیسائی حکمران دست اندازی نہیں کریں گے۔

مسلمانوں کے معاملات میں شرع اور انہی کے قوانین کی پابندی کی جائے گی۔ مسلمان قاضی ان کے مقدمات کے تقصیص کے لیے مقرر کیے جائیں گے۔ اس جنگ میں جن مسلمانوں کو عیسائیوں نے گرفتار کیا ہے وہ فوراً رہا کر دیئے جائیں گے اور جو مسلمان عیسائیوں کی قید سے شہر میں بھاگ آئے ہیں وہ گرفتار نہ کئے جائیں گے۔

اگر کوئی مسلمان اندلس سے افریقہ جانا چاہے تو اس کی اجازت دے دی جائے گی اور اگر فرواندہ انہیں افریقہ پہنچانے کے لیے اپنے جہاز مہیا کرے گا۔

جو عیسائی مسلمان ہو گئے ہیں وہ اسلام کے ترک کرنے پر مجبور نہیں کئے جائیں گے اور اگر کوئی مسلمان عیسائی ہونا چاہے تو اس اطمینان کے بعد کہ وہ بد رضا اور رغبت اسلام ترک کرنا چاہتا ہے تو اجازت دے دی جائے گی۔ اس کے تھننے کا حق صرف مسلمانوں کو ہوگا۔

اس جنگ میں جو مال غنیمت مسلمانوں کے پاس آیا ہے وہ بدستور انہی کے پاس رہے گا۔ مسلمانوں کے گھروں پر عیسائی سپاہ متعین نہیں کی جائے گی۔

موجودہ ٹیکس کے علاوہ کوئی مزید بار مسلمانوں پر نہ ڈالا جائے گا۔ موجودہ ٹیکس کے علاوہ کوئی ٹیکس نہ لیا جائے گا۔ تمام محصول جو اس وقت ادا تین سال تک مسلمانوں سے کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہ لیا جائے گا۔ تمام محصول جو اس وقت ادا کر رہے ہیں اس زمانے تک معاف کر دیئے جائیں گے۔

سلطان ابو عبد اللہ کو بحفاظت البشارات تک جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ ساٹھ روز کے اندر اندر اس معاہدے کی شرائط کی تکمیل پورے طور پر کر دی جائے گی۔ معاہدے کا اثر قائم رکھنے اور عیسائیوں کو اس پر عمل کرنے کے لیے رومہ کے پوپ کے دستخط اس معاہدے پر لئے جائیں گے اور وہ اس کی تکمیل کا ذمہ دار ہوگا۔

ساتھ روز کے اندر شہر غرناطہ اور قلعہ الحمرا اور تمام دیگر جنگی سامان جو اس وقت غرناطہ اس کے قلعے میں موجود ہے نصرانیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

معاہدہ ہو چکا تو فرواندہ کی فتح مند فوجیں خوشی کے نعرے مارنے لگیں اور غرنا

چوٹی پر ابو عبد اللہ جا کھڑا ہوا۔

وہاں پہنچ کر وہ رک گیا۔ بے ساختہ اپنے گھوڑے کی باگ موزی اور غرناطہ کی طرف مڑ کر دیکھا پھر اپنے خاندان کی گزشتہ عظمت اور شان کو آخری نظر ڈال کر زار و قطار رونے لگا تھا۔ کافی دیر تک ابو عبد اللہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر روتا رہا۔ پہلو میں گھوڑے پر سوار اس کی ماں بھی آنسو بہاتی رہی پھر اس کی ماں عائشہ بولی اور ڈھارس دینے کے انداز میں ابو عبد اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”عبد اللہ! جب تو ایک مرد سپاہی پیشہ ہونے کے باوجود اپنے ملک کو ماضی میں نہ بچا سکا تو اب عورتوں کی گم شدہ ہو جانے والی شے پر کیوں رو رہا ہے کیوں آنسو بہا رہا ہے۔“

اس موقع پر ابو عبد اللہ آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگا۔ جو صدمہ بھی اس وقت میرے قلب پر گزر رہا ہے کسی دوسرے کو ہرگز نصیب نہ ہو گا ماں۔ شاید نوشتہ تقدیر یہی تھا کہ میں بد نصیب پیدا کیا جاؤں۔ چراغ سلطنت میرے منہس ہاتھوں گل ہو۔ میرے لیے یہ سب سے بڑی بد نصیبی ہے کہ قلعہ الحمرا میں نصرانیوں کے گیت گائے جانے لگے ہیں۔ وہاں سے ہمارے آباؤ اجداد کا علم اتار کر فرواندہ کے علم نصب کر دیئے گئے ہیں۔ دیکھ میری ماں یہاں البشارات کی چوٹی پر کھڑا ہو کر میں سن سکتا ہوں کہ غرناطہ میں اس وقت ایک گروہ اپنے ہاتھوں میں قرآن اور دوسرا صلیب لیے آتا ہے۔ اب وہاں کوئی گرجا اور کلیسا کے گھٹنے بجائے گا کوئی مسجد میں اذان دے گا۔ کوئی تثلیث کی دہائی پکارے گا اور کوئی توحید کی پناہ مانگ رہا ہو گا دیکھ میری ماں یہ کیسی بد نصیبی ہے۔ غرناطہ سے ایک بادشاہ ایوانہائے سلطنت خالی کر کے روتا ہوا رخصت ہوا ہے۔ دوسرا مظفر منصور داخل ہو کر قابض ہوا ہے۔ اے غرناطہ تو صدیوں الوالعزم قوم کی آماجگاہ رہا کسی کے سامنے تو نے سر نہ جھکایا تھا۔ افسوس آج تجھ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتا ہوں یہاں تک کہنے کے بعد ابو عبد اللہ خاموش ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے ایک بار زوردار انداز میں آنسو بہہ نکلے تھے اس موقع پر ابو عبد اللہ کی ماں بڑے سخت لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

سن ابو عبد اللہ! تو نے اپنے عظیم اپنے شیر دل باپ کے خلاف بغاوت کی۔ ابو عبد اللہ! تو نے اپنے شجاع ہر دل عزیز چچا سے دھوکہ اور فریب کیا۔ ابو عبد اللہ تیری نگاہوں کا تجسّس مردہ ہو گیا تھا۔ تجھ سے ابو عبد اللہ وہ گمنام مبلغ اچھا جو مر مر میں ایوانوں، شاعروں کے قصائد کولات مار کر خاردار راستوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام کی تکمیل کے لیے چلا جاتا ہے۔

ابو عبد اللہ! تو ساری عمر مٹی کے گھوڑے دوڑاتا رہا۔ مردہ قندیلیں روشن کرتا رہا۔ ماضی کے خواب و خیال میں بے حسی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ تو نے باپ کے اعتماد کو دھوکہ دے کر چچا کی

ہوا ہمیشہ کے لیے اپنی ماں عائشہ کے ساتھ غرناطہ سے نکل گیا۔

جس وقت ابو عبد اللہ غرناطہ سے نکل رہا تھا۔ چاندی کی صلیب ایک برتن پر آفتاب کی شعاعوں میں چمکنے لگی تھی۔ اس موقع پر نصرانیوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے اور فرواندہ ملکہ از ایلا نہایت تزک و احتشام سے غرناطہ میں داخل ہوئے اور قلعہ الحمراء میں اقامت اختیار کی۔ یہ بے نظیر قصر جس کی تعریف میں تمام جہان کی زبانیں سوکھی جاتی تھیں آن واحد میں عربوں کے قبضے سے نکل کر ہمیشہ کے لیے نصرانیوں کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ جو جن شرائط کے تحت ابو عبد اللہ نے غرناطہ شہر فرواندہ کے حوالے کیا تھا بڑی اچھی اور نرم تھیں لیکن یہ سب دکھاوے کا کام تھا جو نبی فرواندہ نے شہر پر قبضہ کیا۔ ان ساری شرائط کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کو حکم دے دیا گیا کہ مسجدوں میں جمع ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ عورتوں کو یہ حکم ملا کہ سب بے نقاب ہو کر نصرانی عورتوں کی طرح باہر نکلا کریں اور اپنے قومی لباس اور طرز معاشرت کو ترک دیں۔ اگر ان جابرانہ اقدامات کے خلاف کوئی حرکت سرزد ہوتی تو فوراً قتل عام شروع کر دیا جاتا۔ بعض مسلمان اس ظلم اور زیادتی سے بچنے کے لیے یا تو عیسائی ہو گئے یا باطنی اپنے مذہب ہی پر قائم رہے۔ بہت سے مسلمان نصرانیوں کی نازیبا حرکات اور مذہب میں دخل اندازی کی بنا پر بغاوت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ چند یوم تک غرناطہ میں بغاوت کا ساں رہا۔ اور اس بغاوت کی وجہ سے مسلمانوں کا خوب قتل عام کیا گیا۔ عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو بھی غرناطہ شہر میں اس بے دردی سے قتل کیا گیا کہ اس کی نظیر تاریخ میں کہیں بھی نہیں ملتی اس کے بعد مسلمانوں کو یہ حکم ملا کہ چونکہ ان کے آباؤ اجداد عیسائی ہی تھے لہذا وہ بھی عیسائیت اختیار کر لیں یا ہسپانیہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ کچھ خاندان عیسائیت میں اپنی بھلائی دیکھتے ہوئے بے چارے نصرانی ہو گئے اور باقی لوگ ہجرت کر کے افریقہ اور فرانس کی طرف چلے گئے۔ ہجرت کرنے والوں کی تعداد تیس لاکھ کے لگ بھگ ہو گئی تھی۔

ابو عبد اللہ جب روزان، جریر بن حمدون، اپنی ماں عائشہ اور دیگر امراء کے ساتھ غرناطہ سے نکلا تو راستے میں اس نے اپنے ماں عائشہ کو اپنے سارے عیوب بتا دیئے کہ کس طرح اس نے اپنے باپ کے خلاف لوگوں کے کہنے پر بغاوت کی کس طرح وہ غرناطہ سے باپ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکلا اور اپنی ماں کو یہی دھوکہ اور جھانسا دیا کہ معافی مانگنے کے لیے جا رہا ہے کس طرح اس نے اپنے چچا الزغل کو مالقہ کی طرف بڑھنے سے روکا اور یہ سب کچھ اس نے فرواندہ کے کہنے پر کیا جو کچھ برا فعل ابو عبد اللہ سے سرزد ہوا تھا اس نے اپنی ماں عائشہ کو بتا دیا۔ اس موقع پر وہ بے چارہ خود بھی آنسو بہا رہا تھا اس کی ماں عائشہ بھی سسک سسک کر رو رہی تھی۔ اپنی ماں دوسرے لواحقین اور امراء کے ساتھ غرناطہ سے نکل کر جبل البشارات کی ایک

عظمت اس کی شجاعت کو زخم خوردہ کر کے اپنے ان گھٹتے ضمیر کو تھکیاں دیتا رہا۔ ابو عبد اللہ! تیری انفرادی شجاعت کو گھٹن لگ گیا تھا تیری زندگی کی رنق میں پھپھوندی آگئی تھی۔ تیرے آگینے احساس میں گند گھل گیا تھا۔ تیرے شعور زیت کو زنگ نے کھالیا تھا۔ ابو عبد اللہ! تو نے اپنی بددیانتی اپنی بزدلی اپنی عیاری اپنے فریب اپنی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے غرناطہ کو آگ اگلنے اژدھے کے منہ میں پھینک دیا۔ تو نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کی وزنی زنجیروں کو کاٹا ہے۔ ابو عبد اللہ! تو ایک نامکمل خواب ہے۔ ایک بے ٹھکانہ مسافر ہے۔

ابو عبد اللہ! تو نے غرناطہ کو ایک ایسا بھٹیلا خانہ بنا دیا ہے جہاں مسلمان عصمت کے بدلے روٹی طلب کریں گے۔ جہاں مفلوک الحال شریف زادیاں جینے سے بیزار خودکشی کرتی پھریں گی۔ ابو عبد اللہ! تو غرناطہ کے لیے اندھا دیا۔ ستیاناسی کی جز بحر وی کا درد، بے یقینی کا دھند لگا، قید و سلاسل اور آتشیں برسات ثابت ہوا۔

ابو عبد اللہ! اب رونے اور تاسف سے کیا فائدہ۔ تو نے جو انگارے بوئے تھے آگ کی صورت میں اس کی فصل پک کر تیار ہوئی جسے تمہیں کاٹنا پڑا۔ کاش تیرے جیسے بیٹے کو میں نے جنم ہی نہ دیا ہوتا اور اگر تو نے میری کوکھ سے جنم لیا ہی تھا تو میں شروع میں تیرا گلا گھونٹ کر تیرا خاتمہ کر دیتی۔ قسم خدائے تعب کی اگر تو اپنے باپ ابو الحسن اور اپنے چچا الزغل کے خلاف، بغاوت، سرکشی اور بددیانتی، فریب کا مظاہرہ نہ کرتا تو آج مسلمانوں کو یوں ہسپانیہ میں ذلیل و خوار ہو کر جلا وطنی کی ذلت برداشت نہ کرنا پڑتی۔ اگر تو باپ اور چچا کے خلاف بغاوت نہ کرتا تو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ آج پورے ہسپانیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوتا۔ تیرا باپ وہ شیر دل عظیم جنگجو تھا جس نے کئی مواقع پر فرواندہ کو بدترین شکست دی۔ تیرا چچا الزغل دین اور اسلام کے علاوہ اپنی ملت اور قوم سے محبت رکھنے والا وہ بے مثل جوان تھا جو تکبیر کے نعروں کی گونج میں صرف آگے بڑھنا جانتا تھا۔ پسائی کا لفظ اس کے پاس نہ تھا تو نے ایسے شخص کو بھی دھوکہ دیا ہے۔ دیکھ ابو عبد اللہ تیرا انجام لوگوں کو دھوکہ دینے کے بعد ایسا ہی ہونا تھا۔ بچپن سے نہ رو اس لیے کہ جو فصل تو نے کافی ہے اسے تو نے اپنے ہاتھوں سے ہی تو بویا تھا۔

ابو عبد اللہ! جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ کچھ دیر تک وہ عجیب سے تاسف اور بے چارگی میں اپنے سامنے دکھائی دیتے ہوئے غرناطہ شہر اور قصر الحمرا کی طرف دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اپنے پہلو میں کھڑے ایک مصاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ سن میرے عزیز! جا رقیم بن خلاط کی طرف جا۔ جو جبل آج کے مسکن کا امیر ہے اس سے کہو کہ ابو عبد اللہ تم سے ملنا چاہتا ہے۔ ابو عبد اللہ کے اس مصاحب نے کچھ بھی نہ کہا۔ بس

چپ چاپ اس نے اپنے گھوڑے کو ایک زوردار ایڑ لگائی اور اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس مصاحب کے جانے کے بعد ابو عبد اللہ کی ماں عانتہ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ ابو عبد اللہ! تو سارے کام ڈوبتے کو تنکے کے سارے کے مصداق کر رہا ہے۔ اب تک تیری ساری کارروائیاں میرے عزیز بھائی الزغل اور اس رقیم بن خلاط کے خلاف تھیں۔ یاد رکھنا یہ رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھی بھولے بسرے لوگ ہی سہی لیکن یہ کمال جانثار اور وطن پرور لوگ ہیں۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا دیتی ہوں کہ میرا اندازہ ہے یہ رقیم بن خلاط تم سے ملاقات کرنے پر رضامند نہیں ہوگا۔

اپنی ماں کی اس گفتگو کے جواب میں ابو عبد اللہ بے چارہ کچھ نہ کہہ سکا بس انتہائی بے چارگی اور لاچارگی میں ہونٹ کاٹ کر رہ گیا تھا۔ پھر سب وہاں کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے تھے۔

☆.....☆

سے ملنا قطعی پسند نہیں کروں گا جس نے اپنوں کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہوئے فرولندہ کا ساتھ دیا۔ اس سے کہنا میں ایسے شخص کا چہرہ تک دیکھنے کا روادار نہیں جس نے غریب کو طشت میں سجا کر غیروں کے حوالے کر دیا۔

رقیم بن خلاط کا یہ جواب سن کر ابو عبد اللہ کے اس مصاحب کی گردن جھک گئی تھی۔ کچھ دیر وہ بے چارہ سوچتا رہا پھر جیسی سی آواز میں وہ کہنے لگا۔ امیر محترم! برب کعبہ مجھے آپ سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ یقیناً ابو عبد اللہ اسی قابل ہے بہر حال میں یہی جواب اسے جا کر کہہ دوں گا۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا تھوڑی دیر کو۔ پہلے یہ بتاؤ ابو عبد اللہ کے ساتھ اس وقت اس کا مشیر اعلیٰ جریر بن حمدون اور اس کی بیوی روزان ہے۔ اس پر اس مصاحب نے چونک کر رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔ آپ ان کے متعلق کیوں پوچھتے ہیں وہ اس وقت ابو عبد اللہ کے ساتھ ہی ہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

دیکھ ابو عبد اللہ کے مصاحب! بد قسمت ابو عبد اللہ سے جا کر کہنا کہ یہ جریر بن حمدون جو بظاہر پکا اور کٹر مسلمان ہے حقیقت میں فرولندہ کا آدمی ہے یہ روزان جسے ابو عبد اللہ نے اپنے حرم میں داخل کر رکھا ہے بنیادی طور پر وہ نصرانی ہے اور فرولندہ کے لیے کام کر رہی ہے۔ ان دونوں نے ہی ابو عبد اللہ کو اسکا کر سلطان ابو الحسن کے خلاف بغاوت کردائی۔ ان دونوں ہی کے مشوروں اور صلاح پر یہ اپنوں سے تعلقات منقطع کر کے فرولندہ سے تعلقات جوڑنے پر آمادہ ہوا تھا۔

رقیم بن خلاط کے اس انکشاف پر اس مصاحب کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا پھر وہ کہنے لگا۔ امیر محترم! اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ جریر بن حمدون اور روزان واقعی دونوں فرولندہ کے کارکن ہیں تو میں اور میرے دیگر ساتھی ان دونوں کی گردنیں کاٹ دیں گے۔ اس پر رقیم بن خلاط ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔ میں تمہیں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں۔ پھر رقیم بن خلاط نے منذر بن طریف کی طرف دیکھا اور کہا۔

منذر میرے بھائی! ذرا جابر بن بکر کو بلا کر لاؤ اور اس سے کہو کہ اپنے ساتھ آتی دفع جریر غنیم حمدون کے اہل خانہ کو بھی لیتا آئے۔ اس پر منذر بن طریف مڑا اور وہاں سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد رقیم بن خلاط نے پھر ابو عبد اللہ کے مصاحب کی طرف دیکھا اور کہا۔

سن میرے عزیز! جس وقت سلطان ابو الحسن نے الصخرہ شہر کو فتح کیا تھا اس کے جواب میں فرولندہ ہسپانیہ کی دوسری قوتوں کے ساتھ الحکمہ شہر پر حملہ آور ہوا تھا تو اس حملے سے پہلے نہ جریر بن حمدون اور اس کے اہل خانہ کو نکال کر قریبہ پہنچا دیا تھا۔ اس لیے کہ

رقیم بن خلاط اپنے گھر میں روط اور نویرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ رقیم بن خلاط اپنی جگہ سے اٹھا روط اور نویرہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ دیکھتا ہوں دروازے پر کس نے دستک دی ہے اس کے ساتھ ہی اس نے جب دروازہ کھولا تو دروازے پر ابو عبد اللہ کا مصاحب اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ دروازے کی دستک شاید ساتھ والے مکانوں میں بھی سنی گئی تھی لہذا اسی وقت منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور قاضی عقبہ بن مغیرہ بھی نکل آئے تھے۔ پھر رقیم بن خلاط نے اس مصاحب کو مخاطب کر کے پوچھا۔

تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔ اس پر ابو عبد اللہ کا مصاحب بولا۔ امیر محترم! میں بڑی مشکل سے آپ کی رہائش گاہ کا پتہ کرتا ہوا آیا ہوں۔ آپ کے مسکن میں داخل ہونے کے بعد آپ کے مسکن کے لوگوں نے میرے ساتھ بڑا اچھا اور بہترین سلوک کیا جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ امیر محترم! میں ابو عبد اللہ کا ایک مصاحب ہوں اس کی طرف سے ایک پیغام آپ کے نام لے آیا ہوں۔ ابو عبد اللہ غریب فرولندہ کے حوالے کرنے کے بعد اپنی ماں اپنے حرم اور اپنے چند ساتھی اور مصاحبوں کے ساتھ اس وقت البشارت کی ایک چوٹی پر کھڑا ہے۔ اور آپ سے ملاقات کا متمنی ہے۔

اس مصاحب کی اس گفتگو کے جواب میں رقیم بن خلاط کے چہرے پر کٹ کھانے والی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھوڑی دیر تک اس نے کچھ سوچا پھر باری باری استقبالیہ سے انداز میں منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کی طرف دیکھا۔ جواب میں ان کی گردنیں جھک گئیں تھیں پھر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

سنو اجنبی! ابو عبد اللہ کے مصاحب کی حیثیت سے میں تمہاری عزت، تمہارا احترام کرتا ہوں۔ پر واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ رقیم بن خلاط ایسے شخص سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا جس نے غریب کے شیر دل سلطان ابو الحسن سے بغاوت اور سرکشی کی۔ اس سے کہنا رقیم بن خلاط تم سے ملنا پسند نہیں کرتا اس لیے کہ تو نے غریب کے شجاع، دلیر اور وطن پرور سلطان ابو الحسن سے غدار، بغاوت، سرکشی اور بددیانتی کا ثبوت دیا۔ اس سے کہنا کہ میں ایسے

جریر بن حمدون کے خاندان کے ساتھ فرولندہ کے پرانے تعلقات تھے۔

پھر ابو عبد اللہ کو گمراہ کرنے کے لیے فرولندہ نے جریر بن حمدون کو استعمال کیا۔ اسے روزان کے ساتھ غرناطہ بھیجا۔ روزان کو مسلمان بتایا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ جریر بن حمدون کی بیٹی ہے جبکہ اس کا جریر بن حمدون سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ فرولندہ نے جریر بن حمدون کو دھمکی دی کہ وہ اس کا یہ کام کرے ورنہ اس کے سارے اہل خانہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ پس جریر بن حمدون اس پر آمادہ ہو گیا۔ روزان کو لے کر وہ ابو عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے اپنی بیٹی ظاہر کیا پھر دونوں مل کر ابو عبد اللہ پر چھا گئے اور اسے گمراہ کر کے چھوڑا۔

جواب میں بڑے اچھے پن سے مصاحب نے پوچھا۔ اے امیر! کیا روزان جریر بن حمدون کی بیٹی نہیں ہے۔ جواب میں رقیم بن خلاط کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسی وقت منذر بن طریف آتا دکھائی دیا اس کے ساتھ جابر بن بکر بھی تھا۔ جابر بن بکر جو قرطبہ میں راہب یو لو جس کے بھیس میں کام کرتا رہا تھا اور راہب یو لو جس کے ساتھ جریر بن حمدون کے اہل خانہ بھی تھے۔ سب رقیم بن خلاط کے پاس آن کھڑے ہوئے پھر رقیم بن خلاط نے اس مصاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اس کی طرف دیکھو یہ جابر بن بکر ہے میرا بہترین جاسوس اس سے پہلے راہب یو لو جس کے بھیس میں قرطبہ میں کام کرتا رہا ہے۔

تم جانتے ہو گے کہ اس سے پہلے میں اور میرے دونوں ساتھی نصرانیوں کے بھیس میں چرواہوں کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں پھر ہمارا یہ راز فاش ہو گیا۔ ہمیں اس وقت کوئی خبر نہیں تھی کہ ہمارا راز کس نے فاش کیا ہے لیکن میرا جاسوس جابر بن بکر اس کام کے پیچھے لگ گیا اس نے پتہ کر لیا کہ یہ راز جریر بن حمدون اور روزان نے فاش کیا تھا اور جریر بن حمدون کے سارے حالات بھی جابر بن بکر کو معلوم ہو گئے۔ جس وقت غرناطہ پر حملہ آور ہونے کے لیے فرولندہ قرطبہ سے نکلا تو اس جابر بن بکر نے انتہائی نیک کام کیا۔ بڑی رازداری سے کام لیتے ہوئے اس نے جریر بن حمدون کے اہل خانہ کو قرطبہ سے نکالا اور با عافیت یہاں لے آیا۔ اب کہو تم کیا کہتے ہو۔

قبل اس کے کہ وہ بے چارہ کچھ کہتا اس پر رقیم بن خلاط احمد بن حمدون کے اہل خانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز مجھے بہن بھائیو! یہ شخص جو سامنے کھڑا ہے ابو عبد اللہ کا ایک مصاحب ہے ابو عبد اللہ غرناطہ فرولندہ کے حوالے کرنے کے بعد جبل البشارت کی ایک چوٹی پر کھڑا ہے۔ وہ مجھ سے ملاقات بھی کرنا چاہتا ہے لیکن میں نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس وقت

اس کے ساتھ جریر بن حمدون بھی ہے۔ کہو تم لوگ اپنے باپ سے ملنا پسند کرو گے۔ اس پر جریر بن حمدون کی بیوی فوراً چلا اٹھی۔

ہمارا اس شخص سے کوئی تعلق نہیں جس نے وطن سے، دین سے غداری کی میں اس سے سارے ناطے توڑتی ہوں۔ اسے اپنا شوہر تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں اس لیے کہ اس نے مسلم امہ کی پیٹھ پر خنجر گھونپا ہے۔ ابن حمدون کی بیوی کی طرح اس کے بیٹوں اور بیٹیوں نے بھی اس سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط اور ابو عبد اللہ کے مصاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ میرے عزیز! تجھے میرا بھی جواب مل گیا ہے۔ جریر بن حمدون کے اہل خانہ کا بھی جواب مل گیا ہے۔ اب تو جابو عبد اللہ سے کہنا کہ میں ہرگز اس سے ملنا پسند نہیں کروں گا۔ رقیم بن خلاط کے اس انکشاف پر ابو عبد اللہ کے مصاحب کا چہرہ اور زیادہ خوفناک ہو گیا تھا۔ غصہ اس کے چہرے سے نکلا پڑتا تھا۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایک جھٹکے کے ساتھ موڑا اور انگلیٹ کرنے والی ایک ایڑ لگا کر اس نے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

○

ابو عبد اللہ ابھی تک اپنے مصاحبوں روزان اور جریر بن حمدون کے علاوہ اپنی ماں عائشہ کے ساتھ اسی کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر کھڑا تھا۔ اس کا مصاحب اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ ابو عبد اللہ کے سامنے آ کر رکھا پھر وہ کہنے لگا۔

آقاے محترم! رقیم بن خلاط نے آپ سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس مصاحب کا یہ جواب سن کر ابو عبد اللہ کی گردن غم اور دکھ میں جھک گئی تھی۔ جبکہ پاس ہی کھڑی ملکہ عائشہ کے چہرے پر طنز یہ مسکراہٹ تھی۔ وہ کھا جانے والے انداز میں اپنے بیٹے ابو عبد اللہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس پر وہ مصاحب دوبارہ بولا۔ آقاے محترم! میں آپ سے ایک اور بھی اچھی بات کہتا ہوں۔ وہ بھی بڑی رازداری میں اس پر ابو عبد اللہ نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر وہ مصاحب آگے بڑھا اور ابو عبد اللہ کے کان میں بڑی رازداری میں کھسر پھسر کرنے لگا تھا۔

جب اس مصاحب نے گفتگو کا سلسلہ ختم کیا تو ابو عبد اللہ کا چہرہ غصے کے لوہے کی طرح تپ گیا تھا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔ ابو عبد اللہ کا وہ مصاحب بھی اپنی تلوار بے نیام کر چکا تھا۔ پھر ابو عبد اللہ اپنی تلوار کو لہراتے ہوئے جریر بن حمدون کے قریب آیا اور قہر برساتی آواز اور کھولتے لہجے میں پوچھا۔ ابن حمدون تم کون ہو۔ تمہاری

ابو عبد اللہ کے اس استفسار اور لہجے پر جریر بن حمدون پیلا ہو گیا تھا۔ روزانہ کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ اگر کاٹو تو جسم میں خون نہیں ہے۔ اس پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا اور وہ عجیب سے انداز میں ابو عبد اللہ کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ ابو عبد اللہ پھر بولا اور جریر بن حمدون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

سن ابن حمدون جھوٹ مت کہنا۔ مجھے تمہاری اصلیت کی خبر ہو گئی ہے۔ تیرے سارے حالات اب ظاہر ہو چکے ہیں۔ اگر تم نے اس موقع پر بھی جھوٹ بولا تو یاد رکھنا میں تجھے ذلت کی موت ماروں گا۔ کہو اس روزانہ سے تمہارا کیا تعلق ہے۔ اس لیے کہ تمہارے سارے اہل خانہ کو رقیم بن خلاط کے ایک خاص آدمی نے قرطبہ سے نکال لیا ہے اور اس وقت تمہاری بیوی، بیٹے اور بیٹیاں رقیم بن خلاط کے مسکن میں ہیں اور ان سب نے تم سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ بلکہ تمہاری بیوی نے تم سے سارے رابطے اور تعلقات منقطع کر لیے ہیں اور تمہیں اپنا شوہر بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے کہو تم کیا کہتے ہو اور یہ بھی بتاؤ یہ روزانہ کون ہے اور اس سے تمہارا کیا تعلق ہے۔

جریر بن حمدون اب جھوٹ نہ کہہ سکا تھا۔ لہذا سارے واقعات جو اس کے ساتھ بیٹے تھے اس نے سچ کہہ دیئے تھے اس کا جواب سن کر ابو عبد اللہ ایسا سخت ہوا کہ اس نے فوراً تلوار بلند کی اور جریر بن حمدون کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ یہ سماں دیکھتے ہوئے قریب ہی کھڑی روزانہ خوف اور دہشت سے کانپ رہی تھی۔ ابو عبد اللہ نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ بس خون چمکتی تلوار اس نے پھر بلند کی اور روزانہ کی بھی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ پھر اپنے دیگر حرم اپنی ماں اور اپنے دیگر امراء کے ساتھ ابو عبد اللہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

ابو عبد اللہ اپنے عمائدین ماں اور اپنے بچوں کے ساتھ کچھ عرصہ البشارات میں قیام کئے رہا۔ لیکن فرولندہ نے اسے یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ اس پر ابو عبد اللہ افریقہ چلا گیا۔ جہاں اس نے سلطان فاس کے لشکر میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ پھر افریقہ ہی میں ایک جنگ کے دوران ابو عبد اللہ مارا گیا تھا۔

ابو عبد اللہ نے اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے تھے۔ ایک کا نام یوسف اور دوسرے کا نام احمد تھا۔ ایک عرصے تک اس سلطان کی اولاد موجود رہی اور ان کی حالت بھی ابو عبد اللہ کے چچا الزغل سے مختلف نہ تھی۔ جس طرح سلطان فاس نے الزغل پر ظلم کر کے اسے در یوزہ گری اور بھیک مانگنے پر مجبور کیا تھا ابو عبد اللہ کی اولاد بھی افریقہ میں بھیک ہی مانگ کر گزر بسر کرتی رہی۔

ابو عبد اللہ عجیب بد قسمت اور کھوٹے سکے جیسا انسان تھا۔ جس نے اپنا ملک نصرانیوں کے

سپرد کیا۔ اس کے بعد زندہ رہنا بھی گوارہ نہ کیا اور ایک دوسرے شخص کا ملازم ہو کر مرنا پسند کیا۔ شاید اس میں ابو عبد اللہ بھی بے بس ہو کہ شیت ایز دی میں انسان کی کیا مجال کہ دخل دے حکم الہی یہی تھا جو ہو کر رہا کہ وہ ملک جس کو عربوں نے جان عزیز دے کر خون بہا کے حاصل کیا تھا اور جس میں انہوں نے تقریباً آٹھ سو برس حکومت کی تھی وہ ایک بار پھر ان کے دشمنوں کے قبضے میں چلا گیا تھا۔

☆.....☆

کے مطابق فرولندہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ہم پر حملہ کرنے کے لیے غرناطہ سے کوچ کر چکا ہے۔ اس کے ساتھ ارغون کا حکمران جیسی بھی ہے اس کا سپہ سالار اعلیٰ آگیلار اور گیلر بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے لشکر کو چار برابر حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

خود فرولندہ اور گیلر دو حصوں کے ساتھ شمال مغرب کی سمت سے حملہ آور ہوں گے جیسی جنوب سے اور آگیلار اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف سے ہم پر نزول کرے گا۔ اب ہم نے ان سب کی راہ روکنی ہے اور انہیں ہر صورت میں مار بھگانے کی کوشش کرنی ہے۔ جو لاکھ عمل میں نے مرتب کیا ہے اس کے مطابق ہم بھی اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کریں گے۔ ایک حصہ میرے پاس دوسرا منصور بن نعمان کے پاس، تیسرا منذر بن طریف اور چوتھا جابر بن بکر کی کمانداری میں ہوگا۔ میں اپنے حصے کے لشکر کو محفوظ دستوں کے طور پر استعمال کروں گا اور جہاں میں دیکھوں گا میری ضرورت ہے وہاں دشمن پر ضرب لگاؤں گا اور اسے مار بھگانے کی کوشش کروں گا۔

منصور بن نعمان شمال کی طرف رہے گا اور بہ یک وقت فرولندہ اور گیلر کا مقابلہ کرے گا اور میں زیادہ وقت منصور ہی کے ساتھ گزاروں گا۔ منذر بن طریف جنوب میں جیسی کی راہ روکے گا جبکہ جابر بن بکر مشرق میں فرولندہ کے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کے سامنے صف آرا ہوگا۔ سنو میرے ساتھیو! میرے بھائیو! ابھی تھوڑی دیر بعد جب یہ مجلس برخواست ہوگی تو ہم اپنے پورے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں گے۔ وہ درے جن میں سے گزر کر دشمن ہم پر حملہ آور ہوگا ان کو ہم ان کے لیے ناقابل گزر بنادیں گے۔ اس وقت ہمارے مسکن میں ان گنت اور بے شمار فولادی گوکھرو ہیں۔ یہ آج ہی سارے گوکھرو اٹھا کر رات کی تاریکی میں دروں کے اندر بچھا کر اوپر سے تھوڑی تھوڑی مٹی ڈال دی جائے گی تاکہ اگر دشمن دن کی روشنی میں ہم پر حملہ آور ہوں تو ان کے سوار جب گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے دروں میں داخل ہوں تو وہ گوکھرو انہیں صاف دکھائی نہ دیں لہذا ان کے ان گنت گھوڑے زخمی ہو کر انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔

مزید یہ کہ میرے بھائی رات کی تاریکی میں دروں کے اندر لوہے کے گوکھرو بچھانے کے بعد اپنے مسخ جوانوں کو دروں کے گرد دور دور تک پھیلا دیا جائے تاکہ وہ فرولندہ کے جاسوسوں پر نگاہ رکھیں اور جو بھی مشکوک شخص انہیں نظر آئے اسے قتل کر دیں تاکہ ہماری تیاریوں کی اطلاع فرولندہ اور اس کے ساتھیوں تک نہ پہنچ سکے۔

اس کے علاوہ مسکن میں جو مسلح عورتیں ہیں اور جن کو ہم نے جنگی تربیت دے رکھی ہے ان کے ساتھ بھی میں تھوڑی دیر پہلے تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں اس گفتگو میں منصور، منذر اور

الزغل اور ابو عبد اللہ کو بڑی کامیابی سے ہسپانیہ سے نکالنے کے بعد فرولندہ اب اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ کوہستان ارج اور جبل البشارت میں رقیم بن خلاط اور اس کے مسکن کی طرف متوجہ ہوا۔ حملہ آور ہونے سے پہلے اس نے اپنے خسر اور ملکہ ازبیلہ کے باپ جیسی کو بھی جنگ میں حصہ لینے کے لیے بلا لیا تھا۔ اس کی دعوت پر جیسی نے لیکیک کہی اور ایک بہت بڑا لشکر لے کر وہ بھی فرولندہ کے پاس غرناطہ پہنچ گیا تھا۔ چند ہفتے فرولندہ اور جیسی دونوں نے مل کر جنگ کی تیاریاں کی پھر انہوں نے رقیم بن خلاط کے مسکن پر حملہ آور ہونے کو آخری شکل دی۔

لاکھوں پر مشتمل جو لشکر فرولندہ اور جیسی کے پاس تھا اسے چار برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور یہ طے پایا کہ رقیم بن خلاط کے لشکر پر تین اطراف سے حملہ کر دیا جائے اس لیے کہ چوتھی جانب جبل ارج کی بلند و بالا اور برف پوش چوٹیاں تھیں جنہیں سر نہ کیا جاسکتا تھا۔ لہذا مسکن پر تین ہی اطراف سے حملہ ہو سکتا تھا۔

فیصلہ یہ ہوا کہ شمال اور شمال مغرب کی طرف سے فرولندہ حملہ آور ہوگا جبکہ گیلر بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فرولندہ کے ساتھ ہوگا۔

جیسی کو جنوب کی طرف سے حملہ آور ہونے کے لیے کہا گیا تھا جبکہ آگیلار کے ذمے مشرق کی طرف سے حملہ کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ اس طرح یہ سالار لاکھ عمل طے کرنے کے بعد فرولندہ اور جیسی نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ غرناطہ سے کوچ کیا پھر لشکر کا ہر حصہ حملہ آور ہونے کے لیے اپنی اپنی سمت چلا گیا تھا۔

ادھر رقیم بن خلاط کو بھی فرولندہ اور جیسی کے ان ارادوں کی خبر ہو گئی تھی لہذا ان کا مقابلہ کرنے کے لیے رقیم بن خلاط نے کوہستانی سلسلے کے اوپر جو خیمہ نصب کیا تھا اس میں اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کیا۔ جس میں منصور بن نعمان، منذر بن طریف، قاضی عقبہ بن مغیرہ اور جابر بن بکر کے علاوہ کچھ چھوٹے سالاروں نے بھی شمولیت اختیار کی تھی۔ جب سب لوگ خیمے میں جمع ہو گئے تب رقیم بن خلاط انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بھائیو! میرے عزیزو! جہاں تک ہمارے جاسوسوں نے اطلاع فراہم کی ہیں ان

جابر بھی میرے ساتھ تھے۔ ان عورتوں کے ذمے بھی ہم نے کچھ کام لگائے ہیں جنہیں انہوں نے بخوشی قبول کر لیا ہے۔

یہ عورتیں پوری طرح مسلح ہوں گی جب ضرورت ہوگی وہ تیر اندازی بھی کریں گی زخموں کی دیکھ بھال کے علاوہ جہاں ضرورت ہوگی وہاں پینے کا پانی اور دیگر ضروریات کی اشیاء بھی فراہم کریں گی۔ یہ ایک طرح سے مسکن کی دوسری دفاعی لائن کا کام انجام دیں گی۔ جو کچھ میں نے اب تک کہا ہے اس سلسلے میں اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو کہے۔

رقیم بن خلاط کے اس استفسار پر چھوٹے بڑے سالار آپس میں مشورہ کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد ان سب کی ترجمانی کرتے ہوئے منصور بن نعمان کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! ہمیں آپ کا سارا لائحہ عمل منظور اور قبول ہے اور ہم میں سے کسی کو بھی اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں۔ اس پر رقیم بن خلاط اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اگر یہ بات ہے تو اٹھو تاکہ ابھی سے ہم اپنی جنگی تیاریوں میں لگ جائیں اور دروں کے اندر گوکھرو بچھانے کے لیے گوکھرو مناسب جگہ پر پہنچانا شروع کر دیں اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط کی سرکردگی میں سب خیمے سے نکل گئے تھے۔

○

اس روز سورج غروب ہونے تک رقیم بن خلاط نے پورے لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹ کر ان کی تنظیمی صورتحال درست کر دی تھی۔ پھر جب سورج غروب ہوا رات چھا گئی تو جس سمت اور جن جن دروں سے فرولندہ اور اس کے لشکریوں نے حملہ آور ہونا تھا ان دروں کے اندر اپنے سارے لشکر کے ساتھ رقیم بن خلاط نے لوہے کے گوکھرو بچھا دیے تھے۔ اور ان پر مٹی ڈال دی تھی تاکہ اگر دن کی روشنی میں فرولندہ حملہ آور ہو تو انہیں گوکھرو صاف دکھائی نہ دیں۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد رقیم بن خلاط نے لشکر کے تینوں حصوں کو اپنی اپنی سمت چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اس کے بعد منصور بن نعمان اپنے لشکر کے ساتھ شمالی اور شمال مغربی دروں کی طرف آیا تھا اور اس کا مقابلہ فرولندہ اور اس کے نائب سپہ سالار گیلر سے ہونا تھا۔

دوسری سمت منذر بن طریف انتہائی جنوب میں جیبی کی راہ روکنے کے لیے گھات میں چلا گیا تھا جبکہ جابر بن بکر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مشرقی سمت فرولندہ کے سالار اعلیٰ آگیلار کا مقابلہ کرنے کے لیے مناسب جگہ اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا چکا تھا۔

جہاں تک رقیم بن خلاط کا تعلق تھا وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مسکن کے وسط ہی میں رہا اور اس نے اپنے جاسوس اور طلائیہ گردستے تینوں سمت پھیلا دیے تھے تاکہ جہاں کہیں بھی

دشمن پیش قدمی کرتا دکھائی دے اس کی اطلاع دیں تاکہ وہاں خود ضرب لگا کر دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں۔ یہ سارے انتظام کرنے کے بعد رقیم بن خلاط دشمن کے حملہ آور ہونے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

فرولندہ نے اپنے لشکر کے سارے حصوں کو یہ حکم دے دیا تھا کہ سارے لشکر بیک وقت دشمن پر حملہ آور ہوں اس کے لیے عصر کا وقت مقرر کیا گیا تھا اور یہ طے پایا تھا کہ اس وقت تینوں اطراف سے تینوں لشکر پوری شدت کے ساتھ حملہ آور ہوں اور شام سے پہلے پہلے رقیم بن خلاط کے مسکن پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ سارے معاملات طے کرنے کے بعد خود فرولندہ اپنے نائب سالار اعلیٰ گیلر کے ساتھ شمال اور شمال مغرب کی سمت حشرات الارض اور برساتی کیزوں کی طرح حرکت میں آیا پھر وہ شمال اور شمال مغرب کی سمت کھلنے والے دروں سے شب تاریک و تاریک میں سازشی عناصر اور زائر اجل کی طرح آگے بڑھتا ہوا رقیم بن خلاط کے مسکن میں داخل ہوا تھا۔

کوہستانی سلسلوں کے اوپر منصور بن نعمان بھی بڑی بے چینی سے فرولندہ اور گیلر کا انتظار کر رہا تھا۔ ادھر رقیم بن خلاط کو اس کے طلائیہ گردستے پیغام رساں شاہینوں کی مدد سے یہ پیغام دے چکے تھے کہ فرولندہ حملہ آور ہونے کے لیے دروں میں داخل ہو چکا ہے لیکن ابھی تک جیبی جنوب سے اور آگیلار مشرق کی طرف سے حملہ آور نہیں ہوئے۔ یہ پیغام پہنچنے کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنا لائحہ عمل تبدیل کر دیا تھا اب اپنے لشکر کے ساتھ وہ بڑی برق رفتاری سے ان شمالی دروں کی طرف بڑھا جہاں منصور بن نعمان گھات میں بیٹھا ہوا تھا اور فرولندہ اور گیلر دروں سے داخل ہو کر حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہے تھے۔

فرولندہ کا لشکر دو حصوں میں بٹ کر دروں میں داخل ہوا۔ ایک درے سے فرولندہ اپنے حصے کا لشکر لے کر آگیا تھا دوسرے درے سے دوسرا حصہ جو گیلر کی سرکردگی میں تھا پیش قدمی کر رہا تھا۔ فرولندہ اور گیلر دونوں ابھی اس جگہ نہیں پہنچے تھے جہاں رقیم بن خلاط نے لوہے کے گوکھرو بچھائے تھے اس کی آمد سے پہلے ہی پہلے رقیم بن خلاط، منصور بن نعمان سے جا ملا اور اسے تاکید کی کہ وہ صرف فرولندہ کی راہ روکے۔ گیلر پر وہ خود حملہ آور ہوگا۔ یہ سارا معاملہ طے کرنے کے بعد اب رقیم بن خلاط گیلر اور منصور بن نعمان فرولندہ کی آمد کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے تھے۔

پیش قدمی کرتے ہوئے فرولندہ اور گیلر نے نہ جانے آپس میں کیا مشورہ کیا کہ پہلے فرولندہ آگے بڑھا اور جس درے سے گیلر آگے بڑھ رہا تھا وہاں گیلر نے اپنی پیش قدمی کی رفتار سست کر دی تھی لہذا جب فرولندہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے آگے بڑھا تو اچانک

اس لیے کہ بہت کم سوار گھوڑوں کے زخمی ہو کر گوکھروں پر گرے اور سوار بھی کم زخمی ہوئے جس کی وجہ سے چیخ و پکار مچ گئی اور پچھلے سوار سنبھل گئے اور انہوں نے بھی اپنے گھوڑوں کی بائیں کھنچ لیں تھیں پر اس وقت تک جابر بن بکر رقیم بن خلاط کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سنسار ساگر میں رس روپ، سرکش و نوجوان صدیوں کے سفر کی طرح اپنے لشکر کے دونوں حصوں کے ساتھ بھوکے شاہینوں کی طرح آگیلار کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ آگیلار کا لشکر چونکہ درے کے اندر محدود تھا کھل کر حرکت نہیں کر سکتا تھا لہذا جابر بن بکر نے آگیلار کے لشکر کو کافی نقصان پہنچایا۔ آگیلار کے لشکر کی اپنے گھوڑوں کو چڑھائی پر لے جا کر حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے جبکہ جابر بن بکر اور اس کے لشکر کی کوہستانی سلسلوں کی تجریدی نشیب سے نیچے جاسکتے تھے جابر بن بکر اور اس کے لشکر کی کوہستانی سلسلوں کی تجریدی نشیب سے نیچے جاتے ہوئے تباہی و بربادی کے نشانات چھوڑتے چلے جا رہے تھے۔ آخر اس سمت سے آگیلار کو بھی ناکام و نامراد پسپا ہونا پڑا۔

رقیم بن خلاط ابھی تک گھات میں بیٹھا تھا۔ کیونکہ گیلر کے آگے بڑھنے کی رفتار کافی دھیمی تھی۔ یہاں تک کہ درے کے اندر آہستہ آہستہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے گیلر رقیم بن خلاط کو دکھائی دیا۔ کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر گھات میں بیٹھے ہوئے رقیم بن خلاط نے گیلر کی آگے بڑھنے کی دھیمی اور ست رفتار سے اندازہ لگایا تھا کہ گیلر اگر اسی طرح پھونک پھونک کر قدم آگے بڑھاتا رہا تو اس کا نقصان دوسرے لشکروں کی نسبت کم ہی ہوگا اور بالکل ایسے ہی ہوگا اس لیے کہ گیلر کے اگلے لشکر کی جب مٹی میں دبے ہوئے گوکھرو کے پاس آئے تو چند ایک کا نقصان ہوا باقی سنبھل کر وہیں رہ گئے تھے لیکن درے کے اندر ان کا رکنا انہیں موت کی دعوت دے گیا تھا۔

اس لیے کہ عین اس موقع پر رقیم بن خلاط سر طور پر سینا کی مشعل کی طرح بکف فطرت کے عناصر، دشت و دمن میں انسوں باہل اور سنسار ساگر میں تیزی سے زردل کرتے متحرک ویوں کی طرح حرکت میں آیا۔ پھر وہ آگے بڑھا قالو بیلی کی سی یاد دہانی کراتے عبد الست خدا ماخ ولی پکاری تکیبوروں اور بلیغ بما انزلہ کا سا جذبہ رکھتی ہوئی صداؤں کی طرح وہ گیلر کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

گیلر نے پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے لشکر کو بچانا چاہا لیکن رقیم بن خلاط نے اس کی ہر کوشش اس کے ہر جتن کو ناکام بنا کے رکھ دیا تھا۔ اس لیے کہ رقیم بن خلاط نے کوہستانی سلسلے کے دونوں جانب دور دور تک لمبی قطاروں میں اپنے لشکر کو پھیلا دیا تھا اور پھر اسی تنظیم کے ساتھ اس کے لشکر کی نیچے اتر کر حملہ آور ہوئے تھے۔ ان کے ان خونخوار حملوں سے ان گنت آسمان سوتی زمین

اس کے لشکر میں ایک شور اور دایلا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لیے کہ اس کے لشکر کی اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے جب اس جگہ آئے جہاں رقیم بن خلاط نے لوہے کے گوکھرو بچھا رکھے تھے تو گھوڑے بری طرح وہاں گرتے ہوئے زخمی ہونے لگے تھے۔ اور ان کے سوار بھی لہو لہان ہو کر رہ گئے تھے۔ عین اس موقع پر دروں کے دونوں جانب سے اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا منصور بن نعمان حرکت میں آیا اور وہ ستاروں کی روشنی، سمندر کی گہرائی اور موت کے مانند طاقتور عناصر کی طرح فرواندہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

فرواندہ کے لشکر میں پہلے ہی گھوڑوں اور سواروں کے گوکھروں پر گرنے اور لہو لہو زخمی ہونے کی وجہ سے ایک کھرام مچا ہوا تھا اب جو دونوں طرف سے منصور بن نعمان نے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کیا تو اس حملے میں فرواندہ کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔ پہلے ہی حملہ میں فرواندہ کے لشکر کے ساتھ فوراً پسپا ہو گیا تھا۔ وہ ایک لحاظ سے منصور بن نعمان کے پہلے حملے کا ایک جھٹکا بھی برداشت نہ کر سکا تھا۔

ادھر گیلر کے آگے بڑھنے کی رفتار کافی سست ہو گئی تھی نہ جانے اس نے فرواندہ کے ساتھ کیا ساز باز کی تھی کہ وہ بڑی سست روی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ دوسری جانب جیمی جنوب کی سمت پہنچ کر بڑے درے میں داخل ہوا پھر وہ فریب کی یلغار، قہر بانی کی تابداری اور بے حرارت اور بے حلاوت خونخواری کی طرح دروں میں داخل ہوا تاکہ ممکن میں گھس کر ٹوٹ مار اور بربادی کا کھیل کھیلے۔ لیکن اسے ایسا موقع نہ ملا۔

اس کی حالت بھی فرواندہ جیسی ہوئی۔ جو نہی اس کے لشکر کی اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے لوہے کے گوکھروؤں پر آئے تو ان کے اندر بھی خون آلود اور لہو لہو کھرام اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ عین اسی موقع پر منذر بن طریف ستاروں کے مست اور شاد ماں قافلوں، ہر داؤ پر گھات لگاتی مرگ، شمشیر زن جنگ آزما اور صولت زن کی طرح جیمی پر حملہ آور ہوا۔ جیمی بھی فرواندہ کی طرح منذر بن طریف کے اس دو طرفہ حملہ کو نہ روک سکا۔ اس لیے کہ اس کے لشکر کا ایک حصہ تو پہلے ہی لوہے کے گوکھروؤں کی وجہ سے زخمی ہو کر پریشان ہو چکا تھا۔ فرواندہ کی طرح اس نے بھی پسپا ہونا مناسب سمجھا۔

تیسری جانب جابر بن بکر جس درے پر گھات لگائے بیٹھا تھا اس میں آگیلار بڑے کرد و فر کے ساتھ زعم باطل اور منافقت کی رات خونی سرکش سوچوں کی طرح درے میں آگے بڑھا تھا۔ آگیلار بڑا محتاط دکھائی دیتا تھا اس لیے کہ وہ بذات خود اپنے لشکر کے وسط میں تھا اور پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا۔ لیکن اس کے آگے بڑھنے کی رفتار چونکہ تیز نہیں تھی لہذا جب اس کی اگلی صفوں کے لشکر کی لوہے کے گوکھروؤں پر آئے تو ان کا کوئی زیادہ نقصان نہیں ہوا

جو اس وقت اپنے لشکر کی تنظیم نو کر رہا تھا۔ اس پر یکبارگی انہوں نے تیزی سے نزول کرتی ہوئی موت کی طرح حملہ کر دیا۔ دروں سے نکل کر یہ حملہ ایسا اچانک اور خوفناک تھا کہ فرولندہ اس کی توقع ہی نہیں رکھتا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ جس لشکر نے اس کی راہ روکی ہے وہ دروں سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ نہیں کرے گا۔ لیکن جب رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان نے دروں سے باہر نکل کر کھلے میدانوں میں اس پر حملہ کیا تو فرولندہ دنگ رہ گیا تھا۔ فرولندہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا لہذا اس کے لشکر کی مناسب مقابلہ نہ کر سکے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میدان میں بھی رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان نے ان کا خوب قتل عام کیا۔ بچے کچے لشکر کو لے کر فرولندہ دریائے حدار کی طرف بھاگ گیا تھا۔ رقیم بن خلاط اور منصور بن نعمان نے فرولندہ کے بھاگنے والے لشکر کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر وہ اپنے مسکن میں گھس گئے تھے۔ فرولندہ اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ دریائے حدار کے کنارے خیمہ زن تھا اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ جنوب میں جیسی اور مشرق میں آگیلار کو بھی بدترین شکستیں ہوئی ہیں اور یہ کہ اس کے دوسرے درے سے گھن کر حملہ آور ہونے والے گیلر کو قتل کر دیا گیا ہے اور اس کے سارے لشکر کو تہ تیغ کیا جا چکا ہے۔

یہ بری خبریں سن کر فرولندہ بڑا پریشان اور دل آزرہ ہوا۔ دریائے حدار کے کنارے سے اس نے کوچ کیا اور اپنے جاسوسوں کو حکم دیا کہ جیسی اور آگیلار کو یہ بتایا جائے کہ وہ غرناطہ کے نواح میں آئیں فرولندہ وہیں اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو کر ان کا انتظار کرے گا۔ یوں فرولندہ دریائے حدار کے کنارے ہٹ کر غرناطہ کے نواح میں خیمہ زن ہوا۔ جیسی اور آگیلار بھی اپنے بچے کچے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے پھر تینوں ایک جگہ جمع ہوئے تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتے رہے پھر فرولندہ، جیسی اور آگیلار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سنو میرے دونوں عزیز! میرے دونوں ساتھیو! میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ اس رقیم بن خلاط کے ہاتھوں ہم سب کو بدترین شکست ہوئی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ اتنا طاقتور نہیں ہوگا اور تین اطراف سے حملہ آور ہو کر ہم شام تک اس کے مسکن پر قابض ہو جائیں گے لیکن میں نے اس کی قوت کا اندازہ لگانے میں بڑی سخت غلطی کی میں سمجھتا ہوں یہ ہماری سب سے بڑی حماقت ہے اس لیے کہ اس جنگ میں ہمارے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ کام آچکا ہے اور سب سے بری اور بدترین خبر یہ ہے کہ اس جنگ میں میرا گیلر جیسا سور مارا گیا اور اس کے ساتھ جس قدر لشکر تھا اسے بھی درے کے اندر تہ تیغ کر دیا گیا ہے یہ میرا ایسا نقصان ہے جس کی تلافی میں زندگی بھر نہ کر سکوں گا۔

خاموش ہوا تب جیسی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ تو کیا

چونکہ اٹھے تھے۔ تلواریں بری طرح برسنے لگی تھیں۔ سپاہی زخمی ہو کر چیختے ہوئے زمین پر گرنے لگے تھے۔ گھوڑے ہنہاتے ہوئے چور چور لخت لخت ہوتے جا رہے تھے۔ سقف آسمان فرش زمین کشت ویران کی سی صورت اختیار کرنے لگا تھا۔

درے کے اندر قیامت اور ایک قہرمانیت کا سماں برپا ہو گیا تھا۔ گیلر اپنی پوری کوشش اور جدوجہد کر رہا تھا کہ درے سے اپنے لشکر کو نکال کر باہر لے جائے لیکن رقیم بن خلاط ایسا نہ ہونے دے رہا تھا اس نے ایک طرح سے اب گیلر کے لشکر کو درے میں گھیر لیا تھا اس کا چاروں طرف سے قتل عام شروع کر دیا تھا۔ گیلر چونکہ سوچی سمجھی تنظیم کے تحت اپنے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کی طرح اپنے لشکر کے وسط میں پیش قدمی کر رہا تھا لہذا جب چاروں طرف سے اس کے لشکروں کا قتل عام ہوا تو وہ سمٹ کر گیلر کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے۔

اس موقع پر رقیم بن خلاط طوفانوں اور آندھیوں کے سے انداز میں آگے بڑھا۔ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ گیلر کے لشکریوں کو بڑی تیزی سے کاٹتا ہوا وہ عین گیلر کے سر پر جا پہنچا۔ رقیم بن خلاط نے چونکہ جنگ میں اپنے چہرے کو خود کے نقاب سے ڈھانپا ہوا تھا اس لیے گیلر اسے پہچان نہ سکا اور نہ جان سکا مجھ پر کون حملہ آور ہو رہا ہے۔ تاہم اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ جو لشکر اس کے مقابلے پر آیا ہے اس کا سالار اس پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ گیلر نے بچنے کی بڑی کوشش کی لیکن رقیم بن خلاط اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ جب گیلر نے دیکھا کہ بھاگنے اور جان بچانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو وہ بھی مقابلے پر جم گیا۔ تھوڑی دیر اپنے گھوڑوں پر بیٹھے دونوں جم کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے پھر رقیم بن خلاط نے اپنی ڈھال سے گیلر کو ایک چمکے دیتے ہوئے اپنی تلوار گراتے ہوئے ایسا خوفناک وار کیا کہ رقیم بن خلاط کی تلوار گیلر کے شانے پر گری اور اس کے سارے جسم کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی زین تک چلی گئی تھی۔ گیلر کا جسم دو حصوں میں بٹ کر زمین پر گر گیا تھا۔

گیلر کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ گیلر حملہ آوروں کے سالار کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اس کی لاش زمین پر گر گئی ہے تو انہوں نے ہاتھ کھینچ لئے لڑنا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ایسے بد کے کہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ رقیم بن خلاط کے لیے یہ ایک بہترین موقع تھا لہذا اس نے ان کے بھاگنے کی ساری راہیں مسدود کر دیں اور جس قدر لشکر گیلر کے ساتھ تھا اس سارے لشکر کو رقیم بن خلاط نے اس درے کے اندر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

فرولندہ منصور بن نعمان کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد پیچھے ہٹا تھا۔ شاید وہ سنبھل کر پھر حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔ اس دوران تک رقیم بن خلاط گیلر کا خاتمہ کرنے کے بعد منصور بن نعمان سے آگاہ تھا۔ پھر دونوں اپنے لشکریوں کو یکجا کرنے کے بعد درے سے نکلے اور فرولندہ

سے رقیم بن خلاط کا محاصرہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ ہم اس کے ساتھ جنگ جاری رکھیں گے اور طول دے کر کوئی بھی کھانے پینے کی چیز شمال مغربی دروں سے اس کے درے میں نہیں آنے دیں گے۔ جنوب میں سمندر ہے ادھر سے اسے کچھ نہیں ملے گا۔ لہذا وہ زیادہ عرصہ تک جنگ کی حالت میں نہ رہ سکے گا اور پھر یا تو اسے اپنا مسکن خالی کر کے افریقہ کی طرف بھاگنا پڑے گا یا اسے اپنی بے بسی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے ہمارے سامنے ہتھیار پھینک کر اپنی شکست کو تسلیم کرنا ہوگا اور جب ایسا ہوگا تو پھر تم سب دیکھنا میں اس رقیم بن خلاط کا کیا حشر کرتا ہوں۔ اب تم اٹھو اپنے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کی اجازت دو اور پھر کل سے نئی تنظیم کے ساتھ نئے لشکر قائم کرنے کا آغاز کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی تینوں اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر وہ متحدہ لشکر کے ساتھ غریب کی طرف جارہے تھے۔



آپ کا خیال ہے کہ اب ہمیں رقیم بن خلاط پر حملہ آور نہیں ہونا چاہئے اس پر فرزندہ چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

نہیں میرا ہرگز ایسا خیال نہیں ہے۔ اس بار ہم نے حملہ آور ہونے میں غلطی کی تھی ہم بڑی تیزی سے آگے بڑھے تھے جبکہ ہمیں پھونک کر قدم رکھنا چاہئے تھا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھنا چاہئے تھا۔ تیز رفتاری سے آگے بڑھنے کی وجہ سے اس رقیم بن خلاط نے جو دروں کے اندر لوہے کے گوکھرو بچھا رکھے تھے ان کی وجہ سے ہمیں ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تا کہ درے کے اندر اس رقیم بن خلاط نے اپنے دفاع کے اس قدر انتظامات کر رکھے ہوں گے۔

اس پر چنبی دکھ کے اظہار میں کہنے لگا۔

اس رقیم بن خلاط کے جنگی انتظامات اچھے اور طاقتور حکمران سے کسی بھی صورت کم نہیں ہیں اس نے ہمیں پسپا کر کے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ ایک لمبا عرصہ دفاع کا بند باندھ کر جنگ کو طول دے سکتا ہے۔

اس پر فرزندہ نے پریشانی اور پشیمانی میں جواب دیا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ ہزاروں کی تعداد میں لوہے کے گوکھرو بچھا کر اس نے ہمارے لشکر کی راہ روکنے کی خوفناک کوشش کی ہوگی بہر حال رقیم بن خلاط اپنی کوشش میں کامیاب رہا اور ایک بار اس نے نہ صرف یہ کہ بدترین شکست دی ہے بلکہ ہمیں اپنے مسکن سے نکال باہر کرنے میں بھی کامیاب رہا ہے۔ لیکن میں اس کی حیثیت کو زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہنے دوں گا میرے خیال میں ہماری شکست کے دو عوامل ہیں۔ پہلا یہ کہ ہم نے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق بیک وقت دروں میں داخل ہو کر حملہ نہیں کیا بلکہ ہم مختلف اوقات میں حملہ آور ہوتے رہے۔ اس طرح شاید رقیم بن خلاط کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنی طاقت کو منتقل کرنے کا موقع مل گیا۔ دوسرا یہ کہ ہم نے اپنی قوت کو خواہ مخواہ پھیلا دیا۔ ہمیں زیادہ دروں سے حملہ آور نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اب ہم جنوب اور مشرق کو رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھیوں کے بھاگنے کے لیے کھلا چھوڑ دیں گے اور صرف شمال اور شمال مغرب کی طرف سے حملہ آور ہوں گے۔ دیکھو میرے ساتھیو! آج اور ابھی سے جنگ کی بھرپور تیاریاں شروع کر دی جائیں گی۔

جب ہماری تیاریاں اپنے عروج پر پہنچ جائیں گی تو غریب سے ہم لشکر کے ساتھ روانہ ہوں گے اور رقیم بن خلاط کے مسکن اور دریائے حدار کے درمیان اپنا پڑاؤ کریں گے۔ اس پڑاؤ میں جنگ کا ضروری سامان اور کئی ماہ کی خوراک کا انتظام ہوگا۔ یہ اس لیے کہ یہ حملہ ایک طر

فرواندہ نے رقیم بن خلاط کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد اس کا انتقام لینے کے لیے کوئی زیادہ وقت نہیں لیا غرناطہ پہنچتے ہی اس نے دن رات اپنے آپ کو جنگی تیاریوں میں مصروف رکھا۔ اپنی عسکری طاقت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ ارغون کے حکمران جنہی نے بھی اپنے مزید دسے اپنے مرکزی شہر سے منگوا لیے تھے خود فرواندہ نے بھی قرطبہ سے کمک بلالی تھی اس کے علاوہ شدت کے حکمران یا قوہ قادس کے حکمران مارکویس حکمران قبرہ، حاکم ولینا کو بھی اس فیصلہ کن جنگ میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی تھی اور یہ سب حکمران اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ غرناطہ پہنچ گئے تھے۔ اس کے بعد فرواندہ نے ڈون النز کو طلب کیا یہ شخص ان دنوں مالقہ کا حاکم تھا۔ اپنی انفرادی شجاعت، دلیری اور مردانگی میں یہ پورے ہسپانیہ میں یکتا روزگار خیال کیا جاتا تھا اور عیسائی دنیا اسے شیر دل ڈون النز کہہ کر پکارتی تھی۔ اس کی شجاعت اور بہادری ہی کی وجہ سے فرواندہ نے اسے مالقہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ ڈون النز کے علاوہ فرواندہ نے حاکم اگوئی لار کو بھی طلب کیا تھا یہ بھی اپنی شجاعت میں بڑا بے مثل خیال کیا جاتا تھا۔ ان سب کو اپنی مدد کے لیے طلب کرنے کے بعد فرواندہ نے ایک متحدہ لشکر تیار کیا اور پھر وہ رقیم بن خلاط کا خاتمہ کرنے کے لیے غرناطہ سے نکلا تھا۔

اس بار فرواندہ نے رقیم بن خلاط کے مسکن کے چاروں طرف اپنے لشکر کو پھیلانے کی حماقت اور بے وقوفی نہیں کی۔ بلکہ وہ دریائے حدار کی سمت سے مسکن کے شمال اور شمال مغربی دروں کی طرف سے آیا اور دروں اور دریائے حدار کے درمیان اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا۔

فرواندہ اپنے ساتھ بے شمار جنگی سامان اور کئی ماہ کی خوراک کا انتظام کر کے آیا تھا اس لیے کہ وہ محاصرے کو طول دے کر رقیم بن خلاط اور اس کے ساتھیوں کو افریقہ بھاگ جانے پر مجبور کرنا چاہتا تھا اس کا خیال تھا کہ اگر جنگ طول پکڑے گی تو رقیم بن خلاط کے لشکریوں کے پاس نہ صرف یہ کہ سامان جنگ ختم ہو جائے گا بلکہ وہ خوراک کی کمی بھی محسوس کرتے ہوئے غرناطہ کی طرح قحط کا شکار ہو جائیں گے۔ بس یہی خیال لے کر اس نے شمال کی طرف سے رقیم بن خلاط کو جنگ میں ایک لمبے عرصے کے لیے مصروف رکھنا چاہا تا کہ وہ بے بس اور مجبور

ہو کر اپنے آپ کو فرواندہ کے حوالے کر دے۔

رقیم بن خلاط کے مسکن میں داخل ہونے کے لیے شمال اور شمال مغرب میں تین بڑے درے ایسے تھے جن سے لشکر آسانی سے داخل ہونے کے علاوہ مڑ کر اپنا دفاع بھی کر سکتا تھا۔ اب صورتحال یہ تھی کہ ایک طرف صرف رقیم بن خلاط اپنے مسکن میں اپنے لشکر کے ساتھ تھا دوسری طرف ہسپانیہ کی پوری نصرانی طاقت اور قوت تھی۔

فرواندہ نے اپنے حصے کے لشکر کے علاوہ ہولی برادر ہڈ کو ان کے سالار رگون سالود اور سیون سسر کو ان کے کماندار شالیب کے ہمراہ اپنے ساتھ رکھا اور درمیانی درہ اس نے اپنے لیے منتخب کیا اور اسی درے سے آگے بڑھ کر اس نے حملہ آور ہونے کا عزم کیا۔

شمال مغرب کا درہ فرواندہ نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ آگیلار کی سرکردگی میں دیا اور اس کی مدد کے لیے مالقہ کے حاکم شیر دل ڈون النز، حاکم اگوئی لار اور حاکم ولینا کو اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ تیسرے درے پر ملکہ ازایلا کے باپ اور ارغون کے حاکم جنہی کو رکھا گیا تھا۔ اس کی مدد کے لیے اس کے ساتھ حاکم قبرہ، شدت کے حکمران یا قوہ اور قادس کے حاکم مارکویس تینوں کو کر دیا گیا تھا۔

حملہ کا طریقہ کار یہ رکھا گیا تھا کہ دروں میں داخل ہونے کے لیے سب سے پہلے پیدل لشکر آگے بڑھیں گے وہ اپنی لمبی لمبی ڈھالوں کو اپنے سامنے آڑ بنا کر رکھیں گے تاکہ سامنے کی طرف سے اگر حملہ ہو تو اسے رد کا جا سکے اور ان بڑھنے والوں کے دائیں بائیں بھی مسلح جوان ہوں گے جو آگے بڑھتے ہوئے اپنی لمبی ڈھالوں کو اپنے دائیں بائیں رکھیں گے تاکہ اگر دائیں بائیں کے کوہستانی سلسلے سے ان پر تیروں یا پتھروں کی بوچھاڑ کی جائے تو وہ بوچھاڑ ڈھالوں پر لگے اور لشکر کا کوئی نقصان نہ ہو۔ دوسرا طریقہ کار یہ بھی تھا کہ فرواندہ نے حکم دے دیا تھا کہ کوئی بھی لشکر چھوٹے گروہ میں ادھر ادھر نہ ہو بلکہ پوری اجتماعیت کو استعمال کرتے ہوئے حملے کئے جائیں اس لیے کہ فرواندہ کو خطرہ تھا کہ انگو اس کے لشکر کا کوئی حصہ کٹ کر ادھر ادھر ہوا تو رقیم بن خلاط اس کا قتل عام کر کے رکھ دے گا۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد ایک روز صبح ہی صبح فرواندہ نے اپنے حملے کی ابتدا کی تھی۔

دوسری طرف اپنے مسکن میں بیٹھا رقیم بن خلاط بھی اپنے دشمن پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اس کی ایک ایک نقل و حرکت ایک بات کی خبر اس کے جاسوس اسے پہنچا رہے تھے۔ اسے یہ بھی اطلاع مل چکی تھی کہ فرواندہ نے دریائے حدار اور دروں کے درمیان اپنا بہت بڑا پڑاؤ نصب کر لیا ہے اور یہ کہ جنگ کو طول دیتے ہوئے وہ ہم پر قابو پانے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ فرواندہ کی آمد سے پہلے ہی پہلے رقیم بن خلاط نے دروں کے اوپر پتھروں کے ڈھیر کے

ساتھ ساتھ بڑی بڑی چٹانیں بھی قریب کر دی تھیں تاکہ وقت ضرورت انہیں بھی لڑھکا کر دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جائے اور پھر دروں کے بالکل اوپر کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر بڑی بڑی چٹانوں کی آڑ میں بڑے بڑے چولہے بنا کر ان کے اوپر لوہے کے بڑے بڑے کڑھائے رکھ دیئے گئے تھے جن میں منوں کے حساب سے پانی ابالا جانے لگا تھا تاکہ دشمن اگر پیش قدمی کرے تو کھولتا ہوا پانی پھینک کر اسے واپس بھاگ جانے پر مجبور کر دیا جائے۔

پتھروں کے ڈھیر لگانا اور پانی گرم کرنے کا انتظام لشکر کی ان عورتوں کے سپرد تھا جنہیں رقیم بن خلاط نے پہلے سے جنگی تربیت دے رکھی تھی ان عورتوں کی کمانداری روط، نویرہ، اربونہ اور عروسل کر رہی تھیں۔

سارے انتظامات کے علاوہ رقیم بن خلاط نے نیا اور سب سے عمدہ انتظام کیا تھا وہ یہ کہ اس نے کوہستانی سلسلے کے اوپر ہلکی پھلکی چھوٹی منجھتیں نصب کر دی تھیں جن کے نیچے لکڑی کے پتے لگے ہوئے تھے اور انہیں حرکت دے کر ادھر ادھر پتھروں کے ذریعے آسانی سے لے جایا جاسکتا تھا۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد فرولندہ کے حملہ آور ہونے سے پہلے رقیم بن خلاط نے اپنے لشکر کو درست کیا۔

فرولندہ، بولی برادر ہڈ کے گون سالود اور سیون سسر کے شالیب کے سامنے رقیم بن خلاط خود رہا۔ آگیلار، حاکم دلیما، شیردل ذن النز اور حاکم اگوکی کے سامنے منصور بن نعمان کو رکھا گیا تھا۔ ارغون کے حاکم جیمی کے علاوہ شعت کے حاکم یا قوہ قاقس کے حکمران مارکوس اور حاکم قبرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے منذر بن طریف کو رکھا گیا اور جابر بن بکر کو اس کی مدد کے لیے اس کے ساتھ کر دیا گیا تھا۔

پھر فرولندہ نے تینوں دروں سے حملے کی ابتدا کی۔ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کا انتظام بھی اس بار فرولندہ نے خوب کیا تھا۔ اس لیے کہ پڑاؤ میں اس نے اپنے محافظ دستوں کے سالار اعلیٰ یودیس اور اپنے درباری پہلوان سیکا کو رکھا۔ ان کی کمانداری میں ایک خاصہ بڑا لشکر بھی دیا تھا تاکہ وہ احسن طریقے سے اپنے پڑاؤ کی حفاظت کر سکیں۔ اس کے علاوہ فرولندہ کے حکم پر سیکا اور یودیس لوہے کی وہ بند گاڑی بھی اپنے ساتھ لے کر آئے تھے جس میں انہوں نے نرمادہ شیر بند کر رکھے تھے۔ فرولندہ کا خیال تھا کہ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ وہ چند ہی یوم میں رقیم بن خلاط کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا اور پھر رقیم بن خلاط کو زندہ گرفتار کر کے وہ ایک دو روز تک مادہ شیر کو بھوکا رکھے گا۔ بہر حال ان سارے انتظامات کے بعد فرولندہ نے جنگ کی ابتدا کی تھی۔

اپنے لشکر کے ساتھ فرولندہ زائر اجل، مرگ کی سعی و طواف، ہوا میں پھیلتی عفونت کی طرح

حرکت میں آیا۔ پھر وہ تیرہ شی کے عظیم بحر اور بے پناہ رعونت و سرکشی کی طرح اس درے میں تیزی سے آگے بڑھا تھا جس کی حفاظت خود رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کر رہا تھا۔

فرولندہ اور اس کے لشکریوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس بار رقیم بن خلاط نے دروں کے اندر لوہے کے گوکھرو نہیں بچھائے جو ان کے لشکریوں کی راہ روک سکتے یوں یہ صورتحال دیکھتے ہوئے وہ بے حد خوش تھے۔ فرولندہ کے کچھ چھوٹے سالاروں نے گوکھرو نہ بچھانے کا عمل دیکھتے ہوئے یہ قیاس آرائیاں کرنی شروع کر دی تھیں کہ شاید رقیم بن خلاط اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہلے ہی اپنا مسکن خالی کر کے بھاگ چکا ہو گا اور یہ کہ جنگ کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

لیکن فرولندہ اپنے لشکر کے ساتھ جب اس درے کی آدمی سے زیادہ مسافت کو طے کر چکا تو ایک قیامت ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔ جوانی کا روانی کرنے کے لیے رقیم بن خلاط قضا کا ساربان اور مرگ کے رہنما کی طرح وہ حرکت میں آیا تھا۔ سیاہ آدمی اور سرخ سیلاب کی طرح اس نے اپنی موجودگی کا اظہار کیا اور اس طرح کہ فرولندہ کے لشکر کے وسطی حصہ پر کوہستانی سلسلے کے دونوں جانب سے کھولتا ہوا پانی، بڑے بڑے پتھر پھینکے گئے اور ساتھ ہی بڑی بڑی چٹانیں بھی الٹائی جانے لگی تھیں۔ جن کے باعث فرولندہ کے لشکر کے وسطی حصے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے فرولندہ کا پشتی لشکر پیچھے ہٹ گیا۔ جبکہ لشکر کا اگلا حصہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا تھا تاکہ وہ پتھروں کی بارش اور کھولتے ہوئے پانی کے حملوں سے بچ سکے۔ عین اس موقع پر سامنے کی طرف سے رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ دامن میں قیامت اور طوفان برق و بار رکھنے والے عناصر اور قوی ضربوں میں برق شکنی رکھنے والے فطرت کے کارکنوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ رقیم بن خلاط کے حملے میں ایک درس صداقت جیسی شادابی اور ذوق طاقت جیسی دارنگی تھی۔ رقیم بن خلاط کے یوں حملہ آور ہونے کے باعث درے کے اندر خاک و زھول خصوصیت، عداوت، خفیت و شرمیلیگی، دلہنگاری، قلب خراشی اور خواری و خرابی اپنے پورے عروج کے ساتھ ناچ اٹھی تھی۔

فرولندہ کے لشکر کے وسطی حصے پر جس وقت کھولتے ہوئے پانی اور منجھتیوں کے ذریعے سنگباری کی گئی تھی اس وقت ہی فرولندہ کے اگلے حصے میں بھی ایک طرح سے بے چینی اور افراتفری برپا ہو گئی تھی اس لیے کہ فرولندہ کا وسطی حصہ بری طرح پچل مٹل کر رہ گیا تھا۔ خود فرولندہ اپنے لشکر کے پشتی حصے میں تھا لہذا وہ اپنے آپ کو محفوظ کرتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ تاہم

سامنے والے حصے پر رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ موج و مرگ کی لہروں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ اس نے پہلے ہی حملے میں فرولندہ کے سینکڑوں لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس اچانک حملے سے فرولندہ کے وہ لشکری بے حد خوفزدہ اور بدظمی کا شکار ہوئے اور جب رقیم بن خلاط کی سرکردگی میں اس کے لشکریوں نے پر زور انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے بڑی خونخواری سے فرولندہ کے لشکریوں کا قتل عام کیا تو فرولندہ کے لشکر کا وہ حصہ پسپا ہو کر پیچھے ہٹا ان کا پیچھے ہٹنا تھا کہ ان کے اوپر ایک قیامت ٹوٹ پڑی اس لیے کہ رقیم بن خلاط نے پہلے کی نسبت زیادہ خونخواری سے ان پر حملہ آور ہونا شروع کیا اور ان کا مزید مل عام کیا۔ بچے بچے لشکری بڑی تیزی اور بڑی بری حالت میں اپنی جانیں بچاتے ہوئے درے میں بھرے پتھروں کو پھلانگتے ہوئے فرولندہ سے جا ملے تھے۔ یوں فرولندہ کے اس حملے کو رقیم بن خلاط نے مکمل طور پر پسپا کر دیا تھا۔

فرولندہ کے دائیں بائیں دروں میں آگیلار اور جیمی بھی نفرت سے سنگ ستم کی آندھی، کرہ خاک اور موج خون کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔ لیکن جس طرح رقیم بن خلاط نے عجیب طرح سے فرولندہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا اسی طرح منصور بن نعمان، منذر بن طریف اور جابر بن بکر بھی عجیب سی جلائی آبرو، فاتحانہ انداز میں ان کے سامنے آئے۔ انسانیت کے محافظوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے انہوں نے آگیلار اور جیمی دونوں کو فرولندہ ہی کی طرح پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یوں فرولندہ کے لشکر کا یہ متحدہ پہلا حملہ ایک طرح سے ناکام و نامراد ہو کر رہ گیا تھا۔

اپنے پہلے حملے میں اس ناکامی اور نامرادی کے بعد فرولندہ اپنے پڑاؤ میں واپس آ گیا۔ آگیلار اور جیمی بھی اس کے کہنے پر اپنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ میں واپس آ گئے تھے۔ یہاں فرولندہ نے اپنے سالاروں کے ساتھ طویل صلاح و مشورہ کئے۔ اس کے بعد نیا لائحہ عمل طے کرنے کے بعد دوبارہ حملہ آور ہونے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں تھیں۔

نئے انداز میں حملہ آور ہونے کے لیے فرولندہ نے اپنے لشکریوں کو ایک دن اور رات آرام کرنے کے لیے موقع دیا۔ اس کے بعد اگلے روز پھر وہ متحدہ لشکر کے ساتھ آگے بڑھا تھا۔ پہلے ہی کی طرح فرولندہ وسطی درے کی طرف بڑھا۔ آگیلار شمال مغربی درے سے اور جیمی متحدہ لشکر کے ساتھ بائیں جانب کے درے سے آگے بڑھے تھے۔ اس بار جنگ کا طریقہ کار کچھ تبدیل کر دیا گیا تھا۔ فرولندہ اور جیمی اپنے اپنے دروں میں داخل ہونے کے بعد بالکل سست رفتار ہو گئے تھے اور بڑے راز دار انداز میں ان کے لشکریوں کے اندر جنگ کے طبل اور لڑائی کے قرعے بجنے شروع ہو گئے تھے۔ شاید وہ دونوں مل کر آگیلار کو کسی طرح کا

کوئی اشارہ دے رہے تھے۔

پہلے ہی کی طرح فرولندہ کے سامنے رقیم بن خلاط تھا۔ جیمی کے سامنے منذر بن طریف اور جابر بن بکر جبکہ آگیلار کے سامنے منصور بن نعمان تھا۔ اس بار منصور بن نعمان کی بیوی عروسہ بنت حمدون بھی منصور بن نعمان کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوئی تھی۔

فرولندہ نے اس بار بڑی چالاکی، بڑی ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگ کے انجام کو اپنے حق میں کرنا چاہا۔ وہ اس طرح کہ صرف اس بار آگیلار ہی اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ پیش قدمی کر رہا تھا۔ جبکہ فرولندہ اور جیمی دونوں اپنے اپنے دروں میں تھوڑا سا آگے جانے کے بعد رک گئے تھے۔ پھر وہ زور زور سے اپنے اپنے لشکر میں جنگ کے طبل اور لڑائی کے قرعے بجاتے ہوئے آگیلار کو کوئی مخصوص اشارے دینے لگے تھے۔

ادھر آگیلار، شیردل ذون النز حاکم اگوئی لار اور حاکم ولینا کے ساتھ بڑی تیزی سے آگے بڑھا تھا۔

درے کے وسطی حصے سے پہلے ہی آگیلار نے ایک نیا قدم اٹھایا اور وہ یہ کہ شیردل ذون النز اور حاکم ولینا کو اس نے اپنا رخ تبدیل کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی ذون النز نے بائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں پر اپنے لشکر کے ساتھ چڑھنا شروع کیا جبکہ حاکم ولینا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دائیں جانب کے کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ رہا تھا۔

آگیلار نے جب دیکھا کہ ذون النز اور حاکم ولینا اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ دائیں بائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں کے اوپر چڑھ گئے ہیں اس لیے کہ جس جگہ انہوں نے یہ کارروائی کی تھی وہاں کوہستانی سلسلے کی اونچائی کم تھی۔ لہذا حاکم ولینا اور ذون النز بڑی آسانی کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ گئے تھے۔ یہ کارروائی کرنے کے بعد آگیلار حاکم اگوئی لار کے ساتھ پھر آگے بڑھنا شروع ہوا۔ اس حالت میں کہ اس کے لشکریوں نے اپنے سر کے اوپر اپنی لمبی لمبی ڈھالیں تان رکھی تھیں تاکہ اگر ان کے اوپر سے پتھروں کی بارش کی جائے یا کھولتا ہوا پانی پھینکا جائے تو وہ محفوظ رہ سکیں جبکہ ذون النز اور حاکم ولینا اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ کوہستانی سلسلوں کے اوپر دائیں بائیں بڑی رازداری کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔

آگیلار اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تھوڑا سا ہی آگے گیا تھا کہ کوہستانی سلسلے کے دائیں بائیں دونوں طرف سے اچانک اس پر پتھروں اور کھولتے ہوئے پانی کی بارش ہونے لگی تھی۔ آگیلار کے لشکری پہلے ہی اپنے سروں کے اوپر اپنی ڈھالیں رکھے ہوئے تھے تاکہ پتھروں کی بارش سے محفوظ رہ سکیں اتنی دیر تک بائیں جانب سے

ڈون النز اور دائیں جانب سے حاکم ولینا بھی اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر منصور بن نعمان کے لشکر کے ان حصوں پر حملہ آور ہو گئے تھے جو کوہستانی سلسلے کے اوپر دائیں بائیں آگیلار کے لشکروں پر پتھروں اور کھولتے ہوئے پانی کی بارش کا انتظام کر رہے تھے۔

ڈون النز اور حاکم ولینا کے ان اچانک حملوں سے منصور بن نعمان کے وہ لشکری فوراً سنبھل گئے انہوں نے آگیلار کے لشکریوں پر پتھروں اور کھولتے پانی کی بارش بند کر دی اور کوہستانی سلسلے کے اوپر وہ ڈون النز اور حاکم ولینا پر حملہ آور ہو گئے تھے اس طرح جہاں درے کے اندر آگیلار اور منصور بن نعمان آپس میں ٹکرائے تھے وہاں کوہستانی سلسلے کے اوپر منصور بن نعمان کے لشکری حاکم ولینا اور ڈون النز سے بھی برسر پیکار ہو گئے تھے۔

چونکہ کوہستانی سلسلے کے اوپر سے اب آگیلار کے لشکریوں پر پتھروں اور کھولتے پانی کی بارش برسانا بند ہو گئی تھی لہذا اس کے لشکری بڑی تیزی سے آگے بڑھے اور منصور بن نعمان پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ اس طرح درے کے اندر گھڑان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔

عین اس موقع ڈون النز نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ اپنے لشکر کے آدھے حصے کے ساتھ اس نے کوہستانی سلسلے کے اوپر منصور بن نعمان کے لشکریوں کو جنگ میں مصروف رکھا اور باقی آدھے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ بڑی تیزی سے کوہستانی سلسلے سے نیچے اترا اور عین جس جگہ منصور بن نعمان اپنی بیوی عروسہ بنت حمدون کے ساتھ دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا اس کی پشت کی جانب سے وہ حملہ آور ہو گیا تھا۔

ڈون النز کا یہ حملہ ایسا اچانک اور ایسا خوشخوار تھا کہ منصور بن نعمان اور عروسہ بنت حمدون دونوں میاں بیوی پشت کی طرف سے دھیان نہ دے سکے اب صورتحال یہ تھی کہ سامنے کی طرف سے ان پر آگیلار اپنے لشکر کے ساتھ دباؤ ڈال رہا تھا۔ پشت کی طرف سے ڈون النز ان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ جس کے باعث منصور بن نعمان کے لشکریوں کو خاصا بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس صورتحال میں جب منصور بن نعمان کے لشکری پسپا ہوئے تو اچانک ڈون النز نے پشت کی جانب سے منصور بن نعمان اور عروسہ بنت حمدون اور ان کے محافظ دستوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اس حملے کے نتیجے میں منصور بن نعمان کے محافظ دستے کام آگئے پھر ڈون النز نے بری طرح حملہ آور ہو کر منصور بن نعمان اور عروسہ بنت حمدون کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

منصور بن نعمان کا مارا جانا تھا کہ اس کے لشکری بد دل ہو کر پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ تاہم وہ جنگ سے پسپا ہو کر بھاگے نہیں تھے بلکہ آہستہ آہستہ اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کرنے کے لیے وہ پسپائی اختیار کر رہے تھے۔ ادھر ڈون النز کے لشکر کا ایک حصہ اور حاکم ولینا کوہستانی سلسلے کے اوپر دائیں بائیں ابھی تک منصور بن نعمان کے لشکریوں کو جنگ میں مصروف رکھے ہوئے

تھے۔

دوسری جانب فرولندہ اور جیمی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اپنے اپنے درے میں تھوڑا سا آگے جا کر رک گئے تھے اور انہوں نے پیش قدمی روک دی تھی شاید یہ ایک طے شدہ لائحہ عمل تھا جو فرولندہ نے اختیار کیا تھا اور اس نے اکیلے آگیلار کو آگے بڑھ کر منصور بن نعمان پر ضرب لگانے کے لیے ایک نیا طریقہ کار استعمال کرنے کا تجربہ کیا تھا۔ جس میں آگیلار خاصا کامیاب رہا تھا۔ اس لیے کہ اس نئے انداز کے حملے میں اس نے منصور بن نعمان کو موت کے گھاٹ اتار کر اس درے میں ایک طرح سے رقیم بن خلاط کے لشکریوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔

رقیم بن خلاط ابھی تک اپنے حصے کے درے کے سامنے فرولندہ کے حملہ گھور ہونے کا منتظر تھا کہ اس کے جاسوسوں نے اسے مالقہ کے ڈون النز کے ہاتھوں منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ کے مارے جانے کی اطلاع دی۔ خبر ملتے ہی رقیم بن خلاط کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ اس نے اپنے لشکر کو فوراً دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے چھوٹے کماندار کو درے کے سامنے ہی چوکس رہنے کا حکم دیا اور باقی آدھے لشکر کو لے کر وہ اس سمت بڑھا جہاں آگیلار منصور بن نعمان کے پسپا ہونے والے لشکریوں کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔

منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ کے مارے جانے سے رقیم بن خلاط کو انتہا درجے کا سخ پاؤر غضبناک کر کے رکھ دیا تھا۔ لہذا اپنے لشکر کو لے کر وہ فطرت کے ستم مرد کو ہمار کے دست عنادل اور قوت کی آجیو کے اظہار کرب کی طرح اس جگہ آیا جہاں کوہستانی سلسلے کے اوپر ڈون النز کے لشکر کا آدھا حصہ منصور بن نعمان کے ان لشکریوں سے ٹکرا رہا تھا۔ جو کوہستانی سلسلے کے دائیں جانب سے دشمن پر پتھروں کی بارش اور کھولتا ہوا پانی پھینکنے پر مامور تھا۔

پشت کی جانب سے رقیم بن خلاط ڈون النز کے لشکریوں پر ظلم کے دوزخ میں آرزوؤں کے سایوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے رقیم بن خلاط نے ان کی حالت دشتِ فرقت میں چہرے کی سلوٹوں، درد کی قیمت اور آنسوؤں کے گہر جیسی بنا کے رکھ دی تھی۔ رقیم بن خلاط نے کوئی زیادہ وقت نہ لیا اور کوہستانی سلسلے کے اوپر اس کے لشکریوں کے ساتھ جو ڈون النز کے لشکری برسر پیکار تھے ان سب کا رقیم بن خلاط نے لمحوں کے اندر صفایا کر کے رکھ دیا۔ پھر اس نے کوہستانی سلسلے کے اوپر اپنے لشکریوں کو دشمن کے اوپر سنگباری کا سلسلہ جاری رکھنے کا حکم دیا۔ خود وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ لمبا چکر کاٹتا ہوا کوہستانی سلسلے کے بائیں جانب بڑھا جہاں ابھی تک حاکم ولینا رقیم بن خلاط کے ان لشکریوں کے ساتھ برسر پیکار تھا جو

اس کو ہستانی سلسلے کے بائیں جانب پتھروں اور کھولتے پانی کی بارش کرنے پر مامور تھے۔
رقیم بن خلاط دشت و دریا میں ادبار کی بجلیوں کی طرح حملہ آور ہوا۔ حاکم ولینا کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ اس پر خود رقیم بن خلاط نے حملہ کر دیا ہے لہذا وہ بڑا پریشان ہوا اس لیے کہ رقیم بن خلاط کا نام ہی دشمن پر خوف طاری کرنے کے لیے کافی تھا اس موقع پر حاکم ولینا نے کوہستانی سلسلے سے نیچے اتر کر اپنے آپ کو محفوظ کرنا چاہا لیکن رقیم بن خلاط نے اسے ایسا کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور کوہستانی سلسلے کے اوپر ایک طرح سے اس نے حاکم ولینا اور اس کے لشکریوں کو گھیر لیا تھا۔ پھر عجیب سے انداز میں رقیم بن خلاط نے ان کا قتل عام کیا اور اس حملے میں رقیم بن خلاط نے انتہائی خونخواری سے حاکم ولینا کو بھی موت کے گھاٹ اتار کے رکھ دیا تھا۔

حاکم ولینا کے سارے لشکر کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد رقیم بن خلاط نے وہاں جو اپنے لشکری تھے ان کی کارکردگی کو بحال کرتے ہوئے انہیں دشمن پر سنگباری اور کھولتا ہوا پانی پھینکنے کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا پھر وہ اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹا اور بڑی تیزی سے درے کے اندر آیا وہاں منصور بن نعمان کے بچے گھپے لشکری آگیلار اور ڈون النز کے سامنے پسپائی اختیار کئے ہوئے تھے۔

وہاں بھی شاہین صفت رقیم بن خلاط جب منصور بن نعمان کے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ آملاتو ان کے اندر رقیم بن خلاط کی آمد کے باعث ایسا جذبہ ایسا حوصلہ پیدا ہوا کہ انہوں نے پسپائی ترک کر دی اور عجیب سے دالہانہ انداز میں وہ تکبیریں بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہو کر آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ اب صورتحال بڑی تیزی سے بدلنے لگی تھی۔ منصور بن نعمان کا بچا کھچا لشکر رقیم بن خلاط کے ساتھ مل گیا تھا اور رقیم بن خلاط اب آگیلار اور ڈون النز کے متحدہ لشکر پر درے کے اندر جگنوؤں کے شہر میں سیل بلا انگیز اور جاں غسل طوفانوں کی طرح ضربیں لگانے لگا تھا۔

پھر مستزاد یہ کہ دائیں بائیں جانب کوہستانی سلسلوں کے اوپر سے اب دوبارہ سنگباری کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ آگیلار اور ڈون النز کو ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر رقیم بن خلاط نے ان کے لشکریوں کو مکمل طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور یہ کہ اب دائیں بائیں جانب سے ان پر پتھروں کی بارش کا سلسلہ دوبارہ شروع ہونے والا ہے۔ جونہی پتھر برسنا شروع ہوئے آگیلار اور ڈون النز چونک سے پڑے اور انہیں یقین ہو گیا کہ دائیں بائیں جانب ان کے حملہ آوروں کو مسلمانوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ لہذا وہ خود بھی پسپا ہونے کے متعلق سوچنے لگے اس لیے کہ ان کے سامنے کی طرف سے رقیم بن خلاط نے ان پر ایسے حملے شروع کر دیے تھے جن کا ان دونوں کے پاس کوئی دفاع نہ تھا اور پشت کی

جانب سے جب پتھروں کی بارش کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا تو ان کے سارے حوصلے پست ہو کے رہ گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد آگیلار اور ڈون النز کے لشکر میں جب یہ خبر پہنچی کہ سامنے کی طرف سے رقیم بن خلاط خود حملہ آور ہوا ہے تو آگیلار اور ڈون النز دونوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی اس لیے کہ رقیم بن خلاط کی ذات ہی دشمن کے لیے ایک ڈراؤنے خواب کی مانند تھی۔ یہ خبر سنتے ہی آگیلار اور ڈون النز نے اپنے لشکریوں کو پسپا ہونے کا حکم دیا۔ یہ پسپائی اس طرح اختیار کی گئی کہ وہ اپنے سروں پر اپنی ڈھالیں رکھے ہوئے تھے۔ تاکہ راستے میں جب پتھروں اور کھولتے پانی کی بارش آئے تو وہ اس سے بچ سکیں۔ بھاگتے وقت آگیلار اور ڈون النز اپنے لشکر کے وسطی حصے میں تھے۔ رقیم بن خلاط نے جب دیکھا کہ دشمن اس کے سامنے سے بھاگ کھڑا ہوا ہے تو اس نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کی اور پسپا ہوتے ہوئے دشمن کو اس نے جی بھر کے کاٹا یہاں تک کہ وہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ دشمن کے اندر گھستا ہوا لشکر کے وسط تک جا پہنچا آگیلار کو رقیم بن خلاط پہچانتا تھا۔ تاہم ڈون النز اس کے لیے شاسانہ تھا۔ رقیم بن خلاط نے جب دیکھا کہ اس کے تھوڑے ہی فاصلے پر آگیلار اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا جا رہا ہے تو اس کے چہرے پر غضب ناک کے آثار اپنے عروج پر پہنچ گئے۔ دائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار اس نے اپنے دانتوں میں سنبھالی گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہوا اپنا آہنی ترسول اس نے سنبھالا اور پھر اس نے جو ترسول لہرا کے تاک کر مارا تو لوہے کا بھاری اور وزنی ترسول آگیلار کی پشت کی طرف سے گھستا ہوا اس کے جسم کے پار ہو گیا تھا۔ آگیلار کی ایک خوفناک چیخ بلند ہوئی پھر وہ گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا تھا۔ آگیلار کا میدان جنگ میں کام آنا تھا کہ اس کے لشکری چیخ و پکار کرتے ہوئے پہلے کی نسبت اور زیادہ تیزی سے پسپا ہوتے ہوئے درے میں بھاگ رہے تھے۔

کوہستانی سلسلے کے اوپر حاکم ولینا اور درے کے اندر آگیلار کا کام تمام کرنے کے بعد رقیم بن خلاط ڈون النز کو بھی موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا اس لیے کہ ڈون النز ہی منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ کا قاتل تھا تاہم دشواری یہ تھی کہ رقیم بن خلاط چہرے سے ڈون النز کو نہیں پہچانتا تھا۔ تاہم اپنے راستے میں آنے والے دشمن کے ہر لشکری کو خنجر سر اور بے کلاہ کرتا ہوا رقیم بن خلاط درے کے اندر ڈراؤنے خواب کی طرح چھتا گیا۔ قاتل کے محافظ کی طرح آگاہی کا زہر پھیلاتے ہوئے وہ زبان خنجر کی طرح دشمن کے لشکریوں کے کاسہ سر علیحدہ کرتا ہوا لمحہ بہ لمحہ دشمن کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

ڈون النز نے جب دیکھا کہ اس کی پشت کی طرف سے رقیم بن خلاط نے ایک عجیب

طرح سے حملہ آور ہوتے ہوئے اس کی یقینی شکست اور غلبے کو نامرادی اور شکست میں تبدیل کر دیا ہے تو وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ بڑی تیزی سے وہ اپنے اور آگیاں کے بچے کچے لشکریوں کو لے کر درے سے نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔

ذون النز کے درے سے نکلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد یہ خبر فرولندہ اور جیمی تک بھی پہنچ گئی کہ جہاں ذون النز نے اچانک حملہ آور ہو کر رقیم بن خلاط کے سالار منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ وہاں رقیم بن خلاط نے بھی اچانک حملہ آور ہو کر حاکم ولینا اور فرولندہ کے سپہ سالار اعلیٰ آگیاں کو قتل کر دیا ہے اور یہ کہ شیردل ذون النز بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر درے کے اندر رقیم بن خلاط کے سامنے سے بھاگا ہے۔

یہ خبر سن کر فرولندہ اور جیمی اپنے اپنے درے سے نکل کر اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے تھے اس خبر سے فرولندہ کو بے حد دکھ اور افسوس ہوا۔ اس لیے کہ جہاں اس کے لشکریوں کا خوب قتل عام ہوا تھا وہاں اس کے بہترین سپہ سالار اعلیٰ آگیاں کو قتل کر دیا گیا تھا اور ساتھ ہی حاکم ولینا کا بھی سر کاٹ دیا گیا تھا۔

اپنے اس عظیم نقصان پر فرولندہ بے حد مغموم اور پریشان تھا اس نے جیمی اور ذون النز کو پیغام بھجوا دیا کہ وہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ میں پہنچیں شاید فرولندہ پڑاؤ میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد جنگ کے عمل کو کوئی نیا رخ دینا چاہتا تھا۔

☆.....☆

رقیم بن خلاط بھی بڑا محتاط تھا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے جاسوسوں کو ادھر ادھر پھیلا دیا تاکہ دشمن کے پڑاؤ میں منڈلاتے ہوئے وہ دشمن کی ایک ایک نقل و حرکت سے متعلق اسے آگاہ رکھیں اس کے بعد اس نے اپنے سارے لشکریوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا جب کوہستانی سلسلے کے اوپر اس کے سارے لشکری ایک جگہ جمع ہوئے تب رقیم بن خلاط اس جگہ آیا جہاں منذر بن طریف اور جابر بن بکر کھڑے تھے ان دونوں کے ساتھ مل کر سب سے پہلے جنگ میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کا سامان کیا گیا اس کے بعد منصور بن نعمان اور اس کی بیوی عروسہ بنت حمدون کے علاوہ جنگ میں جس قدر لوگ مارے گئے تھے۔ ان کی تدفین کا بندوبست کیا گیا اس کے بعد رقیم بن خلاط کوہستانی سلسلے کے اوپر منذر بن طریف اور جابر بن بکر کے ساتھ آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ چاپ مغموم اور افسردہ سارہا اس کے بعد وہ منذر بن طریف اور جابر بن بکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سنو میرے دونو بھائیو! منصور بن نعمان کی موت میرے لیے یقیناً ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ وہ میری رفاقت کا رشتہ میری حرمت کا نشان تھا۔ ستم کی آندھیوں میں میرے لیے وہ یقین کی مشعل لہو کی بارش میں وطن کی ناموس اور چہرے کے جہم میں جان انجمن تھا۔ منصور بن نعمان ہم لوگوں کے لیے ریاض دہر میں گلستان کی آبرو اور دشمن کے لیے اس کے شیشہ جان میں نفرت کا ایک سنگ تھا۔ آہا! میں ان درمانہ ماہ و سال میں منصور بن نعمان کی کھوئی ہوئی ہستی کے نشان کہاں تلاش کروں گا اس کے بغیر لحوں کے سارے نغے ڈولیدہ و بوسیدہ ہو کے رہ جائیں گے۔ خود آزار تاریکیاں میرے ہم نفس بن کر مجھے مصلوب کرتی پھریں گی۔

یہاں تک کہتے کہتے رقیم بن خلاط کی آواز ڈوب کے رہ گئی تھی اس کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں اور وہ مزید کچھ نہ کہہ سکا تھا۔ منذر بن طریف اور جابر بن بکر دونوں بے چارے رقیم بن خلاط کی حالت دیکھتے ہوئے کٹ کے رہ گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دوبارہ کہہ رہا تھا۔

سنو میرے ساتھیو! میں نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم دونوں

والوں کا خاتمہ کرنے کے لیے مالمقہ کی طرف جائے گا تو میں راستے ہی میں اس سے بیٹوں گا اور ذون النر ہی نہیں میں اس کے سارے لشکریوں کا خاتمہ کر کے رہوں گا اس طرح جہاں ایک طرف فرواندہ کے لشکر پر ضرب پڑے گی دوسرے یہ کہ میں ذون النر سے اپنے بھائی اپنے ساتھی منصور بن نعمان کے مرگ کا انتقام لے سکوں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد رقیم بن خلاط تھوڑی دیر کے لیے مزید رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میرے دونو بھائیو! میرے دونو ساتھیو! جو کچھ میں نے کہنا تھا کہہ چکا اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ جو تجویز میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہے کیا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو اس پر منذر بن طریف اور جابر بن بکر نے تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح و مشورہ کیا پھر منذر بن طریف کہنے لگا۔

امیر محترم! گو منصور بن نعمان کے بعد آپ کا مسکن میں رہنا انتہائی اہم اور ضروری ہے لیکن جو تجویز آپ نے پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں وہ اس سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہے لہذا میں اور جابر بن بکر دونوں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جو تجویز آپ نے پیش کی ہے اس پر عمل کرنا چاہئے اور اسی میں ہماری اور ہمارے مسکن کی بہتری ہے۔

رقیم بن خلاط منذر بن طریف کے اس جواب سے خوش ہو گیا تھا پھر اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑا ہوا منذر بن طریف اور جابر بن بکر بھی اس کے ساتھ ہو لئے۔ تھوڑی دیر بعد رقیم بن خلاط بڑی رازداری کے ساتھ اپنے مسکن سے مالمقہ شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

آدھی رات کے قریب رقیم بن خلاط مالمقہ شہر کے قریب نمودار ہوا مالمقہ شہر کی تفصیل کے مزید قریب جانے سے پہلے اس نے چاروں طرف اپنے جنگجو اور مسلح جاسوس پھیلا دیئے تھے۔ مالمقہ شہر میں چھوٹا سا ایک حفاظت کے لیے لشکر تھا جس کے سالار کو یہ توقع نہیں تھی کہ مالمقہ پر کوئی حملہ آور بھی ہو سکتا ہے اس لیے کہ ہسپانیہ میں ہماری بڑی بڑی مسلم قوتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا غرناطہ تک پر قبضہ ہو چکا تھا۔ اب ہسپانیہ میں رقیم بن خلاط ہی کی صورت میں ایک مزاحمتی قوت تھی جس کا ہسپانیہ کے سارے حکمرانوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ ایسی صورت میں مالمقہ شہر کا لشکر اور شہر کے لوگ غفلت کی گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔

رقیم بن خلاط نے اس صورتحال کا خوب فائدہ اٹھایا۔ اپنے لشکر کو مالمقہ شہر کے شرقی دروازے کے قریب ہی اس نے گھات میں بٹھا دیا تھا۔ لشکر بالکل چپ چاپ تھے گھوڑوں کے منہ پر ڈھانٹے باندھ دیئے گئے تھے۔ تاکہ وہ نہ ہنہانے نہ پائیں۔ پھر رقیم بن خلاط اپنے چند دستوں کے ساتھ آگے بڑھا مالمقہ شہر کی فصل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینکی اور تفصیل کے اوپر

میرے اس فیصلے سے اتحاد اور اتفاق کرو گے سنو میرے بھائیو! میرے عزیزو! یہ تم بھی جانتے ہو کہ منصور بن نعمان کو مالمقہ کے حکمران ذون النر نے جنگ میں پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر موت کے گھاٹ اتارا ہے میں منصور بن نعمان کے مارے جانے کا انتقام ذون النر سے ضرور لوں گا میں نے گزشتہ جنگ میں پوری کوشش کی کہ آگیار کے ساتھ ذون النر کا بھی کام تمام کر دوں لیکن میری بد قسمتی کہ میں اس شخص کو چہرے سے نہیں پہچانتا تھا لہذا میں اس کا خاتمہ نہ کر سکا اب میں اس کا کام تمام کرنے کے لیے ایک نیا انداز اپناؤں گا۔

سنو میرے عزیزو! فرواندہ اور اس کے سارے اتحادی اس وقت دریائے حدار کے قریب اپنے پڑاؤ میں جا چکے ہیں۔ میں ابھی تھوڑی دیر تک اپنے حصے کے لشکر کو لے کر یہاں سے مالمقہ کی طرف جاؤں گا ذون النر مالمقہ کا حکمران ہے اس کی غیر موجودگی میں میں مالمقہ پر حملہ آور ہوں گا مالمقہ کی اینٹ سے اینٹ بجائوں گا وہاں نصرانیوں کا میں قتل عام کر کے خوب انتقام لوں گا اور وہاں سے میں خوراک کے علاوہ جنگ میں کام آنے والی ہر چیز کو سمیٹ کر اپنے مسکن کی طرف آؤں گا۔

مالمقہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے میں مالمقہ شہر کے اطراف میں اپنے جاسوس پھیلا دوں گا تاکہ مالمقہ پر حملہ آور ہونے کی اطلاع فرواندہ تک نہ پہنچ سکے جب میں مالمقہ کو لوٹ کر فارغ ہو چکا ہوں گا تب میں اپنے جاسوسوں کو دوسری سمت روانہ کروں گا اور جو سامان میں نے لوٹا ہوگا وہ فی الفور سمندر کے راستے سے اپنے مسکن کی طرف روانہ کر دوں گا اور خود اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ جاؤں گا۔

ظاہر ہے جب مالمقہ پر میرے حملہ آور ہونے اور مالمقہ کے اندر پھیلتی تباہی اور اس کی لوٹ مار کی خبر فرواندہ کو ہوگی تو فرواندہ ضرور اپنے لشکر کا ایک حصہ مالمقہ کے حکمران ذون النر کو دے گا تاکہ مالمقہ پر حملہ آور ہونے والوں پر وہ جوابی حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دے۔ حملہ آور ہوتے وقت میں چاروں طرف یہ خبر پھیلا دوں گا کہ مالمقہ پر حملہ رقیم بن خلاط کے ایک سالار نے کیا ہے تاکہ کسی کو کان و کان خبر نہ ہو کہ مالمقہ پر میں بذات خود حملہ آور ہوا ہوں۔ ایسی صورت میں فرواندہ اور اس کے سارے اتحادی ہمارے مسکن پر لوٹ کر حملہ کر دیں گے اور اگر یہ خبر پھیلی کہ مالمقہ پر میرے کسی سالار نے حملہ کیا ہے اور مسکن میں میں بذات خود موجود ہوں تو مجھے امید ہے کہ اپنے لشکر کا ایک حصہ مالمقہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد فرواندہ مسکن پر حملہ آور ہونے کی حماقت نہیں کر سکتا۔

اس حملے کے دونوں فائدہ ہوں گے ایک تو یہ کہ مالمقہ سے جو ہم خوراک حاصل کریں گے وہ بحفاظت ہمارے مسکن میں پہنچ جائے گی دوسرے یہ کہ ذون النر جب مالمقہ پر حملہ آور ہونے

چڑھ گیا تھا انھوں کے اندر اس نے فیصل کے دو تین برجوں کے اندر جو محافظ سوئے ہوئے تھے ان کا خاتمہ کر دیا۔ پھر اپنے محافظ دستوں کے ساتھ رقیم بن خلاط حرکت میں آیا فیصل سے وہ نیچے اترا۔ دروازے کے محافظوں پر وہ حملہ آور ہوا۔ ان کا مکمل طور پر اس نے صفایا کر دیا۔ شہر کا شرقی دروازہ کھول دیا۔ پھر فضاؤں میں چلتے ہوئے پروں کا ایک تیر مارا تو اس کے لشکری جو گھات میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنے گھوڑوں کے منہ پر بندھے ہوئے ڈھانے کھول دیئے پھر وہ طوفان اور سیلاب کی طرح آگے بڑھے اور رقیم بن خلاط کی سرکردگی میں وہ مالمقہ شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

مالمقہ شہر رقیم بن خلاط کا خوب جانا پہچانا تھا اور شنا تھا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد رقیم بن خلاط نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ اس نے شرقی دروازے کے قریب ہی رہنے دیا۔ دوسرے حصے کے ساتھ وہ خود حرکت میں آیا اور شہر کی فیصل کے اوپر جو مسلح دستے گہری نیند سو رہے تھے ان پر حملہ آور ہونے کے بعد اس نے انھوں میں ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔ پھر رقیم بن خلاط لوٹا اور پورے لشکر کے ساتھ مالمقہ شہر پر وہ حملہ آور ہو گیا تھا۔

ہر بازار ہر گلی کو چے میں اس نے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلایا۔ بڑے بڑے بازاروں مکانوں کو اس نے لوٹا جنگ میں کام آنے کا جو سامان اسے ملا وہ شرقی دروازے کے قریب ڈھیر لگاتا گیا۔ اس کے علاوہ اس نے خوراک میں استعمال ہونے والی اشیاء بھی ایک سمت ڈھیر کرنی شروع کر دی تھیں۔ اس لوٹ مار کے دوران رقیم بن خلاط اور اس کے لشکریوں کے ساتھ جس کسی نے بھی مزاحمت کی اس کی گردن کاٹ دی گئی تھی۔ اس طرح صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے رقیم بن خلاط مالمقہ شہر میں جس قدر حفاظتی لشکر تھا اس کا خاتمہ کر دیا۔ شہر کو اس نے جی بھر کے لوٹا اور پھر اندھیرے ہی اندھیرے اس نے شہر کے اندر جس قدر جانور تھے ان پر شہر سے لوٹا ہوا سامان لا دیا اور اپنے چند دستوں کی حفاظت میں سامان سے لدے ہوئے ان جانوروں کو سمندر کے کنارے کنارے اپنے مسکن کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

☆.....☆

یہ سارا کام سر انجام دینے کے بعد رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور اندھیرے ہی میں وہ مالمقہ شہر سے نکل کر اس شاہراہ پر روانہ ہوا جو مالمقہ اور اس کے مسکن کے بیچ و بیچ شمال مشرق کی سمت جاتی تھی پھر تھوڑا سا آگے جا کر وہ اپنے لشکر کے ساتھ شاہراہ کے کنارے گھات میں بیٹھ گیا تھا۔

○

دوسرے روز جب سورج کافی طلوع ہو گیا تو ایک سوار بڑی تیزی سے دریائے حدار اور رقیم بن خلاط کے مسکن کے درمیان فرواندہ کے متحدہ لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا وہ سوار فرواندہ کے خیمے کے باہر آن رکا۔ ایک غصیلی جست کے ساتھ وہ گھوڑے سے اترا خیمے کے باہر پہرہ دینے والے محافظ سے اس نے بڑی رازداری میں کچھ کہا جس کے جواب میں وہ محافظ بڑی تیزی سے خیمے میں داخل ہوا۔ خیمے میں اس وقت فرواندہ اور اس کی ملکہ ازابیلا دونوں باہم بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ وہ محافظ اندر آیا اپنے سر کو خوب جھکا کر اس نے تعظیم دی پھر وہ کہنے لگا۔

آقا مالمقہ کی طرف سے ایک جاسوس آیا ہے وہ آپ کی خدمت میں کوئی انتہائی اہم خبر کہنا چاہتا ہے۔ اس پر فرواندہ فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اگر ایسا ہے تو اسے مت روکو فوراً میرے پاس لے کر آؤ اس کے ساتھ ہی وہ محافظ باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ پڑاؤ میں داخل ہونے والے سوار کو لے کر اندر آیا اسے دیکھتے ہی فرواندہ نے پوچھا۔

تم مالمقہ کی طرف سے کیا خبر لے کر آئے ہو۔ اس پر وہ سوار بدحواسی اور بڑی پریشانی میں کہنے میں لگا۔

آقا میں مالمقہ کی طرف سے انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں۔ رات کی تاریکی میں رقیم بن خلاط کا ایک سالار مالمقہ شہر پر حملہ آور ہوا۔ مالمقہ شہر کے اندر جس قدر حفاظتی لشکر تھا اس سارے کا اس نے خاتمہ کر دیا۔ مالمقہ شہر کو اس نے جی بھر کر لوٹا جس وقت میں مالمقہ شہر سے نکلا اس وقت رات آدھی سے کچھ زیادہ گزر چکی تھی۔ مالمقہ شہر کے نواح میں مجھے کچھ لوگوں نے روک لیا شاید وہ رقیم بن خلاط کے آدمی تھے۔ انہوں نے صبح سورج طلوع ہونے تک مجھے وہاں روکے

رکھا اس کے بعد مجھے کوئی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا۔ لہذا میں سیدھا آپ کی طرف چلا آیا جس وقت میں مالتہ شہر سے نکلا اس وقت رقیم بن خلاط کے سالار نے اپنے لشکر کے ساتھ حفاظتی دستوں کا خاتمہ کرنے کے بعد مالتہ شہر میں قتل و غارتگری اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خبر لکھ بھر کے لیے رکا پھر وہ کہنے لگا آقا بس یہی وہ خبر ہے جو میں آپ سے کہنے آیا تھا۔ اس پر فرواندہ بے پناہ غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا اب تم جاؤ آرام کرو پھر اس نے اپنے محافظ سے کہا تم فوراً بھاگتے ہوئے جاؤ سارے سالاروں اور جیمی کو میرے خیمے میں بلا کر لاؤ اس کے ساتھ ہی فرواندہ کا وہ محافظ مزا اور تیزی سے خیمے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد فرواندہ کے خیمے میں ملکہ ازابیلا کا باپ جیمی، شدت کا حکمران یا توہ، قادس کا حکمران مارکوئیس، حاکم قبرہ، حاکم اگوئی لاد، یودلیس جسے فرواندہ نے اب اپنے لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کر دیا تھا۔ ہولی برادر ہڈ کا سپہ سالار گون سالود، سیون سسٹرز کا سالار اعلیٰ شالیب، فرواندہ کا درباری پہلوان سیکا اور سب سے آخر میں مالتہ کا حکمران ڈون النز داخل ہوئے۔

فرواندہ کے اشارے پر سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ سب پریشان تھے کہ فرواندہ نے انہیں کس مقصد کے لیے اپنے خیمے میں طلب کیا ہے۔ جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب فرواندہ نے انہیں وہ روح فرسا خبر سنائی جو اس کا جاسوس مالتہ سے متعلق لے کر آیا تھا۔

یہ خبر سن کر مالتہ کا حکمران ڈون النز بڑی بے چینی، غضبناکی اور غصے میں اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور فرواندہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ آقا اگر مالتہ پر رقیم بن خلاط کے کسی سالار نے حملہ کیا ہے تو میں اسے بچ کر نہیں جانے دوں گا۔ اگر خبر کا کہنا ہے کہ جن وقت وہ مالتہ سے نکلا اس وقت تک اس نے مالتہ کے حفاظتی لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد مالتہ شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا تو آقا مجھے اجاز دیجئے میں ایک لشکر کو لے کر فی الفور مالتہ کی طرف روانہ ہوں اور رقیم بن خلاط کے سالار اور اس کے سارے لشکریوں کا خاتمہ کر دوں۔

ڈون النز جب خاموش ہوا تب فرواندہ کا سسر اور ارغون کا حاکم جیمی فرواندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ فرواندہ میرے عزیز! ڈون النز صحیح کہتا ہے اسے ایک لشکر دے کر ابھی اور اسی وقت مالتہ کی طرف روانہ کر دینا چاہئے تاکہ رقیم بن خلاط کے جس سالار نے مالتہ کے اندر تباہی مچائی ہے وہ بچ کر نہ نکل سکے۔ اگر ڈون النز اس پر حملہ آور ہو کر اس کا اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر دیتا ہے تو پھر رقیم بن خلاط کے اس سالار اور اس لشکر کے مارے جانے سے رقیم بن خلاط کی طاقت میں خاطر خواہ کمی اور کمزوری پیدا ہوگی اور یہ ہمارے لیے انتہائی

سودمند ہوگی اور ہم ہفتوں کے بجائے دنوں کے اندر رقیم بن خلاط کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جیمی کے خاموش ہونے پر فرواندہ نے دوسرے سالاروں سے مشورہ کیا انہوں نے بھی ڈون النز اور جیمی کے خیالات کی تائید کی۔ اس تائید پر فرواندہ کہنے لگا۔ خداوند یسوع مسیح کا اکھ شکر ہے کہ تم سب لوگ ایک فیصلے پر متحد ہوئے ہو۔ دیکھ ڈون النز! تمہارے خیالات تمہارے الفاظ سن کر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی ہے۔ قسم خداوند یسوع مسیح کی میں تم سے ایسے جواب کی توقع رکھتا تھا۔ اب آؤ میں تمہارے کوچ کا انتظام کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی فرواندہ اپنی ملکہ ازابیلا اس کے باپ جیمی اور دیگر سالاروں اور حکمرانوں کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر نکلا۔ ڈون النز لشکر کے علاوہ فرواندہ نے اپنے لشکر کا ایک حصہ بھی ڈون النز کے ساتھ کر دیا۔ پھر ڈون النز پڑاؤ سے مالتہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

اور رقیم بن خلاط بھی مالتہ کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے گھات میں بیٹھ کر بڑی بے چینی سے ڈون النز کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ لشکر کا ایک حصہ اس نے اپنے پاس ہی رکھا لشکر کے دوسرے حصے کو ایک چھوٹے سالار کی کمانداری میں دیا اور لشکر کے اپنے اور چھوٹے سالار کے حصوں کے درمیان اس نے تیسرے حصے کو رکھا اور تیسرے حصے کے پاس اس نے تیروں کے ڈھیر لگا دیئے تھے اور انہیں حکم دیا تھا کہ جو نبی ڈون النز اپنے لشکر کے ساتھ شاہراہ پر نمودار ہو اس کے لشکر کے وسطی حصہ پر بڑی تیزی سے موسلا دھار انداز میں تیروں کی بارش کی جائے۔

اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رقیم بن خلاط نے یہ فیصلہ کیا وہ ڈون النز کے لشکر پر سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو گا جبکہ اس نے اپنے چھوٹے سالار کو یہ حکم دیا کہ جس وقت تیروں کی بارش ہو اور وہ خود سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو جائے اس کے بعد وہ بھی گھات سے نکل کر ڈون النز کے لشکر کی پشت پر اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ کر دے۔ یہ سارے انتظام کرنے کے بعد رقیم بن خلاط بڑی بے چینی سے ڈون النز کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔

جس وقت ڈون النز مغرب میں سورج غروب ہونے کے لیے سرخی کا لبادہ اوڑھ کر اپنی پناہ گاہوں کی طرف جھک رہا تھا اس وقت ڈون النز شاہراہ کے اس حصے پر نمودار ہوا جہاں رقیم بن خلاط اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد گھات لگائے بیٹھا تھا۔ جو نبی ڈون النز تھوڑا سا آگے بڑھا اچانک ایک طوفان برپا ہو گیا۔ اس لیے کہ رقیم بن خلاط کے تیر انداز بوند کو سمندر وقت کی آجوبی میں چہروں کے ہجوم کو لہو لہو کر دینے والے انداز میں حرکت میں آئے پھر

وہ کارکنان قضا و قدر کے پیغام مرگ اور طوفان قضا کی طرح ذون النز کے لشکر کے وسطی حصہ پر جان لیوا تیر اندازی کرنے لگے تھے۔

یہ تیر اندازی ایسی بولناک ایسی بے خطا اور ایسی تیز تھی کہ لمحوں کے اندر ذون النز کا وسطی حصہ جھد کر رہ گیا تھا۔ ذون النز اپنے لشکر کے ساتھ آگے آگے تھا بڑی تیزی سے مڑا تاکہ اپنے لشکر کے وسطی حصے کو سنبھالے عین اسی موقع پر رقیم بن خلاط کا چھوٹا سالار اپنے حصے کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اندر سے فسوں سازی کی طرح نمودار ہوا۔ پھر وہ غنویت و عذاب، عناد و عداوت، فنا کے عنوان کی طرح ذون النز کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس کا یہ حملہ ایسا اچانک تیز ایسا زوردار تھا کہ پہلے ہی حملے میں اس نے ذون النز کے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر مالقہ کی طرف جانے والی شاہراہ کو لہو لہو کر رکھ دیا تھا۔

ذون النز پر یہ دوسری مصیبت ٹوٹ پڑی تھی۔ وہ پہلے اپنے لشکر کے وسطی حصے کو کوہستانی سلسلے سے برسنے والے تیروں سے محفوظ رکھے کی فکر میں تھا وہ چیخ و جیج کر اپنے لشکریوں کو حکم دے رہا تھا کہ وہ کوہستانی سلسلے سے دور ہٹ جائیں تاکہ تیروں سے محفوظ رہ سکیں۔ عین اسی وقت جب پشت کی طرف سے رقیم بن خلاط کے سالار نے حملہ کیا تو اپنے لشکر کو چلا چلا کر حکم دیتا ہوا ذون النز دوسری پریشانی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ تاہم وہ بڑی تیزی سے اپنے لشکر کو شاہراہ سے دور ہٹانے لگا تاکہ تیروں کی مار سے بچ کر پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے والوں کا مقابلہ کر سکے پر ابھی تو ایک اور بد بختی ابھی تو ایک اور خونی طوفان ذون النز کا منظر تھا۔

جس وقت ذون النز بری طرح اپنے لشکر کو سنبھالنے میں مصروف تھا اسی وقت کسی رویا کی وہم کی طرح رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے سے نکلا۔ تازہ سفر کا آغاز کرنے والے کسی زرکوب، سرتابی اور بغاوت پر اترتے کسی سرخیل اور سردار اور ضربوں کے انبار لگا دینے والے سکھ زن کی طرح سامنے کی جانب سے ذون النز کے لشکریوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس طرح ذون النز کے وہ لشکری جو وسطی حصے پر تیروں اور پشت کی طرف سے اچانک حملے کی بنا پر خوف اور افراتفری کا شکار ہو رہے تھے بری طرح رقیم بن خلاط کے ہاتھوں قتل ہونے لگے تھے۔

ذون النز نے بڑی کوشش کی کہ اپنے لشکریوں کو پیچھے بنا کر نئے انداز میں حملہ آوروں کے حملوں کو روکے اور دفاع کرنے کے بعد جارحیت پر اترے۔ رقیم بن خلاط کے لشکری اب شعلہ و روشنی کی طرح عجیب سی شجاعت و بہادری، شہامت و دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور آسمان اٹھا لینے والے انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے ذون النز کے لشکر میں گھس کر ان کا قتل عام کر چکے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے رقیم بن خلاط کے جس لشکر نے تیر اندازی شروع

کی تھی انہوں نے بھی تیر اندازی ترک کر کے اپنی تلواریں اور ڈھالیں سنبھالیں اور وہ بھی ذون النز کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

اب صورتحال یہ تھی کہ رقیم بن خلاط کے جس لشکر نے تیر اندازی کی تھی وہ اب اپنی تلواروں سے ذون النز کے لشکریوں پر حملہ آور ہو کر ان کے سارے گھمنڈ و تکبر کا عرض و طول ناپنے لگے تھے۔ پشت کی طرف سے سارے عز و شرف کو لہو لہو اور ہر عرق و رگ کو خون خون کر دینے والے انداز میں رقیم بن خلاط کا سالار ضربیں لگا رہا تھا اور سامنے کی جانب سے خود رقیم بن خلاط تباہی کا عنوان بن کر نزول کر رہا تھا۔ ایسی حالت میں ذون النز بڑی پریشانی اور افراتفری کا شکار ہو گیا تھا تاہم وہ چلا چلا کر اپنے لشکریوں کو پیچھے ہٹ کر سنبھلنے کا حکم دے رہا تھا۔

ذون النز کے چلا چلا کر اپنے لشکریوں کو یوں حملے کی ترغیب دینے سے رقیم بن خلاط اسے جان اور بچاؤ گیا تھا۔ لہذا وہ زوردار انداز میں اپنے محافظ دستوں کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ ذون النز کی طرف بڑھا تھا۔ راستے میں آنے والے ذون النز کے ہر لشکری کو تہ تیغ اور قتل کرتا ہوا رقیم بن خلاط ذون النز کے سر پر جاپینچا پھر تلوار اس نے زین کے ساتھ لٹکا دی اور اپنا اپنی اور خونی ترسول اس نے سنبھال لیا تھا۔ پھر چلا کر اس نے ذون النز کو مخاطب کیا۔

سن ذون النز تو ہسپانیہ کے اندر سب سے ماہر تیغ زن اور جنگجو خیال لیا جاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ تیرا ہسپانیہ کے اندر تیغ زنی اور جنگ جوئی میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تو نے میرے سالار منصور بن نعمان کو قتل کیا۔ پر تو نے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے اس کی پشت کی طرف سے حملہ کیا اور اس کا خاتمہ کیا۔ قسم خدا کے برتر کی اگر تو سامنے کی طرف سے اس کے سامنے آتا تو تیرے جسم کے وہ پر نچے اڑا کر رکھ دیتا۔

سن ذون النز تو اس خوش فہمی میں ہو گا کہ مالقہ پر رقیم بن خلاط کے کسی سالار نے حملہ آور ہو کر مالقہ شہر کے محافظوں کو قتل عام کر کے شہر کو لوٹا ہے سن کہتے کی اولاد میں خود رقیم بن خلاط ہوں۔ تجھے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں سن ان دیوانوں ان مرگ زاروں کے اندر میں تجھے تیری موت کی بشارت دیتا ہوں اور تجھ سے اپنے بھائی منصور بن نعمان کا انتقام لینے کی بھی نوید سناتا ہوں۔

رقیم بن خلاط کے ان الفاظ سے ذون النز بری طرح بھڑک اٹھا تھا۔ اپنی تلوار بری طرح لہراتا ہوا اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ رقیم بن خلاط کے قریب ہوا اور کہنے لگا تو نے میرے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے اگر تو رقیم بن خلاط ہے تو پھر سن رکھ اس میدان جنگ سے تو زندہ نہ نکل سکے گا میں تم پر حملہ آور ہوتا ہوں ذرا بچ کر دکھلا۔ اس کے ساتھ ہی عجیب سے انداز میں :..... ذرا تلوار لہراتے ہوئے رقیم بن خلاط پر برسائی تھی۔ رقیم بن خلاط کے چہرے پر

اس لمحہ عجیب سی طنز یہ مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ بھی عجوبے سے انداز میں اپنی ڈھال کو حرکت میں لایا اور ڈون النز کے حصے کو اس نے اپنی ڈھال پر روک دیا تھا۔ عین اس وقت رقیم بن خلاط اپنے ترسول کو حرکت میں لاتے ہوئے ڈون النز کی طرف بڑھ چکا تھا۔ ترسول کے وار کو ڈون النز نے جب اپنی ڈھال پر روکا تو اپنی ترسول کے نوکیلے حصے رقیم بن خلاط کی طاقتور ضرب سے ڈون النز کی ڈھال میں کھپ گئے تھے پھر ایک جھٹکے کے ساتھ جب رقیم بن خلاط نے اپنا ترسول کھینچا تو رقیم بن خلاط کے ترسول میں ڈون النز کی ڈھال ایک کر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔

رقیم بن خلاط نے اپنے ترسول کو کھینچا۔ پاؤں مار کر اس نے اپنے ترسول کی نوک سے ڈون النز کی ڈھال علیحدہ کی اتنی دیر تک ڈون النز حرکت میں آتے ہوئے دوسری بار رقیم بن خلاط پر اپنی تلوار برسا چکا تھا۔ رقیم بن خلاط نے بڑے حیرت انگیز انداز میں ڈون النز کے اس وار کو بھی اپنی ڈھال پر روکا پھر ایک قیامت برپا ہوئی تھی بجلی کو نہ گئی اس لیے کہ رقیم بن خلاط نے اس قوت اور زور سے اپنا اپنی ترسول ڈون النز کے پیٹ میں مارا تھا کہ اس کا ترسول ڈون النز کی غی زہ کو جیرتا ہوا ڈون النز کے پیٹ کے بالائی حصے میں کھپ گیا تھا۔ پھر رقیم بن خلاط نے اپنی ڈھال اپنے گھوڑے کی زین سے لٹکائی دونوں ہاتھوں سے اپنا ترسول تھاما اور ڈون النز کو اٹھا کر اس نے اپنے سر پر بلند کر دیا اس وقت تک رقیم بن خلاط کا ترسول النز کے جسم کے آ پار ہو گیا تھا لہذا فضا میں متعلق ہی معلق ڈون النز دم توڑ چکا تھا۔

ڈون النز کے لشکریوں نے بھی اپنے سالار کو فضا کے اندر مردہ حالت میں بلد ہوتے دیکھ لیا تھا لہذا ان میں افراتفری برپا ہو گئی تھی۔ پھر رقیم بن خلاط نے ڈون النز کی لاش کو زمین پر پٹخ دیا۔ اپنا ترسول اس نے علیحدہ کیا ترسول کو پہلے کی طرح اس نے صاف کیے بغیر اپنے گھوڑے کی زین سے لٹکایا اور پہلے کی طرح وہ اپنے لشکریوں کی رہنمائی کرتا ہوا ڈون النز کے بچے کچھ لشکریوں پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔

کوہستانی سلسلے کے اندر تھوڑی دیر تک جنگ مزید جاری رہی یہاں تک کہ رقیم بن خلاط نے اپنے لشکریوں کے ساتھ ڈون النز کے سارے لشکر کا صفایا کر دیا تھا۔ بہت کم سپاہی اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ ڈون النز اور اس کے لشکر کا صفایا کرنے کے بعد رقیم بن خلاط نے اپنے سارے ہتھیار صاف کر کے گھوڑے کی زین سے سجائے۔ جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے سپاہیوں کی اس نے مرہم پٹی کرائی۔ اس کے بعد پھر وہ بڑی برق رفتاری کے ساتھ سمندر کے کنارے کنارے اپنے مسکن کی طرف جارہا تھا۔

فرواندہ اپنے پڑاؤ میں بڑی بے چینی سے ڈون النز کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ ڈون النز سے کچھ زیادہ ہی امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھا۔ فرواندہ چاہتا تھا کہ اگر ڈون النز رقیم بن خلاط کے سالار کو اس کے لشکر سمیت ختم کر دے تو رقیم بن خلاط پر قابو پانا اس کے لیے پہلے کی نسبت آسان اور سہل ہو کر رہ جائے گا۔ فرواندہ کو یہ بھی امید تھی کہ اگر مالقہ پر رقیم بن خلاط کے کسی سالار نے حملہ کیا ہے تو وہ صرف منذر بن طریف ہی ہو سکتا ہے اس لیے کہ منصور بن نعمان کا پہلے ہی خاتمہ کیا جا چکا ہے۔ بہر حال فرواندہ بڑی بے چینی سے ڈون النز کی واپسی کا منتظر تھا۔

ڈون النز کی واپسی کے لیے فرواندہ کو پورا ایک دن اور اگلی پوری رات بڑی بے چینی سے انتظار کرنا پڑا۔ رات کے وقت وہ خیمے سے باہر جلتے الاؤ کے ارد گرد چہل قدمی کرتا رہا۔ ملکہ ازایلا اس کی ڈھارس بندھاتی رہی۔

اگلے روز صبح ہی صبح جس وقت فرواندہ اور ملکہ ازایلا دونوں اپنے خیمے کے باہر جلتے والے الاؤ کے قریب نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے چند زخمی پڑاؤ میں داخل ہوئے اور انہیں فرواندہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان آنے والے زخمیوں نے فرواندہ پر یہ انکشاف کیا کہ مالقہ شہر پر حملہ آور ہونے والے رقیم بن خلاط کے لشکر نے دوسری کامیابی حاصل کی ہے زخمیوں نے فرواندہ پر انکشاف کیا کہ مسلمانوں کا وہ لشکر گھات میں بیٹھ چکا تھا جو نیم ڈون النز مالقہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر سفر کر رہا تھا گھات میں بیٹھا ہوا رقیم بن خلاط کا وہ لشکر ڈون النز پر ٹوٹ پڑا۔ ڈون النز کو اس لشکر کے سالار نے کھلے مقابلے میں موت کے گھات اتار دیا اور اس کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا۔ صرف چند زخمی بچے جو پڑاؤ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوئے۔ جب وہ آنے والے زخمی سپاہی تفصیل کے ساتھ فرواندہ کو ڈون النز اور اس کے لشکریوں کا انجام بتا چکے تب فرواندہ نے انہیں مخاطب کر کے مالقہ پر حملہ آور ہونے والے رقیم بن خلاط کے سالار کا نام پوچھا تو انہوں نے اس سے اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ ان زخمیوں کی حالت دیکھتے ہوئے فرواندہ نے انہیں جانے اور اپنے زخموں کی مرہم پٹی کرانے اور آرام کرنے کو کہا اور خود وہ گہرا سو رہا۔ کھو گیا۔ لگتا تھا کہ اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر کر رہ گیا ہو۔

اس موقع پر ملکہ ازایلا انتہائی چاہت آمیز اور شیریں آواز میں فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ کے خیال میں ذون النز کو رقیم بن خلاط کے کس سالار نے کھلے مقابلے میں موت کے گھاٹ اتار دیا ہوگا۔ ذون النز ہسپانیہ میں سب سے بہترین اور ایک ناقابلِ تسخیر تیغ زن خیال کیا جاتا تھا۔ آنے والے زخمی نے اطلاع دی ہے کہ مسلمانوں کے سالار نے اسے کھلے مقابلے میں شکست دی اور اسے موت کے گھاٹ اتارا۔ رقیم بن خلاط کا ایسا سالار کون ہو سکتا ہے جو ذون النز جیسے سوار اور ناقابلِ شکست تیغ زن کو مقابلے کے دوران قتل کر سکتا ہے۔

ملکہ ازایلا کے اس استفسار کے جواب میں فرولندہ تھوڑی دیر گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے جواب دیا۔

دیکھ ازایلا میں نے صرف رقیم بن خلاط کو ہی یوڈیس اور سنیکا کے ساتھ مقابلہ کرتے دیکھا ہے اور اس کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگایا ہے وہ ایک بہترین بلکہ نایاب تیغ زن ہے میرے خیال میں اگر اس کا مقابلہ ذون النز سے ہوا ہے تو یقیناً رقیم بن خلاط نے ہی ذون النز کو موت کے گھاٹ اتارا ہوگا۔ جہاں تک رقیم بن خلاط کے ساتھ سالار منذر بن طریف کا تعلق ہے تو میں نہیں جانتا کہ وہ کیسا تیغ زن ہے۔ اس پر ملکہ ازایلا نے پھر پوچھ لیا۔

تو کیا آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مالٹہ پر خود رقیم بن خلاط نے حملہ کیا تھا۔ فرولندہ پھر کہہ رہا تھا۔

نہیں میں یہ تو نہیں کہتا میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں صرف رقیم بن خلاط کو ہی جانتا ہوں کہ وہ کیسا تیغ زن ہے۔ اگر منذر بن طریف بھی اسی جیسا ماہر تیغ زن ہے تو پھر دونوں انز کا مقابلہ اسی سے ہوا ہے اور اسی نے ذون النز کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کیا ہوگا۔

ملکہ ازایلا تھوڑی دیر تک خاموش رہی اس کے بعد اس سے پوچھا۔ اب آپ کو رقیم بن خلاط سے متعلق کیا خیال ہے۔ اس پر فرولندہ فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔ میں رقیم بن خلاط کے مسکن کا محاصرہ اس وقت تک جاری رکھوں گا جس وقت تک میں اسے اپنے سامنے زیر اور مغلوب نہیں کر لیتا۔ مجھے ذون النز کے مرنے کا بے حد دکھ اور افسوس ہے اور اس کے ساتھ جو لشکری مارے گئے ہیں ان کے دکھ اور غم کو میں کبھی بھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ میں آج ہی رقیم بن خلاط کے مسکن پر اپنے حملوں کی پھر ابتدا کرنے لگا ہوں اس کے ساتھ ہی فرولندہ اپنی جگہ سے پھر اٹھ کھڑا ہوا اپنے سامنے کھڑے محافظوں کو اس نے حکم دیا کہ سارے سالاروں کو اس کے خیمے میں بلایا جائے خود بھی وہ ملکہ ازایلا کے ساتھ خیمے میں چلا گیا تھا۔

اسی روز فرولندہ نے اپنے سالاروں اور ملکہ ازایلا کے باپ جنمبی سے طویل صلاح و مشورہ

کیا جس کے نتیجے میں اسی روز رقیم بن خلاط کے مسکن پر پھر حملوں کی ابتدا کر دی گئی تھی۔ اب سلسلہ یہ تھا کہ ہر روز فرولندہ اور اس کے لشکری اور سالار رقیم بن خلاط کے لشکر پر دروں کے ذریعے حملہ آور ہوتے اور روز رقیم بن خلاط، منذر بن طریف اور جابر بن بکر پر حملہ کرتے ہوئے انہیں پسپا کرتے رہے اس طرح رقیم بن خلاط کے مسکن کے محاصرے کو چھ ماہ گزر گئے۔

چھ ماہ کے دوران رقیم بن خلاط اس کے ساتھی لشکری اور مسکن کے اندر آباد دوسرے لوگ اسی خوراک پر گزر بسر کرتے رہے جو مسکن میں جمع کی ہوئی تھی اور آہستہ آہستہ خوراک کے یہ ذخائر ختم ہونے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ لگاتار چھ ماہ تک جنگ رہنے کی وجہ سے رقیم بن خلاط کے پاس جنگ میں کام آنے والے سامان کی بھی کمی محسوس ہونے لگی تھی۔ ان حالات میں ایک روز رقیم بن خلاط نے شمالی دروں کے قریب ہی منذر بن طریف اور جابر بن بکر کو اپنے پاس بلایا اس لیے کہ فرولندہ چونکہ وقتاً فوقتاً اور گاہے بگاہے شمال کی طرف سے حملہ آور ہوتا رہتا ہے لہذا رقیم بن خلاط منذر بن طریف اور جابر بن بکر نے ایک طرح سے اپنے لشکر کے ساتھ انہی دروں کے قریب مستقل طور پر رہائش اختیار کر لی تھی۔

جب منذر بن طریف اور جابر بن بکر دونوں رقیم بن خلاط کے پاس آئے تو رقیم بن خلاط نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے دونوں ساتھیو! میرے عزیزو! میرے بھائیو! تم دونوں جانتے ہو کہ مسکن میں چھ ماہ کے لگاتار محاصرے کے بعد خوراک اور جنگ میں کام آنے والے ہتھیاروں کی کمی محسوس ہونے لگی تھی۔ اگر ہم نے اس کمی کو پورا نہ کیا تو یاد رکھنا ایک روز ہمیں آپ سے آپ یہ مسکن دشمن کے حوالے کرنا پڑے گا۔ میرے بھائیو! قبل اس کے کہ مسکن کے اندر کھانے پینے کی اشیاء کا قحط نمودار ہو میں آنے والے دنوں کی تنگ دستی سے بچنا چاہتا ہوں۔

سنو میرے ساتھیو! جس طرح ہم بڑی دلچسپی اور صبر کے ساتھ شمال سے فرولندہ کے حملوں کا دفاع کر رہے ہیں تم دونوں مل کر اس دفاع کو جاری رکھو۔ میں لشکر کا کچھ حصہ لے کر مسکن سے نکلوں گا اور اپنے مسکن کے لوگوں کے لیے خوراک اور ہتھیاروں کا انتظام کروں گا۔ اس پر منذر بن طریف نے بڑی بے بسی اور محبت ملی جلی آواز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

امیر محترم! ان حالات میں جبکہ دشمن روز ہم پر حملہ آور ہوتا ہے اور ہمارے مسکن میں گھینے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے آپ کدھر اور کہاں کا رخ کریں گے۔ کہاں سے خوراک اور جنگی سامان حاصل کریں گے۔ منذر بن طریف کی آواز میں ایک لرزش اور بے بسی کا شائبہ تھا۔

جواب میں رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

ن منذر میرے بھائی! مسکن کے لوگوں کو زندہ رکھنے کے لیے مجھے بہر حال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔ دیکھو میرے دونوں بھائیو! اس وقت میری نگاہیں المریہ شہر پر ہیں۔ المریہ شہر ہے جہاں کبھی مسلم آبادی کی وجہ سے رونق اور چہل پہل تھی۔ اب اسی شہر میں سارے مسلمانوں کا صفایا کرنے کے بعد نصرانیوں کو آباد کیا جا چکا ہے میری نگاہیں اس وقت اسی شہر پر ہیں۔ اتنا کہتے کہتے رقیم بن خلاط لوجہ بھر کے لیے رک گیا اس لیے کہ پشت کی جانب سے روطہ، نویرہ اور اربونہ نمودار ہوئیں اور رقیم بن خلاط کے پہلو میں آن کھڑی ہوئی تھیں رقیم بن خلاط نے ان تینوں پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی پھر وہ اپنا سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے ساتھیو! میرے بھائیو! میں ابھی تھوڑی دیر تک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ المریہ شہر کی طرف جاؤں گا۔ جس طرح مالتہ پر حملہ آور ہوا شہر کو لوٹا اور وہاں سے مجھے خوراک اور جنگ میں کام آنے والے سامان کے کافی بڑے ذخائر ملے اسی طرح مجھے امید ہے کہ میں اپنے مسکن کے لیے المریہ شہر سے بھی بہت کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ میری المریہ کی طرف دونوں کی غیر موجودگی میں حرب معمول تم دونوں مسکن کا دفاع کرتے رہو گے۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط اپنی جگہ پر اٹھ کر اٹھا ہوا تھا۔

اس موقع پر روطہ رقیم بن خلاط کے قریب آئی اور پیار بھری آواز میں کہنے لگی۔ یا امیر! جس وقت آپ مالتہ کی طرف گئے تھے میں نے اور نویرہ نے آپ کے ساتھ جانے کے لیے درخواست کی تھی لیکن آپ نے ہم دونوں کو اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا تھا اب جبکہ خوراک اور دیگر سامان حاصل کرنے کے لیے المریہ کا رخ کر رہے ہیں میں آپ سے التجا کروں گی کہ اس مہم میں میں اور نویرہ بھی آپ کا ساتھ دیں گے۔ امیر محترم! اس بار انکار نہ کیجئے گا آخر ہم دونوں آپ کی بیویاں ہیں آپ کے ساتھ ہی ہم دونوں کا مرنا جینا ہے اس پر رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

روطہ میں تیرے اور نویرہ کے جذبوں کی قدر کرتا ہوں۔ قسم خدائے بیدار کی میں تم دونوں بیویوں پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ میں جانتا ہوں تم دونوں اس لیے میرے ساتھ جانے پر اصرار کرتی ہو کہ میں کہیں خطرات میں نہ گھر جاؤں تم یہیں مسکن میں رہو۔ مسکن میں تم دونوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ میں تم دونوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو خطرات میں نہیں ڈالوں گا بس المریہ پر حملہ آور ہوں گا اور وہاں سے جو کچھ ملا اسے لے کر فی الفور مسکن میں آنے کی کوشش کروں گا۔ اس میں مجھے کم از کم دو دن لگ جائیں گے۔ مجھے امید ہے اب تم دونوں میرے ساتھ جانے پر اصرار نہیں کرو گی۔ اس لیے کہ میری غیر موجودگی میں میں تمہیں

گامیری جگہ تم دونوں کام کر رہی ہو۔ اس پر روطہ نے سوالیہ سے انداز میں اپنے پہلو میں کھڑی نویرہ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ دونوں نے تھوڑی دیر کھسک پھسک کر کوئی فیصلہ کیا پھر اس بار نویرہ بولی۔

امیر محترم! اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ جانے کی نسبت یہاں ہماری ضرورت زیادہ ہے تو ہم آپ کے فیصلے کو تسلیم کرتی ہیں۔ لیکن آپ عہد کریں کہ آپ مسکن سے باہر زیادہ دن نہیں لگائیں گے اپنے آپ کو خطرات میں نہیں ڈالیں گے اور بہت جلد لوٹنے کی کوشش کریں گے اس پر رقیم بن خلاط مسکراتے ہوئے کہنے لگا میں یہ سارے وعدے تمہارے ساتھ کرتا ہوں اس کے بعد رقیم بن خلاط وہاں سے ہٹ گیا اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہ مسکن سے المریہ شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

اپنے مسکن سے نکل کر رقیم بن خلاط نے دن کا باقی حصہ ایک کوہستانی سلسلے میں گزارا۔ پھر جب رات پھیل گئی تو وہ المریہ کے سفر پر روانہ ہوا۔ اگلا دن پھر اس نے ایک کوہستانی سلسلے میں اپنے لشکر کے ساتھ چھپ کر گزارا اور اگلی رات عشاء کے کافی بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ المریہ کے قریب نمودار ہوا۔

جس طرح مالتہ پر اس نے شب خون مارا تھا وہی طریقہ اس نے المریہ میں بھی استعمال کیا چونکہ ہسپانیہ میں اب کوئی مسلم قوت باقی نہ رہی تھی جس سے نصرانیوں کو خطرہ ہوتا۔ لہذا فرواندہ نے اپنے شہروں کی حفاظت کے لیے کوئی زیادہ بڑے لشکر مقرر نہیں کئے تھے۔ یہی بات رقیم بن خلاط کے لیے سودمند ثابت ہو رہی تھی۔

رات کی تاریکی میں بڑی رازداری کے ساتھ رقیم بن خلاط نے المریہ شہر کے مغربی دروازے کے قریب ہی رسوں کی سیڑھیاں پھنکواتے ہوئے فحشیل پر چڑھنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔

مالتہ کی نسبت یہاں اس نے مختلف طریقہ کار استعمال کیا رسوں کی سیڑھیاں فحشیل پر پھینکنے کے بعد اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ فحشیل پر چڑھا دیا تھا اور فحشیل کے اوپر جس قدر برق تھے ان برجوں کے اندر رقیم بن خلاط کے ساتھیوں نے پہنچ کر المریہ شہر کے محافظوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیچے اترے اور شہر کا مغربی دروازہ اس نے اپنا ہدف بنایا شہر کے محافظوں کو اس نے تہ تیغ کیا اور شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔

شہر پناہ کا دروازہ کھلنے کے بعد رقیم بن خلاط کا باقی ماندہ لشکر بھی المریہ شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ اس طرح المریہ شہر کے محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد رقیم بن خلاط نے شہر پر بلہ بول

جگہ آیا جہاں روط اور نویرہ پتھروں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ رقیم بن خلاط بھی ان دونوں کے سامنے ایک چٹان پر بیٹھ گیا تھوڑی دیر تک تینوں خاموش رہے پھر رقیم بن خلاط کہہ رہا تھا۔
 روط اور نویرہ، میں جانتا ہوں تم دونوں میری ذات کا رجز، ترش لمحوں میں میرے لیے صحرا کا قہقہہ، پھول برساتی خوشدلا نہ مسکراہٹ، امید کی چنگاری، سانسون کی تھکن اور ننگا ہوں کے سکوت میں لطیف و خوشگوار دھڑکن کی مانند ہو۔

سنو میری دونوں ساتھیو! اب اس مسکن میں مصاف زندگی انگارہ مجروح ہو کر رہ جائے گی۔ شام کے غمگین اندھیرے، موت کے سایوں کی طرح رقص کریں گے۔ میں اس مسکن کی عورتوں کے لیے یہاں سے افریقہ جانے کے لیے کشتیوں کا انتظام کرنے لگا ہوں۔ میں چاہتا ہوں ان عورتوں کے ساتھ تم دونوں بھی افریقہ چلی جاؤ۔ تاکہ خطرناک ماحول سے محفوظ ہو جاؤ بس یہ میری بہت بڑی آرزو ہے۔
 رقیم بن خلاط یہیں تک کہنے پایا تھا کہ روط فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے گھڑے کی بوجھل اور غمگین آواز کی مانند کہہ رہی تھی۔

امیر محترم! داستان کا ہمزاد صحرا ہو یا دشت کے بھٹکانے والے سراب۔ چاند کافسوں ہو یا رات کا جادو۔ ہنگامی صورت ہو یا خستہ و افکار لمحات۔ عناصر کی سازش ہو یا مرگ کی فینا گری میں اور نویرہ ہر صورت میں آپ کے ساتھ رہیں گی۔
 یہاں تک کہنے کے بعد روط لمحہ بھر کے لیے رکی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

امیر محترم! آپ میری اور نویرہ کی ذات، شباب کا رنگ روپ ہیں۔ ہمارے ضمیر کی ہوش و دانش۔ ہم دونوں کے نطق کی خوش کامیابی، ہم دونوں کی عزت کا فروغ و رونق ہماری پیاسی روح کی فریاد ہیں۔ ہمارے لیے وہ کڑی چٹانیں جس کے پیچھے ہم دشمن سے پناہ لے سکتے ہیں۔
 امیر محترم! آپ میری اور نویرہ کی عصمت کی رگ حمیت ہیں۔ ہم دونوں کے حوصلوں کے امیں ہیں۔ آپ ہی ساری کائنات میں ہم دونوں کے لیے مہماری عظمتوں کے رجز خواں ہیں۔ پھر کیوں کر ہم دونوں آپ کو چھوڑ کر افریقہ چلی جائیں۔

امیر محترم! آپ نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں اور نویرہ دونوں آپ کو اندھیروں کے حوالے کر کے دیگر عورتوں کے ساتھ افریقہ کی طرف جانے پر رضا مند ہو جائیں گی۔ میں اور نویرہ آپ کے جسم کا ایک حصہ ہیں۔ اگر آپ اندھیروں میں جائیں گے ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ روشنی کا سفر کریں گے تب بھی روط اور نویرہ آپ کے ہمراہ ہوں گی۔ امیر محترم! اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دیجئے کہ روط اور نویرہ آپ کو چھوڑ کر افریقہ چلی جائیں گی۔ اس لیے کہ روط اور نویرہ کا مرنا جینا آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کو چھوڑ کر جانا ہم دونوں کے بس کی

المریہ شہر کی لوٹ مار سے رقیم بن خلاط نے خوراک کے علاوہ جنگ میں کام آنے والا سامان خوب حاصل کیا۔ پھر رات ہی کی تاریکی میں وہ المریہ شہر کو لوٹ کر وہاں سے نکل گیا۔
 اپنے مسکن سے نکلنے کے تیسرے روز بعد جب رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ دوبارہ مسکن میں داخل ہوا تو اسے مسکن میں داخل ہوتے ہی یہ روح فرسا خبر سننے کو ملی اور وہ یہ کہ گزشتہ روز کی ہولناک جنگ میں منذر بن طریف اور اس کی بیوی اربونہ مارے جا چکے ہیں اور یہ کہ ان کی تدفین کا بھی کام سرانجام دیا جا چکا ہے۔

اپنے لشکر اور المریہ سے حاصل کئے جانے والے سامان کے ساتھ رقیم بن خلاط شالی دروں کے قریب آیا تو اس وقت جنگ رکی ہوئی تھی۔ رقیم بن خلاط کی واپسی کا سنتے ہی جابر بن بکر کے علاوہ روط اور نویرہ بھی بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئیں تھیں۔ جابر بن بکر منذر بن طریف اور اس کی بیوی اربونہ کی موت پر تاسف اور افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔

رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک کچھ نہ کہہ سکا۔ لگتا تھا منذر بن طریف اور اس کی بیوی کی موت نے اس سے اظہار کے سارے الفاظ ہی چھین لیے ہوں۔ رقیم بن خلاط کو خاموش دیکھتے ہوئے جابر بن بکر پھر کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! آپ کے جانے کے بعد دشمن نے ہم پر ہولناک حملہ کیا۔ اس حملے کو ہم نے ایک طرح سے روک دیا تھا۔ پر براہِ بفر و لندہ کے نئے سپہ سالار یو دلیس کا کہ وہ سیون سسٹر کے سالار شالیب اور ہولی برادر ہڈ کے سالار گون سالود کے ساتھ بالکل منصور بن نعمان کی طرح منذر بن طریف کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوا۔ منذر بن طریف کے لشکر کو اس نے سخت نقصان پہنچایا اور اس جنگ میں منذر بن طریف اور اس کی بیوی اربونہ بھی کام آئے۔

رقیم بن خلاط تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کے بعد وہ دکھ بھری آواز میں کہنے لگا جابر بن بکر میرے بھائی! لگتا ہے آہستہ آہستہ سارے ہی رفیق ساتھ چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔
 دیکھ میرے بھائی! جس طرح میں نے منصور بن نعمان کا انتقام لیا تھا لگتا ہے ایسے ہی اب مجھے یو دلیس، گون سالود اور شالیب سے اپنے بھائی منذر بن طریف کا بھی انتقام لینا ہو گا۔ میرے بھائی! تم اپنے لشکر کے حصے کی طرف چلے جاؤ۔ دروں کے پاس اس وقت میں ہوں ان کی حفاظت کروں گا اور یہ جو سامان میں لے کر آیا ہوں یہ میں محفوظ جگہ کی طرف بھجواتا ہوں۔
 رقیم بن خلاط کے اس فیصلے پر جابر بن بکر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے روط اور نویرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تم دونوں ہمیں رہنا میں تم دونوں سے کچھ کہنا چاہوں گا۔ اس کے بعد رقیم بن خلاط جو سامان لے کر آیا تھا اسے محفوظ جگہ کی طرف بھجوا دیا اور جو لشکر اس کے ساتھ تھا اسے دروں کے اطراف میں متعین کر دیا تھا پھر وہ سر جھکائے اس

بات نہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے روط خاموش ہو گئی اس لیے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اس کی آواز چکیوں اور سسکیوں میں ڈوب گئی یہی حالت نویرہ کی بھی تھی۔ تھوڑی دیر تک زخمی مجروح مجروح ہی خاموش رہی پھر رقیم بن خلاط اپنی جگہ پر اٹھا اور کہنے لگا۔ اگر تم دونوں کی یہی مرضی ہے تو میں تم دونوں کے فیصلے کے سامنے سر جھکا تا ہوں۔ آؤ اب اپنے دفاع کا جائزہ لیں۔ رقیم بن خلاط کا جواب سن کر روط اور نویرہ خوش ہو گئی تھیں پھر وہ چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لی تھیں۔

☆.....☆

منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کے جنگ میں کام آ جانے کے بعد رقیم بن خلاط جابر بن بکر کے ساتھ مل کر مزید کئی ماہ تک فرولندہ کے حملوں کو روکتا رہا۔ اس دوران افریقہ کے مختلف مسلمان حکمرانوں کی طرف اس نے مدد کے لیے اپنے قاصد بھجوائے لیکن جس طرح مسلمان حکمرانوں نے سلطان الرغل کو مایوس کیا ایسے ہی رقیم بن خلاط کو بھی مایوس ہوئی ان حالات کے تحت رقیم بن خلاط نے اپنے مسکن میں جس قدر غور و فکر کیا، بچے اور ضعیف لوگ تھے ان سب کو کشتیوں کے ذریعے افریقہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ تاہم روط اور نویرہ نے رقیم بن خلاط کا ساتھ چھوڑ کر افریقہ جانے سے انکار کر دیا تھا۔

رقیم بن خلاط کے مسکن کا محاصرہ طول پکڑ جانے کے باعث فرولندہ خود پریشان اور غضبناک تھا۔ اتنا لمبا محاصرہ اس سے پہلے اسے کسی بھی شہر کسی بھی قلعے کے لیے برداشت نہ کرنا پڑا تھا۔ رقیم بن خلاط گزشتہ کئی ماہ سے فرولندہ اور اس کے اتحادیوں کے حملوں کو روکے ہوئے تھا اس کا یہ کردار یقیناً ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا اس لیے کہ اس نے ہسپانیہ کی ساری نصرانی طاقت اور قوت کو رقیم بن خلاط کے خلاف جھونک دیا تھا اور ابھی تک اسے کہیں دور دور تک کامیابی دکھائی نہ دیتی تھی۔

ان حالات میں فرولندہ نے اپنے خیمے میں سارے حکمرانوں اور سالاروں کا اجلاس طلب کیا۔ جب سب لوگ اس کے خیمے میں جمع ہو گئے تب فرولندہ ان سب کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔ میرے ساتھیو! میرے دوستو! میرے بھائیو! تم لوگ جانتے ہو گزشتہ کئی ماہ سے ہم لوگ رقیم بن خلاط کے مسکن کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور ابھی تک ہم اس کے مسکن کی ایک انچ زمین بھی اس سے چھیننے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ جس وقت میں نے اس مسکن کا محاصرہ کیا تھا تو مجھے امید تھی کہ چند ہی یوم تک ہم رقیم بن خلاط کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور وہ شکست اٹھا کر افریقہ کی طرف بھاگ جائے گا لیکن تم سب دیکھتے ہو ایسا نہیں ہوا۔ وہ برابر کئی ماہ سے ہمارے حملوں کی روک تھام کر رہا ہے۔

میرے بھائیو! اس میں شک نہیں کہ اس جنگ کے دوران ہم نے اس کے دست راست منصور بن نعمان اور منذر بن طریف کو موت کے گھاٹ اتارا اور یہ اس کے لیے ایک ناقابل

تا انی نقصان ہے لیکن جواب میں اس نے بھی ہمیں کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا۔

اس نے جنگ کے دوران کھلے معرکے میں میرے سپہ سالار اعلیٰ آگیار کا کام تمام کیا۔ حاکم ولینا کو اس نے موت کے گھاٹ اتارا اور سب سے بڑھ کر ذون النر جو پورے ہسپانیہ میں ناقابل شکست خیال کیا جاتا تھا میرے خیال میں اسے بھی اس رقیم بن خلاط نے ہی کھلے مقابلے میں شکست دے کر اس کا سر کاٹا ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے ذون النر کو اس رقیم بن خلاط کے سوا اور کوئی زیر نہیں کر سکتا تھا۔ جب سے ہم نے محاصرہ کیا ہے اس وقت سے اگر ہم موازنہ کریں تو جس قدر ہم نے اسے نقصان پہنچایا ہے اس سے کئی گنا بڑھ کر وہ ہمیں نقصان پہنچا چکا ہے۔

میرے عزیزو! میرے ساتھیو! ان سارے حالات کا جائزہ لینے کے بعد میں نے جنگ کا رخ تبدیل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہمارا موجودہ پڑاؤ اسی جگہ رقیم بن خلاط کے مسکن اور دریائے حدار کے درمیان رہے گا۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اگر ہم ایک ہی طرف سے رقیم بن خلاط کے مسکن پر حملہ آور ہوتے رہے تو کبھی بھی اس کے مسکن کو سر نہیں کر سکتے۔ نہ اس پر قابو پا سکتے ہیں۔ لہذا اب ہمارے حملہ آور ہونے کا طریقہ کار کچھ یوں ہوگا۔

میں اور جیمی ہولی برادر ہڈ کے سپہ سالار رگون سالود اور سیون سسز کے سالار اعلیٰ شالیب کے ساتھ آج ہی یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ ہم چاروں مالقہ کی سمت سے آنے والی شاہراہ کے قریب رقیم بن خلاط کے مسکن سے باہر اپنا پڑاؤ کریں گے۔ اور وہیں سے حملوں کی ابتدا کریں گے۔

اس سمت سے حملوں کی کمانداری بودیس کے سپرد ہوگی۔ حاکم قبرہ، ققدس کا مارکونیس شہت کا حاکم یا قوہ، حاکم آگوئی لاد، سبھی گیلر کے ساتھ ہوں گے۔ اس سلسلے میں کسی کو شک و شبہ نہ ہو تو کہے۔ جواب میں سب نے فرواندہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تب فرواندہ نے سب کو اپنے اپنے لشکر میں جانے کا حکم دیا اس کے بعد وہ ارغون کے حکمران اور اپنے سر جیمی، ہولی برادر ہڈ اور سیون سسز کے لشکروں کے ساتھ مالقہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

ایک روز دوپہر کے قریب رقیم بن خلاط ایک بڑی چٹان کی ٹیک لگائے روط اور نویرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے کی طرف سے اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا جابر بن بکر نمودار ہوا۔ قریب آکر وہ گھوڑے سے اترا اور رقیم بن خلاط کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے اس نے بڑی ادا تمندی سے پوچھا امیر محترم! آپ نے مجھے طلب کیا ہے؟ جواب میں رقیم بن خلاط نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنے پہلو میں زمین کی نگلی پیٹھ پر ہاتھ مارا اور جابر بن بکر کو

اپنے قریب بیٹھنے کو کہا۔ جابر بن بکر آگے بڑھا اور رقیم بن خلاط کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ رقیم بن خلاط پھر کہہ رہا تھا۔

جابر میرے بھائی! مسکن کے کچھ جاسوس تھوڑی دیر پہلے یہ خبر لائے ہیں کہ فرواندہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ایک نئے طریقہ کار کو ٹل میں لا رہا ہے وہ اپنے سر جیمی کے علاوہ ہولی برادر ہڈ اور سیون سسز لشکروں کے ساتھ مالقہ شہر کی طرف کوچ کر چکا ہے وہ مالقہ کی سمت ہمارے مسکن سے باہر اپنا پڑاؤ کرے گا اور اسی سمت سے ہم پر حملہ آور ہو کر ضرب لگائے گا جبکہ ہسپانیہ کے دیگر حکمران فرواندہ کے موجودہ سپہ سالار گیلر کی سرکردگی میں اسی سمت سے حملہ آور ہوں گے۔ گویا اب ہم پر دو طرفہ حملہ ہوگا۔

جابر بن بکر میں نے تمہیں اس لیے طلب کیا ہے اب اس مسکن کی حفاظت کے لیے میں اور تم ہی ہیں۔ میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ اپنے لیے کوئی سا بھی محاذ منتخب کر لو۔ اگر تم اسی سمت رہنا چاہتے ہو تو میں خود اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مالقہ کی سمت فرواندہ، جیمی، ہولی برادر ہڈ اور سیون سسز لشکروں کا مقابلہ کروں گا۔ اگر تم خود مالقہ کی سمت جانا چاہتے ہو تب بھی تمہاری مرضی۔ کہو تم کیا کہتے ہو۔

جواب میں جابر بن بکر نے تھوڑی دیر کے لیے کچھ سوچا پھر وہ بڑی عقیدت میں کہہ رہا تھا۔ امیر محترم! مجھ جیسے شخص کے لیے آپ کا ایک ادنیٰ اشارہ ہی حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ مجھے جس سمت میں بھی جانے کا حکم دیں گے قسم خداوند قدوس کی اسی سمت اپنے مسکن کی حفاظت کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے تیار ہوں امیر! اب جبکہ آپ مجھے اپنی مرضی کا محاذ منتخب کرنے کی اجازت دے چکے ہیں تو میں ایک گزارش کروں گا۔ رقیم بن خلاط ہلکی سی مسکراہٹ میں کہنے لگا ہو کیا کہتے ہو۔ جابر بن بکر پھر کہنے لگا۔

امیر محترم! جس سمت اس وقت ہم دونوں بیٹھے ہیں اس سمت سے حملہ روکنا انتہائی مشکل اور دشوار ہے اس لیے کہ مختلف درے ہیں سب پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے اور اکیلا سالار سارے دروں کو نہیں سنبھال سکتا۔ اگر آپ میری مانیں تو مجھے مالقہ کے محاذ پر روانہ کر دیں میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہاں کسی مناسب گھات میں رہوں گا اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کروں گا آپ کے لشکر کے ساتھ رابطہ بھی رکھوں گا تا کہ مجھے رسد اور کمک برابر ملتی رہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سمت سے میں فرواندہ کے علاوہ جیمی، ہولی برادر ہڈ اور سیون سسز کے حملوں کی روک تھام کرتا رہوں گا۔ جواب میں رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

دیکھ جابر بن بکر میرے بھائی! میں تیری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اگر ایسا ہے تو پھر آج ہی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر مالقہ کے محاذ کی طرف روانہ ہو جا۔ تمہیں مسکن سے برابر

رسد اور ملک میسر ہوتی رہے گی۔ جاسوسوں اور قاصدوں کے ذریعے میرا تمہارے ساتھ تعلق اور رابطہ بھی رہے گا۔ یا کبھی کبھی خود تمہاری سمت آکر تمہارے پہلو بہ پہلو دشمن پر ضربیں لگا کر انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کرتا رہوں گا۔ دیکھ جابر بن بکر میں سمجھتا ہوں کہ ہم دونوں پر یہ مشکل ترین وقت ہے اس میں ہم دونوں جی ہار گئے تو سن رکھنا فرواندہ اس مسکن کے لوگوں کا خوب قتل عام کرے گا۔ اس پر جابر بن بکر نے عجیب سے احترام میں رفیم بن خلاط کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے سر کو کسی قدر اڑتندی میں خم کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ میں جابر بن بکر جب راہب یوادیس کے بھیس میں کام کرتا تھا تب بھی میں کبھی خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرا اب بھی میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ بھی گردش کرتا ہے میں جابر بن بکر اس مسکن کے دفاع کے لیے سینہ سپر رہوں گا۔ جابر بن بکر کا یہ جواب سن کر رفیم بن خلاط خوش ہو گیا تھا پھر وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا جابر بن بکر بھی کھڑا ہو گیا۔ رفیم بن خلاط نے اسے گلے لگایا اور کہنے لگا۔ جابر میرے بھائی! قسم خدائے واحد کی تم جیسے جانباز سے مجھے ایسے ہی جواب کی امید تھی آؤ میں اب تمہارے کوچ کا انتظام کرتا ہوں۔ جابر چپ چاپ رفیم بن خلاط کے ساتھ بولیا۔ روط اور نویرہ بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے چلنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد جابر بن بکر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مالقہ کے محاذ کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

○

مالقہ کی سمت اپنا پڑاؤ کرنے کے بعد فرواندہ اور جیمی دونوں نے ہولی برادر ہڈ کے سالار گون سالود اور سیون سسٹرز کے سالار شالیب کے ساتھ مل کر لشکر ترتیب دیا۔ اس لشکر میں فرواندہ کا سالار یو دیس اور درباری پہلوان سید کا بھی شامل تھے۔ ان دونوں کو بھی فرواندہ نے اپنے لشکر کے ایک حصے کا سالار مقرر کر رکھا تھا۔ لشکر کو ترتیب دینے کے بعد فرواندہ نے مالقہ کی سمت سے رفیم بن خلاط کے مسکن پر حملوں کی ابتدا کر دی تھی۔

جابر بن بکر کھل کر فرواندہ کے سامنے نہیں آیا بلکہ اس نے کوہستانی سلسلے کے اندر اپنی ایک سے زیادہ کمین گاہیں بنا کر اپنے لشکر کو ان خفیہ گھاٹوں میں بٹھا دیا تھا۔ بس انہی گھاٹوں میں بٹھا کر وہ فرواندہ کے حملوں کا دفاع کرنے لگا تھا اور فرواندہ کے لشکر کو وہ مسکن میں داخل نہ ہونے دے رہا تھا۔ ایک طرح سے فرواندہ کے خلاف جابر بن بکر نے دفاعی جنگ کی ابتداء کی تھی۔ فرواندہ کے مالقہ کے محاذ پر چلے جانے کے بعد شمال کی سمت سے گیلر نے بھی اپنے حملوں کی ابتداء کی۔ گیلر کے ساتھ جس قدر لشکر تھا اسے اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک لشکر اس

کا اپنا تھا اس کے علاوہ اس نے حاکم قبرہ اور حاکم اگوئی ااد کو اپنے ساتھ رکھا جبکہ شدت کے حکمران یا قوہ اور قادس کے حکمران مارکویس کا جو لشکر تھا اسے ایک متحدہ لشکر کی صورت میں ترتیب دے کر یا قوہ کو اس کا سالار مقرر کیا تھا۔

اس طرح یہ لشکر ترتیب دینے کے بعد گیلر نے حملے کی ابتداء کی خود گیلر اپنے لشکر اور اپنے اتحادیوں کے ساتھ مشرقی درے سے آگے بڑھا تھا جبکہ یا قوہ اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ غربی درے سے رفیم بن خلاط کے مسکن میں حملہ آور ہونے کے لیے آگے بڑھا تھا۔

گیلر نے اپنے لشکر کو اس لیے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا کیونکہ اسے خبر پہنچ چکی تھی کہ فرواندہ، جیمی اور دوسرے اتحادیوں کی راہ روکنے کے لیے رفیم بن خلاط کا واحد نائب جابر بن بکر مالقہ کے محاذ پر جا چکا ہے جبکہ شمال کی سمت اس کی راہ روکنے کے لیے اب اکیلا رفیم بن خلاط ہی ہے۔ اس نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو مختلف محاذوں پر حملے کی ابتداء اس لیے کی تھی تاکہ اکیلے رفیم بن خلاط کا دھیان اور اس کی قوت دو حصوں میں بٹ جائے اور وہ کامیابی حاصل کر سکیں۔

رفیم بن خلاط کو بھی گیلر کے اس دو طرفہ حملے کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے بھی گیلر کا بندوبست کر لیا تھا۔ لشکر کو اس نے فی الفور دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے اپنے چھوٹے سالار کو دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ درے کے دونوں سمت کوہستانی سلسلے کے اوپر رہ کر یا قوہ کے حملے کو روکے رکھے جبکہ وہ خود گیلر اور اس کے اتحادیوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکا تھا۔

گیلر اپنے اتحادیوں کے ساتھ مشرقی دروں سے چنگھاڑتے اہرنمون، بحر پر قبر، ظلمت و جہول کی آندھیوں کی طرح آگے بڑھا تھا جبکہ یا قوہ متحدہ لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے مغربی دروں سے جہنم کی بھٹیوں کے لپکتے شعلوں اور بولناک لمبی رات کی طرح اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے پیش قدمی کر رہا تھا۔

یا قوہ اور اس کے اتحادیوں کو رفیم بن خلاط کے سالار نے درے کے وسط میں دونوں جانب سے حملہ کر کے روک رکھا اور اسے آگے بڑھنے سے روک دیا تاہم یا قوہ اور اس کے اتحادیوں سے رفیم بن خلاط کے سالار پر لچہ بالچہ دباؤ پڑنے لگا تھا۔

دوسری جانب رفیم بن خلاط سودریاں کے اندیشوں کو فراموش کرتا ہوا دست قضا، صورت شمشیر اور الہامی قوتوں کے طوفان کی طرح حرکت میں آیا اور وہ سامنے کی طرف سے گیلر کے لشکر پر غاروں کے اندھیرے میں بگولوں کے اندر اڑتی ریت، سیاہ پوش رات میں برفانی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

درے کے اندر بولناک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی اور رفیم بن خلاط اور اس کے لشکر کی اللہ

ہو گئے ہیں تو انہیں نکال باہر کرنے کی کوشش کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط حرکت میں آیا شمالی دروں پر اپنے ایک سالار کو کمانداری سونپتے ہوئے آدھا لشکر اس کے حوالے کیا اور آدھے لشکر کو لے کر وہ اس قاصد کے ساتھ ہولیا تھا۔ روطہ اور نویرہ بھی مالقہ کے محاذ پر جانے کے لیے رقیم بن خلاط کے ساتھ ہولی تھیں۔

جس طرح کن فیکوں کی صدائیں لہروں کے پراسرار تہوج کو اپنے دامن میں لیے صدیوں کے فاسلوں کی گرد کو سمیٹ دیتی ہیں ایسی ہی تیزی اور تندہی کے ساتھ رقیم بن خلاط شمالی محاذ سے مالقہ کے محاذ کی طرف جا پہنچا تھا۔ جس وقت وہ وہاں پہنچا اس وقت اکیلا جابر بن بکر دو محاذوں پر بٹ کر جنگ کر رہا تھا۔ ایک محاذ فرولندہ کا دوسرا جیمی کا باقی ذیلی لشکر ان دونوں نے اپنے ساتھ ملا رکھے تھے اور وہ رقیم بن خلاط کے ممکن کے اندر گھس کر جنگ کر رہے تھے۔ جابر بن بکر بڑی مشتعل اور بڑی تندہی سے انہیں روکتے ہوئے آہستہ آہستہ پسپا ہو رہا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پہلے فرولندہ کی طرف بڑھا جابر بن بکر بھی دیکھ چکا تھا کہ اس کا امیر اس کی مدد کے لیے پہنچ چکا ہے۔ لہذا وہ خود اور اس کے لشکر رقیم بن خلاط کا استقبال کرتے ہوئے زور زور سے بجبیریں بلند کر رہے تھے۔ رقیم بن خلاط کی آمد اور ان بجبیریوں کی صداؤں نے ان کے اندر ایک نیا، لولہ ایک نیا جوش برپا کر کے رکھ دیا تھا۔

پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے سکوت آلود دھند لکوں میں رقیم بن خلاط کسی آتش افروز غفریت اور وقت تقدیر کی بدترین گرفت کی طرح فرولندہ اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

فرولندہ کے لشکر میں رقیم بن خلاط جس سمت بھی مرگ آفریں نگاہ اٹھا تا زندگی کی حرارت اور توانائی کو منجمد کرتا چلا جاتا تھا اس نے اپنے تیر اور جان لیوا حملوں میں فرولندہ کے لشکر کی اگلی ساری صفوں کو موت کی طیلماں میں لپیٹتے ہوئے فرولندہ کی ساری کاوشوں کے حصوں اور تصورات کے بت توڑ کے رکھ دیئے تھے۔ رقیم بن خلاط کے یوں حملہ آور ہونے سے میدان جنگ شر کی طرح بھڑک اٹھا تھا۔

لحموں کے اندر رقیم بن خلاط نے فرولندہ کے لشکر کی حالت خوفناک شام، ماتمی ستاروں اور شورش فضاں جیسی بنا کے رکھ دی تھی وہ فرولندہ کے لشکریوں پر ضرب پر ضرب لگاتا ہوا انہیں دم نہیں لینے دے رہا تھا۔ فرولندہ نے اپنی طرف سے بہتری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح جم کر رقیم بن خلاط کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکا رقیم بن خلاط نے جب اس کی اگلی صفوں کو مکمل طور پر برباد کر دیا تو پھر وہ فرولندہ کے لشکر کے وسطی حصے پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ خود فرولندہ اپنے لشکر کے عقبی حصے میں چلا چلا کر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا

اکبر، الملک اللہ اور لاتذر کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے سامنے آنے والے گیلر کے ہر لشکر کا دل پارہ پارہ اور جگر لخت لخت کرتے جا رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر کی جنگ میں رقیم بن خلاط نے گیلر اور اس کے اتحادیوں کو درے کے اندر بدترین شکست دی اور گیلر سر پر پاؤں رکھ کر درے سے باہر بھاگ گیا تھا۔ گیلر کے بھاگتے ہی رقیم بن خلاط طوفانی انداز میں حرکت میں آیا اپنے لشکر کا ایک حصہ اس نے درے کی حفاظت پر ہی چھوڑا باقی لشکر کو لے کر وہ مغربی دروازوں کی طرف گیا جہاں اس کا سالار ابھی تک یا قوہ اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ برسر پیکار تھا۔ گیلر ہی کی طرح رقیم بن خلاط وہاں بھی حملہ آور ہوا اور تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد اس نے گیلر ہی کی طرح یا قوہ کو بھی پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس طرح رقیم بن خلاط نے بھاگ دوڑ کر کے مکمل طور پر گیلر کو ناکام و نامراد کر دیا تھا۔ دونوں اطراف سے حملوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ مالقہ کی طرف سے فرولندہ، جیمی، اپنے اتحادیوں کے ساتھ پر شور انداز میں ہر روز حملہ آور ہوتے اور جابر بن بکر گھات میں بیٹھے ہی بیٹھے انہیں روکنے کی کوشش کرتا۔ تاہم مالقہ کا محاذ دن بدن انتہائی خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ شمال کی طرف سے رقیم بن خلاط برابر گیلر کے حملوں کے سامنے اپنا بہترین دفاع کر رہا تھا اور وہ بھی گیلر کی ایک نہیں چلنے دے رہا تھا اس طرح اس دو طرفہ حملے پر بھی کئی روز گزر گئے۔

ایک روز جبکہ شمالی دروں کی طرف جنگ رکی ہوئی تھی اور رقیم بن خلاط اپنی دونوں بیویوں روطہ اور نویرہ کے ساتھ اپنے آپ کو گرم رکھنے کے لیے ایک چٹان کی ٹیک لگائے دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ قریب آ کر وہ گھوڑے سے اتر اور بدحواسی اور پریشانی میں رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! فرولندہ اور جیمی کے اچانک اور زوردار حملوں کے باعث جابر بن بکر کے لشکر کا ایک حصہ پوری طرح جنگ میں کام آچکا ہے۔ اس وقت فرولندہ اور جیمی اپنی پوری قوت کے ساتھ مالقہ کے محاذ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اگر بروقت جابر بن بکر کی امداد کے لیے کچھ لشکر مہیا نہ کیا گیا اور فرولندہ اور جیمی کی راہ نہ روکی گئی تو پھر کوئی بھی قوت انہیں ہمارے ممکن میں داخل ہونے سے روک نہ سکے گی۔

یہ خبر سن کر رقیم بن خلاط اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے پر پریشانی اور فکر مندی کے آثار تھے۔ یہ حالت دیکھتے ہوئے روطہ اور نویرہ بے چاری بھی پریشان اور غمزدہ ہو گئی تھیں۔ پھر رقیم بن خلاط نے اس قاصد کو مخاطب کر کے کہا تم یہیں رکو میں خود ابھی تھوڑی دیر تک تمہارے ساتھ لشکر کے ایک حصے کو روانہ کروں گا اور اگر فرولندہ اور جیمی ہمارے ممکن میں داخل

لیکن اس کی صدائیں ساری بیکار جا رہی تھیں اس لیے کہ لمحہ بالمحہ رقیم بن خلاط موت بن کر فرواندہ کے لشکر پر چھاتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد فرواندہ کے لشکر میں پسپائی صاف دکھائی دینے لگی تھی پھر فرواندہ کے لشکر سر پر پاؤں رکھ کے بھاگے۔ ان بھاگنے والوں میں خود فرواندہ بھی شامل تھا۔ یوں رقیم بن خلاط نے فرواندہ کے لشکر کو کسی چوپان کی گند رچنے کی طرح مار مار کر اپنے مسکن سے بھگا دیا تھا۔

ایک محاذ پر رقیم بن خلاط نے بہترین کامیابی و کامرانی حاصل کی تھی۔ فرواندہ کو اپنے مسکن کی حدود سے نکالنے کے بعد رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ آتش پر التهاب، برق و زرد اور خون آشام لہروں کی طرح مڑا، اب اس کا بدف خیمہ تھا جو ابھی تک جابر بن بکر کے ساتھ مسکن کے اندر برسر پیکار تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد رقیم بن خلاط جیسی کے لشکر کے ایک پہلو پر وقت کے رازداں، موت کے ہمزاد برق و زمرہ و طوفان و ابتلاء کی طرح نازل ہوا۔ حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ رقیم بن خلاط کے کچھ لشکر زور زور سے پکارتے ہوئے جیسی کے لشکر یوں کو آگاہ کر رہے تھے کہ ان کے امیر رقیم بن خلاط نے فرواندہ کو بدترین شکست دی ہے اور فرواندہ شکست اٹھانے کے بعد بھاگ کھڑا ہوا لہذا تم اکیلے کیوں اپنی موت کو دعوت دیتے ہو۔

رقیم بن خلاط کے لشکریوں کی ان صداؤں سے جیسی اور اس کے اتحادیوں کے لشکروں میں ایک طرح کی بددلی اور حوصلہ شکنی پھیل گئی تھی۔ اس کے بعد جب رقیم بن خلاط نے ان کے پہلو پر موت سے بغلیں کر دینے والی ضربیں لگانی شروع کیں تو وہ واقعی سمجھ گئے کہ فرواندہ کو شکست ہوئی ہے اور فرواندہ کو شکست دینے کے بعد مسکن کا امیر ان پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ بس یہ خبر جیسی کے لشکر میں پھیلنی تھی کہ لشکر کی صفیں درہم برہم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

شاید خود جیسی بھی رقیم بن خلاط کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ اسے خبر تھی اس سے پہلے رقیم بن خلاط ذون النزا اور آگیلا جیسے سوراؤں کی گردنیں کھلے مقابلے کے دوران کاٹ چکا تھا۔ جیسی نے جب دیکھا کہ لمحہ بہ لمحہ اس کے لشکر یوں کا قتل عام کرتے ہوئے رقیم بن خلاط اس پر دباؤ بڑھاتا چلا جا رہا ہے تو اس نے فرواندہ ہی کی طرح پسپائی ہی میں اپنی عافیت جانی اور اس نے اپنے لشکر کے اندر پسپائی کے بغل بجوادیئے تھے۔ بس یہ بغل بجنے تھے کہ جیسی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ رقیم بن خلاط اور جابر بن بکر نے اپنے مسکن کی آخری حدود تک جیسی کا تعاقب کیا اور پشت کی طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے ان کا خوب قتل عام کیا۔ اس طرح رقیم بن خلاط مالقہ کے محاذ پر فرواندہ اور جیسی کو بدترین شکست دے کر اپنے مسکن سے نکال کر باہر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

جیسی کا تعاقب ختم کرنے کے بعد جس وقت رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے آگے آگے اپنے مسکن کی آخری حدود پر کھڑا جیسی کو اپنے لشکر سمیت بھاگتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس وقت ایک سمت سے جابر بن بکر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ رقیم بن خلاط کے قریب آکر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور جوتوں سمیت اس نے رقیم بن خلاط کے پاؤں کو لگاتار بوسے دینا شروع کر دیئے تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے رقیم بن خلاط اور اس کے پہلو میں گھوڑوں پر سوار روط اور دونوں ہی پریشان ہو گئی تھیں۔ رقیم بن خلاط فوراً اپنے گھوڑے سے اترا۔ روط اور نویرہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی تھیں۔ رقیم بن خلاط عجیب سی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

جابر میرے بھائی! یہ تم کیا حرکت کرتے ہو کیا میں اس قابل ہوں کہ میرے پاؤں کو بوسہ دو۔ میں نے آخر کیا معرکہ کیا ہے۔ جو تم میرے ساتھ ایسی حد سے گزرتی ہوئی عقیدت کا اظہار کر رہے ہو اس پر رقیم بن خلاط کو مخاطب کرتے ہوئے جابر بن بکر کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! یوں تو خدائے جن و انس اور عرش و فرش رب مساوات و ارض ہی سب کا حامی، ناصر، مددگار اور معین ہے۔ لیکن قسم خدا کی جس گردہ انسانی کے آپ پاسان عزت و آزادی ہوں اسے آپ کی ذات پر فخر کرنا چاہئے۔ امیر محترم! آپ وہ سحر خیز مجاہد ہیں جو لشکروں کی صف شکنی کا کام سرانجام دینے صحر اکو شرر شرر کف دریا کو شکن کرنے کا فن خوب جانتا ہے۔

امیر محترم! آپ کی مدد سے پہلے فرواندہ اور جیسی کے سامنے میں ایسے ہی تھا جیسے بھیڑیوں کے غول میں سہا ہوا ہرن۔ میں ان کے دباؤ کے سامنے آہستہ آہستہ پریشانی کی حالت میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اور یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر اس محاذ پر مجھے شکست ہوئی تو میں آپ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ قسم خداوند مہربان و زندہ و بیدار کی آپ نے بروقت پہنچ کر ہماری پستی اور ذلت کو کامیابی اور تقاخر میں بدل کر رکھ دیا۔

امیر محترم! آپ نے کیا خوب مکہ زن اور نقش مگر کی طرح دشمن پر ضربیں لگائیں۔ رازداں آبروئے افغان کی طرح ان پر حملے کیے اور ان کی حالت ویران بستیوں برباد قافلوں جیسی بنا کے رکھ دی۔ امیر محترم! آپ کی اس کارگزاری پر میں ہی نہیں سارے لشکر بھی آپ کے شکر گزار ہیں۔

جابر بن بکر جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کرتے ہوئے رقیم بن خلاط کہنے لگا۔

جابر میرے عزیز، میرے بھائی، میرے رفیق! میں نے کوئی اتنا بڑا معرکہ سر نہیں کیا جس کے لیے تم اور سارے لشکر میرے شکر گزار ہو دیکھو جابر میرے بھائی! ہم سب اللہ کی تائید کے محتاج ہیں۔ میری خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رسول عربی کی پیروی، صدیق کی پامردی،

فاروق کی جرات، عثمان کا صبر اور علی کی شجاعت و وحدت عطا فرمائے۔ دیکھ جابر بن بکر ہمارے رسول رہبر خاص دعاء، دلبر سردہ مقام، فخر معجز کلام، نوع انسانی کے امام ہیں میری خداوند سے دعا ہے کہ وہ ہمارے رسول کے طفیل ہمیں اس بحران اور ہدیان سے نکالے۔ دیکھ جابر بن بکر ہم پر بڑا کڑا وقت ہے ہمیں ایک طوفان کے بعد دوسرے طوفان ایک آندھی کے بعد دوسری آندھی کے ساتھ بند باندھنے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ جواب میں جابر بن بکر کہنے لگا۔

امیر محترم! جب تک جابر بن بکر کے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہے اس وقت تک تو میں دشمن کے سامنے دیوار بنارہوں گا جب موت مجھے اپنی طیلان میں لپیٹ لے تو پھر اللہ ہی ہمارا انجام بہتر کرنے والا ہے۔ اس پر رقیم بن خلاط نے موضوع بدلا اور کہنے لگا۔ دیکھ جابر میرے بھائی! دونوں لشکروں کو یکجا کر دو اور ہاں تم اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھے ہو اور جہاں تم نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہاں چلو ہمارے لشکر اس وقت بھوک اور پیاس محسوس کر رہے ہیں۔ لہذا ان کے کھانے کا انتظام کرنا چاہئے۔ جواب میں جابر بن بکر فوراً حرکت میں آیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر دونوں متحدہ لشکر جابر بن بکر کے پڑاؤ کی طرف جارہے تھے۔

جس وقت دونوں لشکر پڑاؤ میں داخل ہوئے اس وقت تک سورج غروب ہو رہا تھا۔ چاروں طرف تاریکیاں پھیلنے لگی تھیں۔ جاڑا چونکہ اپنے عروج پر تھا لہذا سردی نے بھی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ جابر بن بکر نے اپنا خیمہ رقیم بن خلاط روطہ اور نوریہ کے لیے خالی کر دیا اور خود وہ اپنے کسی چھوٹے سالار کے خیمے میں چلا گیا۔ جابر بن بکر کے لشکریوں نے رقیم بن خلاط کے ساتھ آنے والے لشکریوں کو اپنے اپنے خیموں میں سولیا تھا۔ فرولندہ اور جیمی کو شکست دینے اور رقیم بن خلاط کی آمد پر جابر بن بکر کے لشکر بے حد خوش اور پرسکون تھے۔ ایک عجیب جوش و جذبے میں انہوں نے کھانا تیار کیا۔ سارے لشکریوں کو کھانا کھلایا گیا۔ رقیم بن خلاط، روطہ اور نوریہ نے خیمے کے اندر ہی مل کر کھانا کھایا۔ رات گئے تک وہ آپس میں گفتگو کرتے رہے پھر تینوں نیند کی گہری گود میں چلے گئے تھے۔

آدھی رات کے قریب رقیم بن خلاط ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا بالکل ایسے جیسے اس نے کوئی خون آلود اور انتہائی خوفناک خواب دیکھا جو اس کے پہلو میں سوئی ہوئی روطہ اور نوریہ بھی پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی تھیں پھر روطہ نے رقیم بن خلاط کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑے پیارے اور مٹھاس بھرے انداز میں پوچھا کیا ہوا کیا آپ نے کوئی خوفناک خواب دیکھا ہے۔ نوریہ بے چاری پریشان حالت میں رقیم بن خلاط کے کندھے دبائے لگی تھی۔ جبکہ رقیم بن خلاط کچھ سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

رقیم بن خلاط کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے روطہ اور نوریہ بھی چونک کر کچھ سننے کی کوشش

کرنے لگی تھیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ فضاؤں میں پڑاؤ کے اندر کسی گھوڑے کے سر پٹ دوڑنے کی آوازیں سنائی دی تھیں اور یہ آوازیں لمحہ بالمحہ قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

رقیم بن خلاط فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے لباس کے اوپر اپنا جنگی لباس پہنے لگا تھا۔ پھر اس نے روطہ اور نوریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سنو میری دونوں رفیقو! میں ان فضاؤں کے اندر اپنے لیے خطرات محسوس کرتا ہوں روطہ اور نوریہ نے کوئی جواب نہ دیا وہ بھی جلدی جلدی جنگی لباس پہنے لگی تھیں۔ فضاؤں کے اندر گھوڑے کے دوڑنے کی جو آوازیں سنائی دی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر نوریہ بڑے پیارے انداز میں رقیم بن خلاط سے کہنے لگی۔

یا امیر! جو گھوڑے کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ تو اب ختم ہو گئی ہیں جواب میں رقیم بن خلاط فکر مندی میں کہنے لگا۔ دیکھو نوریہ لگتا ہے کوئی قاصد آیا ہے اور وہ پڑاؤ میں گھس کر میری قیام گاہ کا پتا معلوم کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے آپ کو تسخیر کرنے کے بعد رقیم بن خلاط خیمے سے باہر نکلا۔ روطہ اور نوریہ بھی اس کے ساتھ ہی باہر آگئی تھی۔ خیمے کے باہر وہ تھوڑی دیر ہی کھڑے ہوئے تھے کہ گھوڑے کے دوڑنے کی پھر آوازیں سنائی دیں۔ اب ایک نہیں ایک ساتھ کئی گھوڑے دوڑ رہے تھے اور لگتا تھا ان کا رخ اس خیمے کی طرف تھا جس میں رقیم بن خلاط نے روطہ اور نوریہ کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ وہ آوازیں قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھیں تھوڑی ہی دیر بعد ساتھ والے خیمے سے جابر بن بکر اٹھ کر رقیم بن خلاط کے قریب آیا اس موقع پر وہ رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ سامنے کی طرف سے چاندنی رات کے اندر کچھ گھوڑے سوار نمودار ہوئے اور وہ اس خیمے کے سامنے آکر رے کے جہاں رقیم بن خلاط، روطہ، نوریہ اور جابر بن بکر کے ساتھ کھڑا تھا۔

اس موقع پر جابر بن بکر نے دیکھا بہت سے لشکر کی عین کا تعلق جابر بن بکر کے لشکر سے تھا ایک سوار کو اپنے ساتھ خیمے کے قریب لائے۔ سب گھوڑوں سے اترے پھر اس نئے سوار کو رقیم بن خلاط کے پاس لائے جب وہ سوار نزدیک آگیا تو رقیم بن خلاط نے اسے پہچان لیا وہ اس کا ایک قاصد تھا اسے دیکھتے ہی رقیم بن خلاط بڑی بے تابی سے آگے بڑھا اور اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ کیا تم شمالی محاذ سے آئے ہو اس پر وہ قاصد کہنے لگا۔

امیر محترم! آپ کا اندازہ درست ہے۔ رب کعبہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مالقہ کے محاذ پر آپ کو کامیابی ہوئی ہے فرولندہ و جیمی کے لشکروں کو آپ نے مسکن سے باہر بھاگایا ہے۔ لیکن امیر محترم! شمالی محاذ اس وقت آپ کی توجہ کا محتاج ہے۔ جس وقت وہاں سے نکل کر آپ مالقہ

حرم کی حفاظت کرنا سن میرے ہمد! میرے ہم نفس! میری دعا ہے کہ خدائے نادیدہ تجھے دشمن کا سینہ داند دل آزدہ و غمگینہ کرنے کی ہمت ارجمند اور بخت بلند عطا فرمائے۔

سن میرے رفیق! میری دعا ہے کہ معرکہ بود و نابود میں تو جوانان جنود، ہنگامہ نمود کی طرح دھواں دھواں شام اور صبح سیاہ، ہرنگی و نارنگی میں طالع سعد اور کوب مسعود کی طرح ابھرے۔ میری دعا ہے کہ خداوند القویہ المتین ہم سب کی آہیں، دعائیں، نالے، مناجاتیں، سسکیاں، کاسہ کاسہ نغایں نغایں کی کامیابیوں کامرانیوں اور لامتناہی ہمت سے نوازے۔

سن جابر میرے بھائی! میرے بعد خبردار رہنا۔ دشمن تم پر قابو پانے کے لیے ہر حربہ ہر فریب استعمال کرے گا۔ شمالی محاذ میں اس وقت کیا صورتحال ہے میں نہیں جانتا پر مجھے امید ہے کہ وہاں قابو پانے کے بعد میں ضرور تمہاری طرف متوجہ ہوں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔ میں کوچ کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر رقیم بن خلاط نے جابر بن بکر کو اپنے ساتھ لپٹایا اس کی پیشانی پر طویل بوسہ دیا پھر وہ پیچھے ہٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔ روطہ اور نویرہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئی تھیں۔ پھر رقیم بن خلاط نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ مالقہ کے محاذ سے بڑی تیزی کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

ایک رات میں آندھی اور طوفان کی طرح سفر کرتے ہوئے صبح سورج طلوع ہونے کے وقت رقیم بن خلاط جب اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شمالی محاذ پر پہنچا تو اس نے دیکھا حالت بڑی ابتر تھی۔ وہ سالار جسے اس نے شمالی محاذ کا کماندار مقرر کیا تھا مارا جا چکا تھا۔ لشکر کا معنی اس کے بعد کمانداری کرنے لگا تھا۔ لیکن وہ بھی جنگ میں کام آچکا تھا۔ اب چھوٹے چھوٹے لشکری بچے کچھ لشکر کے ساتھ فرواندہ کے سپہ سالار اعلیٰ گیلر کے سامنے اپنا دفاع کئے ہوئے تھے۔ گیلر اپنے اتحادی سالاروں کے ساتھ دروں میں گزرنے کے بعد رقیم بن خلاط کے مسکن میں داخل ہو چکا تھا۔ اور اس نے چاروں طرف تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

گیلر اب رقیم بن خلاط کے مسکن میں کافی اندر گھس کر جنگ کر رہا تھا جس وقت رقیم بن خلاط پہنچا وہ حاکم قبرہ اور حاکم لاد کے ساتھ دائیں جانب سے رقیم بن خلاط کے لشکریوں پر ضرب لگا رہا تھا۔ جبکہ بائیں جانب شدت کا حکمران یا قوہ اور قادس کا مار کونیں بری طرح رقیم بن خلاط کے لشکریوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ ابھی تک نہ رقیم بن خلاط کے لشکریوں کو خبر تھی کہ رقیم بن خلاط اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا ہے اور نہ گیلر کو یہ اطلاع اور خبر ہوئی تھی کہ فرواندہ اور جنیمی کو شکست دینے کے بعد رقیم بن خلاط لوٹ آیا ہے۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد رقیم بن خلاط برق کی سی بے قراری، آتش سیال اور لپکتے پھیلنے جلووں کی طرح حرکت میں

کے محاذ کی طرف آئے تھے۔ اس کے فی الفور بعد گیلر نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ شمالی محاذ پر حملہ کر دیا تھا۔ امیر محترم! جس لشکر کو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑا تھا وہ بڑی مشکل بڑی دقت سے دشمن کی یلغار کو روکے ہوئے ہے اور اگر آپ فی الفور ان کی مدد کو نہ پہنچے تو مجھے خدشہ ہے گیلر اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ مسکن میں گھس کر ایسی تباہی ایسی بربادی پھیلانے لگا جس طرح ان گنت بھوکے گدھیں مردار پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ امیر محترم! یہ بڑا نازک وقت ہے اور شمالی محاذ کے لشکری آپ کی مدد کے بڑی بے چینی اور بے تابی سے منتظر ہیں۔

یہ پیغام سن کر رقیم بن خلاط بے چارہ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ روطہ اور نویرہ بھی مغموم اور ملول دکھائی دینے لگی تھیں پھر رقیم بن خلاط نے جابر بن بکر کی طرف دیکھا اور کہا۔

جابر میرے بھائی! ہم تینوں کے گھوڑے تیار کراؤ اور میرے حصے کے لشکریوں کو پیغام پہنچا دو کہ ابھی اور اسی وقت شمالی محاذ کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ہی جابر بن بکر تقریباً بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جابر بن بکر لوٹا اور اس کے ساتھ تین سپاہی تھے جو رقیم بن خلاط روطہ اور نویرہ کے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے تھے۔ رقیم بن خلاط، روطہ اور نویرہ تینوں نے آگے بڑھ کر اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں لے لیں۔ اس موقع پر جابر بن بکر رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! میں نے لشکری بھجوا کر آپ کے حصے کے لشکر کو پیغام بھجوایا ہے کہ وہ بڑاؤ کے دائیں جانب اکٹھے ہو جائیں اس لیے کہ امیر ابھی اور اسی وقت ناگہانی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے شمالی محاذ کی طرف کوچ کریں گے۔

اس موقع پر رقیم بن خلاط نے کچھ سوچا پھر وہ جابر بن بکر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ جابر میرے بھائی! دیکھ اب یہ محاذ میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تجھے میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اب یہاں سے کوچ کروں گا۔ شمالی محاذ پر صورتحال کیا ہے میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ وہاں جا کر مجھے کن حالات کا شکار ہونا پڑے گا بہر حال تم فرواندہ اور جنیمی کے مقابلے میں چوکنے اور بیدار رہنا۔ وہ انتہائی عیاری اور دھوکہ دہی سے کام لے کر مسکن میں پھر داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط نے آگے بڑھ کر جابر بن بکر کو گلے لگایا اور اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگا۔

جابر میرے بھائی! میری دعا ہے کہ خداوند کبیر و قدیر، رب شفیق اور مشکور تجھے نفرت و بدی کی طاقت اور شب تاریک کی اسیری جیسی قوت کے سامنے کامیاب و کامران رکھے دیکھ میرے بھائی، میرے رفیق! میری غیر موجودگی میں درد مند قوم بن کر اپنے لواحقین کی عزت و

آیا اور اپنا ہدف بنانے کے لیے سب سے پہلے اس نے شہت کے حکمران یا قوہ کا انتخاب کیا۔ جو قادس کے حکمران مارکونیس کے ساتھ مل کر رقیم بن خلاط کے لشکریوں پر دباؤ ڈالتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

رقیم بن خلاط سب سے پہلے اس حصے پر فاتح نفس، جگر آشوب، برے ایام کی ویرانی کی طرح حملہ آور ہوا جس میں خود شہت کا حکمران یا قوہ تھا۔ اپنے پہلے حملے میں یا قوہ کی صفیں کی صفیں رقیم بن خلاط نے الٹ کر رکھ دی تھیں یہاں تک کہ وہ یا قوہ کے لشکر میں گھستا ہوا اپنے محافظ دستوں کے ساتھ یا قوہ کے سر پر جا پہنچا تھا۔ قبل اس کے کہ یا قوہ رقیم بن خلاط کا مقابلہ کرتا یا اس کی راہ روکتا رقیم بن خلاط اس پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ اور اپنے ایک ہی وار میں رقیم بن خلاط نے شہت کے حکمران یا قوہ کے جسم کا ایک پہلو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ فضاؤں میں یا قوہ کی چیخ بلند ہوئی پھر اس کی لاش اس کے گھوڑے سے گر گئی تھی۔ یا قوہ کے لشکریوں نے جب اسے لاش کی صورت میں گھوڑے سے گرتے ہوئے دیکھا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ رقیم بن خلاط نے ان کا تعاقب کرنے کے بعد خوب قتل عام کیا۔

لحوظ کے اندر رقیم بن خلاط نے یا قوہ کے بھاگتے ہوئے لشکریوں کی حالت برے ایام کی ویرانی اور گھپ اندھیرے کی سنان مسافت جیسی کی اور مکمل طور پر ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔ یا قوہ اور ان کے لشکریوں سے نپٹنے کے بعد رقیم بن خلاط اب قادس کے حکمران مارکونیس کی طرف جارہا تھا۔

مارکونیس رقیم بن خلاط کے ہاتھوں یا قوہ کو قتل ہوتے دیکھ چکا تھا لہذا وہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹا اور وہ حاکم قبرہ سے جا ملا جو اس کے پہلو ہی میں جنگ کر رہا تھا۔ اس طرح پیچھے ہٹنے پر رقیم بن خلاط نے اسے معاف نہیں کیا۔ مارکونیس کا خیال تھا کہ اگر وہ حاکم قبرہ کے لشکر کے ساتھ جا ملتا تو دونوں لشکروں کے مل جانے سے ان کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس طرح شاید رقیم بن خلاط ان پر حملہ آور نہیں ہو گا جہاں تک گیلر اور حاکم اگوئی لاد کا تعلق تھا تو وہ ان دونوں سے ذرا دور فاصلے پر پسا ہوتے ہوئے مسلمان لشکریوں سے جنگ کر رہے تھے۔

رقیم بن خلاط پر اس وقت بری طرح جنون اور انتقام کا سودا سوار ہو چکا تھا۔ قادس کے مارکونیس اور حاکم قبرہ کے مل جانے کی کوئی پروا نہ کی بلکہ بڑے زوردار انداز میں وہ آگے بڑھا پھر سنگین موت کے شعلہ پھپھان ممتحن جو ہر انسانی اور پراگندہ نصیب کی طرح بیک وقت قادس کے مارکونیس اور حاکم قبرہ پر حملہ آور ہوا تھا۔

ان دونوں نے مل کر اپنی طرف سے پوری اور انتہائی کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح رقیم بن

خلاط کو روکیں لیکن وہ ناکام رہے۔ رقیم بن خلاط سے پہلے جو مسلمان لشکری ان سے ٹکرائے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ رقیم بن خلاط نے یا قوہ اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کرنے کے بعد قادس کے مارکونیس اور حاکم قبرہ کو اپنا ہدف بنا لیا ہے تو وہ ان کے سامنے سے ہٹ کر اس سمت اپنے ساتھیوں کی طرف چلے گئے جو گیلر اور حاکم اگوئی لاد کے ساتھ برسر پیکار تھے اس طرح انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر گیلر اور حاکم اگوئی لاد پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ ان مسلمان لشکریوں کے گیلر اور حاکم اگوئی لاد کی طرف منتقل ہو جانے سے گیلر اور اگوئی لاد کی پیش قدمی ممکن کے اندر رک گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ اپنے ساتھ برسر پیکار مسلمان لشکریوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے لمحہ بہ لمحہ رقیم بن خلاط کے ممکن کے وسطی حصہ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے لیکن اب قادس کے مارکونیس اور حاکم قبرہ سے جب مجاہدین ہٹ کر گیلر کے سامنے گئے تو گیلر کی پیش قدمی رک گئی تھی۔

دوسری سمت رقیم بن خلاط نے حاکم قبرہ اور قادس کے مارکونیس کے باہم مل جانے کی کوئی پروا نہیں کی۔ وہ ان پر زوردار انداز میں حملے کرتا رہا اور جس طرح اس نے یا قوہ کے لشکر کا قتل عام کرنا شروع کیا تھا۔ یہاں بھی اس نے وہی کھیل کھیلنا شروع کیا۔

قادس کے مارکونیس اور حاکم قبرہ کے لشکر کی تعداد یا قوہ کے لشکر سے چونکہ کئی گنا زیادہ تھی لہذا ان سے نپٹنے کے لیے رقیم بن خلاط کو خاصا وقت لگا تھا۔ تاہم اس نے ان کو پراگندہ کر دیا تھا اور اب وہ آہستہ آہستہ ان کے اندر گھستے ہوئے وسطی حصے تک ان کا قتل عام کرنے لگا تھا۔ جوں جوں یہ جنگ طویل ہوتی جا رہی تھی رقیم بن خلاط فکر مند ہوتا جا رہا تھا۔ اسے پریشانی تھی کہ اگر گیلر اور حاکم اگوئی لاد اس کے بچے کچھ لشکریوں کا خاتمہ کرنے کے بعد مارکونیس اور حاکم قبرہ سے آ ملے تو اس پر زیادہ دباؤ پڑے گا اور وہ اپنی صحیح کارگزاری کا مظاہرہ نہیں کر سکے گا لہذا اس نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرنا شروع کیں۔ یہ اس کے لشکریوں کو اشارہ تھا کہ اپنی پوری طاقت اور قوت سے حملہ کریں۔

اپنے ساتھیوں کو یہ اشارہ دینے کے بعد رقیم بن خلاط نے قادس کے حکمران مارکونیس اور حاکم قبرہ کو ہدف بنانے کا فیصلہ کیا اس نے سوچ لیا تھا کہ جب تک ان دونوں کا میدان جنگ سے خاتمہ نہیں ہوتا اس وقت تک ان کے لشکری جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے لہذا اپنے حفاظتی دستوں میں اس نے مزید اضافہ کیا پھر وہ اپنے سامنے آنے والے ہر لشکری کو موت کی گہری نیند سلاتا ہوا سب سے پہلے مارکونیس کے سر پر جا پہنچا۔ مارکونیس چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر رقیم بن خلاط کے سامنے اپنا دفاع کرے مگر اس کو ایسا کرنے کا موقع ہی نہیں ملا اس لیے کہ رقیم بن خلاط نے اپنی خون آلود تلوار کو اپنے منہ میں لیا۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکتا ہوا اپنا اپنی

ترسول لیا اسے اپنے ہاتھوں میں تولا اور تاک کر نیزے کی طرح قادس کے حکمران مارکونیس پر دے مارا وہ بے کابھاری ترسول مارکونیس کا سینہ چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔ اور مارکونیس دم توڑ گیا تھا۔ مارکونیس جب اپنے گھوڑے سے گر گیا تو اس کے ارد گرد لڑنے والے اس کے لشکری بد دل ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رقیم بن خلاط نے آگے بڑھ کر اپنے ترسول کا دستہ تھا ما جو زمین پر پڑے ہوئے مارکونیس کے سینے میں ابھی تک پیوست تھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ رقیم بن خلاط نے کھینچا سامنے نگاہ کی۔ وہ حاکم قبرہ کی تلاش میں تھا اس نے دیکھا کہ حاکم قبرہ اس سے ذرا فاصلے پر بائیں جانب اپنے لشکریوں کو لاکار لاکار کر رقیم بن خلاط کے مجاہدوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہا تھا۔

رقیم بن خلاط نے ایک خونخوار نگاہ حاکم قبرہ پر ڈالی اپنا ترسول اس نے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دیا۔ ایک بار پھر اس نے تلوار تھامی اور اپنے لشکریوں کو ترغیب دیتے ہوئے۔ اس نے اس سمت زوردار حملے شروع کئے جہاں حاکم قبرہ جنگ کر رہا تھا۔

حاکم قبرہ کی طرف بڑھتے ہوئے رقیم بن خلاط نے اپنے پہلو بہ پہلو جنگ کرتے ہوئے روطہ اور نورہ کو روک دیا اور انہیں اپنے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بھجوا دیا تھا ایسا اس نے ان دونوں کی حفاظت کی خاطر کیا تھا۔ روطہ اور نورہ نے اس موقع پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ وہ بحث کر کے رقیم بن خلاط کو الجھانا اور اس کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھیں لہذا اس کی تجویز کے مطابق وہ اپنے لشکر کے وسطی حصے میں چلی گئی تھیں۔

ایک بار پھر زوردار جنگ شروع ہو گئی تھی۔ حاکم قبرہ کے لشکری رقیم بن خلاط کو روک کر حاکم قبرہ کی طرف بڑھنے نہ دینا چاہتے تھے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ ان پر خونریز حملے کرتے ہوئے رقیم بن خلاط نے ان کی حالت پر آگندہ نصیب، پریشان لمحوں کے فروغ دل بر گشتہ و حسرت و خیز بنا کے رکھ دی تھی۔ پھر پہلے کی طرح وہ اپنے سامنے آنے والے لشکریوں کو کاٹتا ہوا اپنے محافظ دستوں کے ساتھ حاکم قبرہ کے سر پر جا پہنچا تھا۔ حاکم قبرہ کے لشکریوں نے اس کے گرد ایک گھیرا سا بنالیا تھا۔ تاکہ اس کی حفاظت کر سکیں لیکن رقیم بن خلاط اسے معاف کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا اپنے محافظ دستوں اور اس کے پیچھے پیچھے لشکریوں کو اس نے زوردار حملہ کرنے کے لئے لاکار۔ رقیم بن خلاط کی اس لاکار پر اس کے لشکریوں نے ایسا زوردار حملہ کیا کہ ساعتوں کے اندر انہوں نے حاکم قبرہ کے محافظ دستوں کی حالت جمیل و عقیم پامال راستوں اور جان کنی کے عالم جیسی بنا کے رکھ دی تھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں طرف کے لشکری جنگ لڑتے رہے یہاں تک کہ رقیم بن خلاط کے لشکریوں نے دشمن کا قتل عام کرتے ہوئے ایک راستہ بنا لیا تھا یہ راستہ جتنا تھا کہ رقیم بن خلاط طوفان کی طرح آگے بڑھا اور حاکم

قبرہ کے سر پر جا پہنچا۔ حاکم قبرہ اپنا دفاع کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس وقت تک رقیم بن خلاط نے زوردار انداز میں اس کے سر پر ڈھال دے ماری اس پر حاکم قبرہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور اپنے گھوڑے سے گر گیا۔ ابھی وہ سنبھلنا ہی چاہتا تھا کہ رقیم بن خلاط اپنا خون آلود ہتھی ترسول تھام چکا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اپنا ہتھی ترسول رقیم بن خلاط نے حاکم قبرہ کے سینے میں پیوست کر دیا تھا۔ حاکم قبرہ نے مرنے سے پہلے ایک سسکی لی پھر لاش کی صورت ہو کے رہ گیا تھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ حاکم قبرہ کے سینے سے بھی رقیم بن خلاط نے اپنا ترسول کھینچ کر گھوڑے کی زین میں پرو دیا پھر وہ ارد گرد پھیلے حاکم قبرہ کے لشکریوں پر حملہ آور ہو کر ان کا صفایا کرنے لگا تھا۔ اس کام کی تکمیل کے بعد رقیم بن خلاط جان کنی کے عالم برہم طبیعت اور رقص نالندہ کی طرح گیلر کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اب گیلر کی بری حالت تھی سامنے کی طرف سے پسپا ہونے والے مسلمان لشکری اس پر ضرب لگا رہے تھے اور ایک پہلو کی طرف سے اب رقیم بن خلاط موت بن کر اس پر وارد ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک اگر بھی سہاں رہتا تو گیلر کے سارے لشکر کا خاتمہ ہو جاتا اور شامی محاذ پر جس قدر فرولندہ کا لشکر تھا اس کا صفایا ہو کر رہ جاتا۔ لیکن شاید قدرت کو کچھ اور منظور تھا اس لیے کہ اس موقع پر مالمقہ کے محاذ پر بھی ایک انقلاب رونما ہو چکا تھا۔

وہ اس طرح کہ جو نبی رقیم بن خلاط مالمقہ کے محاذ سے نکل کر شمال کی طری بڑھا چکا تھا، فرولندہ، جیمی اور ان کے اتحادی ساتھیوں کو خبر ہو گئی تھی کہ رقیم بن خلاط مالمقہ کے محاذ سے شمال کی طرف جا چکا ہے۔ شاید یہ خبر ان کے جاسوسوں نے دی تھی۔ یہ خبر ملتے ہی فرولندہ اور جیمی نے اپنی پوری قوت سے جابر بن بکر پر بے خبری کی حالت میں حملہ کر دیا تھا۔

فرولندہ، جیمی اور ان کے اتحادیوں کا یہ حملہ ایسا زوردار بروقت اور اچانک تھا کہ جابر بن بکر بیچارہ صحیح طور پر اپنا دفاع نہ کر سکا اور فرولندہ نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ جابر بن بکر کے لشکر کا پوری طرح صفایا کر دیا اس جنگ میں جابر بن بکر بھی کام آ گیا تھا۔

مالمقہ کے محاذ پر رقیم بن خلاط کے لشکر کا صفایا کرنے کے بعد فرولندہ اور جیمی اپنے اتحادیوں کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے شامی محاذ کی طرف بڑھے تھے اور جس وقت رقیم بن خلاط نے گیلر کے لشکر پر حملوں کی ابتدا کی تھی عین اسی وقت فرولندہ جیمی، ہولی برادر ہڈ کا سالار گون سالود، سیون سسز کا شالیب رقیم بن خلاط کے ان لشکریوں کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گئے جو رقیم بن خلاط کی آمد سے پہلے گیلر سے نکلے ہوئے تھے۔

گیلر کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ فرولندہ، جیمی، گون سالود اور شالیب مالمقہ کے محاذ پر کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس کی مدد کو پہنچ گئے ہیں تو اس نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی

ثالب نے رقیم بن خراط کے لشکر کا ایک بڑا حصہ تہ تیغ کر کے رکھ دیا تھا اب رقیم بن خراط کے ساتھ کوئی قوت نہ تھی جس سے وہ فرولندہ اور جیمی کے متحدہ لشکر کا مقابلہ کرتا لہذا فرولندہ نے رقیم بن خراط، روط، نویرہ اور ان کے کچھ ساتھیوں کو زندہ گرفتار کر لیا تھا۔

اس کے بعد فرولندہ نے کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی اس وادی میں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی فرولندہ کے لشکر کے خیمے دور دور تک نصب ہو گئے۔ جب فرولندہ کا خیمہ نصب ہوا تو اس نے رقیم بن خراط، روط اور نویرہ کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا فرولندہ کے مسلح سپہ سالار رقیم بن خراط، روط اور نویرہ کو فرولندہ کے خیمے میں لے گئے۔ جہاں اس وقت فرولندہ کے علاوہ اس کی ملکہ ازایلا، ارغون کا حاکم اور ملکہ ازایلا کا باپ جیمی، ہولی برادر ہڈ کا سپہ سالار رگون سالود، سیون سسز کا سپہ سالار رشالیب، فرولندہ کا سالار یودیس اور اس کے دربار کا پہلوان سید کا بیٹھے ہوئے تھے۔ رقیم بن خراط، روط اور نویرہ کو جب فرولندہ کے سامنے پیش کیا گیا تو تھوڑی دیر تک سب ان تینوں کو بڑے غور بڑے انہماک سے دیکھتے رہے۔ نویرہ فرولندہ کی بہن تھی۔ روط جیمی کی بیٹی اور ملکہ ازایلا کی بہن تھی۔ دونوں کا لباس اس وقت خون آلود تھا۔ جیمی اپنی بیٹی روط کی حالت دیکھتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ شاید وہ آگے بڑھ کر روط سے ملتا تاہم ہاتھ کے اشارے سے فرولندہ نے اسے بیٹھ جانے کو کہا۔ جس پر جیمی بے چارہ ضبط کرتا ہوا اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ فرولندہ، نویرہ اور روط کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

دیکھ نویرہ میں جانتا ہوں تو میری سگی بہن ہے اور تو اس وقت انتہائی کمپری، بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں میرے سامنے کھڑی ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں روط میری ملکہ ازایلا کی بہن اور میرے سر جیمی کی بیٹی ہے اور یہ بھی تمہاری طرح انتہائی بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں کھڑی ہے۔ اگر تم دونوں اس وقت بھی اسلام ترک کر کے واپس عیسائیت میں آ جاؤ تو تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اس سے پہلے قرطبہ اور ارغون میں جو تمہاری عزت و احترام تھا وہ بھی بحال کر دیا جائے گا۔ اس پر نویرہ اور روط کا جواب سنے بغیر فرولندہ نے جیمی کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

کیا میں نے درست کہا ہے اور کیا آپ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں۔ اس پر جیمی فوراً بول اٹھا دیکھ فرولندہ میرے عزیز! میں تمہارے اس فیصلے سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔ میں اپنی بیٹی سے یہ کہتا بھی پسند کروں گا کہ اگر وہ اب بھی اس رقیم بن خراط کے پہلو سے ہٹ کر میرے پاس آ کر بیٹھ جائے تو قسم یسوع مسیح کی میں اسے اور اس کی ساری خطائیں معاف کر دوں گا اور جس طرح میں ازایلا سے محبت کرتا ہوں ایسی ہی محبت ایسی ہی شفقت اسے بھی دوں گا۔

تھی۔ دوسری طرف رقیم بن خراط نے بھی اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ اب شاید آخری وقت قریب ہے۔ لہذا اس نے جان بھیلی پر رکھتے ہوئے گیلر کے لشکر پر حملہ آور ہونا شروع کیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنا انجام قریب آنے سے پہلے گیلر کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبے۔ لہذا اب اس نے اپنی ساری توجہ اپنے سارے حملوں اپنی ساری طاقت اور قوت کا رخ گیلر کی طرف کر دیا تھا۔

گیلر چونکہ سامنے کی طرف سے حملہ آور ہونے والے مجاہدوں کو ابھی روک تھام میں لگا ہوا تھا جن کی پشت کی طرف سے فرولندہ، جیمی، گون سالود اور ثالب حملہ آور ہوئے تھے اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رقیم بن خراط پشت کی طرف سے اس کے لشکر کو کاٹتا ہوا اس کے سر پر جا پہنچا۔ گیلر اس وقت چونکا جب رقیم بن خراط اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ گیلر نے مڑ کر یہ بھی دیکھا کہ رقیم بن خراط نے پشت کی جانب سے اس کے لشکر کی حالت مدفن فریاد، تار تار گر بیان جیسی کر کے رکھ دی تھی۔ جہاں تک نگاہ پڑتی تھی گیلر کے لشکر یوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ اور اب رقیم بن خراط ایک ڈس لینے والے سانپ کی طرح گیلر کے سامنے تھا۔

گیلر کے پاس جا کر رقیم بن خراط نے ایک خونخوار نگاہ اس پر ڈالی۔ گیلر اس نگاہ کو برداشت نہ کر سکا اس کا رنگ پیلا ہو چکا تھا۔ اس موقع پر رقیم بن خراط گیلر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ گیلر! اگر تو یہ سمجھے کہ اب تو مجھ سے بچ کر بھاگے گا تو یاد رکھنا میں بھاگنے نہ دوں گا میں جانتا ہوں کہ سامنے کی طرف سے فرولندہ اور جیمی حملہ آور ہو چکے ہیں۔ اور ان کا حملہ آور ہونا اس بات کی نشاندہی ہے کہ مالقہ کے محاذ پر میرے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ لیکن سن اپنا انجام دیکھنے سے پہلے گیلر میں تجھے تیرا انجام ضرور دکھاؤں گا۔

رقیم بن خراط کو باتیں کرتے دیکھ کر گیلر نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی۔ اور رقیم بن خراط پر اس نے حملہ کر دیا۔ گیلر کی اس حرکت پر رقیم بن خراط کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی بڑی آسانی کے ساتھ گیلر کا وار اس نے اپنی ڈھال پر روکا اپنی تلوار کا وار اس نے کیا۔ گیلر نے بھی اس کی تلوار کے وار کو اپنی ڈھال پر روک لیا تھا۔ عین اسی موقع پر رقیم بن خراط نے اپنی ڈھال پوری قوت سے گیلر کے گھوڑے کے منہ پر دے ماری تھی۔ ڈھال لگی تھی کہ گھوڑا بری طرح تیخ پا ہو کر ہوا کے اندر الف ہو گیا تھا اور گیلر اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔ رقیم بن خراط نے اپنا اپنی ترسول سنھالا اور پوری قوت سے اسے گیلر کے سینے میں گاڑ دیا تھا۔ گیلر نے ایک سسکی لی اور دم توڑ گیا تھا۔ رقیم بن خراط نے اپنا خونی ترسول اس کے سینے سے کھینچ کر گھوڑے کی زین سے باندھ دیا تھا۔

گیلر کو ختم کرنے تک سامنے کی طرف سے فرولندہ اور جیمی نے رقیم بن خراط کے سارے ساتھیوں کا صفایا کر دیا تھا پشت کی جانب سے ہولی برادر ہڈ کے گون سالود اور سیون سسز کے

میں اور نویرہ دونوں بہنیں اس ساری دولت اور مال و متاع کو ٹھوکر مار کر رقیم بن خلاط کے قدموں میں بیٹھنا پسند کریں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد روطہ رکی پھر وہ فیصلہ کن انداز میں کہنے لگی دیکھ فرولندہ جو کچھ تو جانتا چاہتا تھا میں تجھے بتا چکی اب مجھ سے اور نویرہ سے مزید کچھ کہنے اور سوال کرنے کا ارادہ نہ کرنا اس موقع پر فرولندہ نے جیسی کی طرف دیکھا۔ جیسی کی گردن جھک گئی تھی پھر فرولندہ نے رقیم بن خلاط کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟ رقیم بن خلاط نے اپنی گردن سیدھی کی پھر فرولندہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ فرولندہ یہ تو قسمت کا لکھا ہے کہ آج میں مغلوب ہوں تو غالب، دیکھ آنے والا سورج ضرور لکھے گا کہ میں نے تیرے ظلم کے سامنے اپنی گردن کو نہیں جھکا یا۔ تیری رعوت کے سامنے اپنے گھٹنوں کو خم نہیں ہونے دیا۔

رقیم بن خلاط کی اس گفتگو کا جواب دینے کے بجائے فرولندہ نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے محافظ دستوں کے سالار یودیس اور اپنے درباری پہلوان سیرکا کو اپنے پاس بلایا جب وہ دونوں اس کے نزدیک گئے تو فرولندہ نے ان کے کان میں کچھ سرگوشی کی جسے سننے کے بعد یودیس اور سیرکا دونوں مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ اس کے بعد فرولندہ نے رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سنو ہسپانیہ کے باغی میں تھوڑی ہی دیر بعد تجھے ایسی سزا دوں گا کہ تیری ہڈیوں کی ساری تازگی دھوڑالوں گا۔ تیرے گلے میں لعنت کا طوق ڈالوں گا اور تجھے انتقام کی آتش چلی میں پیس ڈالوں گا۔ اس لیے کہ تو ہسپانیہ کے اندر ایک بدست حوس کار ذلت و رسوائی کا منبع اور دھوکہ باز فتراک ثابت ہوا ہے۔

فرولندہ کے ان الفاظ پر غصے اور غضبناکی میں رقیم بن خلاط کی آنکھوں کے دو آبے خون ہو گئے تھے۔ پھر وہ دھاڑتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ دیکھ فرولندہ اپنے منہ اور زبان کی تمکبانی کر۔ اس لیے کہ احمق کا منہ ہمیشہ حماقت ہی اگلتا ہے۔ اگر تو یہ خیال کرتا ہے کہ تو لفظوں کی دھوپ سے مجھے ذرا دھمکا لے گا تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ فرولندہ نے پھر بڑی تہربانی میں پوچھا آخر تو نے ہسپانیہ کے اندر لوگوں کا خون کیوں بہایا۔ کیوں اس قدر قتل عام کیا۔ جواب میں رقیم بن خلاط نے فوراً پوچھ لیا۔ دیکھ فرولندہ یہ جو تو نے ان گنت مسلمانوں کے اندر انسانیت کا خون بہایا۔ مسلمانوں کو بڑی خونخواری سے قتل کیا اس کا تیرے پاس کیا جواب ہے۔ فرولندہ کہنے لگا یہ میرا حق بنتا تھا اور میں نے اپنے حق کی ادائیگی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ رقیم بن خلاط بھی ترکی نہ رنگی جواب میں کہنے لگا۔

جیسی کا جواب سن کر فرولندہ خوش ہو گیا تھا۔ دوبارہ اس نے نویرہ اور روطہ کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ کہو تم کیا کہتی ہو۔ میں سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر تمہیں وقار حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ گو تم دونوں سے بہت بڑا گناہ اور جرم سرزد ہو چکا ہے لیکن اب بھی اگر تم لوٹ آؤ تو یاد رکھو تمہارے ہر گناہ تمہارے ہر جرم کو معاف کر دیا جائے گا۔ کہو ہماری اس پیشکش پر تمہارا کیا رد عمل ہے۔

جواب میں روطہ اور نویرہ نے باری باری عجیب سے انداز میں رقیم بن خلاط کی طرف دیکھا جس کا سارا لباس خون آلود چہرہ خون سے تر ہاتھوں پر خون جما ہوا تھا اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اپنے شوہر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے روطہ اور نویرہ بے چاری کٹ کر رہ گئیں تھیں۔ تھوڑی دیر تک بڑی رازداری میں آپس میں انہوں نے صلاح و مشورہ کیا پھر نویرہ اپنے بھائی فرولندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں قرطبہ کے حاکم فرولندہ سے کہتی ہوں کہ تمہارے سارے سوالوں کا جواب میری بہن روطہ دے گی اور یہ خیال رکھنا کہ جو جواب روطہ کا ہو گا وہی میرا ہوگا۔ اس لیے کہ میں اور روطہ اب یکجان دو قالب ہیں۔ جب روطہ جواب دے چکے تو پھر مجھ سے علیحدہ کوئی سوال مت کرنا۔

نویرہ جب خاموش ہوئی تو روطہ فرولندہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ دیکھ فرولندہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہاری اس پیشکش میں ایک بڑی دلچسپی ایک بڑی کشش ہے لیکن یہ بھی یاد رکھو میں اور نویرہ دونوں رقیم بن خلاط کی بیویاں ہیں۔ رقیم بن خلاط ہم دونوں کی یکسوئی حیات، عرصہ مصاف کا رہبر، ہمارے فانی شباب حسن اور ہمارے فانی جسم کے ہر عضو کا مالک ہے۔ ہم دونوں مسلمان ہیں اور کسی بھی صورت اسلام ترک کر کے عیسائیت اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہوں گی چاہے تم لوگ ہمارا عضو عضو کاٹ کر چیلوں اور گدھوں کے سامنے پھینک دو۔

سنو فرولندہ! یہ تم لوگوں کا وہم ہو گا کہ تم اگر ہم پر سختی کرو گے تو ہم اسلام ترک کر کے تمہارے گروہ میں آن داخل ہوں گے۔ ہرگز نہیں قسم خداوند قدوس کی اگر تم دونوں ہمیں کڑی سے کڑی سزا دو ہمیں کوہستانی سلسلے کی چوٹی سے نیچے پھینک دو۔ ہمیں پانی کے ابلتے ہوئے کسی حوض میں پھینک دو تب بھی ہم دونوں بہنیں اف تک نہیں کریں گی۔ جب تک ہمارے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہے جب تک ہمارے سینے میں اپنے دلوں کی دھڑکنیں باقی ہیں اس قوت تک ہم رقیم بن خلاط کو ہی اپنے دلوں کی دھڑکن بنا کر رکھیں گی۔ سنو فرولندہ! یہ رقیم بن خلاط ہمارا شوہر ہے۔ اگر دنیا بھر کی نعمتیں، دنیا بھر کی دولتیں ہمارے سامنے ڈھیر کر دی جائیں اور ہمیں یہ کہا جائے کہ اس دولت کے بدلے رقیم بن خلاط کو چھوڑ دو تو قسم رب عظیم کی

دیکھ فرزند ہا تو بشریت کے خدا داد تقاضوں سے بلند نہیں ہے۔ اگر وہ تیرا حق بننا تھا تو یہ میرا حق بننا تھا تو مانے گا کہ میں ایک عرصے تک تیرے لیے قہر کی لالچی، ہلاکت کا محکم برج بنا رہا، ایک عرصے تک میں تیرے حلقوم میں کانٹے اور پھندے بھرتا رہا، تیرے لیے جگر آشوبی کا باعث بنا رہا ایک عرصے تک میں تیرے غور و مثال، سازش و سرگوشی کو کڑوے پھل کی طرح کاٹتا رہا۔ فرزندہ کہنے لگا جو کچھ تجھے کہنا ہے بلا جھجک کہہ اس لیے کہ یہ تیری زندگی کے آخری الفاظ ہوں گے۔ جو سزا میں نے تیرے لیے تجویز کی ہے تو جب وہ دیکھے گا تو کڑھے گا۔ کراے گا۔ بلبلے گا۔ مجھ سے معافی مانگے گا۔ رحم کی بھیک طلب کرے گا۔ پر میں تجھے معاف نہیں کروں گا۔ رقیم بن خلاط نے پھر پہلے جیسی غضبناکی میں کہا۔ نہیں فرزندہ ہرگز نہیں قسم اللہ و اکبر کی اگر تو سمندر کا تلاطم، سنگ و خشت کا طوفان اور نا امید یوں کے شکنجے بھی میرے سامنے کھڑے کر دے تب بھی میں تیرے جیسے شیطان سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ دیکھ فرزندہ اگر تو میری رگ رگ میں آتش، میرے جسم کے سارے خون میں جاں کنی کا زہر بھی بھر دے تب بھی تو مجھے پرانی لکڑیوں کی طرح سلگتے گر انبار بیڑیوں کے اندر اعصاب کے انتشار کا شکار نہ پائے گا اور نہ ہی تو میرے حوصلوں کو مرتعش دیکھے گا۔

رقیم بن خلاط کے ان الفاظ سے غصے میں فرزندہ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ بس گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس دوران یودیس اور سید کا واپس آئے اور یودیس فرزندہ کے سامنے اپنے سر کو خم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ آقا جو کچھ آپ نے کہا تھا اس کے سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ فرزندہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا ان تینوں کو اس جگہ لے چلو جہاں ان کی سزا کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فرزندہ اور جیسی اپنے سارے سالاروں کے ساتھ خیمے سے باہر نکل گئے تھے۔

فرزندہ کے خیمے سے نکل کر سب خیموں کے شہر سے گزرتے ہوئے جب شمال کی کھلی وادی کے اندر آئے تو وہاں فرزندہ کا لشکر ایک کھلے گول دائرے کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ فرزندہ اس کے ساتھیوں کو آتے دیکھتے ہوئے لشکریوں نے پیچھے ہٹ کر راستہ دیا اور فرزندہ سب کے ساتھ اس گول دائرے میں داخل ہو گیا۔ رقیم بن خلاط، روط اور نویرہ بھی محافظوں کی نگرانی میں فرزندہ کے پیچھے پیچھے لے جائے جا رہے تھے۔ گول دائرے میں کھڑے لشکر کے بیچ میں بیس کے قریب نیروں، لکھاروں ڈھالوں سے مسلح جوان ایک گول دائرے کی صورت میں کھڑے ہوئے تھے اور ان کے بیچ میں لوہے کی بنی ہوئی وہ گاڑی تھی جس میں فرزندہ نے ز مادہ شیر بند کر رکھے تھے۔ اس گاڑی کے قریب جا کر فرزندہ رک گیا۔ پھر رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ یہ ہے تیری سزا جو میں نے تیرے لیے تجویز کی ہے۔ یہ جو گول

دائرے کی صورت میں میرے مسلح جوان کھڑے ہیں میں انہیں اس دائرے میں کھڑا کروں گا اور جو تم سامنے لوہے کی بنی ہوئی بند گاڑی دیکھ رہے ہو اس میں ز، مادہ شیر ہیں جو میں تم پر چھوڑوں گا۔ کہو تمہارا اس سلسلے میں کیا رد عمل ہے۔ رقیم بن خلاط نے چھائی تانتے ہوئے کہا دیکھ فرزندہ تو مجھے خوفزدہ نہ پائے گا تو جو بھی میرا انجام کرنا چاہتا ہے کر لے۔ میرے عزم میں تو شکستگی لرزش نہ پائے گا۔

رقیم بن خلاط کا جواب سن کر فرزندہ کو کسی قدر مایوسی ہوئی تھی اس موقع پر جیسی اپنی بیٹی اور فرزندہ کی ملکہ از ایلا کے ساتھ اپنی دوسری بیٹی اور رقیم بن خلاط کی بیوی روط کے پاس آیا۔ کچھ دیر تک جیسی اور از ایلا باپ بیٹی بڑی حسرت سے روط کو دیکھتے رہے پھر جیسی روط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

روط میری بیٹی! میری بچی! تم کیوں اپنی جھولی میں حرماں نصیبی، نفرت کی بازگشت ڈالتی ہو۔ تم کیوں عدم کی مسافتوں اور آلام کی دھند میں کھو جانا چاہتی ہو۔ دیکھ میری بیٹی! اب بھی تم اگر اپنی موجودہ روش ترک کر کے واپس آ جاؤ تو میں سمجھتا ہوں تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جیسی جب خاموش ہوا تو از ایلا آگے بڑھی بڑے پیارے انداز میں اپنے دونوں ہاتھ روط کے کندھے پر رکھے اور کہنے لگی۔

روط میری عزیز بہن! دیکھ تیری سزا مجھے اور میرے باپ کو سامنے دکھائی دے رہی ہے۔ تو میرے باپ کا خون ہے۔ تجھے میں کم از کم درندوں کا شکار ہوتے برداشت نہ کر سکوں گی۔ لوٹ آمیری بہن اسی میں تیری بہتری اور بھلائی ہے۔

روط جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ فرزندہ بھی قریب آیا۔ اپنی بہن نویرہ کے پاس رکا اور التجا آمیز سے انداز میں کہنے لگا۔

نویرہ میری بہن! میں تجھ سے گزارش کرتا ہوں کہ ابھی وقت ہے تو کافرانہ متمکن کو ترک کر دے۔ تو کیوں زندگی سے بیزار جینے سے بیگانہ ہو کر موت کے ہیولوں کے غبار میں کھو جانا چاہتی ہے۔ میں تمہیں زندگی کی طرف کھینچتا ہوں تم موت کی طرف بھاگی جاتی ہو۔ دیکھ جب کسی بہن کا یہ انجام ہو تو سوچ کیا اس کے بھائی کو چین اور سکون ہو گا۔

اس موقع پر نویرہ اپنے بھائی فرزندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ قرطبہ کے حکمران جو کچھ تو نے مجھ سے کہا ہے اس کا جواب میری بہن روط دے گی۔ اس موقع پر روط فوراً بول پڑی اور فرزندہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ دیکھ فرزندہ میں جانتی ہوں تجھ ار ارم جیسے تیرے وعدے کلیسائے ہوس کی زریں صلیب سے مختلف نہیں ہیں۔ دیکھ فرزندہ تو تاریخ کی

تھا۔ حرکت نہ کر سکتا تھا اور بری طرح دھاڑنے لگا تھا۔ ایک شیر کو ناکارہ کرنے کے بعد رقیم بن خلاط کے حوصلے اب مزید بڑھ گئے تھے۔ روطہ اور نویرہ بھی اب سکون محسوس کر رہی تھیں۔ حالانکہ جس وقت شیر نے جست لگائی تھی ان کے چہروں پر سروس پھول کے رہ گئی تھی۔ پھر رقیم بن خلاط خود آگے بڑھا اس کے ایک ہاتھ میں آہنی ترسول دوسرے ہاتھ میں تلوار تھی پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے بھوکی مادہ نے اس پر جست لگائی جونہی مادہ ہوا میں اچھلی رقیم بن خلاط ایک دم نیچے جھکا اور ہوا میں معلق شیرنی کے پیٹ میں اس نے اپنا آہنی ترسول پیوست کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں میں شیرنی کو فضا میں معلق کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا پھر رقیم بن خلاط نے مادہ شیر کو زمین پر بچا۔ تلوار گرا کر اس کی گردن کاٹ کے رکھ دی تھی۔ اس کے بعد شیر کی طرف بڑھا ایک بار پھر اپنا آہنی ترسول اس کی پسلی میں مارتے ہوئے اسے زمین پر گرایا اور اس کا بھی اس نے حلقوم کاٹ کے خاتمہ کر دیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے چٹان کے اوپر کھڑے ہوئے فرولندہ نے ایک بار پھر سرخ رومال فضا میں بلند کیا اور یہ سرخ رومال فضا میں بلند ہونا تھا کہ ارد گرد کھڑے مسلح جوانوں نے روطہ، نویرہ اور رقیم بن خلاط پر تیروں کی بارش شروع کر دی تھی۔ روطہ اور نویرہ بے چاری آگے اور پیچھے ہوتی ہوئی رقیم بن خلاط کو تیروں سے محفوظ کرنے کی کوشش کرنے لگی تھیں۔ اسی کوشش اور جدوجہد میں دونوں تیروں سے چھلنی ہو کر زمین پر گر گئیں اور دم توڑ گئی تھیں۔ رقیم بن خلاط بھی تیروں سے چھلنی ہو کر زمین پر گر گیا تھا۔

زمین پر گرنے کے بعد ایک حسرت آمیز نگاہ رقیم بن خلاط نے اپنے سامنے مردہ پڑی روطہ اور نویرہ پر ڈالی اور انتہائی بے بسی میں کہنے لگا۔ روطہ اور نویرہ میری دونوں ساتھیو! میری دونوں رفیقو! کاش میں تم دونوں کی حفاظت کر سکتا اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط بے سدھ سا زمین پر گر گیا تھا۔

ارد گرد کھڑے جن مسلح محافظوں نے ان تینوں پر تیر اندازی کی تھی وہ اب بھی ڈرتے ہوئے آگے نہیں بڑھ رہے تھے ان پر رقیم بن خلاط کی ایسی وحشت اور ایسا خوف طاری تھا کہ کوئی آگے بڑھ کر رقیم بن خلاط کی لاش کو دیکھنے کی جرات نہیں کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ کبھی کے اوپر لوہے کے پنجرے میں بند یولو جیس اور شالیب نیچے اترے دونوں نے اپنی تلواریں سونت لیں اور رقیم بن خلاط کی طرف بڑھے تھے یودیس چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر اپنی تلوار برسائے اور رقیم بن خلاط کی گردن کاٹ کر اس کا سر فرولندہ کے پاس لے جائے جونہی وہ آگے بڑھ کر تلوار برسانے لگا رقیم بن خلاط اپنا آہنی ترسول سنبھالتا ہوا فوراً اٹھا اور ترسول اس نے پوری قوت سے یودیس کے پیٹ میں گھونپ دیا تھا پھر اس کی لاش کو اس نے دونوں

کا سامان کر تو دیکھے گا کہ میں اور نویرہ دونوں فولادی صلاحیت اور ہنر شناسی اور سحر کار جراتمندی کا مظاہرہ کرتی ہوئی اپنے مرد شہرہ رقیم بن خلاط کے پہلو بہ پہلو ہر مصیبت، ہر ابتلا، ہر آشوب کو برداشت کریں گی۔ اب مزید ہم دونوں بہنوں سے نا کوئی سوال کرنا اور نہ ہمیں ہمارے شوہر سے علیحدہ کرنے کی کوشش ترغیب دینا۔ اگر تم نے کوئی سوال کیا بھی تو ہم دونوں ہمیں اس کا کوئی جواب نہ دیں گی۔

روطہ کا یہ جواب سن کر فرولندہ پیچھے ہٹ گیا ہاتھ کے اشارے سے اس نے جیسی اور ازابیلا کو بھی پیچھے ہٹنے کو کہا۔ جس کے جواب میں جیسی اور ازابیلا ایک طرف ہٹ گئے پھر فرولندہ نے قریب کھڑے محافظوں کے کان میں کچھ کہا۔ ایک محافظ بھاگا بھاگا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور رقیم بن خلاط کا ترسول اور تلوار اسے تھما دی۔ فرولندہ اس بار رقیم بن خلاط کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اپنی تلوار اور ترسول اپنے پاس رکھو اور اس گول دائرے میں جا کر کھڑے ہو کر اپنا انجام دیکھو اس کے ساتھ ہی فرولندہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ جبکہ اس کے محافظ رقیم بن خلاط، روطہ اور نویرہ کو پکڑ کر آگے بڑھے اور مسلح جوانوں نے لوہے کی گھسی کے ارد گرد جو بار بنا رکھا تھا اس کے بیچ میں ان تینوں کو لا کھڑا کیا تھا۔

پھر ایک کوہستان کی چوٹی پر کھڑے ہو کر فرولندہ نے سرخ رومال جو ہلایا تو فرولندہ کے محافظ دستوں کا سالار یودیس اور اس کا درباری پہلوان سیکا ان دونوں درندوں سے بچنے کے لیے کبھی کے اوپر لوہے کے سنے ہوئے جنگلے میں گھسے اور وہیں سے انہوں نے ہاتھ بڑھا کر کبھی کا دروازہ کھول دیا تھا۔ کبھی کا دروازہ کھلنا تھا کہ بری طرح غراتے ہوئے زامادہ شیر پھلانگ کر نیچے اترے اور نہایت غضبناکی میں دونوں رقیم بن خلاط، روطہ اور نویرہ کی طرف بڑھے تھے۔

اس موقع پر رقیم بن خلاط حملہ کرنے والے چیتے کی طرح چوکننا ہو گیا تھا۔ اپنا آہنی ترسول اس نے اپنے سامنے کر لیا پھر روطہ اور نویرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا دیکھ روطہ اور نویرہ جونہی زامادہ دونوں تیروں میں سے کوئی حملہ آور ہو تو تم دونوں فوراً پھلانگ لگا کر دائیں طرف ہٹنا میں بھی ایسا کرنے کی کوشش کروں گا اس کے بعد میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا۔

رقیم بن خلاط یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لیے کہ سب سے پہلے ز شیر نے بھاگتے ہوئے جست لگائی تھی ابھی اس کی جست مکمل نہ ہوئی تھی کہ رقیم بن خلاط روطہ اور نویرہ پھلانگ لگا کر فوراً ایک طرف کو ہٹ گئے پھر برق کے شرارے کی طرح رقیم بن خلاط اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنا آہنی ترسول پوری قوت سے اس نے شیر کی پسلی پر دے مارا تھا پھر اس نے اپنی تلوار کھینچی اور شیر کا ایک پاؤں اس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ شیر اپنی جگہ پر جم گیا

ہاتھوں میں اپنے ترسول پر معلق کر دیا تھا۔

عین اسی موقع پر سید کا آگے بڑھا اور رقیم بن خلاط پر اس نے تلوار برسا دی تھی یہ تلوار رقیم بن خلاط کے بائیں بازو پر پڑی اور رقیم بن خلاط کا بایاں بازو کٹ کر زمین پر گر گیا تھا اس کے ساتھ ہی اس کا ترسول اس کے ہاتھ سے جھوٹ گیا تھا اور زمین پر گر گیا تھا اس کی لاش بھی زمین پر گر گئی تھی پھر ایک بار پھر رقیم بن خلاط نے اپنی بکھرتی ہوئی طاقت کو جمع کیا۔ نیچے جھک کر اس نے دائیں ہاتھ کو ترسول پر جمایا جھٹکے سے اسے یو دلیس کی لاش سے کھینچا اتنی دیر تک سید کا دوبارہ آگے بڑھتے ہوئے دوسرا وار کرنا چاہتا تھا کہ اس نے پہلے ہی رقیم بن خلاط نے اپنا ترسول لہراتے ہوئے اس کی چھاتی میں بیوست کر دیا تھا۔ ایسا ہونا تھا کہ سید کا جسم سے خون کے نوارے پھوٹ پڑے اور وہ بھی دم توڑ کر زمین پر گر گیا تھا۔

رقیم بن خلاط کا بازو کٹ چکا تھا۔ جگہ جگہ تیر بیوست ہونے سے اس کا سارا جسم اور لباس لہو لہان ہو چکا تھا اس موقع پر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور انتہائی بے بسی میں کہا۔ اے خداوند گواہ رہنا میں نے اپنی طاقت اپنی ہمت کے مطابق اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اے خداوند گواہ رہنا میں نے مقدور بھراپنے فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اے خداوند گواہ رہنا۔ اپنی موت کے لمحوں تک میں نے اپنے دین اپنی شجاعت پر کوئی حرف نہیں آنے دیا اس کے ساتھ ہی رقیم بن خلاط زمین پر گرا اور دم توڑ گیا تھا۔

اس موقع پر چٹان پر کھڑے فرواندہ نے فضاؤں میں گھورتے ہوئے انتہائی بے بسی میں کہا۔ آبا! گڈرینے اور نصرانیت کے بھیس میں بسپانیہ کے اندر گھومنے والا یہ رقیم بن خلاط کیسا بے مثل کیسا لا جواب تیغ زن تھا جس نے کھلے مقابلوں میں میرے ہر سالار کی گردن کاٹ کر رکھ دی اور ایک طرح سے میرے بازو ہی قلم کر دیئے۔ کاش تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق کوئی رشتہ ہوتا کاش تو میرا بیٹا ہی ہوتا کاش تو میرے لشکریوں کا سپہ سالار ہی ہوتا تو میں دنیا کی ہر قوت سے ٹکرا جانے کی جرات کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد فرواندہ اداس اور خاموش ہو گیا تھا۔ چاروں طرف مقدس صیغوں جیسی خاموشی طاری تھی۔ بطور چپ چاپ منقار زیر پر رکھے شاید اس انتظار میں تھے کہ کوئی بولے کوئی دھڑکے کوئی بھڑکے پر کہیں سے بھی کوئی شور جہاں فروشاں نہ تھا صرف ہوا کہیں نوحہ کناں تھیں۔ ڈوبتا سورج ملول و تنہا سلگ رہا تھا۔ امت مسلمہ اس سیپ کی طرح خاموش تھی جو اپنے موتی کی تلاش میں سرگرداں ہو پر کبھی کھوئے ہوئے لعل بھی ملتے ہیں۔

(تمت بالخیر)